مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا (اپنی وادیوں کے مقابل آتے دیکھا تو کہنے لگے یہ تو بادل ہے جو ہم پر برسے گا) روایت میں ہے کہ بارش ان کے ہاں عرصہ سے نہ ہوئی تھی۔ انہوں نے اپنی وادیوں کی جانب آتا ہوا بادل دیکھا تو کہنے لگے۔ یہ بادل ہم پر بارش لائے گا اور خوشی سے یہ بات کھل کر کہی۔

لطیفۂ اضافت:

مستقبل اور ممطر کی اضافت مجازی اضافت ہے۔ معرفہ بنانے والی نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ دونوں مضاف تو معرفوں کی طرف ہیں مگر صفت نکرہ عارض کی بن رہے ہیں۔

بَلْ هُوَ (نہیں نہیں بلکہ وہی) یعنی ہود علیہ السلام نے فرمایا۔ بلکہ وہ اور اس پر وہ قراءت بھی دلالت کرتی ہیں جنہوں نے قال هود بل هو پڑھا ہے۔ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ (ہے جس کو تم جلدی مچاتے تھے) یعنی عذاب پھر تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ (ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے)

آیت ۲۵: تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ (جو ہر چیز کو ہلاک کر دے گی) وہ عاد کے لوگوں اور کثیر مالوں کو تہس نہس کر دے گی۔ کثرت کو کل کے لفظ سے تعبیر کیا۔ بِاَمْرِ رَبِّهَا (اپنے رب کے حکم سے) جو رحیم کا رب ہے۔ فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ (چنانچہ وہ ایسے ہو گئے کہ سوائے ان کے مکانات کے اور کچھ دکھائی نہ دیتا تھا)۔ قراءت: عاصم وحمزہ وخلف میں ہے ای لا یری شیٔ الامساکنھم کہ ان کے مکانات کے سوا اور کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ دیگر قراء نے مجہول وغائب کی بجائے لاتری الاَّ مساکنھم پڑھا۔ اس میں خطاب کا صیغہ ہر دیکھنے والا کو مخاطب کر کے لایا گیا۔ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ (ہم مجرموں کو یونہی سزا دیا کرتے ہیں) یعنی اس جیسی ہم سزا دیتے ہیں جو ان جیسے جرم کا مرتکب ہو۔ اس میں مشرکین مکہ کو ڈرایا گیا ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حضرت ہود علیہ السلام اور مؤمن ایک مقام میں جمع ہو گئے۔ ان کو اتنی ہوا لگ رہی تھی۔ جو نفوس کو سکون پہنچا رہی تھی۔ اور وہ قوم عاد کو آسمان وزمین کے مابین گھما گھما کر پٹخ رہی تھی اور پتھروں سے ان کے سروں کو کچل رہی تھی۔

آیت ۲۶: وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ (ہم نے ان لوگوں کو ان باتوں میں قدرت دی تھی کہ تم کو ان باتوں میں قدرت نہیں دی) نحو: اِن نافیہ ہے۔ ان باتوں میں مامکنا کم ہم نے تم کو قدرت نہیں دی۔ البتہ

ان کا مزہ:

اِنْ لفظ کے اعتبار سے زیادہ خوبصورت ہے۔ اور ما کو جمع کرنے میں بے مزہ تکرار واقع ہو جاتا ہے۔ ذرا غور کرو کہ مھما اصل میں ما ما ہے۔ اس بدمزگی کی وجہ سے الف کو ھا سے بدل ڈالا مھما بنا لیا۔ نمبر۲۔ ان کو وصلیہ زائدہ بنائیں اور اس کا مطلب ہوگا۔ اس لئے کہ ہم نے ان کو قدرت دی ان چیزوں میں جن میں تم کو قدرت دے رکھی ہے۔ مگر سب سے درست وجہ ان

کونافیہ بنانا ہے۔اس لئے کہ ارشادالٰہی ہے۔هم احسن اثاثا ورء یا۔[مریم۔۷۴]اس میں ان کی طاقت وسامان کی کثرت کا ذکر ہے۔اسی طرح آیت کانوا اکثرهم منهم واشد قوة وأثارًا۔[غافر۔۸۲] نحو : ما الذی کے معنی میں ہے۔یانکرہ موصوفہ ہے۔ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّ اَبْصَارًا وَّ اَفْئِدَةً (اورہم نے ان کوکان' آنکھیں اوردل دیئے تھے)یعنی آلاتِ ادراک فہم فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْئِدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ(مگران کوان کے کان' آنکھیں اوردل ذرا بھر کام نہ آئے)من شیٔ من الاغناء۔فائدہ میں سے ذرا بھر فائدہ قلیل ترین فائدہ مراد ہے۔ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ(اس لئے کہ وہ لوگ آیات الٰہیہ کا انکار کرتے تھے)

نحوی نکتہ:

اذ۔یہ فما اغنٰی کی وجہ سے منصوب ہے۔یہ تعلیل کے قائم مقام آیا ہے۔کیونکہ تعلیل وظرف کا کام تعلیل میں برابر ہے۔جیسا اس قول میں ملاحظہ ہو۔ضربته لاساء ته۔ضربتهٗ اذا ساء۔کیونکہ تم نے اس کو بے ادبی کے وقت مارا تو تم نے اس کو اس لئے مارا کہ اس نے بے ادبی کی۔البتہ اذ،حیث یہ دونوں تمام ظروف پر اس سلسلہ میں استعمال میں غالب آگئے ہیں۔

وَحَاقَ بِهِمْ (اوراسی نے ان کو آگھیرا)اوروہ ان پر اتر پڑا۔ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے)انکے استہزاء کی سزا کے طور پر۔اس میں کفار مکہ کو تہدید ہے۔پھر اگلی آیت میں مزید تہدید کی گئی ہے۔

آیت ۲۷: وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ (اورہم نے تمہارے آس پاس کی اوراور بستیاں بھی ہلاک کی ہیں)کم سے مراد اہل مکہ ہیں۔

مِّنَ الْقُرٰى (جیسے قوم ثمود کی بستیاں جو مقام حجر میں واقع تھیں)قوم لوط کے شہر' القری بول کر اہل القریٰ مراد ہیں۔اسی لئے فرمایا۔ وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (اورہم نے بار بار اپنی نشانیاں بتلادی تھیں کہ وہ باز آجائیں)ہم نے ان پر قسم قسم کی عبرتیں اوردلائل بار بار بیان کردیئے تاکہ وہ سرکشی سے لوٹ کر ایمان کی طرف آجائیں مگر وہ نہ لوٹے۔

ان کے معبودوں کی سفارش کہاں گئی:

آیت ۲۸: فَلَوْلَا (پس کیوں نہ) نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً(ان کی مدد کی جن جن چیزوں کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے اپنا معبود بنا رکھا ہے)القربان سے وہ چیز مراد ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے۔یعنی ان کو ایسا سفارشی قرار دیا جوان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کردیں۔جبکہ وہ کہا کرتے تھے۔هؤلاء شفعاؤنا عنداللّٰه۔

نحو :اتخذ کا ایک مفعول الذین محذوف کی طرف لوٹنے والا ہے۔تقدیر عبارت اس طرح ہے۔اتخذوهم اور دوسرا مفعول الهةً ہے اور قربانًا حال ہے۔بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ(بلکہ وہ ان سے گم ہوگئے)وہ ان کی مدد سے غائب رہے۔ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (اوروہ ان کی تراشی ہوئی اور گھڑی ہوئی بات ہے)ذلك کا اشارہ الهه کے ان کی مدد نہ کرنے کی طرف ہے۔اور مدد سے غائب رہنے کی طرف ہے۔یعنی یہ ان کا مدد نہ کرنا اور مدد سے غائب رہنا۔یہ اثر ونحوست ان کے اس افتراء کی ہے کہ انہوں نے ان کو معبود بنا رکھا ہے اوران کے شرک اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھنے کا نتیجہ ہے۔

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا

اور جب ہم نے آپ کی طرف جنات کی ایک جماعت کو پھیر دیا جو قرآن سننے لگے، سو جب یہ لوگ قرآن کے پاس حاضر ہوئے تو کہنے لگے

اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا

کہ چپ رہو، پھر جب قرآن پڑھا جاچکا تو اپنی قوم کی طرف ڈرانے والے بنکر چلے گئے، کہنے لگے اے ہماری قوم بیشک ہم نے ایسی کتاب

كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ

سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے وہ ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے تھیں، وہ حق کی طرف اور سیدھے راستہ کی طرف ہدایت

مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ

دینے والی ہے۔ اے ہماری قوم اللہ کی طرف بلانے والے کی بات مان لو اور اس پر ایمان لے آؤ اللہ تمہارے گناہوں کو معاف فرمادے گا اور تمہیں سخت

مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ

عذاب سے بچادے گا، اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کی بات نہ مانے تو وہ زمین میں عاجز کرنے والا نہیں ہے اور اس کے لئے اللہ کے سوا

لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۲﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ

کوئی ولی نہ ہو گا، یہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں، کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے آسمانوں کو اور

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓى اِنَّهٗ

زمین کو پیدا کیا وہ ان کو پیدا کرنے سے نہیں تھکا وہ اس پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کرے، ہاں اسے ضرور قدرت ہے، بیشک وہ

عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۳﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَي النَّارِ ۭ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ

ہر چیز پر قادر ہے، اور جس روز کافر لوگ آگ پر پیش کئے جائیں گے کہ کیا یہ حق نہیں ہے؟

قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۴﴾

کہیں گے کہ قسم ہے ہمارے رب کی یہ ضرور امر واقعی ہے! ارشاد ہوگا تو چکھ لو عذاب اس سبب سے کہ تم کفر کرتے تھے۔

جنات کی آمد اور ایمان قبول کرنا:

آیت ۲۹: وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا (جب کہ ہم جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف لے آئے) ہم نے ان کو مائل کیا اور

آپ کی جانب متوجہ کیا۔ النفر دس سے کم تعداد پر بولا جاتا ہے۔ مِّنَ الْجِنِّ (جنات کی ایک جماعت) یہ نصیبین مقام کے جنات تھے۔ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ (جوقرآن سننے لگے تھے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ (جب وہ لوگ قرآن کے پاس آپہنچے) ہٗ کی ضمیر قرآن مجید یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب وہ آپ سے اتنے فاصلہ پر پہنچے کہ وہاں سے قرآن سن سکتے تھے۔ قَالُوْٓا (وہ ایک دوسرے کو کہنے لگے) اَنْصِتُوْا (خاموشی سے سنو)

روایت: میں ہے کہ جنات خبریں چرانے کے لئے آسمان کی طرف پرواز کرتے جب آسمان کی حفاظت کر دی گئی اور ان کو شہاب پڑنے لگے۔ تو کہنے لگے۔ یہ بات کسی خاص حادثہ کا نتیجہ ہے۔ سات جنات کا ٹولہ یا نو سرداران نصیبین یا نینوی جن میں ایک کا نام زوبعہ تھا۔ ادھر ادھر چلتے پھرتے رہے یہاں تک کہ وہ تہامہ میں پہنچے پھر ان کا گزر وادی نخلہ سے ہوا۔ وہاں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا جبکہ آپ رات کے دوران نماز ادا فرما رہے تھے یا نماز فجر میں مصروف تھے۔ انہوں نے آپ کی قراءت کو غور سے سنا۔

قولِ سعید بن جبیر:

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو جنات کے سامنے پڑھا اور نہ ان کو دیکھا۔ بلکہ آپ تو نماز میں تلاوت فرما رہے تھے۔ اُدھر سے جنات کا گزر ہوا۔ تو ان کو قرآن سننے کی توفیق مل گئی۔ آپ کو اس کی خبر بھی نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے قرآن سننے کی آپ کو خبر دی ہے۔

ایک قول یہ ہے:

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جنات کو انذار کرنے کا حکم دیا اور ان کو پڑھ کر سنانے کا حکم ہوا۔ تو ان میں ایک گروہ آپ کی طرف پھر کر آیا۔ پس آپ نے فرمایا۔ مجھے حکم ملا ہے کہ آج رات میں جنات کے سامنے قرآن پڑھوں پس کون میرے ساتھ چلے گا۔ یہ بات آپ نے تین مرتبہ دہرائی۔ تمام نے سر جھکا لیے صرف عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں لیلۃ الجن میں صرف حاضر تھا میرے سوا اور کوئی موجود نہ تھا۔ ہم چلتے گئے یہاں تک کہ ہم مکہ کی بالائی جانب شعب حجون میں پہنچ گئے۔ آپ نے میرے لئے ایک خط کھینچ دیا۔ اور فرمایا۔ تم اس سے مت نکلنا جب تک میں واپس نہ آؤں۔ پھر قرآن کو شروع فرمایا۔ میں نے سخت شور و شغب سنا۔ (واپس آکر مجھے فرمایا کیا تم نے کچھ دیکھا۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ کالے سیاہ مرد۔ آپ نے فرمایا۔ وہ نصیبین مقام کے جنات تھے۔ یہ بارہ ہزار کی تعداد میں آئے تھے۔ اور جو سورت ان پر پڑھی وہ اقرء باسم ربك تھی۔ (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لم اجده بتمامه فی سیاق واحدٍ حاشیۂ کشاف)

فَلَمَّا قُضِيَ (پھر جب قرآن پڑھا جا چکا) یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قراءت سے فارغ ہو چکے۔ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ (تو وہ لوگ اپنی قوم کے پاس خبر پہنچانے کے لئے واپس آگئے) تاکہ وہ ان کو ڈرائیں۔

آیت ۳۰: قَالُوْا یٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا کِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰی (وہ کہنے لگے اے ہمارے بھائیو! ہم ایک کتاب سن کر آئے ہیں۔ جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی) انہوں نے من بعد موسیٰ کہا۔ کیوں کہ وہ پہلے یہودیت پر تھے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

جنات نے عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کی اطلاع نہ پائی تھی۔

مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ (جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے) یَهْدِیْ اِلَی الْحَقِّ (حق کی طرف راہنمائی کرتی ہے) الحق سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ وَاِلٰی طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ (سیدھے راستہ کی طرف)

آیت ۳۱: یٰقَوْمَنَآ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ (اے ہماری قوم اللہ تعالیٰ کے داعی کی بات کو قبول کرو) داعی سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم وَاٰمِنُوْا بِهٖ یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ یُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ (اور اس پر ایمان لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ اور دردناک عذاب سے محفوظ رکھے گا)

قولِ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ:

جنات کو کوئی ثواب نہیں مگر صرف جہنم سے آزادی۔ اور دلیل یہ آیت ہے۔

قول امام مالک، ابن ابی لیلیٰ، ابو یوسف و محمد رحمہم اللہ:

ان کو ثواب و عقاب دونوں ہونگے۔

قولِ ضحاک:

وہ جنت میں داخل ہونگے اور اس میں سے کھائیں پئیں گے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لم یطمثهن انس قبلهم ولا جانٌّ۔ [الرحمان۔۵۶]

آیت ۳۲: وَمَنْ لَّا یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰهِ فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ (اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی بات قبول نہ کرے گا۔ وہ زمین میں ہرا نہیں سکتا) یعنی اس کو عذاب سے نجات پانے کے لئے بھاگنے کی جگہ نہ ملے گی۔ وَلَیْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءُ اُولٰٓئِكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (اور اللہ تعالیٰ کے سوا اس کا کوئی حامی بھی نہ ہوگا۔ ایسے لوگ صریح گمراہی میں ہیں)

آیت ۳۳: اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ یَعْیَ بِخَلْقِهِنَّ (کیا ان لوگوں نے یہ نہ جانا کہ جس اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔ اور ان کے پیدا کرنے میں ذرا نہیں تھکا) یہ اس ارشاد کی طرح ہے۔ وما مسنا من لغوب۔ [ق۔۳۸] عرب عییت بالامر اس وقت بولتے ہیں۔ جب اس کی کوئی صورت نظر نہ آئے۔ بِقٰدِرٍ (وہ اس پر قدرت رکھتا ہے) محل: یہ محل رفع میں خبر اَنَّ ہے۔ اس پر قراءت عبداللہ بن مسعود قادرٌ دلالت کرتی ہے۔ اور باء کو اس پر داخل کیا گیا

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ؕ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ

سو آپ صبر کیجئے جیسے ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا، اور ان لوگوں کے لئے جلدی نہ کیجئے جس دن یہ لوگ وعدہ کی

مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ

چیز کو دیکھیں گے گویا صرف دن کی ایک گھڑی ٹھہرے تھے۔ یہ پہنچا دینا ہے سو ہلاک نہیں ہوں گے مگر نافرمانی

الْفٰسِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ ع

کرنیوالے ہی۔

کیونکہ ابتدائے آیت نفی پر مشتمل ہے۔اس طرح کہ اَنّ اور ما اس کے حیز میں ہیں۔

قول الزجاج:

اگر تم اس طرح کہو : ماظننت ان زیدًا بقائم تو یہ جائز ہے۔گویا یہ اس طرح کہا گیا ہے۔الیس اللّٰہ بقادرٍ۔کیا تم بلٰی کو نہیں دیکھ رہے کہ وہ آرہا ہے۔وہ اس ہر چیز بعث وغیرہ پر قدرت کو پختہ کر رہا ہے۔وہ ان کی رؤیت کے لئے نہیں لایا گیا۔

عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِ الْمَوْتٰى بَلٰٓى (کہ مردوں کو زندہ کردے۔کیوں نہیں) یہ نفی کے جواب میں کلام لائی گئی۔ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے)

آیت ۳۴: وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ (اور جس روز کافر لوگ دوزخ کے سامنے لائے جائیں گے)۔انہیں کہا جائے گا۔ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ (کیا یہ دوزخ امر حقیقت نہیں ہے) ظرف کا ناصب قول کا لفظ مضمر ہے۔اور ھذا کا مشار الیہ عذاب ہے۔ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ (وہ کہیں گے کہ ہم کو اپنے پروردگار کی قسم! ضرور امر واقعی ہے۔ارشاد ہوگا۔تو اپنے کفر کے بدلے میں اس کا عذاب چکھو) کیونکہ تم دنیا میں کفر کرتے تھے۔

صبر وثبات کا حکم جلد بازی کی ممانعت:

آیت ۳۵: فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ (تو آپ صبر کریں جیسا اور ہمت والے) مِنَ الرُّسُلِ (رسولوں نے صبر کیا تھا) اولوا العزم کا معنی کوشش، صبر وثبات والے۔ نحو : تمیرا۔من الرسل کا من تبعیضیہ ہے۔اس سے مراد اولوالعزم ہیں۔ جن کا تذکرہ احزاب کی اس آیت میں ہے۔و اذا اخذنا من النبیین میثاقھم ومنك ومن نوحٍ وابراھیم وموسٰی وعیسی ابن مریم۔[الاحزاب:۷]

اور یونس علیہ السلام ان میں سے نہیں کیونکہ ان کے لئے فرمایا۔لا تکن کصاحب الحوت۔[القلم۔۴۸] اسی آدم علیہ

السلام بھی اس لئے کہ ارشاد الٰہی ہے ولم نجد له عزمًا [طٰہٰ۔۱۱۵]

نمبر۲۔ یا مِن بیانیہ ہو تو اولوالعزم یہ صفت تمام رسل کی بنے گی۔ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ (اور ان لوگوں کے لئے جلدی نہ کیجئے) کفارِ قریش کے لئے جلد عذاب نہ مانگیں۔ یعنی جلد عذاب ملنے کی دعا نہ کریں۔ پس وہ عذاب ضرور اترے گا۔ خواہ کچھ دیر سے۔ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ (جس روز یہ لوگ اس چیز کو دیکھیں گے۔ جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ تو گویا یہ لوگ دن بھر میں ایک گھڑی رہے ہیں) یہ اس وقت دنیا میں قیام کی مدت کو بہت قلیل قرار دیں گے۔ یہاں تک کہ وہ اس کو دن کی ایک گھڑی خیال کریں گے۔ بَلٰغٌ (یہ پہنچا دینا ہے) یہ پوری بات ہے۔ یعنی یہ وعظ جو تمہیں کیا گیا یہ کافی وعظ ہے۔ یا یہ رسول کی طرف سے پہنچا دینا ہو چکا ہے۔ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ (پس وہی برباد ہونگے جو نافرمانی کریں گے) عذاب سے ہلاکت مراد ہے۔ مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ہرگز ہلاک نہ کیا جائے گا مگر ان لوگوں کو جو نافرمان ہیں یعنی شرک کرنے والے اور نصیحت سے نکلنے والے اور اس کے موجب پر عمل سے نکلنے والے ہیں۔

الحمد للہ قبل العشاء لیلۃ الجمعہ ۲۴ اپریل ۲۰۰۳ء ترجمہ تکمیل پذیر ہوا۔

سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٍ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئی جس میں اڑتیس آیات اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ① وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

جن لوگوں نے کفر کیااور اللہ کے راستہ سے روکا اللہ نے انکے اعمال کو ضائع فرما دیا ، اور جولوگ ایمان لائے اور نیک

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ

عمل کئے اور جو کچھ محمد پر نازل ہوا اس پر ایمان لائے اور وہ انکے رب کی طرف سے امر واقعی ہے اللہ ان کے

عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ② ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ

گناہوں کا کفارہ فرما دے گا اور انکے حال کو درست فرما دے گا، یہ اس وجہ سے کہ کافروں نے باطل کا اتباع کیا،

وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ

اور بے شک جو لوگ ایمان لائے انہوں نے حق کا اتباع کیا جو ان کے رب کی طرف سے ہے، اسی طرح اللہ لوگوں کے لئے ان کے احوال

اَمْثَالَهُمْ ③

بیان فرماتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

(جولوگ کافر ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکا)

اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ○ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

(اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل کو بے کار کر دیا۔اور جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے)

وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ

(اور وہ اس سب پر ایمان لائے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے)

رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ

(اور وہ ان کے رب کے پاس سے امر واقعی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ ان پر سے اتار دے گا اور ان کی حالت درست رکھے گا)

آیت ۱: اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یعنی انہوں نے اعراض کیا اور دخولِ اسلام سے باز رہے۔ نمبر ۲۔ دوسروں کو اسلام میں داخل ہونے سے روکا۔

قول الجوہری:

صد عنه یصد صدودًا۔ کا معنی اعراض کرنا۔ اور صده عن الامر صدًا کا معنی منع کرنا اور اس سے پھیر دینا آتا ہے۔ کفارِ قریش بدر کے دن کھانا کھلانے والے تھے۔ یا کفروا سے اہل کتاب مراد ہیں۔ نمبر ۳۔ ہر کافر مراد ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے والا ہو۔ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو باطل و حبط کر دیا اور اس کی حقیقت اس طرح ہے۔ کہ ان کے اعمال کو گم شدہ اور ضائع قرار دے دیا۔ ان میں قبولیت و ثواب نہیں۔ جیسا کہ گم شدہ اونٹ بے فائدہ ہوتا ہے۔ اعمال سے مراد وہ اعمال جو حالت کفر میں وہ صلہ رحمی، اطعامِ مسافرین، عمارۃِ مسجد حرام، یا وہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تدابیر اختیار کیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں رکاوٹیں ڈالیں۔

اٰمَنُوْا کی مراد:

آیت ۲: وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے۔ اس سے قریش کے کچھ لوگ مراد ہیں۔ نمبر ۲۔ انصار کے کچھ حضرات۔ نمبر ۳۔ اہل کتاب کے کچھ افراد۔ نمبر ۴۔ عام ہے۔ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ اور وہ اس سب پر ایمان لائے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔ مانزل سے قرآن مجید مراد ہے۔

پھر جملہ معترضہ لا کر اس کی تاکید کر دی اور وہ جملہ یہ ارشاد ہے۔

وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ یعنی قرآن ایک قول یہ ہے: کہ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہی حق ہے۔ اس لئے کہ وہ منسوخ نہ ہو گا۔ وہ دیگر تمام ادیان کا ناسخ ہے۔ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ (اللہ تعالیٰ ان کے گناہ ان پر سے اتار دے گا) کفر سے رجوع اور توبہ کر لینے کی وجہ سے ان کے کفر و معاصی کو ایمان و عمل صالح کی چادر سے ڈھانپ دیا جائے گا۔ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ (اور ان کی حالت درست رکھے گا) دین کے معاملات میں توفیق کے ذریعہ ان کی حالت کو درست رکھا جائے گا۔ اور اپنی نصرت و تائید سے ان کو دنیا پر غلبہ دے گا۔

مؤمنوں اور کافروں کے عمل کی مثال:

آیت ۳: ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ (یہ اس وجہ سے ہے کہ کافر تو غلط راستہ پر چلے اور اہل ایمان صحیح راستہ پر چلے جو ان کے رب کی طرف سے ہے) نحو: ذلك مبتدأ اور مابعد اس کی خبر ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے ذلك الامر یہ بات یعنی ایک فریق کے اعمال بیکار کیے اور دوسرے فریق کی سیئات کو مٹا دیا گیا اور

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ

سو جب کافروں سے تمہاری مڈبھیڑ ہو جائے تو انکی گردنیں مارو یہاں تک کہ جب تم اچھی طرح سے انکی خون ریزی کردو تو خوب مضبوط باندھ دو

فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۚ ذٰلِكَ ؕ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ

پھر اس کے بعد یا تو بلا معاوضہ چھوڑ دو یا انکی جانوں کا بدلہ لے کر چھوڑ دو جب تک کہ لڑائی اپنے ہتھیاروں کو نہ رکھدے، یہ اسی طرح ہے، اور اگر اللہ چاہے تو ان سے

مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ

انتقام لے لے، اور لیکن تا کہ تم میں بعض کا بعض کے ذریعہ امتحان فرمائے، اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے سو اللہ ہرگز ان کے اعمال

اَعْمَالَهُمْ ۝۴ سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝۵ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝۶

ضائع نہ فرمائے گا، وہ انہیں عنقریب مقصود تک پہنچادے گا۔ اور ان کا حال درست فرمادے گا اور انہیں جنت میں داخل فرمادے گا جس کی انہیں پہچان کرادے گا

اصلاح و درستی اس لئے کی گئی کہ ایک فریق نے شیطان کی اتباع اختیار کی اور دوسرے نے قرآن کی اتباع کی۔ كَذٰلِكَ (اس بیان کرنے کی طرح) يَضْرِبُ اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ کھول کر بیان کرتے ہیں) لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ (لوگوں کے لئے ان کے حالات) هم کی ضمیر الناس کی طرف راجع ہے۔ نمبر۲۔ دو فریق جن کا اوپر ذکر ہوا مطلب یہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مؤمنوں اور کافروں کے حالات بیان کرتے ہیں تا کہ لوگ عبرت حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اتباعِ باطل کو کافروں کے عمل کی مثال کے طور پر ذکر فرمایا اور اتباعِ حق کو مؤمنوں کے عمل کی مثال کے طور پر ذکر فرمایا۔ نمبر۲۔ اضلال کو کفار کی ناکامی بیان کرنے کے لئے مثال بنایا اور ابرار کی کامیابی کے لئے تکفیر سیئات کو نمونہ بنایا۔

قتال میں کفار کو خوب قتل کرو:

آیت ۴: فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (پس جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو) اللقاء لڑائی کو کہتے ہیں۔ فَضَرْبَ الرِّقَابِ (تو ان کی گردنیں مارو) اصل اس طرح ہے۔ فاضربوا الرقاب ضربًا۔ پس تم گردنوں کو مارو مارنا۔ فعل کو حذف کر دیا اور مصدر کو شروع میں لائے۔ پس وہ اس کے قائم مقام ہوگیا۔ اور اس کی اضافت مفعول کی طرف ہے۔ تاکید کے ساتھ ساتھ اس میں اختیار بھی ملحوظ ہے۔ اس لئے کہ تم مصدر کا تذکرہ کرتے ہو اور وہ اس نصب والی حالت کے ساتھ ساتھ فعل پر دلالت کرتا ہے۔ ضرب الرقاب۔ یہ قتل کی تعبیر ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ قتل ہی کیا جائے دوسرے اعضاء نہ کاٹے جائیں۔ اور تعبیر کی وجہ یہ ہے کہ قتل انسانی عموماً گردن مارنے سے ہوتا ہے۔ اس لئے یہ تعبیر قتل کے طور پر استعمال ہوا۔ خواہ گردن کے علاوہ کسی دوسرے عضو پر کافر کو مارا جائے۔ حَتّٰى اِذَا اَثْخَنْتُمُوْهُمْ (یہاں تک کہ جب تم ان کی خوب خون ریزی کر چکو) خوب قتل کر چکو۔ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ (تو

خوب مضبوط باندھ لو) پس ان کو قید کرلو۔ الوثاق یہ واؤ کے فتحہ وکسرہ دونوں سے مستعمل ہے۔اس رسی وغیرہ کو کہتے ہیں جس سے قیدی کو باندھا جائے۔مطلب یہ ہے کہ ان کے بندھن خوب مضبوط باندھو تا کہ وہ کھسک نہ جائیں۔ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ (پھر اس کے بعد یا تو بلا معاوضہ چھوڑ دو) ان کے قید کر لینے کے بعد وَاِمَّا فِدَآءً (یا معاوضہ لے کر چھوڑ دینا)

نحو : منًّا اور فداءً یہ دو مضمر فعلوں کی وجہ سے منصوب ہیں تقدیر کلام یہ ہے اما تمنون منا و تفدون فداء۔مطلب یہ ہے کہ کفار کو قید کرنے کے بعد تمہیں ان پر احسان کر کے چھوڑ دینا اور فدیہ لے کر چھوڑنے کا اختیار ہے۔

عندالاحناف:

اسارئ مشرکین کا حکم قتل یا غلام بنانا ہے۔ یہ فداء و مَنّ کا حکم اس آیت سے منسوخ ہے فاقتلوا المشرکین۔ [التوبہ۔۵] کیونکہ سورۂ براءت آخر میں نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے۔

قولِ مجاہد رحمہ اللہ:

آج کل من وفداء نہیں۔اب اسلام قبول کرنا یا ضرب الرقاب ہے۔

نمبر۲۔من کا مطلب قتل نہ کرنا بلکہ غلام بنالینا۔نمبر۳۔ان پر احسان کرنا یہ ہے کہ جزیہ قبول کرنے کے لئے ان کو موقعہ دیا جائے گا۔

اور الفداء کا معنی قیدیوں سے تبادلہ ہے۔امام طحاوی رحمہ اللہ نے امام صاحب کا یہ مسلک نقل کیا۔اور صاحبین کا قول بھی یہی ہے۔مگر آپ کی طرف منسوب مشہور قول اول ہے کہ مال وغیر مال کسی چیز سے فدیہ نہ ہوگا۔تا کہ وہ دوبارہ اسلام کے خلاف نبرد آزما نہ ہوں۔

عندالشافعی رحمہ اللہ:

امام المسلمین کو اختیار ہے کہ چار میں سے کسی ایک کو بموقعہ اختیار کرے۔نمبر۱۔قتل۔نمبر۲۔غلام بنانا۔نمبر۳۔فداء باساری المسلمین۔نمبر۴۔احسان سے چھوڑنا۔

حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا (جب تک کہ لڑنے والے اپنے ہتھیار نہ رکھ دیں) اوزار : بوجھ آلات ضرور یہ تلوار وغیرہ۔ایک قول: اوزار سے گناہ مراد ہیں مطلب یہ ہوا یہاں تک کہ اہل حرب حرب کو چھوڑ دیں۔وہ اپنا شرک چھوڑ کر اسلام لے آئیں۔نمبر۲۔ یہاں تک کہ وہ ضرب وحرب سے لاتعلق نہ ہو جائیں۔ یہاں تک کہ وہ خالی نہ رہیں اس سے کہ ان کا تعلق ضرب وحرب یا من وفداء سے ہو۔پس دونوں متعلقوں کے ساتھ شافعی رحمہ اللہ کے ہاں معنی یہ ہے وہ اس بات پر ہمیشہ رہیں گے کہ وہ مشرکین کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف لڑنے والے نہ بنیں اور اس کی شکل یہی ہے کہ ان کی شوکت ختم ہو جائے۔

ایک قول :

یہ حکم ہے جبکہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونگے۔

عندابی حنیفہ رحمہ اللہ:

جب ضرب وشد سے معلق کریں تو معنی یہ ہوگا۔ کہ ان سے قتال کیا جائے گا اور قید کیا جائے گا یہاں تک کہ جنس حرب بند ہو جائے۔ اور یہ اس وقت ہے جبکہ مشرکین کی شوکت ٹوٹ جائے۔

اور جب من وفداء سے معلق کریں تو مطلب اس طرح ہے ان پر احسان کیا جائے گا کہ وہ فدیہ ادا کریں یہاں تک کہ غزوۂ بدر ختم ہو۔ البتہ جو تاویل من وفداء کی ہم ذکر کر چکے وہ تاویل کی جائے۔

انتقام کفار کی صورتیں:

ذٰلِكَ (یہ) یعنی معاملہ اس طرح ہے یہ مبتدأ اور خبر ہے۔ یا یہ محل نصب میں افعلوا فعل محذوف کا مفعول ہے۔ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ (اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو ضرور ان سے انتقام لیتا) لڑائی کے بغیر بعض اسباب ہلاکت کے ساتھ ان سے انتقام لے لیتا۔ جیسے دھنسانے، زلزلے یا ایسی ہی کسی اور صورت سے۔ وَلٰكِنْ (لیکن) اس نے تمہیں قتال کا حکم دیا۔ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ (تاکہ وہ تم میں ایک دوسرے کا امتحان کرلے) یعنی مؤمنین کا کفار کے ذریعہ امتحان لے تاکہ مخلص الگ ہوں اور کفار کو مؤمنوں کے ذریعہ مٹائے۔ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا (اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جاتے ہیں)

قراءت: بصری وحفص نے اسی طرح پڑھا جبکہ دیگر قراء نے قاتلوا پڑھا۔ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ (اللہ تعالیٰ کی راہ میں اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہ کریگا)

آیت ۵: سَيَهْدِيْهِمْ (اللہ تعالیٰ ان کو مقصود تک پہنچائے گا) جنت کے راستہ کی طرف یا منکر نکیر کے درست جواب میں وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ (اور ان کی حالت درست رکھے گا) ان کے خصماء کو راضی کردے گا اور ان کے اعمال کو قبول کرے گا۔

اللہ کے دین کی مدد:

آیت ۶: وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ (اور ان کو جنت میں داخل کرے گا۔ جس کی ان کو پہچان کرائے گا)

قولِ مجاہد رحمہ اللہ :

ان کو ان کی رہائش گاہوں کا اس طرح تعارف کرائے گا کہ کسی سے وہ پوچھنے کے محتاج نہ ہونگے۔ نمبر ۲۔ ان کو عرف نامی خوشبو سے خوشبو والا بنائے گا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝۷ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا

فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝۸ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ

سو انکے لئے ہلاکت ہے اور اللہ ان کے اعمال کو ضائع کر دے گا، یہ اسوجہ سے کہ انہوں نے اس چیز کو مکروہ جانا جو اللہ نے نازل فرمائی سو اس نے ان کے اعمال کو

اَعْمَالَهُمْ ۝۹ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ

اکارت کر دیا۔ کیا یہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھرے سو انہوں نے نہیں دیکھا کیسا ہوا ان کا انجام جو ان سے

قَبْلِهِمْ ؕ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۚ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ۝۱۰ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ

پہلے تھے اللہ نے ان پر تباہی ڈال دی اور کافروں کے لئے اسی قسم کی چیزیں ہیں، یہ اس وجہ سے کہ اللہ ایمان والوں کا

اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ۝۱۱ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ع ۲ ۸ ۶

مولی ہے اور بے شک کافروں کے لئے کوئی بھی مولی نہیں، بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے اللہ انہیں ایسے باغوں

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ

میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور جو لوگ کافر ہیں وہ عیش کر رہے ہیں اور اسطرح کھاتے ہیں جس طرح

الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۝۱۲ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ

چوپائے کھاتے ہیں اور جہنم ان کا ٹھکانہ ہے، اور بہت سی بستیاں تھیں جنکے رہنے والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا یہ بستیاں آپکی بستی سے زیادہ سخت تھیں

اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ۝۱۳ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ

جنہوں نے آپ کو نکال دیا، ان بستیوں کا کوئی مددگار نہ ہوا جو لوگ اپنے پروردگار کے واضح راستہ پر ہوں کیا وہ ان شخصوں کی طرح ہو سکتے ہیں

زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ۝۱۴

جن کی بدعملی ان کو اچھی چیز بتائی گئی اور جو نفسانی خواہشوں پر چلتے ہوں۔

آیت ۷: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ (اے ایمان والو اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے) اللہ تعالیٰ کی مدد کا مطلب اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے رسول کی مدد۔ يَنْصُرْكُمْ (وہ تمہاری مدد کرے گا) تمہارے دشمنوں کے خلاف اور تمہیں فتح دے گا۔

وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ (اورتمہارے قدم جمادے گا) لڑائی کے مواقع پر یا اسلام کی راہ پر۔

آیت ۸: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اور جولوگ کافر ہیں) نَحْوَ: یہ ابتداء کی وجہ سے موضع رفع میں ہے۔ اورخبر فَتَعْسًا لَّهُمْ (ان کے لئے تباہی ہے) وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ (اوراللہ ان کے اعمال کوضائع کردے گا) اس کا عطف اسی فعل پر ہے جس نے تعسًا کو نصب دیا ہے کیونکہ معنی اس طرح ہے۔ پس فرمایا ان کے لئے ہلاکت ہے۔ التعس۔ ٹھوکر کھانا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

دنیا میں اس سے مراد قتل اور آخرت میں آگ میں گرنا۔

آیت ۹: ذٰلِكَ (یہ) یعنی گمراہی وتباہی بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ (اس سبب سے ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے احکام کو ناپسند کیا) ما انزل اللّٰہ سے قرآن مراد ہے۔ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ (پس اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کوضائع کردیا)

آیت ۱۰: اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ (کیا یہ لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں) یعنی آپ کی امت کے کافر فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ (اورانہوں نے دیکھا نہیں کہ جولوگ ان سے پہلے ہوگزرے ہیں۔ ان کا انجام کیا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر کیسی تباہی ڈالی) کہ ان کو استیصال والا عذاب بھیج کر ہلاک کردیا۔ وَلِلْكٰفِرِيْنَ (اوران کافروں کے لئے بھی) مشرکین قریش کے لیے اَمْثَالُهَا (اس جیسے معاملات ہونے کو ہیں) ان ہلاک شدہ لوگوں کی مثل کیونکہ تہس نہس کرنا اس پر دلالت کررہا ہے۔

کارسازی کی جہتیں:

آیت ۱۱: ذٰلِكَ (یہ) یعنی مؤمنوں کی مدد اور کفار کی بدانجامی بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا کارساز ہے) کارساز ومددگار وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ (اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں) ان کا کوئی مددگار نہیں اللہ تعالیٰ موجد ہونے کی وجہ سے بندے کا کارساز ہے۔ اس کو بندے میں تصرف کا پورا اختیار ہے۔ اور مدد کا مالک ہے پس موجد ومتصرف ہونے کی جہت سے تو وہ مؤمنوں اور کافروں کا کارساز ہے اور جہت نصرت کے لحاظ سے صرف مؤمنوں کا خاص طور پر کارساز ہے۔

ایمان والوں اور کفار کے انجام کا تقابل:

آیت ۱۲: اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ (اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے اعمال کئے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اور جولوگ کافر ہیں وہ عیش کررہے ہیں) اور دنیا کی زندگی کے سامان سے چند دنوں نفع اٹھا رہے ہیں۔ وَيَاْكُلُوْنَ (اور وہ اس طرح کھاتے ہیں) جو بلاسوچ وفکر انجام محض غفلت سے ہے۔ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ (جیسے چوپائے کھاتے ہیں) اپنی چراگاہوں

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِیْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ ۚ وَ اَنْهٰرٌ

جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں بہت سی نہریں ایسے پانی کی ہیں جن میں ذرا تغیر نہ ہوگا اور بہت سی نہریں

مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ

دودھ کی ہیں جن کا ذائقہ ذرا بدلا ہوا نہ ہوگا، اور بہت سی نہریں شراب کی ہیں جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوگی، اور بہت سی نہریں

عَسَلٍ مُّصَفًّی ؕ وَ لَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ

شہد کی ہیں جو بالکل صاف ہوگا۔ اور انکے لئے وہاں ہر قسم کے پھل ہوں گے اور ان کے رب کی طرف سے بخشش ہوگی، کیا ایسے لوگ ان جیسے ہو سکتے ہیں

هُوَ خَالِدٌ فِی النَّارِ وَ سُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴿۱۵﴾

جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور کھولتا ہوا پانی انکو پلایا جائے گا۔ سو وہ ان کی انتڑیوں کے ٹکڑے کر ڈالے گا۔

اور علف زاروں میں بغیر اس بات کو سوچے و سمجھے کہ ان کو اس کے بعد نحر و ذبح ہونا ہوگا۔ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ (اور جہنم ان لوگوں کا ٹھکانہ ہے) منزل و مقام ہے۔

آیت ۱۳: وَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ (اور بہت سی بستیاں ایسی تھیں) کم من قریة یہ کثرت کو بیان کرنے کیلئے ہے۔ قریہ سے اہل قریہ مراد ہیں اسی لئے فرمایا : اَهْلَكْنٰهُمْ هِیَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْیَتِكَ الَّتِیْۤ اَخْرَجَتْكَ (ہم نے ان کو ہلاک کر دیا جو قوت میں اس بستی سے بڑھی ہوئی تھیں۔ جس کے رہنے والوں نے آپ کو گھر سے بے گھر کیا) مطلب یہ ہے بہت سی بستیاں تیری قوم سے جنہوں نے آپ کو نکالا زیادہ طاقتور تھیں۔ اخرجوك کا مطلب آپ کے مکہ سے نکلنے کا سبب بنے۔ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ (ہم نے ان کو ہلاک کر دیا ان کا کوئی مددگار نہ ہوا) ان کے لئے کوئی ایسا نہ ہوا جو ان سے عذاب کو روک لیتا اور ان کی مدد کرتا۔

آیت ۱۴: اَفَمَنْ كَانَ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ (تو جو لوگ اپنے رب کے واضح راستہ پر ہوں) کیا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجت و برہان پر ہو۔ اور وہ برہان قرآن معجز اور دیگر معجزاتِ رسول ہے۔ مَنْ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ كَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ (کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے۔ جس کی بدعملی اس کو مستحسن معلوم ہو) اس سے مراد اہل مکہ ہیں جن کے لئے شیطان نے ان کے شرک اور اللہ اور اس کے رسول کی عداوت کو مزین کر دیا تھا۔ سوء عمله کی ضمیر واحد مَن کے لفظ کا لحاظ کر کے لائے اور وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ کی ضمائر جمع من کے معنی کا لحاظ کر کے لائے۔

جنت کا حال:

آیت ۱۵: مَثَلُ الْجَنَّةِ (جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا جاتا ہے) الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ (اس کی کیفیت یعنی عجیب شان یہ

ہے کہ) متقی سے مراد شرک سے بچنے والا ہے۔ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ (اس جنت میں نہریں تو ایسے پانی کی ہیں) نَحْوَ : نمبرا۔ یہ صلہ کے حکم میں داخل ہے اور اس کے لئے تکریر کی مانند ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے تم کہتے ہو التی فیها انهار۔ یہ کہنا صحیح ہے۔ اسی طرح بلا صلہ اس کے معاعد لانا یہی حکم رکھتا ہے۔ نمبر۲۔ یا یہ حال ہے مستقرة فیها انهار۔ اس حال میں کہ نہریں اس میں قرار پکڑنے والی ہیں۔ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ (ایسے پانی کی جن میں ذرا تغیر نہ ہوگا) نہ رنگ بدلے نہ بو نہ ذائقہ۔ عرب کہتے ہیں اسن الماء۔ جبکہ اس کا ذائقہ اور بو بدلے۔

قراءت: مکی نے أسِنٍ پڑھا۔

وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ (اور بہت سی نہریں دودھ کی جن کا ذائقہ نہ تبدیل ہو) جیسا کہ دُنیا کے دودھ کھٹے ہو جاتے ہیں۔

وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ (اور بہت سی نہریں شراب کی جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوں) لذة یہ لَذٌّ کی مؤنث ہے اور وہ لذیذ کو کہتے ہیں۔ للشاربین بڑھا کر بتلایا کہ وہ خالص لذت ہی ہے۔ اس شراب میں نہ خمار، نہ سرگرانی، نہ عقل کا اڑنا اور نہ ہی شرابِ دنیا کی شراب والی کوئی خرابی۔ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى (اور بہت سی نہریں شہد کی جو بالکل صاف ہوگا) وہ شہد مکھی کے پیٹ سے نکل کر آنے والا نہ ہوگا کہ اس میں موم کی ملاوٹ ہو اور اسی طرح کی دیگر ملاوٹیں نہ ہونگی۔ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ (اور ان کے لئے وہاں ہر قسم کے پھل ہونگے اور ان کے رب کی طرف سے بخشش ہوگی)

نَحْوَ : مثل مبتدا اور اس کی خبر كمن هو خالدٌ ..... ہے۔

كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا (کیا ایسے لوگ ان جیسے ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور کھولتا ہوا پانی ان کو دیا جائے گا) حمیمًا انتہائی گرم۔ فَقَطَّعَ اَمْعَآءَ هُمْ (پس وہ ان کی انتڑیوں کو کاٹ ڈالے گا) تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ أمثل الجنة كمثل جزاء من هو خالد فی النار؟ یہ کلام اثبات کی صورت میں ہے۔ اور اس کا معنی نفی ہے۔ کیونکہ یہ ایسے کلام کے حکم پر مشتمل ہے جو صرف انکار پر مشتمل ہو اور اس کی جگہ میں داخل ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے افمن كان على بينة من ربه كمن زين له سوء عمله [محمد۔۱۴]

حرف انکار کے حذف کا فائدہ:

یہ ہے کہ اس شخص کے مجادلہ اور مکابرہ کی تصویر کھینچی گئی جو دلیل حق کے پیرو اور خواہش پرست میں برابری پر اصرار کرنے والا ہے وہ گویا اس شخص کی طرح ہے جو جاری نہروں والی جنت اور گرم پانیوں والی جہنم میں برابری کا مدعی ہو۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ

اور بعضے آدمی ایسے ہیں کہ وہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ لوگ آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں تو اہل علم سے کہتے ہیں

مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَاۗءَهُمْ ⑯

کہ حضرت نے ابھی کیا بات فرمائی تھی؟ یہ وہ لوگ ہیں کہ حق تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں،

وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ⑰ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ

اور جو لوگ صحیح راہ پر ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اور زیادہ ہدایت دیتا ہے اور ان کو انکے تقوی کی توفیق دیتا ہے سو یہ لوگ بس قیامت کے منتظر ہیں

اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَاۗءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَاۗءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ⑱

کہ وہ اس پر دفعتہ آپڑے، سو اسکی علامتیں تو آچکی ہیں سو جب قیامت انکے سامنے آکھڑی ہوئی اس وقت انکو سمجھنا کہاں میسر ہو گا؟

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَاللّٰهُ

تو آپ اس کا یقین رکھئے کہ بجز اللہ کے اور کوئی لائق عبادت نہیں اور آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہیے اور سب مسلمان مردوں اور سب عورتوں کیلئے بھی اور اللہ

يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ⑲ ع ۲ ۹ ۷

تمہارے چلنے پھرنے اور رہنے سہنے کی خبر رکھتا ہے

آیت ۱۶: وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ (اور بعض آدمی ایسے ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں یہاں تک کہ جب) عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا (وہ لوگ آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں۔ تو دوسرے اہل علم سے کہتے ہیں۔ کہ حضرت نے ابھی کیا بات فرمائی تھی) یہ منافقین تھے جو مجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر آپ کا کلام تو سنتے مگر اس کی طرف پوری توجہ نہ کرتے تھے۔ اور سستی کرتے ہوئے اس کی کوئی پرواہ نہ کرتے۔ جب آپ کی مجلس سے نکل جاتے تو اہل علم صحابہ سے مل کر کہتے۔ کہ آپ نے اس وقت کیا فرمایا۔ اور یہ بات بطور استہزاء کہتے تھے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَاۗءَهُمْ (یہ وہ لوگ ہیں کہ حق تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے۔ اور یہ اپنی نفسانی خواہشات پر چلتے ہیں)

آیت ۱۷: وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا (اور وہ لوگ جو ہدایت پر ہیں) ایمان لا کر اور قرآن مجید سن کر۔ زَادَهُمْ (اللہ تعالیٰ نے بڑھا دیا) هُدًى (ان کی ہدایت کو)۔ علم و بصیرت یا شرح صدر کو۔ وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ (اور ان کو ان کے تقویٰ کی توفیق دیتا ہے) تقویٰ پر ان کی اعانت فرمائی یا ان کو ان کے تقویٰ کا بدلہ دیا یا ان کے سامنے تقویٰ کی حقیقت کھول دی جس سے تقویٰ پر ان کا چلنا آسان

ہوگیا۔

آیت ۱۸: فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ (پس یہ لوگ تو قیامت کے منتظر ہیں) وہ قیامت کا انتظار کر رہے ہیں۔ اَنْ تَاْتِيَهُمْ (کہ وہ ان کے اوپر آپڑے) یہ مصدر معنیٰ اتیان میں ہے۔ یہ ساعت سے بدل الاشتمال ہے۔ بَغْتَةً (اچانک)

علاماتِ قیامت:

فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا (پس اس کی علامات تو آچکی ہیں) شرط علامت کو کہتے ہیں اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ ہے۔ اور اسی طرح چاند کا پھٹنا' دھوئیں کا ظہور۔

ایک قول یہ بھی ہے:

قطع رحمی' شرفاء کی کمی' کمینوں کی بھیڑ۔

فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ (پس جب قیامت ان کے سامنے آ کھڑی ہوگی تو اس وقت ان کو سمجھنا کہاں میسر آئے گا)۔

قولِ اخفش:

تقدیر عبارت یہ ہے۔ فانی لھم ذکرا ھم اذا جاء تھم۔ ان کے یاد آنے کا فائدہ کیا ہوگا جبکہ وہ ان کے پاس آن پہنچے گی۔

علم وحدانیت پر قائم رہیں:

آیت ۱۹: فَاعْلَمْ اَنَّهٗ (تو آپ اس کا یقین رکھیے تحقیق شان یہ ہے) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی لائق عبادت نہیں اور آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہیے اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کے لئے بھی) معنی یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا جو علم آپ کو دیا گیا اس پر قائم رہیں اور تواضع پر ثابت قدمی دکھائیں اور استغفار کے ساتھ اپنے ذنب اور جو آپ کے دین پر ہوں ان کے ذنوب کو مٹاتے رہیے۔

شرح التاویلات:

جائز ہے کہ آپ کا ذنب ہو اس لئے استغفار کا حکم دیا گیا لیکن ہم نہیں جانتے سوائے اس بات کے کہ انبیاء کا ذنب ترک افضل ہے۔ نہ کہ کسی قبیح کا ارتکاب اور ہمارے گناہ تو قبائح کے ارتکاب سے ہیں خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ۔

فاء کا فائدہ:

ان آیات میں فاؤں کا آنا اس لئے ہے کہ عطف جملہ علی الجملہ ہو جن کے مابین اتصال ہے۔

اللہ تمہاری تمام حالتوں سے واقف ہے:

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ (اور اللہ تعالیٰ تمہارے چلنے پھرنے کی خبر رکھتا ہے) تمہارے معیشت اور تجارت کے سلسلے میں ادھر ادھر جانے کو جانتا ہے۔ وَمَثْوٰىكُمْ (اور تمہارے رہنے سہنے کو) اپنے مکانات میں جہاں تم ٹھہرتے ہو۔ نمبر۲۔ یا زندگی میں مختلف حالتوں میں پلٹنا (بچپن سے بڑھاپا) اور مثوکم سے قبور میں رہائش پذیر ہونا۔

نمبر۳۔ اعمال کرنے میں تگ ودو کرنا (یہ تقلب فی الاعمال ہے) اور مثواکم سے جنت یا دوزخ میں قیام۔ اور ایسی ذات اس لائق ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور اس سے تقویٰ اختیار کیا جائے اور اس سے مغفرت مانگی جائے۔

سفیان بن عیینہ کا قول:

سفیان سے کسی نے علم کی فضیلت دریافت کی تو کہنے لگے۔ کیا تم نے ارشاد الٰہی نہیں سنا۔ فاعلم انه لا اله الا الله واستغفر لذنبك۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں علم کے بعد عمل کا حکم دیا۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا

اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کوئی سورت کیوں نہ نازل ہوئی سو جس وقت کوئی محکم سورت نازل ہوتی ہے اور اس میں

الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ

جہاد کا ذکر ہوتا ہے تو جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے کسی پر موت کی

مِنَ الْمَوْتِ ؕ فَاَوْلٰى لَهُمْ ۝۲۰ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۭ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۣ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ

بے ہوشی طاری ہوگئی ہو، سو عنقریب انکی کم بختی آنے والی ہے، ان کی اطاعت اور بات چیت معلوم ہے، پھر جب مضبوطی کے ساتھ حکم آ گیا تو اگر یہ لوگ اللہ سے سچا وعدہ کرتے

لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۝۲۱ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا

تو ان کیلئے بہت ہی بہتر ہوتا، سو اگر تم والی بن جاؤ تو آیا تم کو یہ احتمال بھی ہے کہ دنیا میں فساد مچادو اور آپس میں

اَرْحَامَكُمْ ۝۲۲ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ۝۲۳ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ

قطع رحمی کردو، یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا پھر ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا، سو کیا یہ لوگ

الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰي قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ۝۲۴

قرآن میں غور نہیں کرتے یا دلوں پر ان کے قفل ہیں۔

آیت ۲۰: وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ (اور جو ایمان والے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کوئی سورت کیوں نہ نازل ہوئی) جس میں جہاد کا ذکر ہوتا۔ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ (پس جس وقت کوئی سورت اتاری جاتی ہے۔ جو جہاد کو بیان کرتی ہے۔ مُّحْكَمَةٌ (صاف صاف) واضح جس میں کسی اور وجہ کا احتمال نہیں بلکہ صرف جہاد کا وجوب ظاہر ہوتا ہے۔

قولِ قتادہ رحمہ اللہ!

ہر سورت جس میں جہاد کا ذکر ہے وہ سورۂ محکمہ ہے اس لئے کہ اس پر نسخ وارد نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے نزول سے پہلے جو صلح اور ملاپ کا حکم دیا گیا تھا وہ سب حکم جہاد سے منسوخ ہونے والا ہے حکم جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔

منافقین کی آنکھیں بزدلی سے پتھرانے والی ہیں:

وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ (اور اس میں جہاد کا بھی ذکر ہوتا ہے) جہاد کا حکم دیا جاتا ہے۔ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (تو جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں) مرضٌ سے منافقت مراد ہے۔ منافقین کو دیکھیں گے کہ وہ

اکتاہٹ محسوس کرتے ہیں۔یَّنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ نَظَرَ الْمَغْشِیِّ عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِ (کہ وہ آپ کی طرف دیکھتے ہیں۔جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو) ان کی آنکھیں بزدلی اور گھبراہٹ سے پتھرائیں گی جیسا سکرات موت کا مبتلا ہوتا ہے۔فَاَوْلٰی لَهُمْ (پس عنقریب ان کی کم بختی آنے والی ہے) یہ وعید ہے۔اس کا معنی یہ ہے ان کے لئے ہلاکت ہو۔یہ الوَلی سے اسم تفضیل ہے۔ اور ولی قریب کو کہتے ہیں اس میں ان کو بددعا دی گئی کہ ان کی بدبختی ان کے سر پر کھڑی ہے۔

آیت ۲۱: طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ (ان کی اطاعت اور بات چیت معلوم ہے) نحو: یہ جملہ مستانفہ ہے۔تقدیر کلام یہ ہے۔ طاعة و قول معروف خیرٌ لهم۔ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ (پھر جب سارا کام تیار ہی ہو جاتا ہے) جب معاملہ حقیقت بن کر سامنے آجاتا ہے اور لڑائی ان پر لازم ہو جاتی ہے۔ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ (تو اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے سچے رہتے) ایمان اور اطاعت میں۔لَكَانَ (تو یہ سچ) خَیْرًا لَّهُمْ (ان کے لئے بہت بہتر رہتا) جہاد سے نفرت کی بنسبت۔

آیت ۲۲: پھر انداز غائب سے خطاب کی طرف پھیر دیا تاکہ اس سے توبیخ وترہیب ہو۔فرمایا فَهَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ (پس اگر تم کنارہ کش رہو آیا تم کو یہ احتمال بھی ہے کہ تم دنیا میں فساد مچا دو۔اور آپس میں قطع قرابت کرو) شاید کہ اگر تم دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی سنت سے منہ موڑ لو تو تم اسی جاہلیت کی طرف لوٹ جاؤ گے جس میں لوٹ مار اور زمین میں فساد پھیلانا اور قطع ارحام جبکہ اپنے ہی بعض اقارب سے لڑ پڑو اور بچیوں کو زندہ درگور کرنے کی طرف لوٹو گے۔

نحو: ان تفسدوا یہ عسٰی کی خبر ہے۔اور شرط اسم وخبر کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔تقدیر کلام اس طرح ہے فهل عسیتم ان تفسدوا فی الارض و تقطعوا ارحامکم، ان تولیتم۔

آیت ۲۳: اُولٰٓئِكَ (یہ) اس میں مذکورہ بالا لوگوں کی طرف اشارہ فرمایا۔ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ (وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے) لعنت۔رحمت سے ان کو دور کر دیا ہے۔ فَاَصَمَّهُمْ (پھر ان کو بہرا کر دیا) نصیحت کو غور سے سننے سے۔ وَاَعْمٰٓی اَبْصَارَهُمْ (اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا) کہ ہدایت کا راستہ دیکھیں۔

کفار کے قلوب پر قفل لگ چکے:

آیت ۲۴: اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ (تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے) تاکہ یہ اس کے مواعظ ونصائح اور زواجر کو پہچانتے۔اس میں نافرمانوں کے لئے وعید ہے تاکہ وہ معاصی کی طرف جسارت سے باز رہیں۔ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (یا دلوں پر قفل لگ رہے ہیں) ام۔یہ بل کے معنی میں ہے اور ہمزہ تقریری ہے۔ان کے بارے میں یہ ثابت کرنے کے لئے لائے کہ ان کے دل مقفل ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ذکر ان تک نہیں پہنچتا۔قلوب نکرہ لائے کیونکہ مراد یہ ہے۔ایسے سخت دلوں پر جن کا معاملہ مبہم ہے۔مراد بعض دل ہیں۔اور وہ قلوبِ منافقین ہیں۔اقفال کی اضافت ونسبت قلوب کی طرف کی گئی ہے کیونکہ اس سے وہ قفل مراد ہیں جو دلوں کے ساتھ خاص ہیں اور وہ کفر کے قفل ہیں جو بند ہو چکے وہ کھلتے نہیں جیسا رین ختم اور طبع ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطَانُ سَوَّلَ

بے شک جو لوگ پشت پھیر کر پلٹ گئے اس کے بعد کہ ان کے لئے ہدایت ظاہر ہوگئی تھی شیطان نے ان کے سامنے

لَهُمْ وَأَمْلَىٰ لَهُمْ ﴿۲۵﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ

مزین کردیا اور انہیں تاخیر والی باتیں سمجھادیں، یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے ان لوگوں سے کہا جنہوں نے اللہ کے نازل کئے ہوئے فرمان کو ناپسند کیا کہ ہم بعض کاموں میں تمہاری

الْأَمْرِ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ ﴿۲۶﴾ فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ

اطاعت کریں گے، اور اللہ ان کے خفیہ باتیں کرنے کو جانتا ہے، سو ان کا کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی جانوں کو قبض کرتے ہوئے انکے چہروں اور ان کی

وَأَدْبَارَهُمْ ﴿۲۷﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ اللَّهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ﴿۲۸﴾

پشتوں پر مارر ہے ہوں گے یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اس چیز کا اتباع کیا جس نے اللہ کو ناراض کیا اور انہوں نے اللہ کی رضا کو ناپسند کیا تو اللہ نے ان کے اعمال ضائع کردیا۔

ع ۳ ۷

آیت ۲۵: اِنَّ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدَى (جولوگ پشت پھیر کر ہٹ گئے۔ بعد اس کے کہ سیدھا راستہ ان کو صاف معلوم ہوگیا)۔ یعنی منافقین حق کے واضح ہو جانے کے باوجود خفیہ طور پر کفر کی طرف پھر گئے۔ الشَّیْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَ اَمْلٰی لَهُمْ (شیطان نے ان کو پختہ دیا اور ان کو دور کی امید دلائی) سوّل۔ زین اور املی۔ امیدیں اور لمبی تمنائیں کرنا۔

قراءت: ابوعمرو نے و اُملیَ پڑھا ہے یعنی ان کو مہلت دی گئی اور ان کی عمر دراز کی گئی۔

آیت ۲۶: ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِیْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ (یہ اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے احکام ناپسند کرتے تھے۔ یہ کہا) منافقین نے یہود کو جا کر کہا۔ سَنُطِیْعُكُمْ فِیْ بَعْضِ الْاَمْرِ (بعض باتوں میں ہم تمہارا کہنا مان لیں گے) مثلاً یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت اور ان کی معاونت سے گریز۔ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ (اللہ تعالیٰ ان کی خفیہ باتیں کرنے کو جانتا ہے) اسرار۔ یہ اسرّ کا مصدر ہے۔

قراءت: حمزہ، علی، حفص نے اسی طرح پڑھا۔ دیگر قراء نے اَسْرَارَهُمْ جمع سِرٌّ پڑھا ہے۔

آیت ۲۷: فَكَیْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (پس ان کا کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی جان قبض کرتے ہونگے) یعنی وہ اس وقت کیا کریں گے؟ ان کا کیا حیلہ ہوگا؟ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ (اور ان کے چہروں اور پشتوں پر مارتے جاتے ہونگے)

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ نَشَآءُ

کیا ان لوگوں نے خیال کیا ہے جن کو دلوں میں مرض ہے کہ اللہ انکے کینوں کو نہ نکالے گا، اور اگر ہم چاہتے

لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۰﴾

تو آپ کو انہیں دکھا دیتے، سو آپ انہیں ان کی نشانی سے پہچان لیتے اور آپ انہیں ضرور بالضرور بات کرنے کے ڈھنگ سے پہچان لیں گے، اور اللہ تمہارے اعمال کو جانتا ہے،

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ﴿۳۱﴾

اور بلاشبہ ہم ضرور تم کو آزمائیں گے تاکہ ہم تم میں سے مجاہدین کو اور صبر کرنیوالوں کو جان لیں اور تاکہ ہم تمہارے اعمال کو جانچ لیں۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

جو شخص معصیت پر مرتا ہے تو فرشتے اس کے چہرے اور پشت پر مارتے ہیں۔

آیت ۲۸: ذٰلِكَ (یہ) اس سے توفی موصوف کی طرف اشارہ ہے۔ بِاَنَّهُمُ باء سببیہ ہے۔ (اس وجہ سے کہ انہوں نے) اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ (اس چیز کی اتباع کی جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو لازم کرنے والی تھی) یعنی کفار کی معاونت۔ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ (اور اسکی رضامندی سے نفرت کی) یعنی ایمان والوں کی امداد و معاونت۔ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ (اسلئے اللہ تعالیٰ نے انکے اعمال کو کالعدم کر دیا)

آیت ۲۹: اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ (جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے۔ کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کبھی ان کے دلوں کی عداوتوں کو ظاہر نہ کریں گے) اضغان: کینے۔ مطلب یہ ہے منافقین نے یہ گمان کر لیا کہ اللہ تعالیٰ ان کے بغض و عداوت کو مؤمنین کے سامنے ظاہر نہ کریں گے۔

آیت ۳۰: وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ (اگر ہم چاہتے تو ہم آپ کو ان کا پورا پتہ بتا دیتے) ہم ان کے بارے میں آپ کی راہنمائی کر دیتے اور آپ کو ان کی پہچان کرا دیتے۔ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ (پس آپ ان کو ان کے حلیہ سے پہچان لیتے) سیما: علامت۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان کی ایسی علامت ذکر کرتے جس سے وہ معلوم ہو جاتے۔

قولِ انس رضی اللہ عنہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس آیت کے بعد کوئی منافق مخفی نہ رہا۔ آپ ان کو ان کی علامات سے پہچانتے تھے۔

وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ (آپ ان کو طرز کلام سے ضرور پہچان لیں گے) کلام کے اندر خوبصورت انداز و طرز سے۔ کیونکہ وہ اپنے دلوں کے اندر کی بات کو چھپانے کی قدرت نہ رکھتے تھے۔

جب اس آیت کو پڑھتے تو رو دیتے اور کہتے: اللھم لا تبلُنا۔ اے اللہ تو ہمیں نہ آزما اگر تو نے ہمیں آزمایا تو تو نے ہمیں رسوا کر دیا اور ہماری عزتوں پر پڑے پردوں کو چاک کر دیا اور ہمیں سزا میں ڈال دیا۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستہ سے روکا اور رسول کی مخالفت کی اس کے بعد

تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۚ وَسَيُحْبِطُ أَعْمَالَهُمْ ﴿٣٢﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

کہ انکے لئے ہدایت ظاہر ہوگئی یہ لوگ اللہ کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور وہ عنقریب ان کے اعمال کو اکارت کر دے گا، اے ایمان

آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٣﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا

والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو، بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستہ

عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ﴿٣٤﴾ فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا

سے روکا پھر وہ اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے تو ہرگز اللہ ان کی مغفرت نہ فرمائے گا، سو تم سست نہ بنو اور صلح کی طرف

إِلَى السَّلْمِ وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ ۚ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٥﴾

مت بلاؤ اور تم غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اعمال میں ہرگز کمی نہ کرے گا۔

اور فلعرفتهم کی لام یہ لو کے جواب میں آئی ہے۔ جیسا کہ لا رینکھم میں ہے معطوف میں دوبارہ لائے۔ البتہ ولتعرفنّھم کی لام یہ قسم محذوف کے جواب میں نون ثقیلہ کے ساتھ مل کر آرہی ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ (اور اللہ تعالیٰ تم سب کے اعمال کو جانتا ہے) پس وہ اعمال میں سے خیر و شر کو الگ کرتا اور کرتا رہے گا۔

آزمائش برائے ظہور:

آیت ۳۱: وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ (اور ضرور تمہاری آزمائش کریں گے) قتال کے ذریعہ تمہارے سامنے ظاہر کرنے کے لئے نہ کہ تمہارے متعلق معلومات لینے کیلئے (کیونکہ ہم تو علام الغیوب ہیں) نمبر۲۔ ہم تم سے ایسا معاملہ کریں گے۔ جیسا امتحان لینے والا معاملہ کرتا ہے تاکہ اظہارِ عدل میں بلیغ تر ہو۔ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ (تاکہ ہم ان لوگوں کو معلوم کرلیں جو تم میں سے جہاد کرنے والے اور جو ثابت قدم رہنے والے ہیں) یعنی جہاد پر ثابت قدم یعنی اس کا ہونا جان لیں جس کے متعلق ہم جانتے ہیں کہ وہ عنقریب پیش آئے گا۔ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ (اور تمہاری حالتوں کی جانچ کرلیں) اخبار سے مراد یہاں مخفی حالات ہیں۔

قراءت: ابوبکر نے لیبلونکم حتی یعلم اور یبلو پڑھا ہے۔

آپ کو پہچاننے کے باوجود کفار کی معاونت کی:

آیت۳۲: اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ (بیشک جولوگ کافر ہوئے اورانہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا اوررسول کی مخالفت کی) اوراس سے دشمنی اختیار کی یعنی بدر کے دن کھانا کھلانے والے تھے۔اور یہ گزر چکا ہے۔ مِنْۢ بَعْدِ مَاتَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدٰی (اس کے بعد کہ ان کورستہ نظر آچکا تھا) اس کے بعد کہ ان کے سامنے آپ کی حقانیت ظاہر ہوگئی تھی اورآپ کا رسول اللہ ہونا پہچان چکے تھے۔ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْئًا وَسَیُحْبِطُ اَعْمَالَكُمْ (یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔اوراللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کومٹادے گا) جواعمال انہوں نے مخالفتِ رسول میں کیے۔ان کواس طرح مٹایا جائے گا کہ اس سے ان کی اغراض پوری نہ ہوسکیں گی۔

آیت۳۳: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت اوراس کے رسول کی اطاعت کرواوراپنے اعمال کوباطل مت کرو) منافقت یاریاکاری سے۔

آیت۳۴: اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (بیشک جولوگ کافر ہو گئے اورانہوں نے اللہ تعالیٰ کے رستہ سے روکا پھروہ کافر ہی رہ کرمر گئے پس اللہ تعالیٰ ان کوکبھی نہ بخشے گا)

ایک قول :

قلیب بدر والے لوگ مراد ہیں۔اورظاہر آیت عموم کوچاہتی ہے۔

آیت۳۵: فَلَا تَهِنُوْا (اورتم ہمت مت ہارو!) اورتم کمزوری مت دکھاؤ اوردشمن کے سامنے جھکومت۔ وَتَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ (اورصلح کی طرف مت بلاؤ)

قراءت: حمزہ، ابوبکر، ابوعمرو نے السِلْم پڑھا اوردونوں کا معنی مسالمت ہے مطلب یہ ہے کہ کفار کوصلح کی دعوت مت دو۔

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ (اورتم ہی غالب ہوگے) ضرورغالب ہوگے۔تدعوا۔یہ مجزوم ہے کیونکہ حکم نہی میں داخل ہے۔ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ (اوراللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہیں) مدد سے یعنی وہ تمہارا حامی وناصر ہے۔ وَلَنْ یَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ (وہ تمہارے اعمال میں ہرگز کمی نہ کرے گا) یعنی تمہارے اعمال کا بدلہ کم نہ کرے گا۔

اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ

دنیاوالی زندگی بس لہوولعب ہے اور اگر تم ایمان پر جمے رہے اور تم نے تقوٰی اختیار کیا تو وہ تمہیں تمہارے اجور عطا فرمادے گا اور وہ تم سے تمہارے مال طلب نہ

اَمْوَالَكُمْ ﴿۳۶﴾ اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ﴿۳۷﴾ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ

فرمائے گا اگر وہ تم سے مال طلب کرے پھر انتہاء درجہ تک طلب فرمائے تو تم بخل کرنے لگو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی ناگواری کو ظاہر فرمادے گا، خبردار تمہیں اللہ کی راہ میں

لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ

خرچ کرنے کی دعوت دی جاتی ہے سو تم میں سے بعض لوگ بخل کرتے ہیں اور جو شخص بخل کرتا ہے تو وہ اپنی جان کی طرف سے بخل کرتا ہے

وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْۤا

اور اللہ غنی ہے تم محتاج ہو، اور اگر تم روگردانی کرو گے تو اللہ تمہارے بدلہ دوسری قوم کو لے آئے گا پھر وہ تمہارے جیسے

اَمْثَالَكُمْ ﴿۳۸﴾ ع

نہ ہوں گے۔

آیت ۳۶: اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ (اور یہ دنیوی زندگی تو محض ایک لہوولعب ہے) بہت قلیل مدت میں منقطع ہو جاتی ہے۔ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا (اور اگر تم ایمان لاؤ) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر۔ وَتَتَّقُوْا (اور تقوٰی اختیار کرو) یعنی شرک سے بچو۔ يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ (تو تم کو تمہارا اجر عطا کریگا) تمہارے ایمان وتقوٰی کا اجر۔ وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ (وہ تم سے تمہارے مال طلب نہیں کریگا) وہ تمام مال کا مطالبہ نہ کرے گا۔ بلکہ چالیسواں حصہ ہوگا۔ لایسئل کا فاعل اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

قولِ سفیان بن عیینہ:

بہت میں سے تھوڑا سا (غیضًا من فیض)

آیت ۳۷: اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ (اگر تم سے تمہارے مال طلب کرے پھر انتہاء درجہ تک تم سے طلب کرتا رہے) وہ تم کو مشقت میں ڈال دے اور سارے مال کو طلب کرے۔ الاحفاء: کسی چیز میں مبالغہ اور اس کی غایت تک پہنچنا۔ عرب کہتے ہیں۔ احفاہ فی المسألة۔ جبکہ اصرار کا کوئی رخ نہ چھوڑے اور احفی شاربہ۔ جبکہ وہ ان کو جڑ سے منڈوائے۔ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ (تو تم بخل کرنے لگو اور وہ نکال دے) یعنی اللہ تعالیٰ یا بخل۔ اَضْغَانَكُمْ (تمہاری ناگواری کو) جب کہ تم اس دینے سے رک جاؤ۔ یا وہ تم سے تمام مال کا سوال کرے کیونکہ مال کا مطالبہ کرنے کے وقت عداوت وکینہ ظاہر ہوتا ہے۔

آیت ۳۸: هٰٓاَنْتُمْ ھاء تنبیہ کے لئے ہے۔ هٰٓؤُلَآءِ یہ موصول الذین کے معنی میں ہے۔اس کا صلہ تُدْعَوْنَ ہے یعنی ہاں تم لوگ ایسے ہو کہ تم کو بلایا جاتا ہے۔یعنی تم ہی وہ لوگ ہو جن کو بلایا جاتا ہے۔ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو) اس سے مراد غزوہ یا زکوٰۃ کے سلسلہ میں خرچ کرنا ہے۔گویا اس طرح کہا گیا۔الدلیل علی انه لو احفاکم لبخلتم و کرهتم العطاء اس بات کی دلیل کہ اگر وہ تمام کے خرچ کا حکم دیتا تو تم بخل کرتے اور عطاء کو ناپسند کرتے۔تمہیں صرف چالیسواں حصہ دینے کا کہا گیا۔ فَمِنْكُمْ مَّنْ یَّبْخَلُ (بعض تم میں سے وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں) یَبْخَلُ۔یہ ضمہ کے ساتھ ہے کیونکہ یہ مَنْ شرطیہ نہیں ہے۔یعنی بعض لوگ تم میں سے بخل کریں گے۔ وَمَنْ یَّبْخَلْ (جو شخص بخل کرتا ہے) صدقہ اور ادائے فریضہ میں فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ (تو وہ خود اپنے سے بخل کرتا ہے) یعنی وہ داعیہ نفس سے بخل کرنے والا ہے۔اللہ تعالیٰ اس کو بخل کا حکم دینے والے نہیں۔

ایک قول یہ ہے:

یبخل علی نفسه کہا جاتا ہے بخلت علیه و عنه۔

اللہ بے نیاز تم حاجت مند ہو:

وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ (اور اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں اور تم سب محتاج ہو) وہ اس بات کا حکم نہیں دیتے کیوں اس کی ضرورت ہے اور خود ذات باری تعالیٰ تو حاجات سے بے نیاز ہے لیکن تمہیں مال کی حاجت اور ثواب کی بھی حاجت۔ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا (اور اگر تم روگردانی کرو گے) اے اہل عرب اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت سے اعراض کرو گے اور اس کی راہ میں خرچ سے منہ موڑو گے۔اس کا عطف ان تؤمنوا و تتقوا پر ہے۔

یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ (اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کر دے گا) وہ ایسی قوم پیدا کرے گا جو تم سے بہتر اور زیادہ مطیع ہوگی اور وہ اہل فارس ہیں۔

قوم کی مراد:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قوم کے بارے میں سوال کیا گیا۔اس وقت حضرت سلمان رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے۔آپ نے ان کے ران پر ہاتھ مار کر فرمایا۔ یہ اور اس کی قوم۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے۔جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر ایمان ثریا کے پاس بلند ہو جائے تو فارس کے کچھ لوگ اس کو لے لیں گے۔(راوہ احمد ۲/۴۱۷۔ بخاری ۴۸۹۸ مسلم۔ ۲۵۴۶)

ثُمَّ لَا یَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ (پھر وہ تم جیسے نہ ہونگے) پھر وہ اطاعت میں تم جیسے نہ ہونگے بلکہ وہ تم سے زیادہ اطاعت کرنے والے ہونگے۔

الحمد للہ کہ سورۂ محمد کا تفسیری ترجمہ پایۂ تکمیل کو پہنچا

سُوْرَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ الفتح مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں ۲۹ آیات اور چار رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ﴿۱﴾ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ

بے شک ہم نے آپ کو کھلی ہوئی فتح دی تاکہ اللہ آپ کی اگلی پچھلی سب خطائیں معاف فرما دے اور آپ پر اپنی نعمت

نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ﴿۲﴾ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ﴿۳﴾ هُوَ

پوری کر دے اور آپ کو صراط مستقیم پر چلائے اور اللہ آپ کی ایسی مدد فرمائے جو زبردست ہو، اللہ

الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ

وہی ہے جس نے مومنین کے دلوں میں سکون نازل فرمایا تاکہ ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ

اِيْمَانِهِمْ ۭ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ﴿۴﴾

ہو جائے ، اور اللہ ہی کے لئے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ علیم ہے حکیم ہے

فتح مبین کی خوشخبری:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا

(بیشک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی)

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔

(تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی فروگذاشتیں معاف فرمادے)

آیت ۱: اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا الفتح۔ کسی شہر پر زبردستی کامیابی نمبر۲۔ لڑائی کے ساتھ صلح۔ نمبر۳۔ صلح بغیر لڑائی کیونکہ وہ بند ہوتی ہے جب تک کامیابی نہ پائی جائے جب کامیابی پالی تو گویا اس نے اس کو کھول لیا۔

پھر ایک قول یہ ہے:

کہ اس سے مراد فتح مکہ ہے۔

شانِ نزول: یہ سورت اس وقت اتری جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے حدیبیہ والے سال مدینہ منورہ کی طرف لوٹ رہے تھے۔آپ سے فتح کا وعدہ کیا گیا اور اس میں لفظ ماضی کا لایا گیا کیونکہ وہ اپنے یقینی وقوع میں ہو چکی ہوئی بات کی طرح تھی۔ اس سے خبر دینے والے کی عظمت وشان ٹپک رہی ہے۔کہ زمانہ کی لگام کے قبضۂ قدرت میں ٹھیک اسی طرح ہے جیسا ماضی کی زنجیر اس کے ہاتھ میں ہے۔

ایک قول :

اس سے فتح حدیبیہ مراد ہے۔اس میں شدید لڑائی تو پیش نہ آئی البتہ باہمی تھوڑا بہت تیروں اور پتھروں کا تبادلہ ضرور ہوا۔ مسلمانوں نے تیراندازی سے کفار کو واپس گھروں کی طرف لوٹا دیا۔کفار نے صلح کا مطالبہ پیش کیا۔پس یہ کھلی فتح تھی۔

قولِ زجاج رحمہ اللہ:

حدیبیہ کے موقعہ پر ایک عظیم معجزہ ظاہر ہوا۔حدیبیہ کے کنوئیں کا تمام پانی ختم ہو گیا۔ایک قطرہ تک باقی نہ رہا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی کر کے اس کو کنوئیں میں ڈال دیا۔پانی کے سوتے پھوٹ پڑے اور تمام لشکر سیراب ہو گیا۔

ایک قول:

اس سے فتح خیبر مراد ہے۔**ایک اور قول ہے**: کہ فتح کا لفظ **الفتاحة** سے لیا گیا جس کا معنی فیصلہ کرنا ہے۔اب آیت کا مطلب یہ ہوگا۔ہم نے آپ کے لئے اہل مکہ کے خلاف واضح فیصلہ دیا۔کہ تم اور تمہارے اصحاب مکہ میں آئندہ سال داخل ہوتا کہ تم بیت اللہ کا طواف کرو۔

جہاد سببِ مغفرت:

آیت ۲: لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ فتح سبب مغفرت نہیں ہے۔تقدیر کلام اس طرح ہے۔ **انا فتحنالك فتحا مبينا فاستغفر ليغفر لك الله**۔اور اس کی مثل یہ آیت ہے **اذا جاء نصر الله و الفتح الى قوله و استغفره**۔[النصر۔۱تا۳]

نمبر۲۔اور یہ بھی درست ہے کہ اس سے مراد فتح مکہ ہو۔اس حیثیت سے کہ یہ دشمن کے خلاف جہاد ہے تو یہ سبب مغفرت ہے۔

اتمام نعمت (ایک قول):

فتح سبب مغفرت نہیں بلکہ اتمامِ نعمت اور زبردست نصرت کی تکمیل کے لئے تھی۔لیکن جب ان نعمتوں کو شمار کیا تو ان نعمتوں کے ساتھ ملایا جو کہ ان سے بھی عظیم ترین نعمتیں تھیں۔گویا اس طرح فرمایا۔ہم نے فتح مکہ کو آپ کے لئے آسان کر دیا۔یا اسی طرح کی نعمتیں تا کہ آپ کے لئے دارین کی عزتیں جمع کر دیں اور آجل وعاجل کے اغراض جمع کر دیں۔

مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما دے) مراد وہ تمام جو آپ سے

ہوچکیں۔ یاما تقدم سے واقعہ ماریہ قبطیہ اور ما تأخر زید کی بیوی والا واقعہ مراد ہو۔ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ (اور آپ پر اپنے احسانات کی تکمیل کردے) آپ کے دین کو غلبہ دے کر اور آپ کے ہاتھوں شہروں کو فتح کرا کر۔ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا (اور آپ کو سیدھے راستہ پر لے چلے) پسندیدہ دین پر آپ کو ثابت قدمی عنایت فرمائے۔

آیت ۳: وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا (اور اللہ تعالیٰ آپ کو ایسا غلبہ دے جس میں عزت ہی عزت ہو) طاقتور، محفوظ کہ کبھی بھی اس کے بعد عاجزی و جھکاؤ نہ ہو۔

صلح کے سبب سکون اتارا:

آیت ۴: هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ (وہی اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں تحمل پیدا کیا تاکہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہو) السکینہ کا لفظ سکون مصدر سے اسی طرح ہے جیسا البھتان سے البھیتة ہے مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں صلح کے سبب سکون واطمینان اتارا۔ تاکہ ان کا یقین مزید بڑھ جائے۔

ایک قول یہ ہے:

السکینة۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر صبر اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین واعتماد اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعظیم کا نام ہے۔ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (اور زمین کا سب لشکر اللہ تعالیٰ ہی کا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا جاننے والا اور حکمت والا ہے)

لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

تا کہ اللہ مومن مردوں اور عورتوں کو ایسی جنتوں میں داخل فرمائے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے تا کہ

وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ

ان کے گناہوں کا کفارہ فرما دے۔ اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے، اور تا کہ اللہ منافق مردوں اور

وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّاۗنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۭ عَلَيْهِمْ

منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو سزا دے جو اللہ کے بارے میں برا گمان رکھنے والے ہیں، ان میں برائی کی

دَاۗىِٕرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝

مصیبت پڑنے والی ہے، اور اللہ ان پر غصہ ہوا اور ان پر لعنت کر دی اور ان کیلئے جہنم تیار کر دی اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے،

وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝

اور اللہ ہی کے لئے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ عزیز ہے حکیم ہے۔

آیت ۵: لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا (تا کہ اللہ تعالیٰ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایسی بہشتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی جس میں وہ ہمیشہ کو رہیں گے۔ اور تا کہ ان کے گناہوں کو دور کر دے اور یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے)

حکمت کے تقاضے:

آیت ۶: وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ (اور تا کہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے) یعنی اللہ تعالیٰ کے ہیں آسمان وزمین کے تمام لشکر۔ ان کو ایک دوسرے پر اپنے علم وحکمت کے تقاضے کے مطابق جب چاہتے ہیں مسلط کر دیتے ہیں اور اس کے تقاضہائے حکمت میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے صلح حدیبیہ کے موقعہ پر ایمان والوں کے دلوں میں سکون پیدا کیا اور ان سے فتوح کا وعدہ فرمایا اور یہ وعدہ صرف اس لئے فرمایا تا کہ مؤمن اللہ تعالیٰ کے انعام کو معلوم کر کے شکر گذار ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کو اس پر ثواب سے نوازیں اور کفار ومنافقین کو اس سے ناراض ہونے اور ناپسند کرنے کی بنا پر سزا دے۔ الظَّاۗنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ (جو کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق برے برے گمان رکھتے ہیں) السوء کسی چیز کا ردی پن اور بگاڑ۔ عرب کہتے ہیں۔ فعلٌ سوءٍ۔ بگڑا ہوا قابل نفرت فعل۔ یہاں مراد ان کا یہ گمان کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنوں کی مدد نہ فرمائے گا اور نہ ہی ان کو کامیاب وکامران بنا کر مکہ لوٹائے گا۔ کہ وہ مکہ

إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ﴿۸﴾ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ

بلاشبہ ہم نے آپ کو شاہد اور مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا تاکہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اسکی مدد کرو،

وَتُوَقِّرُوْهُ ۭ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ

اور اسکی تعظیم کرو اور صبح شام اس کی تسبیح بیان کرو۔ بلا شبہ جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰي نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا

اللہ کا ہاتھ انکے ہاتھوں پر ہے، سو جو شخص عہد توڑ دے گا اس کا توڑنا اسی کی جان پر ہو گا ' اور جو شخص اس عہد کو پورا کردے

عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۰﴾ ع ۱۰ ۹

جو اس نے اللہ سے کیا ہے سو وہ اسے بڑا اجر عطا فرمائے گا۔

زبردستی اور غلبہ سے فتح کرنے والے ہونگے۔ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ (ان پر برا وقت پڑنے والا ہے)

قراءت: مکی اور ابوعمرو کے ہاں السُّوْءِ ہے یعنی جو وہ ایمان والوں کے متعلق گمان کرنے والے اور انتظار کرنے والے ہیں۔ وہ انہی کو گھیرنے والا اور ان پر گھومنے والا ہے۔ السُّوْءُ کا معنی ہلاکت وتباہی ہے۔ دیگر قراء نے السَوءِ فتحہ سے پڑھا یعنی وہ دائرہ جس کی وہ مذمت کرتے ہیں اور اس پر ناراض ہیں۔ السَوء السُوء دونوں لفظ الگرہ الکُرہ اور الضَعفُ والضُعفُ کی طرح ہیں۔ البتہ مفتوح کا استعمال غالب ہے اس کی طرف اس چیز کی اضافت کر کے استعمال کرتے ہیں۔ جس کی مذمت ہر چیز میں مقصود ہو۔ اور باقی السُوء یہ شر کے قائم مقام استعمال ہوتا ہے۔ جو کہ خیر کی ضد ہے۔ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّلَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (اور اللہ تعالیٰ ان پر غضبناک ہوگا اور ان کو رحمت سے دور کردے گا اور ان کے لئے اس نے دوزخ تیار کر رکھی ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے) برے ٹھکانے سے جہنم مراد ہے۔

آیت ۷: وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور آسمان وزمین کا سب لشکر اللہ تعالیٰ ہی کا ہے) پس وہ ان لوگوں کے مکر و فریب کو دور کرے گا جو اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والوں سے مکر وفریب کر رہے ہیں۔ جس قدر وہ چاہے گا۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا (اور اللہ تعالیٰ زبردست) غالب ہیں ان کی پکڑ کو لوٹایا نہیں جا سکتا۔ حَكِيْمًا (حکمت والا ہے) اپنی تدابیر و انتظامات میں۔

آیت ۸: اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا (ہم نے آپ کو گواہی دینے والا) قیامت کے دن اپنی امت پر گواہی دیں گے۔ نحو: شاهدًا یہ حال مقدرہ ہے۔ وَّمُبَشِّرًا (اور بشارت دینے والا) ایمان والوں کو جنت کی۔ وَّنَذِيْرًا (اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے) آگ سے کافروں کو ڈرانے والا۔

آیت ۹: لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (تا کہ تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ) اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو خطاب ہے۔ وَتُعَزِّرُوْهُ (اور اس کی مدد کرو) نصرت سے ان کو قوت پہنچاؤ۔ وَتُوَقِّرُوْهُ (اور اس کی تعظیم کرو) وَتُسَبِّحُوْهُ (اور اس کی تسبیح میں لگے رہو) نحو: یہ التسبیح سے ماخوذ ہے۔ یا السبحة سے ہے۔ اور ضمائر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے والی ہیں۔ اور اللہ کی تعزیر سے مراد اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے رسول کی معاونت ہے۔

ضمیر کا مرجع:

جن لوگوں نے ضمائر کو مختلف قرار دیا انہوں نے پہلی دو ضمیریں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹائیں ہیں انہوں نے بہت بعید بات کہی ہے۔

قراءت: مکی، ابوعمرو نے لیؤمنوا پڑھا ہے۔ اور ضمیر لوگوں کی طرف لوٹائی اور آخری تینوں الفاظ بھی انہوں نے یاء کے ساتھ پڑھے ہیں۔ بُكْرَةً (صبح سویرے) مراد صلاۃ الفجر ہے۔ وَاَصِيْلًا (شام) چاروں نمازیں مراد ہیں۔

بیعتِ رضوان کا تذکرہ:

آیت ۱۰: اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ (جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں) بیعت سے یہاں بیعت رضوان مراد ہے۔ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ (وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں) جب فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں۔ تو بطریقۂ تخییل اس کو اور مؤکد کرتے ہوئے فرمایا۔ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے) مراد یہ ہے کہ وہ دستِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ بیعت کیلئے بیعت کرنے والوں کے ہاتھوں پر بلند ہو رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہاتھ ہے۔ باقی اللہ تعالیٰ کی ذات جوارح اور صفاتِ اجسام سے پاک ہیں۔ معنی یہ ہے۔ اس بات کو خوب پختہ کرنا مقصود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عقد و معاہدہ باندھنے کی طرح ہے۔ ان کے مابین کوئی تفاوت و فرق نہیں جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰه۔ [النساء۔۸۰] نحو: انما یبایعون اللّٰه۔ یہ اِنّ کی خبر ہے۔

فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ (پھر جو شخص عہد توڑے گا۔ پس اس کے عہد توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا) جس نے عہد توڑا اور بیعت کو پورا نہ کیا۔ تو اس کے توڑنے کا نقصان و ضرر اسی پر پڑے گا۔

قولِ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما:

ہم نے درخت کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت موت پر کی اور اس بات پر کہ ہم میدان سے نہ بھاگیں گے۔ اس بیعت کو جد بن قیس منافق نے توڑ دیا۔ وہ اپنے اونٹ کی بغل میں چھپ گیا اور صحابہ کے ساتھ نہ چلا۔ اس کا بعض حصہ مسلم ۱۸۵۶ الترمذی۔ ۱۵۹۱ میں پایا جاتا ہے۔

وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ (اور جو شخص اس بات کو پورا کرے گا جس پر اس نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا) عرب کہتے ہیں وفیت

سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ

عنقریب دیہات کے وہ لوگ جو پیچھے ڈال دیئے گئے آپ سے کہیں گے کہ ہمارے مالوں نے اور اہل وعیال نے ہمیں مشغول کر دیا سو آپ ہمارے لئے استغفار کیجئے،

يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا

وہ اپنی زبانوں سے کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے، آپ فرما دیجئے سو وہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچانے کے لئے کسی بھی چیز کا اختیار رکھتا ہو

اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۭ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ⑪ بَلْ

اگر وہ تمہیں کوئی نقصان یا نفع پہنچانا چاہے، بلکہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے کاموں کی سب خبر ہے، بلکہ

ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ

بات یہ ہے کہ تمہارا خیال تھا کہ رسول اور مومنین کبھی اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے اور یہ بات تمہارے دلوں میں مزین

قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۚ وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ⑫ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

کر دی گئی، اور تم نے برا گمان کیا اور تم ہلاک ہونے والے لوگ ہو، اور جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے

فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ⑬ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ

تو ہم نے کافروں کے لئے دوزخ تیار کر رکھا ہے، اور اللہ ہی کے لئے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا ' وہ بخش دے جسے

يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ⑭

چاہے، اور عذاب دے جسے چاہے، اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان ہے۔

بالعهد واوفيت به پورا کرنا اور اس ارشاد کا بھی یہی مطلب ہے۔ **اوفُوا بالعقود**۔[المائدہ:۱] **والموفون بعهدهم**۔[البقرہ:۱۷۷] **قراءت**: حفص نے اسی طرح پڑھا ہے۔ **فَسَيُؤْتِيْهِ** (تو عنقریب اللہ تعالیٰ اس کو دے گا)

قراءت: حجازی وشامی نے نون سے پڑھا ہے۔ **اَجْرًا عَظِيْمًا** (بڑا اَجر) وہ جنت ہے۔

پیچھے رہنے والے دیہاتی قبائل کا معاملہ:

آیت ۱۱: **سَيَقُوْلُ لَكَ** (عنقریب آپ سے کہیں گے) جب آپ حدیبیہ سے لوٹ کر جائیں گے۔ **الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ** (جو دیہاتی آپ سے پیچھے رہ گئے) حدیبیہ سے پیچھے رہنے والے دیہاتی ان قبائل سے تھے۔ غفار، مزینہ، جہینہ، اسلم، اشجع، الدیل وغیرہ اور اس کا سبب یہ ہوا۔ کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام الحدیبیہ عمرہ کی غرض سے مکہ جانے کا عزم فرمایا۔ تو آپ نے

مدینہ کے اردگرد دیہاتی اور اہل بادیہ سے ساتھ چلنے کو کہا تاکہ قریش کی طرف سے اگر لڑائی پیش آئے یا وہ آپ کو بیت اللہ سے رکاوٹ پیدا کریں تو یہ معاونت کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھ لیا اور ہدایا اپنے سامنے چلائے تاکہ یہ معلوم ہو کہ آپ کی غرض لڑائی کی نہیں۔ مگر اس وقت بہت سے اعراب نے بوجھ محسوس کیا۔ اور کہنے لگے۔ آپ ایسی قوم کی طرف جا رہے ہیں جنہوں نے آپ سے مدینہ کی دہلیز پر جنگ کی اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیا۔ پس یہ ان سے لڑیں گے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ یہ ہلاک ہو جائیں گے واپس بچ کر مدینہ نہ لوٹیں گے۔ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا (ہمارے اموال وعیال نے ہمیں فرصت نہ لینے دی) اھلون یہ جمع اہل کی ہے۔ انہوں نے اہل وعیال اور اموال میں مشغولیت کو علت کے طور پر ذکر کیا۔ کہ ان کی نگرانی کرنے والا کوئی نہ تھا۔ فَاسْتَغْفِرْ لَنَا (پس آپ ہمارے لئے معافی کی دعا کیجئے) تاکہ ہمیں اللہ تعالیٰ آپ سے پیچھے رہنا معاف فرما دے۔ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ (یہ لوگ اپنی زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں۔ جو ان کے دل میں نہیں ہیں) اس میں ان کے عذر کی تکذیب کی گئی۔ اور پیچھے رہنے کا اصل یہ سبب نہیں جو وہ بیان کر رہے ہیں۔ بلکہ اصل سبب تو اللہ تعالیٰ کے متعلق شک اور منافقت ہے۔ اور استغفار کا طلب کرنا بھی حقیقت سے تعلق نہیں رکھتا۔ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا (آپ کہہ دیجئے۔ پس وہ کون ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارے لئے کسی چیز کا اختیار رکھتا ہو) اللہ تعالیٰ کی مشیت اور قضاء سے تمہیں کون بچائے گا۔ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا (اگر اللہ تعالیٰ تم کو کوئی نقصان) جو نقصان تمہیں قتل یا شکست کا پیش آئے۔

قراءت: حمزہ، علی نے ضُرًّا پڑھا ہے۔

اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا (یا کوئی نفع پہنچانا چاہے) نفع سے مراد غنیمت و کامیابی ہے۔ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا (بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال پر مطلع ہیں)

ان کے گمان کا پردہ چاک:

آیت ۱۲: بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّ زُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (بلکہ تم نے یہ سمجھا کہ رسول اور مؤمنین اپنے گھروں میں کبھی لوٹ کر نہ آویں گے اور یہ بات تمہارے دلوں میں اچھی بھی معلوم ہوئی تھی) یعنی شیطان نے دلوں میں مزین کیا۔ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ (اور تم نے برے برے گمان کیے) کہ کفر غالب آجائے گا اور فساد ظاہر ہو گا۔ وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا (اور تم برباد ہونے والے لوگ ہو گئے) بور جمع بائر کی ہے۔ جیسا عائذ و عوذ۔ یہ بار الشیٔ سے لیا گیا جس کا معنی ہلاک ہونا اور بگڑنا آتا ہے۔ اور تم لوگ خراب دل، بگڑے نفس اور بری نیتوں والے ہو۔ کوئی بھلائی و خیر کا نشان بھی تم میں نہیں۔

نمبر ۲۔ تم اللہ تعالیٰ کے ہاں ہلاک ہونے والے اور اس کے عذاب اور ناراضگی کا شکار ہونے والے ہو۔

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ

جب تم اموال غنیمت لینے کے لئے چلو گے تو وہ لوگ کہیں گے جو پیچھے ڈال دیئے گئے کہ ہمیں چھوڑدو کہ تمہارے پیچھے چلیں ،

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ

وہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل دیں، آپ فرما دیجئے کہ تم ہرگز ہمارے پیچھے نہ چلو ،اللہ نے پہلے سے یہی فرمایا ہے،

فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ؕ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵﴾

سو وہ لوگ کہیں گے بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو، بلکہ بات یہ ہے کہ وہ نہیں سمجھتے مگر تھوڑا سا۔

ایمان باللہ اور ایمان بالرسل نہ ہوتو کافر:

آیت ۱۳: وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا (اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے گا پس ہم نے کافروں کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے) یہاں کافرین فرمادیا۔ضمیر کے بجائے اسم ظاہر لایا گیا۔تا کہ یہ کھول دیا جائے کہ جس کا ان دو چیزوں پر ایمان نہیں ایمان باللہ اور ایمان بالرسول وہ کافر ہے۔ سَعِيْرًا کو نکرہ لائے کیونکہ وہ مخصوص آگ ہے جیسا کہ اس آیت میں نکرہ ہے۔نارًا تلظّٰی۔[اللیل۔۱۴]

آیت ۱۴: وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور تمام آسمان وزمین کی سلطنت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے) ان کو ایک قادر حکیم کی طرح چلا رہے ہیں۔ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ (وہ جس کو چاہے سزا دے اور جس کو چاہے بخش دے)وہ عذاب و مغفرت اپنی مشیت وحکمت سے کرتے ہیں۔مغفرت ایمان والوں کی اور عذاب کفار کو۔ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (اور اللہ تعالیٰ بڑا غفور رحیم ہے)اس کی رحمت اس کے غضب سے سبقت کرنے والی ہے۔

اہل حدیبیہ کے ساتھ غنائم کا عوض رہنے کا وعدہ:

آیت ۱۵: سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ (عنقریب پیچھے رہنے والے کہیں گے)وہ لوگ جو حدیبیہ میں ساتھ نہ گئے تھے۔ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ (جب تم غنیمتیں لینے چلو گے)مغانم سے غنائم خیبر مراد ہیں۔ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ (ہم کو بھی اجازت دو کہ ہم تمہارے ساتھ چلیں وہ لوگ یوں چاہتے ہیں۔کہ خدا کے حکم کو بدل ڈالیں)

قراءت: حمزہ، علی نے كَلِمَ اللّٰه پڑھا ہے۔مطلب یہ ہے کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کو تبدیل کردیں جو اس نے اہل حدیبیہ کے ساتھ فرمایا۔اور وہ وعدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو مکہ کے غنائم کا عوض عنایت فرمائیں گے اور وہ خیبر کے غنائم ہونگے۔جب وہ ان کو چھوڑ کر لوٹیں گے اور ان میں سے کوئی چیز نہ پائیں گے۔ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا (آپ کہہ دیجئے تم ہرگز ہمارے

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ

آپ ان دیہاتیوں سے فرمادیجئے جو پیچھے ڈال دیئے گئے تھے کہ تمہیں ایک ایسی قوم کی طرف بلایا جائے گا جو سخت قوت والے ہوں گے تم ان سے قتال کروگے

اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ

یا وہ مسلمان ہو جائیں گے، سو اگر تم فرمانبرداری کرو گے تو اللہ تمہیں اچھا عوض عطا فرمائے گا اور اگر تم نے روگردانی کی جیسا اس سے پہلے روگردانی

قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ⑯ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ

کر چکے ہو تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔ نابینا پر کوئی گناہ نہیں، اور لنگڑے پر کوئی گناہ نہیں

وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ

اور بیمار پر کوئی گناہ نہیں، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے وہ اسے ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ⑰ ع

نیچے نہریں جاری ہوں گی ، اور جو شخص روگردانی کرے وہ اسے دردناک عذاب دے گا۔

الجزء ۲۶ النصف ۲۰۷

ساتھ نہیں چل سکتے) یعنی خیبر کی جانب۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع دی گئی وہ تمہارے ساتھ نہ ہونگے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بات بدلی نہیں جاسکتی۔ كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ (اللہ تعالیٰ نے پہلے سے اسی طرح فرمادیا ہے) مدینہ کی طرف اہل حدیبیہ کی واپسی اور خیبر کی غنیمت کے وہ مستحق ہونگے جو حدیبیہ میں شریک ہوئے نہ اور کوئی۔ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا۔ (تو وہ لوگ کہیں گے تم ہم سے حسد کرتے ہو)۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے کوئی حکم نہیں دیا بلکہ تم ہم پر حسد کرتے ہو۔ کہ کہیں ہم مال غنیمت میں تمہارے ساتھ شریک نہ ہو جائیں۔ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ (بلکہ خود یہ لوگ بہت کم بات سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ کے کلام میں سے نہیں سمجھتے) اِلَّا قَلِيْلًا (مگر بہت معمولی) یعنی فقط بات کی حد تک۔

دو بل:

اول بل اس بات کی تردید کے لئے لائے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ نہ جائیں اور ان کے حسد کو ثابت کیا گیا ہے۔ دوسرے بل میں ان کے اس بیان کی تردید جو وہ مسلمانوں کو حسد کی طرف منسوب کرتے تھے اور ان کا اس سے بڑا وصف جہالت اور قلتِ فہم بیان کیا گیا۔

بنوحنیفہ یا اہل فارس:

آیت ۱۶: قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ (آپ ان پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے کہہ دیجئے) جو حدیبیہ سے پیچھے رہ گئے۔ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ (عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں کی طرف بلائے جاؤ گے جو سخت لڑنے والے ہونگے) یعنی بنوحنیفہ جو مسیلمہ کی قوم تھی اور مرتدین جن سے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جہاد کیا۔ کیونکہ مشرکین عرب اور مرتدین سے دو میں سے ایک بات ہی قبول کی جاتی تھی اسلام یا تلوار۔

ایک قول یہ بھی ہے:

یہ اہل فارس ہیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان قبائل کو ان سے لڑنے کے لئے بلایا۔

تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ (یا تو ان سے لڑتے رہو یا وہ مطیع ہو جائیں) یعنی دو میں سے ایک بات ہو۔ نمبرا۔ مقاتلہ۔ نمبر۲۔ اسلام۔ یسلمون۔ کا معنی اس تاویل کے مطابق مطیع ہونا ہوگا۔ کیونکہ اہل فارس مجوس تھے ان سے جزیہ بھی قبول کیا گیا۔

درست استنباط:

اس آیت میں شیخین کی خلافت کی حقانیت پر دلالت واضحہ ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بلانے والے کی اطاعت اختیار کرنے پر فان تطیعوا سے بدلے کا وعدہ فرمایا ہے۔ فَاِنْ تُطِيْعُوْا (اگر تم اطاعت کرو گے) اس کی جو تمہیں اس قتال کی طرف بلائے گا۔ يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا (تو تم کو اللہ تعالیٰ نیک عوض عنایت فرمائے گا) پس اس سے لازم آیا کہ وہ داعی ایسا ہوگا جس کی اطاعت فرض ہے۔ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ (اور اگر تم اس وقت بھی روگردانی کرو گے جیسا اس سے قبل روگردانی کر چکے ہو) حدیبیہ کے موقعہ پر يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (تو وہ دردناک عذاب کی سزا دے گا) آخرت میں۔

آیت ۱۷: لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ (نہ اندھے پر کوئی گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے) اس میں غزوہ سے پیچھے رہنے والے معذورین حقیقیہ کو مستثنیٰ فرمایا گیا۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا) جہاد وغیرہ دیگر امور میں۔ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَنْ يَّتَوَلَّ (اس کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی اور جو شخص روگردانی کرے گا) طاعت سے منہ موڑے گا۔ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا (اس کو دردناک عذاب کی سزا دے گا)

قراءت: مدنی اور شامی نے ندخلہٗ اور نعذبہ پڑھا ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ

بالتحقیق اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے راضی ہوا جبکہ وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے سو ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اللہ کو معلوم تھا

فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ

اور اللہ تعالیٰ نے ان پر اطمینان نازل فرما دیا اور ان کو لگتے ہاتھ ایک فتح دے دی اور بہت سی غنیمتیں بھی جن کو یہ لوگ لے رہے ہیں،اور

اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ

اللہ تعالیٰ بڑا زبردست بڑا حکمت والا ہے، اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کو تم لوگے، سو سردست تم کو یہ دے دی ہے

وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾

اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے ،اور تا کہ یہ اہل ایمان کے لئے نمونہ ہو جائے ،اور تا کہ تم کو ایک سیدھی راہ پر ڈال دے

وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾

اور ایک فتح اور بھی ہے جو تمہارے قابو میں نہیں آئی خدا تعالیٰ اس کو احاطۂ علمی میں لئے ہوئے ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ،

آیت بیعتِ رضوان:

آیت ۱۸: لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (تحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا۔ جبکہ یہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے) اسی آیت کی وجہ سے اس بیعت کا نام بیعت رضوان رکھا گیا۔ اس کا واقعہ اس طرح ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیبیہ میں نزول فرما ہوئے تو آپ نے حواس بن امیہ الخزاعی کو اہل مکہ کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ انہوں نے اس پر حملہ کا ارادہ کیا۔ تو احابیش اس میں رکاوٹ بن گئے۔ جب وہ واپس لوٹے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا تا کہ ان کو قاصد بنا کر بھیجیں۔ آپ نے عرض کیا مجھے ان کی طرف سے خطرہ ہے کیونکہ ان کے ساتھ میری دشمنی ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ پھر آپ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ انہوں نے ان کو اطلاع دی آپ لڑائی کی غرض سے نہیں آئے۔ بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئے ہیں۔ انہوں نے آپ پر دباؤ ڈالا اور اپنے ہاں بند کر لیا۔ افواہ گرم ہو گئی کہ ان کو قتل کر دیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک اطلاع پہنچی تو آپ نے فرمایا۔ ہم اس وقت تک یہاں سے نہ ٹلیں گے جب تک ان لوگوں سے بدلہ نہ لے لیں۔ اور آپ نے لوگوں کو بیعت کی طرف بلایا کہ وہ قریش سے بدلہ لیں گے اور فرار اختیار نہ کریں گے۔

تَحْتَ الشَّجَرَةِ (درخت کے نیچے) یہ ببول کا درخت تھا اور بیعت کرنے والوں کی تعداد چودہ سو تھی۔ فَعَلِمَ مَا فِي

قُلُوْبِهِمْ (ان کے دلوں میں جو کچھ تھا وہ بھی اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا) اخلاص اور جس پر بیعت کی تھی اس کو دل کی گہرائیوں سے کرنے والے ہیں۔ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ (پس اللہ تعالیٰ نے ان میں اطمینان پیدا کر دیا) دلوں کی درستی کی وجہ سے دلوں میں امن و اطمینان پیدا کر دیا۔ وَاَثَابَهُمْ (اوران کو دے دی) بدلہ دیا۔ فَتْحًا قَرِيْبًا (قریبی فتح) وہ فتح خیبر ہے جو مکہ سے واپسی کے فوراً بعد عنایت فرمائی۔

آیت ۱۹: وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا (اور اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے) یہ غنائم خیبر ہیں۔ سرزمین خیبر کھیتیوں اور اموال والی زمین ہے۔ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام میں تقسیم فرما دیا۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا (اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست) وہ حفاظتوں والا ہے کہ اس پر کوئی غلبہ نہیں پا سکتا۔ حَكِيْمًا (بڑا حکمت والا ہے) جس میں وہ فیصلہ کرتا ہے اس کا معارضہ نہیں کیا جا سکتا۔

آیت ۲۰: وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا (اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کو تم لو گے) وہ غنائم انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی پائیں اور آپ کے بعد قیامت تک پائیں گے۔ فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ (پس سردست تم کو یہ دے دی ہیں) المغانم جمع مغنم اس سے خیبر کے غنائم مراد ہیں۔ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ (اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے) یعنی اہل خیبر اور ان کے حلفاء بنو اسد و بنو غطفان وغیرہ جبکہ وہ ان کی مدد کے لئے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا جس سے وہ واپس لوٹ گئے۔

ایک قول یہ ہے:

اہل مکہ کے ہاتھ صلح کی وجہ سے روک دیئے۔

وَلِتَكُوْنَ (تا کہ یہ روکنا ہو جائے) اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (ایمان والوں کے لئے ایک نمونہ) اور عبرت ناک نشان جس سے وہ پہچان لیں کہ ان کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک مقام ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ ہی خود ان کی نصرت کا ضامن اور ان پر فتح دینے والا ہے اور اسی نے یہ کیا ہے۔ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا (اور تا کہ تم کو ایک سیدھی سڑک پر ڈال دے) تمہاری بصیرت و یقین میں اضافہ فرمائے اور اللہ تعالیٰ کے فضل پر اعتماد کو اور زیادہ کر دے۔

دیگر غنائم:

آیت ۲۱: وَّاُخْرٰى (اور ایک اور فتح) اس کا عطف هذه پر ہے ای فجعل لكم هذه المغانم ومغانم اخرى وهى مغانم هوازن فى غزوة حنين۔ پس اس نے یہ غنائم تمہیں جلد دے دیں اور دوسری غنائم جو ہوازن کی غنائم ہیں جو غزوۂ حنین میں میسر آئیں۔ لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا (جو تمہارے قابو میں نہیں آئی) کیونکہ اس میں بڑا حملہ تھا۔ قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا (اللہ تعالیٰ اس کو احاطہ میں لیے ہوئے ہیں) یعنی اس پر قدرت رکھنے اور غلبہ پانے والے ہیں اور تمہیں ان پر غلبہ دینے والے ہیں۔

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ㉒

اور اگر کافر لوگ تم سے جنگ کرتے تو پشت پھیر لیتے پھر نہ کوئی کارساز پائے اور نہ کوئی مددگار،

سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ㉓

یہ پہلے سے اللہ کا دستور رہا ہے اور اے مخاطب تو اس کے دستور میں تبدیلی نہ پائے گا۔

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ㉔

اور اللہ وہ ہے جس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے مکہ میں ہوتے ہوئے روک دیا اس کے بعد کہ تمہیں ان پر قابو دے دیا تھا اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا ہے۔

نحو : نمبرا۔اُخری میں نصب بھی جائز ہے۔اور فعل مضمر ماننا ہوگا جس کی تفسیر قد احاط اللّٰہ بھا کر رہا ہے۔تقدیر کلام اس طرح ہے۔و قضی اللّٰہ اخریٰ قد احاط اللّٰہ بھا (اور اللہ نے دوسری کا فیصلہ کیا جس کا اللہ تعالیٰ احاطہ کرنے والے ہیں۔ لم تقدروا علیھا یہ اُخری کی صفت ہے۔

نمبر۲۔اور رفع ابتداء کی وجہ سے ہے۔کیونکہ وہ اس کی صفت لم تقدروا سے آرہی ہے اور قد احاط اللّٰہ بھا یہ مبتدأ کی خبر ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں) قدیر بمعنی قادر ہے۔

آیت۲۲: وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اور اگر کافر تم سے لڑتے) اہل مکہ اور وہ صلح پر آمادہ نہ ہوتے یا اہل خیبر کے حلیف قبائل۔ لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ (تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگتے) مغلوب ہوتے اور شکست کھا جاتے۔ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا (پھر نہ ان کو کوئی یار ملتا) جو ان کے معاملے کا ذمہ دار بنتا۔ وَّلَا نَصِيْرًا (اور نہ مددگار) جو ان کی مدد کرتا۔

آیت۲۳: سُنَّةَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ نے یہی دستور کر رکھا ہے)

نحو : یہ مصدر مؤکد کی جگہ ہے۔ای سن اللّٰہ غلبۃ انبیاءہٖ سنۃ اور وہ اس آیت میں مذکور ہے لا غلبن انا ورسلی۔ [المجادلہ۔۲۱]

الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (جو پہلے سے چلا آتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ کے دستور میں آپ ردو بدل نہ پائیں گے) تبدیل تغیر کے معنی میں ہے۔

قریش مکہ کی شرارت:

آیت ۲۴: وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ (اور وہ ایسا ہے کہ اس نے ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے) اہل مکہ کے ہاتھ وَ اَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ (اور تمہارے ہاتھ ان سے) اہل مکہ سے یعنی اس نے تمہارے اور ان کے مابین روک پیدا کر دی اس کے بعد کہ تمہیں ان پر کامیابی اور غلبہ عنایت فرمایا اور یہی فتح کا دن ہے۔

استدلالِ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ:

کہ مکہ قوت سے فتح ہوا نہ کہ صلح سے۔

ایک قول:

یہ غزوۂ حدیبیہ میں پیش آیا اس لئے کہ روایت میں ہے کہ عکرمہ بن ابی جہل پانچ سو سواروں کے ساتھ نکلا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھیجا جنہوں نے اس کو شکست دے کر مکہ کے اندر گھسنے پر مجبور کر دیا۔ (اخرجہ الطبرانی)

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اللہ نے مسلمانوں کو ان پر غلبہ دیا یہاں تک کہ ان کو مسلمانوں نے پتھر مار مار کر گھروں میں داخل کر دیا۔ بِبَطْنِ مَكَّةَ (عین مکہ میں) مکہ مکرمہ میں یا حدیبیہ میں کیونکہ اس کا بعض حصہ حرم کی طرف منسوب ہے۔ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَیْهِمْ (اس کے بعد کہ تم کو ان پر قابو دے دیا تھا) تمہیں ان پر تسلط و قدرت دے دی۔ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا (اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا تھا) قراءت: ابوعمرو نے یاء سے یعملون پڑھا ہے۔

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانور کو روک دیا جو رکا ہوا رہ گیا اس کے موقع میں پہنچنے سے

مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ

روکا، اور اگر بہت سے مسلمان مرد اور بہت سی مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کی تم کو خبر نہ تھی یعنی ان کے پس جانے کا احتمال نہ ہوتا جس پر ان کی وجہ سے تم کو

مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا

بے خبری میں ضرر پہنچ جاتا تو سب قصہ طے کر دیا جاتا، تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کرے یہ مسلمان مرد و عورت جدا ہو جاتے تو ہم ان کو

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ

درد ناک عذاب دیتے جو اہل مکہ میں سے کافر تھے۔ جب کہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں عار کو جگہ دی اور عار بھی

حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ

جاہلیت کی تھی سو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اور مومنین کو اپنی طرف سے تحمل عطا فرمایا، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو تقویٰ کی بات پر

كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۲۶﴾ ع

جمائے رکھا اور وہ اس کے زیادہ مستحق ہیں اور اس کے اہل ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

آیت ۲۵: هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ (یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانور کو) الھدی وہ جانور جو بطور ہدی کعبہ کی طرف بھیجا جائے۔

نحو: اس پر نصب اس لئے ہے کہ صدوکم کے کم پر اس کا عطف ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ صدوکم و صدوا الھدی۔

مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ (جو رکا ہوا رہ گیا کہ وہ پہنچے) معکوفًا کا معنی رُکا ہوا پہنچنے سے۔ نحو: یہ معکوفًا حال ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر اونٹ چلائے تھے۔ مَحِلَّهٗ (اپنے موقع پر) اپنی اس جگہ جہاں اس کا نحر کرنا حلال ہے یعنی واجب ہے۔

مسئلہ: یہ دلیل ہے کہ محصر کے دم احصار کا محل حرم ہے۔ اور مراد محل مقررہ منیٰ ہے۔

قتال کے روکنے میں حکمت:

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ (اور اگر بہت سے مسلمان مرد اور بہت سی مسلمان عورتیں نہ ہوتیں) مکہ میں لَمْ

تَعْلَمُوْهُمْ (جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی) یہ مردوں اور عورتوں تمام کی صفت ہے۔ اَنْ تَطَئُوْهُمْ (ان کے پس جانے کا احتمال نہ ہوتا) نحو: یہ رجال ونساء سے بدل الاشتمال ہے۔ یاتعلموھم کی ضمیر ھم سے بدل ہے۔ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ (پس تمہیں بھی بے خبری میں ضرر پہنچتا) گناہ اور سختی۔ مَعرَّة یہ مَفْعَلَة کا وزن ہے۔ یہ عَرَّةٌ سے ہے بمعنی عَرَاہ جب کسی کو وہ چیز پیش آجائے جو وہ ناپسند کرتا ہو۔ اور وہ اس پر گراں ہو۔ یہاں کفارہ مراد ہے جبکہ اس نے خطاءً قتل کیا ہو اور مشرکین کا برا قول: انہوں نے بلا امتیاز اپنے اہل دین سے بھی وہی کیا جو ہمارے ساتھ کیا تھا اور گناہ جبکہ وہ قصر کردے۔ بِغَيْرِ عِلْمٍ یہ ان تطئوھم سے متعلق ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ ان تطئووھم غیر عالمین بھم۔ ان کو روند ڈالو اس حال میں کہ تمہیں ان کا علم نہ ہو۔ الوطأ۔ جا پڑنا اور ہلاک کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ مکہ میں کچھ مسلمان ایسے تھے جو مشرکین کے ساتھ ملے جلے رہتے تھے۔ مجبوراً ایمان کو چھپانے والے تھے۔

ایک قول یہ ہے۔ اگر یہ کراہت نہ ہوتی کہ تم کچھ مؤمن لوگوں کو ہلاک کر ڈالتے مشرکین کے درمیان اس حال میں کہ تم ان کو نہ جاننے والے تھے پس ان کی ہلاکت سے تمہیں تکلیف ومشقت پہنچتی۔ اسی لئے اس نے تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (تا کہ اللہ تعالیٰ داخل کرے اپنی رحمت میں جس کو چاہے) یہ اس کے لئے علت ہے جس پر آیت دلالت کر رہی ہے اور جس کیلئے آیت لائی گئی ہے۔ یعنی اہل مکہ سے ہاتھوں کا روکنا اور ان کے ساتھ قتال سے روکنا اس وجہ سے تھا کہ مکہ میں ان کے درمیان خفیہ ایمان والے تھے گویا یہ اس طرح فرمایا۔ كان الكف ومنع التعذيب ليدخل اللّٰه فی رحمته ای فی توفيقه بزيادة الخير والطاعة مؤمنيهم يا ليدخل فی الاسلام من رغب فيه من مشركيهم۔ یہ روکنا اور سزا سے منع کرنا اس لئے تھا تا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت یعنی توفیق میں اضافہ خیر وطاعت کے لئے ان کے مؤمنین کو داخل فرمائے یا اللہ تعالیٰ مشرکین میں سے اسلام کی طرف رغبت کرنے والوں کو داخل فرمائے۔ لَوْ تَزَيَّلُوْا (اور اگر یہ ٹل گئے ہوتے) اگر وہ متفرق ہو جاتے اور کافر مسلمان سے ممتاز ہو چکے ہوتے۔ لولا کا جواب محذوف ہے۔ لو کا جواب اس سے بے نیاز کرنے والا ہے۔

نمبر۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ لو تزیلوا یہ لولا رجال مؤمنون کے لئے تکریر کی طرح ہو۔ کیونکہ دونوں کا معنی آجا کر ایک بنتا ہے اور لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا یہ جواب لولا ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے: ولولا ان تطؤوا رجالاً مؤمنين و نساء مؤمنات ولو كانوا متميزين لعذبناهم بالسيف۔ اگر تمہارا مؤمن مردوں اور عورتوں کو روندنا اور اگر وہ کفار سے الگ ہو جاتے تو ہم مشرکین کو تلوار سے سزا دیتے۔ مِنْهُمْ (اہل مکہ سے) عَذَابًا اَلِيْمًا (دردناک عذاب)

آیت ۲۶: اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (جبکہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں) اس کا عامل لعذبنا ہے اور تقدیر کلام اس طرح ہے۔ لعذبناهم فی ذلك الوقت یااذكر عامل ہے۔ کفروا سے قریش مکہ مراد ہیں۔

مسلمانوں کے لوٹ جانے پر کفار کا اصرار:

فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ (عار کو جگہ دی اور عار بھی جاہلیت کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مؤمنین کو اپنی طرف سے تحمل عطا فرمایا) کافروں کی حمیت سے مراد جاہلی غیرت۔ سکینة المؤمنین سے وقار مراد ہے۔ جیسا کہ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیبیہ میں اترے تو قریش نے سہیل بن عمرو کو بھیجا۔ اور اس کے ساتھ وفد میں حویطب بن عبدالعزیٰ، مکرز بن حفص شامل تھے انہوں نے یہ پیش کیا کہ آپ اس سال لوٹ جائیں اور آئندہ سال لوٹ کر آئیں۔ قریش مکہ کو تین دن کے لئے خالی کر دیں گے۔ آپ ﷺ نے یہ بات منظور فرمائی اور انہوں نے اپنے درمیان ایک معاہدہ تحریر کیا۔ آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا تم لکھو۔ بسم اللہ الرحمان الرحیم۔ وفد قریش۔ نے کہا ہم اس کو نہیں جانتے۔ بلکہ تم لکھو باسمك اللهم۔ پھر فرمایا لکھو۔ هذا ما صالح عليه رسول الله ﷺ اهل مكة۔ وفد قریش نے کہا۔ اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول جانتے تو بیت اللہ سے آپ کو نہ روکتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو یہ چاہتے ہیں لکھو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور میں محمد بن عبداللہ ہوں۔ مسلمانوں نے اس سے گھٹن محسوس کی اور اسکے مسترد کرنے کا ارادہ کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر سکینہ نازل فرمائی پس وہ وقار و حوصلے میں آ گئے۔ (بخاری۔ ۲۷۳۲، بیہقی ۱۰۵/۴)

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰی (اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا)

قولِ جمہور:

یہ ہے کہ یہ کلمۂ شہادت ہے۔

ایک قول یہ ہے:

یہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے۔

فائدۂ اضافت:

تقویٰ کی طرف اضافت اس لئے ہے کہ یہ تقویٰ کا سبب ہے اور اس کی اساس و بنیاد ہے۔

ایک قول:

تقدیر کلام اس طرح ہے كلمة اهل التقوٰی۔ اہل تقویٰ والی بات پر۔

وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا (اور وہ مؤمن اس کے دوسروں سے زیادہ حقدار تھے) وَاَهْلَهَا (اور وہ اس کے اہل تھے) اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کا اہل بنا دیا تھا۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے) پس وہ معاملات کو مصلحتوں کے مطابق چلاتا ہے۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

بیشک اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا جو واقع کے مطابق ہے، انشاء اللہ تم ضرور ضرور مسجد حرام میں امن وامان کے ساتھ

اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا

داخل ہو گے اپنے سروں کو مونڈنے والے ہو گے اور اپنے بالوں کو کتروانے والے ہو گے تمہیں کوئی خوف نہیں ہوگا، سو اللہ نے جان لیا جو تم نے نہیں جانا،

فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى

سو اس سے پہلے عنقریب ہی ایک فتح نصیب فرما دی، اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت

وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ؕ ﴿۲۸﴾

اور دین حق کے ساتھ بھیجا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے، اور اللہ کافی گواہ ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا

محمد اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں، آپس میں مہربان ہیں، اے مخاطب تو انہیں اس حال میں دیکھے گا کہ وہ کبھی رکوع میں ہیں کبھی سجود میں ہیں

يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۫ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ

وہ اللہ کے فضل اور رضا مندی کو تلاش کرتے ہیں، ان کی شان یہ ہے کہ ان کے چہروں میں سجدوں کے نشان ہیں، ان کی یہ

مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۛ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ

مثال توریت میں ہے، اور انجیل میں ان کا یہ وصف ہے کہ جیسے کھیت ہو اس نے اپنی سوئی نکالی پھر اس نے اسے قوی کیا پھر وہ کھیتی موٹی ہو گئی

فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

پھر اپنے تنہ پر سیدھی کھڑی ہو گئی جو کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی، تا کہ اللہ ان کے ذریعے کافروں کے دلوں کو جلائے، اللہ نے ان لوگوں سے جو

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ ع

ایمان لائے اور نیک عمل کئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

معانقہ ۱۵

آیت ۲۷: لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا (بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا ہے) یعنی ان کو ان کے خواب میں سچا کر دیا اور ان کو خلاف واقعہ نہیں دکھایا۔ اللہ تعالیٰ کذب سے وراء الوراء ہیں۔ اسی لئے جار کو حذف کر کے فعل کو ملا

دیا۔جیسا کہ اس آیت میں صدقوا ماعاھدوا اللّٰہ علیہ[الاحزاب۔۲۳]

خواب پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم :

روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کی طرف نکلنے سے پہلے دیکھا گویا کہ آپ اپنے اصحاب سمیت امن وسلامتی کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے ہیں اور انہوں نے حلق وقصر کیا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خواب صحابہ کرام کے سامنے بیان فرمایا۔وہ بڑے خوش ہوئے اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ وہ اسی سال داخل ہونے والے ہیں۔ اور کہنے لگے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب سچا ہے۔جب یہ معاملہ اگلے سال پر پڑ گیا۔تو عبداللہ بن ابی اور اس کی پارٹی کہنے لگی ہم نے نہ تو حلق کیا اور نہ ہی قصر اور نہ ہم نے مسجد حرام دیکھی۔پس یہ آیت نازل ہوئی۔[الدرالمنثور۔۵۳۸/۷]

بِالْحَقِّ (جو واقع کے مطابق ہے) نمبرا۔ یہ صدق کے متعلق ہے۔انہوں نے جو دیکھا وہ حاصل اور سچ کے ساتھ ملے ہونے میں برحق ہے۔یعنی حکمت بالغہ پر مبنی ہے اور یہ اس لئے کہ اس میں ابتلاء اور مخلص مؤمن اور منافق کے درمیان امتیاز ہے۔

نمبر۲۔اور یہ بھی درست ہے کہ بالحق میں باء قسم کے لئے ہو پھر حق سے مراد یا تو وہ ہے جو باطل کی نقیض ہے۔یا حق سے مراد اللہ تعالیٰ کا نام مبارک ہے اور جواب قسم لَتَدْ خلن المسجد الحرام ہے۔اور اول صورت میں قسم محذوف کا جواب ہے۔

مسجد حرام میں داخلہ اور حلق وقصر:

لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ (تم لوگ مسجد حرام میں انشاء اللہ ضرور جاؤ گے) ان شاء اللّٰہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکایت ہے۔یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو فرمایا اور ان کے سامنے بیان کیا۔یا اپنے بندوں کی تعلیم کے لئے فرمایا کہ وہ اس طرح کہیں اپنے وعدوں میں اللہ تعالیٰ کے ادب کو اختیار کریں اور اس طریقے کو اپنائیں۔اٰمِنِیْنَ (امن وامان کے ساتھ) نَحْوَ : یہ حال ہے اور شرط جملہ معترضہ ہے۔ مُحَلِّقِیْنَ (کہ کوئی تم میں سر منڈواتا ہوگا) نَحْوَ : یہ آمنین کی ضمیر سے حال ہے۔ رُءُوْسَکُمْ حلق تمام سر کے بال منڈوانے کو کہتے ہیں۔ وَمُقَصِّرِیْنَ (اور کوئی بال کتراتا ہوگا) قصر بعض بال لینا۔ لَاتَخَافُوْنَ (کسی طرح کا اندیشہ نہ ہوگا) نَحْوَ : یہ حال مؤکدہ ہے۔ فَعَلِمَ مَالَمْ تَعْلَمُوْا (پس اللہ تعالیٰ کو وہ باتیں معلوم ہیں جو تم کو معلوم نہیں) فتح مکہ کے آئندہ سال تک مؤخر کرنے کی حکمت فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ (پھر اس نے لگے ہاتھ ایک فتح دے دی) فتح مکہ کے علاوہ۔ فَتْحًا قَرِیْبًا (قریبی فتح) اور وہ فتح خیبر ہے۔تاکہ اس سے ایمان والوں کے دلوں کو راحت حاصل ہو اس فتح موعود کی آمد تک۔

آیت ۲۸: هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی (اور وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے۔کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت) ہدایت سے یہاں توحید مراد ہے۔ وَ دِیْنِ الْحَقِّ (اور سچا دین دے کر بھیجا) اس سے دین اسلام مراد ہے۔ لِیُظْهِرَهٗ (تاکہ وہ اس کو غالب کرے) بلند کرے۔تفوق عنایت کرے۔ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ (تمام دینوں پر) الف لام جنس کا ہے۔جنس ادیان پر۔اس سے

ادیان مشرکین اور اہل کتاب مراد ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ سچا کر دیا۔ کوئی دین ایسا نہیں جس کو اسلام جتنا عزت وغلبہ ملا ہو۔

ایک قول یہ ہے:

یہ نزول مسیح علیہ السلام کے وقت ہوگا جبکہ سطح زمین پر کوئی کافر نہ رہے گا۔

ایک قول یہ بھی ہے:

یہ دلائل ونشانات سے غلبہ ہے۔ (جو آج بھی حاصل ہے)

وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا (اور اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہے) اس بات پر کہ جو اس نے وعدہ کیا وہ ہو کر رہے گا۔

قول حسن رحمہ اللہ:

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے متعلق گواہی دی کہ میں اپنے اس دین کو غلبہ دوں گا۔ تقدیر کلام اس طرح ہے کفاه الله شهيدًا۔ نحو: شَهِيْدًا : یہ تمیز ہے یا حال ہے۔

آیت ۲۹: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔ (محمد اللہ کے رسول ہیں) نحو: نمبرا۔ یہ مبتدأ کی خبر ہے اور وہ ھو ہے۔ کیونکہ پہلے ھو الذی ارسل رسوله گزر چکا۔ نمبر۲۔ مبتدأ ہے اس کی خبر رسول الله ہے۔

عظمتِ مقتداء ومقتدیان باصفا:

قراءت: نصر نے اس پر وقف کیا ہے۔ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ (اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں) یعنی آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم

نحو: نمبرا۔ یہ مبتدأ ہے اور اس کی خبر اشداء على الكفار ہے۔ نمبر۲۔ محمد مبتدأ اور رسول الله عطف بیان ہے اور والذين معه پر مبتدأ کا معطوف ہے۔ یہ سارا مبتدأ بن گیا۔ اشداء یہ تمام کی خبر ہے۔

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ (وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں) اشداء کا معنی سخت ہے۔ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (اور آپس میں مہربان ہیں) باہمی مہربانی کرنے والے۔ نحو: یہ دوسری خبر ہے۔ اور ان میں دونوں صفات شدت ورحمت کی پائی جاتی ہیں۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا اذلة على المؤمنين اعزة على الكافرين۔ [المائدہ۔۵۴] کفار پر ان کی شدت اس مقام تک پہنچنے والی تھی کہ وہ ان کے کپڑوں کو ان سے بچاتے کہ ان کے ساتھ نہ لگ جائیں اور اپنے ابدان کو ان کے ابدان کے ساتھ چھونے سے بچاتے تھے اور رحم کا حال یہ تھا۔ کہ جو مؤمن دوسرے کو دیکھتا وہ اس سے مصافحہ اور معانقہ کرتا تھا۔ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا (اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا رکوع کی حالت میں) سُجَّدًا (اور کبھی سجدہ کرتے ہوئے) يَّبْتَغُوْنَ (وہ جستجو میں لگے رہتے ہیں) یہ حال ہے۔ جیسا کہ رکعًا اور سجدًا اسی طرح فضلاً من الله و رضوانًا۔ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا (اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس

کی رضا مندی کی) سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (اوران کے آثاران کے چہروں پر بوجہ تاثیر سجدہ کے نمایاں ہیں) یعنی وہ تاثیر جو سجود کے اثر سے نمایاں ہوتی ہے۔قولِ عطاء رحمہ اللہ: ان کے چہرے رات کو طویل نماز پڑھنے کی وجہ سے روشن ہیں۔اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔من كثرت صلاته بالليل حسن وجهه بالنهار۔(ابن ماجہ۔۱۳۳۳) جس کی رات کو نماز کثرت سے ہوگی دن کو اس کا چہرہ روشن ہوگا۔ذٰلِكَ (جس کا ذکر ہوا) مَثَلُهُمْ (ان کی صفت و حالت ہے) فِي التَّوْرٰىةِ (تورات میں) قراءت: اس پر وقف ہے۔وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ (اوران کی صفت ہے انجیل میں) یہ مبتدأ ہے اس کی خبر كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ (جیسے کھیتی کہ اس نے اپنی سوئی نکالی) کونپل۔عرب کہتے ہیں اشطأ الزرع۔جب وہ اپنی سوئی نکالے۔ فَاٰزَرَهٗ (پھر اس نے اس کو مضبوط کر دیا) قراءت: شامی نے فَآزره پڑھا ہے۔ فَاسْتَغْلَظَ (پھر وہ کھیتی اور موٹی ہوئی) وہ نرمی سے سختی تک پہنچی۔ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ (پھر وہ اپنے تنہ پر سیدھی کھڑی ہوگئی) اپنی پوری پر سیدھی ہوگئی۔سُوق جمع ساق کی ہے۔ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ (وہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی) کہ وہ اس کی قوت پر متعجب ہیں۔

ایک قول یہ ہے:

انجیل میں لکھا ہے کہ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے۔وہ کھیتی کی طرح اگیں گے وہ بھلائی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔

قولِ عکرمہ رحمہ اللہ:

اس نے اپنی سوئی نکالی ابوبکر کے ساتھ پس اس کو قوت دی عمر کے ذریعہ اور موٹی ہوگئی عثمان کے ذریعہ اور اپنی پنڈلی پر کھڑی ہوئی علی کے ذریعہ رضی اللہ عنہم۔ یہ ایک مثال ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ابتدائے اسلام اور اس کی ترقی کے سلسلہ میں بیان فرمایا ہے۔ یہاں تک کہ وہ قوی و مستحکم ہوگیا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے کھڑے ہوئے۔پھر اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے آپ کو قوت دی۔جیسا کہ کھیتی کی اولین طاقت کہ جو اس کھیتی کو اطراف سے پیدا ہو کر گھیر لیتی ہے۔اس کو مضبوط کرتی ہے یہاں تک کہ کسان کو خوبصورت نظر آتی ہے۔لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ (تاکہ ان سے کافروں کے دلوں کو جلا دے) کھیتی کی تشبیہ جس نشوونما اور قوت میں اضافے پر دلالت کرتی ہے۔ یہ اس کی تعلیل ہے اور یہ بھی درست ہے کہ اس کو وعدالله الذين كا معلل قرار دیا جائے۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا (اللہ تعالیٰ نے ان صاحبوں سے جو کہ ایمان لائے ہیں اور نیک کام کر رہے ہیں مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے) اس کی تعلیل اس لئے بن سکتی ہے۔کیونکہ جب کفار سنیں گے۔کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی عزت کے ساتھ آخرت کے ان انعامات کا وعدہ کر رکھا ہے تو وہ اس سے جلیں گے۔

مِن جو کہ منهم میں ہے یہ بیانیہ ہے۔جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔فاجتنبوا الرجس من الاوثان۔[الحج: ۳۰] ای

فاجتنبوا الرجس الذی هو الاوثان۔عرب کہتے ہیں انفق من الدراهم ای اجعل نفقتك هذا الجنس۔اس جنس کو اپنا خرچہ بناؤ۔(هم کا مرجع وہی ہے جو بهم میں هم کا ہے۔)

ردِقولِ روافض:

یہ آیت روافض کے اس قول کی تردید کررہی ہے۔کہ وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت وہ سب کافر ہوگئے۔

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے ساتھ مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ اسی صورت میں درست ہوسکتا ہے جبکہ وہ اس پر ثابت قدم رہے ہوں۔جس پر وہ آپ کی زندگی میں وعدہ کے وقت قائم تھے۔

اے اللہ صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے اور قیامت میں ان کے ساتھ حشر فرما آمین ثم آمین۔

الحمدللہ سورۃ الفتح کی آیات کا تفسیری ترجمہ آج قبل العشاء ۲۹ اپریل ۲۰۰۳ء تکمیل پذیر ہوا۔

سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانِيْ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ حجرات مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھارہ آیات اور دو۲ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اے ایمان والو تم اللہ اور رسول سے پہلے سبقت مت کرو، اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ① يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

سننے والا جاننے والا ہے، اے ایمان والو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو

وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا

اور نہ نبی سے اس طرح اونچی آواز سے بات کرو جیسے تم بعض بعض سے اونچی آواز سے بات کرتے ہو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال حبط ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی

تَشْعُرُوْنَ ② اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

نہ ہو، بیشک جو لوگ اللہ کے رسول کے پاس اپنی آوازوں کو پست کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں

امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ③ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ

جن کے دلوں کو اللہ نے تقوی کیلئے خاص کر دیا ہے، ان کے لئے مغفرت ہے اور بڑا اجر ہے، بیشک جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ کو

مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ④ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ

پکارتے ہیں ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے ہیں، اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ انکی طرف نکل آتے

لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑤

تو ان کے لئے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

(اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے پہلے تم سبقت مت کیا کرو)

آیت ۱: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا قدمه واقدمه یہ حشو وہمزہ کے ثقیل ہونے کی وجہ سے قدمه سے منقول ہیں جبکہ وہ آگے بڑھے سبقت کرلے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے۔ یقدم قومه۔[ھود:۹۸] مفعول کو یہاں حذف کیا گیا۔ تاکہ قول و فعل جس میں سبقت کی جاتی ہے۔ ان سب کو شامل ہو اور یہ بھی درست ہے کہ مفعول کا قصد نہ کیا جائے۔ اور نفس تقدم کی طرف متوجہ ہو۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔ وھو الذی یحیی ویمیت۔[المؤمنون۔۸۰]

نمبر۲۔ یا یہ قدم بمعنی تقدم سے لیا جائے۔ جیسا کہ وجہ بمعنی توجہ آتا ہے اور اسی سے مقدمۃ الجیش ہے۔ ایک ایسی جماعت جس کو لشکر سے آگے بھیجا جائے۔ اس کی تاکید قراءتِ یعقوب سے ہوتی ہے۔

قراءت: لا تقدَّموا تتقدموا کی ایک تاء کو حذف کرکے یعقوب نے پڑھا۔

تعظیم رسول کا حکم:

بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ عرب کہتے ہیں جلست بین یدی فلان۔ جبکہ تم یمین وشمال کو چھوڑ کر اس کے قریب بیٹھو۔ دونوں جہتوں کو یدین سے تعبیر کیا گیا۔ کیونکہ وہ دونوں ہاتھوں کی سمتوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان اطراف سے قرب کے باوجود توسعاً ایسا کیا گیا ہے۔ جیسا کہ کسی چیز کو مجاورت کی وجہ سے کسی اور نام سے پکار لیتے ہیں۔ اس عبارت میں مجاز کی قسم تمثیل پائی جاتی ہے اور اس میں ایک عظیم الشان فائدہ ہے۔

فائدہ جلیلہ:

یہ اس شناعت اور برائی کی تصویر ہے جو اس صورت میں پائی جاتی ہے۔ جبکہ وہ کتاب وسنت کی امثلہ کی اتباع کی بجائے امور منہیہ میں سے کسی امر کا ارتکاب کرے۔

نمبر۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ یہ تمہارے اس قول کی طرح ہو۔ سَرّنی زید و حُسنُ حاله۔ یعنی سرنی حسن حال زید۔ اسی طرح یہاں معنی بین یدی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے۔ اس اسلوب کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے اختصاص اور قوی تر ہو جاتا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ مرتبہ ومقام ہے۔ اسی لئے اس انداز کو اختیار کیا گیا۔ اس میں اس ناراضگی والی بات کی تمہید ہے جو ان سے ہوئی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے ان کی آواز بلند ہوئی۔ کیونکہ جس ہستی کا یہ مرتبہ اور عظمت ہو اور ایسی خصوصیت عنایت فرمائی ہو اور ان کے ادب کا سب سے کم درجہ یہ ہے کہ ان کے سامنے آواز پست رکھی جائے اور ان کے ساتھ انتہائی تأدب وتعظیم سے پیش آئیں۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

بعض لوگوں نے عید الاضحیٰ کے دن نماز عید سے قبل جانور ذبح کر ڈالے۔ پس یہ آیت اتری۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قربانی کے اعادہ کا حکم فرمایا۔ (رواہ عبدالرزاق)

قولِ عائشہ رضی اللہ عنہا:

اس میں یوم شک کے روزے سے منع کیا گیا ہے اسی سلسلہ میں یہ آیت اتری ہے۔ (ذکرہ دارقطنی)

وَاتَّقُوا اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو!) اگر اس سے ڈرو گے تو تقویٰ تمہیں مناہی کے ارتکاب سے محفوظ کر دے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ (بیشک اللہ سننے والے ہیں) ان سب باتوں کو جو تم کہتے ہو۔ عَلِيْمٌ (اور جاننے والے ہیں) جو تم کرتے ہو۔ اور ایسی سمیع وبصیر وعلیم ہستی کا حق یہ ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔

آیت ۲: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (اے ایمان والو) اس نداء کو دوبارہ تاکید کیلئے لائے تاکہ ہر خطاب جدید کے وقت اپنی بصیرت کی تجدید کر لیں اور غور وفکر سے بالکل غفلت نہ برتیں۔

آواز کو آپ کی مجلس میں پست رکھیں:

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (اپنی آوازیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو) یعنی جب آپ گفتگو فرما رہے ہوں اور تم بھی گفتگو کرو تو تم اپنی آواز کو بلندی میں اس حد تک نہ پہنچاؤ۔ جس حد تک آپ پہنچانے والے ہوں۔ اپنی آواز اس طرح ہلکی رکھو کہ آپ کا کلام تمہارے کلام سے بلند تر نظر آئے۔ اور آپ کا جہر تمہارے جہر پر نمایاں ہو یہاں تک کہ آپ کا مقام اس سے چمکنے والا ہو۔ آپ کی سابقیت واضح تر ہو۔ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ (اور نہ ان سے کھل کر بولا کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو) جب تم آپ سے اس حالت میں گفتگو کرو کہ آپ خاموشی اختیار فرمانے والے ہوں تو آواز کو بلند کرنے کی جو ممانعت کی گئی ہے۔ اس سے مت پھرو بلکہ وہ ملحوظ خاطر رہے اور مزید یہ کہ جہر میں اس مقام پر بھی نہ پہنچو جو تم باہمی ایک دوسرے کے ساتھ استعمال کرتے ہو۔ اور ایسا مت کرو کہ جان بوجھ کر آپ سے ایسا نرم اور سرگوشی کے قریب کلام کرو جس سے دوبارہ سوال کر کے جہر میں اضافہ ہو۔

یا آپ کو یا محمد اور یا احمد نام لے کر مت آواز دو۔ بلکہ آپ سے نبوت کے لقب سے اور وقار وتعظیم سے خطاب کرو۔

جب یہ آیت نازل ہوئی ابوبکرؓ وعمرؓ آپ سے اس طرح کلام فرماتے جیسے کوئی صاحب راز سے کلام کرتا ہے۔

(رواہ البخاری: ۴۸۴۵)

روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما:

یہ آیت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے متعلق اتری۔ ان کو اونچا سنتا تھا۔ اور ان کی آواز بھی زوردار تھی۔ کلام کرتے وقت وہ اپنی آواز کو بلند کرتے۔ بسا اوقات وہ آپ سے بات کرتے ہوتے تو ان کی آواز سے آپ کو تکلیف پہنچتی۔

كجهر کی کاف تشبیہ محل نصب میں واقع ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے لا تجهروا له جهرًا مثل جهر بعضكم لبعضٍ۔

مخصوص جہر کی ممانعت:

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ کہ مطلقاً جہر سے نہیں روکا گیا کہ کسی صورت میں ان کو سوائے آہستہ کلام کے اجازت ہی نہ ہو۔ بلکہ مخصوص جہر کی ممانعت کی گئی ہے۔ میری مراد یہ ہے۔ کہ ایسا جہر جو اس انداز کا ہو جس کی ان کے ہاں باہمی گفتگو میں عادت تھی اور وہ جہر عظمت نبوت' شان ذات نبوت کے لحاظ کے بغیر ہو۔

اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ (کبھی تمہارے اعمال برباد ہو جائیں) نحو : یہ مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور نہی کے معنی سے متعلق ہے۔ معنی اس طرح ہے انتهوا عما نهيتم عنه لحبوط اعمالكم اى بخشية حبوطها۔ تم باز رہو اس سے جس سے تمہیں اعمال کے حبط ہونے کے خطرہ کے پیش نظر روکا گیا ہے۔ حبوط کا مضاف محذوف مانا گیا ہے۔ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (اور تم کو خبر بھی نہ ہو)

آیت ۳: اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ (بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ کے سامنے پست رکھتے ہیں) نحو : اِن کا اسم رسول اللہ پر مکمل ہوا۔ اولئك الذين الخ یہ ان کی خبر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی آوازوں کو آپ کی تعظیم کیلئے پست رکھتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى (یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کیلئے خاص کر دیا ہے) نحو : اولئك مبتدأ اور الذين یہ جملہ اس کی خبر ہے۔ الذين کا صلہ للتقوىٰ تک پورا ہوا۔ یہ اپنے مبتدأ سے مل کر خبر اِنَّ بن گئی۔ امتحن کا معنی تقویٰ کیلئے خالص کرنا۔ عرب کہتے ہیں امتحن الذهب وفتنه۔ جبکہ پگھلایا جائے اور اس سے میل کو نکالدیا جائے اور صاف کر دیا جائے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ اس کے دل کے ساتھ مختبر کا سا معاملہ کیا گیا تو اس کو خالص پایا گیا۔

قولِ عمر رضی اللہ عنہ:

امتحن کا معنی شہوات کا اس سے دور کرنا۔ الامتحان یہ باب افتعال ہے۔ محنه: زبردست آزمائش' تھکا دینے والی پرکھ۔ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (ان لوگوں کیلئے بخشش اور عظیم اجر ہے) یہ دوسرا جملہ ہے۔ یہ شیخین رضی اللہ عنہما کے متعلق اتری کیونکہ وہ دونوں آواز کو ہلکا کرنے والے تھے۔

آیت کے لطائف:

آواز پست کرنے والوں کو ان مؤکدہ کا اسم بنایا اور اس کی خبر ایسے مبتدأ و خبر سے لائے جو دونوں معرفہ ہیں۔ مبتدأ اسم اشارہ اولئك ہے۔ ان کے عمل کی جزاء جس جملہ میں ذکر کی اس کو دوبارہ لوٹایا۔ اور جزاء کو نکرہ مبہمہ لائے۔ اس معاملے سے معلوم ہوتا ہے کہ آواز پست کرنے پر انتہائی راضی ہیں اور ایسے لوگ کمال کے انتہائی درجہ پر فائز المرام ہیں اور آواز بلند کرنے والوں پر تعریض کر دی کہ اس کا ارتکاب اللہ تعالیٰ کو انتہائی ناپسند ہے۔

وفد بنو تمیم کی نادانی:

آیت ۴: اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ (بیشک جولوگ حجروں کے باہر آپ کو پکارتے ہیں) یہ آیت وفد بنو تمیم کے متعلق نازل ہوئی۔ وہ خدمت نبوی میں دوپہر کے وقت پہنچے جبکہ آپ آرام فرما تھے۔ ان میں اقرع بن حابس' عیینہ بن حصن بھی تھے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجرات کے باہر سے آوازیں دیں اور کہنے لگے۔ اے محمد! آپ باہر نکل کر آئیں! ہماری مدح زینت اور ہماری مذمت عیب دار بنا دیتی ہے۔ پس آپ بیدار ہو کر باہر تشریف لائے۔ (ابن اسحاق فی السیرۃ)

الوراء: ہر وہ جانب جو تم سے کسی شخص کو اس کے سایے کے ساتھ چھپالے خواہ وہ آگے ہو یا پیچھے۔ من۔ یہ ابتدائے غایت کیلئے ہے۔ کہ آواز اس مقام سے شروع ہوئی اور دی گئی۔ الحجرۃ۔ زمین کا ایسا ٹکڑا جس کو چاروں طرف دیوار کھینچ کر روکا گیا ہو۔ یہ فُعلۃ کا وزن بمعنی مفعولہ استعمال ہوتا ہے جیسے قُبضۃ بمعنی مقبوض۔ اس کی جمع حُجُرات دوضموں سے ہے۔ یزید نے حَجُرات پڑھا ہے۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے حجرات مراد ہیں۔ ہر زوجہ محترمہ کے لئے ایک حجرہ تھا۔ ان کے آواز دینے کا واقعہ ان تمام حجرات کے پیچھے سے تھا شاید وہ آپ کی تلاش میں تمام حجرات پر پھیل گئے تھے۔ یا انہوں نے آپ کو اس حجرہ کے پیچھے سے آواز دی جس میں آپ آرام فرما رہے تھے۔ مگر آپ کی عظمت شان کے لئے جمع کا صیغہ لایا گیا۔ اگرچہ اس کا ارتکاب تو بعض نے کیا مگر نسبت ان تمام کی طرف کر دی گئی۔ اور چونکہ تمام وفد کی صورت میں تھے اور باقی بھی اس پر راضی تھے اس لئے گویا تمام نے یہ فعل کیا۔

اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ (ان میں سے اکثروں کو عقل نہیں ہے) نمبر ۱۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اس میں وہ بھی ہوں جن کو مستثنیٰ کرنے کا ارادہ کیا گیا۔ نمبر ۲۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ مراد نفی عام ہو۔ کیونکہ قلت نفی کے موقع پر ہی شمار کی جاتی ہے۔

لطائفِ آیت:

اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی عظمت وشان کو ذکر فرمایا گیا ہے۔ نمبر ۱۔ چیخ کر آواز دینے والوں کے لئے بیوقوفی وجہالت لکھ دی۔ نمبر ۲۔ آپ کے قیلولہ اور مقام خلوت کو کنایۃً حجرات سے تعبیر فرمایا۔ نمبر ۳۔ الف لام سے معرفہ ذکر کیا۔ اضافت سے نہیں۔ اگر ذرا غور سے کام لیا جائے تو اول سورت سے اس آیت تک اسی طرح الف لام سے معارف کو ذکر کیا۔ دیکھو اللہ اور رسول کی طرف جن امور کی نسبت ہے وہ دوسرے امور پر بلا تقیید مقدم ہیں۔ پھر اس نہی کے بعد تقدیم کی جنس جیسے رفع صوت اور جہر کو پہلے لائے۔ گویا پہلا دوسرے کیلئے تمہید کی مانند ہے۔ پھر آواز آہستہ کرنے والوں کی تعریف فرمائی تا کہ اس سے یہ ظاہر ہو کہ اللہ کی بارگاہ میں اس کی بڑی قدر ہے۔ پھر اس کے بعد وہ لائے جو کہ اس سے بھی زیادہ ناپسندیدگی میں بڑھ کر ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ میں آرام فرمانے کی صورت میں دیوار کے پیچھے سے چیخ چیخ کر آواز دینا۔ چیخ چیخ کر اس طرح آواز دینا جیسا کہ عام آدمی کو آواز دی جاتی ہے۔ یہ اس ترتیب سے اس لئے لائے تا کہ اس بدترین جسارت پر متنبہ کر دیا جائے۔ کیونکہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا

اے ایمان والو اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لو ایسا نہ ہو کہ تم نادانی کی وجہ سے کسی قوم کو ضرر پہنچا دو پھر اپنے

عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝۶

کئے پر نادم ہونا پڑے۔

جن کے مرتبے کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر بلند کیا ہو تو ان کے متعلق یہ جسارت انتہائی سخت ترین جسارت ہے۔

صبر کا مفہوم:

آیت ۵: وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا (اور اگر یہ لوگ صبر کرتے) یعنی اگر ان کا صبر قائم رہتا۔ یہ محل رفع میں فاعلیت کی بناء پر واقع ہے۔ الصبر : نفس کی خواہش کو روک کر رکھنا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا۔ واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم۔ [الکہف:۲۸] اور عرب کا قول صبر عن كذا۔ اس سے نفس کو جو کہ مفعول ہے حذف کیا گیا ہے۔ مشہور محاورہ ہے۔ الصبر مرّ لا يتجرّعه الاحرٌ۔ صبر تلخ است مگر بر شیریں دارد۔ حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ (یہاں تک کہ آپ خود ان کے پاس باہر آ جاتے) لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ (تو ان کے لئے بہتر تھا) اس سے یہ فائدہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر آپ باہر تشریف لاتے اور آپ کا نکلنا ان کی طرف اور ان کی خاطر نہ ہوتا تو پھر بھی لازم تھا کہ وہ اس وقت تک صبر کرتے یہاں تک کہ ان کو علم ہو جاتا کہ آپ کا نکلنا ان کی طرف ہے۔ تو صبر ان کے لئے دینی لحاظ سے بہتر ہوا۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے) اللہ تعالیٰ بہت وسیع مغفرت و رحمت والا ہے۔ ان لوگوں سے بھی وہ اپنی رحمت کو ہرگز تنگ نہ کریں گے اگر یہ توبہ و انابت سے کام لیں گے۔

ولید بن عقبہ کی بدگمانی:

آیت ۶: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا (اے ایمان والو! اگر کوئی شریر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اچھی طرح تحقیق کرو) اس بات پر مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ ولید بن عقبہ کے متعلق نازل ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بنو مصطلق کی طرف صدقہ کی وصولیابی کیلئے عامل مقرر فرمایا۔ ان کے اور بنو مصطلق کے درمیان زمانۂ جاہلیت میں چپقلش تھی۔ پس جب وہ ان کے گھروں کے قریب پہنچا تو وہ ان کا استقبال کرنے نکلے۔ اس نے گمان کیا کہ وہ اس سے لڑنے نکلے ہیں۔ وہاں سے واپس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوٹ کر کہہ دیا۔ وہ تو مرتد ہو گئے اور انہوں نے زکوٰۃ سے انکار کر دیا ہے۔ پس آپ نے خالد بن ولید کو تحقیق حال کیلئے بھیجا تو ان کو نماز پڑھتے پایا۔ بنو مصطلق نے ان کو اپنے تمام اموال صدقات سپرد کر دیئے جنہیں لے کر وہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ آیت میں فاسق اور نبأ دونوں کو نکرہ لا کر عام کرنا مقصود ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ جونسا فاسق اور جو خبر لائے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ

اور تم جان لو کہ بیشک تمہارے اندر اللہ کے رسول موجود ہیں، بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر وہ ان میں تمہاری بات مان لیں تو تم مشقت میں پڑ جاؤ، اور لیکن اللہ نے

حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ

ایمان کو تمہارے لئے محبوب بنا دیا اور اسے تمہارے قلوب میں مزین کر دیا اور کفر اور فسوق اور نافرمانی کو تمہارے نزدیک مکروہ بنا دیا ہے،

اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ۙ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

یہ لوگ ہدایت والے ہیں اللہ کی طرف سے فضل اور نعمت کی وجہ سے، اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا ہے۔

فَتَبَيَّنُوْٓا : (تو خوب تحقیق کرلیا کرو) پس اس میں توقف کرو اور معاملے کی وضاحت اور حقیقت کا انکشاف تلاش کرو۔ فاسق کی بات پر اعتماد مت کرو کیونکہ جو فسق سے نہیں بچتا وہ کذب سے کیونکر محفوظ ہوگا جو اسی کی قسم ہے۔

دلالتِ آیت :

اِس آیت میں دلالت پائی جاتی ہے کہ ایک عادل کی خبر قبول کرلی جائے گی کیونکہ اگر ہم اس کی خبر پر بھی توقف کریں گے تو ہم فاسق و عادل کو برابر ٹھہرانے والے بن جائیں گے اور یہاں فاسق کی تخصیص بلا فائدہ ہو جائے گی۔ الفسوق: کسی چیز سے نکلنا۔ عرب کہتے ہیں: فسقت الرطبة عن قشرها۔ اس کا مقلوب فقست البيضة۔ جبکہ تم انڈے کو توڑ کر اس کے اندرون کو نکال لو۔ اور اس کا مقلوب۔ قفست الشئ۔ جب کہ تم غضب کے ذریعہ کسی چیز کو اس کے مالک کے ہاتھ سے نکال لو۔ پھر یہ لفظ کبائر کے ارتکاب کے ساتھ میانہ روی سے نکلنے کے لئے استعمال ہونے لگا۔

قراءت: علی، حمزہ نے فتثبتوا پڑھا ہے۔ التثبت اور التبیین یہ دونوں لفظ قریب قریب ہیں۔ دونوں پختگی، وضاحت اور پہچان طلب کرنے کے لئے آتے ہیں۔ اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا (کبھی کسی قوم کو ضرر نہ پہنچا دو) بِجَهَالَةٍ (نادانی سے) نَحْوَ : یہ حال ہے۔ اس حال میں کہ تمہیں حقیقت حال و واقعہ کا علم نہ ہو۔ فَتُصْبِحُوْا یہ تصیر کے معنی میں ہے۔ عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ (پھر اپنے کیے پر پچھتانا پڑے) الندم: یہ غم کی ایک قسم ہے۔ کہ آدمی اپنے کیے پر پشیمان ہو۔ اور تمنا کرے کہ وہ کام اس سے سرزد نہ ہوتا۔ یہ ایسا غم ہے جو ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے۔

بنو مصطلق اور ولید کے واقعہ میں مبالغہ نہ کرنے والوں کی تعریف:

آیت ۷: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ (اور تم جان رکھو کہ تم میں رسول اللہ ہیں) پس ان سے جھوٹ مت کہو۔ اللہ تعالیٰ ان کو اطلاع دے دیں گے پھر جھوٹے کا پردہ چاک ہو جائے گا۔ نمبر ۲۔ ان کی طرف رجوع کرو اور ان کی رائے طلب کرو۔ پھر جملہ

مستانفہ لائے اور فرمایا۔ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ (بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر اس میں تمہارا کہنا مانا کریں تو تم کو بڑی مضرت پہنچے) تو تم مشقت و ہلاکت میں پڑ جاؤ۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بعض مسلمانوں نے واقعۂ بنو مصطلق کے مبتلا ہونے اور ولید کے قول کو مزین کر کے پیش کیا اور بعض اس سے بچنے والے تھے اور ایسی جسارت کو ان کے تقویٰ کے خلاف خیال کرتے تھے۔ یہی وہ لوگ تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ کیا اور فرمایا۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ (لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو ایمان کی محبت دی)

ایک قول یہ ہے:

کہ یہ وہی لوگ ہیں الذین امتحن اللّٰہ قلوبھم للتقوٰی میں جن کا ذکر فرمایا۔

جب کہ حبب اللّٰہ والی صفت اس حالت سے مغایرت رکھتی تھی جس کا تذکرہ اس سے پہلے ہے تو لکن بطور استدراک کے لایا گیا وہ موقعہ استدارک یہ ہے کہ نفی و اثبات دونوں کے لحاظ سے یہ ماقبل کے مخالف ہے۔

وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ (اور اس کو تمہارے دلوں میں مزین کر دیا۔ اور نفرت دے دی کفر) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو چھپانا اور تکبر سے ان کا انکار کرنا۔ وَالْفُسُوْقَ (اور فسق) ایمان کی راہ سے کبائر کے ارتکاب کے ساتھ نکلنا۔ وَالْعِصْيَانَ (اور عصیان سے) عصیان: شارع نے جس بات کا حکم دیا اس کی اطاعت چھوڑنا۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ (ایسے لوگ راہ راست پر ہیں۔) یعنی یہ لوگ جن کو مستثنیٰ کیا گیا وہی راہ راست پر ہیں۔ انہوں نے حق کی راہ کو پا لیا ہے اور استقامت سے ادھر ادھر مائل نہیں ہوتے۔ الرشد راہ حق پر پختگی سے قائم رہنا۔ یہ الرشادۃ سے لیا گیا جس کا معنی چٹان آتا ہے۔

آیت ۸: فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً (اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام سے) فضل و نعمت۔ افضال و انعام کے معنی میں ہیں۔ نحو: یہ مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ حبب و کرہ للفضل و النعمۃ اس افضال و انعام کے لئے ایمان محبوب بنایا اور کفر و فسق و عصیان کو مبغوض بنایا ہے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ (اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے) ایمان والوں کے حالات اور ان کے باہمی تفاضل و امتیاز کو جانتا ہے۔ حَكِيْمٌ (حکمت والا ہے) جبکہ وہ افاضل پر اپنی توفیق سے فضل و انعام کرتا ہے۔

وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ

اور اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں قتال کرنے لگیں تو ان کے درمیان صلح کرادو، پھر اگر ان میں سے ایک گروہ

اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ

دوسرے گروہ پر زیادتی کرے تو اس سے جنگ کرو جو زیادتی کر رہا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، سو اگر

فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۹

وہ رجوع کرے تو ان دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف کرو، بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ

ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں سو اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرادو، اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم پر

تُرْحَمُوْنَ ۝۱۰ ع

رحم کیا جائے۔

اوس وخزرج کی باہمی لے دَے:

آیت ۹: وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا (اور اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس کے پاس رکے جس میں بعض انصار بھی تھے۔ آپ ﷺ گدھے پر سوار تھے۔ گدھے نے پیشاب کیا تو عبداللہ بن ابی اپنی ناک بند کر کے کہنے لگا۔ اپنے گدھے کو جانے دو اس کی بدبو نے ہمیں تکلیف پہنچائی ہے۔ اس پر عبداللہ بن رواحہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گدھے کا پیشاب تیری کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور ان کے درمیان بات لمبی ہوگئی۔ یہاں تک کہ ایک دوسرے کو سخت سست اور قمچیاں بھرنے کی پہنچ گئی۔ دونوں کے حمایتی آئے اور وہ اوس وخزرج تھے۔ ان کی باہمی لاٹھی ڈنڈوں سے لے دے ہوئی۔ **ایک قول** یہ ہے کہ مکوں اور گھونسوں اور جوتوں اور کھجور کی چھڑیوں سے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف دوبارہ لوٹے اور ان کے مابین صلح کرائی۔ اور یہ آیت اتری۔

(رواہ البخاری۔ ۲۶۹۱۔ مسلم ۱۷۹۹)

فوائدِ لفظ:

اقتتلوا کو معنی کا لحاظ کر کے جمع لائے۔ کیونکہ الطائفتین قوم وناس کے معنی میں ہے اور فاصلحوا بینھما میں ضمیر تثنیہ لفظ

کے لحاظ سے لائی گئی ہے۔

فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى (پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے) البغی: ظلم وزیادتی اور صلح سے انکار۔ فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ (تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ خدا تعالیٰ کے حکم کی طرف رجوع ہو جائے) تفیئ: رجوع کرنا' لوٹنا۔ سائے کو بھی فیئ اور غنیمت کو بھی فیئ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ غروب آفتاب کے بعد سایہ اصل کی طرف لوٹ آتا ہے اور کفار کا جو مال مسلمانوں کی طرف لوٹ آئے وہ مال فیئ ہے۔

باغی گروہ سے لڑنے کا حکم:

الفئة الباغية کا حکم یہ ہے کہ جب تک وہ لڑیں ان سے قتال کیا جائے۔ جب وہ رک جائیں اور لڑائی سے ہاتھ کھینچ لیں تو ان سے ہاتھ روک لیا جائے۔ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ (یعنی صلح کی جو بات کتاب اللہ میں مذکور ہے) اور بغض کو زائل کرنے کا جو حکم ہے۔ فَاِنْ فَآءَتْ (پھر اگر رجوع ہو جائے) یعنی بغاوت سے امر اللہ کی طرف فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا (تو ان کے مابین اصلاح کرو اور انصاف کا خیال رکھو) اقسطوا کا معنی عدل کرو۔ بطور عموم قسط کا لفظ استعمال کر کے انصاف کا حکم دیا۔ حالانکہ اس سے پہلے اصلاح ذات البین کا حکم دیا جا چکا۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ انصاف والوں کو پسند کرتے ہیں) مقسط: عادل کو کہتے ہیں۔ القُسط ظلم کو اور القِسط العدل کو کہتے ہیں۔ اقسط یہ اسم تفضیل ہے۔ اس کی ہمزہ سلب کیلئے ہے۔ ای از ال القُسط اس نے ظلم کو زائل کیا۔ (اور انصاف ازالۂ ظلم ہی کو کہتے ہیں)

مسلمانوں میں باہمی مخاصمت کی تاکید:

آیت ۱۰: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ (مسلمان تو سب بھائی ہیں۔ پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان اصلاح کرو) یہ آیت اس اصلاح کی ذمہ داری کے مضمون کو پختہ کرنے کے لئے لائے۔ کہ اگر ان کے مابین مخالفت پھوٹ پڑے تو درستگی کرو۔ اور اس آیت میں وضاحت فرمائی کہ ایمان نے مسلمانوں کے اندر ایک قریبی تعلق اور چمٹی رہنے والی مناسبت پیدا کر دی ہے۔ اگر بھائی فضیلت نہ دیں تو اس میں کمی نہ آئے گی۔ پھر یہ عامہ مستمرہ ہے کہ جب دو بھائیوں میں ایسی چیز پھوٹ پڑے تو سب پر لازم ہے کہ اس کے دور کرنے کے لئے اٹھیں اور صلح سے اس کو ختم کریں پھر دینی بھائی تو اس کے زیادہ حقدار ہیں۔

قراءت: یعقوب نے اخوتکم پڑھا ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو تا کہ تم پر رحمت کی جائے) یعنی اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو تقویٰ تمہیں الفت ومیل ملاپ پر آمادہ کرے گا۔ تمہارے ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی مطلوبہ رحمت تمہیں حاصل ہو جائے گی۔

مَسْئَلَة: یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ بغاوت ایمان کو زائل نہیں کرتی۔ کیونکہ بغاوت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو مؤمن قرار دیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ

اے ایمان والو نہ تو مرد،مردوں کی ہنسی اڑائیں،ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں ،اور نہ عورتیں

مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا

عورتوں کی ہنسی اڑائیں ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ اپنی جانوں کو عیب لگاؤ ،اور نہ ایک دوسرے کو

بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

برے لقب سے یاد کرو،اور ایمان کے بعد گناہ کا نام لگنا برا ہے اور جو شخص توبہ نہ کرے یہ لوگ

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ز اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ

ظلم کرنے والے ہیں۔ اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بلا شبہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں

وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ

اور تجسس نہ کرو،اور تم میں سے بعض بعض کی غیبت نہ کریں ، کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت

مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ

کھائے سو تم اس کو برا سمجھتے ہو،اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے مہربان ہے۔ اے لوگو! بیشک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا

مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ

کیا ہے اور تمہارے مختلف خاندان اور قبیلے بنا دیے تا کہ آپس میں شناخت کر سکو بیشک تم میں سے سب سے بڑا عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے بڑا پرہیز گار ہے

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾

بیشک اللہ جاننے والا ہے باخبر ہے۔

تمسخر کی ممانعت:

آیت ۱۱: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ (اے ایمان والو! نہ تو مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہیے۔ کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہیے۔ کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں) قوم سے خاص کر مرد مراد ہیں کیونکہ وہ عورتوں کے امور کے ذمہ دار

ہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔الرجال قوامون علی [النساء:۳٤] قوامون اصل میں قائم کی جمع ہے جیسا صوم جمع صائم کی ہے اور زور جمع زائر کی ہے۔اور قوم سے مردوں کا مراد ہونا ظاہر ہے کیونکہ اگر عورتیں اس میں داخل ہوتیں۔تو ولا نساء نہ فرمایا جاتا۔اور زہیر شاعر نے اپنے قول میں اس کو پیش کیا ہے۔

وما ادری ولست اخال ادری۔أقوم آل حصنٍ ام نساء؟ باقی قوم فرعون اور قوم عاد کا لفظ جو قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے۔وہاں مذکر ومؤنث ہر دو مراد ہیں۔قوم کا لفظ فریقین کو شامل کرنے والا نہیں۔لیکن مذکر کا قصد کر کے اناث کو چھوڑ دیا کیونکہ وہ مردوں کے تابع ہیں۔

قوم اور نساء کے لفظ دونوں نکرہ لائے گئے اس میں دو معنی کا احتمال ہے۔نمبرا۔بعض مؤمنین ومؤمنات ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑائیں۔فائدہ کے عام ہونے اور ہر جماعت کے لئے تمسخر کو ممنوع قرار دیا۔یہاں رجل من رجل اور لا امرأة من امرأة مفرد استعمال نہیں کیا گیا۔یہ بتلانے کیلئے کہ بہت سے آدمی اور بہت سی عورتیں اس فعل کا اقدام کرتی ہیں۔اور اسی طرح بہت سی عورتیں اس کو کرنے والی ہیں۔اور اس حالت کی برائی کو ظاہر کیا۔اور عسٰی ان یکونوا خیرًا منھم جملہ مستانفہ ہے۔اور یہ جملہ نہی کی علت دریافت کرنے والے کے جواب کی جگہ لایا گیا ہے۔ورنہ تو اس کا حق یہ تھا کہ فاء کے ذریعہ یہ ماقبل سے ملا ہوا ہوتا۔معنی یہ ہے کہ ہر ایک کو یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ جس کا مذاق اڑایا گیا وہ بسا اوقات تمسخر اڑانے والے سے بہت بہتر ہوتا ہے۔اس لئے کہ لوگوں کو تو صرف ظواہر کا علم ہے۔دلوں کے رازوں سے وہ واقف نہیں۔اللہ تعالیٰ کے ہاں جس چیز کا وزن ہے۔وہ خلوصِ قلب ہے۔اس لئے مناسب یہ ہے کہ کوئی اس شخص کے ساتھ استہزاء کی جرأت نہ کرے۔جس کو اس کی آنکھ حقیر قرار دیتی ہے۔اس لئے کہ اس کو پراگندہ حالت میں دیکھا یا بدن میں عیب والا پایا یا گفتگو طرار نہ پایا۔شاید کہ وہ ضمیر کے لحاظ سے مخلص ترین اور دل کے اعتبار سے پاکیزہ تر ہو جو کہ اس حالت کا عکس ہے جس میں اس کو دیکھا۔پس جس کو اللہ تعالیٰ نے عزت دی اس کو حقیر قرار دے کر یہ اپنے اوپر ظلم کرے گا۔

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

مصیبت کا دارومدار بات پر ہے۔اگر تو کتے سے کہے کہ میں تم سے تمسخر کروں گا تو مجھے خطرہ ہوگا کہ بدل کر کتا نہ بنا دیا جاؤں۔(رواہ ابن ابی شیبہ)

طعنہ زنی کی ممانعت:

وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ (اور نہ طعنہ دو ایک دوسرے کو) اپنے اہل دین کو طعنہ زنی نہ کرو۔اللمز: طعنہ مارنا اور زبان استعمال کرنا۔قراءت: تُلَمَّزوا یعقوب، سہل نے پڑھا ہے۔مؤمن ایک جان کی طرح ہیں۔جب ایک مؤمن نے دوسرے کا عیب نکالا تو گویا اپنا عیب نکالا۔ایک قول یہ ہے: اس کا معنی اس طرح ہے۔ایسا کام نہ کرو جس سے طعنہ زنی کی جائے۔کیونکہ

جس نے طعنہ زنی والا کام کیا گویا اس نے اپنے پر خود طعنہ زنی کی۔ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ (اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو) تنابز بالالقاب کا معنی القاب سے یاد کرنا۔ النبز: برا لقب اور التلقیب ہو لقب ممنوع ہے جس سے ملقب بہ کو ناپسندیدگی ہو اور اس سے اس کی مذمت وقدح نکلتی ہو۔ جس لقب کو وہ پسند کرے اس میں کوئی حرج نہیں۔

روایت میں ہے کہ بنو تمیم کے کچھ لوگوں نے بلال وخباب، عمار وصہیب رضی اللہ عنہم کا مذاق اڑایا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔

روایت عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہے کہ میں زینب بنت خزیمہ سے مذاق کیا کرتی تھی ان کا قد چھوٹا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے ام سلمہ کو چھوٹے قد کی عار دلائی۔

(ترمذی۔۳۸۹۴۔احمد ۳/۱۳۵۔نسائی ۳۳ فی عشرۃ النساء)

ایک روایت ہے کہ یہ ثابت بن قیس کے متعلق نازل ہوئی۔ ان کو اونچا سنتا تھا۔ صحابہ کرام ان کے لئے مجلس رسول میں گنجائش کر دیتے تا کہ بات کو سن سکیں۔ ایک دن وہ آئے اور زبان سے کہہ رہے تھے۔ کھل جاؤ کھل جاؤ۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا پہنچے۔ اور ایک آدمی کو کہا۔ ذرا ہٹ جاؤ۔ اس نے ایسا نہ کیا تو ثابت کہنے لگے یہ کون ہے؟ اس نے کہا میں فلاں ہوں۔ تو ثابت نے کہا تو تو فلانی عورت کا بیٹا ہے۔ اس سے مراد اس کی ماں تھی۔ جس کی وجہ سے جاہلیت میں اس کو عار دلاتے تھے۔ وہ آدمی شرمندہ ہوا۔ اس پر یہ آیت اتری۔ تو ثابت نے سن کر کہا میں آئندہ کبھی کسی پر نسب سے فخر نہ کرونگا۔ (ثعلبی بغیر سند)

بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ (ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا برا ہے) الاسم یہاں تذکرہ کے معنی میں ہے۔ عرب کا قول ہے۔ طار اسمه فی الناس بالکرم یا باللؤم لوگوں میں اس کا نام سخاوت یا ملامت میں مشہور ہوا۔ اس کی حقیقت اس کا تذکرہ جو لوگوں میں بلند و بالا ہوا۔ گویا تقدیر کلام اس طرح ہے۔ بئس الذکر المرتفع للمؤمنین بسبب ارتکاب هذه الجرائر ان یذکروا بالفسق۔ ایمان والوں کے لئے ایسا تذکرہ بلند ہونا بہت ہی برا ہے جو ان جرائم کی وجہ سے ہو کہ ان کا تذکرہ فسق سے کیا جائے۔

بعد الایمان کہہ کر بتلایا کہ ایمان اور فسق کا جمع کرنا جو ایمان کیلئے خطرہ ہے بہت ہی برا ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ بئس الشان بعدالکبرة الصبوة۔ عشق اور بڑھاپے کو جمع کرنا بڑا خطرناک ہے۔

ایک قول یہ ہے:

ان کے ہاں جو یہود میں سے مسلمان ہوتا تو اس کو اس طرح برا کہتے یا یہودی یا فاسق وغیرہ پس اس بات کی ممانعت کر دی گئی۔ اور انہیں کہا گیا۔ کہ آدمی کے مسلمان ہونے کے بعد اس کا تذکرہ یہودیت وفسق کے الفاظ سے کرنا یہ بدترین تذکرہ ہے۔

بدگمانی سے گریز کا حکم:

وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ (جو باز نہ آویں گے) اس سے جس سے اس کو روکا گیا ہے۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (وہ ظلم کرنے والے

ہیں) مَن کے لفظ کا لحاظ اور معنی کا لحاظ کر کے واحد و جمع صیغے وارد ہوئے ہیں۔

آیت ۱۲: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ (اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچا کرو) عرب کہتے ہیں جنبه الشر :جبکہ وہ اس سے دور رہے۔اور حقیقت میں اس کا معنی اس کو ایک جانب کر دیا۔پس اس کو دو مفعول کی طرف متعدی کیا جاوے گا۔اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا۔واجنبنی وبنی ان نعبدالاصنام [ابراھیم:۳۵]اور اس کا مطاوع اجتنب الشر ہے پس ایک مفعول کم ہو گیا۔

آیت میں ہر گمان سے نہیں بلکہ بعض گمانوں سے اجتناب کا حکم دیا اور اس بعض کو پھر کثرت سے موصوف کیا۔کیا تم نے اس ارشاد پر غور نہیں کیا جو آگے آتا ہے۔اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں)

قولِ زجاج:

جو گمان گناہ ہے وہ اہل خیر کے متعلق بدگمان ہونا ہے۔باقی اہل فسق کے متعلق تو ہمارا گمان اسی طرح ہے جیسا ان کے ظاہر حال سے نمایاں ہیں۔

نمبر۲۔آیت کا معنی اس طرح ہے۔اجتنبوا اجتنابًا کثیرا۔تم بچو بہت بچنا۔نمبر۳۔کثیر گمانوں سے احتراز کرو تا کہ بعض سے بچ جاؤ۔الاثم: وہ گناہ جس کا مرتکب سزا کا حقدار ہو۔اسی لئے ان کی سزاؤں کو اثام کہا جاتا ہے۔اس سے نکالٌ اور عَذَابٌ کی طرح فَعَالٌ کا وزن ہے۔ وَّلَا تَجَسَّسُوْا (اور سراغ مت لگایا کرو) مسلمانوں کے عیوب اور مستور کا پیچھا مت کرو۔عرب کہتے ہیں: تجسس الامر : جبکہ اس کو خوب تلاش کرے اور ڈھونڈ لے۔یہ تفعُّل کا وزن الجس مصدر سے ہے۔

قولِ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ:

ظاہر کو اختیار کرو جو اللہ تعالیٰ نے مستور کیا اس کو چھوڑ دو۔

قولِ سہل رحمۃ اللہ علیہ:

اپنے بندوں کے جو عیوب اللہ تعالیٰ نے چھپا دیئے تم ان کی تلاش کے پیچھے مت پڑو۔

وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا (اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے) الغیبة :غیر موجودگی میں عیب سے کسی کا تذکرہ کرنا۔ یہ الاغتیاب مصدر سے ہے جیسا الغیلۃ : اغتیال سے ہے۔حدیث میں فرمایا تم اپنے بھائی کا ایسی صفت سے تذکرہ کرو جو وہ ناپسند کرتا ہو۔اگر وہ اس میں پائی جاتی ہو تو غیبت ورنہ بہتان ہے۔(احمد۲/۳۸۴۔مسلم ۲۵۸۹۔ابوداؤد ۴۸۷۴۔ترمذی۔۱۹۳۴)

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

الغیبة : ہمیشہ لوگوں کو کاٹنا (ادام کلاب الناس)

اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا (کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے)

قراءت: مدنی نے میتا پڑھا ہے۔اس آیت میں تمثیل کے انداز میں غیبت کرنے والے کی انتہائی بری تصویر کھینچی گئی ہے۔

بلاغی مبالغات:

اس آیت میں کئی مبالغات ہیں۔نمبرا۔استفہام تقریری نمبر۲۔انتہائی ناپسند چیز کو محبت سے متصل کیا۔نمبر۳۔احد کم کی طرف فعل کا اسناد کیا گیا ہے اور اس سے یہ بتلایا کہ افراد میں سے کسی بھی فرد کیلئے یہ مناسب نہیں۔نمبر۴۔غیبت کی تمثیل میں صرف انسانی گوشت کھانے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ انسان کو بھائی قرار دیا۔نمبر۵۔بھائی کے گوشت پر اکتفاء کیا جاتا تو کافی تھا مگر یہاں اس کو مردہ قرار دے کر اس کا گوشت کھانے کا ذکر کیا۔

قولِ قتادہ رحمہ اللہ:

اگر کیڑے پڑا مردار تم پاؤ تو اس میں سے کھانا تم جیسے ناپسند کرتے ہو اسی طرح زندہ بھائی کے گوشت کو بھی ناپسند کرو۔

نحو: میتا یہ لحم سے حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔یا اخیہ سے جب یہ بات پختہ طور پر ثابت کر دی گئی کہ کوئی شخص بھی مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند نہیں کرتا تو اس کے بعد فرمایا فَکَرِهْتُمُوْهُ (اس کو تو تم ناگوار سمجھتے ہو) یعنی اس کے متعلق ناپسندیدگی جب تمہارے ہاں ثابت ہو چکی اور صحیح عقل کا فیصلہ اسی طرح ہے۔تو استقامت دین کے ساتھ ساتھ یہ کراہت بھی پختہ طور پر تمہارے ہاں ثابت ہو جانی چاہیے۔جو کہ اس کی مثل ہے یعنی جیسے غیبت۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ (اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے) التواب: جو قبولیت توبہ میں انتہاء کو پہنچنے والا ہو۔معنی یہ ہے جس چیز سے بچنے کا حکم دیا اس کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔اور جو غلطی پائی جائے اس پر شرمندہ ہو۔پس اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول فرمائیں گے۔اور متقی توبہ کرنے والوں کے ثواب کا تم پر انعام فرمائے گا۔

غیبت کا اثر:

روایت میں ہے کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ دو صحابہ کی خدمت کرتے تھے ان کے لئے کھانا درست کرتے ایک دن وہ نیند کی وجہ سے یہ کام انجام نہ دے سکے۔پھر ان دونوں نے سلمان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سالن کے لئے بھیجا۔اسامہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے کے نگران تھے۔انہوں نے کہا میرے پاس تو کچھ نہیں۔سلمان نے ان دونوں کو آ کر اطلاع دی۔تو دونوں کہنے لگے۔اگر ہم اس کو سخی کنوئیں کی طرف بھیجتے تو اس کا پانی بھی خشک ہو جاتا۔پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دونوں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا۔میں تمہارے مونہوں میں گوشت کی سرخی پاتا ہوں۔ان دونوں نے کہا۔ہم نے تو گوشت کھایا ہی نہیں۔آپ نے فرمایا۔تم دونوں نے اس کی غیبت کی ہے۔جس نے کسی مسلمان کی غیبت

کی اس نے گویا اس کا گوشت کھایا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (ثعلبی بغیر سند)

ایک قول:

مخلوق کی غیبت وہ حق سے غیبت کی بناء پر ہوتی ہے۔

آیت ۱۳: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى (اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد وعورت سے پیدا کیا ہے) ذکر سے آدم اور انثیٰ سے حواء مراد ہیں۔ نمبر ۲۔ ہر ایک تم میں سے ایک ماں باپ سے ہے۔ پس تم میں سے ہر ایک ایک دوسرے کی طرح ڈول ڈالتے ہیں پھر تفاخر و تفاضل فی النسب تو کوئی معنی نہیں رکھتا۔

شعب وقبیلہ کا فرق:

وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ (اور تمہارے مختلف قومیں اور خاندان بنائے) الشعب: عرب جن طبقات پر منقسم ہیں ان میں سے طبقہ اولیٰ۔ وہ کل یہ ہیں۔ نمبر ۱۔ الشعب۔ نمبر ۲۔ القبیلة۔ نمبر ۳۔ العمارة۔ نمبر ۴۔ البطن۔ نمبر ۵۔ الفخذ۔ نمبر ۶۔ الفصیلة۔

شعب میں کئی قبائل جمع ہوتے ہیں جبکہ قبیلہ کئی عمائر کو جمع کرنے والا ہے۔ اور العمارۃ بطون کو جامع ہے۔ اور بطن بہت سے افخاذ کو جمع کرتا ہے۔ اور الفخذ بہت سے فصائل کو سمیٹنے والا ہوتا ہے۔ مثلاً خزیمہ شعب اور کنانہ قبیلہ ہے اور قریش عمارہ ہے۔ اور قصی بطن ہے اور ہاشم فخذ ہے اور العباس فصیلہ ہے۔ ان کو شعوب اس لئے کہا گیا کیونکہ قبائل اس میں سے پھوٹ نکلے۔

لِتَعَارَفُوْا (تا کہ ایک دوسرے کی شناخت کر سکو) تمہیں قبائل وشعوب پر مرتب کیا تا کہ ایک دوسرے کا نسب جان سکو۔ پس وہ اپنے باپ کے علاوہ دوسرے کی طرف نسبت نہ کرے۔ اس لئے نہیں بنائے کہ تم آباء واجداد پر فخر کرنے لگو۔ اور نسبوں میں فضیلت گننے لگ جاؤ۔ پھر اس خصلت کو ذکر کیا جس کی وجہ سے انسان دوسروں سے فضیلت والا بنتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرف ومرتبہ پاتا ہے۔ پس فرمایا۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ (اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے) حدیث میں فرمایا گیا۔ جس کو یہ بات بھاتی ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑا معزز بن جائے پس وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔ (بیہقی ابویعلی۔ حاکم۔ طبرانی)

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

دنیا کی عزت مالداری اور آخرت کی عزت تقویٰ ہے۔

روایت میں آیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن طواف کعبہ فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان فرمائی۔ پھر فرمایا۔ الحمد للّٰہ الذی الی آخر الخطبة۔ تمام تعریفیں اس ذات کے لائق ہیں۔ جس نے تم سے جاہلیت کی نخوت کو دور کر دیا اور اس کے تکبر کو ختم کر دیا۔ اے لوگو! لوگ دو ہی قسم کے ہیں۔ نمبر ۱۔ مؤمن متقی جو اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت والا ہے۔ نمبر ۲۔ فاجر بدبخت جو اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی مقام نہیں رکھتا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ (رواہ احمد ۲/ ۳۶۱۔ ابوداؤد۔ ۵۱۱۶۔ الترمذی۔ ۳۹۵۰)

یزید بن شجرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا گزر مدینہ کے بازار سے ہوا۔ پس آپ نے ایک سیاہ غلام دیکھا جو یہ کہہ رہا تھا۔ جو

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ

دیہات کے رہنے والوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے ، آپ فرما دیجئے تم ایمان نہیں لائے لیکن یوں کہو کہ ہم ظاہری فرمانبردار ہو گئے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں

فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

داخل نہیں ہوا، اور اگر اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو گے تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کمی نہیں کرے گا، بیشک اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑭ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ

غفور ہے رحیم ہے ایمان والے وہی ہیں جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر، پھر انہوں نے شک نہیں کیا اور

جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ⑮ قُلْ

انہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا ، یہ وہ لوگ ہیں جو سچے ہیں، آپ فرما دیجئے

اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ

کیا تم اللہ کو اپنا دین بتا رہے ہو اور اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمینوں میں ہے، اور اللہ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑯ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ

ہر چیز کا جاننے والا ہے، وہ آپ پر احسان دھرتے ہیں کہ اسلام لے آئے آپ فرما دیجئے کہ مجھ پر احسان نہ دھرو،

بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ⑰ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ

بلکہ اللہ تم پر اپنا احسان جتاتا ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت دے دی اگر تم سچے ہو ، بیشک اللہ آسمان

غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑱ ع ۲ ۸ ۱۴

اور زمین کے غیب کو جانتا ہے اور اللہ ان کاموں کو دیکھنے والا ہے جو تم کرتے ہو۔

شخص مجھے خریدنا چاہے تو اس کی شرط ہے۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پانچ نمازیں پڑھوں گا۔ کسی نے اس کو خرید لیا۔ پھر وہ بیمار پڑ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کیلئے تشریف لائے۔ پھر وہ بیمار ہو کر وفات پا گیا۔ آپ تشریف لائے اور اس کی تدفین میں شرکت فرمائی۔ صحابہ کرام نے اس سلسلہ میں کوئی بات کہی تو یہ آیت اتری۔ (ذکر الواحدی فی اسباب النزول۔ صفحہ ۲۶۵)

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ (اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے) دلوں کے تقویٰ اور شرافت کو۔ خَبِيْرٌ (پورا خبردار ہے) نفوس کی ہمتیں اپنے دعووں میں کس قدر پورا اترنے والی ہیں۔

ایمان لانا کسی پر احسان نہیں:

آیت ۱۴: قَالَتِ الْاَعْرَابُ (یہ گنوار کہتے ہیں) بعض بدو مراد ہیں۔ کیونکہ من الاعراب من یؤمن باللّٰہ والیوم الآخر اس کی تخصیص کرتا ہے۔ اس سے مراد بنو اسد کے بدو ہیں۔ جب وہ مدینہ آئے۔ اس وقت قحط کے حالات تھے۔ انہوں نے ایمان کا اظہار کیا۔ مقصد ان کا صدقہ تھا اور آپ پر اپنے ایمان کا احسان جتلا رہے تھے۔ اٰمَنَّا (ہم ظاہر و باطن سے ایمان لائے ہیں)۔ قُلْ (ان سے کہہ دیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) لَّمْ تُؤْمِنُوْا (تم ایمان تو نہیں لائے) تم نے دلوں سے تصدیق نہیں کی۔ وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا (لیکن یوں کہو ہم مطیع ہو گئے) پس ایمان تصدیق قلبی ہے۔ اسلام: اسلام میں داخل ہونے اور مسلمانوں کی لڑائی سے بچنے کیلئے شہادتین کا اظہار ضروری ہے۔ اس ارشاد خداوندی کو دیکھو۔ وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا)

ایمان کی تعریف:

پس یہ اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ فقط زبانی اقرار بلا موافقت قلب اسلام کہلائے گا اور جس میں دل زبان کے موافق ہو جائے وہ ایمان ہے اور یہ معنی لغت کے لحاظ سے ہے۔

شرعی معنی ایمان:

ایمان و اسلام ایک چیز ہے۔ لمّا۔ یہ صرف توقع ہے۔ آیت دلالت کر رہی ہے کہ ان میں سے بعض لوگ بعد میں ایمان لائے۔ آیت میں کرامیہ فرقہ کے عقیدہ کی تردید ہے۔ کہ ایمان دل سے ہوتا ہی نہیں بلکہ زبان سے ہی ہوتا ہے۔

سوال: نظم کلام کا تقاضا یہ ہے۔ کہ اس طرح کہا جائے قل لا تقولوا آمنا ولکن قولوا اسلمنا یا اس طرح عبارت ہو۔ قل لم تؤمنوا ولکن اسلمتم۔

جواب: قرآن مجید کے نظم سے اولین فائدہ یہ ہے کہ ان کے دعوی کی تکذیب کی گئی اور فرمایا قل لم تؤمنوا۔ حسن ادب کے تقاضے سے یہ نہیں فرمایا۔ کذبتم۔ کہ صراحت ہو جاتی۔ بلکہ لم تؤمنوا کو اس کی جگہ لایا گیا جو کہ ان کے اس دعویٰ کی نفی ہے جس کو وہ ثابت کرتے تھے۔ پس لم تؤمنوا نے اس بات سے مستغنی کر دیا۔ کہ اس طرح کہا جاتا کہ لا تقولوا امنا۔ کیونکہ یہ بات بری معلوم ہوتی ہے کہ ان کو ایسے لفظ سے مخاطب کیا جائے جس سے مقصود ایمان کا لفظ بولنے کی ممانعت نکلتی ہو۔ اور اس طرح بھی نہیں کہا ولکن اسلمتم تا کہ اس سے دعوی اور زعم پیدا ہو جیسا کہ ان کا قول آمنا تھا۔ اسی طرح اگر کہا جاتا۔ ولکن اسلمتم تو اسلام اور شمار ان کے قول سے ہوتا۔ حالانکہ وہ کسی شمار میں نہیں۔ باقی لما یدخل الایمان فی قلوبکم۔ یہ تکرار بھی نہیں کیونکہ لم تؤمنوا تو ان کے دعویٰ کی تکذیب کیلئے لائے ہیں اور لما یدخل الایمان فی قلوبکم۔ جس بات کے کہنے کا ان کو حکم تھا اس کی توقیت اس میں بیان کی گئی ہے۔ گویا ان کو اس طرح کہہ دیا گیا۔ ولکن قولوا اسلمنا۔ اس کے وقت کی توقیت جس کے

کہنے کا ان کو حکم ہے۔ گویا ان کو کہا گیا۔ ولکن قولوا اسلمنا۔ جب کہ تمہارے دلوں کی موافقت تمہاری زبانوں کے ساتھ ثابت نہیں ہوسکی۔ کیونکہ یہ کلام قولوا کی ضمیر سے حال واقع ہو رہا ہے۔ وَاِنْ تُطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا کہنا مان لو اور نفاق کو خیر باد کہہ دو) لَا یَلِتْكُمْ (وہ کمی نہ کرے گا) قراءت : بصری نے یألتکم پڑھا ہے۔ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَیْـًٔا (ذرا سی بھی تمہارے اعمال میں سے) وہ تمہاری نیکیوں کے ثواب میں ذرہ بھر کم نہ کرے گا۔ ألت یألت و ألات یلیت و لات یلیت کا ایک معنی ہے۔ اور وہ کم کرنا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والے ہیں) گناہوں کو ستاری سے۔ رَّحِیْمٌ (مہربان ہیں) عیوب سے توبہ کرنے کی طرف ہدایت کردی۔

آیت ۱۵: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا (پورے مؤمن وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہیں کیا) ارتاب یہ رابہ کا مطاوع بن کر آتا ہے۔ جبکہ کسی کو تہمت کے ساتھ شک میں ڈالا جائے۔ مطلب یہ ہے وہ ایمان لائے۔ پھر ان کے دلوں میں ایمانیات کے متعلق شک پیدا نہیں ہوا۔ اور نہ جس بات کی انہوں نے تصدیق کی اس میں ان پر تہمت والزام ہے۔

ایمان اور اس کی تروتازگی:

① اس لئے کہ یقین اور ریب کا زوال یہ ایمان کا نچوڑ ہیں۔ تو ایمان کو مقدم کرنے کے بعد پھر الگ اس کو ذکر کیا تا کہ ایمان میں اس کا مرتبہ معلوم ہو جائے۔

② ثم جو تراخی کیلئے ہے اس کے ساتھ ایمان پر اس کا عطف کیا۔ اس سے یہ بتلانا مقصود ہے۔ کہ بعد والے طویل زمانوں میں اس کے ایمان میں اسی طرح کی تروتازگی برقرار ہے۔

وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (پھر اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں محنت اٹھائی)

نمبر۱۔ یہ بھی درست ہے کہ مجاہد میں محارب دشمن یا شیطان یا خواہشات مراد ہوں۔

نمبر۲۔ جاہد کو جھد سے مبالغہ قرار دیا جائے اور مجاہدہ بالنفس اور مجاہدہ بالغزو مراد لیا جائے اور تمام عبادات اس میں شامل ہوں اور مجاہدہ بالمال مراد ہو جیسا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے غزوہ عسرہ میں کیا۔ اور زکوٰۃ کو بھی اس میں شامل کرلیا جائے اور اعمال بر وخیر میں تمامی اس میں داخل ہوں۔

اور المؤمنون مبتدأ کی خبر اولئك هم الصادقون ہے۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (یہ لوگ سچے ہیں) یعنی ان لوگوں نے اپنے قول آمنا میں سچ بولا اور جھوٹ نہیں بولا جیسا کہ بنو اسد کے گنواروں نے کیا۔ نمبر۲۔ وہ وہی لوگ ہیں جن کا ایمان سچا پکا ایمان ہے۔ اور الذین اٰمنوا یہ ان کی صفت ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو وہ حاضر خدمت ہوئے اور انہوں نے قسمیں اٹھائیں۔ کہ وہ مخلص ہیں پس یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت ۱۶: قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِیْنِكُمْ (کہہ دیجئے کہ تم اللہ تعالیٰ کو اپنے دین کی خبر دیتے ہو) کیا تم اس کو اطلاع دیتے ہو کہ

تمہارے دل تصدیق کرنے والے ہیں۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (اللہ تعالیٰ کو تو سب آسمان اور سب زمین کی چیزوں کی خبر ہے اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو جانتا ہے) نفاق واخلاص وغیرہ جو کچھ بھی تمہارے دِلوں میں ہے۔

ایمان اللہ کا احسان ہے نہ کہ لانے والے کا:

آیت ۱۷: يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا (یہ لوگ اپنے اسلام لانے کا احسان آپ پر رکھتے ہیں) اَن سے پہلے باء سببیہ محذوف ہے وہ اپنے اسلام کے سبب آپ پر احسان جتلاتے ہیں۔ المن: شکر کی تعریض کرتے ہوئے اور اس سے روکتے ہوئے احسانات کا تذکرہ کرنا۔ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ (آپ کہہ دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام کا احسان مت رکھو! بلکہ اللہ تعالیٰ تم پر احسان رکھتا ہے) یعنی اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے۔ اَنْ هَدٰىكُمْ (کہ اس نے تم کو ہدایت دی) ان سے پہلے باء محذوف ہے۔ اس سبب سے کہ اس نے تم کو ہدایت دی یا لام محذوف ہے اس لئے کہ اس نے تم کو ہدایت دی۔ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (ایمان کی بشرطیکہ تم سچے ہو) اگر تمہارا گمان درست ہے اور تمہارا دعویٰ سچا ہے۔ ورنہ تم صرف گمان کرتے اور محض دعویٰ رکھتے ہو اللہ تعالیٰ اس کی مخالفت کو جاننے والے ہیں۔ اور جواب شرط محذوف ہے۔ کیونکہ ماقبل کی دلالت اس پر موجود ہے تقدیر کلام اس طرح ہوگی۔ ان كنتم صادقين فى ادعائكم الايمان فللّٰه المنة عليكم۔ اگر تم اپنے دعوائے ایمان میں سچے ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے۔ قراءت: اِنْ هداكم بھی پڑھا گیا ہے۔

آیت ۱۸: اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (اللہ تعالیٰ آسمان وزمین کی سب مخفی باتوں کو جانتا ہے اور تمہارے سب اعمال کو بھی جانتا ہے) قراءت: مکی نے يعملون پڑھا ہے۔ اس میں وضاحت فرمادی کہ وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر پوشیدہ سے پوشیدہ تر چیز جو جہاں میں پائی جاتی ہے۔ اس سے واقف ہیں اور وہ ہر عمل کو دیکھتا ہے۔ جو تم اپنے سر وعلانیہ میں کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز بھی مخفی نہیں۔ پس اس پر تمہارے ضمائر کی بات کیسے مخفی رہ سکتی ہے۔

الحمد للہ آج لیلۃ الجمعہ ۲۷ صفر المظفر ۱۴۲۴ بعد نصف اللیلہ یہ تفسیری ترجمہ سورۃ الحجرات مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ قٓ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ قٓ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پینتالیس آیات اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۚ ① بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ

قٓ قسم ہے قرآن مجید کی، بلکہ ان کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک ڈرانے والا آگیا، سو کافر لوگ کہنے لگے

هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۚ ② ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ③ قَدْ عَلِمْنَا مَا

کہ یہ عجیب بات ہے، جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے تو کیا دوبارہ زندہ ہوں گے، یہ دوبارہ زندہ ہونا بہت ہی بعید بات ہے، ہم ان کے ان اجزاء کو جانتے ہیں جن کو

تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ④ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ

زمین کم کرتی ہے اور ہمارے پاس کتاب محفوظ ہے، بلکہ سچی بات کو جبکہ وہ ان کو پہنچی ہے جھٹلاتے ہیں

فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ⑤ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا

غرض یہ کہ وہ ایک متزلزل حالت میں ہیں، کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو کیسا بنایا اور اس کو آراستہ کیا

وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ⑥ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ

اور اس میں کوئی رخنہ نہیں، اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس میں پہاڑوں کو جما دیا اور اس میں ہر قسم کی خوشنما

كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۙ ⑦ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ⑧ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا

چیزیں اگائیں، جو ذریعہ ہے دانائی کا اور نصیحت کا ہر رجوع ہونے والے بندہ کے لئے، اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی برسایا

فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ۙ ⑨ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۙ ⑩ رِّزْقًا

پھر اس سے بہت سے باغ اگائے اور کھیتی کا غلہ اور لمبے لمبے کھجور کے درخت جن کے گچھے خوب گندھے ہوئے ہوتے ہیں، بندوں کو رزق

لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۭ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ⑪

دینے کے لئے، اور ہم نے اس کے ذریعہ سے مردہ زمین کو زندہ کیا، اسی طرح نکلنا ہوگا۔

قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ○ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ

(قٓ۔قسم ہے قرآن مجید کی۔ بلکہ ان کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک ڈرانے والا آ گیا۔پس کافر کہنے لگے کہ یہ عجیب بات ہے)

آیت ۱: قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ س کے متعلق کلام اسی طرح ہے جو ہم صٓ والقرآن ذی الذکر بل الذین کفروا۔[ص۔۱] میں کر آئے ہیں۔کوئی فرق نہیں کیونکہ دونوں کا اسلوب ایک جیسا ہے۔البتہ مختلف لفظ المجید کی تفسیر کئے دیتے ہیں۔المجید: دیگر کتب پر مجد وشرف والا۔اور جو شخص اس کے معانی کا علم حاصل کر کے پھر اس کی مراد پر عمل کرتا ہے۔وہ لوگوں کے ہاں اور بارگاہ الٰہی میں شرف وعزت والا ہو جاتا ہے۔بل عجبوا۔یہ تعجب کرنے والے کفار مکہ ہیں۔

سب سے زیادہ خطرناک چیز سے ڈرانے والے پر تعجب:

اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ منذر سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اس میں ان کے اس تعجب کا انکار ہے جو انہوں نے ایسی چیز پر کیا جو تعجب انگیز نہیں اور وہ یہی بات ہے کہ انہی میں سے ایک شخص کو ان کی طرف منذر بنا کر بھیجا گیا۔جس کی عدالت وامانت کے وہ خود شاہد ہیں۔تو جو ایسا امین ہو وہ اپنی قوم کا خیر خواہ نہیں ہوگا۔تو اور کون ہوگا۔وہ اس بات سے خائف ہے کہ کہیں میری قوم کو کوئی خطرناک چیز نہ آ لے۔جب اس کو یہ معلوم ہے کہ خطرہ ان کے سر پر منڈلا رہا ہے تو اس کو لازم ہے کہ وہ ان کو ڈرائے۔پھر وہ ایسے خطرے سے ان کو متنبہ کیوں نہ کرے جو سب سے زیادہ ڈرانے کی چیز ہے؟

کفار کے تعجب پر انکار کیا گیا۔جو تعجب ان کو بعث بعد الموت پر ہے۔حالانکہ وہ جانتے اور مانتے ہیں کہ قدرت الٰہی آسمان و زمین اور ان کے مابین سب کچھ پر اور ہر چیز کے اختراع پر اب بھی اسی طرح ہے جیسا کہ نشأۃ اولیٰ جس کے وہ قائل ہیں۔اس وقت تھی بلکہ اقرار جزاء پر مزید عقلی شہادت بھی پائی جاتی ہے۔ پھر دونوں انکاروں میں سے ایک پر اعتماد کرتے ہوئے فرمایا۔ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ آیت نمبر۳: ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا (جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے تو کیا دوبارہ زندہ ہونگے) اس میں اس بات پر تعجب کیا گیا کہ بعث بعد الموت سے ان کا تعجب خود استبعاد میں پہلے داخل ہے اور اس کا مستحق ہے کہ اس کا انکار کیا جائے۔

لطائفِ آیت:

آیت میں ضمیر کی بجائے الکافرون کا لفظ صراحت کے ساتھ لا کر اس بات کی گواہی دینا مقصود ہے کہ اپنی اس بات میں انہوں نے اپنے آپ کو کفر عظیم کے آمنے سامنے لا کھڑا کیا ہے۔هٰذَا کا مشار الیہ الرجع ہے۔اور اذا مضمر فعل کی وجہ سے منصوب ہے۔معنی یہ ہوگا: کیا جب ہم مر جائیں گے اور بوسیدہ ہو جائیں گے کیا ہم لوٹائے جائیں گے؟

قراءت: مِتنا نافع، حمزہ، علی، حفص نے اسی طرح پڑھا۔

ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ (یہ دوبارہ زندہ ہونا بہت ہی بعید بات ہے) نمبرا۔ انتہائی انوکھی اور بعید ہے جیسا کہتے ہیں۔ ھذا قول بعید۔ یعنی وہم وعادت سے بعید ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ الرجع بمعنی الرجوع ہو یعنی یہ لوٹایا جانا۔ اس صورت میں یہ جواب ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے انکارِ بعث کے استبعاد کا دیا گیا۔ اس وقت ترابا پر وقف خوب ہے۔ اس صورت میں ظرف کا ناصب بعث ہے جس پر منذر اور منذر بہ دلالت کرتے ہیں۔

جب اجزائے موت معلوم ہو تو اس کو لوٹانے پر کیوں قدرت نہیں:

آیت ۴: قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ (ہم ان کے ان اجزاء کو جانتے ہیں۔ جن کو مٹی کم کرتی ہے) اس میں ان کے دوبارہ لوٹانے کو بعید خیال کرنے کی تردید ہے۔ کیونکہ جس ذات کا علم اس قدر لطیف ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ مردوں کے اجسام میں سے زمین کیا کچھ کم کرتی اور ان کے گوشت' پوست اور ہڈیوں کو کھاتی ہے۔ وہ ان مردوں کو اسی طرح زندہ کر کے لوٹانے کی بھی قدرت رکھتے ہیں جیسا وہ پہلے تھے۔ وَ عِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ (اور ہمارے پاس کتاب محفوظ ہے) شیاطین کی دست برد اور تغیر سے محفوظ ہے اور وہ لوح محفوظ ہے۔ نمبر۲۔ حفیظ بمعنی حافظ ہے وہ کتاب اس کی حفاظت کرنے والی ہے جو اس میں لکھ دیا گیا۔ اور درج کر دیا گیا۔

انہوں نے نبوت کا انکار کر دیا:

آیت ۵: بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ (بلکہ سچی بات کو جب ان کے پاس پہنچتی ہے جھٹلاتے ہیں) یہ بل اضرابیہ کے بعد پھر دوسرا بل لائے تاکہ یہ بتلا دیا جائے کہ انہوں نے تعجب سے بھی زیادہ حیرت انگیز حرکت کی ہے کہ ایسی نبوت جو معجزات سے بلا غور وفکر سمجھ آتی ہے اس کا انکار کر دیا۔ حالانکہ وہ واضح حق ہے۔ فَهُمْ فِيْۤ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ (غرض یہ کہ وہ ایک متزلزل حالت میں ہیں) مریج مضطرب کے معنی میں آتا ہے۔ عرب کہتے ہیں مرج الخاتم فی اصبعه۔ جبکہ وہ کھلی ہونے کی وجہ سے انگلی میں چلتی پھرے۔ اسی بناء پر تو کبھی کہتے ہیں شاعر' کبھی ساحر اور کبھی کاہن۔ وہ ایک بات پر قائم نہیں۔

ایک قول یہ ہے:

الحق سے قرآن مجید مراد ہے۔ ایک اور قول: کہ بعث بعد الموت کے متعلق جو خبریں دی گئیں وہ حق سے مراد ہیں۔

بیانِ قدرت کا ایک انداز:

آیت ۶: پھر بعث بعد الموت پر اپنی قدرت کو بیان فرمایا۔ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْۤا (کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا) جب انہوں نے بعث کا انکار کیا۔ اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ (اپنے اوپر کی طرف آسمان کو) جہان کو پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار کو كَيْفَ بَنَيْنٰهَا (ہم نے اس کو کیسا بنایا) بلاستون بلند کیا۔ وَزَيَّنّٰهَا (اور اس کو نیرات سے آراستہ کیا) وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ (اور اس

میں کوئی رخنہ تک نہیں) چرنے اور پھٹنے سے یعنی وہ عیوب سے صحیح سالم ہے۔ نہ دراڑ نہ چیر نہ خرابی۔

آیت ۷: وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا (اور زمین کو ہم نے پھیلایا) وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ (اور اس میں پہاڑوں کو جما دیا) قائم رہنے والے پہاڑ اگر نہ ہوتے تو زمین جھک جاتی۔ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ (اور اس میں ہر قسم کی چیزیں اگائیں) بَهِيْجٍ (خوش نما) جن سے سرور حاصل کیا جاتا ہے ان کے حسن کی وجہ سے۔

آیت ۸: تَبْصِرَةً وَّ ذِكْرٰى (جو ذریعہ دانائی اور بینائی ہے) تاکہ ہم اس کے ذریعہ بصارت دیں اور ہم نصیحت کریں ہر ایک کو۔ لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ (ہر رجوع ہونے والے بندے کیلئے) جو اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والا اور اس کی مخلوقات کے عجائبات میں سوچ و بچار کرنے والا ہو۔

تیسرا انداز:

آیت ۹: وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا (اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا) مبارک یعنی بے شمار منافع والا۔ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ (پھر اس سے بہت سے باغ اگائے اور کھیتی کا غلہ) یعنی کھیتی کا غلہ جس کی شان کا تقاضا ہے کہ اس کو کاٹا جائے۔ مثلاً گندم، جو وغیرہ

چوتھا انداز:

آیت ۱۰: وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ (اور لمبی لمبی کھجور کے درخت) آسمان میں بلند۔ لَّهَا طَلْعٌ (اس کے گچھے) طلع: کھجور کے پھل میں سے جو نمودار ہو۔ نَّضِيْدٌ (تہ بہ تہ ہوتے ہیں) ایک دوسرے پر گچھے اور گندھے ہوتے ہیں۔ پھلوں کے بہت دور تہ بہ تہ ہونے کی وجہ سے یا پھلوں کی کثرت کی بناء پر جن کو نضید کہا گیا۔

آیت ۱۱: رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ (بندوں کو رزق دینے کے لئے) ہم نے ان کو اگایا رزق کے طور پر۔ انبات رزق کے معنی میں ہے اس سے رزقًا اس کا مصدر من غیر لفظہٖ ہوا۔ اور یہ مفعول لہ ہے۔ ای انبتناها لنرزقهم۔ ان کو رزق دینے کے لئے اسے اگایا۔ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ (اور ہم نے اس کے ذریعہ زندہ کر دیا) اس پانی کے ذریعہ بَلْدَةً مَّيْتًا (مردہ زمین کو) جس کی نباتات خشک ہو چکی تھی۔ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ (اسی طرح زمین سے نکلنا ہوگا) جس طرح یہ مردہ زمین آباد کر دی گئی اسی طرح تم زندہ کر کے موت کے بعد نکالے جاؤ گے کیونکہ بنجر کی آبادی مردوں کو زندہ کرنے کی طرح ہے۔

کاف محل رفع میں مبتدأ ہونے کی وجہ سے واقع ہے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ﴿۱۲﴾ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ﴿۱۳﴾

ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور اصحاب رس نے اور ثمود نے اور عاد نے اور فرعون نے اور لوط کی قوم نے

وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ اَفَعَيِيْنَا

اور ایکہ والوں نے اور تبع کی قوم نے جھٹلایا ان سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا سو میری وعید ثابت ہو گئی، کیا ہم پہلی بار پیدا

بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۵﴾ ع ۱۵/۶

کرنے سے تھک گئے؟ بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ پیدائش کی طرف سے شبہ میں ہیں۔

فرد کا زمین سے نکالنا نباتات کی طرح ہے:

آیت ۱۲: كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ (ان سے پہلے جھٹلایا) ھم کا مرجع قریش مکہ ہیں قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ (قوم نوح اور رس والے) الرس وہ کنواں جس کی منڈیر نہ ہو۔ یہ یمامہ کے رہنے والے لوگ تھے۔ ایک قول یہ ہے: یہ اصحاب اخدود ہیں۔ وَثَمُوْدُ۔

احوال تکذیبِ اقوام:

آیت ۱۳: وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ (اور ثمود اور عاد اور فرعون نے) نمبر ۱۔ فرعون سے قوم فرعون مراد ہے۔ جیسا کہ فرمایا من فرعون وملائھم۔ [یونس: ۸۳] نمبر ۲۔ کیونکہ معطوف علیہ قوم نوح ہے اور معطوفات جماعتیں ہیں۔ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ (اور قوم لوط اور بن والے) اخوان لوط کہنے کی وجہ یہ ہے کہ لوطؑ اور ان کے درمیان قرابت نسبی پائی جاتی تھی۔ وَقَوْمُ تُبَّعٍ (اور تبع کی قوم) یہ یمن کا مسلمان بادشاہ گزرا۔ اس نے اپنی قوم کو اسلام کی طرف بلایا۔ انہوں نے جھٹلا دیا۔ اسکو تبّع کثرت پیروکاروں کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ كُلٌّ (ان میں سے ہر ایک نے) كَذَّبَ الرُّسُلَ (رسولوں کو جھٹلایا) کیونکہ جس نے ایک رسول کو جھٹلایا پس اس نے گویا تمام کو جھٹلا دیا۔ فَحَقَّ وَعِيْدِ (پس میری وعید ان پر واقع ہوگئی) میری وعید ان پر لازم ہو کر اتر پڑی اس میں رسول اللہ کیلئے تسلی اور کفار مکہ کو تہدید کی گئی ہے۔

آیت ۱۵: اَفَعَيِيْنَا (کیا ہم پہلی مرتبہ پیدا کرنے میں تھک گئے ہیں) اعیٰی بالامر اس وقت بولتے ہیں جب اپنے مقصد کو پانے کے لئے راہ نہ پائے۔ بَلْ : ہمزہ انکار کے لئے ہے فاء عاطفہ تعقیبیہ ہے۔ بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ (یعنی ہم پہلی مرتبہ پیدا کر کے تھک نہیں گئے) پھر دوسری سے ہم کیسے عاجز ہونگے۔ اور خلق اول کا اعتراف تو خود اعادہ کا اعتراف ہے۔

بعثت کے متعلق یہ شک میں پڑے ہیں:

بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ (بلکہ یہ لوگ شبہ میں پڑے ہیں) یہ لوگ خلط ملط اور اشتباہ میں ہیں شیطان نے ان کو التباس و حیرت میں ڈال رکھا ہے۔ ان کے لئے تسویل شیطانی یہ ہے کہ مردوں کو زندہ کرنا عادت کے خلاف ہے۔ پس اس بات کی وجہ سے انہوں نے صحیح

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ

اور بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں ان وسوسوں کو جو اس کے جی میں آتے ہیں اور ہم اسکی گردن کی رگ سے بھی زیادہ اس سے

الْوَرِيْدِ ⑯ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ⑰ مَا يَلْفِظُ مِنْ

قریب ہیں جبکہ دو لینے والے لے لیتے ہیں جو داہنی طرف اور بائیں طرف بیٹھے ہوئے ہیں اور کوئی بات

قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ⑱ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ⑲

منہ سے نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ایک نگران تیار ہے، اور موت کی سختی حق کے ساتھ آ گئی یہ وہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ⑳ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ㉑

اور صور پھونکا جائے گا، یہ وعید کا دن ہے، اور ہر شخص اسطرح سے آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک سائق اور ایک شہید ہوگا،

لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ㉒ وَ

واقعی بات یہ ہے کہ تو اسکی طرف سے غفلت میں تھا سو ہم نے تجھ سے تیرا پردہ ہٹا دیا سو آج تیری نگاہ تیز ہے اور

قَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ㉓ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ㉔ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ

اس کا ساتھی کہے گا یہ وہ ہے جو میرے پاس تیار ہے، ڈال دو جہنم میں ہر کفر کرنیوالے کو ضدی کو خیر سے منع کرنے والے کو،

مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ ۙ ㉕ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ㉖

حد سے بڑھنے والے کو، شبہ میں ڈالنے والے کو، جس نے اللہ کے سوا دوسرا معبود تجویز کر دیا، سو اسے سخت عذاب میں ڈال دو،

قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ㉗ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ

اس کا ساتھی کہے گا کہ اے ہمارے رب میں نے اسے گمراہ نہیں کیا لیکن یہ دور کی گمراہی میں تھا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوگا میرے سامنے جھگڑا مت کرو

وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ㉘ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ㉙ ع ۲ ۱۴ ۱۶

اور میں نے تمہارے پاس پہلے سے وعید بھیج دی تھی، میرے پاس بات نہیں بدلی جاتی اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔

دلیل کو ترک کر دیا۔ وہ یہ ہے کہ جو ذات اولین مرتبہ پیدا کرنے پر قادر ہے وہ اعادہ پر بدرجہ اولیٰ قادر ہے۔ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ (از سر نو پیدا کرنے کی طرف سے) موت کے بعد۔ یہاں خلق کو نکرہ لائے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت شان پر دلالت کرے اور جو اس کو سنے

اسے ڈرنا اور اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔

علمی قرب کو حبل الورید کی مثال ذکر کیا:

آیت ۱۶: وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ (ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے جی میں جو خیالات آتے ہیں ہم ان کو جانتے ہیں) الوسوسة: مخفی آواز اور وسوسة النفس جو انسان کے دل میں پیدا ہو اور حدیث نفس میں سے جو خیال اس کے ضمیر میں آئے۔ اس میں باء کا معنی وہی ہے جو صوّت بکذا میں ہے۔ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (اور ہم انسان کے اس قدر قریب ہیں کہ اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ) قرب سے قرب علمی مراد ہے۔ حبل الورید یہ انتہائی قرب کی مثال ہے۔ الورید: گردن کے اندر کی رگ۔ الحبل: رگ' رسی۔ یہ اضافت ورید کی طرف اضافت بیانیہ ہے۔ جیسے کہتے ہیں بعیر سانية' یوم الجمعة وغیرہ۔

آیت ۱۷: اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ (جب (قول وعمل کو) لینے والے فرشتے لیتے رہتے ہیں) متلقیان سے محافظ فرشتے مراد ہیں۔

عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ (جو کہ داہنی اور بائیں طرف بیٹھے رہتے ہیں) التلقی: حفظ و کتابت سے اس کو اخذ کرنا۔ القعید اور المقاعد یہ الجلیس بمعنی مجالس کے آتا ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ عن الیمین قعید وعن الشمال قعید من المتلقیٰن۔ تو ایک کا ذکر چھوڑ دیا کیونکہ دوسرے کی دلالت اس پر موجود ہے۔ جیسا شاعر کے اس قول میں۔ رمانی بامر کنت منه و والدی۔ برینًا ومن اجل الطوی رمانی۔ تو اصل کلام میں رمانی بامر کنت منه برینًا وکان والدی برینًا مگر بری کا لفظ ایک مرتبہ لائے کیونکہ دوسرے پر اس میں دلالت موجود ہے۔ اذ۔ اقرب کی وجہ سے منصوب ہے۔ کیونکہ اس میں یقرب کا معنی پایا جاتا ہے۔

علم الٰہی خطراتِ نفس سے بھی مخفی تر کو جاننے والا ہے:

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات لطیف خبیر ہے اس کا علم خطرات نفس تک پہنچنے والا ہے اور اس تک بھی پہنچنے والا ہے جو اس سے بھی مخفی تر ہو۔ وہ ہر قریب سے زیادہ انسان کے لئے اقرب ہے۔ جبکہ دو محافظ فرشتے انسان کے بول کو اخذ کر رہے ہوتے ہیں۔ اور یہ اس بات کو بتلانے کیلئے فرمایا کہ وہ فرشتوں کے ذریعہ ان اعمال کے محفوظ کرنے سے بے نیاز ہے۔ (یہ خفیہ دستاویز معلومات حاصل کرنے کیلئے نہیں بلکہ انسان کے لئے قریبی گواہی پیش کرنے کیلئے ہے) وہ اس سے کیونکر مستغنی نہ ہو جبکہ وہ عالم السر والاخفی ہے۔ اور یہ نظام حکمت کے تحت بنا رکھا ہے اور وہ جو دونوں فرشتوں کے رجسٹروں اور ان کی حفاظت میں ہے۔ اور صحائف اعمال کا قیامت کے دن پیش کیا جانا ہے۔ یہ سیئات سے باز آنے اور حسنات کی طرف رغبت دلانے کی لطیف تدبیر ہے۔

کرامًا کاتبین کا اعمال لکھنا:

آیت ۱۸: مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ (وہ کوئی لفظ منہ سے نکالنے نہیں پاتا) جو وہ بولتا اور منہ سے نکالتا ہے۔ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ

(مگراس کے پاس ایک حافظ تیار ہے) عتید: حاضر۔ پھر یہ کہا گیا کہ وہ ہر چیز لکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ مرض کی انین بھی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ بات لکھتے ہیں جس میں اجر یا گناہ ہوتا ہے۔ ایک تیسرا قول ہے۔ فرشتے اس سے الگ نہیں ہوتے سوائے دو حالتوں۔ (۱) پاخانہ (۲) جماع کے۔

علم وقدرت کے بعد مقدمۂ قیامت کو ذکر کیا:

آیت ۱۹: جب ان کے انکار بعث کا تذکرہ ہو چکا۔ تو اپنے علم وقدرت سے ان پر حجت قائم کی۔ اور ان کو خبردار کیا کہ وہ جس کا انکار کررہے ہیں عنقریب ایسا وقت آنے والا ہے کہ موت اور قیام ساعت کے وقت ان کے پاس کچھ بھی طاقت نہ ہوگی۔ ایسے وقت کے قریب آجانے پر ان کو متنبہ کرتے ہوئے لفظ ماضی سے تعبیر فرمائی۔ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ (اور موت کی سختی آپہنچی) سکرت سے ایسی شدت مراد ہے جو عقل کو ہوا کردے۔ بِالْحَقِّ (حقیقۃً) واقع میں یا حکمت کے ساتھ۔ باء تعدیہ ہے یہ مفعول ہے۔ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ (یہ وہ ہے جس سے تو بدکتا تھا) ذلك کا مشارٌ الیہ موت ہے اور خطاب انسان کو کیا گیا ہے۔ لقد خلقنا الانسان میں بطریق التفات ہے۔ تحید نفرت کرنے اور بھاگنے کو کہتے ہیں۔ (اس سے پہلے یقال محذوف ہے)

تذکرۂ قیامت:

آیت ۲۰: وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ (اور صور پھونکا جائے گا) اس سے مراد نفخۂ بعث مراد ہے۔ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ (یہ دن ہوگا وعید کا) یعنی اس وعید کا وقت۔ گویا مضاف محذوف ہے اور ذلك کا اشارہ نَفَخَ کے مصدر کی طرف ہے۔

آیت ۲۱: وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ (اور ہر شخص اس طرح آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک اس کو اپنے ہمراہ لائے گا اور ایک گواہ ہوگا) یعنی دو فرشتے ہونگے۔ ایک اس کو حشر کی طرف ہنکا کر لائے گا۔ اور دوسرا اس کے عمل کا گواہ ہوگا۔

نحو: معها سائق محلاً منصوب ہے۔ یہ كلٌ سے حال ہے۔ کیونکہ وہ جو حکم معرفہ میں ہے اس کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے معرفہ بن گیا۔

غفلت کا پردہ چاک ہوا:

آیت ۲۲: لَقَدْ كُنْتَ (تو تھا) یعنی اس کو کہا جائے گا۔ لقد كنت۔ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا (اس دن سے بے خبر) یہ دن جو تجھ پر اتر پڑا ہے۔ فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ (پس اب ہم نے تجھ سے تیرا پردہ ہٹا دیا) پس تیری غفلت کو اس سے دور کردیا جس کا تو مشاہدہ کررہا ہے۔ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ (پس آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے) آیت میں غفلت کو پردہ کی طرح قرار دیا۔ گویا وہ پردہ ہے جس نے اس کے سارے جسم کو ڈھانپ رکھا ہے۔ یا وہ ایسا پردہ ہے جو اس کی آنکھوں کو ڈھانپنے والا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ کچھ بھی دیکھنے نہیں پاتا۔ جب قیامت کا دن ہوگا اور غفلت وغطاء ہر چیز زائل ہو کر چھٹ جائے گی تو وہ حق بھی اس کو نظر آجائے گا۔ جو وہ نہ دیکھتا تھا۔ اور اس کی غفلت کے سبب تھکی ہوئی نگاہ بیداری کی وجہ سے بہت تیز ہو جائے گی۔

قرین کی مراد:

آیت ۲۳: وَقَالَ قَرِیْنُهٗ (اوراس کا ساتھی کہے گا) **قول جمہور:** یہ ہے۔ وہ فرشتہ ہے جو اس کے اعمال لکھنے پر مقرر ہے وہ اس پر گواہ ہوگا۔ ھٰذَا کا اشارہ دیوان عمل کی طرف ہے۔ **قول مجاہد:** اس سے اس کا وہ شیطان مراد ہے جو اس پر مقرر کیا گیا۔ جو ارشاد الٰہی میں ہے۔ نقیض له شیطانا فهو له قرین۔ [الزخرف۔۳۶] ھٰذَا یعنی یہ وہ شخص ہے جس پر مجھے مقرر کیا گیا۔

مَا لَدَیَّ عَتِیْدٌ (یہ وہ ہے جو میرے پاس تیار ہے) نحو: ھذا مبتدأ اور ما نکرہ ہے جو شیٔ کا معنی دے رہا ہے۔ بعد والا ظرف ما کی صفت ہے۔ اسی طرح عتید بھی صفت ہے۔ ما اپنی صفت سے مل کر خبر اور ھذا مبتدأ۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ ھذا شیٔ ثابت لدیَّ عتید۔

آیت ۲۴: پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ اَلْقِیَا نمبر ۱۔ یہ سائق و شہید کو خطاب ہے۔ نمبر ۲۔ مالک فرشتے کو خطاب ہے۔ اصل میں الق۔ الق ہے۔ اس کی جگہ القیا لایا گیا ہے۔ کیونکہ فاعل فعل کے جزو کی طرح ہوتا ہے۔ فاعل کا تثنیہ آنا تکرار فعل کا نائب ہے۔

ایک قول یہ ہے:

اس کی اصل اَلْقِیَنْ ہے۔ اور الف نون سے بدل دیا گیا وصل کو وقف کے قائم مقام کرتے ہوئے۔ اس کی دلیل حسن کی یہ قراءت ہے۔ القیَن۔

فِیْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ (ہر اس شخص کو جہنم میں ڈال دو جو کفر کرنے والا) نعمتوں اور منعم کا۔ عَنِیْدٍ (ضد کرنے والا) حق سے پہلو تہی اختیار کرنے والا اہل حق کا دشمن۔

آیت ۲۵: مَّنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ (وہ نیک کام سے روکتا ہو) مال کو اس کے حقوق سے بہت زیادہ روک کر رکھنے والا یا نمبر ۲۔ جنس خیر کو اس کے مستحقوں تک پہنچنے سے رکاوٹ بننے والا۔ مُعْتَدٍ (حد سے گزرنے والا) ظالم حق کی حدود کو پھاندنے والا۔ مُّرِیْبِ (شبہ پیدا کرنے والا) اللہ تعالیٰ اور اس کے دین میں شک کرنے والا۔

آیت ۲۶: الَّذِیْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود تجویز کیا ہو) نحو: یہ مبتدأ ہے جو معنی شرط کو متضمن ہے۔ اس کی خبر فَاَلْقِیَاهُ فِی الْعَذَابِ الشَّدِیْدِ ہے۔ یا كُلَّ كَفَّارٍ سے بدل ہے اور فالقیا یہ تکریر تاکید ہے۔ مگر یہ جائز نہیں کہ اسے کفار کی صفت بنا کر اسے مجرور قرار دیں۔ کیونکہ نکرہ کی صفت اسم موصول سے نہیں آتی۔

قولِ مجاہد:

آیت ۲۷: قَالَ قَرِیْنُهٗ (وہ شیطان جو اس کے ساتھ رہتا تھا وہ کہے گا) وہ ساتھ رہنے والا شیطان اس کے خلاف شاہد ہوگا۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ میں نے اس جملہ کو واؤ سے خالی کیا۔ پہلے کو نہیں کیونکہ پہلے کا عطف واجب ہے۔ کیونکہ دونوں کا معنی ان کے جمع کرنے پر دلالت کر رہا ہے۔ میری مراد یہ ہے مجیئی کل نفس مع الملکین اور اس کے قرین کا قول جو اس کو کہے گا۔

باقی یہ جملہ مستانفہ ہے۔جیسا کہ حکایت قول میں مستانفہ جملے آتے رہتے ہیں۔جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی گفتگو میں ہے۔گویا کافر نے کہا۔رب هو اطغانی اے میرے رب اس نے مجھے سرکشی پر آمادہ کیا۔تو اس کے قرین نے جواب میں کہا ربنا مااطغیتهٗ۔ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ (اے میرے رب میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا تھا۔مگر یہ خود دور دراز کی گمراہی میں تھا) یعنی میں نے اس کو سرکشی میں نہیں ڈالا۔لیکن اس نے سرکشی اختیار کی۔اور اس نے گمراہی کو ہدایت پر پسند کیا۔

یہ دارالجزاء ہے جھگڑے کی جگہ نہیں:

آیت ۲۸: قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ (ارشاد ہوگا میرے سامنے جھگڑے کی باتیں مت کرو) یہ جملہ مستانفہ ہے جیسا کہ قال قرینہ ہے۔گویا کسی کہنے والے نے کہا۔اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا۔تو جواب دیا گیا۔کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لا تختصموا لدی۔ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ (میں پہلے ہی تمہارے پاس وعید بھیج چکا تھا) یہاں موقف حساب اور دارالجزاء میں مت جھگڑو۔ تمہارے جھگڑنے کا فائدہ نہیں اور نہ کچھ حاصل ہے۔میں تمہیں سرکشی کے متعلق اپنی کتابوں میں عذاب کی وعید کر چکا۔اور میرے رسول اپنی زبانوں سے وعید سنا چکے۔اپنے اوپر کوئی عذر میں نے باقی نہیں رہنے دیا۔

بالوعید میں باء اس طرح بڑھائی گئی۔جیسا ولا تلقوا بایدیکم [البقرہ۔۱۹۵] میں زائدہ ہے۔نمبر۲۔قدّم بمعنی تقدم ظاہر کرنے کے لئے باء لائے ہیں۔

میری وعید والی بات کو بشارت میں بدلا نہیں جاسکتا:

آیت ۲۹: مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ (میرے ہاں بات بدلی نہ جائے گی) اس بات کی توقع مت کرو کہ میں اپنے قول اور وعید کو اس طرح بدل دونگا کہ کفار کو جنت میں داخل کردوں۔ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں) بغیر گناہ کسی بندے کو عذاب نہ دونگا۔ظلام۔مبالغہ لائے۔کیونکہ یہ اس قول سے ماخوذ ہے۔هو ظالم لعبده وظلام لعبيده۔وہ اپنے غلاموں پر ظلم کرنے والا ہے۔نفس ظلم کی نفی مقصود ہے۔

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ﴿۳۰﴾ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ

جس دن ہم جہنم سے کہیں گے کیا تو بھر گئی اور وہ کہے گی کہ کیا کچھ اور بھی ہے؟ اور متقیوں کے لئے جنت قریب کی جائے گی

غَيْرَ بَعِيْدٍ ﴿۳۱﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ﴿۳۲﴾ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ

دور نہ رہے گی یہ وہ ہے جسکا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہر ایسے شخص کے لئے جو رجوع کرنے والا پابندی کرنے والا ہو، جو بغیر دیکھے رحمٰن سے ڈرا

وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ﴿۳۳﴾ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴿۳۴﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ

اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا، اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، یہ ہمیشگی والا دن ہے ان کے لئے وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے

فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴿۳۵﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا

اور ہمارے پاس اور بھی زیادہ ہے۔ اور ان سے پہلے ہم نے کتنی ہی امتوں کو ہلاک کر دیا جو گرفت کرنے میں ان سے زیادہ سخت تھیں، سو وہ شہروں

فِي الْبِلَادِ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۶﴾

میں چلتے پھرتے رہے کیا بھاگنے کی کوئی جگہ ہے،

آیت ۳۰: يَوْمَ نَحْوُ : یہ ظلام کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر ۲۔ مضمر فعل اذکر، انذر وغیرہ کی وجہ سے منصوب ہے۔

جہنم پکارے گی کیا کچھ اور ہے.....:

نَقُوْلُ ۔ قراءت : ابوبکر و نافع نے یقول پڑھا ہے۔ ای یقول اللّٰہ۔ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ (جس دن کہ ہم دوزخ سے کہیں گے کہ تو بھر بھی گئی اور وہ کہے گی کچھ اور بھی ہے) مزید یہ المجید کی طرح مصدر ہے۔ مطلب یہ ہے۔ وہ بھر جانے کے بعد کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے۔ یعنی کیا مجھ میں کوئی ایسی جگہ ہے جو بھری نہ ہو؟ یعنی میں بھر چلی۔ یا جہنم اور طلب کرے گی۔ اور اس میں اضافہ کی گنجائش ہوگی۔ یہ اس صورت میں ہے کہ جہنم جب واقعی کلام کرے۔ اور یہ بعید بات نہیں۔ جیسا کہ جوارح انسانی بات کریں گے۔ اور یہ جہنم کا سوال کفار کو توبیخ کے لئے ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو پہلے ہی جانتے ہیں کہ آیا وہ بھر گئی یا کچھ خالی ہے۔

آیت ۳۱: وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ (جنت متقین کے قریب لائی جائے گی۔ کچھ بھی دور نہ رہے گی)

نَحْوُ : غیر بعید۔ یہ ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ ای مکانا غیر بعید۔ نمبر ۲۔ حال کی بناء پر نصب ہے۔ اور اس کو مذکر لانے کی وجہ یہ ہے۔ کہ یہ مصدر کے وزن پر ہے مثلاً الصلیل اور مصدر کے ذریعہ مؤنث و مذکر کی صفت لا سکتے ہیں۔

نمبر ۳۔ موصوف محذوف ہے ای شیئاً غیر بعید۔ اور اس کا معنی تاکید والا ہوگا جیسا تم کہو۔ ھو قریب غیر بعید و عزیز

غیر ذلیل۔

آیت ۳۳: هٰذَا۔ بِهٖ : یہ مبتدأ ہے۔اس کا مشارالیہ الثواب ہے۔نمبر۲۔ازلفت کے مصدر کی طرف اشارہ ہے۔ مَا تُوْعَدُوْنَ (جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا) بِهٖ : یہ مبتدأ کی صفت ہے۔قراءت: مکی نے یاء سے یوعدون پڑھا ہے۔ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ (یہ وہ چیز ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا) اواب :جو اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف رجوع کرنے والا ہو۔ بِهٖ : یہ خبر مبتدأ ہے۔ حفیظ۔ جو حدود اللہ کی حفاظت کرنے والا ہو۔حدیث شریف میں وارد ہے کہ جس نے دن کی ابتداء میں چار رکعات پر مواظبت کی وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اواب وحفیظ لکھا جاتا ہے۔

آیت ۳۳: مَنْ یہ اواب کا بدل ہے اور محلاً مجرور ہے۔نمبر۲۔یہ مبتدأ ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور اس کی خبر ادخلوھا ہے جبکہ یقال لھم کو مقدر مانیں کیونکہ مَن معنی کے لحاظ سے جمع ہے۔ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ (جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوگا) الخشیۃ : اپنی غلطی دیکھ کر دل کی بیقراری۔اللہ تعالیٰ نے خشیت کے ساتھ اپنا وسیع رحمت والا اسم گرامی ملا کر ذکر کیا۔اس سے خشیت والے کی خوب تعریف کر دی کہ یہ بیقرار ہے باوجود اس بات کے جان لینے کے کہ میرا رب وسیع رحمت والا ہے اور وہ ڈر رہا ہے باوجود اس بات کہ جس ذات سے ڈر رہا ہے وہ اپنی ذات کے اعتبار سے اس سے غائب ہے۔ بِالْغَيْبِ (بن دیکھے) بِهٖ : نمبرا۔ یہ مفعول سے حال ہے۔یعنی اس سے ڈرا اس حال میں کہ وہ غائب ہے۔نمبر۲۔ خشی کے مصدر کی صفت ہے۔ خشی خشیۃ ملتبسۃ بالغیب وہ ایسا ڈرا جو ڈرنا بغیر دیکھنے کے ساتھ ملا ہوا تھا۔اس طرح کہ اس کے سزا دینے سے ڈرا باوجود یکہ وہ غائب ہے۔

قولِ حسن رحمۃ اللہ علیہ:

جب دروازہ بند کر لیا اور پردہ ڈال لیا پھر بھی وہ اس سے ڈرا۔

وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ (اور رجوع ہونے والا دل لے کر آئے گا) منیب : اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے والا۔

ایک قول یہ ہے:

صحیح عقیدہ اور پسندیدہ باطن کے ساتھ۔

آیت ۳۴: اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ (اس جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ) یعنی اس حال میں کہ تم نعمتوں کے زوال اور ناراضگی کے اترنے سے محفوظ رہو گے۔ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ (اور یہ دن ہے ہمیشہ رہنے کا) یعنی ایسا دن جس کا اندازہ ہمیشگی ہے۔ جیسا فرمایا فادخلوھا خالدین۔[الزمر۔۷۳] یعنی تمہارے لئے ہمیشگی طے کر دی گئی ہے۔

مزید کی مراد:

آیت ۳۵: لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ (ان کو بہشت میں سب کچھ ملے گا) جو جو چاہیں گے اور ہمارے پاس اور بھی

زیادہ ہے۔اس سے جو وہ چاہیں گے۔

قول الجمہور:

مزید سے مراد رؤیت باری تعالیٰ کا بلا کیف میسر آنا۔

آیت ۳۶: وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ (اور ہم ان سے پہلے بہت سی امتوں کو ہلاک کر چکے) آپ کی قوم قریش سے پہلے۔ مِنْ قَرْنٍ (ان زمانہ والوں کو جنہوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلا دیا) هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ (جو قوت میں ان سے زیادہ تھے) هم قریش مکہ سے بَطْشًا (قوت و دبدبہ) فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ (وہ تمام شہروں کو چھانتے پھرتے تھے) وہ ملکوں ملکوں ہر قسم کا تصرف کرنے اور فائدہ اندوزی کے لئے خوب گھومے پھرے۔ التنقیب ہی معاملے میں بحث و کرید اور طلب و تلاش فاء سببیہ اس پر داخل ہے۔ هم اشد منهم بطشا کا سبب بیان کیا ہے۔ یعنی قوت کی زیادتی اور شدت ان کے کثرت سے گھومنے کا سبب تھی۔ نمبر۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ اہل مکہ اپنے اسفار اور راستوں میں ان اہل زمانہ کے ملکوں میں گھومے ہیں۔ کیا ان کے لئے بچاؤ کی جگہ ہوئی۔ یہاں تک کہ یہ بھی اپنے نفسوں کیلئے اسی طرح کی جگہ کے امیدوار ہیں۔ (یہ استفہام انکاری ہے کہ ان کو پناہ گاہ نہ ملی نہ ان کو ملے گی) ان قراءت کی قراءت بھی اس پر دلالت کرتی ہے جنہوں نے اس طرح پڑھا ہے فَنَقِّبُوْا صیغۂ امر کے طور پر۔ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ (کہیں بھاگنے کی جگہ نہ ملی) نمبر۱۔ موت سے بھاگنے کی یا نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ سے بھاگنے کی۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ

بلا شبہ اس میں اس شخص کے لئے عبرت ہے جس کے پاس دل ہو یا جو ایسی حالت میں ہو کہ کان لگائے ہوئے حاضر ہو، اور یہ واقعی بات ہے کہ

خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿۳۸﴾

ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ[۶] دن میں پیدا کیا اور ہم کو تھکن نے چھوا تک نہیں،

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾

سو آپ ان باتوں پر صبر کیجئے جو یہ لوگ کہتے ہیں اور آفتاب نکلنے سے پہلے اور غروب سے پہلے اپنے رب کی تسبیح وتحمید بیان کیجئے

وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾ وَاسْتَمِعْ یَوْمَ یُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِیْبٍ ﴿۴۱﴾

اور رات کے حصہ میں بھی اسکی تسبیح بیان کیجئے اور سجدوں کے بعد بھی۔ اے مخاطب اس بات کو سن لے کہ جس دن پکارنے والا قریب ہی جگہ سے پکارے گا

یَّوْمَ یَسْمَعُوْنَ الصَّیْحَةَ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ یَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ

جس روز چیخ کو حق کے ساتھ سنیں گے یہ نکلنے کا دن ہوگا بے شک ہم زندہ کرتے اور موت دیتے ہیں

وَاِلَیْنَا الْمَصِیْرُ ﴿۴۳﴾ یَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَیْنَا یَسِیْرٌ ﴿۴۴﴾ نَحْنُ

اور ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے جس دن زمین ان کے اوپر سے پھٹ جائے گی جبکہ دوڑتے ہوں گے، یہ جمع کرنا ہم پر آسان ہے، ہم

اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِجَبَّارٍ ۫ قف فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ

خوب جانتے ہیں جو یہ لوگ کہتے ہیں اور آپ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں سو آپ قرآن کے ذریعہ ایسے شخص کو نصیحت کیجئے

وَعِیْدِ ﴿۴۵﴾ ع ۳

جو میری نصیحت سے ڈرتا ہے۔

آیت ۳۷: اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ (بلاشبہ اس میں) اس مذکور میں لَذِكْرٰى (بڑی عبرت ونصیحت ہے) لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ (جس کے پاس دل ہو) سمجھنے والا۔ کیونکہ جس کا دل قبول نہیں کرتا۔ گویا اس کا دل ہی نہیں۔ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ (یا کان لگا دیتا ہو) مواعظ پر کان دھرے۔ وَهُوَ شَهِیْدٌ (متوجہ ہوکر) وہ اپنی فطانت کو حاضر باش کرنے والا ہو۔ کیونکہ جو اپنے ذہن کو حاضر نہیں کرتا وہ غائب کی طرح ہے۔

یہود کے عقیدہ کی تردید:

آیت ۳۸: وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّ مَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ (اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ چھ دن میں پیدا کیا اور ہم کو تھکان نے چھوا تک نہیں) لغوب: تھکن و عجز۔

ایک قول یہ ہے:

یہ یہود کے متعلق نازل ہوئی۔ ان کی اس بات کی تکذیب میں جو انہوں نے کہی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا ان میں پہلا یوم الاحد اور آخر یوم الجمعہ تھا۔ اور ہفتہ کے دن آرام کیا۔ اور عرش پر لیٹ گیا۔

علماء نے فرمایا کہ اس امت میں تشبیہ کا عقیدہ یہود سے نقل ہو کر آیا۔ یہود اپنے ہاں آلتی پالتی مار کر بیٹھنے کو برا خیال کرتے ہیں۔ ان کا زعم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ (نعوذ باللہ) ہفتہ کے دن اسی طرح بیٹھا تھا۔

آیت ۳۹: فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ (پس ان کی باتوں پر صبر کیجئے) یعنی یہود کی باتوں پر جو کہ کفریات اور تشبیہ وغیرہ بکتے ہیں۔ نمبر۲۔ بعث کے متعلق جو مشرکین کہتے ہیں۔ پس جو ذات ساری کائنات کو پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ وہ ان کو اٹھانے اور انتقام لینے پر بلاشبہ قادر ہے۔ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ (اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہیے) اس حال میں کہ آپ اپنے رب کی حمد وثناء کرنے والے ہوں۔ التسبیح۔ نمبر۱۔ اپنے ظاہری مراد پر ہے۔ نمبر۲۔ نماز مراد ہے۔ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ (طلوع آفتاب سے پہلے) نماز فجر وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ (اور غروب سے پہلے) ظہر وعصر۔

تسبیح سے مراد:

آیت ۴۰: وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ (اور رات میں بھی اس کی تسبیح کیا کریں) نمبر۱۔ مغرب وعشاء۔ نمبر۲۔ تہجد کی نماز۔ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ (اور نمازوں کے بعد بھی) اور تسبیح نماز کے اعمال میں۔ رکوع اور سجدہ کی تعبیر نماز سے کی گئی۔

ایک قول یہ ہے:

فرائض کے بعد نوافل۔ نمبر۲۔ وتر جو نماز عشاء کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ الْاَدْبَار۔ جمع دُبُر کی ہے قراءت: خلف، حجازی اور حمزہ نے اِدبار پڑھا ہے۔ یہ ادبرت الصلوٰۃ سے لیا گیا۔ جبکہ اس کو مکمل اور پورا کرو۔ اس کا معنی یہ ہوا۔ وقت انقضاء السجود۔ جیسا کہ کہتے ہیں اتیك خفوق النجم ای وقت خفوق النجم۔

آیت ۴۱: وَاسْتَمِعْ (اور سن رکھ) اس کو جو آپ کو قیامت کا حال سنایا گیا۔ اس میں قیامت کی ہولناکی اور بڑائی کو بیان کیا ہے۔

قراءت: یعقوب نے اس پر وقف کیا۔ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ یوم یہاں اس فعل سے منصوب ہے۔ جس پر ذٰلك یوم الخروج

دلالت کرتا ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے یوم ینادی المنادی یخرجون من القبور۔ بعض نے کہا اس کی تقدیر یہ ہے۔ واستمع حدیث یوم ینادی المنادی۔ اور غور سے سن رکھو اس دن کی بات جس دن منادی آواز دے گا۔

قراءت: المنادی دونوں حالتوں میں مکی، سہل اور یعقوب نے پڑھا ہے اور مدنی اور ابوعمرو نے وصل میں پڑھا اور دیگر قراء نے دونوں حالتوں میں یاء کے بغیر پڑھا ہے۔

اسرافیل کی نداء:

المنادی سے مراد اسرافیل علیہ السلام ہیں۔ وہ صور پھونکیں گے۔ اور آواز اس طرح دیں گے۔ ایتها العظام البالیة والاوصال المنقطعة واللحوم المتمزقة والشعور المتفرقة! ان اللّٰه یأمرکن ان تجتمعن لفصل القضاء۔

اے بوسیدہ ہڈیو! اے الگ الگ کیے ہوئے جوڑو! اے پارہ پارہ گوشت! اے پراگندہ بالو! اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے۔ فیصلۂ الٰہی کے لئے باہم اکٹھے ہو جاؤ۔ (یہ قول مقاتل ہے)

ایک قول یہ ہے:

اسرافیل صور پھونکیں گے۔ اور جبرائیل حشر کی منادی کریں گے۔

مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ (جس دن پکارنے والا پاس ہی سے پکارے گا) صخرۂ بیت المقدس سے اور یہ آسمان کے لئے زمین کا قریب ترین حصہ ہے۔ جو دوسرے حصوں کی بنسبت بارہ میل زیادہ قریب ہے۔ اور وہ وسط زمین ہے۔ (یہ کلبی کا قول ہے)

مردوں کا نکلنا:

آیت ۴۲: يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ (جس دن اس چیخنے کو سب سن لیں گے) يَوْمَ: یہ یوم ینادی سے بدل ہے۔ الصیحة سے نفخۂ ثانیہ مراد ہے۔ بِالْحَقِّ (بالیقین) یہ صیحة سے متعلق ہے۔ اور اس سے مراد بعث وحشر جزاء وسزا کیلئے۔ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ (یہ دن نکلنے کا ہوگا) قبور سے۔

آیت ۴۳: اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ (بیشک ہم ہی زندہ کرتے ہیں) مخلوقات کو وَنُمِيْتُ (اور ہم ہی مارتے ہیں) یعنی دنیا میں مارتے ہیں۔ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ (اور ہماری طرف ہی پھر لوٹ کر آنا ہے) یعنی ان سب نے لوٹنا ہے۔

آیت ۴۴: يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ (جس دن زمین ان پر سے کھل جائے گی) قراءت: کوفی، ابوعمرو نے تخفیف کے ساتھ اور باقی نے تشدید سے پڑھا ہے۔ زمین پھٹ جائے گی اور مردے اس سے نکل کھڑے ہونگے۔ سِرَاعًا (جبکہ وہ دوڑتے ہونگے) یہ مجرور سے حال ہے۔ یعنی اس حال میں کہ وہ تیزی کرنے والے ہونگے۔ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ (یہ ہمارے نزدیک ایک آسان جمع کر لینا ہے) یسیر: آسان۔ یہاں ظرف کو مقدم کیا۔ تاکہ تخصیص کو ظاہر کرے۔ یعنی اس جیسا بڑا کام آسان نہیں مگر اس قادر مطلق ذات کو جس کو ایک حالت دوسری سے مشغول نہیں کر سکتی۔

آپ مدعی ہیں نصیحت کرتے جائیں:

آیت ۴۵: نَحنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ (جو جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں)۔آپ کے اور ہمارے متعلق ہم وہ خوب جانتے ہیں اس میں کفار مکہ کو ڈرایا گیا۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے۔ وَمَآ اَنْتَ عَلَیهِمْ بِجَبَّارٍ (آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں) یہ اسی طرح ہے جیسا فرمایا۔لست علیهم بمصیطر [الغاشیه:۲۲] یعنی آپ ان پر مسلط نہیں۔آپ تو داعی ہیں۔اور ان کو آمادہ کرنے والے ہیں۔

ایک قول یہ ہے:

یہ جبرہ علی الامر سے لیا گیا ہے۔اس کا معنی اجبرہ ہے مطلب یہ ہے۔آپ ان پر والی نہیں کہ ایمان پر جبر کر کے آمادہ کریں۔ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ (تو آپ قرآن کے ذریعہ ایسے شخص کو نصیحت کیجئے جو میری وعید سے ڈرتا ہے) یہ اس طرح ہے جیسا فرمایا۔انما انت منذر من یخشٰها۔[النازعات:۴۵] کیونکہ نصیحت کا فائدہ اسی کو ملے گا۔

الحمدللہ بعد العصر سورۂ قٓ مکمل ہوئی

یکم ربیع الاول ۱۴۲۴ء

سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتُّوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ الذاریات مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اسمیں ساٹھ آیات اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۙ﴿۱﴾ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۙ﴿۲﴾ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۙ﴿۳﴾ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۙ﴿۴﴾ اِنَّمَا

قسم ہے ہواؤں کی جو (غبار وغیرہ کو) اڑاتی ہیں پھران بادلوں کی جو بوجھ کو اٹھاتے ہیں، پھران کشتیوں کی جو نرمی سے چلتی ہیں، پھران فرشتوں کی جو چیزیں تقسیم کرتے ہیں، تم سے

تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۙ﴿۵﴾ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ؕ﴿۶﴾ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۙ﴿۷﴾ اِنَّكُمْ

جس کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ بالکل سچ ہے اور جزاء ضرور ہونے والی ہے ، قسم ہے آسمان کی جس میں راستے ہیں کہ تم

لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۙ﴿۸﴾ يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ؕ﴿۹﴾ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۙ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ هُمْ

لوگ مختلف گفتگو میں ہو، اس سے وہی پھرتا ہے جس کو پھرنا ہوتا ہے غارت ہو جائیں گے اٹکل پچو باتیں کرنیوالے جو جہالت

فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۙ﴿۱۱﴾ يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ؕ﴿۱۲﴾ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ

میں بھولے ہوئے ہیں غارت ہو جائیں، پوچھتے ہیں کہ روز جزا کب ہو گا، جس دن وہ لوگ آگ پر تپائے جائیں گے

يُفْتَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ؕ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۴﴾ اِنَّ

اپنی اس سزا کا مزہ چکھو، یہی ہے جس کی تم جلدی مچایا کرتے تھے۔ بلاشبہ

الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۙ﴿۱۵﴾ اٰخِذِيْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ

متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے، ان کے رب نے جو کچھ انہیں عطاء فرمایا اسے لینے والے ہوں گے، بے شک یہ لوگ اس سے پہلے

مُحْسِنِيْنَ ؕ﴿۱۶﴾ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۱۸﴾

اچھے کام کرنے والے تھے، یہ لوگ رات کو کم سوتے تھے، اور رات کے آخری اوقات میں استغفار کرتے تھے ،

وَفِيْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾

ان کے مالوں میں حق تھا سوال کرنے والے کے لئے اور محروم کے لئے۔

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ○ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ○ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ○ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ○ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ

(قسم ہے۔ان ہواؤں کی جو غبار وغیرہ کو اڑاتی ہیں پھر ان بادلوں کی جو بوجھ کو اٹھاتے ہیں۔ پھر ان کشتیوں کی جو نرمی سے چلتی ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی جو چیزیں تقسیم کرتے ہیں۔تم سے جس کا وعدہ کیا جاتا ہے۔وہ بالکل سچ ہے)

آیت۱: وَالذّٰرِيٰتِ ہوائیں کیونکہ وہ مٹی وغیرہ کو اڑاتی ہیں۔

قراءت: حمزہ،ابوعمرو نے تاء کو ذال میں ادغام کے ساتھ پڑھا ہے۔

ذَرْوًا یہ مصدر ہے۔اس میں اسم فاعل عامل ہے۔

آیت۲: فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا اس سے مراد بادل ہیں کیونکہ وہ بارش کو اٹھاتے ہیں۔ وِقْرًا یہ حاملات کا مفعول ہے۔

آیت۳: فَالْجٰرِيٰتِ کشتیاں۔ يُسْرًا چلنا آسانی سے سہولت سے۔

مختلف کاموں پر مقرر فرشتے:

آیت۴: فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا اس سے ملائکہ مراد ہیں۔ کیونکہ وہ مختلف کام بارش،ارزاق وغیرہ کی تقسیم پر مقرر ہیں۔نمبر۲۔وہ تقسیم کا فعل کرتے ہیں اس حال میں کہ ان کو اس کا حکم دیا گیا ہے۔نمبر۳۔بندوں کے معاملات کی تقسیم کے ذمہ دار ہیں مثلاً جبرئیل سختی کیلئے۔نمبر۲۔میکائیل رحمت کیلئے۔نمبر۳۔ملک الموت قبض ارواح کیلئے نمبر۴۔اسرافیل نفخ صور کیلئے۔

ایک اور تفسیر:

اور یہ بھی درست ہے کہ اس سے صرف ہوائیں مراد ہوں کیونکہ وہ بادلوں کو بناتی اور ان کو اٹھاتی اور تقسیم کرتی اور فضاؤں میں نرمی سے چلتی ہیں۔اور بادلوں کو موڑ کر بارش کو تقسیم کرتی ہیں۔

فاء کا معنی نمبرا۔معنی صورت اول میں یہ ہے۔کہ اللہ تعالیٰ نے اول ہواؤں کی قسم کھائی پھر ان بادلوں کی جس کو وہ چلاتی اور ہنکاتی ہیں پھر ان کشتیوں کی جو ہواؤں کے چلنے سے چلتی ہیں پھر ان ملائکہ کی جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ارزاق کو تقسیم کرتے ہیں وہ ارزاق بارشیں ہوں تجارات بحار اور ان کے فوائد ہوں۔نمبر۲۔صورت ثانی میں وہ ہوائیں چلنے سے شروع ہوئیں پھر مٹی اور کنکریاں اڑاتی پھر بادلوں کو اٹھا کر فضا میں پھیلائے چلتی اور پھر بارش کو تقسیم کرتی ہیں۔

آیت۵: اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ یہ جواب قسم ہے۔اور ما موصولہ یا مصدر یہ ہے اور موعودہ چیز بعث ہے۔لَصَادِقٌ یعنی وہ سچائی والا وعدہ ہے یہ ترکیب عیشة راضية کی طرح ہے۔ای ذات رضا۔

آیت۶: وَّاِنَّ الدِّيْنَ (اور جزائے اعمال) لَوَاقِعٌ (ضرور ہونے والی ہے)

آیت۷: وَالسَّمَآءِ (قسم ہے آسمان کی) یہ دوسری قسم ہے۔ ذَاتِ الْحُبُكِ (جس میں راستے ہیں) عمدہ راستے۔جیسا کہ پانی پر ہوا چلنے سے ظاہر ہوتے ہیں یعنی لہریں اور اسی طرح حبك الشعر۔ایسے آثار جو ان کو دوہرا کریں اور توڑیں۔یعنی گھونگریالے بال۔حبك جمع حبيكة جیسے طرق جمع طریقہ کی ہے۔کہا جاتا ہے کہ آسمان کی خلقت اسی طرح ہے۔قولِ حسن رحمہ اللہ:

حبك السماء سے آسمان کے ستارے مراد ہیں اور یہ جمع حباک ہے۔

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے متعلق کفار کے قول:

آیت ۸: اِنَّكُمْ لَفِیْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ (کہ تم لوگ مختلف گفتگو میں ہو) اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کا قول ساحر، شاعر، مجنون اور قرآن مجید کے متعلق شعر، سحر، اساطیر الاولین وغیرہ۔

قرآن سے پھرنے والا بدنصیب ہوگیا:

آیت ۹: یُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ (اس سے وہی پھرتا ہے جسے پھرنا ہوتا ہے) نمبر ۱۔ ہ ضمیر کا مرجع قرآن مجید ہے یا نمبر ۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی یعنی اس قرآن سے وہ پھرتا ہے جو ایسا پھرا ہے کہ جس سے بڑھ کر کوئی پھرنا خطرناک نہیں ہے۔ نمبر ۳۔ اس سے وہی پھرتا ہے۔ جو علم الٰہی میں پھرنے والوں میں لکھا جا چکا یعنی علم ازلی میں حق کی طرف نہ آنا جس کا معلوم ہے۔

نمبر ۲۔ یہ ضمیر ما توعدون کی طرف یا الدین کی طرف بھی لوٹ سکتی ہے۔ ذاریات کی اولاً قسم اٹھائی کہ قیامت کی آمد برحق ہے پھر آسمان کی قسم اٹھائی کہ یہ لوگ قیامت کے متعلق اختلاف کا شکار ہیں بعض تو شک کرنے والے ہیں جبکہ دوسرے منکر ہیں۔ پھر فرمایا کہ اقرارِ قیامت سے وہ شخص پھرنے والا ہے۔ جو کہ پھرا ہوا ہے۔

بے دلیل باتوں والوں کی ہلاکت:

آیت ۱۰: قُتِلَ (غارت ہو جائیں) ملعون ہوئے دراصل یہ قتل و ہلاکت کی بددعا ہے۔ پھر لعنت کی جگہ استعمال ہونے لگی۔ الْخَرّٰصُوْنَ (بے سند باتیں کرنے والے) جھوٹے، غلط اندازے کرنے والے وہ مختلف باتیں کرنے والے تھے۔ لام سے انہی کی طرف اشارہ ہے گویا تقدیر کلام اس طرح ہے۔ قتل هؤلاء الخراصون۔ یہ بے سند باتیں کرنے والے ہلاک ہوں۔

آیت ۱۱: الَّذِيْنَ هُمْ فِیْ غَمْرَةٍ (جو کہ جہالت میں بھولے ہوئے ہیں) ایسی جہالت میں مبتلا ہیں جو ان کو ڈھانپے ہوئے ہے۔ سَاهُوْنَ (جو ان کو حکم ملا ہے اس سے غافل ہیں)

آیت ۱۲: يَسْئَلُوْنَ (پوچھتے ہیں یہ کہتے ہوئے) اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ (کہ روز جزاء کب ہوگا) کہ جزاء کا دن کب ہے۔ اس کی تقدیر کلام یہ ہے۔ ایان وقوع یوم الدین۔ (قیامت کا وقوع کب ہے) کیونکہ احیان حوادث کیلئے ظرف بنتے ہیں۔

آیت ۱۳: يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ (جس دن وہ آگ پر تپائے جائیں گے) یوم کا لفظ صرف فعل مضمر کہ جس پر سوال دلالت کر رہا ہے کی وجہ سے منصوب ہے ای یقع یوم۔ نمبر ۲۔ غیر متمکن کی طرف اضافت کی وجہ سے اس کا مفتوح ہونا بھی درست ہے۔ اور وہ غیر متمکن جملہ اسمیہ ہے۔ اور فعل مضمر یقع کی وجہ سے وہ محلاً منصوب ہے یا نمبر ۲۔ مرفوع هو مقدر کی وجہ سے ہے ای هو یوم هم علی النار یفتنون۔ یفتنون کا معنی: جلائے جائیں گے۔

آیت ۱۴: ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ (اپنی اس سزا کا مزہ چکھو) یعنی ان کو جہنم کے داروغہ کہیں گے۔ تم اپنا عذاب اور آگ سے جلنا چکھو۔

هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ (یہی ہے جس کی تم جلدی مچایا کرتے تھے) هذا مبتدأ اور الذی صلہ سے مل کر خبر ہے۔یعنی یہ وہی عذاب تو ہے جس کو تم دنیا میں یہ کہہ کر جلدی طلب کرتے تھے۔فأتنا بما تعدنا۔[الاعراف۔۷۰]

ایمان والوں کا تذکرہ:

آیت ۱۵: پھر ایمان والوں کا حال بیان فرمایا۔ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ (بیشک متقی لوگ بہشتوں اور چشموں میں ہونگے) یعنی چشمے ہونگے وہ جاری نہریں ہونگی اس طرح کہ ان کو وہ آنکھوں سے دیکھیں گے۔ان کی نگاہیں ان پر پڑیں گی۔ یہ نہیں کہ وہ چشموں کے اندر ہونگے۔ اٰخِذِیْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ (ان کے رب نے جو کچھ ان کو عطاء کیا اس کو وہ لے رہے ہونگے) اس سب کو وہ قبول کرنے والے ہونگے۔جو اللہ تعالیٰ ان کو ثواب میں سے عطاء فرمائیں گے اور اس پر وہ راضی ہونگے۔

نحو: آخذین یہ ظرف کی ضمیر سے حال ہے۔اور وہ اِنّ کی خبر ہے۔ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ (وہ لوگ اس سے قبل) دنیا میں داخلۂ جنت سے پہلے مُحْسِنِیْنَ (نیکوکار تھے) انہوں نے خوب نیک اعمال کیے۔ان کے احسان کی تفسیر بعد میں آرہی ہے۔

آیت ۱۷: كَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ (وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے) یھجعون۔سونے کے معنی میں آتا ہے۔

نحو: نمبر۱۔ما تاکید کے لئے زائدہ ہے۔یھجعون یہ کان کی خبر ہے۔معنی یہ ہے وہ رات کے تھوڑے سے حصہ میں سوتے تھے۔یا نمبر۲۔ما مصدریہ ہے تقدیر کلام یہ ہے۔ کانوا قلیلاً من اللیل ھجوعھم۔اور ان کا سونا بہت تھوڑا رات میں تھا۔ ھجوعھم یہ مرفوع ہے کانوا کی واؤ سے بدل ہے۔قلیلاً سے بدل نہیں ہے۔چونکہ جب قلیل کی صفت من اللیل آ گئی تو وہ شبہ فعل سے نکل گیا۔اور اس کا عمل مشابہت ہی کی وجہ سے ہے۔تقدیر کلام اس طرح ہوئی کان ھجوعھم قلیلاً من اللیل۔

نمبر۳۔ ما نافیہ نہیں بن سکتا کہ اس کا یہ معنی کریں کہ وہ رات کا تھوڑا سا حصہ بھی نہ سوتے تھے بلکہ ساری رات بیدار رہتے کیونکہ ما نافیہ کا مابعد ماقبل میں عمل نہیں کرتا۔اس طرح نہیں کہہ سکتے۔زیدًا ماضربت۔

آیت ۱۸: وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ (اور وہ اخیر شب میں استغفار کیا کرتے تھے) اس میں ان کی یہ تعریف فرمائی کہ وہ تہجد کی ادائیگی میں رات کو زندہ کرتے ہیں۔ جب سحر کا وقت ہو جاتا ہے تو استغفار کرنے لگتے ہیں گویا انہوں نے رات میں گناہ کئے ہیں۔السحر: رات کا آخری چھٹا حصہ۔

آیت ۱۹: وَفِیْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ (اور ان کے اموال سوالی کا حق ہیں) السائل: جو اپنی حاجت طلب کرے۔ وَالْمَحْرُوْمِ (اور غیر سوالی) جو سامنے آئے مگر حیاء کی وجہ سے سوال نہ کرے۔

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَفِي السَّمَاۗءِ رِزْقُكُمْ

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین کرنے والوں کے لئے، اور تمہاری جانوں میں، کیا تم نہیں دیکھتے، اور آسمان میں تمہارا رزق ہے

وَمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾

اور جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے،

عظیم قدرت کے نمونے:

آیت ۲۰: وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ (اور زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں) جو پیدا کرنے والے اور اس کی قدرت وتدبیر پر دلالت کرتی ہیں۔ زمین کو دیکھو بستر کی طرح بچھی ہوئی ہے۔ اس میں راستے اور وادیاں آنے جانے والوں کیلئے ہیں اور اس کے مختلف حصے ہیں۔ نچلا زمین کے حصے، پہاڑ، نرم، سخت اور شور والے اور اس میں پھوٹنے والے چشمے اور مختلف انواع کی کانیں اور مختلف صورتوں اور شکلوں کے پھیلے ہوئے جانور، متضاد ہیئات وافعال والے جانور پائے جاتے ہیں۔ لِّلْمُوْقِنِيْنَ (یقین لانے والوں کیلئے) ایسے توحید پرستوں کیلئے جو درست دلیل والے راستہ پر چلیں جو راستہ ان کو معرفت تک پہنچانے والا ہے، وہ کھلی بصیرت والی آنکھوں اور صحیح فہم وفراست سے دیکھنے والے ہیں۔ جب بھی وہ کسی نشانی کو دیکھتے ہیں تو اس پر غور کا راستہ پا کر ان کا یقین پہلے سے بہت بڑھ جاتا ہے۔

انسان میں نمونۂ قدرت:

آیت ۲۱: وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ (اور تمہاری ذات میں بھی) ان کی ابتدائی حالت اور ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہونے اور نفوس کے ظواہر وبواطن میں عجائبات فطرت، اور تخلیق کے وہ عمدہ نمونے ہیں جن پر ذہن حیران ہو جاتے ہیں۔ یہ دلوں کو دیکھ لو اور جو اس میں عقل رکھ دی۔ زبانوں کو دیکھو اور ان کا بولنا، مخارجِ حروف اور ان کی ترکیب وترتیب اور اس کے لطائف میں اللہ تعالیٰ کی تدبیر، صنعت کی قطعی اور روشن دلیلیں ہیں۔ کانوں، آنکھوں اور اطراف اور تمام جوارح پر توجہ کرو اور جس کیلئے انکو بنایا گیا انکی ادائیگی دیکھو۔ اللہ تعالیٰ نے جوڑوں میں دوہرے ہونے اور مڑنے کا کتنا شاندار انداز بنایا جب ان میں سے کوئی جوڑ سخت ہو جائے تو انسان عاجز ہو جاتا ہے اور جب کوئی جوڑ ڈھیلا پڑ جائے عاجزی انسان کو بیٹھا دیتی ہے۔ فتبارك الله احسن الخالقين۔

بعض کا قول:

جنہوں نے تقدیر عبارت اس طرح قرار دی افلا تبصرون فی انفسکم یہ کمزور قول ہے۔ کیونکہ اس سے استفہام کے دورانیہ میں آنے والے کو حرف استفہام سے مقدم کرنا لازم آتا ہے جو کہ نادرست ہے۔

فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿۲۳﴾ هَلْ اَتٰىكَ

سو قسم آسمان اور زمین کے رب کی بے شک وہ حق ہے جیسا کہ تم بول رہے ہو۔ کیا ابراہیم کے

حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ

معزز مہمانوں کی حکایت آپ کو پہنچی ہے، جب وہ ان پر داخل ہوئے تو انہوں نے سلام کیا، ابراہیم نے بھی کہا

سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ

سلام ہو انجان لوگ ہیں، پھر اپنے گھر والوں کی طرف چلے تو ایک موٹا بچھڑا لے آئے ، پھر اسے ان کے پاس لا کر رکھا،

قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾

کہنے لگے، کیا تم نہیں کھاتے؟ پھر انکی طرف سے دل میں ڈر محسوس کیا انہوں نے کہا ڈرو نہیں اور انہوں نے ایک صاحب علم لڑکے کی بشارت دی،

اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (کیا تم کو دکھائی نہیں دیتا) عبرت حاصل کرنے والے کی نگاہ سے دیکھو۔

آیت ۲۲: وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ (اور تمہارا رزق آسمان میں ہے) رزق سے بارش مراد ہے کیونکہ وہ سبب اقوات ہے۔

قولِ حسن رحمۃ اللہ علیہ:

جب آپ بادل کو دیکھتے تو اپنے اصحاب کو فرماتے۔ اس میں اللہ کی قسم تمہارا رزق ہے۔ لیکن تم اپنی خطاؤں سے اس سے محروم کر دیئے جاتے ہو۔

وَمَا تُوْعَدُوْنَ (اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے) یعنی جنت وہ آسمان سابع کی چھت اور عرش کے نیچے ہے۔ یا مراد وہ ارزاق ہیں جو دنیا میں ملتے ہیں اور وعدہ جو آخرت میں رزق ملنے کا کیا جاتا ہے۔ یہ سب مقدر اور آسمان میں لکھا ہے۔

آیت ۲۳: فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ (تو قسم ہے آسمان وزمین کے پروردگار کی کہ وہ برحق ہے) نحو: ضمیر رزق کی طرف عائد ہے یا ماتوعدون کی طرف مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ (جیسا کہ تم باتیں کر رہے ہو) قراءت: مثلُ کو رفع کے ساتھ کوفی قراء حمزہ، کسائی نے سوائے حفص کے پڑھا۔ اور حق کی صفت بنایا۔ ای حقا مثل نطقکم۔ تمہارے بولنے کی طرح حق ہے۔ دیگر قراء نے مثلَ پڑھا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ انه لحق حقا مثل نطقکم اور غیر متمکن کی طرف اضافت کی وجہ سے بھی فتحہ درست ہے اور ما زائدہ ہے۔

قولِ اصمعی رحمۃ اللہ علیہ:

کہ میں جامع بصرہ سے آرہا تھا۔ کہ ایک اعرابی بیٹھا سامنے آیا۔ کہنے لگا تم کون ہو؟ میں نے کہا بنی اصمع میں سے ہوں اس

نے کہا کہاں سے تشریف لا رہے ہیں؟ میں نے کہا میں ایسی جگہ سے آ رہا ہوں جہاں رحمان کا کلام پڑھا جاتا ہے۔ اس نے کہا مجھے تلاوت کر کے سناؤ۔ پس میں نے سورۂ والذاریات پڑھ کر سنانا شروع کی۔ جب میں اس آیت **وفی السماء رزقکم!** پر پہنچا تو کہنے لگا۔ بس کافی ہے۔ وہاں سے اٹھ کر اپنی اونٹنی کو ذبح کر ڈالا۔ اور اس کا گوشت آگے پیچھے ادھر ادھر تقسیم کر دیا اور اپنا تیر اور کمان لے کر اس کو توڑ ڈالا۔ جب میں ہارون الرشید کے ساتھ حج کرنے گیا تو میں طواف میں مصروف تھا۔ تو اچانک ایک نرم آواز مجھے سنائی دی۔ میں متوجہ ہوا تو وہی اعرابی تھا۔ کمزور زرد پڑ چکا تھا۔ اس نے بڑھ کر سلام کیا اور کہا مجھے سورۃ الذاریات پڑھ کر سناؤ۔ جب میں اس آیت پر پہنچا تو اس نے زور سے چیخ ماری اور کہہ رہا تھا۔ **قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا**۔ پھر کہنے لگا۔ کیا اور بھی حصہ سورت کا باقی ہے تو میں نے آیت پڑھی۔ **فورب السماء والارض انه لحق**۔ اس نے پھر چیخ ماری اور کہا سبحان اللہ! جس نے اس جلیل ذات کو ناراض کیا یہاں تک کہ اس نے قسم اٹھائی اور اس کی بات کو سچا نہ جانا یہاں تک کہ اس نے قسم کھائی۔ یہ کلمات تین مرتبہ دہرائے اور تیسری بار روح بھی ساتھ ہی پرواز کر گئی۔

آیتِ قدرت:

آیت ۲۴: **هَلْ اَتٰىكَ** (کیا آپ تک پہنچی ہے) بات کی عظمت شان کو ظاہر کرنے اور اس بات پر متنبہ کرنے کے لئے کہ یہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں۔ بلاشبہ اس کو وحی سے جانا اور آیت کا ماقبل سے ربط اس طرح ہے کہ پہلے نے فرمایا۔ **وفی الارض** آیات۔ اور اس قصہ کے آخر میں فرمایا۔ **وترکنا فیها آیةً**۔ تو گویا یہ بھی من جملہ آیاتِ قدرت سے ہے۔ **حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ** (بات ابراہیم کے معزز مہمانوں کی) **الضیف** ایک اور جماعت کے لئے بولا جاتا ہے جیسا الصوم' الزور۔ کیونکہ یہ اصل میں مصدر ہے۔ جس کو مضاف کیا گیا۔ یہ بارہ فرشتے تھے۔

ایک اور قول:

نو فرشتے تھے دسویں جبرائیل علیہ السلام تھے۔ ان کو آیت ضیف قرار دیا۔ کیونکہ وہ صورۃً ضیف تھے۔ اس لئے ان کو ابراہیم علیہ السلام کی طرف مضاف کیا یا ابراہیم علیہ السلام کے گمان میں وہ مہمان تھے۔

الْمُكْرَمِیْنَ (اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت والے) جیسا دوسرے مقام پر فرمایا۔ **بل عباد مکرمون**۔ **ایک قول یہ ہے:** ابراہیم علیہ السلام نے خود ان کی خدمت کی اور ان کی زوجہ محترمہ نے ان کی خدمت کی۔ اور جلد مہمانی ان کیلئے تیار کر دی۔

آیت ۲۵: **اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ** (جبکہ وہ ان کے پاس آئے) **نحو**: **مکرمین** کی وجہ سے منصوب ہے۔ جبکہ ابراہیم علیہ السلام کے اکرام سے تفسیر کی جائے۔ ورنہ **اذکر** فعل مضمر کا مفعول ہے۔ **فَقَالُوْا سَلٰمًا** (پھر ان کو سلام کیا) **نحو**: **سلامًا** مصدر ہے۔ اس کو فعل کے قائم مقام لائے اور فعل سے استغناء اختیار کیا۔ اصل کلام یہ ہے۔ **نسلم علیکم سلامًا**۔ **قَالَ سَلٰمٌ** (ابراہیم علیہ السلام نے بھی کہا سلام) یعنی تم پر سلام ہو۔ **نحو**: یہ مبتدأ کی وجہ سے مرفوع ہے۔ اس کی خبر محذوف ہے اور رفع کی طرف عدول تو اثباتِ سلام

کیلئے ہے۔ گویا انہوں نے یہ قصد فرمایا کہ وہ ان کو اس سے بہتر انداز سے سلام کریں۔ جس طرح سے انہوں نے کیا۔ اور یہ بھی مہمانوں کا اکرام تھا۔

قراءت: حمزہ، علی نے سِلْمٌ پڑھا ہے۔ اس کا معنی بھی سلام ہے۔ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ (انجان لوگ ہیں) یعنی تم انجان لوگ ہو پس مجھے تعارف کراؤ تم کون ہو۔

آیت ۲۶: فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ (پھر اپنے گھر کی طرف چلے) اپنے مہمانوں سے خفیہ طور پر گھر کی طرف گئے۔ اور میزبانی کا ادب یہ ہے کہ اس کا معاملہ مخفی ہو۔ اور مہمانی شروع کر دے بغیر اس کے کہ مہمان کو معلوم ہو۔ اس خطرے کے پیش نظر کہ وہ انکار نہ کر دے۔ ابراہیم علیہ السلام کے پاس گائیں کثرت سے تھیں۔ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ (اور ایک موٹا بچھڑا لائے)

آیت ۲۷: فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ (اور اس کو ان کے پاس لا کر رکھا) تاکہ وہ اس میں سے کھائیں مگر انہوں نے نہ کھایا۔ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ (کہنے لگے آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں) ان کا نہ کھانا ان کو اوپرا معلوم ہوا یا آپ نے ان کو اس پر آمادہ کیا۔

آیت ۲۸: فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً (ان سے دل میں خوف محسوس کیا) کیونکہ جو تیرا کھانا نہیں کھاتا وہ تیری ذمہ داری کا لحاظ بھی نہ کرے گا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ان کے دل میں آیا کہ یہ فرشتے ہیں جن کو عذاب کیلئے بھیجا گیا ہے۔ قَالُوْا لَا تَخَفْ (انہوں نے کہا تم ڈرو مت) ہم تو اللہ تعالیٰ کے قاصد ہیں۔ **ایک قول یہ ہے:** جبرائیل علیہ السلام نے بچھڑے پر ہاتھ پھیرا تو اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی ماں کے ساتھ جا ملا۔ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ (اور ان کو ایک فرزند کی بشارت دی جو بڑا عالم ہوگا) یعنی تبلیغ کرے گا اور تعلیم دے گا۔

فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِیْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ

اور پھر انکی بیوی زور سے پکارتی ہوئی آئی	پھر اس نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا	کہنے لگی بڑھیا ہوں، بانجھ ہوں،	فرشتوں نے کہا کہ تمہارے

قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۰﴾

رب نے ایسا ہی فرمایا ہے	بیشک وہ حکمت والا ہے علم والا ہے

قولِ جمہور:

یہ ہے کہ اسحاق علیہ السلام تھے۔

آیت ۲۹: فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِیْ صَرَّةٍ (اتنے میں ان کی بی بی بولتی پکارتی آئیں) صرّۃ :زور سے بولنا۔ یہ صر القلم و الباب سے ہے۔

قول الزجاج:

یہاں زور سے چیخنا مراد ہے۔ حال کی وجہ سے محلاً منصوب ہے۔ ای جاء ت صارۃً فاخذت فی صیاح: لگی زور سے بولنے چیخنے۔ اور اس کی آواز اس کا یہ قول تھا۔ یا ویلتا۔ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا (پھر ماتھے پر ہاتھ مارا) پس اس نے اپنے دونوں ہاتھ کھول کر چہرے پر مارے۔

ایک قول یہ ہے:

اپنی انگلیوں کے اطراف اپنی پیشانی پر مارے جیسے کوئی تعجب والا کرتا ہے۔

وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ (اور کہنے لگیں بڑھیا بانجھ) یعنی انا عجوز میں بانجھ ہوں پس کیسے میں جنوں گی؟ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایاء الد و انا عجوز وھذا بعلی شیخًا۔[ہود۔۷۲]

آیت ۳۰: قَالُوْا كَذٰلِكِ (فرشتوں نے کہا ایسا ہی) اسی کی مثل جو ہم نے کہا اور جس کی ہم نے اطلاع دی۔ قَالَ رَبُّكِ (تمہارے رب نے فرمایا ہے) ہم تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر قدرت رکھتے ہیں جس کو تم بعید قرار دیتی ہو۔ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِیْمُ (بیشک وہ حکمت والا ہے) اپنے فعل میں۔ الْعَلِیْمُ (وہ علم والا ہے) اس پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ روایت میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے اسے فرمایا۔ جب اس نے تعجب کا اظہار کیا۔ تو چھت کی طرف دیکھ جونہی اس نے دیکھا تو کھجور کا تنا پتے دار ہو گیا۔ اور پھل لے آیا۔

جب ان کو معلوم ہو گیا۔ کہ یہ فرشتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے قاصد بن کر بعض امور کیلئے اترا کرتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾

ابرہیمؑ نے کہا اے بھیجے ہوئے لوگو! تمہیں کیا بڑا کام کرنا ہے؟ انہوں نے کہا بے شک ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں

لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿۳۳﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۴﴾ فَاَخْرَجْنَا

تاکہ ہم ان پر ایسے پتھر برسائیں جو مٹی سے بنائے گئے ہوں، جن پر آپ کے رب کے پاس سے خاص نشان بھی ہیں ان کے لئے جو حد سے گزرنے والوں میں سے ہیں، سو ان میں

مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَتَرَكْنَا

جتنے ایمان والے تھے انہیں ہم نے نکال دیا سو اس میں ایک گھر کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا، اور ہم نے

فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۳۷﴾ وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ

اس واقعہ میں ایسے لوگوں کے لئے عبرت رہنے دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں، اور موسیٰ کے قصہ میں عبرت ہے جبکہ ہم نے انہیں فرعون کے پاس کھلی ہوئی دلیل

بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ

کے ساتھ بھیجا، سو فرعون نے اپنی جماعت کے ساتھ روگردانی کی اور کہنے لگا کہ یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے سو ہم نے اسے اور اسکے لشکروں کو پکڑ لیا، سو ہم نے انہیں سمندر میں

فِى الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۴۰﴾ وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ﴿۴۱﴾

پھینک دیا اور اس حال میں کہ وہ ملامت کا کام کرنے والا تھا، اور عاد کے قصہ میں عبرت ہے جبکہ ہم نے ان پر ہوا بھیج دی جو ہر خیر سے خالی تھی،

آیت ۳۱: قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ (ابراہیم کہنے لگے اچھا تو تم کو بڑی مہم کیا درپیش ہے) یعنی تمہارا کیا مطلوب اور کیا معاملہ ہے۔ کس مقصد کی خاطر تمہیں بھیجا گیا ہے۔ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ (اے فرشتو!) تم صرف بشارت کیلئے بھیجے گئے ہو یا کسی دوسرے کام یا دونوں کیلئے؟

آیت ۳۲: قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ (وہ کہنے لگے ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں) یعنی قوم لوطؑ کی طرف۔

آیت ۳۳: لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ (تاکہ ہم ان پر کھنگر کے پتھر برسائیں) مراد کنکریاں ہیں۔ وہ مٹی ہے جس کو پکایا جاتا ہے جیسا کہ پکی اینٹ پک کر مضبوطی میں پتھر کی طرح ہو جاتی ہے۔

آیت ۳۴: مُّسَوَّمَةً (جن پر نشان بھی ہے) یہ السومة سے لیا گیا ہے۔ اور وہ علامت ونشان کو کہتے ہیں۔ ہر ایک پتھر پر اس کا نام تھا جس نے اس سے ہلاک ہونا تھا۔ عِنْدَ رَبِّكَ (آپ کے رب کے پاس سے) اس کی ملکیت وسلطنت میں۔ لِلْمُسْرِفِيْنَ (حد سے گزرنے والوں کے لئے) ان کو مسرفین فرمایا۔ جیسا کہ ان کو عادین کا لقب دیا۔ کیونکہ وہ اپنے عمل میں حد سے بڑھنے

والے اور زیادتی کی انتہاء تک پہنچنے والے تھے۔اس لئے کہ انہوں نے مباحات پر قناعت نہ کی۔

آیت ۳۵: فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا (ہم نے سب کو وہاں سے علیحدہ کر دیا) یعنی بستی میں۔اس کے معروف ہونے کی وجہ سے بستی کا ذکر نہیں کیا۔ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (جتنے ایماندار تھے) یعنی حضرت لوط علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے۔

آیت ۳۶: فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ (پھر سوائے مسلمانوں کے ایک گھر کے اور کوئی گھر ہم نے نہیں پایا) یعنی سوائے لوط علیہ السلام کے اہل بیت کے۔

مُّسْلِمُوْنَ: اس میں دلیل ہے کہ ایمان اور اسلام ایک چیز ہے۔کیونکہ یہاں ملائکہ نے انہی کو مؤمنین اور مسلمین دونوں القاب سے ذکر کیا ہے۔

آیت ۳۷: وَتَرَكْنَا فِيْهَآ (اور ہم نے اس واقعہ میں) ان بستیوں میں اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ (ایسے لوگوں کے لئے عبرت رہنے دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں) ایسی علامت جس سے عبرت حاصل کی جاتی ہے اور وہ اس سے خوف محسوس کرتے ہیں۔وہ نہیں کہ جن کے دل سخت ہیں۔

ایک قول یہ ہے:

بدبودار سیاہ پانی۔

نمونۂ عبرت:

آیت ۳۸: وَفِيْ مُوْسٰٓى (اور موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں عبرت ہے) اس کا عطف وفی الارض آیات پر ہے۔یا وترکنا فیھا ایۃ پر ہے۔اس صورت میں معنی یہ ہوگا وجعلنا فی موسٰی ایۃ (کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام میں نشانی بنائی) یہ اس مثال کے مطابق ہوگا۔علفتھا تبنا وماءً باردًا۔ اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ (جبکہ ہم نے ان کو فرعون کے پاس ایک کھلی ہوئی دلیل دے کر بھیجا) سلطان مبین سے واضح حجت یعنی ید بیضاء اور عصا مراد ہیں۔

آیت ۳۹: فَتَوَلّٰى (پس اس نے سرتابی کی اور ایمان سے اعراض کیا) بِرُكْنِهٖ (بمع اپنے ارکان سلطنت کے) جن کے ساتھ وہ قوت حاصل کرتا تھا مثلاً لشکر وملک۔ الرکن :جس کی طرف جھکاؤ ہو خواہ وہ مال ولشکر ہو۔وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ (اور کہنے لگا یہ ساحر یا مجنون ہے)

ملامت کا معنی:

آیت ۴۰: فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ (پس ہم نے اس کو اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا۔اور اس نے کام بھی ملامت کا کیا تھا) ملیم یعنی وہ کفر وعناد والا قابل مذمت فعل کرنے والا تھا۔یہ ملیم ایک مقام پر سورۃ الصافات آیت ۱۴۲ میں فالتقمه الحوت وھو ملیم استعمال ہوا۔مگر وہاں یہ معنی نہیں کیونکہ ملامت کے لوازم مختلف ہیں اور ان کے

مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ﴿۴۲﴾ وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ

وہ جس چیز پر بھی گزرتی تھی اسے ایسی بنا دیتی تھی جیسے کوئی چیز گل کر ریزہ ریزہ ہو جائے اور ثمود کے قصہ میں عبرت ہے جبکہ ان سے کہا گیا

تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۴۳﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ

کہ تھوڑے سے وقت تک نفع حاصل کرلو، سو انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی، لہٰذا انہیں عذاب نے پکڑ لیا اور وہ

يَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ

دیکھ رہے تھے، سو وہ کھڑے نہ ہو سکے اور نہ بدلہ لے سکے، اور ان سے پہلے نوح کی قوم کا ایسا ہی حال ہوا

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۴۶﴾ ع ۲

بے شک وہ نافرمان لوگ تھے۔

مختلف ہونے سے ملامت کی مقدار میں بھی فرق ہوگا۔ کفر کا ارتکاب کرنے والا اپنے فعل کفر کی مقدار کے مطابق قابل ملامت ہے اور کبیرہ کا مرتکب کبیرہ گناہ کے مطابق اور صغیرہ کا صغیرہ کے مطابق اور لغزش کرنے والا اس کے مطابق (فتدبر)

نحو : یہ جملہ واؤ کے ساتھ فاخذناہ کی ضمیر سے حال ہے۔

خیر سے خالی ہوا:

آیت ۴۱: وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ (اور عاد کے قصہ میں بھی عبرت ہے۔ جبکہ ہم نے ان پر نامبارک آندھی بھیجی) **عقیم** وہ جس میں کوئی خیر بارش وغیرہ میں سے نہ تھی یا درختوں کو ثمر بار کرنے سے خالی تھی وہ ہلاکت کی ہوا تھی۔ اس کے متعلق اختلاف کیا گیا ہے۔

قول اظہر:

سب سے ظاہر قول یہ ہے۔ کہ وہ دبور۔ پچھم کی ہوا تھی اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ **نصرت بالصباو اھلکت عاد بالدّبور** ۔ (رواہ احمد ۳۲۴۔ مسلم/۹۰۰)

تکذیب کے نتیجہ میں ہر چیز ریزہ ہوگئی:

آیت ۴۲: مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ (جس چیز پر گزرتی اس کو ایسا کر دیتی تھی جیسے کوئی چیز گل کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے) **الرمیم**: ہر وہ چیز جو ریزہ ریزہ ہو یعنی پرانی ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائے۔ نمبر ۲۔ خواہ وہ ہڈی ہو یا نبات یا اور

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور ہم نے آسمان کو قوت کے ساتھ پیدا فرمایا اور بے شک ہم وسیع قدرت والے ہیں، اور زمین کو ہم نے فرش بنایا سو ہم اچھے بچھانے والے ہیں،

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ

اور ہر چیز سے ہم نے دو قسمیں بنائی ہیں تا کہ تم سمجھو، سو تم اللہ کی طرف دوڑو، بیشک میں تمہیں

مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۱﴾

اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں، اور اللہ کے ساتھ دوسرا معبود قرار نہ دو بے شک میں تمہیں اسکی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں،

کوئی چیز مطلب یہ ہوا۔ کہ اس ہوا کا گزران کی جس چیز چوپائے' کھیتیاں' اموال پر ہوتا اس کو وہ تہس نہس کر دیتی۔

آیت ۴۲: وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ۔ (اور ثمود کے قصہ میں جب ان سے فرمایا گیا ایک وقت تک برت لو)۔

آیت ۴۳: فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ (پس ان لوگوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی) اس کو بجالانے سے تکبر اختیار کیا۔ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ (پس ان کو عذاب نے آلیا) الصاعقه: سے عذاب مراد ہے ہر مہلک عذاب کو صاعقة کہا جاتا ہے۔

قراءت: الصعقة علی نے پڑھا۔ فعلہ کا وزن ایک بار کیلئے آتا ہے۔ یہ مصدر ہے ای صعقتهم الصاعقة۔ ان کو عذاب نے پکڑ لیا یکبارگی پکڑنا۔ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ (اور وہ دیکھ رہے تھے) کیونکہ وہ دن کے وقت تھا جس کو وہ آنکھوں سے ملاحظہ کر رہے تھے۔

آیت ۴۵: فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ (پس نہ تو وہ کھڑے ہی ہو سکے) یعنی بلکہ بھاگ گئے یا یہ عرب کے اس قول سے ہے۔ مایقوم به۔ جبکہ وہ کسی چیز کے دفع کرنے سے عاجز آجائے۔ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ (اور نہ وہ بدلہ لے سکے) نہ وہ عذاب کو روک سکے۔ یا ان کو عذاب سے ہمارا مقابلہ ممکن نہ ہوا کیونکہ انتصار مقابلے کے لئے آتا ہے۔

آیت ۴۶: وَقَوْمَ نُوْحٍ (اور قوم نوح علیہ السلام) ای اهلكنا قوم نوح ہم نے قوم نوح کو ہلاک کر دیا۔ کیونکہ ماقبل اس فعل کے حذف پر دلالت کرتا ہے۔ یا نمبر ۲۔ اذکر فعل کا مفعول ہے۔

قراءت: ابوعمرو' علی' حمزہ' نے جر سے پڑھا ہے۔ ای وفی قوم نوحٍ آية۔ اور قراءت عبداللہ اس پر دلالت کرتی ہے۔ وفی قوم نوحٍ۔ مِّنْ قَبْلُ (ان سے پہلے) ان مذکورۃ الصدر لوگوں سے پہلے۔ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ (وہ بڑے نافرمان لوگ تھے) فاسقین بمعنی کافرین ہے۔

آیت ۴۷: وَالسَّمَآءَ۔ بَنَيْنٰهَا: یہ بنینٰها باید جس فعل کی تفسیر کر رہا ہے اسکی وجہ سے منصوب ہے۔ ای بنینا السماء بنینٰها۔

بَنَیْنٰهَا بِاَیْدٍ (اور آسمان کو ہم نے قدرت سے بنایا) اَیْد: قوت وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ (اور ہم وسیع القدرت ہیں) ضرور قدرت والے ہیں۔ یہ الوسع سے لیا گیا جس کا معنی طاقت ہے۔ الموسع۔ القوی علی الانفاق (جو خرچ کرنے میں قوی ہو) یا الموسعون ہم آسمان وزمین کے درمیان وسعت کرنے والے ہیں۔

آیت ۴۸: وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا (اور ہم نے زمین کو فرش بنایا) ہم نے زمین کو پھیلایا اور بچھایا۔ نحو: الارض۔ فعل مضمر سے منصوب ہے۔ ای فرشنا الارض فرشنا ھا۔ یہ جملہ اس کی تفسیر ہے۔ فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ (پس ہم اچھے بچھانے والے ہیں)

ہر چیز میں متقبل چیزیں ہیں:

آیت ۴۹: وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ اور ہم نے ہر چیز کو حیوانات میں سے خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ (دو دو قسم کا بنایا) مذکر ومؤنث۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

آسمان وزمین، لیل، نہار، سورج، چاند، خشکی، تری، موت، زندگی پس انہوں نے بہت سی اشیاء کو شمار کیا۔ اور فرمایا ان میں سے ہر دو جوڑا (متضاد) اور ذات باری تعالیٰ وہ فرد بے مثل ہیں۔ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (تاکہ تم سمجھو) ہم نے یہ سب کیا یعنی آسمان کا بنانا، زمین کا بچھانا، ازواج کا پیدا کرنا، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اور خالق کو پہچان کر اس کی عبادت کرو۔

آیت ۵۰: فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ (تو تم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف دوڑو) نمبر ا۔ یعنی شرک سے ایمان باللہ کی طرف آؤ۔ یا اطاعت شیطان کو چھوڑ کر۔ نمبر ۲۔ طاعت رحمان اختیار کرو۔ نمبر ۳۔ یا وہ چیز جو اس کی طرف لے جانے والی ہے۔ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ (میں تمہارے واسطے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں)

آیت ۵۱: وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ (اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور کوئی معبود مت قرار دو! میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں) انی لکم الایۃ کو دوبارہ تاکید کے لئے لائے۔ وعید کو طویل کرنا بلاغت کا قاعدہ ہے۔

كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۵۲﴾ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ

اسی طرح اس سے پہلے ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا جسے انہوں نے دیوانہ یا جادوگر نہ بتایا ہو، کیا وہ لوگ آپس میں اس بات کی وصیت کرتے آئے ہیں بلکہ وہ

قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾ وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾

سب سرکش لوگ ہیں سو آپ انکی طرف سے اعراض کیجئے کیونکہ آپ پر کوئی ملامت نہیں، اور نصیحت کیجئے کیونکہ نصیحت ایمان والوں کو نفع دیتی ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ

اور میں نے جن اور انس کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ میری عبادت کریں۔ میں ان سے کوئی رزق نہیں چاہتا اور یہ نہیں چاہتا

اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿۵۸﴾ فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

کہ مجھے کھلائیں، بلا شبہ اللہ وہ ہے جو خوب رزق دینے والا ہے قوت والا ہے، نہایت ہی قوت والا ہے سو بیشک ان لوگوں کیلئے جنہوں نے ظلم کیا

ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ

ان کے لئے عذاب کا بڑا حصہ ہے جیسا کہ ان کے ہم مشربوں کا تھا، سو وہ مجھ سے جلدی نہ کریں، سو کافروں کے لئے بڑی خرابی ہے انکے

ع ۳ ۲ ۴ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾

اس دن سے جس کا ان سے وعدہ کیا جارہا ہے۔

آیت ۵۲: كَذٰلِكَ (اسی طرح جو لوگ) یعنی معاملہ اسی طرح ہے۔ ذلك سے ان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانے اور ساحر و مجنون جیسے القاب دینے کی طرف اشارہ ہے۔ پھر اس اجمال کی تفصیل اس ارشاد میں فرمائی۔ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں) هم آپ کی قوم قریش۔ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا (ان کے پاس کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا۔ جس کو انہوں نے نہ کہا ہو) کہ وہ سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ (ساحر ہے یا مجنون) انہوں نے ان پر سحر یا جنون کا الزام اپنی جہالت کی بنیاد پر لگا دیا۔

ایک دوسرے کو وصیت تو نہیں کی اصل میں یہ سرکش نہیں:

آیت ۵۳: اَتَوَاصَوْا بِهٖ (کیا وہ اس بات کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے چلے آتے تھے) ہٖ کی ضمیر قول کی طرف راجع ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے أتواصى الاولون والآخرون بهذا القول حتى قالوه جميعا متفقين عليه۔ کیا اول و آخر اس بات کی وصیت کرتے چلے آئے یہاں تک کہ سب نے بالاتفاق یہ بات کہی۔ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ (بلکہ یہ سب کے سب سرکش

لوگ تھے) یعنی انہوں نے وصیت تو نہ کی کیونکہ ان کی باہمی ملاقات ہی نہ ہوئی۔ زمانے مختلف تھے۔ بلکہ ایک علت نے ان کو جمع کر دیا اور وہ علت طغیان تھی اور سرکشی ہی اس بات پر آمادہ کرنے والی ہے۔

آیت ۵۴: فَتَوَلَّ عَنْهُمْ (پس آپ ان کی طرف التفات نہ فرمائیں) پس ان سے اعراض فرمائیں جن کو بار بار دعوت دی جا چکی مگر انہوں نے عناد کی وجہ سے اسے قبول نہ کیا۔ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ (کیونکہ آپ پر کسی طرح کا الزام نہیں) آپ نے جب پیغام رسالت پہنچا دیا تو اب اعراض سے آپ پر الزام نہ ہوگا آپ نے تو دعوت و تبلیغ میں امکانی جہد صرف کر ڈالی۔

آیت ۵۵: وَّذَكِّرْ (اور سمجھاتے رہئے) قرآن سے نصیحت کرتے رہیں۔ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ (کیونکہ سمجھانا ایمان والوں کو فائدہ دے گا) ان کے علم میں اضافہ ہوگا۔

سیاق سے آیت خاص ہے:

آیت ۵۶: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (اور میں نے جن وانس کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کیا کریں) العبادة کا حقیقی معنی مراد لیں تو پھر آیت عام نہ بنے گی۔ بلکہ اس وقت اس سے مراد جن وانس میں سے مؤمن مراد ہونگے۔ اس کی دلیل سیاق آیت ہے۔ میری مراد یہ ہے وذکر فان الذکری تنفع المؤمنین۔ اور قراءت ابن عباس رضی اللہ عنہما وما خلقت الجن والانس من المؤمنین اس کی تائید کرتی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ درست نہیں کہ وہ ان لوگوں کو عبادت کے لئے پیدا کرے جن کے متعلق یہ معلوم ہے کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔ کیونکہ جب ان کو عبادت کے لئے پیدا کیا اور عبادت ان سے چاہی تو اس ارادہ کا ظہور لازم ہے اور ادھر جب وہ ایمان نہ لائے تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ وہ جہنم کے لئے پیدا کیے گئے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا۔ ولقد ذرأنا لجهنم كثيرًا من الجن والانس۔ [الاعراف۔۱۷۹]

ایک قول یہ ہے:

میں نے جن وانس کو پیدا نہیں کیا مگر اس لئے تا کہ میں ان کو عبادت کا حکم دوں۔ یہ قول علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ (الالآمرهم بالعبادة)

ایک اور قول:

الالیکونوا عبادًالی۔ مگر اس لئے تا کہ وہ میرے بندے بن جائیں۔

بہترین توجیہ:

عبادت کا معنی توحید لیا جائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے۔ کہ کل عبادة فی القرآن فهی توحید کہ عبادت کا لفظ جہاں قرآن میں ہے وہاں توحید مراد ہے۔ اور تمام اللہ تعالیٰ کو آخرت میں وحدہ لاشریک مان لیں گے۔ جیسا کہ معلوم ہے

اور کافر بھی آخرت میں مؤمن موحد ہونے کا اقرار کریں گے۔ جیسا کہ اس ارشاد الٰہی میں فرمایا۔ ثم لم تکن فتنتھم الا ان قالوا واللّٰہ ربنا ماکنا مشرکین [الانعام۔۲۳]

اگرچہ بعض نے دنیا میں شرک کیا لیکن دنیا کی مدت ابد کی بنسبت ایک دن سے بھی اقل قلیل ہے۔ جو شخص غلام خرید لے اور کہے۔ ما اشتریت الا للکتابۃ کان صادقا فی قولہ۔ ما اشتریتہ الا للکتابۃ اگرچہ وہ اس کی عمر غلامی میں کسی اور کام پر بھی لگائے۔ گویا معتدبہ مدت جو کام کرایا جائے وہ کل سے محاورہ میں تعبیر کر دیا جاتا ہے۔

آیت ۵۷: مَآ اُرِیْدُ مِنْھُمْ مِّنْ رِّزْقٍ (میں ان سے رزق رسانی کی درخواست نہیں کرتا) میں نے ان کو اس لئے نہیں بنایا کہ وہ اپنے نفسوں کو رزق پہنچائیں۔ یا میرے بندوں میں سے کسی کو رزق پہنچائیں۔ وَّمَآ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ (کہ وہ مجھ کو کھلایا کریں)

قولِ ثعلب نحوی:

ای یطعموا عبادی۔ یہ اضافت تخصیص ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں جو کہ حدیث قدسی ہے۔ من اکرم مؤمنا فقدا کرمنی۔ ومن اذی مؤمنا فقد آذانی۔ (فیض القدیر۔۸۵۱۷)

جس نے کسی مؤمن کا اکرام کیا اس نے میرا اکرام کیا اور جس نے کسی مؤمن کو ایذاء دی اس نے مجھے ایذاء دی۔

آیت ۵۸: اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ (اللہ تعالیٰ خود ہی سب کو رزق پہنچانے والا ہے۔ قوت والا نہایت ہی قوت والا ہے) القوۃ المتین (نہایت قوت والا) نَحْوَ :۔ رفع کے ساتھ یہ ذو کی صفت ہے۔ اعمش نے جر کے ساتھ پڑھا۔ اور القوۃ کی صفت قرار دیا۔ اقتدار کی تاویل پر ہے۔

اب ان ظالموں کی باری:

آیت ۵۹: فَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا (پس ان ظالموں کی) قریش مکہ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تکذیب کا ظلم کیا۔ ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِھِمْ (بھی باری ہے جیسا کہ ان کے ہم مشربوں کی باری تھی) اللہ تعالیٰ کے عذاب میں سے ان کا حصہ ہے جیسا کہ ان کے ہم مثل ہلاک شدہ زمانوں والے کا۔

قول الزجاج:

الذنوب لغت میں حصہ کو کہتے ہیں۔ فَلَا یَسْتَعْجِلُوْنِ (پس یہ مجھ سے جلدی نہ طلب کریں) یعنی نزولِ عذاب میں۔ اس میں نضر اور اس کے ساتھیوں کا جواب ہے۔ جب کہ انہوں نے جلد عذاب مانگا۔

آیت ۶۰: فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ یَّوْمِھِمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ (غرض ان کافروں کے لئے اس دن کے آنے سے بڑی خرابی ہے۔ جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے) جس کا وعدہ کیا گیا اس سے قیامت کا دن مراد ہے۔ اور ایک قول یہ ہے بدر کا دن

مراد ہے۔

قراءت: یعقوب نے دونوں حالتوں میں یاء سے پڑھا ہے سہل نے وصل میں اس کی موافقت کی ہے اور باقی قراء نے ان کو **لیعبدونی' ان یطعمونی' فلا یستعجلونی** کو بغیر یاء پڑھا۔ **لیعبدون' ان یطعمون' فلا یستعجلون۔**

الحمدللّٰہ بقوته تتم الصالحات آج قبل العشاء تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔

سُوْرَۃُ الطُّوْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ الطور مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اسمیں انچاس آیات اور دو ۲ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالطُّوْرِ ۙ﴿۱﴾ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۙ﴿۲﴾ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۙ﴿۳﴾ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۙ﴿۴﴾ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۙ﴿۵﴾

قسم ہے طور کی اور کتاب مسطور کی جو کھلے ہوئے کاغذ میں لکھی ہوئی ہے اور بیت معمور کی، اور سقف مرفوع کی ،

وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۙ﴿۶﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۙ﴿۷﴾ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۙ﴿۸﴾ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۙ﴿۹﴾

اور بحر مسجور کی، بلا شبہ آپ کے رب کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے۔ اسے کوئی دفع کرنے والا نہیں ، جس دن آسمان تھر تھرانے لگے گا

وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ؕ﴿۱۰﴾ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۙ﴿۱۱﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ۘ﴿۱۲﴾ يَوْمَ

اور پہاڑ چل پڑیں گے، سو اس دن بڑی خرابی ہے جھٹلانے والوں کے لئے جو بیہودگی میں لگے رہتے ہیں، جس دن

يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ؕ﴿۱۳﴾ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۘ﴿۱۴﴾

انہیں دوزخ کی آگ کی طرف دھکے دیئے جائیں گے ، یہ دوزخ ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے،

وَالطُّوْرِ ○ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ○ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ○ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ○ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ○ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ

(قسم ہے طور کی اور اس کتاب کی جو کھلے ہوئے کاغذ میں لکھی ہے۔ اور بیت المعمور کی اور اونچی چھت کی اور دریائے شور کی جو پر ہے)

آیت ۱: وَالطُّوْرِ یہ وہ پہاڑ ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام کو شرف کلام بخشا گیا۔ یہ مدین میں ہے۔

آیت ۲: وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ قرآن مجید ہے۔ نکرہ لائے کیونکہ یہ تمام کتابوں میں مخصوص شان والی کتاب ہے۔ یا نمبر ۲۔ لوح محفوظ نمبر ۳۔ تورات۔

آیت ۳: فِيْ رَقٍّ اس سے صحیفہ مراد ہے یا نمبر ۲۔ وہ چمڑہ جس پر لکھا جائے۔ مَّنْشُوْرٍ کھلا ہوا جس پر مہر اختتام نہ ہو۔ یا چمکدار۔

فرشتوں کا کعبہ:

آیت ۴: وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ وہ عبادت خانہ جو آسمان میں بیت اللہ کے سیدھ (برابری) میں ہے جس کا فرشتے طواف کرتے ہیں۔ کثرت زوار کی وجہ سے اس کو آباد گھر فرمایا۔ روایت میں ہے کہ ہر روز اس میں سے جو ستر ہزار ملائکہ طواف کر کے نکلتے ہیں۔

وقف لازم

ان کی دوبارہ باری نہ آئے گی۔ایک قول: کعبہ کا ہی نام ہے۔حجاج وعمار کی وجہ سے وہ ہر وقت آباد ہے۔

آیت۵: وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ آسمان مراد ہے عرش الٰہی مراد ہے۔

آیت۶: وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ بھرا ہوا سمندر یا گرم کیا ہوا۔

نحو: اول واؤ قسم کے لئے ہے اور باقی عاطفہ ہیں اور جواب قسم ان عذاب ربك ہے۔

آیت ۷: اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ (بیشک تیرے رب کا عذاب ضرور اترنے والا ہے) وہ عذاب جس سے کفار کو ڈرایا گیا ہے۔واقع۔اترنے کو کہتے ہیں۔

قولِ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ:

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسارئ بدر کے سلسلہ میں بات چیت کے لئے حاضر ہوا۔نماز فجر کے وقت میں پہنچا آپ سورۂ طور تلاوت فرما رہے تھے جب آپ اس آیت پر پہنچے ان عذاب ربك لواقع تو میں اس خوف سے مسلمان ہو گیا کہ کہیں عذاب اتر نہ پڑے۔صحیح کے اندر جو روایت آئی ہے اس میں صلاۃ المغرب کا ذکر ہے اور آیت ام خلقوا من غیر شئ ام هم الخالقون۔سنی تو میرا دل خوف سے اڑنے لگا۔[بحوالہ حاشیۂ کشاف ۴/۴۰۹]

آیت ۸: مَّالَهٗ مِنْ دَافِعٍ (کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا) اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ نحو: جملہ واقعٌ کی صفت ہے۔ای واقع غیر مدفوع اور لواقع یہ یوم کا عامل ہے۔تقدیر کلام یہ ہے ای یقع فیٔ ذلك الیوم یااذ کر یوم۔

منظرِ قیامت:

آیت۹: يَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا (جس روز آسمان تھرتھرانے لگے گا) چلنے والی چکی کی طرح گھومے گا۔

آیت۱۰: وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا (اور پہاڑ ہٹ جائیں گے) ہوا میں بادلوں کی طرح چلیں گے۔کیونکہ وہ بکھرے ہوئے ریت کے ذرات بن جائیں گے۔

کافروں کی کمبختی کا دن:

آیت۱۱: فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (تو اس روز جو لوگ جھٹلانے والے ہیں۔ان کی بڑی کم بختی آئے گی)

آیت۱۲: الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ (جو مشغلہ میں بے ہودگی کے ساتھ لگ رہے ہیں) باطل وکذب کی مشغولیت میں داخل ہونا ان کا وطیرہ بن گیا۔دوسرے مقام پر فرمایا کنا نخوض مع الخائضین۔[المدثر۔۴۵]

آیت۱۳: يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا (جس روز ان کو جہنم کی آگ کی طرف دھکے دے دے کر لائیں گے) یہ یوم تمور سے بدل ہے۔الدع: زور سے دھکا دینا اور وہ اس طرح ہوگا۔کہ آگ کے مقررہ فرشتے ان کے ہاتھ گردنوں سے باندھ دیں گے اور

اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ

کیا یہ جادو ہے یا تم نہیں دیکھتے ، اس میں داخل ہو جاؤ صبر کرو یا نہ کرو برابر ہے

عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ﴿۱۷﴾

تمہارے حق میں، تمہیں انہی اعمال کی جزا دی جائے گی جو تم کیا کرتے تھے۔ بے شک متقی لوگ باغوں میں اور نعمتوں میں ہونگے،

فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۱۸﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْۗـــًٔـا بِمَا

جو کچھ ان کے رب نے انہیں دیا ہوگا خوشی کے ساتھ اس میں مشغول ہوں گے، اور ان کا رب انہیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے گا، کھاؤ اور پیو مبارک طریقہ پر ان اعمال

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ مُتَّكِـــِٕيْنَ عَلٰي سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۲۰﴾

کے بدلہ جو تم کیا کرتے تھے، یہ لوگ ایسے تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے جو برابر بچھے ہوئے ہوں گے، اور ہم گورے رنگ والی بڑی آنکھوں والی عورتوں سے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ

ان کا بیاہ کرادیں گے، اور جو لوگ ایمان لائے اور انکی ذریت نے ایمان کے ساتھ ان کا اتباع کیا تو ہم انکی ذریت کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے عمل میں

مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ كُلُّ امْرِۍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ﴿۲۱﴾

سے کوئی چیز بھی کم نہیں کریں گے، ہر شخص اپنے اعمال کی وجہ سے محبوس ہو گا،

پیشانیوں اور قدموں کو جکڑ کر اکٹھا کر دیں گے۔ پھر چہروں کے بل ان کو جہنم کی طرف دھکیل کر لے جائیں گے۔ پس ان کو کہا جائے گا۔

آیت ۱۴: هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ (یہ وہی دوزخ ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے) دنیا میں۔

آیت ۱۵: اَفَسِحْرٌ هٰذَآ (کیا یہ سحر ہے) نحو : هٰذَا مبتدأ۔ أسحر اس کی خبر ہے۔ یعنی تم وحی کو سحر کہتے ہو۔ کیا یہ جادو ہے؟ مراد یہ ہے کیا یہ مصداق بھی جادو ہے؟ اسی وجہ سے فاء کو اس پر داخل کیا۔ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ (یا یہ کہ تم کو نظر نہیں آتا) جیسا کہ تم دنیا میں نہ دیکھتے تھے۔ یعنی کیا تم جس کے متعلق خبر دی گئی ہے اس سے اندھے ہو جیسا کہ خبر سے اندھے تھے؟ یہ توبیخ وڈانٹ ہے۔ أفسحر کا استفہام انکاری ہے۔

عذاب پر صبر تو سزا ہے:

آیت ۱۶: اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ (اس میں داخل ہو پھر سہار کرو نا یا نہ کرنا تمہارے حق میں برابر ہے) سواء کی خبر محذوف ہے ای علیکم الامران الصبر و عدمه۔ بعض نے اس کا عکس کہا ہے۔ اور استواء الصبر و عدمه

کی اس قول سے تعلیل بیان کی کہ اعمال کی سزا تو ضرور ملنی ہی ہے۔ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (تمہیں انہی اعمال کی جزاء دی جائے گی جو تم کیا کرتے تھے) یہ تعلیل ہے۔ کیونکہ صبر کو جزع فزع پر یہ مرتبہ حاصل ہے کہ صبر کا بدلہ یہ ہے کہ صابر کو بہتر بدلہ ملتا ہے۔ باقی عذاب پر صبر جو کہ سزا ہے اس کا کوئی انجام نہیں اور نہ فائدہ ہے۔ اور جزع میں اس کی کوئی حیثیت نہیں اور نہ فائدہ۔

متقین کا بدلہ:

آیت ۱۷: اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ (متقی لوگ بلاشبہ بہشت کے باغوں اور سامان عیش میں ہونگے) جنات کی تنوین تعظیم کیلئے ہے کیا خوب باغات میں و نعیم۔ کیا خوب نعمتوں میں ہونگے جو اپنی صفات میں کامل ہیں۔ یا ایسے باغات اور نعمتیں جو متقین کے ساتھ مخصوص ہونگی۔ جو انہی کیلئے پیدا کی گئیں ہیں۔

آیت ۱۸: فٰكِهِيْنَ (وہ خوش دل ہونگے) نحو: یہ ظرف کی ضمیر سے حال ہے اور ظرف خبر ہے۔ ای متلذذین اس حال میں کہ وہ لذت حاصل کرنے والے ہونگے۔ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ (جو چیزیں ان کو ان کے رب نے دی ہونگی) وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ (اور ان کا رب ان کو محفوظ رکھے گا) نحو: اس کا عطف فی جناتٍ پر ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ ان المتقین استقروا فی جنات و وقاھم ربھم۔ نمبر۲۔ آتاھم ربھم پر اس کا عطف ہے۔ اس صورت میں ما مصدریہ ہے۔ معنی یہ ہوگا۔ وہ لذت اندوز ہونے والے ہونگے۔ اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نعمتیں دی ہیں اور اس سبب سے کہ ان کو جہنم کے عذاب سے بچایا ہے۔ عَذَابَ الْجَحِيْمِ (دوزخ کا عذاب) نمبر۳۔ واؤ حالیہ قرار دیں اور اس کے بعد قد مضمر ہے۔

آیت ۱۹: کہا جائے گا۔ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (خوب کھاؤ اور پیو مزہ کے ساتھ اپنے اعمال کے بدلہ میں) کھاؤ و پیو کھانا اور پینا خوشگوار۔ نمبر۲۔ کلوا طعامًا واشربوا شرابا ھنیئا۔ کھانے والی اور پینے والی چیزیں مزے سے کھاؤ۔ ھنیئا اس کھانے کو کہتے ہیں جس میں ناگواری نہ ہو۔

آیت ۲۰: مُتَّكِـِٕيْنَ (وہ تکیہ لگائے ہوئے) نحو: یہ کلوا واشربوا کی ضمیر سے حال ہے۔ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ (برابر برابر بچھائے ہوئے تختوں پر ہونگے) سرر جمع سریرٌ کی ہے۔ مصفوفة: ایک دوسرے سے متصل۔ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ (اور ہم کشادہ چشم گوریوں یعنی حوروں سے ان کا جوڑ لگا دیں گے) زوجنا کا معنی جوڑ لگانا۔ حور جمع حوراء کی ہے۔ عین بڑی آنکھوں والی ہونا یہ ان کا حسن ہے۔

اولاد کا آباء سے ملنا:

آیت ۲۱: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (اور جو لوگ ایمان لائے) نحو: یہ مبتدأ ہے اور الحقنا بھم اس کی خبر ہے۔ وَاتَّبَعَتْهُمْ (اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا)

قراءت: ابوعمرو نے واتبعناھم پڑھا ہے۔ ذُرِّيَّتُهُمْ (ان کی اولاد نے) بِاِيْمَانٍ ۔ نحو: یہ فاعل سے حال ہے۔

اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ (ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے ساتھ شامل کر دیں گے) یعنی اولاد کو اس کے ایمان اور اعمال صالحہ کے سبب سے ان کے آباء کے ساتھ درجات میں ملا دیں گے۔ خواہ اولاد کے اعمال اپنے آباء سے کم ہوں۔

ایک قول یہ ہے:

اولاد اگرچہ وہ کسی مقام پر نہ پہنچے ہوں۔ کہ ان کا ایمان استدلالی ہو۔ انہوں نے وہ ایمان تقلیدی اختیار کیا ہو وہ بھی اپنے آباء کے ساتھ مل جائیں گے۔

قراءت: مدنی نے ذریاتھم اور ذریَتُھم پڑھا۔ ابوعمرو نے ذریاتِھم و ذرّیّاتِھم پڑھا۔ شامی نے ذرّیاتُھم ذریّاتِھم پڑھا۔

وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ (اور ہم ان کے عمل میں سے بھی کچھ کم نہ کریں گے) یعنی ان کے ثواب اعمال میں سے کچھ کم نہ کریں گے۔

قراءت: مکی نے اَلِتناھم پڑھا یہ اَلَت یألِتُ اور اَلِتَ یَألَتُ دونوں لغات ہیں۔

نحو: پہلا مِنْ یہ التناھم کے متعلق ہے اور دوسرا زائدہ ہے۔

كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ (ہر شخص اپنے اعمال میں محبوس ہوگا) رھین یہ مرہون کے معنی میں ہے۔ پس مؤمن کا نفس اپنے اعمال کے بدلے رہن رکھا ہوا ہے پس اس کو بدلہ دیا جائے گا۔

وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۲﴾ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا

اور ہم ان کو میوے اور گوشت بڑھا کر دیتے رہیں گے جس کی انہیں خواہش ہوگی، وہ اس میں جام کی چھینا جھپٹی کریں گے، نہ اس میں کوئی لغو بات ہوگی اور نہ

تَاْثِيْمٌ ﴿۲۳﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۲۴﴾ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ

کوئی گناہ کی بات، اور ایسے لڑکے ان کے پاس آتے جاتے رہیں گے گویا کہ وہ چھپے ہوئے موتی ہیں، اور یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے

عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ فَمَنَّ اللّٰهُ

سوال کریں گے، وہ کہیں گے کہ بے شک ہم پہلے اپنے اہل وعیال میں رہتے ہوئے ڈرتے تھے سو اللہ نے ہم پر

عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ﴿۲۸﴾ ع ۱ ۲۸ ۳

احسان فرمایا اور ہمیں دوزخ سے بچالیا بلاشبہ ہم پہلے اس سے دعائیں مانگا کرتے تھے، بے شک وہ بڑا محسن ہے مہربان ہے۔

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ﴿۲۹﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ

سو آپ سمجھاتے رہیں کہ کیونکہ آپ بفضلہٖ تعالیٰ نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون ہیں۔ کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے

بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ﴿۳۰﴾ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ﴿۳۱﴾

ہم اسکی موت کے حادثہ کا انتظار کر رہے ہیں، آپ فرما دیجئے انتظار میں رہو سو بے شک میں تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں،

نظارہائے جنت:

آیت ۲۲: وَ اَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ (اور ہم ان کو میوہ اور گوشت جس قسم کا مرغوب ہو روز افزوں دیتے رہیں گے) امددنا کا معنی وقتاً فوقتاً بڑھانا ہے۔ مما یشتھون۔ اگرچہ وہ اپنی طرف سے تجویز نہ بھی کریں۔

آیت ۲۳: يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا (اور وہ شراب بھرے پیالوں کی چھینا جھپٹی بھی کریں گے) کاسًا خمرا: ام شراب۔ وہ اپنے مجلس والوں اور اقرباء کے ساتھ ایک دوسرے کے ہاتھ سے سرور میں چھین جھپٹ کریں گے۔ لَّا لَغْوٌ فِيْهَا (اس میں نہ بک بک ہوگی) اس شراب کے پینے میں۔ وَلَا تَاْثِيْمٌ (اور نہ کوئی بیہودہ بات ہوگی) ان کے مابین لغو بات نہ چلے گی باطل بات وہاں نہ ہوگی اور نہ ایسی بات ہوگی جس میں گناہ ہو۔ اگر ایسا کام کہ اگر وہ دار التکلیف میں کرتا تو گناہ ہوتا جیسے جھوٹ۔ گالم گلوچ جیسے شرابی کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کی عقلیں قائم ہونگی اور وہ حکمت اور عمدہ کلام کرنے والے ہونگے۔

قراءت: لا لغوا فیھا و لا تأثیمَ۔ مکی و بصری نے پڑھا ہے۔

آیت ۲۴: وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ (اوران کے پاس ایسے لڑکے آتے جاتے ہونگے) غلام۔ لَّهُمْ (جوانہی کے ساتھ مخصوص ہونگے) كَاَنَّهُمْ (گویا کہ وہ) اپنی سفیدی اور صفائی کی وجہ سے۔ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ (حفاظت سے رکھے ہوئے موتی ہیں) نمبرا۔ سیپ میں کیونکہ جب یہ موتی تر ہوتا ہے تو زیادہ خوبصورت اور پاکیزہ ہوتا ہے۔ نمبر۲۔ مکنونٌ مخزون کے معنی میں خزانہ میں جمع شدہ۔ کیونکہ انتہائی قیمتی چیز کو خزانہ میں رکھا جاتا ہے۔ حدیث میں ارشاد فرمایا۔ ان ادنی اهل الجنة الحديث سب سے کم درجہ جنتی خدام کو آواز دے گا تو ایک آواز پر ایک ہزار لبیک لبیک کہتے ہوئے اس کے دروازے پر حاضر ہو جائیں گے۔ (الثعلبی۔ حاشیہ کشاف)

آیت ۲۵: وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ (وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے۔ ایک دوسرے سے حالات دریافت کریں گے اور وہ اعمال پوچھیں گے جن کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ درجات پانے کا مستحق بنا)

دُنیا میں رحمت کے چھن جانے کا خطرہ تھا:

آیت ۲۶: قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ (وہ کہیں گے۔ ہم اس سے پہلے) دنیا کی زندگی میں۔ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ (اپنے گھر میں بہت ڈرا کرتے تھے) نمبرا۔ مشفقین۔ اللہ تعالیٰ کی خشیت سے ہمارے دل نرم تھے۔ یا نمبر۲۔ ایمان کے کھینچ اور فوت ہو جانے اور رحمت کے چھن جانے کا ڈر رکھتے تھے۔ نمبر۳۔ نیکیوں کے مسترد ہو جانے اور گناہوں کے بدلے پکڑ لیے جانے سے ڈرتے تھے۔

آیت ۲۷: فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا (پس اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا) مغفرت و رحمت کے ساتھ۔ وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ (اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھا) السموم: ایسی گرم ہوا جو مسامات میں داخل ہو جائے۔ جہنم کی آگ کو یہ نام دیا گیا کیونکہ وہ بھی مسامات میں داخل ہو جائے گی۔

آیت ۲۸: اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ (ہم اس سے پہلے) اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور اس کی بارگاہ میں پہنچنے سے پہلے یعنی دنیا میں۔ نَدْعُوْهُ (اسی سے دعائیں مانگا کرتے تھے) اسی کی عبادت کرتے اور اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرتے تھے اور اسی سے جہنم سے بچنے کا سوال کرتے تھے۔ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ (وہ بڑا محسن و مہربان ہے) البر: محسن الرحیم: ایسی عظیم رحمت والا کہ جب اس کی عبادت کی جائے تو وہ بدلہ دیتا ہے۔ جب اس سے سوال کیا جائے تو قبولیت بخشتا ہے۔

قراءت: اَنَّهٗ فتحہ کے ساتھ مدنی، علی نے پڑھا ہے۔ باء کو محذوف یا لام کو محذوف مانا ہے۔ بانهٗ او لانّه۔

آیت ۲۹: فَذَكِّرْ (پس آپ سمجھاتے رہیں) لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے رہیے۔

نبوت اور عقل سلیم کا انعام:

فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ (کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے) نعمت رحمت کے معنی میں ہے۔ اور وہ انعام جو نبوت کی صورت اور عقل سلیم کے انداز میں ہے۔ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ (نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون ہیں) جیسا کہ کفار مکہ کا خیال ہے۔

اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۳۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾

کیا انکی عقلیں انہیں اس کا حکم دے رہی ہیں یا یہ ایسے لوگ ہیں جو سرکش ہیں، کیا وہ یوں کہتے ہیں کہ آپ نے بات بنالی ہے بلکہ بات یہ ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے،

فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ

سو اس طرح کا کوئی اور کلام لے آئیں اگر سچے ہیں، کیا وہ کسی خالق کے بغیر پیدا کیے گئے ہیں یا وہ خود پیدا

الْخٰلِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ

کرنے والے ہیں کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، بلکہ یہ لوگ یقین نہیں لاتے ، کیا ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں

اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ

یا یہ لوگ غلبہ والے ہیں یا کیا انکے پاس کوئی زینہ ہے جس سے باتیں سنتے ہیں ،سو ان کا سننے والا کوئی واضح دلیل

مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۰﴾

لے آئے کیا اسکے لئے بیٹیاں اور تمہارے لئے بیٹے ہیں، کیا آپ ان سے کسی معاوضہ کا سوال کرتے ہیں سو وہ تاوان سے گراں بار ہو رہے ہیں ،

نحو : یہ موضع حال میں ہے۔تقدیر کلام یہ ہے۔لست كاهناً ولا مجنونا ملتبسا بنعمة ربك۔آپ نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون بلکہ اپنے رب کی نعمت کے ساتھ ملتبس ہیں۔

آیت ۳۰: اَمْ يَقُوْلُوْنَ (کیا وہ یہ کہتے ہیں) شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ (کہ یہ شاعر ہے اور ہم ان پر حادثہ موت کے منتظر ہیں) ریب المنون۔حوادثِ زمانہ یعنی ہم اس کے متعلق مصائب زمانہ کے منتظر ہیں جن کا شکار ہو کر یہ ہلاک ہو جائے گا۔ جیسا کہ اس سے پہلے شعراء ہلاک ہوئے۔مثلاً زہیر، نابغہ وغیرہ۔ام۔اس آیت کی ابتداء میں منقطعہ ہے اور اس کا معنی بل ہے۔ اور ہمزہ اس پر لائی گئی ہے۔

آیت ۳۱: قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ (آپ کہہ دیجئے۔تم لوگ انتظار کرتے ہو۔میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں) میں تمہاری ہلاکت کا منتظر ہوں جیسا تم میری ہلاکت کے منتظر ہو۔

یہ عقل ہے یا شرارت:

آیت ۳۲: اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ (کیا ان کی عقلیں ان کو اس بات کی تعلیم دیتی ہیں) احلام: عقول۔ بِهٰذَآ (اس متناقض بات کا) کہ کبھی کاہن، کبھی شاعر اور ایک قول یہ بھی ہے کہ مجنون ہے۔اور قریش اپنے کو اهل الاحلام والنهٰى۔صاحبان عقل و دانش کہلواتے تھے۔ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ (یا یہ شریر لوگ ہی ہیں) کہ جو ظہورِ حق کے باوجود عناد کی حدود کو پھاندنے والے ہیں۔

بلاغت: امر کا اسناد احلام کی طرف اسناد مجازی ہے۔

آیت ۳۳: اَمْ یَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ (یہ بھی کہتے ہیں کہ اس قرآن کو انہوں نے خود گھڑ لیا ہے) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود گھڑ کر بنا لیا ہے۔

بَلْ (بلکہ) یعنی معاملہ اس طرح نہیں جیسا انہوں نے خیال کر لیا ہے۔ لَّا یُؤْمِنُوْنَ (یہ لوگ تصدیق نہیں کرتے) اپنے کفر وعناد کی وجہ سے یہ طعن وتشنیع کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کے قول کا بطلان ظاہر وباہر ہے اور نہ ہی آپ گھڑنے والے ہیں' اہل عرب کے اس سے عاجز ہونے کی بناء پر۔ حالانکہ محمد ﷺ تو عرب میں سے ایک ہیں۔

آیت ۳۴: فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ (تو یہ بھی اس جیسا کلام گھڑ کر لے آئیں) مِّثْلِهٖ (جو قرآن جیسا ہو) اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ (اگر وہ سچے ہیں) اس بات میں کہ محمدؐ نے اپنی طرف سے اس کو گھڑ لیا۔ لیکن محمد ﷺ بھی ان کے اہل زبان ہیں اور وہ فصحائے عرب ہیں (پھر یہ بقول ان کے گھڑ لائے تو وہ کیوں نہیں لاتے)

آیت ۳۵: اَمْ خُلِقُوْا (کیا یہ لوگ پیدا کیے گئے) کیا ان کو پیدا کیا گیا اور ان کا اندازہ اس فطرت کے مطابق لگایا گیا جس پر یہ ہیں۔

بلا مقصد:

مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ (کسی خالق کے بغیر خود بخود) کسی اندازہ کرنے والے کے بغیر اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ (یا یہ خود اپنے خالق ہیں) یا یہ وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے اپنے کو اس طرح پیدا کیا کہ وہ خالق کی عبادت نہ کریں گے۔

ایک قول یہ ہے کہ بلا خالق بنایا:

کیا ان کو بغیر جزاء وسزا کے مقصد کے یونہی بیکار پیدا کیا گیا۔ کیا وہ خود خالق ہیں کہ حکم پر چلنے کو تیار نہیں۔

آیت ۳۶: اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (یا انہوں نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے) پس اس لئے وہ ان کے خالق کی عبادت نہیں کرتے۔ بَلْ لَّا یُوْقِنُوْنَ (بلکہ یہ لوگ یقین نہیں لاتے) یعنی آیات میں غور وفکر نہیں کرتے کہ جس سے اپنے خالق کو اور آسمان وزمین کے خالق کو جان لیتے۔

یہ تو نہ خزائن کے مالک' نہ مدبر:

آیت ۳۷: اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ (کیا ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں) یعنی نبوت' رزق وغیرہ۔ پس وہ اس میں جس کو چاہیں جو چاہیں عطا کریں۔ اَمْ هُمُ الْمُصَیْطِرُوْنَ (یا یہ لوگ حاکم ہیں) غلبہ والے ہیں کہ ربوبیت کے معاملات کی تدبیر جس سے کریں اور معاملات کو اپنی مرضی کے مطابق چلائیں۔

قراءت: مسیطرون۔ شامی ومکی نے پڑھا ہے۔

آیت ۳۸: اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ (کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے) جو گڑی ہوئی ہے کہ جس سے آسمان پر یہ چڑھ جائیں گے۔

اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ؕ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

کیا ان کے پاس غیب ہے جسے لکھ لیتے ہیں ، کیا وہ لوگ کسی برائی کا ارادہ رکھتے ہیں سو جن لوگوں نے کفر کیا وہ

هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۳﴾

خود ہی برائی میں گرفتار ہوں گے کیا ان کا کوئی معبود ہے اللہ کے سوا، اللہ پاک ہے اس چیز سے جو شرک کرتے ہیں۔

وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴿۴۴﴾ فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ

اور اگر آسمان سے کسی ٹکڑے کو دیکھ لیں کہ گرتا ہوا آرہا ہے تو کہیں گے کہ یہ تو تہ بتہ جما ہوا بادل ہے، سو آپ انہیں چھوڑ دیئے یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے ملاقات کریں

الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ﴿۴۵﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِنَّ

جس میں وہ بے ہوش ہو جائیں گے ، جس دن انکی کوئی تدبیر ان کے کچھ بھی کام نہ آئے گی اور انکی کچھ بھی مدد نہ کی جائے گی، اور بلا شبہ

لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ

جن لوگوں نے ظلم کیا انکے لئے عذاب ہے اس سے پہلے،لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے اور آپ اپنے رب کی تجویز پر صبر کیجئے

فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۴۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿۴۹﴾ ع ۲/۱۱/۴

سو بے شک آپ ہماری حفاظت میں ہیں اور جس وقت آپ کھڑے ہوتے ہیں اپنے رب کی تسبیح اور حمد کیجئے اور رات کے حصہ میں بھی اسکی تسبیح بیان کی جائے اور ستاروں کے چھپنے کے بعد بھی۔

يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ (جس پر چڑھ کر باتیں سن لیا کرتے ہیں) ملائکہ کا کلام اور جو علم غیب کی باتیں وحی کے ذریعہ بھیجی جاتی ہے۔ تاکہ ان کو آئندہ ہونے والے حالات کا علم ہو جائے کہ ان کی ہلاکت سے پہلے کس کی ہلاکت ہے۔ اور آخرت میں کامیابی انہوں نے لکھوا رکھی ہیں۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میسر نہ ہوگی جیسا کہ ان کا زعم و وہم ہے۔

قول الزجاج رحمۃ اللہ علیہ:

یستمعون فیه میں فی علیٰ کے معنی میں ہے۔ وہ اس پر کان لگائیں۔ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ (اگر ایسا ہے تو ان میں جو آسمانی باتیں سننے کا مدعی ہے۔ وہ صاف دلیل پیش کرلے) جو اس کے استماع کے لئے حجت ہو۔

آیت ۳۹: اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ (کیا اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹیاں اور تمہارے لئے بیٹے ہیں) پھر ان کی حماقت ذکر کی کہ وہ کہلاتے تو بڑے عقل مند ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے لئے ایسی چیز کا چناؤ کیا جس کو خود اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں۔

آیت ۴۰: اَمْ تَسْئَلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ (کیا آپ ان سے کوئی معاوضہ مانگتے ہیں کہ وہ تاوان ان کو گراں معلوم

ہوتا ہے)اجر سے تبلیغ وانذار پر بدلہ۔ المغرم: چٹی۔انسان اپنے اوپر ایسی شئی لازم کرے جو اس پر لازم نہ ہو۔مطلب یہ ہے کہ ان پر بھاری چٹی لازم آ گئی جس نے ان کو بوجھل کر دیا اور آپ کی اتباع سے ایک جانب لا کھڑا کیا۔

آیت ۴۱: اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ (کیا ان کے پاس غیب کا علم ہے۔کہ یہ لکھ لیا کرتے ہیں)الغیب سے یہاں لوح محفوظ۔یکتبون سے مراد جو کچھ اس میں اندراج ہے۔یہاں تک کہ وہ کہنے لگ گئے ہم اٹھائے نہ جائیں گے اور اگر ہم اٹھائے گئے تو ہمیں عذاب نہ ہوگا۔

وبال ومکر خود ان کی طرف لوٹے گا:

آیت ۴۲: اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا (کیا یہ لوگ کچھ برائی کا ارادہ رکھتے ہیں)اور وہ ان کی تدابیر جو دارالندوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اور مؤمنین کے متعلق آئے روز کرتے رہتے تھے۔ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ (پس یہ کافر خود اس برائی میں گرفتار ہونگے)اس میں اشارہ تو کفار مکہ کی طرف ہے اور مراد ہر اللہ تعالیٰ کا منکر ہے۔مکیدون کا مطلب یہ ہے کہ وبال مکر ان پر لوٹ کر رہے گا اور ان کا مکر ان پر گرے گا اور وہ اس طرح ہوا کہ بدر میں مارے گئے۔یا تدابیر ناکام کر دیں گئیں۔ کید یہ کایدته فکدته سے لیا گیا ہے۔

آیت ۴۳: اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ (کیا اللہ تعالیٰ کے سواء ان کا کوئی اور معبود ہے)جو ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچالے گا۔ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک ہے)

سرکشی وعناد میں انتہاء کو پہنچ گئے:

آیت ۴۴: وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ (اور اگر وہ آسمان کے ٹکڑے کو دیکھ لیں کہ گرتا ہوا آ رہا ہے۔تو کہیں گے یہ تو تہ بہ تہ جما ہوا بادل ہے)الکسف :ٹکڑا۔یہ کفار کے اس قول کا جواب ہے۔او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفا۔[الاسراء۔۹۲] مراد یہ ہے کہ اگر ہم ان کے سروں پر آسمان کا ٹکڑا بھی گرا دیں۔تو ان کی سرکشی اور عناد اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ وہ اس کو بادل کہہ ڈالیں گے۔مَّرْكُوْمٌ (تہ بہ تہ)وہ اس کو آسمان کا ٹکڑا تسلیم نہ کریں گے۔جو کہ ان پر عذاب کی وجہ سے گرا ہے۔

آیت ۴۵: فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِىْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ (تو آپ ان کو رہنے دیجئے۔یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ ہو جس میں ان کے ہوش اڑ جائیں گے)

قراءت : عاصم وشامی' نے یُصعقون ضمہ یاء سے پڑھا۔جبکہ باقی قراء نے یاء کا فتحہ پڑھا۔کہا جاتا ہے۔ صعقهٗ فصعق۔اس کو بے ہوش کیا پس وہ بے ہوش ہو گیا اور یہ نفخۂ اولیٰ کے وقت جو کہ نفخۂ صعق ہے۔

آیت ۴۶: يَوْمَ لَا يُغْنِىْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ (جس روز ان کی تدابیر ان کے کچھ کام نہ آئیں گے۔اور

نہ ان کی مدد کی جائے گی)

بدر کا قتل یا عذابِ قبر:

آیت ۴۷: وَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا (اور ان ظالموں کے لئے) عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ (قبل اس کے اور عذاب بھی ہونے والا ہے) قیامت کے عذاب کے علاوہ۔ اور وہ بدر میں قتل ہونا ہے۔ اور سات سال کا قحط اور عذابِ قبر۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (لیکن ان میں سے اکثر کو یہ معلوم نہیں)

آیت ۴۸: پھر ان پر عذاب آنے تک صبر کی تلقین فرمائی۔ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ (اور آپ اپنے رب کی اس تجویز پر صبر سے بیٹھے رہیے) کہ ان کو مہلت دے رکھی ہے اور آپ کو مشقتیں پہنچ رہی ہیں۔ فَاِنَّكَ بِاَعْیُنِنَا (آپ ہماری حفاظت میں ہیں) یعنی ہم آپ کو دیکھتے اور آپ کی حفاظت کرتے ہیں اور اعین جمع عین کی ہے کیونکہ ضمیر لفظ جماعت سے تاء لاتے ہیں۔ کیا دوسرے مقام پر نہیں دیکھتے ہو۔ ولتصنع علی عینی۔ مفرد لائے ضمیر بھی مفرد۔ [طہ۔۳۹]

نیند سے بیدار ہو کر اس کی تسبیح کریں:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِیْنَ تَقُوْمُ (اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید اٹھتے وقت کیا کریں) جب نماز کے لئے اٹھیں۔ اور یہ وہی ہے جو تکبیر تحریمہ کے بعد کہا جاتا ہے۔ سبحانك اللهم وبحمدك یا نمبر۲۔ جس جگہ سے بھی آپ اٹھیں تو تسبیح وتحمید کریں۔ نمبر۳۔ نیند سے بیدار ہوں تو تسبیح وتحمید کریں۔

آیت ۴۹: وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ (اور رات میں بھی اس کی تسبیح کریں اور ستاروں سے پیچھے بھی) جب کہ ستارے رات کے آخری حصہ میں چلے جائیں۔

قراءت: و اِدبار زیر سے پڑھا۔ یعنی ستاروں کے پیچھے اور ان کے آثار جب غروب ہو جائیں۔

المراد: یہاں ان کلمات کے کہنے کا حکم دیتا ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔ ان اوقات میں۔

ایک قول یہ ہے:

التسبیح سے مراد نماز ہے جبکہ آدمی نیند سے بیدار ہو۔ اور ومن اللیل سے مغرب وعشاء کی نمازیں اور ادبار النجوم سے نماز فجر مراد ہے۔

الحمد للہ نماز عشاء کے بعد تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ وَسِتُّوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ النجم مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اسکی باسٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ﴿۱﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۚ﴿۲﴾ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ؕ﴿۳﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا

قسم ہے ستاروں کی جب وہ غروب ہونے لگے تمہارا ساتھی نہ راہ سے بھٹکا ہے اور نہ غلط راستہ پر پڑا ہے' اور وہ اپنی نفسانی خواہش سے بات نہیں کرتا' وہ نہیں ہے مگر

وَحْيٌ يُّوْحٰى ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۙ﴿۵﴾ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ۙ﴿۶﴾ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ؕ﴿۷﴾

جو وحی کی جاتی ہے' اس کو سکھایا ہے بڑے طاقت والے نے' وہ طاقتور ہے پھر وہ اصلی صورت میں نمودار ہوا' اور وہ بلند کنارہ پر تھا

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۙ﴿۸﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۚ﴿۹﴾ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ؕ﴿۱۰﴾ مَا

پھر وہ اس حال میں تھا کہ دونوں کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا' پھر اللہ نے اپنے بندہ کی طرف وحی نازل فرمائی جو نازل کرنی تھی' دل

كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ؕ﴿۱۱﴾ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ﴿۱۲﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۙ﴿۱۳﴾

نے جو کچھ دیکھا اس میں غلطی نہیں کی' کیا تم اس سے اس چیز میں جھگڑتے ہو جو کچھ اس نے دیکھا اور یہ تحقیقی بات ہے کہ انہوں نے اس کو ایک بار اور دیکھا'

عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۚ﴿۱۴﴾ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ؕ﴿۱۵﴾ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۙ﴿۱۶﴾

سدرۃ المنتہیٰ کے قریب' اس کے قریب جنۃ الماوی ہے' جبکہ سدرۃ المنتہیٰ کو وہ چیزیں ڈھانپ رہی تھیں جنہوں نے ڈھانپ رکھا تھا

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾

نہ تو نگاہ ہٹی نہ بڑھی' یہ تحقیقی بات ہے کہ انہوں نے اپنے رب کی بڑی آیات کو دیکھا۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ○ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ○ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ○

(قسم ہے۔ ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے۔ یہ تمہارے ساتھ کے رہنے والے نہ راہ سے بھٹکے اور نہ غلط رستے ہوئے۔ اور نہ آپ اپنی نفسانی خواہش سے باتیں بناتے ہیں۔ ان کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔ ان کو ایک فرشتہ تعلیم کرتا ہے جو بڑا طاقتور ہے)

آیت۱: وَالنَّجْمِ نمبرا۔ثریاستاروں کی قسم اٹھائی۔نمبر۲۔جنس نجوم کی۔ اِذَا هَوٰی جب غروب ہو۔نمبر۲۔جب قیامت کے دن ٹوٹ کر بکھر جائے۔

وہ سیدی راہ پر نہ کہ ضلالت میں:

آیت۲: مَا ضَلَّ اور میانہ روی سے نہیں بھٹکے۔یہ جواب قسم ہے۔ صَاحِبُكُمْ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ کم سے قریش مکہ سے مراد وَمَا غَوٰی اور باطل کی اتباع میں وہ غلط راستے پر نہیں چلے۔الضلال یہ الہدٰی کی ضد ہے۔اور الغیّ یہ الرشد کی۔ مطلب یہ ہوا۔ وہ سیدھا راہ پانے والے ہیں وہ اس طرح نہیں جیسا کہ تم اپنے خیال کے مطابق ان کی نسبت ضلالت و غوایت کی طرف کر رہے ہو۔

آیت۳: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی (وہ اپنی خواہش سے نہیں کلام کرتے)۔

آیت۴: اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰی (ان کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی گئی ہے) جو تمہیں وہ قرآن میں سے دیں وہ ایسی بات نہیں جو اپنی رائے اور خواہش سے صادر ہونے والی ہو۔وہ اللہ تعالیٰ کی وحی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔

ایک دلیل:

اس آیت سے ان لوگوں نے حجت بنائی ہے جو انبیاء علیہم السلام کے متعلق اجتہاد کو جائز نہیں رکھتے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اجتہاد میسر فرمایا اور اس پر ان کو باقی رکھا تو وہ وحی کی طرح ہے۔اور اپنی خواہش کی گفتگو نہیں۔

طاقتور فرشتہ جبرئیل علیہ السلام:

آیت۵: عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰی (ان کو ایک بڑے طاقتور نے تعلیم دی) علمہ۔یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھایا۔ شدید القوی۔طاقتور فرشتہ اس میں اضافت غیر حقیقی ہے۔کیونکہ وہ صفت مشبہ کی اضافت فاعل کی طرف ہے۔اور مراد اس سے جبرئیل علیہ السلام ہیں جمہور کا قول یہی ہے اور اس کی قوت کا حال یہ ہے۔کہ انہوں نے ماء اسود سے قوم لوط کی بستیوں کو اکھاڑ کر اپنے ایک پر کے کنارے پر اٹھا کر پلٹ دیا اور ایک چیخ ماری جس سے قوم ثمود اوندھے منہ گر کر ہلاک ہو گئے۔

جبرئیل علیہ السلام کا اصلی صورت میں ظاہر ہونا:

آیت۶: ذُوْ مِرَّةٍ (جو پیدائشی طاقتور ہے) خوبصورت ہے۔یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ فَاسْتَوٰی (نمودار ہوا) وہ اپنی حقیقی صورت میں نمودار ہوا۔صورت مثالیہ میں نہیں جبکہ وہ وحی لے کر آتے تھے تو حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں آتے۔ اور اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا کہ جبرئیل کو اس کی اصلی صورت میں دیکھیں۔پس

جبرئیل علیہ السلام آسمان کے بلند کنارے میں نمودار ہوئے اور وہ مشرقی کنارہ تھا پس افق کو بھر دیا۔

ایک قول یہ ہے : کسی بھی پیغمبر علیہم الصلوات والسلام نے ان کو اصلی صورت میں نہیں دیکھا سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ آپ نے بھی دو مرتبہ ان کو اصلی صورت میں دیکھا۔ ایک مرتبہ زمین پر اور دوسری مرتبہ آسمانوں پر۔

آیت ۷: وَهُوَ (اور وہ) یعنی جبرائیل علیہ السلام بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی (اس وقت آسمان کے بلند ترین کنارے پر تھا) مشرقی کنارہ۔

آیت ۸: ثُمَّ دَنَا (پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا) یعنی جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا۔ فَتَدَلّٰی (پھر اور قریب آیا) قرب و نزدیکی میں بڑھ گیا۔ التدلی۔ کسی چیز کے قریب اترنا۔

بہتر قریب تر:

آیت ۹: فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ (پس دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم) یعنی عربی کمانوں کی مقدار۔ یہاں اندازے کمانوں سے اور نیزے اور کوڑے' بازو اور دونوں کھلے بازوؤں سے بیان کیا جاتا ہے۔ جیسا حدیث میں فرمایا۔ **لا صلاۃ الی ان ترتفع الشمس مقدار رمحین** اور دوسری روایت میں ہے **لقاب قوس احدکم من الجنة وموضع قده خیر من الدنیا وما فیها** ۔ رواہ البخاری۔ ۲۷۹۳۔ **القد** کوڑا۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ **فکان مقدار مسافة قربه مثل قاب قوسین**۔ پس قرب کا مقدار فاصلہ دو کمانوں کی مقدار تھا۔ پس ان مضافات کو حذف کر دیا۔

اَوْ اَدْنٰی (یا اس سے بھی زیادہ قریب) یعنی تمہارے اندازے کے مطابق جیسا کہ فرمایا **او یزیدون** ۔ الصافات۔ ۱۴۷۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو خطاب ان کی لغت اور ان کی مقدار فہم کے مطابق کیا گیا۔ عرب کہا کرتے ہیں **هذا قدری محین او انقص**۔

ایک اور قول یہ ہے: **بل ادنٰی او بل** کے معنی میں ہے بلکہ زیادہ قریب۔

آیت ۱۰: فَاَوْحٰی (پس اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ پر وحی نازل کی) پس وحی لائے جبرئیل علیہ السلام اِلٰی عَبْدِهٖ (اللہ تعالیٰ کے بندے پر) اگرچہ اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی کا تذکرہ ہوا مگر ضمیر لوٹانے میں التباس نہیں ہے جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا۔ **ماترک علی ظهرها**۔ [فاطر۔ ۴۵]

آپ کی اُمت پہلے جنت میں:

مَآ اَوْحٰی (جو کچھ نازل فرمائی) اس میں وحی کی عظمت شان کو ذکر کیا جو آپ کی طرف بھیجی گئی۔

ایک قول یہ ہے: آپ کی طرف وحی کی گئی۔ کہ جنت اس وقت تک انبیاء علیہم السلام کے لئے حرام ہے جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم داخل نہ ہونگے۔ اور تمام امتوں پر جنت حرام ہے یہاں تک کہ آپ کی امت اس میں داخل ہو۔ (زمخشری فی الکشاف)

جبرئیل علیہ السلام کو سر کی آنکھوں سے دیکھا:

آیت ۱۱: مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ (قلب نے دیکھی ہوئی چیز میں کوئی غلطی نہیں کی) الفواد سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فواد مراد ہے۔ مَـــارَاٰی (اس میں غلطی نہیں کی) جو آپ نے صورت جبرئیلی اپنی آنکھ سے دیکھی تھی یعنی آپ کے دل نے یہ نہیں کہا جبکہ جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا کہ میں نے تمہیں نہیں پہچانا۔ اور اگر ایسا کہتے تو غلط ہوتا کیونکہ آپ نے اس کو پہچانا تھا۔ یعنی آپ نے اس کو اپنی آنکھ سے دیکھا اور دل سے پہچانا۔ اور اس میں قطعاً شک نہ کیا کہ جو آپ نے دیکھا وہ برحق ہے۔

ایک قول یہ ہے جو قیل سے نقل کیا: جن کو دیکھا وہ اللہ تعالیٰ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات ہے آپ نے اپنے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور دوسرا قول یہ ہے۔ کہ دل سے دیکھا۔

آیت ۱۲: اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى (کیا تم ان سے ان کی دیکھی ہوئی چیز میں نزاع کرتے ہو) کیا تم جھگڑتے ہو۔ یہ المراء سے مشتق ہے۔ جس کا معنی جھگڑنا ہے اور المراء یہ مری الناقة سے لیا گیا۔ گویا جھگڑنے والوں میں سے ہر ایک اس کو کہلواتا ہے اور نکلواتا ہے جو اس کے ساتھی کے پاس ہوتا ہے۔ مـری یـمـری ۔ اونٹنی کے تھن کو دودھ کے لئے سہلانا تاکہ دودھ نکلے۔

قراءت: اَفَتَمْرُوْنَهٗ حمزہ، علی، خلف، یعقوب نے پڑھا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کیا تم جھگڑے میں اس پر غالب آنا چاہتے ہو۔ یہ ماریته فمریته سے لیا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں غلبہ کا معنی پایا جاتا ہے۔ اسی لئے علیٰ سے متعدی کیا گیا ہے۔ عَلٰى مَا يَرٰى علی سے متعدی کیا گیا۔ جیسا تم کہو۔ غلبته علی کذا۔

ایک قول یہ ہے: افتمرونه ای افتجحدونه ۔ کیا تم اس کا انکار کرتے ہو۔ عرب کہتے ہیں مریتهٗ حقه، اذا جحدتهٗ جبکہ حق کا انکار کر دیا جائے۔ علیٰ سے اس کا متعدی ہونا اسی وقت صحیح ہے جبکہ اس میں تضمین کو تسلیم کریں۔

معراج میں دوبارہ دیکھنا:

آیت ۱۳: وَلَقَدْ رَاٰهُ (اور انہوں نے اس کو ایک اور مرتبہ بھی دیکھا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو نَـزْلَةً اُخْرٰى (ایک اور نزول کے وقت) نزلة کو مـرة کی طرح منصوب پڑھیں گے۔ کیونکہ فعلہ کا وزن کسی بھی فعل کے ایک مرتبہ کرنے کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی لئے اسی کے حکم میں ہوتا ہے۔ یعنی جبرئیل علیہ السلام دوسری مرتبہ آپ پر اپنی اصلی شکل میں نمودار ہوئے اور آپ نے اس کو اسی صورت میں دیکھا۔ اور یہ معراج کی رات کا واقعہ ہے۔

یہ بیری کا درخت ہے:

آیت ۱۴: عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى (سدرۃ المنتہیٰ کے پاس) جمہور کا قول یہ ہے کہ یہ بیری کا درخت ہے جو ساتوں آسمانوں سے اوپر عرش کے دائیں جانب ہے۔ الـمـنتهٰى انتہاء کی جگہ کو کہتے ہیں۔ یا نمبر ۲۔ انتہاء کرنا۔ گویا وہ جنت کی انتہاء اور اس

کے آخر میں ہے۔

ایک قول یہ ہے: اس سے کوئی تجاوز نہیں کرتا۔ اس تک فرشتوں کا علم ختم ہو جاتا ہے۔ کسی کو معلوم نہیں کہ اس کے مابعد کیا ہے۔

ایک قول یہ ہے: ارواح شہداء اس تک پہنچتی ہیں اس لئے اس کو سدرۃ المنتہیٰ کہتے ہیں۔

آیت ۱۵: عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى (اس کے قریب جنت الماوی ہے) یعنی وہ جنت جس میں متقی لوگ پہنچیں گے۔ **ایک قول:** اس میں شہداء کی ارواح قیام کرتی ہیں اس لئے اس کا نام جنت الماوٰی ہے۔

آیت ۱۶: اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى (جب سدرۃ المنتہیٰ کو لپیٹ رہی تھیں جو چیزیں لپٹ رہی تھیں) یعنی اس کو دیکھا اس وقت جبکہ سدرہ کو لپٹ رہی تھیں جو چیزیں لپٹ رہی تھیں۔ ما یغشیٰ کہہ کر ان چیزوں کی عظمت و کثرت کو ذکر کیا۔

مسئلہ: اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جو مخلوق اس کو ڈھانپے ہوئے تھی وہ اللہ تعالیٰ کی ایسی عظمت و شان پر دلالت کرتی ہے جو بیان میں آ نہیں سکتی۔

ایک قول یہ ہے: اس کو فرشتوں کی بہت بڑی جماعت گھیرنے والی تھی جو اس کے قریب اللہ تعالیٰ کی بندگی میں مصروف تھے۔

ایک اور قول یہ ہے: سونے کے پروانے اس کو گھیرے میں لینے والے تھے۔

کمال شان:

آیت ۱۷: مَا زَاغَ الْبَصَرُ (نگاہ نہ ہٹی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بصر مبارک ان عجائب کے دیکھنے سے جن کے دیکھنے کا حکم ہوا مڑی نہیں بلکہ ان میں مصروف و مگن رہی۔ وَمَا طَغٰى (اور نہ بڑھی) جس چیز کو دیکھنے کا حکم ہوا اسی کو دیکھا اس سے تجاوز نہیں کیا۔ (اس میں کمال شان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ فرمایا)

آیت ۱۸: لَقَدْ رَاٰى (انہوں نے دیکھے) اللہ تعالیٰ کی قسم آپ نے دیکھے۔ مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى (اپنے پروردگار کے بڑے بڑے عجائبات) یعنی جب آپ کو آسمانوں پر لے جایا گیا تو آپ نے عالم ملکوت کے عجائبات دیکھے۔

أَفَرَءَيْتُمُ اللَّٰتَ وَالْعُزَّىٰ ﴿١٩﴾ وَمَنَوٰةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ ﴿٢٠﴾ أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنثَىٰ ﴿٢١﴾

کیا تم نے لات اورعزی اور تیسرے مناۃ کے بارے میں غور کیا ہے کیا تمہارے لئے مذکر ہو اور اللہ کے لئے مونث ہے

تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ ﴿٢٢﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا أَنزَلَ اللَّهُ

یہ قسمت تو بڑی ظالمانہ ہے' یہ تو بس کچھ نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لئے ہیں اللہ نے انکی کوئی دلیل

بِهَا مِن سُلْطَانٍ ۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنفُسُ ۖ وَلَقَدْ جَاءَهُم

نازل نہیں فرمائی ' صرف گمان کا اور نفسوں کی خواہشوں کا اتباع کرتے ہیں اور بلاشبہ ان کے پاس ان کے

مِّن رَّبِّهِمُ الْهُدَىٰ ﴿٢٣﴾ أَمْ لِلْإِنسَانِ مَا تَمَنَّىٰ ﴿٢٤﴾ فَلِلَّهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولَىٰ ﴿٢٥﴾ وَكَم

رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے کیا انسان کو ہر وہ چیز مل جاتی ہے جس کی وہ آرزو کرے سو اللہ ہی کے لئے آخرت ہے اور اولی ہے اور بہت سے

مِّن مَّلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِن بَعْدِ أَن يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَن

فرشتے آسمانوں میں موجود ہیں ان کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہ دے گی مگر اس کے بعد جس کے لئے اللہ اجازت

يَشَاءُ وَيَرْضَىٰ ﴿٢٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ لَيُسَمُّونَ الْمَلَائِكَةَ تَسْمِيَةَ الْأُنثَىٰ ﴿٢٧﴾

دے اور راضی ہو' بیشک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ فرشتوں کے نام مؤنث کے نام پر رکھتے ہیں

وَمَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ ۖ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ﴿٢٨﴾

حالانکہ انہیں اس کا کچھ بھی علم نہیں صرف گمان کے پیچھے چلتے ہیں اور بلاشبہ گمان حق کے بارے میں ذرا بھی فائدہ نہیں دیتا۔

فَأَعْرِضْ عَن مَّن تَوَلَّىٰ عَن ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ﴿٢٩﴾ ذَٰلِكَ مَبْلَغُهُم

سو آپ اس کی طرف سے اعراض کیجئے جس نے ہماری نصیحت سے روگردانی کی اور دنیاوی زندگی کے علاوہ اس نے کوئی مقصد نہ بنایا' یہ ان کے علم کی

مِّنَ الْعِلْمِ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدَىٰ ﴿٣٠﴾

حد ہے' بیشک آپ کا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کے راستہ سے بھٹکا اور وہ اسے خوب جانتا ہے جس نے ہدایت پائی

جاہلیت کے بت:

آیت ۱۹: اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى (۲۰) وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى (بھلا کیا تم نے لات وعزیٰ ایک اور منات کی حالت پر غور بھی کیا) یعنی تم بتلاؤ ان چیزوں کے متعلق جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا کرتے ہو۔ کیا ان میں وہ قدرت و

عظمت پائی جاتی ہے۔ جو رب العزت کی صفات میں سے ہے؟

اللات ' العزی ' مناۃ ۔ یہ تینوں بتوں کے نام ہیں۔ یہ تینوں مؤنث ہیں۔ لات یہ ثقیف کا بت تھا جس کو اہل طائف پوجتے تھے۔ **ایک قول یہ ہے:** یہ مقام نخلہ میں تھا اس کی پوجا قریش کرتے تھے۔ لات یہ لوی سے فَعْلَۃ کا وزن ہے۔ لات کہنے کی وجہ یہ ہے لوی یلوی وہ اس کی طرف مڑتے اور متوجہ ہوتے اور عبادت کیلئے اعتکاف کرتے تھے اور ان کے پاس پڑے رہتے۔ العزیٰ۔ یہ غطفان والوں کا بت تھا۔ یہ کیکر کا درخت تھا۔ اس کی اصل الاعز ہے۔ اس کو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے تباہ کیا۔

مناۃ ۔ یہ ایک پتھر تھا جس کی ہذیل اور خزاعہ پوجا کرتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ ثقیف پوجتے تھے۔ اس کو منات کہنے کی وجہ یہ تھی کہ قربانیوں کے خون اس کے پاس بہائے جاتے تھے۔

قراءت: ومناءۃ مکی نے مفعلۃ کے وزن پر النوء سے پڑھا ہے۔ گویا کفار ان کے پاس انواء ستاروں سے بارش طلب کرتے اس سے تبرک حاصل کرتے تھے۔

اَلْاُخْرٰی یہ منات کی صفت ہے جو مذمت کیلئے لائے۔ سب سے پچھلا نکمی حیثیت والا جیسا کہ اس آیت میں **قالت اخراھم لاُولٰھم** ۔[الاعراف،۳۸] (یعنی ان کے کم درجہ اپنے شرفاء و رؤسا کو کہیں گے) اور یہ بھی درست ہے کہ ان کے ہاں درجات میں لات و عزیٰ کو اولیت و تقدم حاصل ہو۔

آیت ۲۱: کفار کہا کرتے تھے کہ ملائکہ اور یہ اصنام اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ وہ ان کی عبادت کرتے اور یہ خیال کرتے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے سفارشی ہونگے۔ اگرچہ وہ لڑکیوں کو زندہ درگور کرتے ہیں اور ان سے نفرت کرتے ہیں۔ ان کو کہا گیا۔ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى .

آیت ۲۲: تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى (کیا تمہارے لئے بیٹے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں۔ یہ تو بہت بے ڈھنگی تقسیم ہوئی) یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے تمہارا بیٹیاں مقرر کرنا اور اپنے لئے بیٹے یہ بھونڈی یعنی ظالمانہ تقسیم ہے۔ ضیزی۔ یہ ضازہ یضیزہ ' جبکہ اس کی حق تلفی کرے۔ ضیزی یہ فُعلیٰ کا وزن ہے۔ اس لئے کہ صفت میں فعلی بکسر الفاء نہیں آتا۔ یاء کی مناسبت سے فا کو کسرہ دیا گیا ہے۔ جیسا کہا جاتا ہے بیض حالانکہ وہ بوض ہے جیسا کہ حمر' سود ہے۔

ضِئزی ہمزہ سے مکی نے پڑھا اور اس کو ضَأزہ یہ ضازہ ہی کی طرح ہے معنی میں فرق نہیں ہے۔

آیت ۲۳: اِنْ هِيَ (یہ صرف) یعنی اصنام نہیں ہیں۔ اِلَّآ اَسْمَآءٌ (نام ہی نام ہیں) جن کے ماتحت مسمیات نہیں کیونکہ تم ان کے لئے معبودیت کے قائل ہو حالانکہ وہ اس سے بہت ہی دور ہیں۔ اور اس سے انتہائی منافات رکھتے ہیں۔ سَمَّيْتُمُوْهَآ (جو تم نے ٹھہرالیے ہیں) یعنی تم نے ان کا وہ نام رکھ دیا ہے۔ جیسا کہتے ہیں سمیتہٗ زیدًا اے سمیتہ بزید۔ میں نے اس کا نام زید تجویز کیا۔ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ (اور تمہارے آباء و اجداد نے اللہ

تعالیٰ نے تو ان کے معبود ہونے کی کوئی دلیل بھیجی نہیں یہ صرف بے اصل خیالات ہیں) سلطان ۔ حجت و دلیل، ظن سے مراد ان کا یہ وہم کہ وہ حق پر ہیں۔ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ (اور اپنے نفس کی خواہش جس پر وہ چل رہے ہیں) جو ان کے نفوس پسند کرتے ہیں۔ وَلَقَدْ جَآءَ هُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى (حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے بواسطہ رسول ہدایت آچکی ہے) وہ ہدایت اللہ کا رسول اور اس کی کتاب ہے انہوں نے اس کو چھوڑ دیا اور اس پر عمل نہیں کیا۔

آیت ۲۴: اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى (کیا انسان کو اس کی ہر تمنا مل جاتی ہے) یہ ام منقطعہ بمعنی بل ہے۔ اور ہمزہ استفہام انکاری کا ہے۔ مطلب یہ ہے انسان یعنی کافر کو اس کی ہر تمنا نہیں ملتی جو وہ شفاعت اصنام کی لگائے بیٹھا ہے یا یہ تمنا ولئن رجعت الی ربی ان لی عنده للحسنی ۔[صافات۔۵۰]

ایک قول یہ بھی ہے: اس سے مراد وہ تمنا ہے جو بعض نے کی کہ وہ نبی بن جاتے۔

آیت ۲۵: فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى (پس اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔ آخرت اور دنیا) یعنی وہی دونوں کا مالک ہے اور اس کی دونوں میں حکمرانی ہے۔ جس کو چاہے نبوت و شفاعت دے جس کو وہ پسند کرے نہ کہ جو کوئی تمنا کرے۔

اللہ کے اِذن کے بغیر کسی کی سفارش کام نہیں دیتی:

آیت ۲۶: وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى (اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں موجود ہیں۔ ان کی سفارش ذرا بھی کام نہیں آسکتی مگر اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہے اجازت دے اور پسند کرے) شفاعت کا معاملہ بڑا مشکل ہے۔ ملائکہ قرب و کثرت کے باوجود اگر تمام کے تمام کسی ایک کی سفارش کریں تو ان کی شفاعت ذرہ بھر کام نہ دے گی اور نہ فائدہ پہنچائے گی۔ مگر جبکہ اللہ تعالیٰ اس سفارش کی اجازت دیں اور جس کے حق میں شفاعت کی اجازت دیں اور ان کی شفاعت کو اس کے حق میں پسند کریں اور اس کو شفاعت کا مستحق پائیں کہ اس کے لئے کوئی سفارش کرے۔ تو تب جا کر سفارش قبول ہوگی۔ ان بتوں کی سفارش کی اپنے عابدین کے متعلق کیا حیثیت ہے؟

آیت ۲۷: اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى (جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کے نام سے نام زد کرتے ہیں) یسمون ۔ یعنی ان میں سے ہر ایک فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتا ہے۔ تسمیة الانثی اس لئے کہا کہ وہ ملائکہ کو بنات اللہ کہتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کو بیٹیاں کہتے تھے۔

آیت ۲۸: وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ (حالانکہ ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں ہے) اپنے اس قول کی۔

قراءت: بها بھی پڑھا گیا۔ ملائکہ یا تسمیة کی طرف ضمیر لوٹتی ہے۔

اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا (صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں اور بیشک بے اصل خیالات امر حق میں ذرہ بھی مفید نہیں ہوتے) الظن سے ان کی تقلید آباء مراد ہے۔ لایغنی کا مطلب یہ ہے کہ حق کی پہچان علم و یقین سے ہوتی ہے ظن و توہمات سے نہیں ہوتی۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ

اور اللہ ہی کے لئے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے تاکہ وہ بدلہ برے عمل کرنے والوں کو ان کے عمل کا اور جن لوگوں نے اچھے کام کئے

اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۚ﴿۳۱﴾ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ

ان کی اچھائی کا بدلہ دے' وہ لوگ ایسے ہیں جو بڑے گناہوں سے بچتے ہیں مگر ہلکے گناہ' بے شک آپ کا رب

وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ

بڑی وسیع مغفرت والا ہے' وہ تمہیں خوب جانتا ہے جب اس نے تمہیں زمین سے پیدا فرمایا اور جب تم ماؤں کے

بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿۳۲﴾ اَفَرَءَيْتَ ع ۲ ۷ ۲

پیٹوں میں تھے' سو تم اپنی جانوں کو پاک باز نہ بتاؤ وہ تقوے والوں کو خوب جاننے والا ہے۔ اے مخاطب کیا

الَّذِيْ تَوَلّٰى ﴿۳۳﴾ وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ﴿۳۴﴾ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ﴿۳۵﴾

تو نے اسے دیکھا جس نے روگردانی کی اور تھوڑا مال دیا اور بند کر دیا' کیا اس کے پاس علم غیب ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے'

آیت ۲۹: فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا (تو آپ ایسے شخص سے اپنا خیال ہٹا لیجئے جو ہماری نصیحت کا خیال نہ کرے) پس آپ ایسے شخص سے منہ موڑ لیجئے جو ہماری یاد سے منہ موڑنے والا ہو۔ ذکرنا سے قرآن مجید مراد ہے۔ وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (اور سوائے دنیوی زندگی کے اس کا اور کوئی مقصد نہ ہو)

آیت ۳۰: ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ (یہ ان کے علم کی حد ہے) ذلک کا مشار الیہ ان کا دنیا پر خوش ہو جانا اور اس کو پسند کرنا ہے۔ مبلغ سے انتہاء و مقصود علم ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى (تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس راستہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہی تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ کون راہ راست پر ہے) یعنی اللہ تعالیٰ گمراہ و ہدایت یافتہ کو خوب جانتے ہیں وہی ان کو بدلہ دیں گے۔

آیت ۳۱: وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا (اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ سب اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔ انجام کار یہ ہے کہ برے کام کرنے والوں کو ان کے کیے کی سزا دے گا) جو برے کام کیے ان کی سزا یا اس وجہ سے کہ انہوں نے برے کام کیے وہ ان کو سزا دے گا۔ وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى (اور نیک کام کرنے والوں کو ان کے نیک کاموں کے بدلہ میں اچھی جزا دے گا) الحسنیٰ: اچھا

ثواب و بدلہ اور وہ جنت ہے یا اعمال حسنیٰ کے سبب سے ان کو بدلہ دے گا۔ مطلب اس طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہان کو پیدا فرمایا اور کارخانہ کو درست کیا تا کہ مکلفین میں سے نیکوکار کو اور ان میں سے بدکار کو بدلہ عنایت فرمائے۔ اس لئے کہ بادشاہ ہی اولیاء کی نصرت اور دشمنوں پر غلبہ دے سکتا ہے۔

کبیرہ وصغیرہ میں فرق:

آیت ۳۲: اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ (یہ وہ لوگ ہیں جو کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں)

نحو: الذین یہ بدل ہے یا مدح کی وجہ سے موضع رفع میں ہے ای هم الذین ۔ الکبائر۔ گناہ دو قسم پر ہیں۔ نمبر ا۔ کبائر۔ نمبر ۲۔ صغائر۔ وہ گناہ جن کی سزا بڑی ہے وہ کبیرہ ہیں۔ اور جو ایسے نہیں وہ صغائر ہیں۔

قراءت: حمزہ، علی نے کبیر پڑھا ہے۔ یعنی ان میں سے وہ قسم جو بڑی ہے۔

وَالْفَوَاحِشَ (جو کبیرہ میں سے حد سے بڑھے ہیں) گویا اس طرح فرمایا اس میں سے فواحش خاص کر گویا یہ عطف تفسیری ہے۔

ایک قول: کبیرہ جس پر عذاب کی دھمکی دی گئی ہو۔ اور فواحش وہ ہیں جن پر حد لگتی ہو۔ اِلَّا اللَّمَمَ (مگر جو ہلکے ہلکے گناہ ہوں) یعنی صغائر۔ یہ استثناء منقطع ہے۔ کیونکہ یہ جنس کبائر و فواحش میں سے نہیں ہے۔ جیسے نگاہ محرم، بوسہ، لمس آنکھ سے اشارہ۔ اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَۃِ (بیشک آپ کا رب وسیع مغفرت والا ہے) وہ بلا توبہ جو چاہتا ہے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ هُوَ اَعْلَمُ بِکُمْ اِذْ اَنْشَاَکُمْ (اور وہ تمہیں اس وقت سے خوب جانتا ہے۔ جب اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا تھا) کم سے مراد یہاں آباء واجداد ہیں۔ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِکُمْ فَلَا تُزَکُّوْٓا اَنْفُسَکُمْ

اپنے تزکیہ پر فخر مت کرو:

(اور جب تم ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے۔ پس تم اپنے کو مقدس مت سمجھا کرو) اجنة جمع جنین ماں کے پیٹ کا بچہ۔ فلا تزکوا۔ اپنے عمل کو پاکیزگی اور زیادہ خیر اور طاعات کی طرف منسوب مت کرو۔ (کہ اس پر فخر کرنے لگ جاؤ) یا نمبر ۲۔ اپنے کو گناہوں سے پاک مت قرار دو۔ اور نہ اس پر اپنی تعریف کرتے پھرو۔ اپنے نفوس کو مٹا کر رکھو۔ ان میں سے پاکیزہ کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ ابتداء انتہاء میں متقی بھی اس کے علم میں ہے۔ اس سے پہلے کہ صلب آدم سے تمہیں نکالا اور اس سے پہلے بھی وہ جانتے ہیں کہ ماؤں کے پیٹوں سے تم نکلے۔

ایک قول یہ ہے: بعض لوگ اچھے اعمال کر کے کہتے پھرتے تھے۔ ہماری نمازیں۔ ہمارے روزے۔ ہمارا حج۔ تو یہ آیت اتری۔ مگر یہ اس صورت میں ہے جبکہ خود پسندی کے طور پر کرے یا ریا کاری کے طور پر کرے۔ البتہ اعتراف نعمت کے طور پر جائز ہے۔ کیونکہ یہ تو طاعت پر اظہار مسرت ہے اور اس کا تذکرہ تو شکریہ کی قسم ہے۔

هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی (تقویٰ والوں کو وہی خوب جانتا ہے) بس اس کے جاننے پر اکتفاء کرو لوگوں کو بتلانے کی حاجت نہیں اور اس کا بدلہ کافی ہے لوگوں کی ثناء کی ضرورت نہیں۔

آیت ۳۳: اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ تَوَلّٰی (کیا آپ نے ایسے شخص کو بھی دیکھا جس نے روگردانی کی) ایمان سے اعراض کیا۔

اسلام کے بعد کفر اختیار کیا:

آیت ۳۴: وَاَعْطٰی قَلِیْلًا وَّ اَکْدٰی (اور تھوڑا مال دیا اور بند کر دیا) اپنا عطیہ دینا بند کر دیا اور اس کے دینے سے رک گیا۔ اکدی اصل میں اکداء الحافر سے لیا گیا۔ وہ یہ ہے کہ کھودنے میں سامنے سخت چٹان آجائے اور وہ اس کو کھودنے سے روک دے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: یہ ان لوگوں کے متعلق ہے جنہوں نے اسلام کے بعد کفر اختیار کیا۔

ایک قول یہ ہے: ولید بن مغیرہ کے متعلق اتری۔ اس نے قریب تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کر لی مگر بعض کفار نے اس کو عار دلائی۔ اور کہنے لگے تو نے اپنے بڑوں کا دین چھوڑ دیا اور خیال کیا کہ وہ جہنمی ہیں۔ اس نے جواب دیا مجھے خطرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو۔ دوسرا کافر کہنے لگا میں اس کا ضامن ہوں اگر وہ اپنے مال میں سے کچھ حصہ دے اور اپنے شرک کی طرف لوٹ آئے۔ تو وہ اس کی طرف سے عذاب الٰہی کو اٹھالے گا۔ ولید نے ایسا کر دیا اور اس مال کا کچھ حصہ اس کو دیا جس نے اس شرط پر ضمانت اٹھالی پھر بقیہ کے متعلق بخل اختیار کرتے ہوئے رک گیا۔

آیت ۳۵: اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَیْبِ فَهُوَ یَرٰی (کیا اس کے پاس علم غیب ہے کہ اس کو دیکھ رہا ہے) جس سے وہ جانتا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کے لئے اس کی ضمانت اٹھائی ہے وہ برحق ہے۔

اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى ﴿۳۷﴾ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ

کیا اسے ان مضامین کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہیں اور جو ابراہیم کے صحیفوں میں ہیں کہ جس نے پوری بجا آوری کر دی یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا

وِّزْرَ اُخْرٰى ﴿۳۸﴾ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ﴿۴۰﴾ ثُمَّ

دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور یہ کہ انسان کے لئے نہیں ہے مگر وہی جو کچھ اس نے کمایا اور یہ کہ اسکی سعی عنقریب دیکھ لی جائے گی، پھر

يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴿۴۱﴾ وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ﴿۴۲﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ﴿۴۳﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ

اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، اور یہ کہ تیرے رب کے پاس پہنچنا ہے اور یہ کہ وہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے اور یہ کہ وہی

اَمَاتَ وَاَحْيَا ﴿۴۴﴾ وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۴۵﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿۴۶﴾

مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے اور یہ کہ اسی نے جوڑے پیدا کئے یعنی مذکر اور مونث نطفے سے جبکہ وہ ڈالا جاتا ہے،

آیت ۳۶: اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى (کیا اس کو اس مضمون کی خبر نہیں جو موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں ہے) صحف موسیٰ سے تورات مراد ہے۔

پوری وفاء والے:

آیت ۳۷: وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى (اور ابراہیم کے صحیفوں میں جس نے احکام کی پوری بجا آوری کی) ابراہیم سے صحف ابراہیم میں۔ وَفّٰى۔ توفیر و تکمیل کی۔ جیسا دوسرے مقام پر فرمایا فَاَتَمَّهُنَّ۔ [البقرہ۔۱۲۴] اور وَفّٰى کو مطلقاً ذکر کیا۔ تاکہ ہر وفاء کو شامل ہو۔

قراءت: یہ تخفیف سے وفٰی پڑھا گیا ہے۔ تشدید تو وفاء میں مبالغہ کو ظاہر کرنے کیلئے ہے۔

قول حسن رحمہ اللہ: اللہ تعالیٰ نے جو ان کو حکم دیا انہوں نے اسے پورا کر دیا۔

عطاء بن السائب رحمہ اللہ: انہوں نے عہد کیا کہ وہ مخلوق سے سوال نہ کرے گا۔ جب ان کو آگ میں ڈالا گیا۔ تو جبرئیل علیہ السلام نے ان کو کہا۔ کیا کوئی کام میرے ذمہ ہے؟ انہوں نے کہا حاجت تو ہے مگر تجھ سے نہیں؟ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انہوں نے ہر روز صدر نہار میں چار رکعت پڑھنے کا عہد کیا تھا اس کو پورا کیا۔ (طبرانی، ابی حاتم)

اور یہی صلوٰۃ الضحیٰ ہے روایت میں وارد ہے۔ کہ آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں یہ بتلاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا خلیل جس نے وفا کی۔ کیوں فرمایا؟ اس لئے کہ آپ صبح اور شام کو یہ کلمات پڑھتے تھے فسبحان اللّٰہ حین تمسون. الی حین تظھرون (رواہ احمد ۴۳۹/۳)

ایک قول یہ ہے: انہوں نے فرمانبرداری کا حصہ پورا کر دیا اور وہ تیس خصائل تین حصے ہیں۔ نمبر ا۔ دس توبہ میں التائبون سے مذکور ہیں۔ نمبر ۲۔ اور دس احزاب میں مذکور ہیں ان المسلمین الآیۃ اور نمبر ۳۔ دس المؤمنون میں قد افلح المؤمنون۔

آیت ۳۸: پھر موسیٰ وابراہیم علیہما السلام کے صحف کا مضمون بتلایا۔ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (کہ کوئی شخص کسی کا گناہ اپنے اوپر نہیں اٹھا سکتا) تزر یہ وزریزر سے لیا گیا۔ جبکہ کوئی گناہ کر لے۔ وزرٌ گناہ کو کہتے ہیں۔ ان مخففہ من المثقلہ ہے۔ معنی یہ ہے شان یہ ہے کہ گناہ نہ اٹھائے گا۔ ہٗ ضمیر شان ہے۔ اور اَنْ اور ما بعد کا محل مجرور ہے کیونکہ یہ مافی صحف موسیٰ سے بدل ہے۔ نمبر ۲۔ محلاً مرفوع ہے۔ ھو الّا تزر۔ گویا کسی کہنے والے نے کہا ابراہیم وموسیٰ کے صحائف میں کیا ہے؟ تو جواب آیا۔ الا تزر وازرۃ وزر اخریٰ۔ یعنی کوئی نفس دوسرے نفس کا گناہ نہ اٹھائے گا۔

دوسرے کی کوشش کام نہ دے گی:

آیت ۳۹: وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (اور انسان کے لئے صرف اپنی ہی کمائی ملے گی) ماسعی یعنی اس کی کوشش۔ اور یہ بھی ابراہیم وموسیٰ علیہما السلام کے صحائف کی بات ہے۔ میت کی طرف سے صحیح روایات میں صدقہ اور حج کرنا مذکور ہے۔ تو اس کے متعلق اقوال ہیں۔ نمبر ا۔ اس کو دوسرے کی کوشش کام نہ دے گی جب تک اپنی کوشش نہ ہوگی۔ اور وہ اپنی کوشش ایمان کا پایا جانا ہے۔ اس صورت میں دوسرے کا عمل گویا اس کا اپنا عمل شمار ہوگا۔ کیونکہ وہ ایمان کے تابع اور ایمان کے ساتھ قائم ہے۔ اور اس وجہ سے کہ غیر کی کوشش اس کو کام نہ دے گی۔ جبکہ وہ اپنی ذات کی خاطر کرے۔ مگر جب اس نے اس کی نیت کر لی تو وہ اس کام میں اس کا نائب ووکیل اور قائم مقام ہو گیا۔

آیت ۴۰: وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی (اور یہ کہ انسان کی کوشش بہت جلد دیکھی جائے گی) یعنی وہ اپنی کوشش وکارکردگی قیامت کے دن اپنے میزان میں دیکھے گا۔

آیت ۴۱: ثُمَّ یُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی (پھر اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا) پھر بندے کو اس کی کوشش کا بدلہ دیا جائے گا۔ عرب کہتے ہیں جزاہ اللّٰہ عملہ۔ و جزاء علی عملہ۔ حذف جار کے ساتھ فعل کے ساتھ ملا کر۔ معنی دونوں طرح یکساں ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ ضمیر جزاء کی طرف راجع ہو۔ پھر اس کی تفسیر فرمائی۔ الجزاء الاوفی۔ پوری جزاء یا اس کے بدلے میں دے گا۔

آیت ۴۲: وَ اَنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰی (اور یہ کہ سب آپ کے رب کے پاس پہنچنا ہے) یہ تمام باتیں صحف اولی کی ہیں۔ المنتہیٰ۔ یہ مصدر ہے جس کا معنی انتہاء ہے۔ مخلوق اسی تک پہنچے گی اور اس کی بارگاہ میں لوٹے گی۔ جیسا کہ فرمایا۔ والی اللّٰہ المصیر۔ [آل عمران۔ ۲۸]

آیت ۴۳: وَ اَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰی (اور یہ کہ وہی ہنساتا اور رلاتا ہے) یعنی ہنسنے اور رونے کو اسی نے پیدا کیا ہے۔

وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ﴿۴۷﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ﴿۴۸﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴿۴۹﴾

اور یہ کہ اسی کے ذمہ ہے دوبارہ پیدا کرنا اور یہ کہ اسی نے دولت دی اور پونجی اور یہ کہ وہی شعری کا رب ہے

وَاَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا۟ نِ الْاُوْلٰى ﴿۵۰﴾ وَثَمُوْدَا۟ فَمَاۤ اَبْقٰى ﴿۵۱﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ

اور یہ کہ اس نے عاد اولیٰ کو ہلاک کیا اور ثمود کو بھی سو باقی نہیں رکھا' اور اس سے پہلے نوح کی قوم کو' بیشک یہ لوگ خوب بڑھ کر ظالم

اَظْلَمَ وَاَطْغٰى ﴿۵۲﴾ ؕ وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ﴿۵۳﴾ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ﴿۵۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴿۵۵﴾

اور سرکش تھے' اور الٹی ہوئی بستیوں کو پھینک دیا' سو ان بستیوں کو ڈھانپ لیا جس چیز نے ڈھانپا ہو تو اپنے رب کی کن کن نعمتوں میں شک کرتا رہے گا۔

هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿۵۶﴾ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿۵۷﴾ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

یہ ایک ڈرانے والا ہے پرانے ڈرانے والوں میں سے' جلدی آنے والی قریب آ پہنچی' اللہ کے سوا اس کا کوئی ہٹانے

كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾ ؕ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَ

والا نہیں' کیا اس بات سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو اور

اَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴿۶۲﴾ السجدة

تم تکبر کرتے ہو' سو اللہ کو سجدہ کرو اور عبادت کرو۔

السجدة ع ۳ ۳۰ ۷

ایک قول: نمبر۱۔ اس نے حزن و مزاح کو پیدا کیا۔ نمبر۲۔ وہ مؤمن کو عطیات دیکر آخرت میں ہنسائے گا اور دنیا میں نوائب و مصائب سے رلائے گا۔

آیت ۴۴: وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا (اور یہ کہ وہی مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے) **ایک قول یہ ہے:** اس نے باء کو موت دی اور بیٹوں کو زندہ کیا۔ نمبر۲۔ کفر سے موت اور ایمان سے زندگی۔ نمبر۳۔ یہاں موت دی اور وہاں زندہ کر دیا۔

آیت ۴۵: وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى (اور یہ کہ وہی دونوں قسم نر اور مادہ کو نطفہ سے بناتا ہے)

آیت ۴۶: مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى (جب نطفہ رحم میں ڈالا جاتا ہے)۔ جبکہ رحم میں ٹپکایا جائے عرب کہتے ہیں منٰی و امنٰی

آیت ۴۷: وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى (اور یہ کہ دوبارہ پیدا کرنا اسی کے ذمہ ہے) موت کے بعد زندہ کرنا۔

آیت ۴۸: وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى (اور یہ کہ وہی غنی کرتا ہے اور سرمایہ دے کر باقی رکھتا ہے) اقنٰی۔ کا معنی۔ القنیہ یعنی مال دیتا ہے۔ قنیہ وہ مال جس کو محفوظ کر کے پکا ارادہ ہو کہ اس کو اپنے ہاتھ سے نہ نکالے گا۔

آیت۴۹: وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰی (اور یہ کہ وہی رب ہے شعریٰ کا) شعری ستارہ ہے جو جوزاء کے بعد طلوع ہوتا ہے۔ جبکہ موسم شدید گرمی کا ہوتا ہے۔ بنوخزاعہ اس کی پوجا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو ان کے بنائے ہوئے معبود کا رب ہے۔

آیت۵۰: وَاَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَ ۨ الْاُوْلٰى (اور یہ کہ اس نے قوم عاد کو ہلاک کیا) یہ ہود علیہ السلام کی قوم ہے۔ عاد اخری قوم ثمود کا لقب ہے۔

قراءت: مدنی، بصری نے سوائے سہل کے تنوین کو لام میں مدغم کر کے پڑھا۔ عَادَ الْوُلٰى ۔اور ہمزہ اولیٰ کو گرایا۔ اور اس کا ضمہ لام تعریف کی طرف منتقل کر دیا۔

آیت۵۱: وَثَمُوْدَا فَمَاۤ اَبْقٰى (اور ثمود کو بھی کہ ان میں سے کسی کو باقی نہیں چھوڑا) حمزہ، عاصم نے ثمودا پڑھا۔ باقی قراء نے وثمودًا پڑھا۔

نحو: اس کا عطف عادًا پر ہے یہ فما ابقٰی کی وجہ سے منصوب نہیں ہے۔ کیونکہ فا کا مابعد ماقبل پر عامل نہیں بن سکتا۔ تم اس طرح نہیں کہہ سکتے۔ زیدًا فضربت ۔اسی طرح نفی کے مابعد کا حال ہے کہ وہ بھی ماقبل میں عمل نہیں کرتا۔ معنی یہ ہے۔ اهلک ثمود فما ابقاهم۔ اس نے ثمود کو ہلاک کیا پس ان کو باقی نہ چھوڑا۔

آیت۵۲: وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ (اور ان سے پہلے قوم نوح کو) یعنی قوم نوح کو عاد و ثمود سے پہلے ہلاک کیا۔ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَ اَطْغٰى (بیشک وہ سب سے زیادہ ظالم اور شریر تھے) عاد و ثمود سے بڑھ کر۔ کیونکہ وہ نوح علیہ السلام کو اتنا مارتے یہاں تک کہ ان میں حرکت نہ رہتی۔ اور ان سے دوسروں کو نفرت دلاتے یہاں تک کہ اپنے بچوں کو ان کی بات سننے سے ڈراتے۔

آیت۵۳: وَالْمُؤْتَفِكَةَ (اور الٹی ہوئی بستیاں) وہ بستیاں جن کو ان کے رہنے والوں سمیت پلٹ دیا۔ وہ قوم لوط علیہ السلام ہے۔ عرب کہتے ہیں۔ أفكه فانتفك۔ اس کو الٹا تو وہ الٹ گیا۔

اَهْوٰى (پھینک مارا) ان کو آسمان کی طرف بلند کیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے اپنے پر کے کنارہ پر زمین سمیت اٹھایا۔ پھر زمین پر دے مارا۔

نحو: المؤتفكة۔ یہ اہوٰی کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

آیت۵۴: فَغَشّٰىهَا (پھر ان بستیوں کو گھیر لیا) مَا غَشّٰى (جس چیز نے گھیر لیا) ما کا ابہام اس عذاب کی خوفناکی اور بڑائی کو ظاہر کر رہا ہے۔ جو ان پر برسایا گیا۔ ان پر تہہ بہ تہہ پتھر برسائے۔

کسی نعمت میں شک ہے؟

آیت۵۵: فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکَ تَتَمَارٰی (پس تو اپنے رب کی کونسی نعمت میں شک کرتا ہے) اے مخاطب تَتَمَارٰی (شک کرنا) کیا ان نعمتوں کے ساتھ جن سے تمہیں انعامات کا والی بنایا۔ نمبر۲۔ یا وہ نعمتیں جو ناراضگی کی طرف سے تیرے لئے کفایت کرتی ہیں۔ نمبر۳۔ کونسی نعمتوں کے سبب سے جو تیرے رب کی ربوبیت و وحدانیت پر دلالت کرنے والی ہیں ان میں سے کس میں تو شک کرتا ہے۔

آیت۵۶: هٰذَا نَذِیْرٌ (یہ ایک ڈرانے والا ہے) یہ من جملہ ان پہلے آئی ہوئی تنبیہات کے ایک تنبیہ ہے نذیر سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں، مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰی (پہلے ڈرانے والوں میں سے ہے) اولی۔ جماعت کا لحاظ کر کے کہا۔ یا ہذا القرآن یہ قرآن پہلے نذیروں میں سے ایک نذیر ہے۔ یعنی یہ انذار کوئی نیا نہیں بلکہ پہلے انذارات کی جنس سے ہے وہ انذارات جن سے تم سے پہلے لوگوں کو ڈرایا گیا۔

آیت۵۷: اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ (وہ جلدی آنے والی قریب آ پہنچی) جس کی قرب سے صفت کی گئی ہے جیسا اس ارشاد میں ہے اقتربت الساعة [القمر۔۱]

آیت۵۸: لَیْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ (اللہ تعالیٰ کے سواء اس کو کوئی ہٹانے والا نہیں) اس کو کوئی نفس دور نہیں کر سکتا وہ واضح ہے کہ کب قائم ہوگی۔ جیسا کہ فرمایا لا یجلیها لوقتها الا هو [الاعراف۔۱۸۷]

یا اس کو کوئی نفس دور نہیں کر سکتا یعنی جو دور کرنے پر قادر ہو۔ جبکہ اللہ تعالیٰ اس کو برپا کر دیں گے اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

آیت۵۹: اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ (کیا تم اس کلام خداوندی سے تعجب کرتے ہو) الحدیث سے قرآن مراد ہے تم انکار کرتے ہو تعجب کرتے ہو۔

آیت۶۰: وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ (اور تم ہنستے ہو۔ اور روتے نہیں ہو) تم مذاق کے طور پر ہنستے ہو اور ڈرتے ہوئے روتے نہیں ہو۔

آیت۶۱: وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ (اور تم تکبر کرتے ہو) اس سے غافل ہو اور تم کھیل کود کرنے والے ہو۔ کفار جب قرآن سنتے غناء سے اس کا مقابلہ کرتے۔ تا کہ لوگوں کو اس کے سننے سے مشغول کریں۔

آیت۶۲: فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا (پس تم اللہ ہی کیلئے سجدہ کرو اور اسی ہی کی عبادت کرو) اور اس کے سواء غیر اللہ کی عبادت مت کرو۔

الحمد للہ بعد العشاء تفسیری ترجمہ لیلۃ الجمعہ مکمل ہوا

سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ القمر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اسکی پچپن آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ① وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ②

قیامت قریب آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا' اور یہ لوگ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے جو ابھی ختم ہو جانے والا ہے

وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ③ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ

اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کا اتباع کیا' اور ہر بات قرار پانے والی ہے' اور بلاشبہ ان کے پاس ایسی خبریں آئی ہیں جن میں باز آنے کے لئے

مُزْدَجَرٌ ④ لا حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ⑤ لا فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى وقف لازم

عبرت ہے یعنی اعلیٰ درجے کی حکمت ہے۔ سو ڈرانے والی چیزیں ان کو کچھ فائدہ نہیں دے رہی ہیں۔ سو آپ ان سے اعراض کیجئے جس دن بلانے والا ایسی

شَيْءٍ نُّكُرٍ ⑥ لا خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ⑦ لا

چیزوں کی طرف بلائے گا جو ناگوار ہو گی' انکی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی' قبروں سے نکل رہے ہوں گے جیسے ٹڈیاں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں'

مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ط يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ⑧ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ

بلانے والے کی طرف دوڑتے ہوئے جا رہے ہوں گے' کافر لوگ کہیں گے کہ یہ بڑا سخت دن ہے۔ ان سے پہلے نوح کی قوم نے

فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ⑨

جھٹلایا سو انہوں نے ہمارے بندہ کو جھٹلایا اور کہنے لگے کہ یہ دیوانہ ہے اور اسے جھڑک دیا گیا

معجزۂ شق قمر:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ○ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ○ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ○

قیامت نزدیک آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا۔ اور یہ لوگ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو ٹال دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے

جوابھی ختم ہو جائے گا اوران لوگوں نے جھٹلایا اور اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر بات کو قرار آجاتا ہے۔

آیت ۱: اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ قیامت قریب آگئی۔ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ قراءت: وقد انشق پڑھا گیا مطلب یہ ہوگا۔ قیامت قریب آگئی اور اس کے قرب کے نشانات بھی ظاہر ہو گئے۔ کہ چاند پھٹ گیا ہے۔ یہ اس طرح ہے جیسا محاورہ میں کہتے ہیں۔ اقبل الامیر وقد جاء البشر بقدومه۔ امیر آرہا ہے اور اس کی آمد کی اطلاع کرنے والا آچکا ہے۔

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

میں نے خود حراء کو چاند کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔ ایک قول یہ ہے: اس کا معنی یہ ہے۔ قیامت کے دن پھٹ جائے گا۔

قول جمہور:

کہ یہ معجزۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوا۔ یہ بخاری و مسلم میں مروی ہے۔

سوال: اگر چاند پھٹتا تو اطراف کے لوگوں پر مخفی نہ رہتا۔ اور اگر کفار کے ہاں ظاہر ہوا ہوتا تو وہ اس کو نقل کرتے اور نقل متواتر سے نقل کرتے۔ کیونکہ طبائع عجیب اشیاء کو پھیلانے کی عادی ہیں۔

جواب: ممکن ہے بادل کی وجہ سے ان کے سامنے نہ آیا ہو۔ (جب واقعہ رات کا ہے تو کونسا ہر وقت لوگ رات کو آسمان کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے ہیں)

آیت ۲: وَاِنْ يَّرَوْا (اگر اہل مکہ دیکھتے ہیں۔) اٰيَةً (ایسی نشانی) جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر دلالت کرتی ہو۔ يُعْرِضُوْا وہ اس پر ایمان لانے سے اعراض کر رہے ہیں۔ وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ مضبوط و طاقتور جادو۔ یہ المرة سے بنا ہے جس کا معنی قوت ہے۔ نمبر ۲۔ ہر وقت چھا دینے والا۔ نمبر ۳۔ گزر کر ختم ہو جانے والا۔ زائل اور نابود ہونے والا۔

آیت ۳: وَكَذَّبُوْا اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا۔ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَ هُمْ اھواء جو شیطان نے ان کے سامنے پیش کیا کہ ظاہر ہونے کے بعد بھی حق کو روکا۔ وَكُلُّ اَمْرٍ امر سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ مراد ہے۔ مُسْتَقِرٌّ اپنے وقت میں ہو کر رہے گا۔ ایک قول یہ ہے: کل ہر مقدرہ پر واقع ہوگی اور ایک قول: ہر کام ان کے کاموں میں عنقریب ثابت اور ثواب و عقاب کے ظہور کے وقت قائم ہو جائے گا۔

آیت ۴: وَلَقَدْ جَآءَهُمْ (اور ان لوگوں کے پاس آچکی ہیں)۔ ھم سے اہل مکہ مراد ہیں۔ مِنَ الْاَنْۢبَآءِ (اتنی خبریں)۔ قرآن مجید میں جو قرون گزشتہ کی خبریں دی گئی ہیں۔ یا آخرت کے حالات اور خبریں اور کفار کو ہونے والے عذاب کی تفصیلات جو بیان کر دی گئی ہیں۔ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ (کہ ان میں کافی عبرت ہے)۔ کفر سے روک' تنبیہ و ممانعت ہے جیسا تم کہو۔ زجرته و ازدجرته 'یعنی میں نے اس کو روکا۔

فَائِدَہ: ازدجر اصل میں ازتجر ہے۔تاءکودال سے بدل دیا کیونکہ تاءحرف مہموس ہے۔اورراء مجھور ہے۔تاءکوحرف مجھور سے بدل لیا۔تاکہ مناسب ہوجائیں یہ کتاب سیبویہ کے آخر میں مذکور ہے۔

آیت ۵: حِكْمَةٌ (وہ دانشمندی ہے)۔ بٰلِغَةٌ: یہ ما سے بدل ہے۔نمبر۲۔هو حكمة ۔بَالِغَةٌ (اعلیٰ درجہ کی)۔انتہائی درست یا نمبر۲۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان تک پہنچنے والی ہے۔ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ لیکن خوف دلانے والی چیز ان کو کچھ فائدہ ہی نہیں دیتی ہے۔

بٰلِغَةٌ: مانفی کیلئے ہےاورالنذر مصدر بمعنی انذار ہے۔

قیامت کا ہولناک منظر:

آیت ۶: فَتَوَلَّ عَنْهُمْ (پس آپ ان کی طرف سے کچھ خیال نہ کیجئے)۔اس لئے کہ آپ جانتے ہیں کہ ڈرانا ان کے کچھ کام نہ آئے گا۔ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ (جس دن ایک بلانے والا فرشتہ بلائے گا)۔نحو' قراءت: یہ یخرجون کی وجہ سے منصوب ہے۔نمبر۲۔اذکر کا ظرف ہونے کی وجہ۔الداعی الی الداعی۔میں سہل'یعقوب ومکی نے دونوں میں یاء پڑھے۔اور مدنی نے ان کی موافقت کی۔ابوعمرو نے وصل میں جنہوں نے یاءکوساکت کیااور کسرہ پراکتفاء کیا۔اور یدع سے واؤ کوحذف کیا کتابت میں اتباع لفظی کی وجہ سے۔الداعی ۔یہ اسرافیل علیہ السلام ہونگے۔اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ (ناگوار چیز کی طرف) ناگوار سواکن ہونے کی وجہ سے لوگ اس کو جاننا بھی گوارہ نہ کریں گے۔کیونکہ اس جیسی چیز کا آج تک سامنا نہیں ہوا۔اوروہ قیامت کا ہولناک منظر ہے۔

قراءت: نُكُر۔مکی نے کاف کوتخفیف سے پڑھا ہے۔

آیت ۷: خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ (ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی) قراءت: عراقی قراء نے سوائے عاصم کے خاشعًا پڑھا ہے۔

نحو: یہ خارجین سے حال ہے۔اور یہ آنکھوں کا فعل ہے۔اور مذکر لایا گیا ہے جیسا کہتے ہیں یخشع ابصارهم دیگر قراء نے خُشعًا پڑھااور یخشعن ابصارهم مؤنث کا معنی لیا۔یہ ان کی لغت ہے جو کہتے ہیں اکلونی البراغیث۔نمبر۲۔اور یہ بھی درست ہے کہ خُشعًا میں هم ضمیر ہواور ابصارهم اس سے بدل ہو۔اورخشوع ابصار یہ ذلت سے کنایہ ہو کیونکہ قیامت کے روز ذلیل کی ذلت اورعزیز کی عزت آنکھوں میں ظاہر ہورہی ہوگی۔يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ (قبروں سے نکل رہے ہوں گے)۔ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ (ایسے جیسے ٹڈی پھیل جاتی ہے)۔کثرت تعداد اور ہر جانب منتشر ہونے سے تشبیہ دی۔کہ انسان بھی کثرت وموجیں مارنے میں مکڑی کی طرح ہونگے۔کثیر اور موجوں کی طرح ٹھاٹھیں مارنے والے لشکر کو کہتے ہیں۔جاؤ وا کالجراد وہ لشکر آیا مکڑی کی طرح کثرت میں ایک دوسرے میں گھسا چاہتا ہے۔

آیت ۸: مُهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ (بلانے والے کی آواز کی طرف دوڑے چلے جارہے ہونگے)۔اپنی گردنوں کو اٹھائے تیزی سے جارہے ہونگے۔يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ (اور کافر کہتے ہونگے یہ دن بڑا سخت ہے)۔

فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴿۱۰﴾ فَفَتَحْنَاۤ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿۱۱﴾ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا

سو اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ بیشک میں مغلوب ہوں میری مدد فرمائیے' سو ہم نے آسمان کے دروازے خوب زیادہ برسنے والے پانی سے کھول دیئے اور ہم نے زمین میں چشمے جاری کر دیئے

فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰۤى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ﴿۱۳﴾ تَجْرِیْ بِاَعْیُنِنَا

پھر پانی اس کام کے لئے مل گیا جس کا فیصلہ کر دیا گیا تھا اور ہم نے نوح کو تختوں اور میخوں والی کشتی پر سوار کر دیا جو ہماری نگرانی میں چل رہی تھی

جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَاۤ اٰیَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۵﴾ فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ ﴿۱۶﴾

یہ اس شخص کا بدلہ لینے کے لئے کیا گیا جس کی ناقدری کی گئی' اور بلاشبہ ہم نے اس واقعہ کو عبرت بنا کر چھوڑ دیا سو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾

اور البتہ یہ یقینی بات ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا سو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا۔

تکذیبِ رسل کا مرض:

آیت ۹: كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ (ان سے پہلے جھوٹا قرار دیا۔) اہل مکہ سے پہلے قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا (قوم نوح نے اور ہمارے بندے کی تکذیب کی)۔ عبدنا سے نوح علیہ السلام مراد ہیں۔

تکذیب کو دوبارہ لائے۔ یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ انہوں نے تکذیب کے بعد تکذیب کی۔ جب ان میں سے ایک جھٹلانے والی قرن چلی گئی اس کے بعد ایک قرن اور تکذیب کرنے والی آ گئی۔ نمبر۲۔ قوم نوح نے رسولوں کو جھٹلایا پھر انہوں نے ہمارے بندے کی تکذیب کی۔ مطلب یہ ہے جب وہ شدت سے رسولوں کے انکاری تھے اور سرے سے نبوت کے ہی قائل نہ تھے آخر میں نوح کو بھی جھٹلا دیا کیونکہ وہ بھی من جملہ رسولوں میں سے تھے۔

وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ (اور کہا یہ دیوانہ ہے)۔ (ای ھو مجنون) وہ دیوانہ ہے۔ وَازْدُجِرَ (اور اس کو دھمکی دی گئی)۔ انہوں نے گالی گلوچ اور قتل کی دھمکی دی تا کہ ادائے رسالت سے باز رہیں۔ نمبر۲۔ ان کے منجملہ اقوال میں سے یہ بات تھی۔ کہ وہ کہنے لگے وہ مجنون اور اس کو جنات نے مخبوط الحواس کر دیا اور بے عقل بنا دیا کذا قال مجاہد۔

آیت ۱۰: فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ (تو نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں درماندہ ہوں)۔ تو ان سے انتقام لے۔ انی سے پہلے باء سببیہ محذوف ہے۔ اس لئے کہ میں مغلوب ہوں میری قوم نے مجھ پر غلبہ کیا اور میری بات نہ سنی اور ان کے جواب سے مایوسی پختہ ہوگئی۔ فَانْتَصِرْ (تو میرا ان سے انتقام لے) اس عذاب کے ذریعہ جو آپ ان پر بھیجیں گے۔

آیت ۱۱: فَفَتَحْنَاۤ اَبْوَابَ السَّمَآءِ (پس ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیئے)۔

قراءت: شامی، یزید، سہل، یعقوب نے ففتّحنا پڑھا ہے۔

بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ (کثرت سے برسنے والے پانی سے)۔ جو پے در پے اور کثرت سے بہنے والا ہو۔ وہ پانی چالیس دن تک منقطع نہ ہوا۔

آیت ۱۲: وَفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا (اور زمین سے چشمے جاری کر دیئے)۔ ہم نے تمام زمین کو ایسا کر دیا گویا اس سے چشمے پھوٹ رہے ہیں۔

بلاغت: یہ جملہ اس سے زیادہ بلیغ ہے۔ و فجرنا عیون الارض۔ فَالْتَقَى الْمَآءُ (پھر پانی مل گیا۔) یعنی آسمان و زمین کا۔

قراءت: الماء ان بھی پڑھا گیا یعنی دو قسم کا پانی ارضی و سماوی۔

عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ (اس کام کے پورا ہونے کے لئے جو تجویز ہو چکا تھا۔) تاکہ اسی حالت میں پورا ہو جس کے مطابق اس نے جیسا چاہا طے کیا۔ نمبر ۲۔ اس کے مطابق جیسا لوح محفوظ میں مقدور و مندرج تھا کہ ایسا ہوگا۔ اور وہ قوم نوح کی طوفان سے ہلاکت مراد ہے۔

آیت ۱۳: وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ (اور ہم نے لوح کو ایک تختوں اور میخوں والی کشتی پر سوار کر دیا۔) اس سے مراد کشتی ہے۔ یہ وہ صفات ہیں جو موصوف کے قائم مقام ہیں اور آسکتی ہیں۔ اور اس کا نائب بن سکتی ہیں کہ اس میں اور اس میں کوئی بھی فاصلہ نہیں جیسے شاعر کا قول ہے۔ ولکن قمیصی مسرودة من حدید۔ مراد شاعر کی یہ ہے لکن قمیصی درع۔

آیت میں غور کرو کہ اگر تم کشتی اور الواح وکیل جمع کرو تو یہ صحیح نہیں۔ (اصل و نائب جمع نہیں ہوتے) یہ فصیح و بدیع کلام ہے۔

الدسر جمع دسار کی ہے اور وہ کیل کو کہتے ہیں۔ مسمار بروزن فعال۔ یہ دسرہٗ سے لیا گیا جس کا معنی دھکیلنا ہے۔ کیونکہ کیل سے اس کے سوراخوں کو پاٹا جاتا ہے۔

آیت ۱۴: تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا (وہ ہماری نگرانی میں چل رہی تھی۔) نمبر ۱۔ ہماری نگرانی میں۔ نمبر ۲۔ ہماری حفاظت میں۔ جَزَآءً: باعیننا یہ تجری کی ضمیر سے حال ہے۔ ای محفوظة بنا۔ اس حال میں کہ وہ ہماری حفاظت میں تھی۔ جَزَآءً (بدلہ لینے کیلئے۔) لِّمَنْ: یہ ماقبل فتح ابواب السماء وغیرہ کیلئے مفعول لہ ہے یعنی ہم نے یہ بدلہ لینے کیلئے کیا۔ لِمَنْ كَانَ كُفِرَ (جس کی ناقدری کی گئی تھی)۔ من سے نوح علیہ السلام مراد ہیں۔ نوح علیہ السلام کو مکفور قرار دیا کیونکہ پیغمبر اللہ تعالیٰ کی نعمت و رحمت ہے۔ ارشاد فرمایا۔ وما ارسلناك الا رحمة للعالمین [الانبیاء۔ ۱۰۷] پس نوح علیہ السلام وہ نعمت ہوئے جس کی ناقدری کی گئی۔

کشتی نوح جودہ پر:

آیت ۱۵: وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَا (اور ہم نے اس واقعہ کو عبرت کیلئے رہنے دیا۔) ھا سے مراد کشتی یا ان کا وہ واقعہ جس کو نشانی بنا دیا جس

سے عبرت حاصل کی جاتی ہے۔قول قتادہ رحمہ اللہ: اس کشتی کو ارض جزیرہ میں باقی رکھا۔

ایک قول:

جودی پر باقی رکھا اور اس امت کے پہلے لوگوں نے وہ کشتی دیکھی۔

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔) مدکر نصیحت وعبرت حاصل کرنے والا۔ یہ اصل میں مذتکر ہے۔تا کو دال سے بدل دیا اور دال۔ذال کا ایک مقام ہے۔ایک دوسرے میں ادغام کر دیئے گئے۔

آیت ۱۶: فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ (پھر دیکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا)۔نذر جمع نذیر ہے اور وہ انذار مصدر کے معنی میں ہے۔قراءت: وندری، یعقوب نے دونوں جگہ پڑھا۔وصل میں سہل سے اس کے موافق اور دیگر قراء نے بغیر یاء کے بڑھا اور آخر سورت تک قراء کا یہی اختلاف ملحوظ رہے۔

آیت ۱۷: وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ (اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کر دیا ہے)۔نصیحت اور یاد کرنے کیلئے آسان کر دیا۔اس طرح کہ کافی شافی مواعظ اس میں رکھ دیئے اور وعدے اور وعیدیں بار بار بیان کر دیں۔فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔مدکر بمعنی نصیحت حاصل کرنے والا۔ایک قول یہ ہے: حفظ کیلئے اس کو آسان کر دیا۔اور جو اس کو یاد کرنے کا ارادہ کرے اس کی مدد واعانت کر دی۔کیا کوئی حفظ کا طالب ہے کہ اس کی اعانت کی جائے؟

روایت میں ہے کہا اہل ادیان کی کتب یعنی تورات، انجیل، ان کو دیکھ کر ہی پڑھ سکتے تھے۔ان کو حفظ نہ کر سکتے تھے۔جیسا کہ قرآن کو کر سکتے ہیں۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿۱۸﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا

جھٹلایا قوم عاد نے سو کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا ' بیشک ہم نے ان پر سخت ہوا بھیج دی

فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿۱۹﴾ تَنزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنقَعِرٍ ﴿۲۰﴾ فَكَيْفَ

ایسے دن میں جو نحوست والا تھا دیر تک رہنے والا تھا وہ ہوا لوگوں کو اکھاڑ کر پھینک رہی تھی گویا کہ وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں' سو کیسا ہوا

كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿۲۱﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿۲۲﴾ ع ۱۱ ۲۲

میرا عذاب اور میرا ڈرانا اور یہ بات یقینی ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا' سو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ﴿۲۳﴾ فَقَالُوا أَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهُ إِنَّا إِذًا لَّفِي ضَلَالٍ

قوم ثمود نے ڈرانے والوں کو جھٹلایا' سو انہوں نے کہا کیا ہم ایسے انسان کا اتباع کریں جو ہمیں میں سے ایک شخص ہے' بیشک اس صورت میں تو ہم بڑی گمراہی اور

وَسُعُرٍ ﴿۲۴﴾ أَأُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِن بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ ﴿۲۵﴾ سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَّنِ

دیوانگی میں جا پڑیں گے' کیا ہم سب کے درمیان سے اسی پر وحی نازل کی گئی؟ بلکہ بات یہ ہے کہ یہ بڑا جھوٹا ہے شیخی باز ہے' عنقریب کل کو جان لیں گے کہ

الْكَذَّابُ الْأَشِرُ ﴿۲۶﴾ إِنَّا مُرْسِلُو النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿۲۷﴾ وَنَبِّئْهُمْ

کون ہے بڑا جھوٹا شیخی باز' بیشک ہم اونٹنی کو بھیجنے والے ہیں ان کی آزمائش کے لئے' سو آپ ان کو دیکھتے رہیئے اور صبر کیجئے' اور آپ انہیں بتا دیں

أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ ۖ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَىٰ

کہ بیشک پانی تقسیم ہے ان کے درمیان ہر ایک اپنے بلانے کی باری پر حاضر ہوا کرے' سو انہوں نے اپنے ساتھی کو پکارا سو اس نے حملہ کر دیا

فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿۳۰﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً فَكَانُوا

اور کاٹ ڈالا ' سو کیا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا ' بیشک ہم نے ان پر ایک چیخ بھیج دی سو وہ ایسے ہو گئے

كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿۳۲﴾

جیسے باڑ لگانے والے کا چورا ہو' اور بلاشبہ یہ بات حق ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا سو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا

آیت ۱۸: كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ (قوم عاد نے جھٹلایا پس میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا۔) عذاب کے اترنے سے پہلے جو ڈراوے ان کی طرف بھیجے۔ نمبر ۲۔ ان کو سزا دینے میں بعد والوں کیلئے جو ڈراوے تھے۔

آیت ۱۹: اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا (ہم نے ان پر ایک تند ہوا چھوڑ دی)۔ صر صر: ٹھنڈی یا نمبر۲۔ سخت آواز والی۔

فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ (نحوست کے دنوں میں)۔ مُسْتَمِرٍّ (دوامی شر والے)۔ وہ عذاب ان پر مسلط رہا یہاں تک کہ ان کو ہلاک کر دیا۔ یہ مہینہ کی آخری تاریخ بدھ کا دن تھا۔

ہوا نے اس کے مقامات سے اُکھاڑ پھینکا:

آیت ۲۰: تَنْزِعُ النَّاسَ (وہ ہوا لوگوں کو اکھاڑ اکھاڑ کر پھینک رہی تھی)۔ ان کے مقامات سے اکھاڑتی تھی۔ وہ صف باندھے ایک دوسرے کے ہاتھ تھام کر کھڑے ہو جاتے۔ گھاٹیوں میں داخل ہو گئے اور گڑھے کھود کر ان میں گھس گئے ہوا نے ان کو وہاں سے کھینچ لیا اور اوندھے منہ گرا کر ان کی گردنیں توڑ ڈالیں۔ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ (گویا وہ اکھڑے ہوئے کھجور کے درختوں کے تنے ہیں)۔ کھجور کا تنا جس کو زمین سے اکھیڑ لیا جائے۔ ان کو کھجور کے تنوں سے مشابہت دی کیونکہ ہوا ان کے سروں کو کاٹ ڈالتی وہ جسد بلا سر رہ جاتے اور زمین پر مردہ ہو کر گر پڑتے ان کے جسم لمبے لمبے تھے۔

ایک نکتہ:

نخل کے لفظ کا لحاظ کر کے صفت لائی گئی اگر اس کے معنی کا لحاظ کریں تو مؤنث ہوگا۔ جیسا دوسرے مقام پر فرمایا۔ اعجاز نخل خاویۃ۔

آیت ۲۱: فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَ نُذُرِ (پس دیکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا)۔

آیت ۲۲: وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (اور ہم نے قرآن کو نصیحت کیلئے آسان کر دیا تو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔)

آیت ۲۳: كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ (ثمود نے بھی پیغمبروں کی تکذیب کی۔)

پیغمبر کی بات کو غلطی اور جنون کہا:

آیت ۲۴: فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا (کہنے لگے کیا ہم ایسے شخص کی اتباع کریں گے۔ جو ہماری جنس کا آدمی ہے اور اکیلا ہے) بشرًا منصوب ہے اس فعل کی بنا پر نتبعه جس کی تفسیر کر رہا ہے۔ تقدیر عبارت ہے۔ أنتبع بشرًا منا واحدًا۔ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ اگر ہم نے ایسا کیا تو اس صورت میں ہم بڑی غلطی اور پاگل پن میں جا پڑیں گے۔ وہ کہا کرتے تھے۔ کہ اگر تم میری بات نہ مانو گے تو حق سے ہٹ جاؤ گے۔ اور آگ میں پڑو گے۔ سعر جمع سعیر: آگ۔ کفار نے اس بات کا الٹ کر کے کہا۔ اگر ہم تمہاری اتباع کر لیں گے تو ہم اس طرح ہو جائیں جیسا تو ہمیں کہتا ہے۔

ایک قول:

الضلال: غلطی، درستی سے دور ہونا۔ السعر جنون۔ تمہاری اتباع سے ہم غلطی کا شکار ہو کر جنون میں مبتلا ہو جائیں گے۔ کفا کا قول۔ أبشرًا۔ یہ انکار ہے اس بات سے کہ وہ اپنے ہم جنس کی اتباع کریں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ وہ ملائکہ میں سے ہونا چاہیئے۔ اور کہنے لگے۔ منّا۔ لہا تا کہ مماثلت قویہ تامہ ثابت کی جا سکے۔ انہوں نے واحدًا کہا۔ اس بات سے انکار ہے کہ جماعت ایک فرد واحد کی پیروی کرے یا واحدًا سے مراد عامۃ الناس میں سے ہے ان کے اشراف وافضل میں سے نہیں اس مفہوم پر اگلی آیت دلالت کر رہی ہے۔

آیت ۲۵: ءَاُلْقِیَ الذِّکْرُ عَلَیْهِ مِنْ بَیْنِنَا (کیا ہم سب میں سے اس پر وحی نازل ہوئی۔) مطلب یہ ہے کیا اس پر وحی اتری حالانکہ ہم میں ایسے بھی ہیں جو نبوت کے چناؤ کے لئے اس سے زیادہ مستحق ہیں۔ بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ (بلکہ وہ بڑا جھوٹا اور شیخی باز ہے۔) أشر: شیخی باز، متکبر اس کو اس کی شیخی نے آمادہ کیا ہے کہ یہ دعویٰ کر کے ہم پر بڑائی حاصل کرے۔

آیت ۲۶: سَیَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ (ان کو عنقریب کل ہی کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ جھوٹا شیخی باز کون تھا۔) جب ان پر عذاب اترے گا۔ نمبر۲۔ قیامت کے دن کہ جھوٹا شیخی باز کون ہے۔ کیا میں صالح یا مجھے جھٹلانے والے؟

قراءت: شامی وحمزہ نے ستعلمون پڑھا ہے۔ اس کو نقل کرتے ہوئے جوان کو صالح علیہ السلام نے بطور جواب فرمایا۔ نمبر۲۔ بطور التفات یہ ادخال الٰہی ہے۔

آیت ۲۷: اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ (ہم اونٹنی کو نکالنے والے ہیں۔) مقرر کرنے اور ان کے مطالبہ پر پہاڑ سے نکالنے والے ہیں۔ فِتْنَةً لَّهُمْ (ان کی آزمائش کیلئے) ان کے ابتلاء وامتحان کے لئے۔ نَحْوَ: یہ مفعول لہ ہے۔ نمبر۲۔ حال ہے۔ فَارْتَقِبْهُمْ (پس ان کو دیکھتے رہو) انتظار کرو اور دیکھتے رہو وہ کیا کرنے والے ہیں۔ وَاصْطَبِرْ (اور صبر رکھو۔) ان کی ایذاؤں پر اور جلدی مت کرنا یہاں تک کہ میرا حکم تمہارے پاس آئے۔

آیت ۲۸: وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَیْنَهُمْ (اور ان لوگوں کو بتا دینا کہ پانی ان میں بانٹ دیا گیا ہے۔) ان کے مابین تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ایک دن اونٹنی کا اور دوسرا دن ان کا۔ بینهم۔ عقلاء کو تغلیب دے کر ذکر کیا۔ ورنہ باری تو ان کے جانوروں اور اونٹنی کے مابین تھی۔ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ (ہر ایک باری پر باری والا حاضر ہوا کرے گا۔) محتضر بمعنی محضور، باری مقرر کیا ہوا۔ ایک دن قوم گھاٹ پر آموجود ہو اور ایک دن اونٹنی حاضر ہو۔

قدار بن سالف:

آیت ۲۹: فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ (انہوں نے اپنے رفیق کو بلایا۔) صاحبهم۔ قدار بن سالف ثمود کا چھوٹو سرخا۔ فَتَعَاطٰی (پس اس

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّيْنٰهُمْ

لوط کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا' بیشک ہم نے ان پر پتھر لانے والی تیز ہوا بھیج دی' سوائے لوط کے گھر والوں کے ہم نے انہیں آخری رات میں

بِسَحَرٍ ﴿۳۴﴾ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا

اپنے فضل سے نجات دے دی' ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں اس شخص کو جو شکر ادا کرے اور لوط نے ان کو ہماری گرفت سے ڈرایا تھا

فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۷﴾

سو انہوں نے ڈرانے کی چیزوں میں جھگڑے بازی کی اور بے شک بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے لوط کے مہمانوں کو برے ارادہ سے لینا چاہا سو ہم نے ان کی آنکھیں چوپٹ کر دیں' سو چکھو میرا عذاب

نے اونٹنی پر وار کیا۔) یعنی عظیم جرم کے ارتکاب کی جرأت کی اور اسکی کوئی پرواہ نہ کی۔ فَعَقَرَ (پس اسکی کونچیں کاٹ دیں)۔ یعنی اونٹنی کی۔ نمبر۲۔ اس نے تلوار لے کر اونٹنی کو آلیا اور قتل کر دیا۔ نمبر۳۔ اس نے تلوار کو لیا۔ دوسرے مقام پر فرمایا فعقروا الناقة۔

[الاعراف ۷۷]

ایک نکتہ:

گویا اس آیت میں مفرد لائے اور دوسری آیت میں جمع لائے اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اس قتل پر سب راضی تھے اس لئے سب گویا شریک تھے۔ نمبر۲۔ تمام اونٹنی کے قتل میں اس کے معاون تھے۔ تلوار و تیر سے وار والا وہی تھا۔

آیت ۳۰: فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ (پس دیکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا)۔

آیت ۳۱: اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ (ہم نے ان پر مسلط کیا)۔ اونٹنی کے ذبح کے چوتھے دن بعد صَيْحَةً وَّاحِدَةً (ایک نعرہ۔) جبرئیل علیہ السلام نے ان پر چیخ ماری۔ فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ (پس وہ ایسے ہو گئے جیسے کانٹوں کی باڑ لگانے والے کی باڑ کا چورا۔) الهشيم: خشک درخت جس کا بھوسہ بنایا جاتا ہے۔ والمحتظر: باڑ لگانے والا اور جس پر باڑ لگائیں اور زیادہ وقت گزرنے پر وہ خشک ہو جائے اور حیوانات کے پے در پے گزرنے سے وہ روندی جائے اور ٹوٹ کر چورا چور ہو جائے۔

قراءت: حسن رحمہ اللہ نے مُحْتَظَر پڑھا اور وہ باڑ لگانے کی جگہ ہے۔

آیت ۳۲: وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (اور ہم نے قرآن نصیحت حاصل کرنے والے کے لئے آسان کر دیا ہے پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔)

آیت ۳۳: كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍ بِالنُّذُرِ (قوم لوط نے بھی پیغمبروں کی تکذیب کی۔)

آیت ۳۴: اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا (ہم نے ان پر پتھروں کا مینہ برسایا۔) ایسی ہوا بھیجی جو ان پر پتھر پھینکتی تھی۔ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ (مگر لوط علیہ السلام کے متعلقین۔) آپ کی دونوں بیٹیاں اور جو لوگ آپ پر ایمان لائے تھے۔ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ (ان کو

اخیر شب میں ہم نے بچالیا۔) سحر یعنی اسحار اسی لئے اس کو منصرف لائے۔عرب کہتے ہیں۔لقیته بسحرٍ۔جبکہ اسی دن کی سحر کو تم ملو۔

ایک قول یہ ہے:

سحر دو ہیں۔نمبرا۔المسحر الاعلی پو پھوٹنے سے پہلے۔نمبر۲۔پو پھوٹنے کے وقت۔

آیت ۳۵: نِعْمَةً (اپنی جانب سے فضل کر کے۔) یہ مفعول لہ ہے یعنی بطور انعام کے مِنْ عِنْدِنَا كَذٰلِكَ نَجْزِیْ مَنْ شَكَرَ جو (شکر کرتا ہے اس کو ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔) ایمان اور اپنی اطاعت کی نعمت۔

آیت ۳۶: وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ (اور لوط علیہ السلام نے ان کو ڈرایا تھا۔) بَطْشَتَنَا (ہماری پکڑ سے۔) عذاب مسلط کرنے سے پہلے۔ فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ (لیکن انہوں نے اس ڈرانے میں جھگڑے پیدا کیے۔) پس انہوں نے ڈرانے والوں میں شک کر کے جھٹلایا۔

آنکھوں کو مٹا دیا:

آیت ۳۷: وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ (اور ان لوگوں نے لوط علیہ السلام سے ان کے مہمانوں کو بری نیت سے لینا چاہا۔) انکے مہمانوں سے بے حیائی کا مطالبہ کیا۔ فَطَمَسْنَا اَعْيُنَهُمْ (پس ہم نے ان کی آنکھیں چوپٹ کر دیں۔) یعنی ان کو اندھا کر دیا۔

ایک قول یہ ہے:

ان کی آنکھوں کو مسخ کر کے چہرے کی طرح بنا دیا۔آنکھوں کے شقوق کا نشان نہ تھا۔روایت میں ہے کہ جب انہوں نے لوط علیہ السلام کے دروازے کو مروڑا تا کہ وہ اس میں داخل ہوں تو ملائکہ نے کہا۔ان کو اندر آنے دیں۔ہم تو تیرے رب کے قاصد ہیں وہ ہرگز تجھ تک پہنچ نہیں سکتے۔جبرئیل علیہ السلام نے اپنے پر کی ایک جھپٹ ماری۔ان کو ادھر ادھر بھاگتے چھوڑ دیا۔ان کو دروازہ کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔یہاں تک کہ لوط علیہ السلام نے خود ان کو دروازے سے باہر نکالا۔ فَذُوْقُوْا (اور کہا لو چکھو۔) یہ ملائکہ کی زبانی کہا۔ عَذَابِیْ وَنُذُرِ (میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ)۔

وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ

اور یہ بات یقینی ہے کہ صبح سویرے ان پر ایسا عذاب آ گیا جو برقرار رہنے والا تھا سو چکھ لو میرا عذاب اور میرے ڈرانے کا نتیجہ اور یہ بات یقینی ہے

يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾ وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾

کہ ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا سو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا۔ اور یہ بات واقعی ہے کہ آل فرعون کے پاس ڈرانے کی چیزیں آئی تھیں

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ

انہوں نے ہماری تمام نشانیوں کو جھٹلایا' سو ہم نے انہیں پکڑ لیا زبردست صاحب قدرت کا پکڑنا' کیا تمہارے کافر بہتر ہیں

مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾

ان لوگوں سے یا تمہارے لئے کتابوں میں کوئی معافی ہے؟ کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ہماری جماعت ہے جو غالب رہے گی'

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ﴿۴۶﴾ اِنَّ

عنقریب جماعت شکست کھا جائے گی اور پشت پھیر کر چل دیں گے' بلکہ قیامت ان کا وعدہ ہے اور قیامت بڑی سخت اور بڑی کڑوی چیز ہے' بلاشبہ

الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۴۷﴾ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ

مجرمین بڑی گمراہی اور بڑی بے عقلی میں ہیں' جس دن دوزخ میں چہروں کے بل گھسیٹے جائیں گے' چکھ لو دوزخ کا

سَقَرَ ﴿۴۸﴾ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴿۵۰﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ

عذاب' بیشک ہم نے ہر چیز کو انداز سے پیدا کیا' اور ہمارا حکم بس یک بارگی ہوگا جیسے آنکھوں کا جھپکنا اور یہ بات یقینی ہے کہ ہم نے تمہارے جیسے

اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۵۱﴾ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ﴿۵۲﴾ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ

لوگوں کو ہلاک کیا تو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا' اور جو کچھ بھی ان لوگوں نے کیا ہے سب کتابوں میں ہے' اور ہر چھوٹی بڑی چیز کتابوں میں

مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ﴿۵۴﴾ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾

لکھی ہوئی ہے' بیشک پرہیزگار لوگ باغوں میں اور نہروں میں ہوں گے ایک عمدہ مقام میں بادشاہ کے پاس جو قدرت والا ہے۔

آیت ۳۸: وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً (اور صبح سویرے دن کے اول حصہ میں ان پر آ پہنچا۔) عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ (دائمی عذاب) قائم رہنے والا جوان پر اس طرح قائم ہو گیا کہ جوان کو آخرت کے عذاب تک پہنچا کر چھوڑے گا۔

آیت ۳۹: فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَ نُذُرِ (تو میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو۔) دوبارہ لانے کا فائدہ یہ ہے کہ ہر خبر کو سن کر نصیحت

تازہ ہو جائے۔

آیت ۴۰: وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ (اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا۔ پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔)

عظیم فائدہ:

تذکیر و نصیحت کی تازگی کے لئے بار بار ان کلمات کو دہرایا گیا۔ کہ دوبارہ متنبہ ہوں اور اس پر آمادہ کرنے سے بیداری میں تجدید ہو جائے۔ اور سورۂ رحمان میں بار بار فبای الاءِ ربکما تکذبان۔[الرحمان۔۱۳] کو لانے کا بھی یہی مقصد ہے۔ ہر نعمت جس کو شمار کرے۔ اس پر اپنے ذہن کو متنبہ کر کے اپنے دل و دماغ کو نئے سرے سے بیدار کرے اور اسی طرح ویل یومئذ للمکذبین[المرسلات۔۱۵] میں دوبارہ لانے میں یہی حکمتیں ہیں۔ اور اسی طرح انبیاء علیہم السلام اور ان کے واقعات کو بار بار دہرایا تاکہ وہ عبرتیں دلوں میں مستحضر ہو جائیں اور ذہنوں کے سامنے تصویر بن کر آ جائیں۔ اور ہر آن میں وہ نصیحت کو یاد دلانے والے ہوں نہ کہ بھلانے والے۔

آیت ۴۱: وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ (اور فرعون کے ساتھیوں کے پاس بھی ڈرانے کی بہت سی چیزیں پہنچیں۔) النذر: موسیٰ و ہارون اور دیگر انبیاء علیہم السلام یا النذر جمع نذیر کی ہے بمعنی انذار۔ ڈراوے کی چیزیں۔

آیت ۴۲: کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا کُلِّهَا (ان لوگوں نے ہماری تمام نشانیوں کو جھٹلایا۔) آیات سے نو نشانیاں مراد ہیں۔ فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِیْزٍ مُّقْتَدِرٍ (ہم نے زبردست قدرت والے کی پکڑ کی طرح ان کو دھر پکڑا۔) عزیز جس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ مقتدر: اس کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔

یہ کافر زیادہ شریر ہیں:

آیت ۴۳: اَکُفَّارُکُمْ (کیا تمہارے کافر) اے اہل مکہ خَیْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِکُمْ (ان سے کچھ بہتر ہیں)۔ وہ کفار جن کا پہلے شمار ہوا۔ مثلاً قوم نوح و ہود، صالح، لوط، آل فرعون یعنی کیا وہ قوت آلات، اور دنیاوی مراتب میں بہتر تھے یا کفر و عناد میں کم تر تھے؟ مطلب یہ ہے کہ تمہارے کفار انہی کی مثل بلکہ ان سے زیادہ شریر ہیں۔ اَمْ لَکُمْ بَرَآءَةٌ فِی الزُّبُرِ (یا تمہارے لئے آسمانی کتابوں میں کوئی معافی آ گئی)۔ اے اہل مکہ کیا تم پر پہلی کتابوں میں براءت کی دستاویز لکھ دی گئی ہے کہ جو تم میں سے رسولوں کو جھٹلائے گا اور کفر کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے امن دیا جائے گا۔ اور تم بھی اسی معاہدہ کے تحت امن میں کر دیئے گئے ہو؟

آیت ۴۴: اَمْ یَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِیْعٌ (یا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری جماعت ایسی ہے جو غالب ہی رہیں گے۔) جمیعٌ جماعت

کو کہتے ہیں کہ ہم جماعت ہیں ہم اکٹھے رہیں گے ہمارا معاملہ اجتماعی ہے۔ مُنْتَصِرٌ محفوظ ومضبوط۔ نہ کوئی دشمن ہمارا قصد کرسکتا ہے اور نہ ہمارا نقصان کرسکتا ہے۔

علاماتِ نبوت:

آیت ۴۵: سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ (عنقریب ان کی یہ جماعت شکست کھائے گی۔) جمع سے جماعت اہل مکہ مراد ہے۔ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ (اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے گی۔) دُبر بمعنی ادبار۔ جیسا کہ کہا۔ کلوا فی بعض بطنکم تَعِفُّوا یعنی وہ شکست کھا کر بھاگ جائیں گے یعنی یوم بدر۔ اور یہ علامات نبوت میں سے ہے۔

آیت ۴۶: بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ (بلکہ قیامت ان کے لئے وعدۂ عذاب ہے)۔ بدر کے بعد ان سے عذاب کا وعدہ کیا۔ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى (اور قیامت بڑی سخت اور ناگوار چیز ہے۔) موقف بدر کی بنسبت زیادہ سخت ہے۔ الداهية: ایسی اوپری مصیبت جس کا علاج نہ ہو۔ وَاَمَرُّ وہ عذاب دنیا سے زیادہ کڑوا ہے۔ یا مِرّہ سے زیادہ بدمزہ ہے۔

آیت ۴۷: اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ (بلاشبہ یہ مجرم بڑی غلطی میں ہیں) دنیا میں حق سے بھٹک کر)۔ وَسُعُرٍ (اور آگ میں) جو آخرت میں ہے یا ہلاکت اور آگ میں۔

آیت ۴۸: يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ (جس روز آگ میں ان کو گھسیٹا جائے گا۔) اس میں کھینچا جائے گا۔ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ (منہ کے بل) اور ان کو کہا جائے گا۔ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ (تم آگ لگنے کا مزہ چکھو۔) جیسا کہتے ہیں۔ وجد مس الحمّٰی وذاق طعم الضرب۔ سقر یہ غیر منصرف ہے۔ تانیث ومعرفہ یہ جہنم کا نام ہے۔ یہ سقرتهُ النار سے لیا گیا ہے جس کا معنی جب آگ اس کو متغیر کردے۔

آیت ۴۹: اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ (ہم نے ہر چیز کو اندازہ سے پیدا کیا۔) بخفض: كل یہ فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے جس کی تفسیر یہ فعل ظاہر کررہا ہے۔

قراءت: شاذ قراءت میں كل کو مرفوع پڑھا گیا ہے۔ نصب پڑھنا اولیٰ ہے کیونکہ اگر رفع دیا جائے تو ممکن ہے کہ خلقناہ موضع خبر میں ہو۔ اور شیٔ کا وصف بن جائے۔ اور بقدر یہ خبر بن جائے تقدیر کلام اس طرح ہے۔ انا كل شیٔ مخلوق لنا كائن بقدرٍ۔ ہر مخلوق چیز جو ہماری ہے۔ وہ اندازہ کے مطابق ہوگی۔ نمبر۲۔ خلقناہ خبر ہو اور تقدیر عبارت یہ ہو۔ انا كل شیٔ مخلوق لنا بقدر۔ ہماری ہر مخلوق ایک اندازے کے مطابق ہے۔ جب معاملہ رفع میں متردد ہوا تو نصب کی طرف عدول کیا گیا ہے۔ اور اس کی تقدیر عبارت یہ ہے۔ انا خلقنا كل شیٔ بقدر۔ ہم نے ہر چیز ایک اندازے سے بنائی۔ پس مخلوق اس صورت میں عام ہوگی اور ہر چیز پر بولی جائے گی۔ روایت کا مقصود یہی ہے۔ نصب میں یہ درست نہیں کہ خلقنا کو شیٔ کی صفت بنائیں۔ کیونکہ وہ ناصب کی تفسیر ہے۔ حالانکہ صفت اپنے موصوف پر عمل نہیں کرتی۔ القَدْر، القَدَر، اندازے کے معنی میں ہے۔ یعنی سابقہ اندازہ۔ یا ہر چیز کو اندازہ کیا ہوا بنایا۔ مضبوط بنایا اور تقاضائے حکمت کے مطابق ترتیب دے کر بنایا۔

یا اندازہ کیا ہوا' لوح میں لکھا ہوا' وجود سے پہلے معلوم شدہ بنایا کہ ہم اس کا زمانہ اور کیفیت سے بھی واقف ہیں۔

قولِ ابو ہریرہؓ: مشرکین قریش نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے تقدیر کے سلسلہ میں جھگڑ رہے تھے۔ تو یہ آیت اتری۔ (رواہ مسلم۔ ۲۶۵۶) اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ قسم اٹھا کر فرماتے کہ یہ قدریہ فرقہ کے متعلق اتری یعنی وہ بھی اس کا مصداق ہیں۔

آیت ۵۰: وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ (اور ہمارا حکم یکبارگی ایسا ہو جائے گا۔) یعنی ایک ہی کلمہ۔ مطلب یہ ہے کہ ہم جس چیز کو بنانے کا ارادہ کرتے ہیں۔ تو اس کو اس طرح کہتے ہیں۔ کن فیکون۔ ہو جا۔ وہ ہو جاتی ہے۔ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ (جیسے آنکھ جھپکانا۔) اتنی مقدار کہ جتنی مقدار میں تم میں سے کوئی ایک پلک جھپکتا ہے۔

ایک قول یہ ہے:

امرنا سے مراد قیامت ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے وما امر الساعة الا كلمح البصر۔ [النحل۔ ۷۷]

آیت ۵۱: وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ (اور ہم نے تمہارے ہم مشرب لوگوں کو ہلاک کر دیا)۔ جو تمہارے مشابہ پہلی امتوں میں کفر اختیار کرنے والے تھے۔ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔)

آیت ۵۲: وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ (اور جو کچھ بھی یہ لوگ کرتے ہیں۔ سب اعمالناموں میں درج ہے۔) ہٗ سے مراد یہ کفار ہیں یعنی ہر ایک ان کا کیا ہوا اعمال نامے میں قائم ہے۔ الزبر سے حفاظتی فرشتوں کے رجسٹر فعلوه یہ موضع جر میں ہے۔ اور شیٔ کی صفت ہے۔ اور فی الزبر۔ یہ لکل کی خبر ہے۔

آیت ۵۳: وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّ كَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ اور ہر چھوٹی بڑی بات لکھی ہوئی ہے۔ اعمال اور جو چیزیں آئندہ کرنی ہیں۔ مستطر۔ لوح میں لکھی ہوئی ہیں۔

آیت ۵۴: اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ (بیشک متقی باغات اور نہروں میں ہونگے۔) نهر جمع انهار۔ یہاں جنس کے ذکر پر اکتفاء کیا۔

ایک قول یہ ہے:

اس کا معنی وسعت اور روشنی اور النهار کا لفظ اسی سے بنا ہے۔

عند کی مراد:

آیت ۵۵: فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ (ایک عمدہ مقام میں قدرت والے بادشاہ کے قرب میں۔) مقعد صدق: پسندیدہ مکان۔ عند ملیكٍ میں مرتبہ و کرامت والی عندیت مراد ہے۔ مسافت و چھونے کا عِنْدَ نہیں۔ مقتدرٍ: قادر۔ اس میں نکرہ لا کر بتلایا کہ کوئی کائنات کی چیز ہو وہ اللہ تعالیٰ کی ملک و قدرت کے ماتحت ہے۔

الحمد للہ تفسیری ترجمہ مکمل ہوا

سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٌ وَسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ الرحمٰن مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھہتر آیات اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ ۙ﴿۱﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ﴿۲﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ﴿۳﴾ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴿۴﴾ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ

رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی ' اس نے انسان کو پیدا کیا' اس کو بیان سکھایا' سورج اور چاند

بِحُسْبَانٍ ۬ۙ﴿۵﴾ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ﴿۶﴾ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ﴿۷﴾ اَلَّا

حساب کے ساتھ ہیں' اور بے تنہ کے درخت اور تنہ آور فرمانبردار ہیں اور اس نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو رکھ دی کہ تم

تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ﴿۸﴾ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ﴿۹﴾

تولنے میں سرکشی نہ کرو اور وزن کو انصاف کے ساتھ قائم رکھو ' اور تول کو مت گھٹاؤ'

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۙ﴿۱۰﴾ فِيْهَا فَاكِهَةٌ ۙ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ﴿۱۱﴾ وَالْحَبُّ

اور اس نے زمین کو لوگوں کے واسطے رکھ دیا اس میں میوے ہیں اور کھجور کے درخت ہیں جن پر غلاف ہوتا ہے اور دانے ہیں

ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ﴿۱۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۳﴾

بھوسہ والے اور غذا ہے سو اے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

۱ : اَلرَّحْمٰنُ۔ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ۔ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ (رحمان نے قرآن کی تعلیم دی اس نے انسان کو پیدا کیا اس کو گویائی سکھائی)

۱ : اَلرَّحْمٰنُ۔ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ انسان سے یہاں جنس انسان مراد ہے۔ نمبر۲۔ آدم علیہ السلام نمبر۳۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سب سے بلند نعمت:

۴ : عَلَّمَهُ الْبَيَانَ اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات کا شمار فرمایا تو چاہا کہ ان میں سے سب سے مقدم، سابق اور اقسام نعم میں عمدہ ترین کو پہلے ذکر کیا جائے چنانچہ دین والی نعمت کو سب سے مقدم ذکر کیا۔ اور پھر دینی نعمتوں میں سب سے زیادہ فائق اور بلند مرتبہ

والی نعمت قرآن کوشمار فرمایا۔قرآن کا اتارنا،تعلیم قرآن یہ سب نعمتیں ہیں۔کیونکہ قرآن تمام وحی کے ذریعہ نازل کردہ کتابوں سے مرتبہ ومقام میں اعلیٰ ترین اور اثر پذیری میں بھی سب سے بڑھ کر مؤثر ہے یہ آسمانی کتابوں کی چوٹی اور سب کی مصدق اور ٹھپہ ہے۔پہلے قرآن کا ذکر کیا پھر تخلیق انسانی کا ذکر کیا اس سے یہ بتلا دیا کہ انسان کی پیدائش دین کیلئے ہے اور انسان کو اللہ تعالیٰ کی وحی اور کتب کے علم سے اپنے کو گھیر لینا چاہے اور انسان کی پیدائش جس مقصد کی خاطر کی گئی اس کو مقدم کیا پھر بیان کی صفت ذکر کی جس کی وجہ سے اس کو حیوانات سے امتیاز حاصل ہے وہ فصیح وبلیغ گفتگو اور اپنے مافی الضمیر کی وضاحت ہے۔

نحو :الرحمان مبتدأ ہے اور یہ تمام افعال اپنی ضمائر سمیت اس کی مترادف خبریں ہیں۔رہا سوال عاطف سے خالی ہونے کا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خبریں گنتی کے انداز سے لائی گئی ہیں۔جیسا محاورہ میں کہتے ہیں **زید اغناك بعد فقر، اعزك بعد ذلٍ كثرك بعد قلة۔ فعل بك مالم يفعل احد باحدٍ فما تنكر من احسانه؟** تو ان تمام اخبار میں باہمی عاطف کی حاجت نہیں ہے۔

۵ : اَلشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ (سورج وچاند حساب کے ساتھ چلتے ہیں) ایک مقررہ حساب اور درست اندازے کے مطابق چلتے ہیں۔ان کا چلنا اپنے بروج ومنازل میں ہے اور اس کے چلنے میں مخلوق کے فوائد ہیں۔ان میں سے ایک سالوں اور حساب کا علم ہے۔

۶ : وَّ النَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ (بے تنے درخت اور تنے دار درخت اللہ تعالیٰ کے مطیع ہیں) النجم ایسی نباتات جو زمین سے پھوٹ کر نکلے اس کا تنا نہ ہو مثلاً سبزیاں،الشجر تناوالا درخت۔

ایک قول یہ ہے :

النجم آسمان کا ستارہ۔یسجدان جس مقصد کیلئے ان کو بنایا اس میں وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر رہے ہیں۔ان کو مکلفین منقاد و مطیع لوگوں سے بطور مشابہت کے ساجد کہہ دیا۔یہ دونوں جملے الرحمان کے ساتھ معنوی ربط رکھتے ہیں اس لئے کہ یہ بات تو جانی پہچانی ہے کہ محاسبہ کا اختیار اسی کے پاس اور سجدہ کے لائق اس کی ذات ہے۔گویا اس طرح فرمایا گیا سورج و چاند اس کے مقرر کرنے سے ہیں اور پودے اور درخت اس کے سامنے جھکنے والے ہیں۔

پہلے جملوں میں عاطف نہیں لائے اور اس میں لے آئے کیونکہ پہلا جملہ بطور گنتی وشمار کے واقع ہے تاکہ ناشکرے لوگوں کو رلایا جائے جیسا کہ منعم کے احسانات کے منکرین کو شرمندہ کیا گیا ہے جیسا کہ مثال مذکور میں ہے۔پھر تبکیت کے بعد کلام کو دوبارہ اس کے انذار کی طرف لوٹایا گیا تاکہ مناسبت کیلئے جن کو لانا ہے ان کو ملایا جائے اور عاطف کے قریب کیا جائے۔

مناسبت: سورج وچاند آسمانی وآفاقی ہیں اور نجم وشجر ارضی وزمینی ہیں۔گویا ان میں تقابل کا تناسب ہے آسمان وزمین کو ہمیشہ ملا کر ذکر کرتے ہیں سورج اور چاند کا حساب سے چلنا یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے اپنے آپ کو ڈال دینے کی جنس میں سے ہے پس یہ نجم وشجر کے سجدہ سے بہت قریب مناسبت ہوگئی۔

آسمان مسکن ملائکہ:

۷ : وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا (اوراسی نے آسمان کواونچا کیا) بلند بنایااوراونچا کیااس انداز سے کہ اپنے احکامات کے بنانے کی جگہ اوراپنے فیصلوں کے صادر ہونے کا مقام اوران ملائکہ کا مسکن بنادیا جوانبیاء علیہم السلام پروحی لانے والے ہیں۔اس سے اپنی شان کی کبریائی اور ملک وسلطنت کی عظمت کولوگوں پرظاہر کیا۔وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ (اوراسی نے دنیامیں ترازورکھدی) المیزان ہروہ چیز جس سے اشیاء کاوزن کیاجاتا ہےاوران کی مقداریں مقرر کی جاتی ہیں مثلاً میزان،قرسطون،مکیال،مقیاس وغیرہ۔مطلب یہ ہے میزان کوزمین پررکھاہوااس نے پیدا کیا کہ اس کے ساتھ بندوں کے مابین برابری اورلین دین میں اعتدال کے احکامات کو اس سے معلق کردیا۔

۸ : اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ (تاکہ تم تولنے میں کمی بیشی نہ کرو) اس سے پہلے لام محذوف ہے لالاَّ تطغوا تاکہ تم سرکشی نہ کرو۔ نمبر۲۔اَن مفسرہ ہے۔گویامیزان کی تفسیر ہوئی۔

۹ : وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ (اورانصاف کے ساتھ وزن کوٹھیک ٹھیک رکھو) عدل کے ساتھ اپنے وزن کودرست رکھو۔وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ (اورتول کونہ گھٹاؤ) تول میں کمی نہ کرو۔ برابری کاحکم دیااوراعتداء وزیادتی جوسرکشی کانتیجہ ہےاس سے باز رکھااورایسے نقصان سے جوتطفیف تک لے جائے منع کردیا۔اورلفظ میزان کودوبارہ لائے تاکہ نصیحت پختہ ہواوراس کے استعمال کاحکم مضبوط ہواوردلی آمادگی سے اس کواستعمال میں لائے۔

۱۰ : وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا (اورزمین کورکھدیا) پست کرکے پانی پر بچھادیا لِلْاَنَامِ (مخلوق کیلئے) سطح زمین پررینگنے والے کوکہتے ہیں۔

قولِ حسن رحمہ اللہ :

الانام سے جن وانس مراد ہیں۔یہ ان کے لئے بچھونے کی طرح ہے اپنی مرضی سے اس پر چلتے پھرتے ہیں۔

۱۱ : فِيْهَا فٰكِهَةٌ (اس میں میوے ہیں) بہت سی اقسام جس کولوگ بطورلذت کے استعمال کرتے ہیں۔وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ (اورکھجور کے درخت ہیں جس کے پھلوں پرغلاف ہوتا ہے) اکمام پھل کا برتن اس کاواحد كِمٌّ ہے یاہروہ چیز جو چھپائے جیسے چھلکا،چھڑیاں پتے تمام سے فائدہ اٹھایاجاتا ہےجیسااس کے چھپے ہوئے پھل اورگابھےاورتنے سے فائدہ حاصل کیاجاتا ہے

۱۲ : وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ (اوراناج ہے جس میں بھوسہ اورغذائی چیزیں ہوتی ہیں) العصف کھیتی، پتے یا بھوسہ الریحان رزق اورمغزکوکہتے ہیں مراد یہ ہے کہ کچھ غذائیں تو ایسی ہیں جوفقط تلذذ کے طور پر استعمال ہوتی ہیں اوربعض غذاوتلذذ ہر دو کی جامع ہیں اوروہ تمر ہےاورغذافقط اناج میں ہے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿۱۴﴾ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾

اللہ نے پیدا کیا انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے جو ٹھیکرے کی طرح سے تھی اور پیدا کیا جان کو لپیٹیں مارتی ہوئی خالص آگ سے

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۶﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ ﴿۱۷﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ

سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ وہ دونوں مغربوں اور دونوں مشرقوں کا رب ہے سو اے جن و انس تم اپنے

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۸﴾ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ ﴿۱۹﴾ بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ ﴿۲۰﴾

رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے اس نے دونوں سمندروں کو ملا دیا ان کے درمیان آڑ ہے وہ دونوں بغاوت نہیں کرتے

نحو، قرات:

الریحان کو جر کے ساتھ حمزہ، علی نے پڑھا ہے یعنی **والحب ذو العصف الذی هو علف الانعام والریحان الذی هو مطعم الانسان** ۔اور اناج بھوسے والا وہ بھوسہ جو چوپایوں کی خوراک ہے اور ریحان یہ انسانوں کا کھانا ہے۔نمبر۲۔رفع سے اگر پڑھیں تو **ذو الریحان** ہوگا اور مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام بنایا۔

ایک قول یہ ہے :

کہ اس کا معنی اس طرح ہے **وفیها الریحان الذی یشم والحب ذاالعصف والریحان** شامی نے نصب سے پڑھا۔ای **خلق الحبَّ و الریحانَ یا اخصّ الحبَّ والریحانَ**۔

۱۳ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ (پس تم اے جن وانس اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں) اٰلَآء وہ انعامات جن کو ابتدائے سورت سے شمار شروع فرمایا گیا ہے یہ اَلِیٌّ ،وِالْیٌّ کی جمع ہے۔رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (کے منکر ہو جاؤ گے) یہ (ثقلین) جن وانس کو خطاب ہے۔انام کا لفظ اس پر دلالت کر رہا ہے۔

۱۴ : خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ (اسی نے انسان کو پیدا کیا بجتی مٹی سے) صلصال خشک مٹی جس سے آواز آئے۔ كَالْفَخَّارِ (جو ٹھیکرے کی طرح تھی) فخار آگ سے پکی ہوئی مٹی اور اسی کو ٹھیکری کہتے ہیں۔

ازالۃ الشک :

اس ارشاد اور دوسری آیات میں **من حما منسون**[الحجر:۲۶] اور **من طین لازب** [الصافات: ۱۱] اور نمبر۳۔**من تراب** [آل عمران:۵۹] میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ یہ سب معنی کے لحاظ سے متفق ہیں۔کیونکہ ان کا حاصل یہ ہے اس نے مٹی سے پیدا کیا اولاً طیناً پھر حما مسنون پھر صلصال کی حالتوں سے گزارا۔

۱۵ : وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ (اور جنات کو خاص آگ سے پیدا کیا) الجآن جنات کا باپ مراد ہے۔ ایک قول ضعیف یہ ہے وہ ابلیس ہے من مارج وہ صاف شعلہ جس میں دھوئیں کی ملاوٹ نہ ہو۔ ایک قول یہ ہے وہ شعلہ جس میں آگ کی سیاہی ملی ہوئی ہو۔ یہ مرج الشئ سے بنا ہے جس کا معنی مضطرب ہونا اور ملنا ہے۔ من نارٍ یہ مارجٌ کا بیان ہے گویا اس طرح کہا گیا من صاف من نار او مختلط من نار ۔ صاف آگ یا ملی جلی آگ سے یا من نارٍ سے مراد مخصوص آگ ہے جیسا کہ اس ارشاد میں فانذرتکم نارا تلظّٰی [اللیل:۱۴]

۱۶ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۱۷ : رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ (وہ دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا مالک ہے) دو مشرق، مغرب سے گرمیوں اور سردیوں کے مشرق و مغرب مراد ہیں۔

۱۸ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۱۹ : مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ (اس نے دو دریاؤں کو ملایا کہ دونوں آپس میں ملے ہوئے ہیں) نمکین اور میٹھے دریاؤں کو چلا دیا اس طرح کہ ایک دوسرے کے پڑوس میں ملے چل رہے ہیں آنکھوں کے دیکھنے میں دونوں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا ہے۔

۲۰ : بَیْنَھُمَا بَرْزَخٌ (ان دونوں کے درمیان ایک حجاب ہے) اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ایک روک ہے۔ لَّا یَبْغِیٰنِ (دونوں اپنی حد سے بڑھ نہیں سکتے)۔ ایک دوسرے کے ساتھ ملنے میں سرکشی نہیں کرتا۔

النصف

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۱﴾ یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ

سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے' ان دونوں میں سے لؤلؤ اور مرجان نکلتے ہیں سوائے جن وانس تم اپنے

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَـَٔاتُ فِی الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۲۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے اور اسی کے لئے کشتیاں ہیں جو بلند کی ہوئی ہیں سمندروں میں پہاڑوں کی طرح' سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن

النصف

تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۵﴾ كُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ

نعمتوں کو جھٹلاؤ گے' جو کچھ بھی زمین پر ہے سب فنا ہونے والا ہے اور آپ کے رب کی ذات باقی رہے گی جو جلال

وَالْاِكْرَامِ ﴿۲۷﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۸﴾ یَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اور اکرام والا ہے' سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ اس سے سوال کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں'

كُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ ﴿۲۹﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۰﴾ سَنَفْرُغُ لَكُمْ

ہر دن وہ ایک شان میں ہے' سوائے انس وجن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے' اے دونوں جماعتو! ہم عنقریب

اَیُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿۳۱﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۲﴾

تمہارے لئے فارغ ہوں گے' سوائے انس وجن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے

۲۱ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۲۲ : یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ (ان دونوں سے موتی اور مونگے برآمد ہوتے ہیں)

قراءت: مدنی وبصری نے یُخرج پڑھا ہے۔

اللُّؤْلُؤُ قراءت: ابوبکر و یزید نے بلا ہمزہ پڑھا ہے۔ بڑے موتی کو کہتے ہیں۔ وَالْمَرْجَانُ چھوٹے موتی۔ آیت میں منھما فرمایا جس سے متبادر ہوتا ہے۔ کہ دونوں سمندروں سے نکلتے ہیں حالانکہ یہ صرف نمکین سے نکلتے ہیں کیونکہ دونوں مل گئے اور ایک شئ کی طرح ہو گئے تو پھر یہ کہنا درست ہو گیا کہ دونوں سے نکلتے ہیں۔ جیسا کہتے ہیں یخرجان من البحر ۔ حالانکہ وہ تمام بحر سے نہیں نکلتے بلکہ بعض حصے سے نکلتے ہیں۔ اور تم محاورے میں بولتے ہو۔ خرجت من البلد۔ حالانکہ تم شہر کے کسی ایک محلے سے نکلے ہو۔

ایک قول یہ ہے :

یہ اس مقام سے نکلتے ہیں جہاں میٹھے اور نمکین پانی آپس میں مل جاتے ہیں۔

۲۳ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۲۴ : وَلَهُ الْجَوَارِ (اور اسی کے ہیں جہاز) اللہ تعالیٰ کے ہیں۔الجوار جمع جاریہ کشتیاں۔

قراءت: اس پر وقف یاء کے ساتھ ہوگا اور وصل میں اختیار ہے اگر بغیر یاء کوئی وقف کرے تو جائز ہے بعد کی بناء پر لیکن راء میں کسرہ مناسب ہوگا تا کہ حذف یاء پر دلالت ہو۔الْمُنْشَئٰتُ (اونچے کھڑے نظر آتے ہیں) ان کے بادبان بلند ہیں۔(اب تو بادبان کی تاویل کی حاجت نہیں خود بحری جہاز کئی کئی گویا شہر کے شہر آباد ہیں)

قراءت: المنشات، شین کے کسرہ سے حمزہ و یحییٰ نے پڑھا ہے۔بادبان بلند ہیں یا جن کے چلنے سے سمندر میں موجیں پیدا ہوتی ہیں۔

فِی الْبَحْرِ کَالْاَعْلَامِ (سمندر میں پہاڑوں کی طرح) اعلام جمع علم۔لمبے پہاڑ کو کہا جاتا ہے۔

۲۵ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔(پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۲۶،۲۷ : کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ۔وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ (جتنے روئے زمین پر ہیں۔سب فنا ہو جائیں گے اور آپ کے پروردگار کی ذات جو عظمت و شان والی ہے۔باقی رہ جائے گی) علیھا یعنی زمین پر وجہ ربك تیرے رب کی ذات۔ذوالجلال۔عظمت وسلطنت والی۔یہ الوجہ کی صفت ہے۔الاکرام احسان والی ذات ہے سیئات سے تجاوز کے ساتھ۔ یہ صفت اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان صفات میں سے ہے۔حدیث میں ارشاد فرمایا الظّوا بیا ذالجلال والاکرم ۔(رواہ الترمذی ۳۵۲۷، رواہ احمد ۵/۲۳۶) روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک آدمی کے پاس سے ہوا جو نماز پڑھ رہا تھا۔اور کہہ رہا تھا: یا ذالجلال والا کرام آپ نے فرمایا تیری دعا قبول کر لی گئی۔(رواہ الترمذی ۳۵۲۷ رواہ احمد ۵/۲۳۶)

۲۸ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

سوال اور جواب:

فناء میں کونسی نعمت ہے کہ اس کے بعد بھی یہ آیت لائی گئی۔فناء نعمت اس لئے ہے کہ مؤمنین موت کے ذریعہ سرمدی قائم رہنے والی زندگی میں پہنچ گئے۔

قولِ یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ :

وہ موت کیا خوب ہے جو دوست کو دوست سے قریب کرتی ہے۔

۲۹ : یَسْئَلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اسی سے سب آسمان و زمین والے مانگتے ہیں)

قراءت: نافع نے اس پر وقف کیا ہے۔

سب سائل ہیں:

تمام اہل ارض وسماء اسی کے محتاج ہیں۔آسمان والے وہ چیزیں اس سے مانگتے ہیں جو ان کے دین سے متعلق ہیں۔اور اہل ارض وہ چیزیں مانگتے ہیں جو دین ودنیا دونوں سے متعلق ہے۔

نحو: كُلَّ يَوْمٍ (ہردن) یہ ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اس پر هو فی شان دلالت کرتا ہے۔تقدیر کلام اس طرح ہے : كل وقت و حين يحدث امورًا و يجدد احوالا۔

ایک بلند ایک کو پست کرتا ہے:

هُوَ فِيْ شَاْنٍ (وہ ایک نئی شان میں ہے) یعنی ہر وقت وگھڑی وہ کچھ امور کو پیدا کرتا اور حالات کی تجدید کرتا ہے۔جیسا کہ مروی ہے۔کہ آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی آپ سے عرض کیا گیا وہ شان کیا ہے؟ تو ارشاد فرمایا اس کی ایک شان یہ ہے کہ وہ کسی کے گناہ کو معاف کرتا ہے تو کسی کے دکھ کا ازالہ اور ایک قوم کو بلند اور دوسروں کو پست کرتا ہے۔[رواہ ابن ماجہ:۲۰۲] ابن حبان فی صحیحہ ۶۸۹۔

قول ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ :

ہے کہ زمانہ اللہ تعالیٰ کے ہاں دو دن ہے۔ان میں سے ایک وہ دن ہے جس کو مدت دنیا کہا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی شان اس دن میں امر ونہی احیاء اماتت، عطاء ومنع، ہے اور دوسرا دن یوم آخرت ہے۔اس دن میں اس کی شان جزاء وحساب ہے۔

ایک قول یہ ہے :

کہ یہ یہود کے متعلق اتری جبکہ انہوں نے کہا کہ ہفتے کے دن کسی شان کا اظہار نہیں کرتے (بلکہ آرام کرتے ہیں)

نکتہ: کسی بادشاہ نے اپنے وزیر سے اس آیت کے متعلق سوال کیا تو وزیر نے اگلے روز تک مہلت طلب کی۔اور پریشان ہو کر اس آیت کے متعلق سوچتا ہوا گیا وزیر کے ایک سیاہ غلام نے اسے کہا اے میرے آقا مجھے بتلاؤ آپ کو کیا پریشانی ہے۔شاید میری وجہ سے اللہ تعالیٰ آسانی پیدا فرمادے۔پس اس نے اطلاع دی۔تو غلام کہنے لگا۔میں بادشاہ کے سامنے اس کی تفسیر بیان کردونگا وزیر نے بادشاہ کو اس کی اطلاع دی۔تو غلام نے حاضر ہو کر کہا اے بادشاہ! اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے اور زندہ کو مردہ اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔بیمار کو تندرست اور تندرست کو بیمار کردیتا ہے۔مبتلی کو معافی دیتا اور معافی والے کو ابتلاء میں ڈال دیتا ہے۔ذلیل کو معزز اور معزز کو ذلیل کردیتا ہے۔مالدار کو فقیر محتاج اور محتاج کو غنی ومالدار بنا دیتا ہے۔اس پر بادشاہ کہنے لگا۔تو نے بہت خوب بیان کیا۔اور وزیر کو حکم دیا کہ وہ اس کو وزارت کا خلعت پہنائے اس پر غلام کہنے

لگا۔اے میرے آقا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ایک قول یہ ہے تقدیر کو ان کے اوقات تک چلا کر لے جاتا ہے۔(اس کو شان سے تعبیر فرمایا)

ایک نکتہ:

عبداللہ بن طاہر نے حسین بن الفضل کو بلا کر کہا کہ تین آیات کے سمجھنے میں مجھے مشکل پیش آئی ہے۔میں نے تمہیں اس لئے بلایا ہے تا کہ تو ان کی وضاحت کرے۔نمبرا۔فاصبح من النادمین [المائدہ :۳۱] اور یہ بات ثابت شدہ ہے کہ شرمندگی توبہ ہے (مگر وہ سزا کا شکار ہوا) نمبر۲۔ کل یوم ھو فی شان۔۱(لرحمان۔۲۹) اور یہ بات بالکل حقیقت ہے کہ قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس کے متعلق تقدیر کا قلم لکھ چکا اور خشک ہو گیا۔نمبر۳۔ان لیس للانسان الاماسعٰی [النجم:۳۹] تو پھر بڑھا کر کئی گنا کا کیا مطلب ہے۔حسین نے جواب دیا ممکن ہے کہ اس امت میں ندامت محضہ توبہ کیلئے کافی نہ ہوتی ہو اور اس امت میں ندامت حقیقیہ کو توبہ شمار کیا گیا ہے۔اور قول یہ ہے کہ قابیل کی شرمندگی قتل ہابیل نہ تھی۔ بلکہ اس کو اٹھائے اٹھائے پھرنے کی پریشانی پر تھی۔نمبر۲۔لیس والی آیت قوم ابراہیم وموسیٰ علیہ السام کے ساتھ خاص ہے۔نمبر۳۔ کل یوم والی آیت تو یہ شانیں وہ ظاہر فرماتے ہیں۔ان کو نئے سرے سے نہیں بناتے۔اس پر عبداللہ اٹھا اور حسین کا سر چوم لیا۔

۳۰ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

نگرانی اور انتظام میں اضافہ:

۳۱ : سَنَفْرُغُ لَکُمْ (ہم عنقریب ہی تمہارے (حساب وکتاب کے) لئے خالی ہو جاتے ہیں) یہ قول بطور استعارہ اس شخص کے قول سے لیا گیا ہے۔جو اس کو کہے جس کو ڈرائے۔کہ میں تمہارے لئے فارغ ہوا چاہتا ہوں۔مراد یہ ہوتی ہے کہ میں مشغولیت میں ڈالنے والی ہر چیز سے الگ ہو کر تیرے لئے الگ تھلگ ہو جاؤ نگا۔اس سے مقصود نگرانی اور انتظام میں اضافہ ہے۔نمبر۲۔ یہ بھی درست ہے کہ اس سے مراد یہ ہو۔عنقریب دنیا ختم ہو کر انجام کو پہنچ جائے گی۔اور مخلوق کے کام بھی ختم ہو جائیں گے وہ جن کا ارادہ اس قول سے فرمایا۔ کل یوم ھو فی شان۔پس ایک ہی شان رہ جائے گی اور وہ تمہاری جزاء ہے پس اس کو بطور مثل کے فراغت قرار دیا۔

قراءت: سیفرغ ،حمزہ،علی نے پڑھا یعنی اللہ تعالیٰ۔

اَیُّهَ الثَّقَلٰنِ (اے جن وانس) ان دونوں کو زمین کا ثقل و بوجھ قرار دیا۔

۳۲ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اے جماعت جنات کی اور انسانوں کی اگر تم سے ہو سکے کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل سکو تو نکل جاؤ تم

فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿۳۳﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۴﴾ يُرْسَلُ

بغیر قوت کے نہیں نکل سکتے سو اے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ تم دونوں

عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿۳۵﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائے گا سو تم اسے ہٹا نہ سکو گے' تو اے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو

تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۶﴾ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿۳۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

جھٹلاؤ گے' پھر جب آسمان پھٹ جائے گا سو ایسا ہو جائے گا جیسے سرخ چمڑا ہو' تو اے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو

تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۸﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ﴿۳۹﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

جھٹلاؤ گے' سو اس دن کسی انسان یا جن سے اس کے گناہ کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا' تو اے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو

تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۰﴾ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ﴿۴۱﴾ فَبِاَيِّ

جھٹلاؤ گے۔ مجرم لوگ اپنی نشانی کے ذریعہ پہچانے جائیں گے۔ سو پیشانیوں اور قدموں سے پکڑا جائے گا تو اے جن وانس

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا

تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ یہ جہنم ہے جسے مجرمین جھٹلاتے ہیں۔ دوزخ کے اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے

وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿۴۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۵﴾

درمیان چکر لگائیں گے۔ سو اے انس وجن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

۳۳ : يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ (اے گروہ جن وانس) یہ ایھا الثقلان کا گویا ترجمہ ہے۔ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا (تم کو اگر یہ قدرت ہے کہ آسمان وزمین کی حدود سے کہیں باہر نکل جاؤ۔ تو نکلو) یعنی اگر تم آسمان وزمین کی اطراف وجوانب سے نکل کر میری قضاء سے بھاگ سکتے ہو تو پھر نکل جاؤ۔ پھر فرمایا۔ لَا تَنْفُذُوْنَ (تم نکلنے کی طاقت نہیں رکھتے) اِلَّا بِسُلْطٰنٍ (مگر قوت وغلبہ زور کے ذریعے) اور وہ تمہیں کہاں میسر ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ اس میں آسمان وزمین کی اطراف سے نکلنے کی عاجزی سے مقصود یہ ہے کہ حساب کے لئے تمہاری قوت کا عجز اس سے بھی بڑھ کر ہوگا۔ ایک اور قول

یہ ہے کہ ان کو اس وقت کہا جائے گا یہ قیامت کا دن ہے جبکہ فرشتے ان کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے ہوں گے جوں ہی ان کو جنات اور انسان دیکھیں گے تو سامنے آنے سے بھاگ کھڑے ہونگے مگر فرشتوں کو دیکھیں گے کہ وہ ان کا احاطہ کر چکے ہیں۔

۳۴ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

قیامت کا دھواں:

۳۵ : یُرْسَلُ عَلَیْکُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ (اور تم دونوں پر قیامت کے دن آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑ دیا جائے گا)

قراءت: شُوَاظٌ شین کے کسرہ سے مکی نے پڑھا ہے اور دونوں خالص شعلے کو کہتے ہیں۔

وَّ نُحَاسٌ (یعنی دھواں) قراءت: مکی نے نحاس پڑھا اور ابوعمرو بھی اس کے موافق ہیں۔ رفع کی صورت میں اس کا عطف شواظ پر ہوگا۔ اور جر کی حالت میں عطف نار پر ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ جب تم اپنی قبور سے نکلو گے تو تم پر آگ کی خالص لپٹ اور دھواں مسلط کر دیا جائے گا جو ہانک کر محشر کی طرف لے جائے گا۔ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ (پھر تم اس کو ہٹا نہ سکو گے) ان دونوں سے تمہیں کوئی نہیں بچا سکے گا۔

۳۶ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۳۷ : فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ (جب آسمان پھٹ جائے گا) ایک دوسرے سے جدا ہو جائے گا اور یہ قیام قیامت کیلئے ہوگا۔ فَکَانَتْ وَرْدَۃً (پس وہ سرخ ہو جائے گا) اس کا رنگ سرخ گلاب کے پھول کی طرح ہو جائے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ آسمان کا اصل رنگ سرخی ہے مگر دور ہونے کی وجہ سے نیلگون نظر آتا ہے۔ کَالدِّهَانِ (جیسے زیتون کے تیل کی طرح) جیسا کہ فرمایا کالمهل یہ زیتون کے تیل کی تلچھٹ کو کہا جاتا ہے دِهان جمع دهن ایک قول یہ ہے کہ سرخ چمڑہ (اس صورت میں یہ واحد ہے اور اس کی جمع ادهنة و دُهُنٌ آتی ہے)

۳۸ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۳۹ : فَیَوْمَئِذٍ (پس اس روز) یعنی جس دن آسمان پھٹ جائے گا۔ لَّا یُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ (کسی جن و انس سے اس کے گناہ کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا) یہاں جانٌّ بول کر جو ابوالجن ہے جن مراد لیا ہے جیسا کہتے ہیں ہاشم اور مراد اس کی اولاد لیتے ہیں۔ تقدیر کلام اس طرح ہے لا یسأل انس ولا جانٌّ عن ذنبه۔

ایک ابھرتا ہوا سوال اور اس کا حل:

اس آیت میں فرمایا گناہ کے متعلق سوال نہ ہوگا۔ اور دوسری آیت میں فرمایا فو ربك لنسئلنهم اجمعين [الحجر:۹۲]

وقفوهم انهم مسئولون [الصافات:۲۴]

حل: وہ ایک طویل دن ہے جس میں بہت سے احوال درپیش ہونگے بعض مواقع میں پوچھا جائے گا اور دوسرے مواقع میں

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۚ﴿۴۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۙ﴿۴۷﴾ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ۚ﴿۴۸﴾ فَبِاَیِّ

اور جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اس کے لئے دو باغ ہیں' سوانس وجن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ یہ دونوں باغ بہت سی شاخوں والے ہوں گے'

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۙ﴿۴۹﴾ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ۚ﴿۵۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۙ﴿۵۱﴾

سوائے انس وجن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے' ان دونوں باغوں میں دو چشمے جاری ہوں گے سوانس وجن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

پوچھا نہ جائیگا۔

قولِ قتادہ رحمہ اللہ:

پہلے یہ سوال تھا پھر لوگوں کے منہ پر مہر لگا دی گئی اور ان کے ہاتھوں اور دیگر اعضاء نے بول کر گواہی دے دی اور ان کے اعمال ثابت ہو گئے۔ ایک قول یہ ہے گناہ کے متعلق معلومات حاصل کرنے کیلئے نہ پوچھا جائے گا جو سوال ہوگا۔ وہ توبیخ کیلئے کیا جائے گا۔

۴۰ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۴۱ : یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ (اور مجرم لوگ اپنے حلیے سے پہچان لیے جائیں گے) وہ چہروں کی سیاہی اور آنکھوں کا نیلا پن ہوگا۔ فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَالْاَقْدَامِ (پس ان کے سر کے بال اور پاؤں پکڑ لیے جائیں گے) کبھی ان کو پیشانی کے بالوں اور کبھی قدموں سے پکڑا جائے گا۔

۴۲ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۴۳ : هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ یُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ (یہ وہ جہنم ہے جس کو منکر جھٹلاتے تھے)

۴۴ : یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا وَ بَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ (وہ لوگ دوزخ کے اردگرد کھولتے ہوئے پانی کے درمیان دورہ کرتے ہونگے) حمیم آن: انتہائی گرم پانی یعنی ان کو عذاب آگ سے تپانے اور گرم پانی پلانے سے دیا جائے گا۔

۴۵ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے) ان اوپر والی اشیاء میں نعمت اس طرح ہے اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت سے ناجی کو نجات ملی اور اس سے ڈرانے کے ذریعہ متنبہ کیا گیا (کہ مجرموں کی صف میں مت داخل ہو)

فرائض ادا کرتا ہے:

۴۶ : وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہتا ہے اس کے لئے دو باغ ہونگے) مقام سے وہ موقف مراد ہے جب یہ حساب کیلئے بارگاہ الٰہی میں کھڑا ہوگا۔ اس کو سامنے رکھ کر وہ گناہوں سے باز رہتا

ہے۔یا نمبر۲۔فرائض ادا کیے۔ایک قول یہ ہے کہ مقام کا لفظ زائد ہے جیسا کہتے ہیں نفیت عنه مقام الذئب ای نفیت عنه الذئب۔ جنتان دو جنتوں سے انسان کی جنت نمبر۲۔ جنات کی جنت کیونکہ اس میں خطاب جن وانس کو ہے گویا اس طرح کہا گیا لکل خائفین منکم جنتان ۔ جنة للخائف الانسی وجنة للخائف الجنی ۔ ہر دو تم میں سے ان کے لئے دو باغ ہیں۔ایک انسان جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو دوسرا جن جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔

۴۷ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

لذت اندوز نعمتیں:

۴۸ : ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ (اور وہ دونوں باغ کثیر شاخوں والے ہونگے) افنان جمع فنٌ ٹہنیوں کو خاص اس لیے کیا گیا کیونکہ اسی پر پتے اور پھل آتے ہیں۔اسی سے سائے دراز ہوتے ہیں۔اور پھل انہی سے چنے جاتے ہیں۔نمبر۲۔افنان جمع فن بمعنی رنگ یعنی رنگا

رنگ پھلوں والے۔مطلب یہ ہوا کہ جنتی کیلئے اس میں وہ چیزیں ہونگی جن کو نفوس پسند کریں گے اور آنکھیں ان سے لذت اندوز ہونگی۔جیسا شاعر کا قول ومن کل افنان اللذاذة والصبا ۔ لهوت به والعیش اخضر ناضر تو یہاں افنان اللذاذة کا معنی رنگا رنگ کی لذتیں ہیں۔

۴۹ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۵۰ : فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ (ان دونوں باغوں میں دو چشمے ہونگے کہ بہتے جائیں گے) ھما کی ضمیر باغات کی طرف راجع ہے تجریان کا مطلب جہاں جنتی اوپر، نیچے ان کو بہنے کیلئے اشارہ کریگا بہتے جائیں گے۔

قولِ حسن رحمہ اللہ :

دو چشمے میٹھے پانی کے بہتے ہونگے نمبر:ا تسنیم نمبر:۲ سلسبیل ۔

۵۱ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ۚ ﴿۵۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآئِنُهَا

ان دونوں باغوں میں ہر میوہ کی دو دو قسمیں ہوں گی سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ان جنتوں میں رہنے والے لوگ ایسے بستروں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جن کے استر

مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ۚ ﴿۵۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ

دبیز ریشم کے ہوں گے اور دونوں جنتوں کے پھل قریب ہوں گے سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ان باغوں میں ایسی عورتیں

الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۚ ﴿۵۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۷﴾

ہوں گی جو نیچی نگاہ رکھنے والی ہوں گی ان کو ان لوگوں سے پہلے کسی انسان یا کسی جن نے استعمال نہ کیا ہوگا۔ سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے

كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ۚ ﴿۵۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾ هَلْ

گویا کہ وہ یاقوت اور مرجان ہیں سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے کیا احسان کا بدلہ احسان کے

جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۚ ﴿۶۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۱﴾ وَمِنْ

علاوہ بھی ہے۔ سو اے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ اور ان دو

دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۚ ﴿۶۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۳﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ۚ ﴿۶۴﴾ فَبِاَيِّ

باغوں سے کم درجے کے اور دو باغ ہیں سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے یہ دونوں باغ گہرے سبز رنگ کے ہوں گے۔ سوائے انس و جن

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ ﴿۶۵﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ۚ ﴿۶۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۷﴾

تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ان دونوں باغوں میں خوب جوش مارتے ہوئے دو چشمے ہوں گے۔ سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے

۵۲ : فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ (ان دونوں باغوں میں ہر میوے کی دو قسمیں ہونگی) دو قسمیں نمبر ا جانی پہچانی ہوئی نمبر ۲۔ انوکھی۔

۵۳ : فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۵۴ : مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ (وہ لوگ تکیے لگائے ایسے فرشوں پر بیٹھے ہونگے جن کے استر دبیز ریشم کے ہونگے) متکئین۔

نحو : یہ خائفین کی مدح کے طور پر منصوب ہے یا نمبر ۲۔ اس سے حال ہے کیونکہ من خاف جمع کے معنی میں ہے۔ علی فرش جمع فراش۔ بطائنھا جمع بِطانَة اندرون۔ من استبرق : موٹا ریشم۔ یہ لفظ معرب ہے۔ ایک قول یہ ہے ان کے ابرے

سندس کے ایک قول ان کی حقیقت اللہ تعالی ہی جانتے ہیں۔ وجنا الجنّتینِ دانٍ یعنی ان کے پھل قریب ہونگے ان کو بیٹھا، کھڑا تکیہ لگائے ہوئے ہر طرح حاصل کر سکے گا۔

۵۵ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

باغوں کی حالت:

۵۶ : فِیْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ (ان باغوں میں نیچی نگاہ والیاں ہونگی کہ ان جنتیوں سے پہلے ان پر نہ کسی آدمی نے تصرف کیا ہوگا۔ نہ کسی جن نے) ھنّ کی ضمیر جنتین کی طرف راجع ہے ان دو باغوں میں کیونکہ وہ باغ مقامات، محلات، مجالس پر مشتمل ہونگے۔ یا نمبر۲۔ یہ نعمتیں جو شمار کی گئیں جیسے دو باغ، دو چشمے، میوے، فرش، تازہ پھل۔ قاصرات الطرف ایسی عورتیں جن کی نگاہیں ان کے خاوندوں تک محدود رہنے والی ہونگیں کسی طرف نگاہ نہ اٹھائیں گئیں۔ لم یطمثھن۔

قراءت: اس کو دوری نے میم کے کسرہ اور علی نے میم کے ضمہ سے پڑھا ہے۔ الطمث خون کے ساتھ جماع۔ جماع سے ان کو خون آلودہ نہ کیا ہوگا۔ انس قبلھم ولا جان

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ جنات کو بھی خون آتا ہے جیسا انسانوں کو آتا ہے۔

۵۷ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۵۸ : کَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ (گویا وہ یاقوت و مرجان ہیں) الیاقوت کہا صفائی کے اعتبار سے اور المرجان کہا سفیدی کے لحاظ سے۔ یہ موتیوں سے زیادہ سفید ہوتا ہے۔

۵۹ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۶۰ : هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (بھلا انتہائی اطاعت کا بدلہ سوائے عنایت کے اور کچھ بھی ہوسکتا ہے) الاحسان عمل میں خوبی۔ الاحسان ثواب و بدلہ میں خوبی۔ ایک قول یہ ہے جس نے لا الہ الا اللہ کہا اس کا بدلہ جنت ہی ہے۔ ابراہیم خواص کا قول ہے: الاحسان کا معنی اسلام ہے کہ اسلام کا بدلہ دار السلام جنت ہی ہے۔

۶۱ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۶۲ : وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ (ان دو باغوں سے کم مرتبہ دو باغ اور ہیں) ومن دونھما ان دو باغوں کے علاوہ جن کا وعدہ مقربین سے کیا گیا ہے جنتان اس سے وہ باغ جو ان سے کم مرتبہ اصحاب یمین کیلئے ہونگے۔

۶۳ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۶۴ : مُدْهَآمَّتٰنِ (وہ دونوں باغ گہرے سرسبز ہونگے) انتہائی سبز ہونے کی وجہ سے وہ سیاہ معلوم ہونگے۔

فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿۶۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۹﴾ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾

ان دونوں میں میوے اور کھجوریں اور انار ہوں گے سوائے انس وجن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ان باغوں میں اچھی عورتیں ہونگی،

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۱﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿۷۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۳﴾ لَمْ

سوائے انس وجن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، وہ عورتیں حوریں ہوں گی جو خیموں میں محفوظ ہوں گی۔ سوائے انس وجن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے،

يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۷۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۵﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّ

ان میں سے پہلے کسی انسان یا جن نے انہیں استعمال نہ کیا ہوگا سوائے انس وجن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ان جنتوں میں داخل ہونے والے لوگ سبز رنگ کے

عَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿۷۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۷۸﴾ ع ۳ ۳۲ ۱۳

نقش ونگار والے خوبصورت بستروں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے، سوائے انس وجن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، بڑا بابرکت ہے آپکے رب کا نام جو عظمت اور احسان والا ہے۔

قولِ خلیل علیہ رحمۃ اللہ:

الدھمة : سیاہی کو کہتے ہیں۔

۶۵ : فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۶۶ : فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ (ان دونوں باغوں میں دو اچھلتے چشمے ہوں گے) وہ جوش سے پانی نکال رہے ہونگے ہرگز منقطع نہ ہونگے۔

۶۷ : فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۶۸ : فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ (ان دونوں باغوں میں میوے) قسم قسم کے میوے وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ (اور کھجوریں اور انار ہوں گے) انار اور کھجور یہ قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک فواکہ میں سے نہیں ہے کیونکہ یہاں عطف کیا جارہا ہے (جو تغایر کو چاہتا ہے) اور دوسری وجہ یہ ہے کھجور پھل اور کھانا دونوں ہے اور انار پھل اور دواء ہے۔ خالص میوے نہ ہوئے۔

قولِ صاحبین رحمہ اللہ:

یہاں فاکھة پر عطف اس لئے کیا گیا کیونکہ یہ دونوں افضل ترین ہیں۔ گویا یہ الگ جنس ہیں اس لئے کہ ان کو اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی میں فرمایا: جبرئیل و میکال۔ (البقرہ۔۹۸)

۶۹ : فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۷۰ : فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ (ان میں خوبصورت، خوب سیرت عورتیں (یعنی حوریں) ہونگی) خیرات یہ خَيِّرات ہے پھر

تخفیف کی گئی اور خیرات اصل کے مطابق تشدید سے بھی پڑھا گیا ہے۔ معنی اعلی اخلاق اور خوبصورت خلقت۔

۷۱ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۷۲ : حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ (وہ عورتیں گورے رنگ کی ہونگی اور خیموں میں محفوظ ہونگی) یعنی بند کہا جاتا ہے۔ امراۃ قصیرہ ومقصورۃ یعنی محذرہ، خیمہ میں بند۔ ایک قول یہ ہے خیمے جوف دار (اندر سے خالی) موتی کے ہونگے۔

۷۳ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۷۴ : لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَ لَا جَآنٌّ (ان جنتیوں سے پہلے ان عورتوں پر نہ کسی آدمی نے تصرف کیا ہوگا نہ کسی جن نے) ھم کی ضمیر ان دو باغوں کے جنتیوں کی طرف راجع ہے اور اس پر جنتین کا تذکرہ دلالت کر رہا ہے۔

۷۵ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۷۶ : مُتَّکِئِیْنَ (وہ تکیہ لگانے والے ہونگے)

نحو: یہ اختصاص کی وجہ سے منصوب ہے۔

عَلٰی رَفْرَفٍ خُضْرٍ (سبز شجر پر) رفرف ہر چوڑے کپڑے کو کہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے رفرف تکیہ وَّ عَبْقَرِیٍّ (اور عجیب خوبصورت کپڑوں پر) ریشم نمبر۲۔ کپڑا، چٹائی حِسَانٍ (خوبصورت)

۷۷ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے) ان دو باغات کی صفات پہلے دو باغوں سے کم ہیں یہاں تک کہ فرمایا من دونھما ان سے کم درجہ کیونکہ مدھا متان یہ ذواتا افنان سے کم مرتبہ ہیں۔ اور نضاختان یہ تجریان سے کم ہیں اور فاکھۃ یہ کل فاکھۃ سے کم ہے۔ اسی طرح حوروں کی صفات اور تکیہ گاہوں کی صفات۔

۷۸ : تَبٰرَکَ اسْمُ رَبِّکَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ (بڑا بابرکت نام ہے آپ کے رب کا جو عظمت والا اور احسان والا ہے) ذی الجلال عظمت والا ہے۔

قراءت: شامی نے ذوالجلال پڑھا اور اسم کی صفت قرار دیا۔ الاکرام احسان کرنے والا اپنے دوستوں پر انعامات کے ذریعہ۔

فضائل:

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سورۂ رحمان پڑھی۔ پھر فرمایا میں تمہیں خاموش کیوں دیکھ رہا ہوں جنات نے تم سے زیادہ خوبصورت جواب دیا۔ جب میں فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پر پہنچا تو وہ پکار اٹھے۔ ہم اپنے رب کی کسی نعمت کو بھی نہیں جھٹلاتے اے اللہ آپ کا شکر اور تمام تعریفیں آپ کے لائق ہیں۔ رواہ حاکم فی المستدرک ۴۷۳/۲۔ نمبر۲۔ اس سورت میں فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ والی آیت اکتیس مرتبہ دھرائی گئی ہے۔ آٹھ مرتبہ اس آیت کو ان آیات کے بعد لائے جن میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے عجائبات گنائے گئے ہیں۔ اور اس کی صنعت وکاریگری کے نمونے ذکر کیے گئے ہیں۔ اور تخلیق کی ابتداء اور معاد کا ذکر فرمایا ہے۔ نمبر۲۔ پھر سات مرتبہ ایسی آیات کے بعد لائے۔ جن میں آگ اور اس کے مصائب وشدائد کا ذکر

ہے۔اور جہنم کے دروازوں کی تعداد اتنی ہی ہے نمبر۳۔اوران سات کے بعد آٹھ مرتبہ لائے اوران میں جنتین کا ذکر فرمایا اوران دونوں باغوں کے رونق پذیر لوگوں کا ذکر کیا۔تو یہ جنت کے آٹھ دروازوں کی مناسبت سے ہے۔

نمبر۳۔ پھر آٹھ مرتبہ ان دو باغوں کے تذکرہ میں لائے جو پہلے باغوں سے کم مرتبہ ہیں پس جس نے پہلے آٹھ پر اعتقاد کرلیا اور اس کے مطابق عمل کیا۔تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھل جائیں گے۔اور جہنم کے دوازے بند کردیے جائیں گے۔

اللّٰھم اجعلنا من اھل الجنة بفضلك یارحمان یاذالجلالِ والا کرام

الحمدللہ آج منگل بعدالعصر تفسیری ترجمہ سورۃ الرحمان مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتٌّ وَّتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ الواقعہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اور اس میں چھیانوے آیات اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وقف لازم

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝١ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝٢ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝٣ اِذَا رُجَّتِ

جب قیامت واقع ہو گی اس کا جھٹلانے والا کوئی نہ ہو گا وہ پست کردے گی' بلند کر دے گی' جبکہ زمین کو سخت

الْاَرْضُ رَجًّا ۝٤ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝٥ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۝٦ وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝٧

زلزلہ آئے گا اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے' پھر وہ پراگندہ غبار ہو جائیں گے' اور تم تین قسم ہو جاؤ گے۔

فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝٨ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝٩

سو جو داہنے والے ہیں وہ داہنے والے کیسے اچھے ہیں' اور جو بائیں والے ہیں وہ بائیں والے کیسے برے ہیں'

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝١٠ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝١١ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝١٢ ثُلَّةٌ مِّنَ

اور جو آگے بڑھنے والے وہ آگے بڑھنے والے ہیں وہ خاص قرب رکھنے والے ہیں' یہ لوگ آرام کے باغوں میں ہوں گے ان کا ایک بڑا گروہ اگلے

الْاَوَّلِيْنَ ۝١٣ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝١٤ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۝١٥ مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا

لوگوں میں سے ہوگا اور تھوڑے پچھلے لوگوں میں سے ہوں گے' وہ لوگ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے

مُتَقٰبِلِيْنَ ۝١٦ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۝١٧ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ

آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے' ان کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے یہ چیزیں لے کر آمد و رفت کیا کریں گے' آبخورے اور آفتابے اور ایسا جام شراب

مَّعِيْنٍ ۝١٨ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ۝١٩ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ۝٢٠ وَلَحْمِ طَيْرٍ

جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جائے گا نہ اس سے ان کو دردِ سر ہوگا اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا' اور میوے جن کو وہ پسند کریں اور پرندوں کا گوشت

مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝٢١ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ۝٢٢ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ۝٢٣ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝٢٤

جو ان کو مرغوب ہو گا اور ان کے لئے بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی جیسے پوشیدہ رکھا ہوا موتی ہو' یہ ان کے اعمال کے صلہ میں ملے گا

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ۔ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ۔ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ۔ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا۔ (جب قیامت واقع ہوگی جس

کے واقع ہونے میں کوئی خلاف نہیں ہے تو وہ پست کردے گی اور بلند کردے گی جب زمین میں سخت زلزلہ آئے گا)

۱ : اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ جب قیامت قائم ہوگی ایک قول یہ ہے قیامت کو واقع سے اس لئے تعبیر کیا کیونکہ قیامت بہر حال آئے گی۔ گویا اس طرح فرمایا اذا وقعت لا بد من وقوعها جب وہ آجائے گا۔ جس کا وقوع یقینی ہے۔ وقوع الامر عرب کے لوگ اس وقت بولتے ہیں جبکہ وہ اتر پڑے چنانچہ کہتے ہیں وقع ما کنت اتوقعه یعنی وہ اتر پڑا جس کے نزول کا میں منتظر تھا۔

نحو :اذا اذکر فعل کی وجہ سے ہے۔

۲ : لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ (اس کا جھٹلانے والا کوئی نہ ہوگا) کاذبہ یہ نفس کی صفت ہے مطلب یہ ہے جب قیامت واقع ہو جائے گی تو کوئی نفس اس وقت ایسا نہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بول سکے۔ اور غیب کی تکذیب میں کذب بیانی کرے۔ کیونکہ اس وقت ہر نفس ایمان لانے اور سچ بولنے اور تصدیق کرنے والا ہوگا۔ آج کی دنیا میں اکثر نفوس جھوٹ بولنے والے، تکذیب کرنے والے ہیں۔

نحو :لوقعتها کی لام اسی طرح ہے جیسا اس ارشاد میں : یٰلیتنی قدمت لحیاتی [الفجر:۲۴]

مناظر قیامت:

۳ : خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ (وہ پست کردے گی، بلند کردے گی) یعنی وہ پست و بلند کرنے والی ہے۔ بعض لوگوں کو بلند کردے گی اور دوسروں کو ذلیل کردے گی۔

۴ : اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا (جب زمین سخت ہلائی جائے گی) یہاں تک کہ ہر چیز جو اس پر واقع ہے پہاڑ، تعمیرات یہ سب گر کر منہدم ہو جائیں گے۔

نحو : یہ اذا وقعت سے بدل ہے۔ نمبر۲۔ خافضة رافعة کی وجہ سے اس کو منصوب قرار دینا بھی درست ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے تخفض و ترفع وقت رج الارض و بس الجبال۔

۵ : وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا (اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے) اور ریزہ ریزہ ہو کر ستو کی طرح ہو جائیں گے۔ یا چلائے جائیں گے اس وقت یہ بَسَّ الغنم۔ (اس نے بکریوں کو چلایا) جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا :وسیرت الجبال [النباء:۲۰]

۶ : فَكَانَتْ هَبَآءً (پھر وہ غبار ہو جائیں گے) مُّنْۢبَثًّا (پراگندہ) متفرق۔

تین اقسام:

۷ : وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا (اور تم ہو جاؤ گے) ازواجًا اصناف کے معنی میں ہے یہ ان اصناف کیلئے آتا ہے جو ایک دوسرے سے ہوں یا جن کے بعض کا ذکر بعض کے ساتھ یعنی ایک دوسرے کے ساتھ کیا جائے۔ ثَلٰثَةً (تین قسم) دو قسمیں جنت اور ایک قسم جہنمی۔ پھر ان اقسام کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔

۸ : فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ (سو جو داہنے والے ہیں) یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کا صحیفۂ عمل ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ (اور دائیں طرف والے کیسے اچھے ہونگے دائیں طرف والے) یہ مبتدأ وخبر مل کر اصحاب المیمنة کی خبر ہے۔ اس میں ان کی سعادت والی حالت اور عظمت شان پر تعجب ظاہر کیا گیا گویا اس طرح فرمایا ماھم؟ وای شئ ھم؟ وہ کیا ہیں اور کیا چیز ہیں؟ (جو اس قدر اعزاز ملا)

۹ : وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ (اور بائیں طرف والے) یعنی وہ لوگ جن کو ان کے صحائف اعمال بائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے۔ نمبر۲۔ بلند مرتبہ والے اور خسیس ترین مرتبہ والے۔ جیسا کہتے ہیں فلان منی بالیمین و فلان منی بالشمال۔ جبکہ تم ان دونوں کی تعریف بلندی اور حقارت کے ساتھ کرو۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب یمین کے ساتھ برکت اور بائیں طرف سے نحوست مراد لیتے تھے۔ ایک اور قول یہ ہے اہل جنت کو دائیں جانب سے لیا جائے گا۔ اور اہل نار کو بائیں جانب سے۔ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ (کیسے برے ہونگے بائیں طرف والے) وہ کیا چیز ہیں؟ بدبختی میں ان کی اس حالت پر تعجب کا اظہار کیا گیا۔ (کہ یہ لوگ کتنے ہی بدبخت ہیں؟)

۱۰ : وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ (اور جو آگے بڑھنے والے ہیں وہ آگے بڑھنے والے ہیں) پہلا السابق مبتدأ اور دوسرا خبر ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ السابقون الی الخیرات السابقون الی الجنات جو بھلائی کی طرف بڑھنے والے ہیں وہ جنتوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔ ایک اور قول یہ ہے دوسرا السابقون اول کی تاکید ہو کر مبتدأ ہے اور۔

۱۱ : خبر اولئك المقربون ہے۔ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ (اور جو اعلیٰ درجہ کے ہونگے وہ تو اعلیٰ درجہ کے ہی ہیں۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کے مقرب ہونگے)

دونوں میں اوّل ترکیب راجح ہے۔

۱۲ : فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ (آرام کے باغ میں ہونگے) یعنی وہ آرام کے باغ میں ہونگے۔ مبتدأ محذوف ہے۔

۱۳ : ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ (ان کا ایک بڑا گروہ تو اگلے لوگوں میں سے ہوگا) ثُلة لوگوں کی بہت بڑی جماعت معنی یہ ہے سابقین اول لوگوں میں بہت ہونگے۔

۱۴ : وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (اور پچھلے لوگوں میں سے تھوڑے ہونگے) اور یہ آدم علیہ السلام سے محمد ﷺ تک تمام امتوں سے ہونگے۔ قلیل من الآخرین اس سے محمد ﷺ کی امت مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ من الاولین سے اس امت کے متقدمین اور آخرین سے امت کا پچھلا طبقہ مراد ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ دونوں طبقے میری امت سے ہیں۔ (طبری۔ ابن: ،بحوالہ کشاف)

جنت کے مناظر:

۱۵ : عَلٰى سُرُرٍ (تختوں پر) سرر جمع سریر جیسا کثیب و کثب۔ مَّوْضُوْنَةٍ (سونے کے تاروں سے بنے ہوئے) جو

سونے کے تاروں اور موتیوں اور یاقوت سے بنے ہوئے ہونگے۔

۱۶ : مُتَّكِـِٕيْنَ (وہ تکیہ لگانے والے ہونگے) یہ عَلٰی کی ضمیر سے حال ہے۔اور وہی اس میں عامل ہے تقدیر کلام اس طرح ہے استقروا علیها متکئین تم استقرار اختیار کرو اس پر اس حال میں کہ وہ تکیہ لگانے والے ہونگے۔ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ (آمنے سامنے بیٹھنے والے ہونگے) وہ ایک دوسرے کے چہرہ کو دیکھیں گے ایک دوسرے کی پشت کی طرف دیکھنا نہ ہوگا۔ان کی یہ صفت اس لئے بیان کی گئی تا کہ ان کے حسن معاشرت، تہذیب اخلاق اور خالص مودت پر دلالت کرے۔

نحو : متقابلین بھی حال ہے۔

۱۷ : يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ (اور ان کے پاس آتے جاتے رہیں گے) ان کی خدمت کریں گے۔وِلْدَانٌ (لڑکے) جمع ولید بمعنی لڑکے مُّخَلَّدُوْنَ (ہمیشہ رہنے والے ہونگے) وہ لڑکوں کی شکل میں ہمیشہ رہیں گے اس حالت سے نہیں پھریں گے۔ایک قول یہ ہے ان کے کانوں میں بالیاں ڈالی جائیں گی۔عرب الْخُلدة بالی کو کہتے ہیں۔ایک قول یہ ہے یہ اہل دنیا کی وہ اولاد ہے کہ جن کی کوئی نیکی نہ تھی کہ ان کو ثواب ملے اور نہ کوئی گناہ تھا کہ ان کو عذاب دیا جائے۔حدیث میں ہے جس کو بزاز نے کشف الاستار میں ذکر کیا ہے۔اولادِ کفار اہل جنت کے خدام ہونگے۔مجمع الزوائد ۷/ ۲۱۹ کشف الاستار ۲۱۷۲۔

۱۸ : بِاَكْوَابٍ (آبخوروں کے ساتھ) اکواب جمع کوب ایسا برتن جس کا دستہ نہ ہو اور نہ ٹونٹی۔وَّاَبَارِيْقَ جمع ابریق (لوٹے) جس برتن کا دستہ اور ٹونٹی دونوں ہوں۔وَكَاْسٍ (اور جام جن میں شراب ہوگی) اور ان میں شراب نہ ہو تو اس کو کاس نہ کہیں گے۔مِّنْ مَّعِيْنٍ (جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جائے گا) ان کے پاس آبخورے، آفتابے اور جاری رہنے والی شراب سے بھرے ہوئے جام لیئے ہونگے۔معین وہ شراب جو چشموں سے جاری ہوگی۔

۱۹ : لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا (نہ اس شراب سے ان کو دردسر ہوگا) عنہا اس کے سبب سے۔حقیقت میں یہ اس طرح ہے لا یصدر صداعهم عنها ان کا سر درد اس کی وجہ سے صادر نہ ہوگا۔۔وَلَا يُنْزِفُوْنَ (اور نہ عقل میں فتور آئے گا) نہ ان کو نشہ چڑھے گا۔عرب کہتے ہیں۔نزف الرجل اس کی عقل جاتی رہی نشے کی وجہ سے۔

قراءت : ینزفون زاء کا کسرہ کوفیوں نے پڑھا۔ان کی شراب ختم نہ ہوگی کہتے ہیں۔اَنْزَفَ الْقَوْم جبکہ ان کی شراب ختم ہو جائے۔

۲۰ : وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ (اور پسندیدہ میوے) ان میں سے افضل وعمدہ وہ پسند کر کے لیں گے۔

۲۱ : وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ (اور مرغوب خاطر پرندوں کا گوشت) یشتھون تمنا کرنے کے معنی میں آتا ہے۔

۲۲ : وَحُوْرٌ عِيْنٌ (اور گوری گوری بڑی آنکھوں والی عورتیں ہوں گی) حورٌ یہ حوراء کی جمع ہے۔عینٌ عیناء کی جمع ہے۔یعنی اس جنت میں بڑی آنکھوں والی حوریں ہونگی۔نمبر۲۔ان کے لئے بڑی آنکھوں والی حوریں ہونگی۔اور یہ بھی درست ہے کہ اس کا عطف ولدانٌ پر ہو۔

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿۲۶﴾ وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ

وہاں نہ بک بک سنیں گے اور نہ اور کوئی بے ہودہ بات بس سلام ہی سلام کی آواز آئے گی اور جو داہنے والے ہیں وہ داہنے والے کیسے

الْيَمِيْنِ ﴿۲۷﴾ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿۲۸﴾ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۲۹﴾ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿۳۰﴾ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴿۳۱﴾ وَّفَاكِهَةٍ

اچھے ہیں وہ ان باغوں میں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں ہوں گی اور تہ بہ تہ کیلے ہوں گے اور لمبا لمبا سایہ ہوگا اور چلتا ہوا پانی ہوگا اور کثرت سے میوے

كَثِيْرَةٍ ﴿۳۲﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿۳۳﴾ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿۳۴﴾ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿۳۵﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ

ہوں گے جو نہ ختم ہوں گے اور نہ انکی روک ٹوک ہوگی اور اونچے اونچے فرش ہوں گے ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے یعنی ہم نے ان کو ایسا بنایا کہ وہ

اَبْكَارًا ﴿۳۶﴾ عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿۳۷﴾ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۳۸﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۰﴾

کنواریاں ہیں محبوبہ ہیں ہم عمر ہیں یہ سب چیزیں داہنے والوں کے لئے ہیں ان کا ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں سے ہوگا اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں سے ہوگا۔

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ﴿۴۱﴾ فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ ﴿۴۲﴾ وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ﴿۴۳﴾

اور جو بائیں والے ہیں وہ بائیں والے کیسے برے ہیں وہ لوگ سموم میں ہوں گے اور کھولتے ہوئے پانی میں اور سیاہ دھوئیں کے سایہ میں

قراءت : حمزہ، علی، یزید نے حورٍ پڑھا اور اس کو جنات النعیم پر عطف کیا۔ گویا اس طرح فرمایا هم فی جنات وفاكهة ولحم و حورٍ وہ باغات اور میوے اور گوشت اور حوروں میں ہونگے۔

۲۳ : كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ (جیسے حفاظت سے پوشیدہ رکھا ہوا موتی) لؤلؤ کے ساتھ صفائی وستھرائی میں تشبیہ دی۔ اور المکنونؔ محفوظ قول الزجاجؒ موتیوں کی طرح جب کہ ان کو سیپ سے نکالا جائے اور زمانہ نے اس میں کوئی تبدیلی نہ کی اور نہ استعمال کے مختلف حالات سے وہ گزرا ہو۔

۲۴ : جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (یہ ان کے اعمال کے صلہ میں ہوگی) جزاءً یہ مفعول لہ ہے۔ یعنی یہ سب کچھ سلوک ان کے اعمال کے بدلہ کی خاطر کیا جائے گا۔ یا جزاء مصدر ہے تقدیر اس طرح ہے یجزون جزاءً ان کو بدلہ دیا جائے گا بدلہ دیا جانا۔

۲۵ : لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّ لَا تَاْثِيْمًا (اور وہاں وہ نہ بک بک سنیں گے اور نہ کوئی بیہودہ بات) وہ جنتوں میں کوئی باطل بات اور نہ ہی ہذیان سنیں گے۔

۲۶ : اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا (سلام ہی سلام کی آواز آئے گی) مگر سلامتی والی بات۔

نحو : یہ استثناء منقطع ہے۔ اور سلاماً یہ قیلاً سے بدل ہے یا قیلاً یہ مفعول بہ ہے۔ یعنی وہ اس میں کوئی چیز نہ سنیں گے سوائے سلام سلام کہنے کے۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ ایک دوسرے کو السلام علیکم کھل کر کہیں گے۔ وہ سلام کے بعد سلام کہیں گے۔

۲۷ : وَاَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ مَآ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ (اوردائیں طرف والے، وہ کیسے اچھے ہونگے دائیں طرف والے)
۲۸ : فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ (جہاں بے خاربیریاں) السِّدْر بیری کا درخت۔ المخضود جس میں کانٹا نہ ہو گویا اس کے کانٹے کو کاٹ دیا گیا ہے۔
۲۹ : وَّ طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ (تہ بہ تہ کیلے) الطلح: کیلے کا پودا المنضود: جو پھل کی وجہ سے نیچے سے اوپر تک بھرا ہو۔ اس کا ظاہر ہونے والا کوئی تنا نہیں ہوتا۔
۳۰ : وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ (اور وسیع سائے) دراز پھیلے ہوئے جیسا کہ سائے طلوع فجر اور طلوع آفتاب کے وقت ہوتے ہیں۔
۳۱ : وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ (اور آب رواں) جو بلا کھائی اور کنارے کے جاری ہوگا۔ یعنی وہ زمین پر نالیوں کے بغیر چلے گا۔
۳۲ : وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ (اور کثیر خوش ذائقہ پھل ہوں گے) کثیرہ سے کثیر الاجناس مراد ہے۔
۳۳ : لَّا مَقْطُوْعَةٍ (جو نہ ختم ہونگے) وہ کسی وقت میں منقطع نہ ہونگے جیسے دنیا کے پھل ہیں۔ بلکہ وہ دائمی ہونگے۔ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ (نہ ان کی روک ٹوک ہوگی) کسی طرح سے لینے والے کو روکا نہ جائے گا۔ ایک قول یہ ہے وقت کے ساتھ منقطع نہ ہونگے اور نہ قیمت کے بغیر ممنوع ہونگے۔

بلند مرتبہ والے:

۳۴ : وَّ فُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ (اور اونچے فرش ہونگے) بلند مرتبے والے یا نمبر۲۔ ان کو بچھایا جائے۔ یہاں تک کہ اٹھانا پڑے۔ نمبر۳۔ چارپایوں پر بلند ہونگے۔ ایک قول یہ ہے اس سے مراد عورتیں ہیں کنایۃً عورت کو فراش کہا جاتا ہے۔ بلند ہونگی مسہریوں پر دوسرے مقام پر فرمایا: هم وازواجهم فی ظلال علی الارائك متكئون [یٰسٓ:۵۶] اور اگلی آیت اسی معنی پر دلالت کرتی ہے۔
۳۵ : اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً (ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے) ہم نے ان کی خلقت کی ابتداء محض قدرت سے کی ہے۔ وہ ولادت سے پیدا نہیں ہوئیں۔ پھر یا تو وہ مراد ہوں جن کو ابتداءً پیدا فرمایا یا ان کو دوبارہ پیدا کیا گیا۔ اس تاویل کے علاوہ تاویلات کیلئے هُنَّ کی ضمیر لائی گئی کیونکہ فرش کا تذکرہ جو کہ بستر ہیں۔ ان پر دلالت کر رہا ہے۔
۳۶ : فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا (پس ان کو اس طور پر بنایا کہ وہ کنواری ہیں) ابکار کنواری۔ جب بھی خاوند ان کے پاس جائیں گے تو ان کو کنواری پائیں گے۔
۳۷ : عُرُبًا اَتْرَابًا (محبوبہ ہیں، ہم عمر ہیں)
قراءت : حمزہ، خلف، یحییٰ، حماد نے عُرُبًا جمع عروب پڑھا ہے۔ عروب محبوبہ اپنے خاوند سے محبت کرنے والی خوبصورت، مطیع وفرمانبردار۔ اترابا: عمر میں برابر۔ تینتیس سال کی لڑکیاں اور ان کے خاوند بھی اسی عمر کے ہونگے۔
۳۸ : لِّاَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ (دائیں طرف والوں کیلئے)

نحو : اس میں لام انشانا کے صلہ میں لائی گئی ہے۔

۳۹ : ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ (ان کا ایک بڑا گروہ تو اگلے لوگوں میں سے ہوگا) یعنی دائیں طرف والے پہلے لوگوں کا بڑا گروہ ہیں۔

۴۰ : وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں سے ہوگا)

سوال: اس سے پہلے کہا گیا۔ وقلیل من الآخرین اور یہاں فرمایا: ثلة من الآخرین۔ کیوں؟

جواب: وہ السابقون الاولون کا بیان ہے۔ اور یہ اصحاب الیمین کا بیان ہے۔ یہ اولین وآخرین دونوں میں کثرت سے ہونگے۔

قولِ حسن رحمہ اللہ :

سابقین پہلی امتوں میں سے ہماری امت کے سابقین سے زیادہ ہیں اور ان امتوں کے پیرو وہ اس امت کے پیروؤں کی طرح ہیں۔

۴۱ : وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ (اور جو بائیں طرف والے ہیں وہ بائیں طرف والے کیسے برے ہیں) شمال اور مشأمہ ایک چیز ہے (بائیں طرف اور نحوست)

۴۲ : فِيْ سَمُوْمٍ (وہ آگ میں ہونگے) وہ آگ کی ایسی حرارت میں ہونگے جو مسام میں سرایت کرنے والی ہوگی۔ وَّحَمِيْمٍ (اور کھولتے ہوئے پانی میں ہونگے) ایسا گرم پانی جو حرارت کی انتہاء کو پہنچا ہو۔

۴۳ : وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ (اور دھوئیں کے سایہ میں ہوں گے) سیاہ دھوئیں کا سایہ۔

لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ ﴿۴۴﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ

جو نہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ فرحت بخش ہوگا' وہ لوگ اس سے پہلے بڑی خوش حالی میں رہتے تھے اور بڑے بھاری گناہ پر اصرار کیا

الْعَظِيْمِ ﴿۴۶﴾ وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۙ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۴۷﴾ اَوَ

کرتے تھے' اور یوں کہا کرتے تھے' کہ جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں رہ گئے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور کیا

اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۹﴾ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ

ہمارے اگلے باپ دادا بھی؟ آپ کہہ دیجئے کہ سب اگلے اور پچھلے جمع کئے جائیں گے ایک معین

مَّعْلُوْمٍ ﴿۵۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ﴿۵۱﴾ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ﴿۵۲﴾

دن پر پھر تم کو اے گمراہو جھٹلانے والو! درخت زقوم سے کھانا ہوگا'

فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ﴿۵۴﴾ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ

سو اس سے پیٹ بھرنا ہوگا' پھر اس پر کھولتا ہوا پانی پینا ہوگا' پھر پینا بھی پیاسے

الْهِيْمِ ﴿۵۵﴾ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۵۶﴾

اونٹوں کی طرح ہوگا' ان لوگوں کی قیامت کے روز یہ دعوت ہوگی۔

نام کا سایہ:

۴۴ : لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ (جو نہ ٹھنڈا ہوگا نہ فرحت بخش ہوگا) سائے کی دو صفات کی نفی کی گئی۔ مراد یہ ہے کہ وہ سایہ تو ہوگا مگر عام سایوں کی طرح نہ ہوگا اس کا نام سایہ ہی رکھا پھر سائے کی اچھی صفات بردوراحت کی نفی کردی۔ اور اس کا فائدہ سایہ والے کیلئے سوائے ایذاء کے اور کچھ نہ ہوگا۔ اور یہی اس کا کرم ہے اور انداز سے سایہ کے متعلق آرام حاصل ہونے کی جو دلالت تھی اس کا ازالہ ہوگیا۔ حاصل یہ ہے کہ گرم نقصان دہ سایہ ہوگا۔

۴۵ : اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ (وہ لوگ اس سے پہلے بڑی خوشحالی سے رہتے تھے) قبل ذلك سے مراد دنیا میں مترفین خوشحال تھے اس وجہ سے انہوں نے ڈانٹ ڈپٹ کی طرف توجہ نہ کی اور عبرت سے بے خبر رہے۔

بڑا گناہ شرک:

۴۶ : وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ (اور وہ بڑے بھاری گناہ پر اصرار کیا کرتے تھے) یصرون مداومت کرتے

تھے۔ الحنث العظیم : بڑا گناہ نمبر۲۔ شرک ۔ کیونکہ اس سے میثاق والا عہد ٹوٹ جاتا ہے۔ الحنثِ قسم والے عہد کو توڑنا۔ نمبر۲۔ بعث کا انکار۔ اس کی دلیل یہ ارشاد الٰہی ہے۔ واقسموا باللّٰہ جھد ایمانھم لایبعث اللہ من یموت [النحل:۳۸]

۴۷ : وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ (اور کہا کرتے تھے کہ جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو کر رہ گئے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے)

نحو : تقدیر عبارت اس طرح ہے أنبعث اذا متنا اور ظرف میں یہی عامل ہے اور اس کا حذف جائز ہے۔ اس لئے کہ مبعوثون اس پر دلالت کر رہا ہے۔ البتہ مبعوثون اس کا عامل نہیں۔ کیونکہ اِنَّ اور استفہام اس بات سے مانع ہیں کہ ان کا مابعد ماقبل میں عمل کرے۔

۴۸ : اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ (یا ہمارے اگلے باپ دادا بھی زندہ کیے جائیں گے)

نحو : ہمزہ استفہام کو حرف عطف پر داخل کیا گیا۔ اور مبعوثون کے مضمر پر اس کا عطف نحنّ کی ضمیر فاصل کے بغیر ہی خوب ہے۔ اس لئے کہ ہمزہ فاصل موجود ہے۔ جیسا کہ اس قول میں خوب ہے۔ مااشرکنا ولا اباؤنا۔ [الانعام:۱۴۸] کیونکہ لا جو تاکید نفی کیلئے ہے وہ فاصل کافی ہے۔

قراءت: أَوَآبَاؤنا مدنی وشامی نے پڑھا ہے۔

۴۹ : قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ (آپ کہہ دیجئے سب اگلے اور پچھلے)

۵۰ : لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ (ایک معین تاریخ کی حد پر سب جمع کیے جائیں گے) مقررہ حد جس سے دنیا کا وقت مقرر کیا گیا۔ یہاں میقات کی اضافت یوم کی طرف منّ کے حذف کے ساتھ خاتم فضۃٍ جیسی ہے۔ میقاتؔ کسی چیز کی مقررہ حد جیسے میقات احرام۔ وہ حدود ہیں جن کو عمرہ، حج کیلئے مکہ جانے والا بلا احرام عبور نہیں کر سکتا۔

۵۱ : ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ (پھر اے گمراہ جھٹلانے والو) ضال ہدایت کو گم کرنے والے مکذبؔ سے بعث بعد الموت کی تکذیب کرنے والے مراد ہیں اور وہ اہل مکہ اور جو انہی جیسے لوگ ہیں۔

۵۲ : لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ (تم کو درخت زقوم سے کھانا ہوگا)

نحو : اول مِنؔ یہ ابتدائے غایت کیلئے ہے اور دوسرا من بیانِ شجر کیلئے ہے۔ یعنی وہ درخت زقوم ہوگا۔

۵۳ : فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ (پھر اس سے پیٹ بھرنا ہوگا)

۵۴ : فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ۔ (پھر اس پر کھولتا پانی پینا ہوگا)

ایک نکتہ:

ھا ضمیر جو الشجر کی طرف راجع ہے معنی کا لحاظ کر کے مؤنث لائی گئی ہے۔ اور علیہ میں لفظ کے لحاظ سے اس کی طرف مذکر ضمیر لائے۔

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿۵۸﴾ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ

ہم نے تم کو پیدا کیا ہے تو پھر تم تصدیق کیوں نہیں کرتے ' اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ تم جو منی پہنچاتے ہو اس کو تم آدمی بناتے ہو یا

نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۶۰﴾ عَلٰٓى اَنْ

ہم بنانے والے ہیں ' ہم ہی نے تمہارے درمیان میں موت کو ٹھہرا رکھا ہے اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں کہ تمہاری جگہ

نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا

تم جیسے پیدا کر دیں اور تم کو ایسی صورت میں بنا دیں جن کو تم جانتے بھی نہیں اور تم کو اول پیدائش کا علم حاصل ہے پھر تم کیوں

تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَوْ نَشَآءُ

نہیں سمجھتے ' اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ تم جو کچھ بوتے ہو اس کو تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں۔ اگر ہم چاہیں

لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۶۷﴾ اَفَرَءَيْتُمُ

تو اس کو چورا چورا کر دیں ۔ پھر تم متعجب ہو کر رہ جاؤ کہ ہم پر تاوان ہی پڑ گیا بلکہ بالکل ہی محروم رہ گئے ' اچھا پھر یہ بتلاؤ

الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ﴿۶۸﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿۶۹﴾

کہ جس پانی کو تم پیتے ہو اس کو بادل سے تم برساتے ہو یا ہم برسانے والے ہیں

۵۵ :فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ (پینا بھی پیاسے اونٹوں جیسا)

قراءت: شُرْب کی شین کو مدنی، عاصم، حمزہ، سہل نے مضموم پڑھا۔ اور دیگر قراء نے فتحۂ شین کے ساتھ شَرب پڑھا۔ اور یہ دونوں ہی مصدر ہیں۔ الهیم پیاسے اونٹ جو سیراب نہ ہوں۔ یہ اُھیم و ھیماء کی جمع ہے۔

حاصل یہ کہ :

ان پر ایسی بھوک مسلط کر دی جائے گی جوان کو زقوم کھانے پر مجبور کر دے گی۔ جو کہ تلچھٹ کی طرح ہوگا۔ جب اس سے وہ اپنے پیٹ پر کر لیں گے۔ تو ان پر ایسی پیاس مسلط کر دی جائے گی جوان کو گرم پانی پینے پر مجبور کرے گی۔ ایسا گرم پانی جوان کی انتڑیوں تک کو گلا کر پیٹ سے باہر نکال دے گا۔ مارے شدت پیاس کے وہ پیاسے اونٹوں کی طرح بڑے بڑے گھونٹ سے اندر کو پھینکے گا۔

شَارِبِین کا عطف شَارِبِین پر درست ہے کہ ان دونوں کی ذاتیں تو ایک مگر صفات مختلف ہیں۔ کیونکہ انکا انتہائی گرم پانی پینا جو کہ انتڑیاں باہر پھینک دے۔ یہ عجیب معاملہ ہے اور پھر انکا پیاسے اونٹوں کی طرح پینا یہ بھی تعجب انگیز ہے۔ پس اس لحاظ سے یہ دو مختلف صفتیں بن گئیں۔

۵۶ : هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ (قیامت کے روز یہ ان کی دعوت ہوگی) نزل وہ کھانا جو مہمان کے اعزاز کیلئے اس کو پیش کیا

جائے۔یوم الدین سے قیامت کا دن مراد ہے۔

۵۷ : نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْ لَاتُصَدِّقُوْنَ (ہم نے ہی پیدا کیا پھر تم تصدیق کیوں نہیں کرتے) لولا حلا کے معنی میں توبیخ کیلئے ہے۔اس میں تخلیق اول کے ذریعہ تصدیق بعث پر آمادہ کیا گیا ہے کیونکہ وہ اول پیدائش کی تصدیق کرتے تھے۔مگر جب ان کا مذہب تصدیق کے تقاضا کے خلاف تھا تو گویا وہ اس کے بھی مکذب ہوئے یا بعث سے ان کو آمادہ کیا گیا وہ اس طرح کہ جو ذات اولاً پیدا کرنے پر قادر ہے۔دوبارہ پیدا کرنا اس کے لئے کیا مشکل ہے۔

۵۸ : اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ (بتلاؤ تم جو عورتوں کے رحم میں نطفہ ٹپکاتے ہو) ماتمنونہ جس کو تم ٹپکاتے ہو یعنی ارحام میں جو نطفے تم ڈالتے ہو۔

۵۹ : ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ (کیا تم اس کو آدمی بناتے ہو) تم اس کا اندازہ کرتے،تصویر بناتے اور اس کو صحیح سالم بشر بناتے ہو۔اَمْ نَحْنُ الْخَالِقُوْنَ (یا ہم بناتے ہیں)

۶۰ : نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ (ہم نے تمہارے درمیان موت کو وقت مقررہ پر ٹھہرا رکھا ہے) ہم نے اس کو پورے اندازے سے مقرر کر رکھا ہے۔اور رزق کی طرح اختلاف وتفاوت کے ساتھ اس کو ہم نے تمہارے لئے تقسیم کر دیا ہے۔جیسا کہ ہماری مشیت تقاضا کرتی ہے۔پس تمہاری عمریں مختلف لمبی،چھوٹی،متوسط ہیں۔

قراءت: قدرنا تخفیف کے ساتھ مکی نے پڑھا۔

وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ (اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں) سبقت بالشیٔ بولتے ہیں جبکہ اس کے کرنے سے عاجز آجائیں اس چیز کا غلبہ ہو جائے۔اب معنی یہ ہوگا ہم عاجز نہیں۔

مماثل مخلوق:

۶۱ : عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ (کہ تمہاری جگہ اور تم جیسے آدمی پیدا کر دیں) مطلب یہ ہے کہ ہم اس بات پر قادر ہیں۔اس سلسلہ میں تم مجھ پر غالب نہیں آسکتے۔مثال جمع مِثْلٌ یعنی اس پر کہ تمہاری جگہ بدل کر تم جیسی اور مخلوق لے آئیں۔وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَاتَعْلَمُوْنَ (اور تم کو ایسی صورت میں پیدا کر دیں جس کو تم جانتے بھی نہیں ہو) اس کا عطف نبدل پر ہے۔علی ان ننشئکم ایسے قادر ہیں کہ تم کو پیدا کر دیں کسی ایسی مخلوق کی شکل میں جس کو تم جانتے بھی نہیں اور نہ پہلے اس سے سابقہ پڑا ہے۔مطلب یہ ہے کہ ہم دونوں باتوں پر قدرت رکھتے ہیں۔نمبر ا۔تمہارے مماثل مخلوق پیدا کرنے پر نمبر ۲۔اور ایسی مخلوق جو تمہارے مماثل نہ ہو۔تو پھر ہم اعادہ سے کس طرح عاجز ہوتے۔؟ اور یہ بھی درست ہے کہ امثالکم جمع مِثْل کی ہو۔مطلب یہ ہے ہم اس بات پر قادر ہیں کہ ہم تمہاری صفات کو بدل دیں جو تمہارے خلق اور اخلاق میں پائی جاتی ہیں اور تم میں نئے سرے سے ایسی صفات پیدا کر دیں جن کو تم جانتے بھی نہیں۔

۶۲ : وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى (اور تم کو اول پیدائش کا علم ہے)

قراءت: ابوعمرو مکی نے النشاءۃ پڑھا ہے۔

فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ (پھر تم کیوں نہیں سمجھتے) کہ جو ایک چیز قابو رکھتا ہو دوسری مرتبہ وہ شئ اس کے لئے ممتنع نہیں۔

مَنْشِئُوْنَ: اس میں دلیل ہے کہ قیاس درست ہے اس لئے کہ نشأۃ ثانیہ کے نشأۃ اولی پر قیاس نہ کرنے پر ان کی تجہیل کی گئی۔

۶۳ : اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ (اچھا پھر یہ بتاؤ کہ تم جو کچھ بوتے ہو) جو غلہ تم کاشت کرتے ہو یعنی زمین میں ہل چلاتے اور اس میں بیج ڈالتے ہو۔

۶۴ : ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ (کیا تم اس کو اگاتے ہو) تم اس کو اگا کر نبات کی شکل میں لوٹاتے ہو۔ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ (یا ہم اس کو اگاتے ہیں) زارع: اُگانے والے۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا: لا یقولن احدکم زرعت و لیقل حرثت۔ تم میں سے کوئی یہ نہ کہے میں نے اگایا بلکہ کہے میں نے کھیتی بوئی۔ [رواہ ابن حبان :۵۷۲۳، البیہقی ۶ / ۱۳۸]

۶۵ : لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا (اگر ہم چاہیں تو اس پیداوار کو چورا چورا کر دیں) پکنے سے قبل ہی ریزہ ریزہ تنکے تنکے کر دیں۔

فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ (پھر تم متعجب ہو کر رہ جاؤ) تعجب میں پڑ جاؤ یا اپنی تھکاوٹ و خرچ کے رائیگاں جانے پر شرمندہ ہو جاؤ۔ نمبر ۳۔ اس گناہ پر پشیمان ہوتے ہو جو اس سزا کا باعث بنا۔

۶۶ : اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ (اب ہم پر تاوان ہی پڑ گیا) تم کہتے ہو۔

قراءت: ابوبکر نے ائنا پڑھا ہے۔ لمغرمونَ ہم پر تو خرچہ کی چٹی پڑ گئی۔ یا نمبر ۲۔ ہم تباہ ہو گئے کیونکہ ہمارا رزق برباد ہوا۔ یہ الغرام سے لیا گیا ہے جس کا معنی ہلاکت ہے۔

۶۷ : بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ (بلکہ ہم محروم ہی ہو کر رہ گئے) بلکہ ہم ایسے لوگ ہیں جو محروم کر دیئے گئے ہیں ہم تو بدنصیب و بدبخت ہیں نہ کہ خوش نصیب۔ ہمارا نہ کوئی حصہ ہے اور نہ نصیب۔ اگر ہم خوش نصیب ہوتے تو ہمارے ساتھ یہ نہ ہوتا۔

۶۸ : اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ (اچھا یہ بتلاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو) الماء سے وہ پانی جو میٹھا پینے کے قابل ہو۔

۶۹ : ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ (اس کو بادل سے تم برساتے ہو یا ہم برسانے والے ہیں) المزن سفید بادل۔ اس کا پانی نہایت شیریں ہوتا ہے۔ المنزلون ہم اپنی قدرت سے اتارنے والے ہیں۔

لَوْنَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِىْ تُوْرُوْنَ ﴿۷۱﴾

اگر ہم چاہیں اس کو کڑوا کر دیں سو تم شکر کیوں نہیں کرتے ' اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ جس آگ کو تم سلگاتے ہو

ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ﴿۷۲﴾ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً

اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں ' ہم نے اس کو یاد دہانی کی چیز

وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾ فَلَآ اُقْسِمُ

اور مسافروں کے فائدہ کی چیز بنایا ہے ' سو اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح بیان کیجئے ۔ سو میں مَوَاقِعُ النُّجُوْم

بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿۷۶﴾ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾

کی قسم کھاتا ہوں اور بیشک یہ بڑی قسم ہے اگر تم جانتے ہو۔ بیشک وہ قرآن کریم ہے

فِىْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اَفَبِهٰذَا

محفوظ کتاب میں اسے نہیں چھوتے ہیں مگر پاکیزہ لوگ ' یہ اتارا ہوا ہے رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ کی طرف سے ' کیا تم اس

الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾

کلام کو سرسری سمجھتے ہو اور تم نے اپنا حصہ یہی تجویز کر لیا ہے کہ جھٹلاتے رہو۔

۷۰ : لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا (اگر ہم چاہیں تو اس کو کڑوا کر ڈالیں) اُجَاجًا نمکین یا کڑوا جو پیا نہ جا سکے۔ فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ (پس تم شکر کیوں نہیں کرتے)

ایک لطیف تحقیق:

لولا یہ ھلا کے معنی میں ہے لو کے جواب میں لجعلناہ حطامًا میں لام لگائی گئی ہے۔ جبکہ یہاں لام نہیں لگائی گئی کیونکہ لو جب دو جملوں پر داخل ہو تو دوسرا جملہ پہلے کے ساتھ اس طرح معلق ہو گیا جیسے جزاء شرط سے معلق ہوتی ہے۔ یہ اِنْ کی طرح خاص شرط کیلئے نہیں اور نہ اس طرح عمل کرنے والا ہے۔ پس اس میں شرط کا معنی تو اتفاقاً سرایت کر گیا اس لئے کہ اس سے دونوں جملوں کے مضمون میں فائدہ تھا اور دوسرے جملہ میں ممانعت تو پہلے جملے میں ممانعت کی بناء پر ہے۔ اس لئے اس کے جواب میں ایسی چیز کی محتاجی ہوئی جو علم کو نصب اس تعلق کی بنیاد پر دے اسی لئے لام کا اضافہ کر دیا۔ تاکہ وہ اس کی علامت بن جائے۔ جب اس کے موقعہ کی تشہیر ہو گئی تو لفظوں سے اس کے ساقط کر دینے میں کوئی حرج نہ ہو کیونکہ ہر ایک اس کو جانتا ہے اور اس کی حذف، اور بقاء کی

دونوں حالتیں برابر ہیں۔ باوجودیکہ اس کا ذکر پہلے ہوا اور معمولی فاصلہ اس کے دوسری مرتبہ تذکرے کا ضرورت مند نہیں ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ لام بہرصورت تاکید کے معنی کو مفید ہے پس مطعومات والی آیات میں اس کو داخل کیا گیا مشروب والی آیات میں نہیں اس لئے کہ مطعوم کا معاملہ مشروب سے مقدم ہے اور اس کے نہ پائے جانے سے وعید زیادہ سخت و مشکل ہے اس لحاظ سے بھی کہ مشروب کی ضرورت مطعوم کے تابع کی حیثیت سے ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے مطعوم والی آیت کو مشروبات والی آیت پر مقدم فرمایا گیا۔

۷۱ : اَفَرَءَیْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ تُوْرُوْنَ (پھر یہ بتلاؤ جس آگ کو تم سلگاتے ہو) تورون سلگاتے اور چقماق سے اس کو حاصل کرتے ہو۔ اہل عرب دو لکڑیوں کو رگڑ کر آگ حاصل کرتے ہیں ایک کو دوسرے پر رگڑتے ہیں اوپر والی لکڑی کو الزند اور نیچے والی کو الزندۃ کہتے ہیں اور دونوں کو نر مادہ سے مشابہت دیتے ہیں۔

۷۲ : ءَ اَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ (کیا تم نے اس کے درخت کو پیدا کیا) وہ درخت جس سے یہ زناد ہے۔ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ (یا ہم ہی اس کو پیدا کرنے والے ہیں) ابتداءً اس کو بنانے والے ہیں۔

۷۳ : نَحْنُ جَعَلْنٰهَا (ہم نے ہی اس کو بنایا ہے) یعنی آگ کو تَذْكِرَةً (یاددہانی) جہنم کی یاددہانی۔ اس طرح کہ اسبابِ معاش اس سے متعلق کردیئے۔ اور عام ضرورت کی وجہ سے اس کو عام کردیا تاکہ لوگوں کے سامنے رہے اور ہر وقت اس کو دیکھتے رہیں۔ اور اس آگ کو یاد کریں جس سے ان کو ڈرایا گیا۔ وَّ مَتَاعًا (اور نفع بخش شئ) لِّلْمُقْوِیْنَ (مسافروں کیلئے) جو کہ جنگل میں اترنے والے ہوں۔ القواء: سنسان جنگل۔ یا نمبر۲۔ ان کے لئے جن کے پیٹ طعام سے خالی ہیں۔ نمبر۳۔ یا ان کے توشہ دان طعام سے خالی ہیں عرب کہتے ہیں۔ اقوت الدار۔ جبکہ وہ رہائشی لوگوں سے خالی ہوجائے۔

عجیب ترتیب: انسان کی پیدائش کا ذکر کیا تو فرمایا افرأیتم ماتمنون کیونکہ یہ نعمت تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔ نمبر۲۔ پھر جس سے بدن انسانی کا قوام ہے اس کو ذکر فرمایا اور وہ اناج ہے چنانچہ فرمایا: افرأیتم ماتحرثون۔ نمبر۳۔ پھر جس سے اناج کو گوندھا اور اس کے بعد پیا جاتا ہے۔ وہ پانی ہے۔ افرأیتم الماء۔ نمبر۴۔ پھر جس سے روٹی پک کر تیار ہوتی ہے۔ وہ آگ ہے۔ پس کھانا ان تین چیزوں کے مجموعہ سے بنتا ہے۔ اور جو انسانی زندگی تک اس سے بے نیاز نہیں۔ (سبحان ما اعظم شانہ)

۷۴ : فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ (پس آپ اپنے عظیم الشان رب کے نام کی تسبیح کیجئے) پس اپنے رب کی تنزیہ بیان کریں جو اس کی ذات کے لائق نہیں۔ اے مخاطب متدل، نمبر۲۔ اسم سے ذکر مراد ہے۔ مطلب یہ ہے پس تسبیح کریں اپنے رب عظیم کے ذکر کے ساتھ۔

نحو: العظیم یہ مضاف کی صفت ہے یا مضاف الیہ کی۔

ایک قول :

سبحان ربی العظیم کہو۔روایت مرفوعہ میں وارد ہے کہ جب یہ آیت اتری تو آپ نے فرمایا اس کو اپنے رکوع میں پڑھا کرو۔[رواہ احمد۴/۱۵۵،ابوداؤد۸۶۹،ابن ماجہ۸۸۷،الدارمی،۱/۲۹۹]

۷۵ : فَلَآ اُقْسِمُ (پس میں قسم کھاتا ہوں) یہ فاء قسم ہے اور لا تاکید کیلئے زائدہ ہے جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔ لئلا یعلم اھل الکتاب[الحدید:۲۹]

ایک قراءت : میں فَلَا اُقسم پڑھا گیا اس کا معنی فَلأنا اقسم ہے۔ یہ لام ابتدائیہ جس کو جملہ اسمیہ پر داخل کیا گیا۔ وہ جملہ انا اقسم ہے۔ پھر مبتدأ کو حذف کر دیا گیا۔

ایک تنبیہ:

یہ لام قسم نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ نون تاکید اس کے ساتھ ملی ہوئی ہو۔ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ (ستاروں کے چھپنے کی) ان کے غروب اور گرنے کے مقامات۔

قراءت: حمزہ، علی نے بموقع پڑھا ہے۔

وجوہ قسم: شاید کہ رات کے آخری حصہ میں جب ستارے مغرب کی طرف اترتے ہوں۔ کچھ قدرت کے مخصوص افعال ہوں۔ (اس لئے قسم اٹھائی) نمبر۲۔ ملائکہ کی مخصوص عبادات ہوں۔ (اور ان کے یہ اوقات ہوں) نمبر۳۔ اہل تہجد کے قیام اور آسمانوں سے ان پر رحمت و رضوان کے اترنے کا وقت ہے اسی لئے ان اوقات کو عظیم قرار دے کر قسم اٹھائی۔

۷۶ : وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ (اور اگر تم غور کرو تو یہ ایک بڑی قسم ہے) یہ جملہ معترضہ درمعترضہ ہے کیونکہ اس کے ذریعے قسم و مقسم بہ کے درمیان فاصلہ کیا گیا ہے۔ وہ مقسم بہ انه لقرآن کریم ہے۔

۷۷ : اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ (بلاشبہ یہ ایک معزز قرآن ہے) کریم، عمدہ، پسندیدہ، نمبر۲۔ بے شمار منافع والا۔ نمبر۳۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں شان والا۔ اور لو تعلمون کے ذریعہ قسم اور عظیم جو صفت موصوف ہیں ان کے درمیان فاصلہ کر دیا۔

۷۸ : فِيْ كِتٰبٍ (جو ایک محفوظ کتاب میں درج ہے) کتاب سے لوح محفوظ مراد ہے۔ مَّكْنُوْنٍ (باطل کی آمد و شر سے محفوظ ہے) نمبر۲۔ غیر مقربین سے اس کو محفوظ کر دیا گیا ہے مقربین کے علاوہ کوئی اس کی اطلاع نہیں پا سکتا۔

۷۹ : لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (اس کو سوائے پاک ہستیوں کے اور کوئی نہیں چھوتا) المطھرون وہ تمام گندگیوں سے پاک ہیں۔ گناہوں کی میل کچیل وغیرہ سے یہ اس وقت معنی ہے جبکہ تم اس کو کتاب مکنون کی صفت قرار دو۔ جو کہ لوح محفوظ ہے نمبر۲۔ اور اگر اس کو قرآن مجید کی صفت قرار دو۔ تو اس وقت معنی یہ ہوگا اس کو لوگوں میں سے وہ چھو سکتا ہے جو طہارت کی حالت میں ہو اور مس سے مراد اس کے لکھے ہوئے کا چھونا ہے۔

۸۰ : تَنْزِيْلٌ (اتاراہوا ہے) یہ قرآن مجید کی چوتھی صفت ہے۔یعنی اتاراہوا ہے۔مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (رب العالمین کی طرف سے) نمبر۲۔مصدر سے قرآن کی صفت بیان کی گئی کیونکہ قرآن مجید تمام کتابوں میں تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا گیا گویا کہ وہ ذات کے اعتبار سے اتاراہوا ہے۔اسی لئے اس کو ناموں کے قائم مقام لایا گیا۔ایک قول یہ ہے کہ تنزیل میں اسی طرح آیا اور تنزیل نے اسی طرح بتلایا۔نمبر۲۔ھو مبتدأ محذوف کی خبر ہے أی ھو تنزیل ۔

۸۱ : اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ (کیا تم اس کلام کو) الحدیث سے قرآن مجید مراد ہے۔اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ (سرسری بات سمجھتے ہو) سستی برتنے والے ہو۔جیسا کہ کوئی کسی بات میں مداہنت کرے،نرم پہلو اختیار کرے اور سستی کرتے ہوئے اس میں پختگی ظاہر نہ کرے۔

۸۲ : وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ (کہ اس کی تکذیب کو تم نے اپنا رزق بنالیا ہے) یعنی تم نے اپنے رزق کے شکر کو تکذیب بنالیا ہے یعنی شکر کی بجائے تم تکذیب اختیار کرنے والے ہو۔

قراءتِ علیؓ میں ہے اور بقول صاحب کشاف یہ قراءتِ رسول اللہ ﷺ بھی ہے۔وتجعلون شکر کم انکم تکذبون (تم نے اپنے شکریہ کو اس طرح بنالیا کہ تم تکذیب کرتے ہو) تم نے نعمت قرآن پر شکریہ کو اس طرح بنالیا کہ تم قرآن کی تکذیب کرتے ہو۔ایک قول یہ ہے یہ ستاروں کے بارے میں نازل ہوئی جن سے عرب میں بارش حاصل کرنے کا رواج تھا۔اور اسی طرح رزق بھی۔اب معنی یہ ہے تم نے بنالیا اس چیز پر شکریہ کو جو اللہ تعالیٰ تم کو بارش کی صورت میں دیتے ہیں کہ اس بارش کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے کا انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے۔

فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ

سو جس وقت روح حلق تک آ پہنچتی ہے اور تم اس وقت تکتے رہتے ہو اور ہم تم سے بھی زیادہ اس کے نزدیک ہوتے ہیں

وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۸۷﴾

لیکن تم سمجھتے نہیں ہو سو اگر تمہارا حساب و کتاب ہونے والا نہیں تو تم اس روح کو کیوں نہیں لوٹا لیتے اگر تم سچے ہو

فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۸۸﴾ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ

پھر جو شخص مقربین میں سے ہو گا اس کے لئے راحت ہے اور غذائیں ہیں اور آرام کی جنت ہے اور جو شخص داہنے

مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۰﴾ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۱﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ

والوں میں سے ہو گا تو اس سے کہا جائے گا کہ تیرے لئے سلامتی ہے تو داہنے ہاتھ والوں میں سے ہے اور جو شخص جھٹلانے والوں گمراہوں

الضَّآلِّيْنَ ﴿۹۲﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۹۳﴾ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ﴿۹۴﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۹۵﴾

میں سے ہو گا سو کھولتے ہوئے پانی سے اس کی ضیافت ہو گی اور وہ دوزخ میں داخل ہو گا بے شک یہ تحقیق یقینی بات ہے۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۹۶﴾

سو اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے۔

۸۳ : فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ (پس جس وقت روح حلق تک آ پہنچتی ہے) جب روح موت کے وقت حلقوم تک پہنچ جاتی ہے۔ حلقوم کھانے، پینے کی گزرگاہ۔

۸۴ : وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ (اور تم اس وقت دیکھا کرتے ہو) یہ خطاب ہر اس شخص کو ہے جو میت کے پاس اسوقت موجود ہو۔

۸۵ : وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ (ہم اس وقت اس مرنے والے آدمی سے تمہاری نسبت زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم سمجھتے نہیں)۔ اليہ کی ہٖ ضمیر سے مراد قریب المرگ شخص۔ لا تبصرونَ نہ سمجھتے ہو اور نہ جانتے ہو۔

۸۶ : فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ (تو فی الواقع) اگر تمہارا حساب و کتاب ہونے والا نہیں ہے) مدینین مطیع و غلام۔ یہ دان السلطان الرعیة سے لیا گیا جبکہ وہ ان کے معاملات کو چلائے مطیع بنائے۔

تم ہر چیز کے انکار پر اترتے ہو

۸۷ : تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (تو پھر اس روح کو بدن کی طرف نہیں لوٹاتے ہو۔ اگر تم سچے ہو) ترجعون روح کو لوٹاؤ جسم میں حلق تک پہنچ جانے کے بعد اگر بقول تمہارے تم مغلوب وغلام نہیں ہو۔ لو لا ان دونوں آیات میں لولا تخضیص کیلئے ہے اور ایک فعل کا طالب ہے اور ترجعونها اس کو دو مرتبہ لانے کی بجائے ایک بار پر اکتفاء کرلیا۔ پس آیت کی ترتیب معنوی اس طرح ہوگی۔ فلولا ترجعونها اذا بلغت الحلقوم ان کنتم غیر مدینین۔ دوسرا لولا تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔ ونحن اقرب الیه منکم اور ہم تمہاری نسبت اس کے قریب تر ہیں۔ اے میت کے گھر والو! ہم اپنی قدرت وعلم سے قریب ہیں یا ملائکۃ الموت کے ذریعہ قریب ہیں۔ مطلب یہ ہے اے لوگو! تم تو ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی آیات قدرت کا انکار کرنے پر اترے ہوئے ہو۔ اگر وہ معجز کتاب اتارتا ہے تو اس کو سحر وافتراء کہہ کر مسترد کردیتے ہو اور اگر وہ اپنا رسول بھیجتا ہے جو صادق الامین ہے تو تم اس کو ساحر، کذاب کہہ کر مسترد کردیتے ہو۔ اگر وہ تمہاری آبادی کیلئے بارش نازل کرتا ہے تو اس کی نسبت تم ستاروں کی طرف کرتے ہو۔ (یہ ان کے مذہب کے مطابق ہے جو اہمال وتعطیل تک پہنچنے والے ہیں) پھر تمہیں کیا ہوا کہ روح کے حلق تک پہنچنے کے بعد تم دوبارہ اس کو بدن کی طرف واپس نہیں کرتے۔ اگر کوئی وہاں قبضہ قدرت والا نہیں اور تم تعطیل کے قول میں سچے ہو اور ہمیشہ زندہ رہنے والی ذات اور ممیت ومبدئ اور المعید کے قائل نہیں ہو۔

۸۸ : فَاَمَّآ اِنْ كَانَ (پھر جو شخص ہوگا) متوفی مرنے والا مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ (مقرب لوگوں میں سے) ان تینوں اقسام میں سے ہوا جو سبقت کرنے والے ہیں اور جن کا ذکر ابتدائے سورت میں ہوا۔

۸۹ : فَرَوْحٌ (تو اس کے لئے راحت ہے) وَّ رَيْحَانٌ (اور رزق) غذائیں ہیں وَّ جَنَّتُ نَعِيْمٍ (اور آرام کی جنت ہے)

۹۰ : وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ (اور جو شخص دائیں طرف والوں میں سے ہوگا)

۹۱ : فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ (تو اس کو کہا جائے گا) تیرے لئے امن وامان ہے کہ تو دائیں طرف والوں میں سے ہے) پس تیرے لئے اے صاحب الیمین۔ دوسرے اصحاب یمین کی طرف سے سلام ہو۔ یعنی وہ تمہیں سلام کہتے ہیں۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا: الاَّ قیلا سلامًا سلامًا [الواقعه : ۲۶]

۹۲ : وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ (اور جو شخص تکذیب کرنے والے گمراہوں میں سے ہوگا) یہ تیسری قسم ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اسی سورت میں فرمادیا۔ ثم انکم ایها الضالون المکذبون [الواقعه]

۹۳ : فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ (تو کھولتے ہوئے پانی سے اس کی دعوت ہوگی)

۹۴ : وَّ تَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ (اور دوزخ میں اس کا داخلہ ہوگا) تصلیۃ: داخلہ۔

اہم مسئلہ:

ان آیات میں اشارہ فرمایا کہ تمام کفر ایک ملت ہے اور گناہ گار لوگ یہ اصحاب یمین میں سے ہیں کیونکہ وہ تکذیب کرنے والے نہیں ہیں۔

۹۵ : اِنَّ هٰذَا (بیشک یہ جو کچھ اس سورت میں مذکور ہوا) لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ (تحقیق یقینی بات ہے) یعنی ایسا حق ہے جو قطعی طور پر ثابت ہونے والا ہے۔

۹۶ : فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ (پس آپ اپنے عظیم الشان رب کی تسبیح کیجئے)

فضائل:

روایت میں ہے کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ جبکہ وہ مرض وفات میں تھے۔ تو انہیں پوچھا کیا تکلیف ہے؟ انہوں نے کہا میرے گناہ ہیں۔ نمبر۲۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟ ہم اس کو عطاء کرنے کا حکم کر دیتے ہیں؟ عبداللہ نے جواب دیا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ نمبر۳۔ اپنی بیٹیوں کو دے دینا۔ عبداللہ کہنے لگے ان کو بھی اس کی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ میں نے ان کو سورۂ واقعہ پڑھنے کا کہہ رکھا ہے۔ اس لئے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ جس نے سورۂ واقعہ ہر رات پڑھ لی۔ اس کو کبھی فاقہ نہ آئے گا۔ (مسند ابو یعلی ورواہ ابن الضریس فی فضائل القرآن [۲۲۶] البیھقی بسند ضعیفٍ فی شعب الایمان۔

عجیب نکتہ:

ان تین سورتوں، القمر، الرحمان، الواقعہ میں لفظ اللہ وارد نہیں ہوا۔ بلکہ صفاتی اسمائے مبارکہ آئے ہیں۔

الحمدللہ اذانِ عصر کے وقت جمعرات ۱۲ ربیع الاوّل ۱۴۲۴ھ ترجمہ سورۃ الواقعہ مکمل ہوا۔

سُوْرَۃُ الْحَدِیْدِ مَدَنِیَّۃٌ وَّھِیَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰیَۃً وَّاَرْبَعُ رُکُوْعَاتٍ

سورۃ الحدید مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں انتیس آیات اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ① لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ

اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں وہ سب جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں' اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے' اسی کے لئے سلطنت ہے آسمانوں کی اور زمین کی'

یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ② هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ

وہی حیات دیتا ہے اور موت دیتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے' وہی اول ہے وہی آخر ہے اور وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے

وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ③ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ

اور وہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے' اس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا

ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ

پھر عرش پر مستوی ہوا' وہ جانتا ہے اس چیز کو جو زمین کے اندر داخل ہوتی ہے اور جو اس میں سے نکلتی ہے اور جو آسمانوں سے

مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا ؕ وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ④

اترتی ہے اور جو اس میں چڑھتی ہے' اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں بھی ہو اور وہ تمہارے سب اعمال کو دیکھتا ہے'

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور وہی زبردست اور حکمت والا ہے)

کلمہ کی جہالت اربعہ:

۱ : سَبَّحَ لِلّٰهِ اس سورت اور سورۂ حشر وصف میں سبح للہ سے شروع کیا جو لفظ ماضی ہے اور بعض سورتوں مثلاً جمعہ، تغابن میں مضارع کے لفظ اور سورۂ بنی اسرائیل میں لفظ مصدر سے اور سورۂ اعلیٰ میں لفظ امر سے ذکر فرمایا گیا۔ اس کلمہ کی چار جہات ہوئیں۔ نمبر۱۔ مصدر نمبر۲۔ ماضی۔ نمبر۳۔ مضارع۔ نمبر۴۔ امر۔ سبح فعل کبھی لام کے ساتھ متعدی ہوتا ہے اور بعض اوقات متعدی بنفسہ ہوتا ہے جیسا اس قول وتسبحوہ اور اس کی اصل متعدی بنفسہ ہے کیونکہ سَبَّحْتُهٗ کا معنی میں نے اس کو برائی سے دور کیا۔ یہ سَبَحَ

سے منقول ہوکر آیا ہے جس کا معنی جانا اور دور ہونا ہے۔ پس اس میں لام یا تو نصحته و نصحت له کی طرح ہے یا پھر سبح لله سے مراد اللہ تعالیٰ کیلئے اس نے تسبیح کی اور خالص اس کی ذات کیلئے کی۔ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (وہ سب جو آسمانوں اور زمین میں ہے) ما سے ہر وہ مخلوق مراد ہے جس سے تسبیح کا صدور ہوسکتا ہو۔ تسبیح اس سے درست ہو۔ وَهُوَ الْعَزِيْزُ (اور وہ زبردست ہے) اس مکلّف سے انتقام لینے والا ہے) جس نے عناداً اس کی تسبیح نہیں کی۔ الْحَكِيْمُ (اس کو بدلہ دینے میں حکمت والا ہے) جس نے مطیع بنکر اس کی اطاعت کی۔

۲ : لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آسمانوں اور زمین کی سلطنت اسی کی ہے) نہ کہ کسی اور کی يُحْيٖ (وہ زندہ کرتا ہے)

نحو : يحيٰ مقام رفع میں واقع ہے ای هو يحيي الموتیٰ وہ مردوں کو زندہ کریگا۔ وَيُمِيْتُ (اور وہ موت دیتا ہے) زندوں کو نمبر۲۔ یہ موضع نصب میں واقع ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے : له ملك السمٰوٰت والارض محييًا و مميتًا اس کیلئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اس حالت میں کہ وہ زندگی اور موت دینے والا ہے۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اور وہ ہر چیز پر قادر ہے)

۳ : هُوَ الْاَوَّلُ (وہی پہلے ہے) وہ قدیم ذات ہے جو ہر شئی سے پہلے تھی۔ وَالْاٰخِرُ (اور وہی پیچھے) جو کہ ہر شئی کے ہلاک ہونے کے بعد باقی رہنے والی ہے۔ وَ الظَّاهِرُ (وہی ظاہر ہے) ان دلائل سے جو اس کی ذات پر دلالت کرنے والی ہیں۔ وَالْبَاطِنُ (وہی باطن ہے) کیونکہ وہ مدرک بالحواس نہیں اگرچہ وہ مرئی ہے۔

واؤ کا فائدہ:

پہلی واؤ کا معنی یہ ہے کہ وہ اولیت و آخریت ہر دو صفات کے جامع ہیں اور تیسری واؤ اس لئے کہ وہ ظہور و خفاء کو جامع ہے رہی درمیانی واؤ وہ ظاہر کرتی ہے کہ اس کی ذات پہلی دونوں صفات اور پچھلی دونوں صفات کی جامع ہے۔ اس کا وجود ماضی و مستقبل تمام اوقات میں دائمی ہے۔ وہ تمام اوقات میں ظاہر و باطن ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ الظاہر کا معنی ہر چیز پر بلند اور اس پر غالب۔ یہ ظهر عليه سے ماخوذ ہے جبکہ وہ اس چیز پر بلند و غالب ہو جائے اور الباطن جو ہر چیز کے اندرون کو جانتا ہے۔ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے)

۴ : هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ (وہی تو ہے جس نے آسمان کو زمین کو چھ روز کی مقدار میں پیدا کیا) قولِ حسنؒ ہے کہ ایام دنیا کی مقدار اگر وہ پلک جھپک میں بنانا چاہیں تو وہ بنا سکتے ہیں۔ لیکن چھ دن کو ایک بنیاد بنانا تھا تا کہ اس پر مدار زمانہ ہو۔ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ (پھر وہ تخت پر قائم ہوا۔ وہ جانتا ہے جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے) جو زمین میں بیج، پانی کے قطرات، خزانے، مردے وغیرہ داخل ہوتے ہیں۔ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا (اور جو چیز زمین سے برآمد ہوتی ہے) نباتات وغیرہ وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ (اور جو آسمان سے اترتی ہے) یعنی ملائکہ اور بارشیں۔ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا (اور جو چیز اس میں چڑھتی ہے) یعنی اعمال اور دعائیں وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ (اور وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے تم جہاں کہیں ہو) اپنے علم و قدرت عامہ اور اپنے فضل و رحمت خاصہ کے ساتھ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (اور وہ تمہارے سب اعمال کو دیکھتا ہے)

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۵ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى

اسی کی سلطنت ہے آسمانوں کی اور زمین کی' اور اللہ ہی کی طرف سب امور لوٹ جائیں گے' وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو

النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ ؕ وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۶ اٰمِنُوْا

رات میں داخل کرتا ہے' اور وہ سینوں کی باتوں کو جانتا ہے۔ تم لوگ

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ

اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ' اور جس مال میں تم کو اس نے دوسروں کا قائم مقام بنایا ہے اس میں سے خرچ کرو' سو جو لوگ تم میں سے ایمان لے آئیں

وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝۷ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا

اور خرچ کریں ان کو بڑا ثواب ہوگا' اور تمہارے لئے اس کا کیا سبب ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ رسول تم کو اسکی طرف بلا رہے ہیں کہ تم اپنے

بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۸ هُوَ الَّذِىْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ

رب پر ایمان لاؤ اور اللہ نے تم سے عہد لیا تھا' اگر تم کو ایمان لانا ہو' وہ ایسا ہے کہ اپنے بندہ پر صاف صاف

اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۹

آیتیں بھیجتا ہے تاکہ وہ تم کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف لائے اور بیشک اللہ تعالیٰ تم پر بڑا شفیق ہے مہربان ہے'

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا يَسْتَوِىْ

اور تمہارے لئے اس کا کیا سبب ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ سب آسمانوں کی اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لئے ہے جو لوگ فتح مکہ سے

مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا

پہلے خرچ کر چکے اور لڑ چکے وہ برابر نہیں ہیں وہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد میں

ع ۱ ۱۷

مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۱۰

خرچ کیا' اور قتال کیا اور اللہ تعالیٰ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے' اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے'

مَنْ ذَا الَّذِىْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝۱۱

کوئی شخص ہے جو اللہ کو قرض حسن دے پھر اللہ اس کو اس کے لئے بڑھائے اور اس کے لئے اجر پسندیدہ ہے۔

۵ : لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (آسمان وزمین کی سلطنت اسی کی ہے اور اللہ ہی کی طرف سب امور لوٹ جائیں گے)

۶ : يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے۔ اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے وہی دلوں کی پوشیدہ باتوں کو بخوبی جانتے ہیں) یولج کا معنی رات کو دن میں داخل کرتا ہے کہ رات میں سے کچھ حصہ کم ہو جائے اور دن میں رات کو داخل کر کے اس کو طویل کر دیتا ہے۔

۷ : اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا (تم لوگ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور خرچ کرو اس مال سے) یہ انفاق زکوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کا احتمال رکھتا ہے۔

قائم مقام بنایا:

مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ (جس مال میں اللہ تعالیٰ نے تم کو قائم مقام بنایا) یعنی تمہارے ہاتھوں میں جو اموال ہیں۔ یہ تمام اللہ تعالیٰ کے اموال ہیں۔ اسی نے یہ بنائے اور پیدا کیے ہیں۔ تم کو نفع اٹھانے کیلئے مالک بنایا ہے اور ان کے تصرفات میں تم کو اس نے اپنا نائب بنایا ہے۔ حقیقت میں یہ تمہارے اموال ہیں ہی نہیں۔ اور تم ان میں صرف وکیل اور نائب ہو اس لئے ان اموال میں سے حقوق اللہ میں صرف کرو اور اس میں سے خرچ تمہیں اسی قدر آسان ہونا چاہئے جتنا آدمی پر غیر کا مال خرچ کرنا آسان ہوتا ہے جبکہ وہ غیر اس کو خرچ کی اجازت دے دے۔ نمبر۲۔ جعلکم مستخلفین اس نے تمہیں ان کا خلیفہ اور نائب بنا دیا جو تم میں سے پہلے گزرے۔ تم ان کے وارث بن گئے اسی طرح یہ مال تم سے بھی منتقل ہو کر بعد والوں کو پہنچ جائے گا پس ان کے حالات سے عبرت حاصل کر کے اس میں بخل نہ کرو۔ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (پس وہ لوگ جو ایمان لائیں) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ پر مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ (تم میں سے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں ان کو بڑا ثواب ہوگا)

تم کیوں ایمان نہیں لاتے:

۸ : وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (اور تمہارے لئے کیا سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے) یہ مالکم میں جو معنی فعل ہے اس سے حال ہے جیسا تم کہو: مالك قائما؟ معنی یہ تم کھڑے کیا کرتے ہو؟ مطلب یہ ہوا تم کیوں کر اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہو حالانکہ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ (رسول اللہ (ﷺ) تم کو بلا رہے ہیں) واؤ حالیہ ہے۔ یہ دونوں حال متداخل ہیں۔ مطلب یہ ہے ایمان کو چھوڑنے میں تمہارے پاس کیا عذر ہے جبکہ رسول ﷺ تم کو بلا رہے ہیں۔ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ (کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ اور خود اللہ تعالیٰ نے تم سے پکا عہد لیا تھا) اور اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تم سے پکا وعدہ لیا اپنے اس قول سے الست بربکم [الاعراف: ۱۷۲] نمبر۴۔ یا اس سبب سے کہ اس نے تمہیں عقول عنایت فرمائیں اور دلائل پر غور وفکر کی قوت عنایت فرمائی۔ پس جب تمہارے پاس عقلوں کی راہنمائی اور رسول ﷺ کی تنبیہ آ چکی تو تم کیوں ایمان قبول نہیں کرتے ہو۔ اِنْ كُنْتُمْ

مُّؤْمِنِیْنَ (اگرتم کوایمان لانا ہو) کسی موجب کے سبب سے تو یہ موجب موجود ہے اس سے بڑھ کر اور کوئی موجب ایمان نہیں ہوسکتا۔

قراءت: ابوعمرو نے اُخِذَ میثاقکم پڑھا ہے۔

۹ : هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِهٖ (وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ وہ اپنے بندے پر کھلی ہوئی آیتیں اتارتا ہے) عبدہٖ سے محمد ﷺ مراد ہیں۔ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ یعنی قرآن مجید) لِّیُخْرِجَكُمْ (تاکہ وہ تم کو نکالے) اللہ تعالیٰ یا محمد ﷺ اپنی دعوت کے ذریعہ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (تاریکیوں سے روشنی کی طرف) یعنی ظلماتِ کفر سے نورِ ایمان کی جانب وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر بڑا شفیق اور مہربان ہے) انتہائی رأفت اور رحمت والے ہیں۔

قراءت: لرءُوف کو مدوہمزہ کے ساتھ حجازی، شامی اور حفص نے پڑھا ہے۔

۱۰ : وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا (اور تمہارے لئے اس کا کیا سبب ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے) الا سے قبل فی محذوف ہے کہ اس بارے میں ای فی الا تنفقوا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (حالانکہ سب آسمان اور زمین اخیر میں اللہ تعالیٰ ہی کا رہ جائے گا) وہ ان میں ہر چیز کا اخیر میں مالک ہے کسی کے پاس کوئی مال وغیرہ بھی باقی نہ رہے گا۔

انفاق کی ترغیب کا بلیغ پیرایہ:

مطلب یہ ہے کہ انفاق فی سبیل اللہ کے چھوڑنے کی تمہیں کیا غرض ہے اور اسی طرح اس کے رسول کے ساتھ ترکِ جہاد کی کیا غرض ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کرنے والے پھر تمہارے اموال کے وہی وارث ہونگے یہ انفاق فی سبیل اللہ پر ابھارنے کا بلیغ ترین انداز ہے۔ پھر دونوں خرچ کرنے والوں میں فرق بیان فرمایا، فرمایا لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ (جو لوگ فتح مکہ سے پہلے راہِ خدا میں خرچ کر چکے اور لڑ چکے برابر نہیں) یعنی فتح مکہ سے اسلام کو عزت وقوت ملی اور لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہوگئے اور وہ لوگ جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا (دونوں برابر نہیں) من بعد الفتح کو حذف کر دیا کیونکہ من الذین انفقوا من بعد اس پر دلالت کر رہا ہے۔ اُولٰٓئِكَ (وہ لوگ جنہوں نے فتح سے قبل خرچ کیا) وہ السابقون الاولون من المهاجرین والانصار [التوبہ:۱۰۰] ہیں۔ انہی کے بارے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ لو انفق احدكم مثل احد ذهبًا ما بلغ مداحدهم ولا نصیفه [رواہ البخاری :۳۶۷۳ ومسلم :۲۵۴۰] اگر تم میں سے کوئی احد کے برابر سونا خرچ کر ڈالے تو وہ ان میں سے کسی ایک کے مد تو کجا نصف مد تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔

اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (وہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بہت بڑے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور لڑے اور اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ سب سے کیا ہے) كُلًّا سے مراد فریقین میں سے ہر ایک۔ الحسنیٰ عمدہ ثواب اور وہ جنت ہے تفاوت وفرقِ مراتب کے ساتھ ساتھ۔

نحو : كلًّا یہ وعد کا مفعول اول ہے الحسنیٰ مفعول ثانی ہے۔

قراءت: شامی نے کلٌّ پڑھا۔ای کل وعدہ اللّٰہ الحسنٰی۔ ہروعدہ جواللہ تعالیٰ نے فرمایاوہ عمدہ ہے۔

ایک قول :

یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق اتری کیونکہ وہ سب سے پہلے اسلام لائے اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا۔اس آیت میں ابوبکر صدیقؓ کی فضیلت سب سے بڑھنے کی دلیل ہے۔

وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ (اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے) پس وہ تمہارے اعمال کی مقدار کے مطابق بدلہ دیں گے۔

ا : مَنْ ذَاالَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا (کوئی ہے جواللہ تعالیٰ کواچھی طرح قرض کے طور پر دے) حسناً سے مراد بطیب خاطر یقرض سے مراد انفاق فی سبیل اللہ بطور استعارہ اس کوقرض سے تعبیر فرمایا تاکہ جزاء کے لازم ہونے پر دلالت کرے۔فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ (پھراللہ تعالیٰ اس کواس شخص کیلئے بڑھاتا چلا جاتا ہے) یعنی اس کے انفاق پر وہ اپنے فضل سے کئی گنا بڑھا کر بدلہ دیتے ہیں۔وَلَہٗ اَجْرٌ کَرِیْمٌ (اوراس کے لئے اجر پسندیدہ ہے) وہ اجر جوکئی گنا بڑھا کراس کو دیا گیا وہ ذاتی لحاظ سے پسندیدہ شاندار رزق ہے۔

قراءت: مکی نے فیضعّفہٗ پڑھا۔شامی نے فَیُضَعِّفَہٗ عاصم نے فَیُضَاعِفَہٗ اور سہل نے فَیُضَاعِفُہٗ پڑھا ہے۔جبکہ باقی قراء نے فَیُضَاعِفَہٗ پڑھا ہے۔اس میں نصب تو جواب استفہام میں آیا اور رفع ھو مبتدأ محذوف فھو یضاعفہ کی بناء پر۔یا یقرض پر عطف کی وجہ سے۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ

جس دن آپ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی داہنی طرف دوڑتا ہو گا' آج تم کو

الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۚ﴿۱۲﴾ يَوْمَ

بشارت ہے ایسے باغوں کی جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے' یہ بڑی کامیابی ہے' جس روز

يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ

منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار کرلو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں' ان کو جواب دیا جائے گا

ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ

کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر روشنی تلاش کرو' پھر ان کے درمیان ایک دیوار قائم کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا' اس کے اندرونی جانب میں

الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ؕ﴿۱۳﴾ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ

رحمت ہو گی اور بیرونی جانب عذاب ہو گا وہ ان کو پکاریں گے کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ وہ کہیں گے کہ تھے تو سہی لیکن تم نے اپنے کو

فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَ

گمراہی میں پھنسا رکھا تھا اور تم منتظر رہا کرتے تھے' اور تم شک کیا کرتے تھے' اور تم کو تمہاری تمناؤں نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا' یہاں تک کہ اللہ کا حکم آپہنچا

غَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىكُمُ

اور تم کو دھوکہ دینے والے نے اللہ کے ساتھ دھوکہ میں ڈال رکھا تھا' غرض آج نہ تم سے کوئی معاوضہ لیا جاوے گا اور نہ کافروں سے' تم سب کا ٹھکانہ

النَّارُ ؕ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾

دوزخ ہے' وہی تمہاری رفیق ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

۱۲ : يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (جس دن آپ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو دیکھیں گے) نمبرا۔ یوم یہ وله اجر کریم کا ظرف ہے نمبر۲۔ اذکر مضمر کا ظرف ہے اس دن کی عظمت کو ظاہر کرنے کیلئے فعل محذوف ہے۔ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ (اس دن ان کا نور چلے گا یہ نور توحید صبر وطاعات کا ہوگا)

دوطرفوں کا ذکر:

بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ (ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں طرف دوڑتا ہوگا) یہاں سامنے اور دائیں جانب کا ذکر کیا

کیونکہ سعادت مندوں کو صحائف اعمال انہی دو طرفوں سے دیئے جائیں گے۔ جیسا کہ بدبختوں کو ان کے صحائف بائیں طرف اور پیٹھ پیچھے سے دیئے جائیں گے۔ اس دن اللہ تعالیٰ مؤمنوں کیلئے بطور شعار کے ہر دو جانب نور پھیلا دیں گے۔ کیونکہ یہی لوگ ہیں جو اپنی حسنات کے سبب سعادت مند ہوئے اور اپنے روشن صحائف سے کامران بنے۔ جب ان کو جنت کی طرف لے جایا جائیگا۔ تو پل صراط پر دوڑتے ہوئے گزریں گے اور ان کی یہ دوڑ ان کے نور کی تیزی کے حساب سے ہوگی ان کو ملائکہ کہیں گے۔ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ (آج تم کو بشارت ہے ایسے باغوں کی) جنات سے قبل دخول مضاف محذوف ہے ای دخول جنات۔ کیونکہ بشارت احداث وواقعات پر واقع ہوتی ہے۔ اجسام پر نہیں تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جن کے اندر وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے)

منافقین کا پل صراط پر حال:

۱۳ : يَوْمَ يَقُوْلُ بدل ہے۔ یہ یوم ترَی سے بدل ہے۔

الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا (جس روز منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گی۔ کہ ذرا ہمارا انتظار کرو) انظروا، انتظار کے معنی میں ہے کیونکہ ایمان والوں کو کوندنے والی بجلیوں کی طرح جنت کی طرف لے جایا جائے گا۔

قراءت: انظرونا حمزہ نے پڑھا اور اس کو النَّظِرة بمعنی مہلت دینا سے لیا گیا ہے۔ آیت میں چلنے میں رفتار کے کم کرنے کو تاکہ وہ مل سکیں انظار قرار دیا گیا۔

نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ (تاکہ ہم روشنی حاصل کرلیں) ہم اس میں سے پالیں۔ اور وہ اسی طرح ہے کہ وہ ان کے ساتھ آملیں پس اس سے روشنی ہو جائے۔ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا (جواب دیا جائیگا۔ کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر وہاں سے روشنی تلاش کرو) اس میں ان کو دھتکار دیا جائیگا۔ اور شرمسار کرنے کیلئے ان کو فرشتے کہیں گے یا مؤمن کہیں گے ارجعوا تم موقف حساب کی طرف لوٹ جاؤ جہاں سے ہمیں یہ روشنی ملی ہے۔ پس وہاں روشنی تلاش کرو۔ بس اس جگہ سے اس کا شعلہ حاصل ہوگا۔ نمبر۲۔ دنیا کی طرف لوٹ جاؤ۔ اس کا سبب اصلی ایمان حاصل کر کے پھر وہاں سے روشنی کو تلاش کرو۔

فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ (پھر ان دونوں فریقوں کے درمیان ایک دیوار قائم کردی جائیگی) بینھم سے مؤمنین اور منافقین مراد ہیں۔ بِسُوْرٍ (ایک دیوار) جو اہل جنت اور اہل جہنم کے مابین حائل ہوگی ایک قول کہ وہ اعراف ہے۔ لَّهٗ (اس دیوار کیلئے) بَابٌ (دروازہ ہوگا) اہل جنت کیلئے جس میں سے وہ جنت میں داخل ہونگے۔ بَاطِنُهٗ (اس کی اندرونی جانب) دیوار کی اندرون یا دروازے کی اندرون یہ وہ جانب ہوگی جو جنت کے قریب ہوگی۔ فِيْهِ الرَّحْمَةُ (اس میں رحمت ہوگی) نمبرا۔ نور نمبر۲۔ جنت۔ وَظَاهِرُهٗ (اور اس کا بیرون) جو بیرون اہل نار کی جانب ہے۔ مِنْ قِبَلِهِ (اس کی طرف اور اس کے پاس) الْعَذَابُ (عذاب ہے) اندھیرا یا آگ ہے۔

۱۴ : يُنَادُوْنَهُمْ (یہ منافق ان مؤمنوں کو پکاریں گے) اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ (کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے) مراد اس سے ان کی وہ

ظاہری مرافقت ہے جو دنیا میں وہ رکھے ہوئے تھے۔ قَالُوْا (وہ مؤمن کہیں گے)۔ بَلٰی وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ (کہ ہاں تھے تو صحیح لیکن تم نے اپنے کو گمراہی میں پھنسا رکھا تھا) تم نے اپنے کو نفاق کی مشقت میں ڈال کر اپنے نفسوں کو ہلاک کر ڈالا۔ وَتَرَبَّصْتُمْ (اور تم منتظر رہا کرتے تھے) ایمان والوں کے متعلق کہ ان پر کب حوادث پڑتے ہیں۔ وَارْتَبْتُمْ (اور تم نے شک کیا) اور توحید میں تم نے شک کیا۔ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِیُّ (اور تم کو تمہاری تمناؤں نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا) طویل امید اور درازیٔ عمر کی طمع۔ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ (یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آن پہنچا) یعنی موت آ گئی۔ وَ غَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (اور تم کو دھوکہ دینے والے نے دھوکا میں ڈال رکھا تھا) شیطان نے یہ دھوکا دیا کہ اللہ تعالیٰ تو معاف کرنے والے مہربان ہیں وہ تم کو عذاب نہ دیں گے۔ یا یہ کہ بعث وحساب کا وجود نہیں۔

۱۵ : فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ (آج نہ تم سے لیا جائے گا) اے منافقو!

قراءت: شامی نے تو خذ تاء سے پڑھا ہے۔

فِدْيَةٌ (کوئی معاوضہ) جس سے فدیہ دیا جا سکے وَّ لَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَاْوٰىكُمُ النَّارُ هِيَ مَوْلٰكُمْ (اور نہ کافروں سے تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے وہی تمہارا رفیق ہے) ماوٰی : ٹھکانہ، مولیٰ بمعنی وہ تمہارے لئے زیادہ مناسب ہے۔ مولاکم ای محراکم وہ مکان تمہارے مناسب ہے جیسا کہتے ہیں۔ ھو مثنة للکرم ۔ای مکان جبکہ کوئی کہے انه لکریمٌ وہ مکان مہربانی ہے۔ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (اور وہ برا ٹھکانہ ہے) یعنی آگ۔

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا

کیا ایمان والوں کے لئے اس کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لئے اور جو دین حق نازل ہوا ہے اس کے سامنے جھک جائیں اور ان لوگوں کی طرح

كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ

نہ ہو جائیں جنہیں اس سے پہلے کتاب دی گئی پھر ان پر زمانہ دراز گزر گیا سو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے

فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷﴾

فاسق تھے جان لو کہ بے شک اللہ زندہ فرماتا ہے زمین کو اسکی موت کے بعد بیشک ہم نے تمہارے لئے آیات بیان کیں تا کہ تم سمجھو۔

اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۸﴾

بلاشبہ صدقہ کرنیوالے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کو قرض حسن دیا ان کے لئے اس کو بڑھا دیا جائے گا ان کے لئے اجر کریم ہے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۚ وَالشُّهَدَاۗءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ

اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے یہ وہ لوگ ہیں جو بڑی سچائی والے ہیں اور جو شہداء ہیں اپنے رب کے پاس ہیں ان کے لئے

اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۹﴾ ع ۲ ۹ ۱۸

ان کا اجر اور ان کا نور ہوگا اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہ لوگ دوزخ والے ہیں۔

۱۶ : اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ (کیا ایمان والوں کیلئے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی نصیحت اور اس دین حق کے سامنے جھک جائیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے) یان یہ انی الامریانی سے لیا گیا ہے، جبکہ اس کا وقت آجائے۔

ایک قول :

مکہ میں قحط تھا۔ جب ہجرت کی تو رزق و نعمت میسر آ گیا۔ جس بات پر پہلے عمل پیرا تھے اس سے ڈھیلے پڑ گئے۔ تو یہ آیت اتری۔ روایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ: ہمارے اسلام اور ہمارے اس آیت سے عقاب کے درمیان چار سال کا فاصلہ ہے۔ قول ابوبکرؓ: یہ آیت آپ کے سامنے پڑھی گئی جبکہ آپ کے سامنے اہل یمامہ کی ایک جماعت تھی وہ سنکر بہت روئے۔ پس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھ کر فرمایا ہم اسی طرح تھے یہاں تک کہ دل سخت ہو گئے۔

قراءت: نَزَلَ کو نافع و حفص نے تخفیف کے ساتھ پڑھا۔ باقی قراء نے نَزَّلَ پڑھا ہے۔ اور مَا الذی کے معنی میں ہے۔ الذکر

اور مانزل من الحق سے قرآن مجید مراد ہے۔ کیونکہ قرآن ہر دو کا جامع ہے۔ ذکر و نصیحت ہے اور یہ وہ حق ہے جو آسمان سے اترا ہے۔

وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ (اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی)

قراءت: لا یکونوا یا کے ساتھ تخشع پر عطف کرتے ہوئے اور تاء کے ساتھ لاتکونوا پر یہ رویس کی قراءت ہے بصورت التفات اور یہ بھی درست ہے کہ ان کو اہل کتاب کے قسوۂ قلوب میں مشابہت میں ممانعت مقصود ہو اس کے بعد کہ ان کو توبیخ کی گئی۔ اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ بنی اسرائیل کا حال یہ تھا کہ حق ان کے اور ان کی خواہشات کے مابین گھومتا پھرتا تھا۔ جب انہوں نے تورات و انجیل کو سنا تو ان کے دلوں میں خشوع و رقت پیدا ہوئی۔ جب عرصہ دراز ہو گیا تو ظلم و سخت دلی ان پر غالب ہو گئی۔ اس وقت انہوں نے باہمی اختلاف کیا اور تحریف کو ایجاد کیا تا کہ خواہشات پوری ہوں۔ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ (پھر ان پر زمانہ دراز گزر گیا) امد مدت مقررہ یا زمانہ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ (پھر ان کے دل خوب ہی سخت ہو گئے) اس کا سبب اتباع شہوت تھا۔ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ (اور ان میں سے بہت لوگ کافر ہیں۔) فاسق اپنے دین سے نکلنے والے۔ دونوں کتابوں میں جو کچھ تھا اس کا انکار کر دیا۔ مطلب یہ ہوا کہ مؤمنوں کی تعداد ان میں بہت تھوڑی تھی۔

۱۷: اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (یہ بات جان لو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس کے خشک ہو جانے کے بعد زندہ کر دیتا ہے) قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (ہم نے تم سے اس کے نظائر بیان کر دیے تا کہ تم سمجھو) ایک قول یہ ہے دلوں میں ذکر کے اثر کو بطور تمثیل بیان کیا گیا ہے۔ کہ یہ ذکر دلوں کو اسی طرح زندہ کر دیتے ہیں جیسا بادل زمین کو زندہ کر دیتا ہے۔

۱۸: اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ (بلاشبہ صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں۔)

قراءت: مصدقات دال کی صرف تشدید سے مکی اور ابو عمرو نے پڑھا ہے۔ یہ مصدقین اسم فاعل کا صیغہ ہے باب صدق اس سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے اللہ اور رسول کی تصدیق کی یعنی مؤمن۔ باقی قراء نے مُصّدّقین دونوں کی تشدید سے پڑھا ہے۔ اور یہ اسم فاعل تصدق سے ہے۔ پھر تاء کو صاد میں ادغام کر دیا اور اس کو اصل پر بھی پڑھا گیا ہے۔ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (اور وہ خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو قرض دیتے رہے ہیں) اس کا عطف مصدقین میں معنی فعل پر ہے۔ کیونکہ المصدقین کی لام الذین کے معنی میں ہے۔ اور اسم فاعل، فعل کے معنی میں ہے اور وہ فعل اصدّقوا ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ ان الذین اصدقوا و اقرضوا۔ قرض حسن (۱) عمدہ شئی (۲) خوشدلی سے خرچ کرے (۳) اور نیت بھی درست ہو اور (۴) خرچ بھی مستحق پر کی جائے۔

يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ (وہ صدقہ ان کے لئے بڑھا دیا جائے گا اور ان کے لئے پسندیدہ اجر ہو گا)

قراءت: مکی و شامی نے يُضَعَّفُ پڑھا ہے۔ اجر کریم سے مراد جنت ہے۔

۱۹: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ (اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ ایسے ہی)

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِیْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ

تم خوب جان لو کہ دنیوی زندگی محض لہو ولعب اور زینت اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا اور اموال اور اولاد میں ایک کا دوسرے سے اپنے کو زیادہ

وَ الْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَكُوْنُ

بتانا ہے جیسے بارش ہے کہ اس کی پیداوار کاشتکاروں کو اچھی معلوم ہوتی ہے پھر وہ خشک ہو جاتی ہے سوائے مخاطب اس کو تو زرد ہونے کی حالت میں دیکھتا ہے پھر وہ چورا چورا

حُطَامًا ؕ وَ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ۙ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ ؕ وَ مَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ

ہو جاتی ہے اور آخرت میں عذاب شدید ہے اور اللہ کی طرف سے مغفرت اور رضا مندی ہے اور دنیاوی زندگی محض دھوکہ کا

اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۲۰﴾ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ

سامان ہے تم اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف دوڑو اور ایسی جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان اور زمین کی

وَ الْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ

وسعت کے برابر ہے وہ ان لوگوں کے واسطے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں یہ اللہ کا فضل ہے اپنا فضل جس کو چاہے عنایت فرمائے

وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۲۱﴾

اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

الصِّدِّیْقُوْنَ وَ الشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ (لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں) مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے والے اللہ تعالیٰ کے ہاں صدیقین وشہداء کے مرتبہ میں ہیں۔ الصدیقون یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے تصدیق میں سبقت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو گئے۔ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَ نُوْرُهُمْ (ان کے لئے خاص اجر ہے۔ اور پل صراط پر ان کا نور ہوگا) ان کو صدیقین اور شہداء جیسا اجر ملے گا۔ سو ان جیسا نور میسر ہوگا۔

نحو : اور یہ بھی درست ہے کہ الشهداء مبتدا اور لهم اجرهم اس کی خبر ہو۔

وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ (اور جو لوگ کافر ہوئے اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہی لوگ دوزخی ہیں)

۲۰ : اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ (تم خوب جان لو، کہ بیشک دنیا کی زندگی محض لعب) جیسا بچوں کا کھیل ہوتا ہے۔ وَّ لَهْوٌ (اور لہو ہے) جیسے نوجوانوں کا بہلاوا ہوتا ہے۔ وَّ زِیْنَةٌ (اور زینت وسجاوٹ ہے) جیسا عورتوں کی زینت وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ (اور ایک دوسرے پر فخر کرنا ہے) جیسا ہم جولی ایک دوسرے پر بے جا تفاخر کرتے ہیں۔ وَ تَكَاثُرٌ (اور کثرت میں مقابلہ ہے)

جیسا کسان کثرت میں مقابلہ کرتے ہیں۔فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ (مال واولاد میں) ان کے ذریعہ فخر ومباہات ہے التکاثر۔ کثرت کا مدعی بننا۔ کَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْکُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ (جیسے بارش کہ اس کی پیداوار کاشتکاروں کو اچھی لگتی ہے۔پھر وہ خشک) فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا (ہوجاتی ہے کہ تم کو زرد دکھائی دیتی ہے) اس کے بعد کہ وہ سبز تھی۔ثُمَّ یَكُوْنُ حُطَامًا (پھر وہ چورا چورا ہوجاتی ہے) حطام: ریزہ ریزہ۔دنیا کی بے ثباتی اور سرعت زوال اور قلت منفعت کو اس نبات سے تشبیہ دی جس کو بارش اگائے۔ وہ درست اگ کر مضبوط ہوجائے۔اور وہ ان کفار کو جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے منکر ہیں کہ بادل ونبات سے اللہ تعالیٰ نے ان پر کیا انعام کردیا ہے ان کفار کو وہ خوب صورت نظر آتی ہے اللہ تعالیٰ نے اچانک آفت بھیجی جس سے اس نے جوش مارا اور وہ زرد پڑ گئی۔ اور ریزہ ریزہ کردی گئی یہ ان کے انکارِ نعمت کی بناء پر ہوا جیسا کہ باغ والوں کے ساتھ پیش آیا۔ایک قول یہ ہے کفار سے کسان مراد ہے۔

وَ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ (اور آخرت میں سخت عذاب ہے۔) کفار کیلئے وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ (اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور رضامندی ہے) ایمان والوں کیلئے۔مطلب یہ ہے کہ دنیا ایک معمولی شئی ہے۔بس وہ لہو ولعب، زینت وتفاخر وتکاثر کا نام ہے۔اور وہی آخرت وہ عظیم الشان معاملات کا نام ہے۔سخت قسم کا عذاب اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت ورضامندیاں۔

نحو: کمثل غیث اس میں کاف محل رفع میں واقع ہے۔اسطور پر کہ یہ خبر کے بعد دوسری خبر ہے۔ای الحیاة الدنیا مثل غیثٍ۔ وَ مَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (اور دنیا کی زندگی محض سامان فریب ہے) اس شخص کیلئے جو دنیا کی طرف جھک گیا اور اس پر اعتماد کر بیٹھا۔

قول ذوالنونؒ:

اے مریدین کے گروہ! دنیا کو طلب مت کرو۔اور اگر تم اس کو طلب کرو تو اس سے محبت مت کرو۔پس اس سے زادِ راہ حاصل کیا جاتا ہے۔اور قیلولہ کسی دوسری جگہ کیا جاتا ہے۔

۲۱ : لمط :جب دنیا کی تحقیر اور تذلیل ذکر کردی اور آخرت کی عظمت شان بتلادی۔اب اپنے بندوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ میں نے آخرت میں جو وعدہائے حسنہ کیے ہیں ان کو پانے کیلئے مسارعت کریں۔وہ وعدہ مغفرت اور سخت عذاب سے نجات پانا ہے۔اور ہمیشہ کی کامرانی جنت کے داخلہ کی صورت میں پالینا ہے۔فرمایا سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ (اور تم تیزی سے بڑھو اپنے رب کی مغفرت) اعمال صالحہ کے ذریعہ ایک قول سارعوا مسارعة المسابقین۔تم مقابلہ کے میدان میں دوڑ میں مقابلہ کرنے والوں کی طرح جلدی کرو۔

عرضِ جنت:

وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (اوراس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان وزمین کی وسعت کے برابر ہے)۔

قولِ سدی رحمۃ اللہ علیہ:

جس کی چوڑائی ساتوں آسمان اور ساتوں زمینوں کے عرض کے برابر ہے۔آیت میں عرض کوذکر فرمایا۔طول کا ذکرنہیں فرمایا کیونکہ جس چیز کا طول عرض ہواس کا عرض طول سے چھوٹا ہوتا ہے۔جب جنت کے عرض کی وسعت اور پھیلاؤ اتنا بڑا ہے تو اس کا طول تو بہت ہی وسیع ہوگا۔نمبر۲۔عرض سے مطلق پھیلاؤ مراد ہے۔اس سے ان لوگوں کی بات کی تردید ہوتی ہے۔جو جنت کو چوتھے آسمان میں بتلاتے ہیں۔کیونکہ جوایک آسمان میں سمانے والی ہووہ عرض میں ساتوں آسمان اورزمین کے برابر کہاں ہوگی۔

اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ (وہ ان لوگوں کیلئے تیار کی گئی ہے جواللہ تعالیٰ اوراس کے رسولوں پرایمان رکھتے ہیں)۔

مَسْئَلَہ: یہ دلیل ہے کہ جنات بنائی جاچکی ہیں۔ذٰلِكَ (یہ) مغفرت وجنت کا وعدہ۔فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ اپنا فضل جس کو چاہے عنایت کرے) اوروہ مؤمن ہیں جواس کے مستحق ہیں۔

مَسْئَلَہ: اس میں دلیل ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر جنت میں نہ جائے گا۔وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں)۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ

کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے اور نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے قبل اس کے کہ ہم ان کو پیدا کریں،

اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝۲۲ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ

یہ اللہ کے نزدیک آسان ہے تاکہ جو چیز تم سے جاتی رہے تم اس پر رنج نہ کرو اور جو چیز تم کو عطا فرمائی ہے اس پر اتراؤ نہیں،

اٰتٰىكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۝۲۳ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ

اور اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا، جو ایسے ہیں کہ خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی

بِالْبُخْلِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِىُّ الْحَمِيْدُ ۝۲۴ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا

بخل کا حکم دیتے ہیں، اور جو شخص اعراض کرے گا تو اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے سزا وار حمد ہے۔ ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلے کھلے

بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا

احکام دے کر بھیجا، اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب کو اور ترازو کو نازل کیا تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں، اور ہم نے لوہے کو اتارا

الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ

جس میں شدید ہیبت ہے، اور لوگوں کے لئے طرح طرح کے فائدے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ بے دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں

ع ۳ ۱۹ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِىٌّ عَزِيْزٌ ۝۲۵ ع

کی کون مدد کرتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ قوی اور زبردست ہے۔

۲۲ : رَبْط : پھر بیان فرمایا کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قضاء وقدر سے ہوتا ہے۔ فرمایا :

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِى الْاَرْضِ (کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے) مصیبت سے مراد قحط، کھیتوں اور پھلوں پر اترنے والی آفات۔

نَحْو : فی الارض یہ موضع جر میں ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے ماصاب من مصیبة ثابتة فی الارض ۔ وَلَا فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ (اور نہ تمہاری جانوں میں) جیسے امراض، تکالیف اور موتِ اولاد وغیرہ۔

اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ (مگر وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے) کتاب لوح محفوظ میں ہے۔

نَحْو : یہ موضع حال میں ہے ای الا مکتوبًا۔

مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا (اس سے قبل کہ ہم ان کو پیدا کردیں) اس سے پہلے کہ ہم نفوس کو پیدا کریں۔ اِنَّ ذٰلِكَ (بیشک یہ) اس کا اندازہ اور کتاب میں لکھنا وقائم کرنا۔ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ (اللہ تعالیٰ کے نزدیک آسان کام ہے) اگرچہ بندوں کے لئے مشکل ہے۔

۲۳ : لِكَيْلَا : پھر اس کا سبب اور حکمت کو واضح کیا۔ فرمایا لِّكَيْلَا تَاْسَوْا (یہ بات اس لئے کہ تم غمگین نہ ہو) ایسا غم نہ کرو جو تمہیں سرکشی میں مبتلا کردے۔ عَلٰى مَا فَاتَكُمْ (جو چیز تم سے جاتی رہے) جیسے دنیا کی خوشحالی نمبر۲۔ عافیت وصحت۔ وَلَا تَفْرَحُوْا (اور نہ اترانے لگو) جیسے متکبر فخر والے کرتے ہیں۔ بِمَآ اٰتٰىكُمْ (جو چیز تم کو عطا فرمائی) یہ اعطاء کے معنی میں ہے یا الایتاء مصدر سے ہے۔

قراءت: ابوعمرو نے اتاکم پڑھا یعنی جو آئے تمہارے پاس۔

ہر چیز مقدر سے ملے گی:

یہ الاتیان سے ہے مطلب یہ ہے جب تمہیں یہ معلوم ہوگا کہ ہر چیز مقدر اور اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھی ہوئی ہے۔ تو فوت شدہ چیز پر تمہیں افسوس کم ہوگا اور آنے والی چیز پر اترانا بھی کم ہوگا۔ کیونکہ جس کو یہ معلوم ہے جو کچھ اس کے پاس ہے یہ بہر حال مفقود ہوگا تو اس کی گمشدگی پر اس کو زیادہ افسوس نہیں ہوگا کیونکہ اس نے اپنے کو اس کا عادی بنالیا ہے۔ اسی طرح جس کو یہ معلوم ہے کہ بعض بھلائیاں مجھے ملنے ہی والی ہیں اور وہ کسی حال میں مجھ سے رہ نہیں سکتیں تو حاصل ہوجانے پر وہ حد سے زیادہ خوش نہ ہوگا۔ اور ہر آدمی منفعت کے پالینے پر خوش ہوتا ہے اور تکلیف کے اترنے پر غمگین ہوتا ہے۔ لیکن مناسب یہ ہے کہ خوشی شکریہ کی صورت میں ہو۔ اور غم صبر کی شکل میں ہو۔ ایسا حزن جو جزع فزع تک پہنچادے۔ وہ منافیٔ صبر ہونے کی وجہ سے قابلِ مذمت ہے اور وہ خوشی جو سرکشی میں مبتلا کرکے شکر سے غافل کردے وہ بھی مذمت کے قابل ہے۔

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۙ (اللہ تعالیٰ کسی شیخی باز اترانے والے کو پسند نہیں کرتے) لیکن جو شخص دنیا کے کسی حصہ پر خوش ہوا اور اپنے دل میں اس کو بڑا سمجھا تو وہ فخر غرور میں مبتلا ہوکر شیخی بگھارے گا اور لوگوں پر بڑائی ظاہر کرے گا۔

۲۴ : الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ (وہ ایسے ہیں کہ خود بھی بخل کرتے ہیں) یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ نمبر۲۔ کل مختال فخور کا بدل ہے۔ گویا کلام اس طرح ہے لا یحب الذین یبخلون (اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتے جو بخل کرتے ہیں) وہ لوگ جو سرکشی والی خوشی میں مبتلا ہیں وہ یہ چاہتے ہیں جب ان کو مال ملے وہ اور دنیا کا حصہ پائیں تو وہ اس مال کی محبت کی وجہ سے اور ان کے نزدیک اس کی بڑائی کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق سے منہ موڑتے اور اس میں بخل کرتے ہیں۔ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ (اور وہ دوسرے لوگوں کو بخل کرنے کی تعلیم دیتے ہیں) اور دوسروں کو بخل پر آمادہ کرتے ہیں۔ اور مال کے روک رکھنے کی ان کو رغبت دلاتے ہیں۔ وَمَنْ يَّتَوَلَّ (اور جو شخص روگردانی کریگا) انفاق سے منہ موڑے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی سے منہ موڑے گا اور جس بات سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا وہ اس سے نہ باز رہے گا۔ مثلاً فوت شدہ چیز پر شدید افسوس اور ملنے والی چیز پر

اترانا۔فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ (تو اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے) تمام مخلوقات سے پس اس شخص سے بے نیاز کیوں نہ ہوگا۔الْحَمِیْدُ (وہ سزاوار حمد ہیں) اپنے افعال میں۔

قراءت: مدنی اور شامی نے فان اللّٰه الغنی پڑھا ہے۔

رسل سے مراد:

۲۵ : لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا (ہم نے اپنے پیغمبروں کو بھیجا) ہم نے ملائکہ کو اپنے انبیاء علیہم السلام کے پاس بھیجا۔بِالْبَیِّنٰتِ (دلائل ومعجزات کے ساتھ) وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ (اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اتاری) الکتاب سے مراد وحی۔ایک قول الرسل سے انبیاء مراد ہیں۔مگر قول اول اولیٰ ہے اس لئے کہ معھم کا لفظ اس کی تائید کرتا ہے۔انبیاء علیہم السلام پر کتاب نازل ہوتی ہے۔ان کے ساتھ نہیں۔وَالْمِیْزَانَ (اور انصاف کا حکم اتارا) روایت میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام میزان لے کر اترے اور نوح علیہ السلام کے اس کو سپرد کیا اور کہا اپنی قوم کو اس کے ساتھ وزن کا حکم دیں۔لِیَقُوْمَ النَّاسُ (تاکہ لوگ قائم رہیں) تاکہ وہ اپنے مابین برابری سرابری کے ساتھ معاملات کریں۔بِالْقِسْطِ (اعتدال کے ساتھ) اور کوئی دوسرے پر ظلم نہ کرے۔

لوہے کو پیدا کیا:

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ (اور ہم نے لوہے کو پیدا کیا) ایک قول یہ ہے آدم جنت سے ان کو لے کر آئے۔اس وقت ان کے پاس پانچ چیزیں تھیں۔لوہا۔ہتھوڑا،سوئی،ہرن،چلاس۔روایت میں ہے ان کے ساتھ پھاوڑا۔قولِ حسنؒ انزلنا کا معنی خلقنا ہے۔

فوائدِ حدید:

فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ (اس میں شدت ومصیبت ہے) اس سے قتال کیا جاتا ہے۔وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (اور لوگوں کے طرح طرح کے فائدے ہیں)۔مصالح،صنعتوں اور زندگی کے بہت سے مقامات پر استعمال ہوتا ہے۔ہر صنعت کا آلہ لوہے سے تیار ہوتا ہے نمبر۲۔جو بھی کام کیا جاتا ہے وہ لوہے سے وابستہ ہے۔وَلِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ وَ رُسُلَهٗ (تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ اس کی اور اس کے رسولوں کی کون مدد کرتا ہے) تلواروں کو استعمال کر کے اور نیزے کام میں لا کر اور دین کے دشمنوں کے خلاف جہاد میں تمام آلات حدیدہ کام میں لائے جائیں۔قول الزجاجؒ: تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ کون اس کے رسول کے ساتھ ہو کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتا ہے۔بِالْغَیْبِ (بے دیکھے) اس حالت میں کہ یہ ان سے غائب ہو۔اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ (بیشک اللہ تعالیٰ قوت والے ہیں) وہ اپنی قوت سے دور کرتے ہیں اس کی لڑائی جو دین اسلام سے اعراض کرتا ہے۔عَزِیْزٌ (وہ زبردست ہے) وہ اپنے غلبہ سے اس آدمی کے جوش کو روک دیتا ہے جو اس کی نصرت کے راستے میں آڑ بنتا ہے۔

ربط : ان تین آیات کے درمیان مناسبت یہ ہے کہ کتاب شریعت کا قانون اور احکامات وحدود دینیہ کا دستور ہے۔جو عہد و مراشد کے راستوں کو کھول کر بیان کرتا ہے۔اور جامع احکام اور حدود پر مشتمل ہے۔عدل واحسان کا حکم دیتا اور سرکشی اور بغاوت سے منع کرتا ہے۔عدل کا استعمال اور ظلم سے پرہیز ایسے آلہ سے ہونا چاہیے جس سے تعامل واقع ہو اور باہمی عدل وبرابری حاصل

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ

اور ہم نے نوحؑ اور ابراہیمؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ہم نے ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب جاری رکھی، سو ان لوگوں میں

مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى

بعض تو ہدایت یافتہ ہوئے اور بہت سے ان میں نافرمان تھے، پھر ہم ان کے بعد دوسرے رسولوں کو یکے بعد دیگرے بھیجتے رہے، اور ان کے بعد عیسیٰ ابن مریم

ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ؕ

کو بھیجا، اور ہم نے ان کو انجیل دی، اور جن لوگوں نے ان کا اتباع کیا تھا ہم نے انکے دلوں میں شفقت اور ترحم پیدا کیا،

وَرَهْبَانِيَّةَ ۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا

اور انہوں نے رہبانیت کو خود ایجاد کر لیا ہم نے ان پر اس کو واجب نہ کیا تھا، لیکن انہوں نے حق تعالیٰ کی رضا کے واسطے اس کو اختیار کیا تھا، سو انہوں نے اسکی

رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾

پوری رعایت نہ کی، سو ان میں سے جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کو ان کا اجر دیا اور ان میں زیادہ نافرمان ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ

اے ایمان رکھنے والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی رحمت سے دو حصے دے گا

وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۚ ﴿۲۸﴾ لِّئَلَّا يَعْلَمَ

اور تم کو ایسا نور عنایت فرمائے گا کہ تم اس کو لئے ہوئے چلو پھرو گے اور وہ تم کو بخش دے گا، اور اللہ غفور رحیم ہے، تاکہ اہل کتاب کو

اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ

یہ بات معلوم ہو جائے کہ ان لوگوں کو اللہ کے فضل کے کسی جزو پر بھی دسترس نہیں، اور یہ کہ اللہ کے ہاتھ میں فضل ہے

يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾ ع

وہ اسے جس کو چاہے دے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

ع ۴ ۲۰

ہو۔ وہ میزان ہے اور یہ بات جانی پہچانی ہے۔ کہ کتاب جو کہ اوامرِ الٰہیہ کی جامع ہے اور وہ برابر باہمی معاملات کیلئے مقرر شدہ آلہ ہے۔ عام آدمی کو ان کی اتباع پر پختہ تلوار کے ذریعہ رکھا جا سکتا ہے۔ جو کہ منکرین و معاندین کیلئے اللہ تعالیٰ کی حجت ہے۔ اور وہ تلوار حدید ہی تو ہے جس کی صفت باس شدید سے فرمائی گئی ہے۔

۲۶ : وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِيْمَ (اور ہم نے نوح اور ابراہیم علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا) ان دونوں کا خصوصاً تذکرہ اس لئے فرمایا کیونکہ یہ دونوں بہت سے انبیاء علیہم السلام کے جدامجد ہیں۔ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا (اور ہم نے ان کی اولاد میں جاری رکھی) ان کی اولاد میں النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ (نبوت اور کتاب) یعنی وحی۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: الخط بالقلم اس کو کتب کتابا و کتابۃ سے تعبیر کرتے ہیں۔ فَمِنْهُمْ (سو ان لوگوں میں) پس نمبر ا۔ اس اولاد میں سے یا نمبر ۲۔ مرسل الیہم میں سے۔ اور ان دونوں پر ارسال اور مرسلین کا تذکرہ دلالت کر رہا ہے۔ مُّهْتَدٍ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ (پس ان لوگوں میں بعض تو ہدایت یافتہ ہوئے اور بہت سے ان میں نافرمان تھے) یہ ان کے حالات کی تفصیل ہے کہ کچھ ان میں سے اتباع رسل کی وجہ سے ہدایت پا گئے اور بعض ان میں سے اطاعت سے نکل کر فاسق بن گئے اور غلبہ فساق و فجار کا تھا۔

۲۷ : ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ (پھر ان کے بعد بھیجتے رہے، یکے بعد دیگرے) یعنی نوح و ابراہیم علیہم السلام کے بعد۔ اور اسی طرح جو انبیاء علیہم السلام ہو گزرے۔ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً (رسولوں کو اور ان کے بعد عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا اور ہم نے ان کو انجیل دی اور جن لوگوں نے ان کا اتباع کیا ان کے دلوں میں ہم نے شفقت و رحمت پیدا کر دی) رأفۃ مودت و نرمی کو کہتے ہیں رحمت اپنے بھائیوں سے مہربانی جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کے اصحاب کی صفات میں آیا ہے۔ رُحماء بينهم [الفتح :۲۹] وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا (اور انہوں نے رہبانیت کو خود ایجاد کر لیا) رہبانیت پہاڑوں میں الگ تھلگ چلے جانا۔ تاکہ دین محفوظ ہو جائے اور الگ ہو کر اپنے کو عبادت کیلئے وقف کر دیں۔

نحو : یہ الرهبان سے اسم منسوب ہے۔ اور رهبان یہ فعلان کا وزن ہے۔ رهب یرهب ڈرنے والا جیسا خشیان از خشی یخشیٰ رهبانیة یہ فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے۔ ظاہر جس کی تفسیر کر رہا ہے ای ابتدعوا رهبانیة ابتدعوها یعنی اس کو اپنی طرف سے نکالا اور اس کی نذر مان لی۔ مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ (ہم نے اس کو ان پر واجب نہیں کیا تھا) ہم نے ان پر اس کو فرض نہیں کیا۔ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ (لیکن انہوں نے حق تعالیٰ کی رضامندی کیلئے اس کو اختیار کیا تھا) یہ مستثنیٰ منقطع ہے لیکن انہوں نے اس کو ایجاد کیا اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہنے کیلئے۔ لكنهم ابتدعوها ابتغاء رضوان الله۔

نذر کی رعایت نہ کی:

فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا (پس انہوں نے اس رہبانیت کی پوری نگہداشت نہیں کی) جیسا کہ نذر ماننے والے کو اپنی نذر کی رعایت کرنا لازم ہے۔ کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ سے ایسا عہد کیا ہے جس کا توڑنا جائز نہیں۔ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ (ان میں جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کا اجر ان کو عطاء کر دیا) یعنی رأفت و رحمت والے لوگ جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی اتباع کی۔ اور حضرت محمد ﷺ پر ایمان لے آئے۔ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ (اور زیادہ ان میں نافرمان ہیں) فاسق یہاں کافر کے معنی میں ہے۔

۲۸ : يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (اے ایمان والوں) اے عیسیٰ پر ایمان رکھنے والو! اس میں خطاب اہل کتاب کو ہے۔ اتَّقُوا اللّٰهَ

وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ (اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ) رسول سے یہاں محمد ﷺ مراد ہیں۔ یُؤْتِكُمْ (وہ اللہ تعالیٰ تمہیں دے گا) كِفْلَيْنِ (دو حصے) مِنْ رَّحْمَتِهٖ (اپنی رحمت سے) اس لئے کہ تم محمد ﷺ پر ایمان لائے اور ان پیغمبروں پر ایمان لائے جو ان سے پہلے ہوئے۔ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ (اور تم کو عنایت کریگا) قیامت کے دن نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ (ایسا نور کہ اس کو تم لیے ہوئے چلو گے) یہ وہی نور ہے جس کا تذکرہ اس ارشاد میں فرمایا یسعیٰ نورھم [الحدید :۱۲] وَيَغْفِرْ لَكُمْ (اور تم کو بخش دے گا) تمہارے گناہ۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں)

۲۹ : لِئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ (تا کہ اہل کتاب کو یہ بات معلوم ہو جائے)۔ اس سے وہ اہل کتاب مراد ہیں جو اسلام نہ لائے۔

نحو : لئلا یعلم کا لا زائدہ ہے۔

اَلَّا يَقْدِرُوْنَ (کہ ان کو دسترس حاصل نہیں) اَلَّا میں ان مخففہ من المثقلہ ہے اس کی اصل یہ ہے انه لا يقدرون یعنی اَنَّ الشأن لا يقدرون۔ شان یہ ہے کہ وہ قدرت و دسترس نہیں رکھتے۔ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے فضل کے کسی حصہ پر بھی) یعنی ان کو اللہ تعالیٰ کے اس فضل میں سے کچھ بھی نہ ملے گا۔ جس کا ذکر فرمایا گیا کہ دو حصے رحمت اور نور اور مغفرت کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہیں لائے (جو کہ اس فضل کو ملنے کیلئے شرط تھی۔) پس ان کا ماقبل انبیاء علیہم السلام پر ایمان ان کو فائدہ نہ دے گا۔ اور اس سے وہ فضل کو کبھی نہ کما سکیں گے۔ (کیونکہ اس رسول کو نہ مان کر گویا انہوں نے سارے رسولوں کی تکذیب کردی) وَاَنَّ الْفَضْلَ (اور یہ کہ فضل) اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اس کا عطف لا يقدرون پر ہے۔ بِيَدِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے) یعنی اس کی ملک اور تصرف میں ہے۔ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (وہ جس کو چاہے عطاء فرمادے) اپنے بندوں میں سے وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے)

الحمد للہ آج ۱۳ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ بعد نماز ظہر سورۃ الحدید کا تفسیری ترجمہ پایا تکمیل کو پہنچا۔

الجزء ۲۸

سُوْرَةُ الْمُجَادِلَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اِثْنَتَانِ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ مجادلہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں بائیس آیات اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ

بے شک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں جھگڑتی تھی' اور اللہ تعالیٰ سے شکایت کر رہی تھی' اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی

تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ① اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ مَّا هُنَّ

گفتگو سن رہا تھا' بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے' تم میں جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں وہ ان کی مائیں

اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰۗيْ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ

نہیں ہیں' ان کی مائیں تو بس وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے' اور وہ لوگ بلاشبہ ایک نامعقول اور جھوٹ بات کہتے ہیں'

وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ② وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا

اور یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں پھر اپنی کہی ہوئی بات کی تلافی کرنا چاہتے ہیں

فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۭ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

تو ان کے ذمہ ایک غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا ہے قبل اس کے کہ دونوں باہم ایک دوسرے کو چھوئیں اسکی تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب

خَبِيْرٌ ③ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ

اعمال کی پوری خبر ہے' پھر جس کو میسر نہ ہو تو اس کے ذمہ لگاتار دو مہینے کے روزے ہیں قبل اس کے کہ دونوں باہم ایک دوسرے کو چھوئیں' پھر جس سے

يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۭ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ

یہ بھی نہ ہو سکے تو اس کے ذمہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے' یہ حکم اس لئے ہے تاکہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ' اور یہ اللہ کی حدود ہیں

وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ④

اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے شوہر کے معاملہ میں آپ سے جھگڑ رہی تھی۔ اور اپنے رنج اور غم کا اللہ تعالیٰ سے شکوہ کر رہی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے)

خولہ بنت ثعلبہ کا واقعہ:

۱: قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ تجادل بمعنی تحاور: گفتگو کرنا۔ اور اس طرح پڑھا بھی گیا ہے۔ وہ عورت خولہ بنت ثعلبہ تھی جو کہ اوس بن صامت جو عبادہ بن صامت کے بھائی تھے ان کی زوجہ تھیں۔ معاملہ اس طرح پیش آیا کہ اوس نے اس کو نماز پڑھتے دیکھا۔ ان کا جسم حسین تھا۔ جب اس نے سلام پھیرا تو ان کے دل میں قربت کی خواہش ہوئی اس نے انکار کیا۔ یہ غصے میں آئے اور اس سے ظہار کر دیا۔ خولہ رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس طرح گویا ہوئیں کہ اوس نے مجھ سے اس وقت نکاح کیا۔ جبکہ میں جوان تھی۔ اور اس کو میری طرف رغبت تھی۔ جب میری جوانی بیت گئی اور میرا کنبہ بچھڑ گیا اور اس نے میرا پیٹ جھاڑ دیا یعنی بہت سی اولاد ہوگئی تو اس نے مجھے اپنے اوپر ماں کی طرح قرار دے دیا۔ روایت میں ہے اس نے کہا میرے بچے چھوٹے ہیں۔ اگر ان کو اس کے ساتھ ملاؤں تو ضائع ہو جائیں گے اور اگر ان کو اپنے ساتھ ملاؤں تو بھوکے مر جائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے معاملے میں میرے پاس کوئی چیز نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ایسے کہا میرے خیال میں تو اس پر حرام ہوگئی ہے۔ وہ کہنے لگی یا رسول اللہ اس نے طلاق کا تذکرہ بھی نہیں کیا۔ وہ تو میری اولاد کا باپ ہے۔ اور مجھے بہت سے زیادہ لوگوں میں محبوب ہے۔ آپ نے فرمایا تو اس پر حرام ہوگئی ہے۔ اس پر وہ کہنے لگی۔ میں اپنے غم و فاقہ کا شکوہ بارگاہ ایزدی میں پیش کرتی ہوں۔ جب بھی آپ فرماتے تو اس پر حرام ہوگئی تو وہ زور سے چیخ مارتی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت عرض کرتی پس یہ آیت نازل ہوئی۔ فِیْ زَوْجِهَا اپنے خاوند کے متعلق وَتَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سامنے پریشانی کا اظہار کرتی وَاللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا (اللہ تعالیٰ تمہاری گفتگو کو سننے والے تھے) یہ حار سے نکالا ہے جس کا معنی لوٹنا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ وہ مجبور کی شکایات کو سننے والے ہیں۔ بَصِیْرٌ اس کی حالت کو دیکھنے والے ہیں۔

۲: اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ (تم میں جو لوگ اپنی بیویوں سے اظہار کرتے ہیں) قراءت: عاصم نے یُظٰهِرُوْنَ پڑھا ہے۔ اور حجازی، بصری وغیرہم نے یُظَاهِرُوْنَ پڑھا ہے۔ مِنْكُمْ (تم میں سے) اس میں اہل عرب کو توبیخ ہے کیونکہ ان کے ہاں یہ قسم تھی اور کسی امت میں یہ بات نہ تھی۔ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ (اپنی بیویوں سے) مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ اول حجازی ہے۔ اُمَّهَا تُهُم یہ تمیمی ہے۔ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ (وہ ان کی مائیں نہیں ہیں ان کی مائیں تو وہی ہیں۔ جنہوں نے ان کو جنا ہے) مراد یہ ہے حقیقت میں مائیں تو جننے والیاں ہیں۔ اور دودھ پلانے والیاں دودھ کی وجہ سے ماؤں سے ملا دی گئیں ہیں۔ اسی طرح ازواجِ رسول اللہ ﷺ عظمت شان کی وجہ سے ماؤں کے ساتھ ملا دیں گئیں۔ رہی بیویاں تو وہ امومت سے سب سے زیادہ بعید تر ہیں اسی لئے فرمایا وَاِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ (اور بلاشبہ وہ ایک نامعقول) یعنی ایسی بات جس کا احکام شرع انکار کرتے ہیں۔

وَزُوْرًا (اور جھوٹی بات کہتے ہیں) جھوٹ اور بے کار بات جو حق سے بالکل ہٹی ہوئی ہے۔ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ (اور یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا بخشنے والا ہے) اس کو جو ان سے پہلے گناہ ہو گیا۔

۳ : وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ (اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں) پہلی آیت میں بتلا دیا کہ یہ منکر اور جھوٹی بات ہے اور اس آیت میں ظہار کا حکم بیان فرمایا۔ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا (پھر اپنی کہی ہوئی بات کی تلافی کرنا چاہتے ہیں) العود ابتداء یا بناء ایک سے دوسری حالت کی طرف لوٹنا۔ ابتداء لوٹنے کی مثال یہ آیت ہے: حتی عاد کالعرجون القدیم [یٰسٓ:۳۹] اور بناء لوٹنے کی مثال، ان عدتم عدنا۔ [الاسراء:۸] اور یہ متعدی بنفسہ ہوتا ہے جیسے کہتے ہیں عدته جبکہ تم اس کے پاس آئے اور اس تک پہنچے اور حرف جر کے ساتھ متعدی بھی استعمال ہوتا ہے۔ وہ چار صلے ہیں الی ،علی ، فی ' لام، جیسے اس ارشاد باری تعالیٰ میں لو رُدّوا لعادوا لما نهوا عنه [الانعام : ۲۸] اور اس آیت میں یہی لام استعمال فرمایا۔ ثم یعودون لما قالوا۔ مطلب یہ ہوا یعودون نقض ما قالوا۔ وہ لوٹے ہیں اس کو توڑنے کی طرف جو کچھ انہوں نے کہا۔ نمبر۲۔ یعودون لتدارکه ماقالوا ۔ پھر وہ اپنی بات کے تدارک کی طرف لوٹتے ہیں۔ گویا مضاف کو محذوف مانا گیا ہے۔

قولِ ثعلب:

کہ جس کو انہوں نے اپنے لئے حرام کیا تھا اس کو حلال کرنے کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ اس صورت میں بھی مضاف محذوف ہے۔ البتہ فرق یہ ہے کہ ما قالوا سے انہوں نے ماحرموا علی انفسهم بلفظ الظهار مراد لیا ہے۔ گویا قول کو مقول فیہ کے قائم مقام لے آئے جیسا کہ اس آیت میں ہے ونرثه ما یقول یہاں ما یقول سے کہنا مراد نہیں بلکہ مال وولد مراد ہے جس کے متعلق وہ کہتا ہے۔

اختلاف:

ہے کہ ظہار کس سے ٹوٹے گا۔

عندالاحناف:

وطی کا عزم کر لینے سے ٹوٹ جائے گا۔ یہ ابن عباسؓ، حسن، قتادہ، رحمہم اللہ کا قول ہے۔ عندالشافعی رحمہ اللہ: مطلق رک جانے سے اور رکنا یہ ہے کہ ظہار کے بعد اس کو طلاق نہ دے (تو اس سے رجوع ثابت ہو گیا)

فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ (تو ان کے ذمہ ایک بردہ آزاد کرنا ہے) تو اس کے ذمہ ایک مؤمنہ گردن یا کافرہ گردن کا آزاد کرنا لازم ہے۔ مدبر، ام الولد اور مکاتب جس نے کچھ ادائیگی کر دی ہو کو آزاد کرنا جائز نہیں ہے۔ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا (دونوں کے باہم اختلاط کرنے سے پہلے) ضمیر ان دونوں کی طرف راجع ہے یعنی مظاہر اور مظاہر منھا کی طرف۔ جن پر کلام دلالت کرتی ہے۔ المماسة سے مراد جماع ہے۔ یا شہوت سے چھونا یا اس کی شرمگاہ کی طرف شہوت سے دیکھنا۔ ذٰلِكُمْ (اس حکم کی) تُوْعَظُوْنَ بِهٖ

(تم کو نصیحت کی جاتی ہے) تا کہ تم ظہار کا ارتکاب دوبارہ نہ کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کی سزا سے ڈرتے رہو۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (اللہ تعالیٰ تمہارے سارے اعمال سے پورا باخبر ہے)

ظہار کی حقیقت:

کوئی شخص اپنی بیوی کو کہے: انتِ علیَّ کظھر اُمّی کہ تو میرے لئے اس طرح ہے جیسے ''میری ماں کی پشت'' جب اس نے اَنْتِ کی بجائے ایسا عضو رکھ دیا جس کی تعبیر پورا جسم ہے یا پھر پشت کی بجائے دیگر کوئی ایسا عضو محرمات ماں وغیرہ کا رکھ دیا جس کی طرف نظر ڈالنا اس کے لئے حرام ہے۔ مثلاً پیٹ، ران وغیرہ یا ماں کی بجائے محرمات نسبیہ یا رضاعیہ یا محرمات صہریہ یا جن سے جماع حرام ہے۔ ان کو ذکر کر دیا مثلاً کہا انت علی کظھر اختی من الرضاع۔ تو میرے لئے ایسی ہے جیسے میرے لئے میری رضاعی بہن کی پشت یا نسبی پھوپھی کی پشت یا میرے حقیقی بیٹے کی بیوی یا باپ کی بیوی یا میری بیوی کی ماں یا میری بیوی کی بیٹی تو ان تمام صورتوں میں وہ مظاہر شمار ہوگا۔

مَسْئَلَہ: جب مظاہر کفارہ ادا نہیں کر رہا۔ تو عورت کا حق ہے کہ وہ قاضی کی عدالت میں کیس لے جائے اور قاضی پر لازم ہے کہ وہ اس کو کفارہ پر مجبور کرے اور اس کے لئے اس کو قید کر دے۔

ایک نکتہ:

کفارات میں سے کوئی کفارہ ایسا نہیں ہے جس پر جبر کرنا جائز ہو۔ اور کفارہ کی ادائیگی کیلئے قید میں ڈالنا جائز ہو صرف کفارۂ ظہار ہی ہے کہ اس کے لئے دونوں چیزیں قاضی پر لازم ہیں کیونکہ اس کو ترک کر کے وہ عورت کو نقصان پہنچا رہا ہے۔

مَسْئَلَہ: عورت کے ساتھ استمتاع سے وہ کفارہ کی ادائیگی تک باز رہے اگر اس نے اس سے قربت کر لی۔ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور دوبارہ کفارہ کی ادائیگی سے قبل اس کے قریب تک نہ پھٹکے۔

قولِ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ:

اگر اس نے گردن کا بعض حصہ آزاد کیا پھر عورت کو چھو لیا تو کفارہ کا وہ حصہ دوبارہ ادا کرنا پڑے گا۔

۴: فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ (پس جس کو غلام یا باندی میسر نہ ہو)۔ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ (تو اس کے ذمہ لگاتار دو مہینے کے روزے ہیں) مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ (قبل اس کے کہ دونوں باہم اختلاط کریں۔ پھر جس سے یہ بھی نہ ہو سکے) یعنی روزے کی طاقت نہ ہو۔ فَاِطْعَامُ (تو اس کے ذمہ کھانا کھلانا ہے) سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا (ساٹھ مساکین کو) اس طرح کہ ہر مسکین کو نصف صاع گندم یا ایک صاع دوسری چیزوں میں سے اور قربت سے پہلے کھانا کھلائے۔ اگر کھانا کھلانے کے دوران اس نے قربت کر لی تو دوبارہ کھانا کھلانا نہ پڑے گا۔ ذٰلِكَ (یہ حکم اس لئے ہے) یہ احکام کی تعلیم اور وضاحت۔ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (تا کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ) تا کہ تم عمل سے ان کی تصدیق کرو۔ (اور جو احکام اس نے ظہار کے سلسلے

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَقَدْ

بلاشبہ جو لوگ اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل ہوں گے جیسے وہ لوگ ذلیل ہوئے جو ان سے پہلے تھے اور ہم نے کھلے کھلے

أَنزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۚ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝٥ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ

احکام نازل کئے ہیں' اور کافروں کو ذلت کا عذاب ہو گا' جس روز ان سب کو اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ فرمائے گا پھر ان کا سب کیا

جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا ۚ أَحْصَاهُ اللَّهُ وَنَسُوهُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝٦ ع

ہوا ان کو بتلا دے گا' اللہ تعالیٰ نے اسے محفوظ کر رکھا ہے اور یہ لوگ اس کو بھول گئے ہیں' اور اللہ ہر چیز پر مطلع ہے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ

کیا آپ نے اس پر نظر نہیں فرمائی کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے جو بھی خفیہ مشورہ تین آدمیوں کا ہوتا ہے

إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَىٰ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ

وہ ضرور چوتھا ہوتا ہے اور جو پانچ آدمیوں کا مشورہ ہو تو وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے' اور اس سے کم افراد ہوں یا زیادہ وہ

مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ۖ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝٧

انکے ساتھ ہوتا ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوں پھر وہ انہیں قیامت کے دن ان کے اعمال سے باخبر کر دے گا' بلاشبہ اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نُهُوا عَنِ النَّجْوَىٰ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَيَتَنَاجَوْنَ بِالْإِثْمِ

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں سرگوشی سے منع کیا گیا پھر وہ وہی کام کرتے ہیں جس سے ان کو روکا گیا' اور وہ گناہ کی اور زیادتی کی اور رسول کی

وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ ۖ وَإِذَا جَاءُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللَّهُ ۙ

نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو ایسے لفظ سے آپ کو سلام کہتے ہیں جس سے اللہ نے آپ کو سلام نہیں فرمایا

وَيَقُولُونَ فِي أَنفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ ۚ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۖ يَصْلَوْنَهَا ۖ فَبِئْسَ

اور وہ اپنے نفسوں میں یوں کہتے ہیں کہ ہمارے ایسا کہنے پر اللہ ہمیں سزا کیوں نہیں دیتا' کافی ہے ان کے لئے جہنم' وہ اس میں داخل ہوں گے' سو وہ برا

الْمَصِيرُ ۝٨ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

ٹھکانہ ہے۔ اے ایمان والو جب تم سرگوشی کرو تو گناہ کی اور زیادتی کی اور رسول کی نافرمانی کی

وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝٩

سرگوشیاں مت کرو' اور نیکی اور تقوے کی سرگوشیاں کرو' اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف تم سب جمع کئے جاؤ گے'

میں بیان کئے ان پر عمل پیرا ہو اور رسم جاہلیت کو چھوڑ دو۔ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ (اور یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود ہیں) حدود سے مراد یہاں ظہار و کفارہ کے احکامات ہیں۔ اور حدود اللہ کہا کہ ان کو پھاندنا جائز نہیں ہے۔ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (اور کافروں کیلئے دردناک عذاب ہوگا) کافرین جو ان احکام کی اتباع نہیں کرتے۔ الیم: دردناک۔

۵ : اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ (اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں) یعنی دشمنی اور مخالفت کرتے ہیں۔ كُبِتُوْا (وہ ایسے ذلیل ہونگے) پکڑے اور ہلاک کیے جائیں گے كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (جیسے وہ لوگ ذلیل ہوئے جو ان سے پہلے تھے) یعنی انبیاء علیہم السلام کے دشمن وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ (اور ہم نے کھلے کھلے احکام نازل کر دیئے ہیں) جو رسول اللہ ﷺ کی صداقت اور دین حق کی صحت پر دلالت کرتے ہیں۔ وَلِلْكٰفِرِيْنَ (اور ان آیات کا انکار کرنے والوں کیلئے) عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (ذلت کا عذاب ہے) جو ان کی بڑائی و عزت کو ختم کر کے رکھ دے گا۔

تذکرۂ بعثت:

۶ : يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ (جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو دوبارہ زندہ کریگا) نمبر: ایوم یہ مھین کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر۲۔ اذکر کا مفعول ہے یوم کی تعظیم کیلئے اس کو مقدم کیا۔ اللّٰهُ جَمِيْعًا (تمام کو کسی کو بھی بغیر اٹھائے نہ چھوڑے گا) نمبر۲۔ جمیعًا کا معنی مجتمعین فی حالة واحدة اکھٹے ایک ہی حالت میں اٹھا کھڑا کرے گا۔ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا (پھر ان کو ان کا سب کیا ہوا بتلا دے گا) ان کو شرمندہ کرنے اور ڈانٹ ڈپٹ کرنے اور ان کی حالت کو سب کے سامنے مشہور کرنے کیلئے وہ اس وقت شرمندگی سے چاہیں گے کہ ان کو جلد آگ میں بھیج دیا جائے۔ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ نے اس کو محفوظ کر رکھا ہے) گن کر شمار کر رکھا ہے اس میں سے کسی چیز کو چھوڑا نہیں۔ وَنَسُوْهُ (اور یہ لوگ اس کو بھول گئے) کیونکہ انہوں نے اس کا ارتکاب کرتے ہوئے اس کو معمولی سمجھا۔ اور بڑے بڑے امور کو محفوظ کیا جاتا ہے (اور ان کے ہاں گناہ کوئی بڑی چیز نہ تھی) وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ (اور اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز سے مطلع ہے) اس سے کوئی چیز غائب نہیں۔

کفار کی سرگوشیاں:

۷ : اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَا يَكُوْنُ (کیا آپ نے ان پر نظر نہیں کی۔ کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے) یہ یکون کان تامہ سے ہے اس کا معنی مایقع ہے جو واقع ہوتا ہے۔ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ (کوئی تین کی سرگوشی ایسی نہیں ہوتی) النجوی: سرگوشی کرنا۔ اس کی اضافت یہاں تین کی طرف کی گئی۔ یعنی تین شخصوں کی سرگوشی اِلَّا هُوَ (مگر اللہ تعالیٰ) رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ (چوتھا نہ ہو۔ اور نہ کوئی پانچ کی سرگوشی ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ چھٹا نہ ہو اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زائد کی سرگوشی ہوتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے) ادنیٰ اقل کے معنی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام کی سرگوشیوں کو جانتے ہیں اور جس حالت میں وہ ہوتے ہیں وہ اس

پر مخفی نہیں۔ذات باری تعالیٰ مکان سے بلند وبالا ہے۔

وجہ تخصیص:

تین اور پانچ کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ یہ آیت منافقین کے متعلق نازل ہوئی۔ وہ تین تین اور پانچ پانچ کی ٹولیوں میں مسلمانوں کوغصہ دلانے کیلئے بیٹھتے اور سرگوشیاں کرتے۔تو فرمایا گیا۔ان میں سے جو بھی سرگوشی کرتے ہیں خواہ تین ہوں یا پانچ اور اس سے کم ان کی تعداد ہو اور اس سے زیادہ ہوں۔مگر ذات باری تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتی ہے اور ان کی سرگوشی کو سنتی ہے اور کیونکہ سرگوشیاں کرنے والے اصحاب رائے اور اصحاب تجربہ ہوتے ہیں۔ان کا سب سے پہلا عدد دو ہے۔پس اس سے بڑھ کر پانچ سے چھ تک پہنچ جاتے ہیں۔جیسا کہ وقت کا تقاضا ہو پس اللہ تعالیٰ نے تین' پانچ کی گنتی کو ذکر فرمادیا اور فرمایا **ولا ادنیٰ من ذلك** پس اس دو اور چار پر دلالت ہوگئی اور پھر **ولا اکثر** فرمادیا جس سے اس عدد کے قریب قریب پر دلالت کردی گئی۔**اَیْنَ مَا کَانُوْا ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ** (خواہ وہ لوگ کہیں بھی ہوں۔پھر قیامت کے دن ان کو ان کے کیے ہوئے کام بتادے گا) ان پر ان کو بدلہ دے گا۔**اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ** (بیشک اللہ تعالیٰ ہر بات سے باخبر ہے)

سرگوشیوں کا مقصد نافرمانیٔ رسول:

۸ :**اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَیَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ** (کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نظر نہیں کی جن کو سرگوشی سے منع کردیا گیا تھا۔پھر بھی لوٹ کر وہ وہی کام کرتے ہیں جس سے ان کو منع کردیا گیا تھا۔اور گناہ اور مسلمانوں پر زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں) یہود اور منافقین ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرتے تھے۔اور جب مؤمنوں کو دیکھتے تو آنکھوں سے ایک دوسرے کو اشارہ کرتے اور ان کا مقصد مسلمانوں کو غصہ دلانا اور اپنی سرگوشیوں کے متعلق اور اشارہ کے متعلق وہم دلانا ہوتا تھا۔ان کے غزوات شکست خوردہ ہیں۔اور ان کے اقارب مقتول ہو چکے۔رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس سے منع فرمایا مگر انہوں نے اپنے اس فعل کا اعادہ کیا۔ان کی یہ سرگوشیاں گناہ، عداوتِ مؤمنین اور ایک دوسرے کو معصیت رسول کی تلقین اور مخالفت رسول کیلئے ہوتی تھیں۔

قراءت: حمزہ نے **یَتَنَجَّوْن** پڑھا ہے اور اس کا معنی **یتنا جون** کا ہی ہے۔

وَاِذَا جَآءُوْكَ حَیَّوْكَ بِمَا لَمْ یُحَیِّكَ بِهِ اللّٰهُ (جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں۔تو آپ کو ایسے لفظ سے سلام کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے سلام کیلئے استعمال نہیں کیا) یعنی وہ کہتے ہیں۔**السّام علیك یا محمد** السام موت کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں: **سلام علی عباده الذین اصطفٰی** [النمل:۵۹] **یٰٓاَیها الرسول** [المائدہ:۴۱] **یٰایها النبی** [الاحزاب:۵۹]

وَ یَقُوْلُوْنَ فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا یُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ (اور آپس میں کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے اس کہنے پر سزا کیوں نہ دی) یعنی وہ کہتے ہیں اگر یہ پیغمبر ہوتے تو اللہ تعالیٰ ہمارے اس قول پر ہمیں سزا دیتے اس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔**حَسْبُهُمْ**

جَهَنَّمُ (جہنم ان کے عذاب کیلئے کافی ہے) يَصْلَوْنَهَا (اس حال میں کہ اس میں وہ داخل ہونگے) یہ حال ہے۔ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (پس وہ بہت برا ٹھکانہ ہے) مصیر سے جہنم مراد ہے۔

۹ :يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا (اے ایمان والو!) جو زبانوں سے فقط ایمان لائے ہو۔ یہ منافقین کو خطاب ہے۔ ظاہر کلام کا تقاضا یہ ہے کہ مؤمنین کو خطاب ہے۔ اِذَا تَنَا جَيْتُمْ فَلَا تَتَنَا جَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (جب تم سرگوشی کرو تو گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی) وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ (سرگوشیاں نہ کیا کرو) یعنی جب سرگوشی کرو تو یہود اور منافقین کی طرح شر و گناہ کی سرگوشی مت کرو) وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ (اور نفع رسانی کی سرگوشی کرو) طاعات اور ادائے فرائض کی سرگوشی کرو۔ وَالتَّقْوٰى (اور پرہیز گاری کی باتوں کی) گناہوں کو ترک کرنے کی سرگوشی کرو۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (اور اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو! جس کے پاس تم سب کو جمع کیا جائیگا) حساب و کتاب کیلئے پس وہ تمہاری اچھی یا بری سرگوشیوں پر بدلہ دے گا۔

اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ

بات یہی ہے کہ سرگوشی شیطان کی طرف سے ہے تاکہ وہ ایمان والوں کو رنجیدہ کرے اور وہ بغیر اللہ کے حکم کے انہیں کچھ بھی نقصان نہیں دے سکتا۔

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۰ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا

اور مومن بندے اللہ ہی پر بھروسہ کریں۔ اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں جگہ کھول

فِى الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ

دو تو تم جگہ کھول دیا کرو، اللہ تعالیٰ تم کو کھلی جگہ دے گا اور جب یہ کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو،

اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

جو لوگ ایمان لائے اللہ انکے اور ان لوگوں کے درجات بلند فرمائے گا جنہیں علم عطا ہوا ہے اور اللہ کو سب اعمال کی

خَبِيْرٌ ۝۱۱ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَىْ

پوری خبر ہے۔ اے ایمان والو! جب تم رسولؐ سے سرگوشی کرو تو اپنی سرگوشی سے پہلے

نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ

کچھ صدقہ دے دیا کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور پاک ہونے کا اچھا ذریعہ ہے، سو اگر تم نہ پاؤ تو اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۲ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَىْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ

غفور ہے رحیم ہے، کیا تم اس بات سے ڈر گئے کہ اپنی سرگوشی سے پہلے صدقات دیا کرو، سو جب تم نے نہ

لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا

کیا اور اللہ نے تمہارے حال پر مہربانی فرمائی سو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، اور اللہ اور اس کے

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۳ ع ۲

رسولؐ کی فرمانبرداری کرو اور اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔

۱۰: اِنَّمَا النَّجْوٰى (بیشک سرگوشی شیطان کی طرف سے ہے) جو سرگوشی گناہ اور دشمنی کی ہو مِنَ الشَّيْطٰنِ (یعنی شیطان کی تزیین سے ہے) لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (تاکہ ایمان والے غم زدہ ہوں) وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (حالانکہ مؤمنین کو کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نقصان پہنچانے والی نہیں) مسلمانوں کو شیطان یا غم نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ الا باذن اللہ اللہ

تعالیٰ کے علم اور قضاء وقدر سے وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ ہی پر مؤمنین بھروسہ کرتے ہیں) یعنی اپنے معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں اور اس کی اور شیطان سے اسی کی پناہ میں آتے ہیں۔

۱۱ : يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ (اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں جگہ کھول دو۔ مجالس میں توسع پیدا کرو) فی المجالس عاصم و نافع کی قراءت ہے۔ مراد اس سے مجلس رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم ہے۔ آپ کا قرب حاصل کرنے کیلئے ایک دوسرے کے مقابلہ میں قریب تر بیٹھتے تا کہ آپ کی بات خوب سن سکیں۔

مجالس میں توسیع' ایک قول:

وہ قتال کی مجالس میں سے ایک مجلس تھی۔ اور وہ مجالس ہی قتال کے مراکز ہوتیں جیسا کہ فرمایا مقاعد للقتال [آل عمران:۱۲۱] مقاعد، مقاتل کے معنی میں ہے۔ نماز جمعہ میں لڑائی کے مقامات فَافْسَحُوْا (پس تم مجلس میں وسعت پیدا کرو) يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ (اللہ تعالیٰ تمہارے لئے وسعت فرمائیں گے) یہ عام ہے اس میں ہر وسعت شامل ہے۔ خواہ وہ وسعت مکان میں ہو۔ رزق میں خواہ سینے میں ہو وغیرہ ذلک۔ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا (اور جب کہا جائے کہ مجلس سے وسعت کیلئے اٹھ جاؤ) نمبرا۔ آنے والوں پر مجلس کو وسیع کرنے کیلئے اٹھ جایا کرو۔ نمبر۲۔ یا مجلس رسول اللہ ﷺ سے اٹھ جانے کا حکم ملے تو فوراً اٹھ جایا کرو۔ نمبر۳۔ یا مجلس رسول ﷺ میں جہاد، نماز اور اعمال خیر کیلئے اٹھ جایا کرو۔ فَانْشُزُوْا۔ دونوں میں ضمہ مدنی، شامی، عاصم نے سوائے حماد کے پڑھا ہے۔ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ (اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں کے درجات بلند کرے گا) اس کے احکام کی پابندی کی وجہ سے اور اس کے رسول کے حکموں کو ماننے کی وجہ سے۔ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (اور وہ لوگ جن کو علم دیا گیا) اور خاص کر ان میں سے جو علماء ہیں۔ دَرَجٰتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے پورے طور پر باخبر ہیں) درجات کے متعلق دو قول ہیں۔ نمبرا۔ دنیا میں مرتبہ اور شرف کا حصول نمبر۲۔ آخرت میں مرتبہ و شرف ملنا۔

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

جب اس آیت کو پڑھتے تو فرماتے يٰٓاَيُّهَا النَّاس ، اے لوگو! اس آیت کو خوب سمجھ لو۔ اور علم کی طرف خوب دھیان دو۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا عالم کو عابد پر اس طرح فضیلت حاصل ہے۔ جیسا کہ چودھویں رات کے چاند کو تمام ستاروں پر [الترمذی: ۲۶۸۳، ابن ماجہ ۲۲۳، رواہ احمد، ۵/۱۹۶، ابوداؤد ۳۶۴۱] نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے۔ عالم کی ایک دن کی عبادت وہ عابد کی عبادت کے چالیس سال کے برابر ہے۔ [رواہ ابن ماجہ: ۴۳۱۳] نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔ قیامت کے دن تین افراد سفارش کریں گے۔ نمبرا۔ انبیاء نمبر۲۔ علماء نمبر۳۔ شہداء۔ علم کا مرتبہ کتنا اعلیٰ ہے کہ یہ نبوت و شہادت کے درمیان واسطہ ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ کا ارشاد شاہد ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

کہ سلیمان علیہ السلام کو علم اور مال و بادشاہت کے درمیان اختیار دیا گیا تو انہوں نے علم کو اختیار کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو مال و بادشاہت بھی عنایت فرما دی۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی کی۔ اے ابراہیم! میں علیم ہوں مجھے ہر علم والا پسند ہے۔ [رواہ ابن عبد البر فی العلم: بحوالہ حاشیہ کشاف]

بعض حکماء کا قول:

کاش مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ جس سے علم فوت ہوا اس نے کیا چیز پائی؟ اور جس نے علم کو پا لیا اس کی کون سی چیز رہ گئی۔

زبیری کا قول:

علم مذکر ہے اور اس کو نر مرد ہی پسند کرتے ہیں۔ علم کی بہت سی اقسام ہیں مگر سب سے اعلیٰ وہ ہے جس کی معلومات اعلیٰ ہوں۔

۱۲: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَا جَيْتُمُ الرَّسُوْلَ (جب تم رسول اللہ ﷺ سے سرگوشی کا ارادہ کرو) جب تمہارا ارادہ ان سے سرگوشی کرنے کا ہو۔ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً (تو اپنی اس سرگوشی سے پہلے کچھ خیرات کر دیا کرو) یعنی نجوٰکم ای قبل نجوٰکم سرگوشی سے قبل۔ یہ استعارہ ان کے لئے ہے جن کو قدرت حاصل ہے۔ جیسا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے من افضل ما اوتیت العرب الشعر۔ اہل عرب کو افضل ترین چیز شعر ملے ہیں۔ جن کو اپنی ضرورت سے قبل امیر کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ اور انہی اشعار سے سخی کی سخاوت اس سے طلب کی جاتی ہے۔ اور انہی سے کمینہ کو نیچے اتارا جاتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اپنی حاجت سے قبل وہ صدقہ پیش کرے۔ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ (یہ تمہارے لئے بہتر ہے) ذلک کا مشار الیہ تقدیم صدقہ ہے۔ خیر سے مراد دین کے اعتبار سے بہتر ہے۔ وَاَطْهَرُ (اور گناہوں سے پاک ہونے کا ذریعہ ہے) کیونکہ صدقہ پاکیزگی ہے۔ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا (پس اگر تم کو خیرات دینے کا مقدور نہ ہو) جو کہ تم صدقہ کر سکو۔ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (پس اللہ تعالیٰ بخشنے والے مہربان ہیں) کہ اس نے بلا صدقہ بھی سرگوشی کی اجازت مرحمت فرما دی ہے۔ ایک قول یہ ہے یہ حکم دس رات رہا پھر منسوخ ہو گیا۔

ایک قول :

یہ ہے یہ دن کی ایک گھڑی رہا پھر منسوخ کر دیا گیا۔

قولِ علی رضی اللہ عنہ:

یہ کتاب اللہ کی وہ آیت ہے کہ اس پر مجھ سے پہلے کسی نے عمل نہیں کیا اور نہ میرے بعد اس پر کوئی عمل کرے گا۔ میرے پاس ایک دینار تھا۔ میں نے اس کو بطور صدقہ صرف کر دیا۔ پھر جب بھی میں سرگوشی کرتا تو ایک درہم صدقہ کر دیتا۔ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے دس مسائل دریافت کئے پس آپ نے مجھے ان کے جوابات مرحمت فرمائے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمبر ۱۔ وفا کیا ہے آپ نے فرمایا توحید اور لا الہ الا اللہ کی گواہی۔ نمبر ۲۔ فساد کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کفر اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا۔ نمبر ۳۔ حق کیا ہے۔ آپ نے فرمایا اسلام اور قرآن اور دوستی جبکہ اس کا اختتام تم پر ہوگا۔ نمبر ۴۔ حیلہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا حیلہ کا چھوڑ دینا۔ نمبر ۵۔ مجھ پر کیا لازم ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول کی اطاعت۔ نمبر ۶۔ میں اللہ تعالیٰ سے کس طرح دعا کروں آپ نے فرمایا صدق و یقین کے ساتھ نمبر ۷۔ میں اللہ تعالیٰ سے کیا مانگوں آپ نے فرمایا عافیت۔ نمبر ۸۔ اپنے نفس کی نجات کیلئے کیا کروں آپ نے فرمایا حلال کھاؤ اور سچ بولو۔ نمبر ۹۔ خوشی کی حقیقت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جنت نمبر ۱۰۔ آرام کیا ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ملاقات جب میں ان سوالات سے فارغ ہوا تو یہ آیت منسوخ ہوگئی۔ (قال ابن حجر لم اجدہ حاشیہ کشاف)

۱۳ : ءَ اَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ (کیا تم اپنی سرگوشی کے قبل خیرات دینے سے ڈر گئے) کیا تم صدقات پیش کرنے سے ڈر گئے اس لئے کہ اس میں وہ انفاق ہے جس کو تم ناپسند کرتے ہو۔ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا (جب تم اس کو نہ کر سکے) جس کا تمہیں حکم دیا گیا اور وہ تم پر گراں گزرا۔ وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ (اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے حال پر عنایت فرمائی) یعنی تخفیف کر دی گئی اور اس پر مواخذہ کو اٹھا لیا گیا۔ جیسا کہ نائب سے مؤاخذہ اٹھا لیا جاتا ہے۔ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (پس تم نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو) نماز و زکوٰۃ اور تمام طاعات میں کمی و کوتاہی مت کرو۔ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (تمہارے تمام اعمال سے اللہ تعالیٰ پورے طور پر باخبر ہے) یہ وعدہ اور وعید دونوں ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن پر اللہ کا غضب ہوا نہ وہ تم میں سے ہیں نہ ان میں سے' اور وہ جانتے ہوئے

عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾

جھوٹ پر قسم کھاتے ہیں' اللہ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار فرمایا ہے' بیشک وہ برے کام کیا کرتے تھے

اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۶﴾ لَنْ تُغْنِيَ

انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا سو اللہ کے راستہ سے روک دیا' لہذا ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے' ہرگز کچھ بھی

عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِيْهَا

ان کے اموال اور اولاد اللہ سے بچانے کے لئے کچھ کام نہ آئیں گے یہ دوزخ والے ہیں اس میں

خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ

ہمیشہ رہیں گے' جس روز اللہ ان کو دوبارہ زندہ فرمائے گا سو وہ اس کیلئے بھی ایسی قسمیں کھائیں جیسی قسمیں تمہارے سامنے کھاتے ہیں اور وہ خیال کر رہے

اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ

ہیں کہ ہم کسی اچھے حال میں ہیں خبردار بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں شیطان نے ان پر غلبہ پا لیا' سو انہیں اللہ کا ذکر

ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

بھلا دیا' یہ شیطان کا گروہ ہے' خبردار بیشک شیطان کا گروہ خسارے میں پڑ جانے والا ہے بے شک جو لوگ

يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ﴿۲۰﴾

اللہ کا اور اس کے رسول کا مقابلہ کرتے ہیں یہ لوگ بڑی ذلت والوں میں ہیں۔

۱۴ : اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ (کیا آپ نے ان لوگوں کی حالت کو نہیں دیکھا جو ایسے لوگوں سے دوستی رکھتے ہیں۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب نازل کیا ہے) منافقین یہود سے دوستی کا دم بھرتے تھے۔ اور یہود پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا۔ جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا۔ من لعنه الله وغضب عليه [المائدہ:۶۰] اور منافقین ایمان والوں کے راز یہود کی طرف منتقل کرتے تھے۔ مَا هُمْ مِّنْكُمْ (وہ اے مسلمانوں تم میں سے نہیں) وَلَا مِنْهُمْ (اور نہ وہ یہود میں سے ہیں) جیسا کہ ارشاد فرمایا۔ مذبذبين بين ذلك لا الى هؤلاء ولا الى هؤلاء [النساء:۱۴۳] وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ (وہ اللہ تعالیٰ پر دانستہ

جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں) یعنی اس طرح کہتے ہیں۔ واللّٰہ انا لمسلمون لا منافقون ۔اللہ کی قسم ہم مسلمان ہیں منافق نہیں ہیں۔ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (حالانکہ وہ جانتے ہیں) کہ وہ اس قول میں جھوٹے ہیں۔اور وہ منافق ہیں۔

۱۵ : اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا (اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کیلئے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے) ان کے لئے عذاب کی خاص قسم کا غلبہ پالینے والا عذاب ہوگا۔ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (بیشک وہ برے کام کیا کرتے تھے) وہ زمانۂ ماضی میں بدعملی پر مصر تھے۔ یہ دراصل قیامت کے دن کہی جانے والی بات کی حکایت ہے۔

۱۶ : اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ (انہوں نے اپنی قسموں کو بنالیا ہے) قسموں سے جھوٹی قسمیں مراد ہیں۔ جُنَّةً (ڈھال) اپنے اموال و دماء کو محفوظ کرنے کیلئے وہ قسمیں کھاتے ہیں۔ فَصَدُّوْا (پھر وہ روکتے ہیں) لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستہ سے امن وسلامتی کے زمانہ میں عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی راہ سے) طاعت وایمان مراد ہے۔ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (پس ان کے لئے ذلت کا عذاب ہونے والا ہے) ان کے کفر اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے کی وجہ سے ان کے ساتھ رسوا کن عذاب کا وعدہ کیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللّٰہ زدناھم عذابًا فوق العذاب [النحل : ۸۸]

۱۷ : لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ (ان کے مال واولاد اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ان کو ذرا نہ بچا سکیں گے) من اللہ یعنی من عذاب اللہ شَيْئًا (ذرا بھر) ذرا سا فائدہ بھی نہ دیں گے۔ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (یہ لوگ دوزخی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے)

۱۸ : يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ (جس روز اللہ تعالیٰ سب کو زندہ کر کے اٹھائے گا پھر اس کے سامنے وہ جھوٹی قسمیں کھا جائیں گے) اللہ تعالیٰ کے سامنے قیامت کے دن کہ وہ دنیا میں مخلص تھے منافق نہ تھے۔ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ (جیسا کہ وہ تمہارے سامنے کھاتے ہیں) اس بات پر دنیا میں وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ (اور خیال کریں گے کہ وہ) دنیا میں عَلٰى شَيْءٍ (کسی اچھی حالت پر ہیں) یعنی نفع بخش یا ان کا خیال یہ ہے کہ ان کو کچھ نفع حاصل ہو جائے گا جیسا کہ اپنی جھوٹی قسموں سے یہاں ان کو فائدہ پہنچا۔ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ (یقیناً یہ انتہائی جھوٹے ہیں) اس میں کہ ان کا حال دنیا اور آخرت میں برابر ہوگا۔

۱۹ : اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ (ان پر شیطان غالب آگیا) مسلط ہوگیا۔ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ (شیطان نے ان کو اللہ تعالیٰ کی یاد بھلا دی ہے)

قول علامہ کرمانی رحمہ اللہ علیہ:

بندے پر شیطان کے غلبہ کی علامت یہ ہے کہ اس کو ظاہری بناوٹ کھانے، پینے اور پہننے میں مشغول کر دے۔ اور اللہ تعالیٰ کے انعام پر غور کرنے سے اس کے دل کو مشغول کر دے اور اس کے شکر کی ادائیگی سے غافل کر دے اور اس کی زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہٹا کر جھوٹ، غیبت، بہتان پر لگا دے اور دل کو سوچ و بچار اور توجہ سے دنیا کی تدبیر اور اس کے جمع کرنے کی وجہ سے مشغول کر دے۔

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۱﴾ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ

اللہ نے لکھ دیا ہے میں ضرور ضرور غالب رہوں گا اور میرے رسول بے شک اللہ قوی ہے عزیز ہے' آپ نہ پائیں گے ایسے لوگوں کو جو اللہ پر اور

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ

یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں کہ دوستی رکھتے ہوں اس شخص سے جو مخالفت کرتا ہو اللہ کی اور اس کے رسول کی اگرچہ وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے ہوں یا

اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ

بھائی ہوں یا کنبہ کے لوگ ہوں' یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو لکھ دیا اور اپنی رحمت کے ذریعہ ان کی

بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ

تائید فرما دی اور وہ ان کو داخل فرمائے گا ایسی بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان

عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع ۲ ۹ ۲

سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہیں' یہ جماعت اللہ کا گروہ ہے۔خبردار بلاشبہ اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہونے والا ہے۔

اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ (یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں) اس کا لشکر ہیں۔ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (اور شیطان کا گروہ ضرور برباد ہونے والا ہے)

۲۰ : اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ (جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سخت ذلیل لوگوں میں سے ہیں) یعنی وہ من جملہ ان لوگوں میں سے ہونگے جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے ذلیل ترین ہیں۔ ان سے بڑھ کر تم کسی کو ذلیل نہ پاؤ گے۔

۲۱ : كَتَبَ اللّٰهُ (اور اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا) لوح محفوظ میں لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ (کہ میں اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے) دلائل اور تلوار سے یا ان دونوں میں سے کسی ایک سے اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ (بلاشک اللہ تعالیٰ قوت والا ہے) اس کے ارادے کو کوئی موڑ نہیں سکتا۔ عَزِيْزٌ (وہ غلبہ والا ہے) وہ غالب ہے اس پر کوئی غلبہ نہیں پا سکتا۔

۲۲ : لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ (جو لوگ اللہ تعالیٰ اور قیامت کے روز پر پورا پورا ایمان رکھتے ہیں۔ آپ ان کو نہیں دیکھیں گے کہ وہ ایسے لوگوں سے دوستی کرتے ہوں) یوادون یہ تجد کا مفعول ثانی ہے۔ یا حال ہے یا قوما کی صفت ہے۔ اور تجد کا معنی مقابل پانا ہے۔ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ (جو اللہ تعالیٰ کے مخالف ہوں) مخالفت اور عداوت رکھنے والا وَرَسُوْلَهٗ (اور اس کے رسول کے)

مؤمن مشرک سے موالات نہیں کرسکتا:

مطلب یہ ہے کہ یہ بات ناممکن ہے کہ مؤمن ہوکر مشرکین سے موالات ومودت قائم کرنے والا ہو۔ مقصد یہ ہے کہ مؤمنوں کیلئے یہ مناسب نہیں ہے۔ اور مؤمن کا تقاضائے ایمانی یہ ہے کہ وہ اس سے باز رہے اور اس سے یہ بات کسی حال میں نہ پائی جائے۔ یہ انداز بیان ڈانٹ میں مبالغہ کیلئے ہے۔ کہ ان سے ملابست بھی اختیار نہ کی جائے۔ اور اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے سلسلہ میں مضبوطی دکھائیں۔ اور ان سے دور رہیں۔ اور ان کے میل جول اور رہن سہن سے بچ کر رہیں اور اس ارشاد نے تاکید میں مزید اضافہ کردیا۔

وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْعَشِيْرَتَهُمْ (خواہ وہ مخالفت کرنے والے ان کے باپ ہوں۔ یا ان کے بیٹے ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان کے کنبے والے ہوں) اور یہ فرما کر تاکید در تاکید کردی۔ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ (یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان جما دیا ہے) پختہ کر دیا ہے اور اس کا تقابل اولئك حزب الشیطان سے کرتے ہوئے فرمایا۔ اولئك حزب اللّٰه کہ یہ میرا لشکر ہے میری مدد کا ہاتھ ان کے پیچھے ہے۔ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ (اور ان کو اپنے نور سے مدد دی) یعنی روح سے مراد کتاب اللہ ہے اس طرح کہ وہ ذاتی لحاظ سے دلوں کی زندگی کیلئے بمنزلۂ روح ہے۔

قولِ ثوری رحمہ اللہ:

یہ ان لوگوں کے بارے میں اتری جو بادشاہوں کے ساتھی بنتے ہیں۔

قولِ عبدالعزیز رحمہ اللہ علیہ بن ابی روّاد رحمہ اللہ:

منصور عباسی کی ان سے ملاقات ہوئی جب اس کو پہچان لیا کہ یہ منصور ہے۔ تو اس سے بھاگ گئے۔ اور یہ آیت پڑھی۔

قولِ سہل رحمہ اللہ:

جس نے اپنے ایمان کو صحیح رکھا اور توحید کو خالص کیا۔ وہ کسی مبتدع سے مانوس نہیں ہوسکتا۔ اور نہ اس کے ساتھ بیٹھ سکتا ہے۔ اس کے دل میں اس بدعتی سے دشمنی ہوگی اور جس نے کسی بدعتی سے مداہنت اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل سے سنت کی حلاوت چھین لیتے ہیں۔ اور جس نے کسی بدعتی کی بات کو قبول کیا تاکہ دنیا کی عزت حاصل کرے یا دنیا کا کوئی سامان جوڑے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس عزت کے بدلے ذلیل کرے گا۔ اور ایسی مالداری سے اس کو فقیر کردے گا۔ اور جس نے مبتدع کے ساتھ کسی بات پر خوشی کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل سے نور ایمان کھینچ لیتے ہیں۔ اور جو آدمی تصدیق نہیں کرتا۔ وہ تجربہ کرلے۔ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (اور ان کو ایسی جنتوں میں داخل کریگا۔ جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی) خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ (اوران جنتوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا) ان کی خالص توحید اور اطاعت کی وجہ سے وَرَضُوْا عَنْهُ (اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے) آخرت میں اس کے عظیم ثواب دینے پر یا دنیا میں جو ان پر مہربانیاں ہوئیں۔ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ (یہ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہے) وہ اس کے حق کے مددگار ہیں اور اس کی مخلوق کے نگران ہیں۔ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی یقیناً کامیاب ہونے والا ہے) وہ ہمیشہ رہنے والی نعمتوں میں باقی رہیں گے اور ہر محبوب چیز ان کو میسر ہوگی۔ اور خوفناک چیز سے مامون ومحفوظ ہونگے۔

الحمدللہ سورۂ مجادلہ کے تفسیری ترجمہ سے بعد از نماز مغرب ۱۸ مئی ۲۰۰۳ء کو فراغت ہوئی۔

سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ اَرْبَعٌ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً ثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ الحشر مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں چوبیس آیات اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ

اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں جو بھی آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور وہ عزیز ہے حکیم ہے اللہ وہی ہے جس نے کافروں کو

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا

یعنی اہل کتاب کو پہلی بار گھروں سے نکال دیا تمہارا گمان نہ تھا کہ وہ لوگ نکلیں گے اور انہوں نے گمان کیا تھا

اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۤ وَقَذَفَ

کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچالیں گے سو ان پر اللہ کا انتقام ایسی جگہ سے آ گیا جہاں سے ان کا خیال بھی نہ تھا اور اللہ نے ان کے دلوں

فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ فَاعْتَبِرُوْا

میں رعب ڈال دیا وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے اُجاڑ رہے تھے سو اے آنکھوں والو

يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ② وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاۗءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۭ

عبرت حاصل کرو اور اگر اللہ نے انکے بارے میں جلا وطن ہونا نہ لکھ دیا ہوتا تو انہیں دنیا میں عذاب دیتا

وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ③ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاۗقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاۗقِّ

اور ان کے لئے آخرت میں آگ کا عذاب ہے اور یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ کی

اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ④

مخالفت کریگا سو اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں۔ وہ سب چیزیں جو آسمان میں ہیں اور زمین میں ہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے)

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

غزوۂ بنی نضیر:

ا: روایت میں ہے یہ تمام سورت مکمل طور پر بنی نضیر کے متعلق نازل ہوئی۔ اور اس کا واقعہ اس طرح ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے مدینہ تشریف آوری پر بنونضیر سے صلح کر لی۔ اور شرط یہ قرار پائی کہ وہ نہ ان کی مخالفت کریں گے اور نہ آپ کی حمایت میں کسی سے لڑیں گے۔ جب بدر کے دن غلبہ آیا تو وہ کہنے لگے یہ وہ پیغمبر ہیں جن کی صفت تورات میں موجود ہے۔ اور اگلے سال احد میں شکست سے دوچار ہونا پڑا تو انہوں نے آپ کی نبوت میں شک کیا اور معاہدہ کو توڑ ڈالا۔ چنانچہ کعب بن اشرف چالیس سوار لے کر مکہ پہنچا اور بیت اللہ کے پاس ابوسفیان سے معاہدہ کر لیا۔ آپ ﷺ نے اس غداری پر محمد بن مسلمہ کو حکم دیا۔ انہوں نے کعب بن اشرف کو ایک طریقے سے رات کو قتل کر دیا۔ پھر لشکر لے کر بنونضیر کا محاصرہ کر لیا۔ جو اکیس روز جاری رہا۔ آپ نے ان کے نخلستان کاٹنے کا حکم دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا جس کی وجہ سے انہوں نے صلح کا مطالبہ کیا۔ آپ ﷺ نے جلاوطنی کے سوا ہر چیز سے انکار کر دیا۔ کہ ہر تین گھر ایک اونٹ کا بوجھ لاد کر سوائے ہتھیاروں کے جو چاہیں اپنا گھریلو سامان لے جائیں۔ چنانچہ وہ شام کے علاقہ میں اریحاء اور اذرعات کی طرف جلاوطن ہو گئے۔

حشر اوّل، دوم، سوم:

۲: هُوَ الَّذِیْ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ (وہی ہے جس نے کفار اہل کتاب کو ان کے گھروں سے نکالا) اہل کتاب سے یہاں یہود بن نضیر مراد ہیں۔ مِنْ دِیَارِهِمْ سے مراد مدینہ منورہ ہے لِاَوَّلِ الْحَشْرِ (پہلی بار اکٹھا کر کے) لام اخرج کے متعلق ہے۔ یہ اس طرح کی لام ہے جیسی اس ارشاد میں ہے۔ یالیتنی قدمت لحیاتی [الفجر:۲۴] اور عرب کہتے ہیں۔ جئته لوقت کذا میں فلاں وقت آیا مطلب یہ ہے اخرج الذین کفروا عند اول الحشر کافروں کو پہلے اکٹھ میں نکال دیا۔ اول الحشر کا مطلب یہ ہے کہ شام کی طرف یہ انکا پہلا اکٹھ ہے۔ یہ ایسے لوگوں کی اولاد تھے۔ جن کو پہلے جلاوطنی آج تک نہ ہوئی تھی۔ یہ پہلا گروہ ہے جن کو جزیرۂ عرب سے شام کی طرف نکالا گیا۔ نمبر۲۔ یہ ان کا پہلی مرتبہ جمع ہو کر نکلنا تھا۔ دوسری مرتبہ اکٹھے اس وقت نکلے جب عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو خیبر سے شام کی طرف جلاوطن کیا۔ اور ان کا آخری حشر قیامت کا حشر ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

جس کو شک ہو کہ محشر شام ہے پس وہ اس آیت کو پڑھ لے۔ پس ان کا یہ پہلا حشر ہے اور تمام لوگوں کا حشر ثانی ہوگا۔ جب یہود نکلے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم جاؤ تمہارا یہ اول حشر ہے اور ہم بھی تمہارے پیچھے ہیں۔ [رواہ البیہقی فی الدر المنثور ۸/ ۸۹]

قولِ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ:

جب آخری زمانہ ہوگا۔ تو ایک آگ مشرق کی جانب سے نکلے گی جو لوگوں کو سرزمین شام کی طرف جمع کر دے گی اور وہیں ہم

لوگوں پر قیامت قائم کریں گے۔

ایک اور قول یہ ہے:

انکو انکے گھروں سے نکالا۔اس پہلے اجتماع کیلئے جو ان کے ساتھ لڑائی کیلئے تھا۔کیونکہ یہ پہلا قتال تھا جو یہود کے ساتھ پیش آیا۔

مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا (تمہارا تو گمان بھی نہ تھا کہ وہ اپنے گھروں سے نکل جائیں گے) کیونکہ وہ بڑے لڑاکے اور ان کے قلعے مضبوط اور حفاظت شاندار، جنگی اسلحہ اور افرادی قوت میں کافی حد تک مضبوط تھی۔ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ (اورانہوں نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ ان کے قلعے ان کو اللہ تعالیٰ سے بچالیں گے)یعنی انکا گمان یہ تھا ان کو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچالیں گے۔ان حصونهم تمنعهم من بأس الله اور انهم مانعتهم حصونهم من الله دونوں تراکیب میں فرق یہ نمبرا۔خبر کو مقدم کرنا۔یہ ظاہر کرتا ہے۔ان کو قلعوں پر بہت زیادہ اعتماد اور ان کی حفاظت پر یقین تھا۔نمبر۲۔هم کی ضمیر کو اَنَّ کا اسم بنایا گیا ہے۔جبکہ جملہ کا اسناد اس کی طرف ہو رہا ہے۔یہ ان کے اس اعتقاد کی دلیل ہے۔کہ وہ ایسی عزت اور حفاظت میں ہیں کہ جس کے ہوتے ہوئے کوئی ان پر تعرض نہیں کر سکتا۔یا ان پر غلبہ کی طمع نہیں کر سکتا۔اور یہ باتیں ظنوا ان حصونهم تمنعهم میں نہیں پائی جاتیں۔فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ (پس اللہ تعالیٰ ان کو ایسی جگہ سے آپہنچا) یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کا عذاب۔

قراءت: شاذ قراءت میں فآتاهم الله یعنی فاتا هم الهلاك مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا (ایسی جگہ سے کہ جہاں سے ان کو گمان بھی نہ تھا)اوران کے دل میں خیال بھی نہ گزرا تھا۔اور وہ کعب بن اشرف رئیس بنونضیر کا اس کے رضاعی بھائی کے ہاتھوں قتل کیا جانا ہے۔وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ(اوران کے دلوں میں رعب ڈال دیا) رعب سے خوف مراد ہے۔يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ (کہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے اجاڑ رہے تھے)

قراءت: يخرّبون ابوعمرو نے پڑھا۔تخریب اور اخراب: کسی چیز کو توڑ اور گرا کر بگاڑنا۔الخربة :فساد و بگاڑ۔

وہ اپنے گھروں کو اندر سے بگاڑ رہے تھے اور مسلمان ظاہر اور باہر سے گرا رہے تھے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کی شان و شوکت کا استیصال چاہتے تھے۔مدینہ میں نہ یہودیوں کا گھر رہے اور نہ گھر کا باسی۔ان گھروں کو برباد کرنے کا جو چیز موجب بنی وہ یہ تھی کہ لکڑیوں اور پتھروں سے گلیوں کے ناکے بند کر رہے تھے۔تاکہ مسلمان داخل نہ ہوں اور اگر وہ جلا وطن کر دیے جائیں تو وہ مسلمانوں کے رہائش کے قابل نہ رہیں اور مکانات کی عمدہ عمدہ لکڑی اور کڑیاں جو ساگوان وغیرہ پر مشتمل تھیں وہ ساتھ لے جائیں۔باقی مسلمان ان مکانات کو اس لئے برباد کر رہے تھے۔تاکہ ان کی قلعہ بندی ختم ہو۔اور لڑائی کا کھل کر موقعہ ملے اور تخريبهم بايدى المؤمنين کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو عہد شکنی کر کے خود تخریب کے حوالہ کیا تھا۔جب وہ خود اس کا سبب بنے تو گویا انہوں نے خود اس کا حکم کیا تھا۔اور ان کو بتکلف اس کا ذمہ دار بنایا تھا۔

فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ (پس اے دانشمندو اس حالت کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو)یعنی اس بات میں غور کرو کہ ان کو کیا

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۵

تم نے جو بھی کھجوروں کے درخت کاٹ ڈالے یا تم نے انہیں انکی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا' سو یہ اللہ کے حکم سے ہوا اور تا کہ اللہ کافروں کو ذلیل کرے۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ

اور جو کچھ مال فئ ان سے اللہ نے اپنے رسولؐ کو مال دلوایا سو تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ دوڑائے

وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۶ مَآ

اور لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے مسلط فرما دیتا ہے' اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے' اللہ نے جو کچھ

اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى

اپنے رسولؐ کو بستیوں کے رہنے والوں سے بطور فئ مال دلوا دیا سو وہ اللہ کے لئے ہے اور رسولؐ کے لئے اور قرابت داروں کے لئے اور یتیموں کے لئے

وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَاۗءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ

اور مسکینوں کے لئے اور مسافروں کے لئے تا کہ یہ ماں ان لوگوں کے درمیان دولت بن کر نہ رہ جائے جو مال دار ہیں اور رسول جو کچھ عطا کریں

الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۷

وہ لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے رُک جاؤ اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

ہوا۔اور اس کا کیا سبب تھا۔پس اس سبب کو اختیار کرنے سے گریز کرو۔ورنہ تمہیں ان کی سزا بھگتنا ہوگی۔

قیاس کا جواز:

مَسْئَلَہ: یہ قیاس کے جواز کی دلیل ہے۔

۳ :وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاۗءَ (اور اگر اللہ تعالیٰ نے ان کی قسمت میں جلاوطن ہونا نہ لکھ دیا ہوتا) الجلاء اہل وعیال سمیت وطن سے نکلنا۔لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا (تو دنیا میں ہی ان کو سزا دیتا) یعنی قتل اور قید کی سزا۔جیسا کہ بنو قریظہ کے ساتھ پیش آیا۔وَلَهُمْ (اور ان کے لئے) خواہ وہ جلاوطن ہوں یا قتل کئے جائیں۔فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ (آخرت میں آگ کا عذاب ہے)۔جس سے زیادہ سخت کوئی سزا نہیں ہے۔

۴ :ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ (یہ اس سبب سے ہے کہ) ان کو یہ سزا اس سبب سے ملی کہ شَاۗقُّوا اللّٰهَ (انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مخالفت کی) وَرَسُوْلَهٗ وَمَنْ يُّشَاۗقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (اور اسکے رسول کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سخت سزا دینے والے ہیں)

۵ :مَاقَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ (جو کھجوروں کے درخت تم نے کاٹ ڈالے) یہ ماقطعتم کا بیان ہے۔

نحو :مَآ قطعتم کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا تم نے کیا چیز کاٹ ڈالی ۔ مَا کی طرف راجع ضمیر اَوْتَرَكْتُمُوْهَا میں مؤنث لائے کیونکہ وہ لینة کے معنی میں ہے۔ اللِّيْنَةُ کھجور کو کہتے ہیں۔ یہ الالوان سے لیا گیا ہے۔ ماقبل کسرہ کی وجہ سے واؤ کو یاء سے بدل دیا۔ ایک قول یہ ہے کہ اَللِّيْنَة عمدہ کھجور کو کہتے ہیں۔ گویا انہوں نے اس کو اللین سے لیا ہے جس کا معنی نرمی ہے۔ قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ (یا ان کو ان کی جگہ کھڑا رہنے دیا۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اجازت سے ہوا) پس ان کا کاٹنا اور چھوڑنا اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا۔ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ (اور تاکہ کافروں کو اللہ رسوا کردے) تاکہ یہود ذلیل ہو جائیں اور ان کو کاٹنے کا حکم دے کر بھی یہود کو جلایا۔

مالِ فَیٔ:

۶ :وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ (اور جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو ان سے دلوایا) اس کو آپ ﷺ کیلئے فَیٔ قرار دیا۔ مِنْهُمْ هم سے مراد بنونضیر ہیں۔ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ (پس تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ) یہ اموال بنی نضیر کا حصول تمہارے گھوڑے دوڑانے اور سواریوں چڑھانے کی وجہ سے نہیں ہوا۔ الرکاب اونٹ۔ مطلب یہ ہے کہ اس کو حاصل کرنے کیلئے اور اس کو غنیمت بنانے کیلئے گھوڑوں اور سواروں کی ضرورت نہ پڑی اور نہ ان کے ساتھ لڑائی کر کے تمہیں تھکنا پڑا۔ بلکہ تم وہاں پیدل گئے کیونکہ یہ مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر قباء کے پاس ہی واقع ہے۔ آپ ﷺ گدھے پر سوار تھے پس وہی کافی ہو گیا۔

وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ (لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے مسلط کرتا ہے) مطلب یہ ہے بنونضیر کے جو اموال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو عنایت فرمائے ہیں تم نے یہ اموال قتال وغلبہ سے حاصل نہیں کیے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان پر تسلط دیا جیسا کہ وہ اپنے رسولوں کو ان کے دشمنوں پر تسلط دیتے آئے ہیں۔ پس ان کی تقسیم کا معاملہ بھی اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے وہ جیسے چاہے تقسیم فرمادیں اس کو ان غنائم کی طرح جن کے لئے قتال کیا جائے۔ تقسیم نہ کیا جائے گا۔ اور جن غنائم کو زور وقوت سے حاصل کیا جائے ان کی طرح اس کا حکم نہ ہوگا۔ آپ ﷺ نے اس کو مہاجرین میں تقسیم فرمادیا۔ صرف تین انصاریوں کو اس میں سے حصہ دیا گیا کیونکہ وہ مفلوک الحال تھے۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے)

۷ :مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ (جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو دوسری بستیوں کے کافر لوگوں سے دلوائے۔ پس وہ بھی اللہ کا حق ہے اور رسول کا اور رسول کے قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور غریبوں کا اور مسافروں کا) اس جملے اور پہلے جملے کے درمیان عاطف نہیں لائے کیونکہ یہ پہلے جملے کا بیان ہے پس یہ جملہ اس سے اجنبی نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ پر وضاحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو

مال فئی دیا ہے۔اس سے کیا کریں۔آپ کو حکم دیا کہ اس کا مصرف وہی ہے۔ جو خمس غنائم کا ہے۔جس کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائیگا۔

بعض مفسرین کا قول:

بعض مفسرین نے اس قول کو کھوٹا قرار دے کر کہا کہ پہلی آیت تو اموال بنونضیر کے سلسلہ میں ہے۔جن کی تقسیم اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے سپرد فرمائی۔اور یہ آیت ہر ایسی بستی کے متعلق ہے جو لڑائی کے بغیر حاصل ہو اور اس آیت میں اس کے خمس کا مصرف ذکر کیا گیا پس یہ ابتدائی کلام ہے۔

كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ (تا کہ وہ مال تمہارے مالداروں کے قبضہ میں نہ آجائے)

قراءت: یزید نے تکونُ دولةً پڑھا ہے۔اور کان کو تامہ قرار دیا۔الدُولة،الدَولة جو انسان کیلئے بدل کر آئے۔اجداد سے گھوم کر آئے۔اب اس کا معنی یہ ہوا: تا کہ وہ مال فئی جو فقراء کا حق خالص ہے تا کہ وہ اس سے گزراوقات کر سکیں۔وہ اغنیاء کے مابین جدی جائیداد نہ بن جائے جس سے اپنے مال کو اور زیادہ بڑھائیں۔وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ (اور رسول تم کو جو کچھ دے دیا کریں وہ لے لیا کرو) اور جس کے لینے سے تم کو روک دیں یعنی تقسیم غنیمت یا فئی میں سے جو حصہ اللہ تعالیٰ کا رسول تمہیں دے۔ فَخُذُوْهُ (پس اس کو قبول کرلو) وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ (اور جس کے لینے سے روک دیں) اور منع کر دیں۔فَانْتَهُوْا (پس اس سے رک جاؤ) اور اس کا مطالبہ مت کرو۔وَاتَّقُوا اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو!) اس بات سے کہ تم ان کی مخالفت اختیار کرو۔اور ان کے حکم کی بجا آوری میں سستی برتو!اور نہی کو قبول کرنے میں پس وپیش کرنے لگو۔اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (بیشک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے) اس شخص کو جو رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے۔بہتر قول یہ ہے یہ آیت عام ہو اور ہر امر و نہی رسول ﷺ اس میں شامل ہو اور اسی عموم کے تحت حکم فئی بھی داخل ہو۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا

فقراء مہاجرین کے لئے ہیں جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکالے گئے وہ اللہ کا فضل اور رضامندی

مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ ⑧

طلب کرتے ہیں' اور اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی مدد کرتے ہیں یہ وہ ہیں جو سچے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ

اور ان لوگوں کے لئے ہیں جنہوں نے ان سے پہلے دار کو اور ایمان کو ٹھکانہ بنالیا' جو شخص ان کی طرف ہجرت کر کے آئے اس سے محبت کرتے ہیں اور اپنے

فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ

سینوں میں اس مال کی وجہ سے کوئی حاجت محسوس نہیں کرتے جو مہاجرین کو دیا جائے' اور وہ اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود انہیں

خَصَاصَةٌ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ ⑨

حاجت ہو' اور جو شخص اپنے نفس کی کنجوسی سے بچادیا گیا سو یہ وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

۸ : لِلْفُقَرَآءِ (اوران فقراء)

نحو : یہ لذی القربیٰ اور معطوف علیہ سے بدل ہے۔ یہ للّٰہ وللرسول سے بدل نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو فقیر مہاجر نہیں کہا جاسکتا۔ علاوہ ازیں اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ینصرون اللّٰہ ورسولہ اور ظاہر ہے کہ اگر رسول کو فقراء میں بدل قرار دے کر شامل کیا جائے تو معنی اس طرح ہو جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ اور دوسرے فقراء مہاجرین اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یعنی رسول خود اپنی مدد کرتے ہیں۔ اور یہ مطلب درست نہیں پس یہ بدل بنانا اللہ عزوجل کی جو تعظیم واجب ہے اس کے خلاف بنتا ہے۔ اَلْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ (مہاجرین کیلئے ہے جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اور اپنے مالوں سے جدا کر دیئے گئے) یعنی مکہ میں۔

خاص دلیل:

استیلاء کے ساتھ مسلمانوں کے اموال کے مالک بن جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کو فقراء قرار دیا حالانکہ مکہ میں تو ان کے گھر اور جائیدادیں تھیں۔

يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا (وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کے طالب ہیں)

يَبْتَغُوْنَ :یبتغون یہ حال ہے فضل سے مراد جنت ہے وہ جنت اور رضائے الٰہی کے طالب ہیں۔وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے دین کی مدد کرتے ہیں) یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرتے ہیں۔اور اس کے رسول کی اعانت کرتے ہیں۔اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (یہی لوگ (ایمان کے) سچے ہیں) یعنی اپنے ایمان اور جہاد میں۔

مدینہ دارالمہاجرین اور دارالہجرۃ:

۹ : وَالَّذِيْنَ (اور ان لوگوں کا بھی حق ہے) اس کا عطف المہاجرین پر ہے۔اور اس سے مراد انصار ہیں۔تَبَوَّؤُا الدَّارَ (جو دارالاسلام) (مدینہ میں) ان مہاجروں کے آنے سے پہلے جاگزیں تھے) یعنی مدینہ میں رہائش تھی۔وَالْاِيْمَانَ (اور ایمان مخلصانہ لائے) یہ اس قول کے مطابق ہے۔جو عرب کہتے ہیں۔علفتها تبنا و ماء باردًا یا انہوں نے اپنا مستقر ومتوطن قرار دیا کیونکہ وہ اس پر پختہ اور مضبوط ہو گئے۔جیسا کہ انہوں نے مدینہ کو بھی اسی طرح بنایا یا دار الهجرات کو دارالایمان قرار دیا۔تو الدار کی لام تعریف کو مضاف الیہ کے قائم مقام رکھا اور دارالایمان سے مضاف کو حذف کر دیا اور مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کر دیا۔مِنْ قَبْلِهِمْ (مہاجرین سے پہلے جاگزین تھے) کیونکہ انہوں نے دارالہجرت اور ایمان کو ٹھکانہ دینے میں ان سے سبقت اور پہل کی۔ایک قول یہ ہے ان کے ہجرت کرنے سے پہلے يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ (جو مہاجر ان کے پاس ہجرت کر کے آتے ہیں۔ان سے یہ محبت کرتے ہیں) یہاں تک کہ ان کو اپنے مال بانٹ کر دے دیئے اور ان کو اپنے گھروں میں اتارا اور جن کی دو بیویاں تھیں۔ایک سے علیحدگی اختیار کر کے مہاجر بھائی سے شادی کر دی۔وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا (اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ لوگ اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے) مہاجرین کو جو مال فئی وغیرہ دیا جاتا ہے۔اس کے متعلق اپنے دلوں میں کوئی طلب وحاجت نہیں پاتے۔

ایک نکتہ:

آیت میں محتاج الیہ کا نام حاجة رکھا گیا۔مطلب یہ ہوا کہ ان کے نفوس مقدسہ اس قدر صاف ہیں کہ مہاجرین کو جو کچھ دیا جائے۔ان کے نفوس اس کی طرف لالچ کرتے ہوئے جھکاؤ بھی اختیار نہیں کرتے اور ان میں سے کسی ضرورت والی چیز کی طرف نگاہ بھی نہیں اٹھاتے (سبحان اللہ) **ایک قول** یہ ہے حاجة کا معنی حسد ہے اس چیز سے جو مہاجرین کو فئی میں سے دیا جائے۔اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو مال فئی کے ساتھ خاص کر دیا تھا۔**ایک اور قول** وہ اپنے دلوں میں ضرورت کی ایک ذرا سی رمق بھی نہیں پاتے اس مال کے چلے جانے سے جو ان مہاجرین کو دیا گیا۔وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (اور ان کو اپنے سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان پر فاقہ ہی ہو) خصاصة فقر۔اس کی اصل ہے خصاص البیت: گھر کے سوراخ۔یہ جملہ موضع حال میں ہے۔ای مفروضة خصاصتهم ۔

انصاری رضی اللہ عنہ اور مہمان:

روایت میں ہے کہ ایک انصاری کے ہاں ایک مہمان آیا۔ انہوں نے بچوں کو پہلا کر سلا دیا اور مہمان کی خدمت میں کھانا پیش کیا اور دیا صرف اس غرض سے بجھا دیا کہ مہمان سیر ہو جائے اور وہ اس میں سے نہ کھائے [بخاری]۔ روایت انس رضی اللہ عنہ: کسی انصاری کو بکری کی بھنی ہوئی سری بطور ہدیہ دی گئی۔ وہ شدید بھوک سے دوچار تھے مگر انہوں نے اپنے پڑوسی کی طرف بھیجی شاید ان کو ضرورت زیادہ ہو۔ نو اشخاص میں یہ گھومتی گھماتی پھر ان کے گھر واپس پہنچ گئی۔

قولِ ابوزید:

مجھے ایک بلخی نوجوان نے کہا تمہارے نزدیک زہد کیا ہے؟ میں نے کہا جب ہم پاتے ہیں کھا لیتے ہیں اور جب نہیں پاتے تو صبر کرتے ہیں اس نے کہا ہمارے ہاں بلخ کے کتے اسی طرح کرتے ہیں۔ ہمارا طرز عمل یہ ہے جب ہم نہیں پاتے تو صبر کرتے ہیں۔ اور جب پا لیتے ہیں تو دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (اور جو شخص اپنی طبیعت کے بخل کی وجہ سے محفوظ رکھا جائے پس وہی لوگ کامیاب ہیں) المفلح اپنے مقصد کو پانے والے۔ الشح ملامت و کمینگی۔ آدمی کا اپنا نفس بعض اوقات روک لینے کا خواہاں ہو۔ البخل بعینہٖ روکنا۔ ایک قول یہ ہے ظلم سے کسی مسلمان بھائی کا مال کھا جانا۔ البخل اپنے مال کو دوسرے سے روکنا۔ بقول کسریٰ بخل فقر سے زیادہ نقصان دہ ہے۔ کیونکہ فقیر وسعت آنے پر دیتا ہے مگر بخیل کبھی نہیں دیتا۔

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا

اور ان لوگوں کے لئے ہیں جو ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب بخش دے ہم کو اور ان لوگوں کو جو ہمارے بھائی ایمان کے ساتھ

بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰﴾ ع

ہم سے پہلے گزر گئے اور مت کر دے ہمارے دلوں میں کوئی کھوٹ ایمان والوں کے لئے اے ہمارے رب بے شک آپ رؤف ہیں رحیم ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ

کیا آپ نے منافقوں کو نہیں دیکھا جو اپنے کافر بھائیوں سے کہہ رہے تھے جو اہل کتاب میں سے ہیں

لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ

کہ یقین جانو اگر تم نکالے گئے تو ضرور ضرور ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہم تمہارے بارے میں کبھی بھی کسی کی بات نہ مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور ضرور تمہاری مدد کریں گے

وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۱﴾ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا

اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔ یہ یقینی بات ہے کہ اگر وہ نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور یقینی بات ہے اگر ان سے جنگ کی گئی تو یہ

يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ قف ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ

ان کی مدد نہیں کریں گے اور اگر ان کی مدد کریں گے تو پشت پھیر کر چلے جائیں گے پھر انکی مدد نہیں کی جائے گی یہ بات بھی یقینی ہے کہ ان کے سینوں میں

رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۳﴾ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ

تمہارا ڈر اللہ کے خوف سے بھی زیادہ ہے یہ اس وجہ سے کہ بیشک وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں ہیں وہ تم سے جنگ نہیں کریں گے

جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ؕ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ؕ

اکٹھے ہو کر مگر ایسی جگہوں میں جو محفوظ ہوں یا دیواروں کی آڑ میں، آپس میں ان کی لڑائی سخت ہے،

تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۴﴾ ج

آپ خیال کرتے ہیں کہ وہ اکٹھے ہیں حالانکہ ان کے دل الگ الگ ہیں یہ اس وجہ سے کہ بیشک وہ ایسے لوگ ہیں جو عقل نہیں رکھتے۔

كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۵﴾ ج

ان لوگوں کی سی مثال ہے جو ان سے کچھ پہلے تھے انہوں نے اپنے کردار کا مزہ چکھ لیا، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

حکم استغفار:

۱۰ :وَالَّذِیْنَ جَآءُ وْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ (اوران لوگوں کا بھی جوان کے بعد آئے)اس کا عطف بھی المہاجرین پر ہے۔اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے بعد میں ہجرت کی ۔ایک قول: احسان سے ان کی اتباع کرنے والے۔ایک قول یہ ہے ان کے بعد قیامت تک آنے والے لوگ ۔قول عمر رضی اللہ عنہ:اس میں ہر وہ بچہ داخل ہے جو قیامت تک مسلمانوں کا پیدا ہوگا۔پس انہوں نے دونوں میں واؤ کو عاطفہ مانا۔

قراءت: دونوں آیات میں للذین پڑھا گیا ہے۔

یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ (بعد کو آنے والے کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں)ایک قول یہ مہاجرین وانصار ہیں۔قول عائشہ رضی اللہ عنہا: لوگوں کو حکم دیا گیا کہ وہ ان کے لئے استغفار کریں مگر لوگوں نے ان کو گالیاں بکیں۔وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا (ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے متعلق کینہ نہ پیدا کر دینا)غلا: کینہ،حسد،بعض لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے) الذین امنوا سے صحابہ کرام مراد ہیں۔رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (اے ہمارے رب آپ بڑے شفیق ورحیم ہیں)

قولِ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ:

سعید سے پوچھا گیا تم عثمان وطلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم کے متعلق کیا کہتے ہو انہوں نے کہا میں وہ کہتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کہلوایا ہے اور یہ آیت پڑھی۔

منافقین کا حال:

۱۱ : پھر بطور اظہارِ تعجب اپنے پیغمبر ﷺ کو فرمایا اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ نَافَقُوْا (کیا آپ نے ان منافقین کی حالت نہیں دیکھی) یعنی اے محمد ﷺ کیا آپ نے عبداللہ بن ابی اور اس کے حامیوں کو نہیں دیکھا۔یَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ (کہ اپنے بھائیوں سے جو کفار اہل کتاب ہیں)اہل کتاب سے بنونضیر مراد ہیں۔اور اخوانھم سے مراد کفر میں شریک بھائی۔ لَىِٕنْ اُخْرِجْتُمْ (واللہ اگر تم نکالے گئے)اپنے گھروں سے لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ (تو ہم تمہارے ساتھ نکل جائیں گے)روایت ہے کہ عبداللہ بن ابی اور اس کی پارٹی کے لوگ رات کو بنی نضیر کے پاس گئے اور کہنے لگے تم قلعہ سے مت نکلو اگر محمد ﷺ اور ان کے ساتھی تمہارے ساتھ لڑے تو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ہم تمہارے لئے ان کو خود روک لیں گے اور اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم ضرور تمہارے ساتھ نکلیں گے۔وَلَا نُطِیْعُ فِیْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا (اور ہم تمہارے سلسلہ میں کبھی کسی کا کہنا نہ مانیں گے) فیکم سے تمہارے ساتھ لڑائی کے معاملے میں رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں میں جو بھی ہو ہم کسی کی بات نہ مانیں گے خواہ مجبور کئے جائیں یا تمہارے رسوائی کے سلسلہ میں اور نصرت کا جو وعدہ ہم نے کیا اس کے خلاف کرنے میں ہم کسی کی بات نہ مانیں گے۔وَاِنْ

قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (اوراگرتم سے کسی کی لڑائی ہوئی تو ہم تمہاری مدد ضرور کریں گے اوراللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں) ان وعدوں میں جو بنونضیر سے یہ زبانی کلامی کررہے ہیں۔

مَسْئَلَة: یہ اخبار بالغیب ہے جو وحی کے ذریعہ ہی ممکن ہے یہ آپ کی نبوت کی صداقت پر دلیل ہے۔

۱۲: لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَايَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَايَنْصُرُوْنَهُمْ لَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ (اگر اہل کتاب نکالے گئے تو یہ منافقین ان کے ساتھ نہ نکلیں گے اوراگران سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے اوراگران کی مدد بھی کی تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ پھران کی کوئی مدد نہ ہوگی) آیت میں فرمایا ولئن نصروھم حالانکہ پہلے فرمادیا کہ وہ ان کی مدد نہ کریں گے تو یہ بالفرض والتقدیر کے طور پر فرمایا گیا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ لئن اشرکت لیحبطن عملك [الزمر:۶۵] اوراللہ تعالیٰ کی ذات جس طرح مایکون کو جانتی ہے اسی طرح مالایکون کو بھی جانتی ہے اوراگر وہ ہوتا تو وہ کس طرح ہوتا مطلب یہ ہے کہ اگر منافقین نے یہود کی بالفرض مدد کی تو منافقین ضرور شکست کھائیں گے اس کے بعد پھران کی مدد نہ کی جائے گی۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کرڈالیں گے اوران کا نفاق ان کو بچا نہ سکے گا کیونکہ مخالفت رسول کر کے ان کا کفر ظاہر ہوگیا۔ یا یہود کو ضرور شکست ہوگی پھر منافقین کی امداد ان کا سہارا نہ بن سکے گی۔

۱۳: لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً (اے مسلمانو! بیشک تمہارا خوف ان کے دلوں میں بہت زیادہ ہے) رھبۃ یہ مصدر ہے بمنی للمفعول ہے ڈر میں بڑھ کر فِيْ صُدُوْرِهِمْ (ان کے دلوں میں) یہ ان کے نفاق کی دلالت ہے۔ یعنی وہ تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ کا خوف ظاہر کرتے ہیں حالانکہ تمہارا خوف ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ ہے۔ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ (اللہ تعالیٰ کے خوف سے یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں) وہ اللہ تعالیٰ کو جانتے نہیں نہ اس کی عظمت کو مانتے ہیں تاکہ یہ اس سے صحیح طور پر ڈرتے۔

۱۴: لَايُقَاتِلُوْنَكُمْ (وہ سب ملکر بھی تم سے نہیں لڑیں گے) یعنی تمہارے ساتھ لڑائی کی انہیں طاقت نہیں۔ جَمِيْعًا (اکٹھے مل کر) یعنی یہود ومنافقین اِلَّا (مگر یہ کہ ہوں) فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ (حفاظت والی بستیوں میں) خندقوں کی آڑ میں اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ (یادیواروں کی آڑ میں)

قراءت: مکی، ابوعمرو نے جدار پڑھا ہے۔

بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ (ان کی لڑائی آپس میں ہی بڑی تیز ہے) یعنی سخت لڑائی جس سے وہ معروف ہیں وہ اپنے مابین لڑی جانے والی ہے جبکہ وہ ایک دوسرے سے لڑیں اوراگر وہ تم سے لڑیں گے تو ان کی مضبوطی اور جنگجوئی نہیں رہے گی کیونکہ اللہ اوراس کے رسول سے لڑائی میں بڑے سے بڑا بہادر بھی بزدل ہے۔ تَحْسَبُهُمْ (تم ان کو گمان کرتے) یعنی یہود ومنافقین کو جَمِيْعًا (اکٹھے باہمی الفت ویگانگت والے) وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى (حالانکہ ان کے دل غیر متفق ہیں) الگ الگ ہیں ان کے اندر باہمی الفت کا نشان نہیں۔ مطلب یہ ہے ان کے مابین کینے اور عداوتیں ہیں جس کی وجہ سے ان کے مابین حقیقی یگانگت نہیں ہے۔

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ

شیطان کی سی مثال ہے کہ وہ انسان سے کہتا ہے کہ کافر ہو جا' سو وہ جب کافر ہو جاتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ میں تجھ سے بیزار ہوں میں

اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ

اللہ سے ڈرتا ہوں جو رب العالمین ہے سو ان دونوں کا انجام یہ ہوا کہ بلاشبہ دونوں دوزخ میں ہوں گے اس میں ہمیشہ

فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۷﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ ۵۷ ع

رہیں گے اور یہ ظالموں کی سزا ہے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر جان یہ غور کرلے کہ

نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾

اس نے کل کے لئے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو۔ بلاشبہ اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے اور تم ان لوگوں

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾

کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے سو اللہ نے ان کو ان کی جانیں بھلا دیں یہ لوگ فاسق ہیں

لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ﴿۲۰﴾

برابر نہیں ہیں دوزخ والے اور جنت والے اہل جنت ہی کامیاب ہیں '

ربط :اس میں مسلمانوں کو جرأت دلائی گئی اور ان کے خلاف لڑائی کیلئے ان کے دلوں کو مضبوط کیا گیا ہے۔

ذٰلِكَ (یہ پراگندگی) بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ (صرف اس وجہ سے ہے کہ وہ بے عقل لوگ ہیں) دلوں کے تشتت وافتراق نے ان کے قویٰ کو کمزور کر ڈالا اور روحوں میں بزدلی پیدا کردی۔

۱۵ : كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (ان لوگوں کی سی مثال ہے جو ان سے کچھ ہی پہلے ہوئے) ان کی مثال اہل بدر جیسی ہے۔

نحو :مبتدأ کو حذف کردیا گیا ہے۔

قَرِيْبًا۔ای استقروا قریبًا جو ان سے قریبی زمانہ میں ان سے تھوڑا عرصہ قبل ہوئے۔ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ (وہ اپنے کردار کا مزہ چکھ چکے) اپنے کفر کا برا انجام اور عداوتِ رسول ﷺ کا نتیجہ چکھ چکے۔عرب کا قول ہے كلا وبيل بدمزہ بدانجام یعنی دنیا میں انہوں نے قتل کا عذاب پالیا۔وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا) اس کے ساتھ ساتھ ان کے لئے دردناک عذاب آخرت میں ہوگا۔

منافقین کا حال شیطان کے مشابہ:

۱۶ : كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْقَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ (شیطان کی ایسی مثال ہے کہ انسان سے کہتا ہے کافر ہو جا۔ جب وہ کافر ہو جاتا ہے تو اس سے کہتا ہے میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں۔ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں) منافقین کی یہودیوں کو لڑائی پر ابھارنے اور ان سے نصرت کا وعدہ کرنے پھر ان کے چھوڑنے اور مخالفت کرنے کی مثال شیطان جیسی ہے کہ جب وہ اپنے فریب سے انسان کو گمراہ کر لیتا ہے۔ تو آخرت میں اس سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے۔ ایک قول یہ ہے اس سے شیطان کا قریش کو گمراہ کر کے میدان بدر میں لا کھڑا کرنا ہے۔ اور یہ کہہ کر ابھارنا۔ **لاغالب لکم الیوم من الناس وانی جارلکم الٰی ۔ انی بریٔ منکم** [الانفال:۴۱]

۱۷ : فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ (پس آخری انجام دونوں کا یہ ہوا) دونوں کافر انسان اور شیطان کا انجام اَنَّهُمَا فِى النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا (دونوں دوزخ میں گئے جہاں ہمیشہ رہیں گے) اَنَّ اپنے اسم وخبر سمیت یہ موضع رفع میں کان کا اسم ہے اور **عاقبتھما** یہ اس کی خبر ہے اور خالدین حال ہے۔ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ (اور ظالموں کی یہی سزا ہے)

۱۸ : يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ (اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو) اس کے اوامر کے سلسلہ میں اور ان کی خلاف ورزی مت کرو۔ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ (اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے)

ایک نکتہ:

نفسٌ کو نکرہ لائے کیونکہ آخرت کی طرف دھیان کرنے والے نفس قلیل ہیں۔

مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (کہ کل کے دن کیلئے اس نے کیا پہلے بھیجا ہے) غد سے قیامت کا دن مراد ہے اس کو ذہن کی تقریب کیلئے اس دن سے تعبیر فرمایا جو آج کے دن سے متصل ہے یا نمبر۲۔ اس کو اس لئے غد سے تعبیر کیا گویا دنیا اور آخرت دونوں ہیں ایک آج کا دوسرا کل کا۔ اور پھر غدٍ کو نکرہ لا کر اس کی عظمت کو بڑھایا۔ کہ ایسا کل جس کی عظمت شان کی وجہ سے کیفیت جانی نہیں جا سکتی۔

قولِ مالک بن دینار رحمہ اللہ:

جنت کے دروازہ پر لکھا ہوگا ہم نے جو عمل کیا اس کو پالیا اور جو آگے بھیجا اس کو نفع سے پالیا اور جس کو پیچھے چھوڑا اس کا نقصان اٹھالیا۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو!) نمبر۱۔ تقویٰ کے حکم کو تاکید کیلئے دوبارہ لائے یا نمبر۲۔ ادائے واجبات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ کیونکہ پہلا و اتقوا اللہ اعمال کے متصل آرہا ہے۔ اور پھر فرمایا و اتقوا اللّٰہ اور اللہ تعالیٰ سے ترکِ معاصی کے سلسلہ میں ڈرو، کیونکہ اس اتقوا اللہ کو اس کے ساتھ ملا کر ذکر کیا جو وعید کے قائم مقام ہے اور وہ وعید جیسی آیت یہ آیت ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو) اس میں مراقبہ پر ابھارا گیا۔ کیونکہ جو شخص یہ جانتا ہے

کہ اللہ تعالیٰ کو وہ سارے گناہ معلوم ہیں جن کا وہ ارتکاب کر رہا ہے۔ اور جن سے رک رہا ہے۔

۱۹ : وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ (اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے بے پروائی اختیار کی) انہوں نے یاد الٰہی کو ترک کر دیا اور جن باتوں کا ان کو حکم دیا تھا۔ ان کو چھوڑ بیٹھے۔ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ (تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی جانوں سے بے پرواہ بنا دیا) اللہ تعالیٰ کی رحمت و توفیق ان کا ساتھ چھوڑ گئی۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (وہ وہی فاسق ہیں) اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکلنے والے ہیں۔

اہل جنت و دوزخ برابر نہیں:

۲۰ : لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (دوزخی اور جنتی باہم برابر نہیں۔ اہل جنت ہی کامیاب ہیں) اس میں لوگوں کو خبردار کیا اور یہ اعلان کر دیا گیا کہ لوگو! تم کثرتِ غفلت اور آخرت کی فکر بہت کم کرنے اور دنیا کو آخرت کے مقابلہ میں ترجیح دے کر اور شہوات کی پیروی کر کے اس درجہ میں پہنچ چکے۔ گویا کہ جنت و دوزخ کے فرق کو ہی تم نہیں جانتے اور ان کے رہنے والوں کے درمیان تو دور کا فاصلہ پایا جاتا ہے۔ وہ تمہارے پیش نظر رہا ہی نہیں۔ حالانکہ بڑی کامرانی تو اصحاب جنت کو حاصل ہوگی اور اصحاب نار کو دردناک عذاب میں مبتلا ہونا ہوگا۔ پس لوگوں کو چاہئے کہ وہ اس بات کو جانیں اور اس سے خبردار رہوں۔ جیسا تم اس شخص کو کہو جو اپنے باپ کی نافرمانی کرتا ہو۔ ھو ابوك کہ وہ تیرا باپ ہے تم نے یہ جملہ اس کو اس انداز سے کہا ہے گویا وہ اپنے باپ کو جانتا ہی نہیں پس یہ جملہ کہہ کر تم اس کو حق بات یاد دلا رہے ہو جو کہ مہربانی اور صلہ رحمہ کا مقتضی ہے۔

استدلالِ شوافع:

اس آیت سے انہوں نے استدلال کیا کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہ کیا جائے گا۔ اور کافر استیلاء سے مسلمانوں کے مال کے مالک نہیں بنتے۔ ان استدلالات کے جوابات اصول فقہ کی کتب میں عموماً اور خصوصاً ہماری کتاب الکافی میں ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو اے مخاطب تو اسے دیکھتا کہ اللہ کے خوف سے

اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾

دب جاتا اور پھٹ جاتا اور یہ مضامین عجیبہ ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ فکر کریں۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ

وہ اللہ ہے کوئی معبود نہیں مگر وہی، وہ غیب کا اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے وہ رحمٰن ہے رحیم ہے، وہ

اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ

اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ بادشاہ ہے، بہت پاک ہے، باسلامت ہے امن دینے والا ہے، نگہبان ہے، عزیز ہے

الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ

جبار ہے، بڑی عظمت والا ہے، اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو لوگ شرک کرتے ہیں وہ اللہ ہے پیدا کرنے والا ہے، ٹھیک ٹھیک بنانے والا ہے

لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۴﴾ ع

اس کے اچھے اچھے نام ہیں جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اسکی تسبیح بیان کرتی ہیں اور وہ عزیز ہے حکیم ہے۔

عظمتِ قرآن:

۲۱: لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (اور اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تو اس کو دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا) مطلب یہ ہے کہ قرآن کی عظمت وشان کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کسی پہاڑ میں تمیز ڈال دی جائے۔ اور اس پر قرآن مجید اتارا جائے تو وہ ضرور دب جائے جھک جائے۔ اور خوف الٰہی سے پھٹ جاتا۔ نمبر۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ یہ تمثیل ہو جیسا کہ اس قول باری تعالیٰ میں۔ انا عرضنا الامانة [الاحزاب:۷۲] اور اس پر آیت کا اگلا حصہ دلالت کر رہا ہے۔ وتلك الا مثال نضربها للناس لعلهم يتفكرون ۔ اس میں اس مثال اور اس جیسی دیگر امثلہ کی طرف اشارہ ہے۔ جو قرآن مجید میں بیان ہوئیں۔ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (اور ان مضامین عجیبہ کو ہم لوگوں کے فائدہ کیلئے بیان کرتے ہیں تاکہ غور کریں)

اصل مقصود:

انسان کی سخت دلی پر اس کو خبردار کیا گیا کہ تلاوت قرآن کے وقت تجھ میں جتنا خشوع ہونا چاہیے وہ پایا نہیں جاتا اور اس کے زواجر وتنبیہات پر جیسا غور وفکر چاہیے ایسا نہیں کیا جاتا ہے۔

تردید شرک بتذکرہ صفات باری تعالیٰ:

۲۲ : لربط : پھر شرک کی تردید فرمائی اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے مشابہ قرار دیا انکار کیا۔ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ (وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سواء اور کوئی معبود بننے کے لائق نہیں۔ وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا) غیب سے سر اور شہادہ سے علانیہ نمبر۲۔ دنیا وآخرت نمبر۳۔ معدوم وموجود۔ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ (وہی بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے)

۲۳ : هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ (وہی اللہ تعالیٰ ہے کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ ہے) کہ جس کی بادشاہی زائل نہ ہوگی۔

اَلْقُدُّوْسُ (سب عیبوں سے پاک) تمام قبائح سے منزہ۔ ملائکہ کی تسبیح میں یہ الفاظ ہیں سبوحٌ قدوس رب الملائکة والروح۔ اَلسَّلٰمُ (سلامت رہنے والا ہے) زجاج کہتے ہیں السّلام وہ ذات کہ مخلوق جس کے ظلم سے سالم ومحفوظ ہے۔ (کیونکہ وہ عادل ہے) اَلْمُؤْمِنُ (وہ امن دینے والا ہے) بقول زجاج امن عطاء کرنے والا۔ مخلوق جس کے ظلم سے مامون ہے یا وہ مطیع کو اپنے عذاب سے بچانے اور امن دینے والا ہے۔ اَلْمُهَیْمِنُ (نگہبانی کرنے والا ہے)۔ ہر چیز پر نگہبانی کرنے والا۔ اس کی حفاظت کرنے والا۔ یہ الامن مصدر سے مُفَیعل کا صیغہ ہے۔ البتہ یہاں ہمزہ کو ھآء سے بدلا گیا ہے۔ اَلْعَزِیْزُ (وہ زبردست ہے) وہ غالب ہے مغلوب نہیں۔ اَلْجَبَّارُ (خرابی کا درست کرنے والا ہے) بلند عظمت والا کہ سب اس کے سامنے جھکنے والے ہیں۔ یا وہ قدرت وسلطنت میں عظیم الشان ہے۔ یا قہار وجبروت والا ہے۔ اَلْمُتَكَبِّرُ (جو بڑائی وعظمت میں انتہاء کو پہنچنے والا) سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ (وہ کافروں کی شرک آفرینی سے پاک ہے) اس نے اپنی ذات کو ان سب صفات سے منزہ قرار دیا جو مشرکین اس کے متعلق بیان کرتے تھے۔

۲۴ : هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ (وہی معبود ہے پیدا کرنے والا) جو اس نے بنانا ہے اس کا اندازہ کرنے والا اَلْبَارِئُ (ٹھیک ٹھیک بنانے والا) ایجاد کرنے والا۔ اَلْمُصَوِّرُ (صورتیں بنانے والا) ماؤں کے رحموں میں لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (اسی کے اچھے اچھے نام ہیں) جو اس کی بلند صفات پر دلالت کرنے والے ہیں۔ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (جو چیزیں آسمانوں میں ہیں۔ اور زمین میں ہیں سب اس کی پاکی ظاہر کرتی ہیں۔ اور وہی زبردست ہے حکمت والا ہے)

ایک نکتہ:

تسبیح باری تعالیٰ سے سورت کو شروع کیا گیا۔اور اسی پر سورت کو ختم فرمایا گیا۔

فضیلت:

نمبرا۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا۔کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔تم سورۂ حشر کی آخری آیات لازم پکڑو اور اس کی کثرت سے تلاوت کیا کرو۔میں نے سوال دہرایا تو آپ نے یہی جواب دہرادیا۔میں نے تیسری مرتبہ سوال کو لوٹایا تو آپ نے تیسری بار اسی جواب کو لوٹا دیا۔[رواہ الثعلبی کمافی الکشاف]

نمبر۲۔حضرت معقل بن یسار کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص صبح کے وقت تین مرتبہ **اعوذ باللّٰہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم** پڑھ کر سورۂ حشر کی آخری تین آیات کی تلاوت کرے گا۔اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعا کرنے پر شام تک مقرر فرمادے گا۔اور اگر اس روز مرجائے گا تو شہید مریگا۔اور اگر شام کو پڑھے گا تو تب بھی یہی مرتبہ ملے گا۔[رواہ الترمذی وقال حدیث غریب]

الحمدللہ اس سورت کا تفسیری ترجمہ ظہر سے قبل مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ ممتحنہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں تیرہ آیات اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ

اے ایمان والو! میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ۔ تم ان کی طرف دوستی کرتے ہو

وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ

اور حالانکہ وہ حق کے منکر ہو چکے ہیں جو تمہارے پاس آیا ہے وہ رسول کو اور تمہیں اس وجہ سے نکال چکے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے جو تمہارا رب ہے

اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۖ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ

اگر تم نکلے ہو جہاد کرنے کے لئے میری راہ میں اور میری رضا تلاش کرنے کے لئے تم انکی طرف چپکے سے دوستی کی باتیں کرتے ہو

وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ①

اور میں ان باتوں کو خوب جانتا ہوں جنہیں تم چھپاتے ہو' اور تم میں سے جو شخص ایسا کرے گا سو وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا

حاطب کا خط:

۱ : يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ (اے ایمان والو تم میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ)

روایت میں ہے کہ ابوعمرو بن صیفی بن ہاشم کی لونڈی جس کو سارہ کہا جاتا تھا۔ مدینہ منورہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اسوقت حاضر ہوئی جبکہ آپ غزوۂ فتح مکہ کی تیاری میں مصروف تھے۔ آپ نے فرمایا کیا تو مسلمان ہو کر آئی ہے کہنے لگی نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تو وطن چھوڑ کر آئی ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر تو کس وجہ سے آئی ہے؟ کہنے لگی میں سخت محتاج ہو گئی ہوں۔ آپ نے بنی عبدالمطلب کو اس کی امداد کیلئے کہا۔ انہوں نے اس کو کپڑے، اور سواری بمعہ زادِ راہ عنایت کی۔ پھر وہ حاطب بن ابی بلتعہ (جو بدری تھے اور بنی اسد بن عبدالعزیٰ کے حلیف تھے) کے پاس آئی۔ انہوں نے اس کو دس دینار اور پہننے کی چادر دی۔ اور اس کو اہل مکہ کے نام ایک خط دیا۔ جس کی تحریر یہ تھی۔ یہ حاطب بن ابی بلتعہ کا خط اہل مکہ کے نام ہے خبردار ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے رسول تم پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ تم اپنی احتیاطی تیاری کر لو۔ سارہ خط لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئی۔ جبرئیل علیہ السلام خبر

لے کر آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے علی، عمار، عمر، طلحہ، زبیر، مقداد، ابومرثد پر مشتمل شاہ سواروں کا دستہ روانہ فرمایا۔ آپ نے فرمایا تم چلتے رہو تا آنکہ روضۂ خاخ میں پہنچو۔ وہاں ایک اونٹ سوار عورت تمہیں ملے گی اس کے پاس ایک خط ہے۔ جو حاطب نے اہل مکہ کے نام تحریر کیا ہے؟ وہ خط اس سے وصول کرلو۔ اور اس عورت کا راستہ چھوڑ دو۔ اگر وہ انکاری ہو تو اس کی گردن اڑا دو۔

اس دستہ نے اس کو روضۂ خاخ میں جا پکڑا۔ اس نے اولاً قسم اٹھا کر خط سے انکار کر دیا۔ سب نے لوٹنے کا ارادہ کیا تو علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم ہمیں جھوٹی بات نہیں کہی گئی۔ اور نہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ کو غلط بات بتلائی گئی ہے۔ آپ نے تلوار سونتی اور اس کو دھمکایا خط نکالو۔ ورنہ تیرا سر جدا کر دیا جائے گا۔ اس نے اپنے بالوں کی چوٹی سے رقعہ نکال کر ان کے حوالہ کر دیا۔

فتح مکہ کے دن جن کو امن نہ ملا اس میں یہ بھی شامل تھی:

روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح کے دن تمام کو امن دے دیا سوائے چار کے ان میں یہ بھی شامل تھی۔ خط لایا گیا آپ نے حاطب کو طلب کیا۔ اور فرمایا یہ حرکت تو نے کیوں کی۔ تو حاطب نے کہا یا رسول اللہ! میں نے اسلام لانے کے دن سے آج تک کفر نہیں کیا۔ اور جب سے آپ کا خیر خواہ بنا۔ آپ کو دھوکا نہیں دیا۔ جب سے مکہ والوں سے جدا ہوا اس وقت سے آج تک ان کو پسند نہیں کیا۔ لیکن میں قریش کا حلیف ہوں۔ قریش میں سے نہیں ہوں۔ آپ کے ساتھ جتنے مہاجرین ہیں۔ ان تمام کی قرابات قریبیہ مکہ میں پائی جاتی ہیں۔ جس کی بناء پر وہ اپنے اہل واموال کی حفاظت کرتے ہیں۔ مجھے اپنے اہل کے متعلق خطرہ پیدا ہوا۔ میرا ارادہ یہ ہوا کہ میں ان پر احسان کردوں۔ اور یہ مجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی سزا نازل فرمائے گا۔ میرے خط سے ان کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ آپ نے ان کی بات کو مان کر ان کی معذرت کو قبول کرلیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت ہو تو میں اس منافق کی گردن ماردوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عمر تمہیں کیا معلوم اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے دلوں کو جھانکا ہے۔ اور ان کو فرما دیا ہے **اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم** اس پر عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پس یہ آیات نازل ہوئیں۔ **یٰایھا الذین امنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء** ۔ (**واحدی فی اسباب النزول۔۲۸۱، ۲۸۳**) (**قال الحافظ فیہ مخالفۃ شدیدۃ لما فی الصحیحین ۔ والاصل فی الصحیحین**)

اتخذ کو دو مفعولوں کے ساتھ متعدی کیا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے نمبر ا۔ عدوی نمبر ۲۔ اولیاء۔ **العدو** یہ عدا سے فعول کا وزن ہے۔ مثلاً **عفو** از **عفا**۔ لیکن یہ مصدر کے وزن پر ہو تو جملے کیلئے اسی طرح استعمال ہوتا ہے۔ جیسا واحد کیلئے۔

مَسْئَلَة: گناہ کبیرہ سے ایمان سلب نہیں ہوتا۔ **تُلْقُوْنَ** (تم بناتے ہو) **لاتتخذوا** کی ضمیر سے حال ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے **لا تتخذوھم اولیاء ملقین** تم ان کو دوست نہ بناؤ اس حال میں کہ وہ دوستی جتانے والے ہوں۔ **اِلَیْھِمْ بِالْمَوَدَّةِ** (کہ ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو) نمبر ا۔ یہ وقف کے بعد جملہ مستانفہ ہے توبیخ والقاء کیلئے لائے اور ان تک دوستی پہنچانے کی تعبیر ہے۔ المودۃ پر باء زائدہ ہے۔ اور تعدی کی تاکید کیلئے ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں **ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ** [البقرہ:۱۹۵] **یابآء** کو

قائم رکھا جائے۔اس طرح کہ تلقون کا مفعول محذوف ہے۔اوراس کا معنی یہ ہے تلقون الیھم یہ رسول اللہ ﷺ کوسبب مودت کی خبر دی ہے جوتمہارے اوران کے مابین ہے۔

وَقَدْ كَفَرُوْا (حالانکہ وہ اس کے منکر ہیں اس کے جوتمہارے پاس سچا دین آچکا) یہ لاتتخذوا سے حال ہے یاتلقون سے حال ہے۔مطلب اس طرح ہوگا۔لاتتولوھم اوتوادونھم؟تم ان سے دوستی نہ کرو کیاتم ان سے دوستی کرتے ہوحالانکہ ان کا حال یہ ہے۔بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ الحق سے دین اسلام اورقرآن مجید مراد ہے۔يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ (وہ شہر بدر کر چکے رسول اللہ ﷺ اورتم کو) یہ جملہ مستانفہ ہے جوان کے کفراورغلووسرکشی کی تفسیر ہے۔نمبرا۔یہ الذین کفروا سے حال ہے۔اَنْ تُؤْمِنُوْا (یہ کہ تم ایمان لاؤ) یہ یخرجون کی علت ہے۔یعنی یخرجونکم من مکة لایمانکم باللہ ربکم وہ مکہ سے تمہیں نکالنے والے ہیں۔تمہارے اللہ تعالیٰ پرایمان کی وجہ سے جوتمہارارب ہے۔بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ (اس لئے کہ تم اپنے پروردگار پرایمان لائے۔اگرتم میرے راستہ میں جہاد کی غرض سے نکلے ہو)ان کنتم یہ لاتتخذوا کے متعلق ہے تقدیرکلام اس طرح ہے لاتتولوا اعدائی ان کنتم اولیائی۔تم ان سے دوستی مت کرواگرتم میرے دوست ہو۔

نحویوں کے نزدیک: یہ شرط ہےاوراس کا جواب ماقبل کی دلالت کی وجہ سے محذوف ہے۔

جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ (جہاد کرنے کے لئے میری راہ میں) یہ مصدر ہے جوحال کی جگہ ہے تقدیرکلام اس طرح ہے۔ان کنتم خرجتم مجاھدین فی سبیلی۔وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ (اورمیری رضامندی ڈھونڈنے کیلئے نکلے ہو) یہ ابتغاء مصدراسم فاعل کے معنی میں ہے۔میری رضامندیاں چاہنے والے ہو۔تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ (تم چپکے چپکے ان سے دوستی کی باتیں کرتے ہو)۔یعنی تم اپنی خفیہ دوستی ان تک پہنچاتے ہو۔یادوستی کے سبب تم رسول اللہ ﷺ کے اسرارخفیہ ان تک پہنچاتے ہو۔یہ جملہ مستانفہ ہے۔وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَا اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ (اورمیں خوب جانتا ہوں جو کچھ تم چھپاتے ہواورجوظاہر کرتے ہو) مطلب یہ ہے کہ تمہاری رازداری کا کیا فائدہ جبکہ تمہارارازمعلوم ہوگیا۔اعلان واخفاءتو میرے علم کی دوقسمیں ہیں۔اورمیں نے اپنے رسول ﷺ کوتمہارے راز کی اطلاع دے دی ہے۔ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ (اورجوشخص تم میں سے ایسا کرے گا)ہ سے مراد یہ رازداری مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ (وہ راہ راست سے بھٹک جائے گا)اس نے حق وصواب کا راستہ بھلادیا چھوڑ دیا۔

إِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا

اگر وہ تمہیں پالیں تو تمہارے دشمن ہو جائیں اور تمہاری طرف برائی کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو اور اپنی زبانوں کو بڑھا دیں۔ انہیں اس بات کی خواہش ہے

لَوْ تَكْفُرُوْنَ ۲ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ

کہ تم کافر ہو جاؤ ہرگز نفع نہ دیں گی تمہاری رشتہ داریاں اور تمہاری اولاد قیامت کے دن اللہ تمہارے درمیان جدائی فرما دے گا اور اللہ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۳ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ

تمہارے سارے کاموں کو دیکھتا ہے۔ تمہارے لئے ابراہیمؑ میں اور ان لوگوں میں جو ان کے ساتھ تھے۔ ایک عمدہ نمونہ ہے جبکہ ان سب

قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۡ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ

نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن کو تم اللہ کے سوا معبود سمجھتے ہو ان سے بیزار ہیں ہم تمہارے منکر ہیں اور ہم میں اور تم میں

الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاۗءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ

ہمیشہ کے لئے عداوت اور بغض ظاہر ہو گیا جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ لیکن ابراہیم کی اتنی بات جو اپنے باپ سے ہوئی تھی کہ میں تمہارے لئے استغفار

لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۴

ضرور کروں گا اور تمہارے لئے مجھ کو خدا کے آگے کسی بات کا اختیار نہیں اے ہمارے پروردگار ہم آپ پر توکل کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۵

اے ہمارے پروردگار آپ ہم کو کافروں کا فتنہ نہ بنائیے اور اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہ معاف فرما دیجئے بیشک آپ زبردست حکمت والے ہیں

کفار کی تمنا:

۲ : اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ (اگر ان کو تم پر دسترس ہو جائے) اگر وہ تم پر کامیابی اور اختیار پالیں۔ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً (تو اظہار عداوت کرنے لگیں گے) وہ خالص دشمنی کرنے والے ہونگے وہ تمہاری طرح دوستی کرنے والے نہ ہونگے۔ وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ (وہ دست درازی کریں گے اور برائی کے ساتھ تم پر زبانیں چلائیں گے) یعنی گالم گلوچ اور قتل پر اتر آئیں گے۔ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ (وہ متمنی ہیں کہ تم کافر ہو جاؤ) ان کی تمنا یہ ہے کہ کاش تم اپنے دین سے مرتد ہو جاتے۔ ایسے لوگوں کی دوستی تمہاری طرف سے بڑی عظیم غلطی ہے۔

ایک نکتہ:

شرط کے موقع پر ماضی مضارع کی جگہ استعمال ہو جاتی ہے۔مگر اس میں ایک نکتہ ہوتا ہے۔گویا اس طرح کہا گیا وودوا قبل کل شئ کفرکم وارتدادکم یعنی انهم یریدون ان یلحقوا بکم مضار الدنیا والدین من قتل الانفس و تمزیق الاعراض ورد کم کفارا ۔ان کو تمہارا کفر وارتداد ہر چیز سے مقدم ہے۔یعنی وہ یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں دنیا میں دکھ پہنچے اور دین کا بھی نقصان ہو جیسے قتل نفوس،عزتوں کا لٹنا اور تمہارا کفر کی طرف لوٹنا وغیرہ۔یا نمبر۲۔اس سے زیادہ نقصان جوان کو تمہارے متعلق مطلوب ہے وہ تمہارا کفر کی طرف لوٹ جانا ہے۔یہ ان کے ہاں اولین حیثیت رکھتا ہے۔کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ دین تو تمہیں اپنی جانوں سے عزیز تر ہے۔اس لئے کہ دین کیلئے تم اپنی جانیں نچھاور کر دیتے ہو۔اور دشمن کے ہاں اہم ترین چیز یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنے مخالف کی اہم ترین متاع کا قصد کرے۔

۳ : لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ (ہرگز تمہارے کام نہ آئیں گی تمہاری رشتہ داریاں) قرابت داریاں۔وَلَآ اَوْلَادُكُمْ (اور نہ تمہاری اولادیں) جن کی وجہ سے تم کفار سے موالات برتنے والے ہو۔اور ان کو بچانے کیلئے کفار کے ہاں قرب حاصل کرتے ہو۔پھر فرمایا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ (قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان فیصلہ کر دے گا) اور تمہارے اقارب اور اولاد کے مابین جبکہ ہر شخص کا یہ حال ہوگا : یوم یفر المؤمن اخیه الآیة [عبس:۳۴] پھر تم اللہ تعالیٰ کے حق کا آج اس کی خاطر انکار کرتے ہو جو کل تم سے بھاگ جائے گا اور تمہارے ذرا بھر کام نہ آئے گا۔

قراءت : عاصم نے يَفْصِلُ علی،حمزہ نے يُفَصِّل اور فاعل اللہ عزوجل ہیں۔ابن ذکوان نے يُفَصَّلُ اور دیگر قراء نے يُفْصَلُ پڑھا ہے۔وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کو خوب دیکھتا ہے) پس وہ تمہارے اعمال پر تمہیں بدلہ دیگا۔

بیزاری کا عمدہ نمونہ:

۴ : قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ (تمہارے لئے ایک عمدہ نمونہ ہے) اھل سے بیزاری کا عمدہ نمونہ حَسَنَةٌ فِيْ اِبْرٰهِيْمَ (ابراہیم علیہ السلام کی زندگی اور قول میں) یہاں اقوال مراد ہیں اسی لئے اس سے قول ابراہیم کو مستثنیٰ کیا۔وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ (اور وہ لوگ جوان کے ساتھی تھے) ایمان والے ایک قول یہ ہے وہ انبیاء علیہم السلام تھے۔اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ (جب ان سب نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے) برءٰٓؤا جمع بریٌ جیسے ظریف جمع ظرفاء وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ (اور ان سے جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے ہو۔بیزار ہیں۔ہم تمہارے (مذہب، عقیدہ، عمل کے) منکر ہیں۔اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کیلئے بغض وعداوت پیدا ہوگئی) افعال کے ذریعہ وَالْبَغْضَآءُ (بغض دلوں میں) اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ (جب تک کہ تم اللہ تعالیٰ واحد پر ایمان نہ لاؤ) پس اس وقت ہم تمہاری عداوت ترک

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ

بے شک ان لوگوں میں تمہارے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے عمدہ نمونہ ہے جو اللہ کا اور قیامت کے دن کا اعتقاد رکھتا ہو اور جو شخص روگردانی

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ⑥ ع عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ ۱ ع ۷

کرے گا سو اللہ تعالیٰ بالکل بے نیاز اور مستحق حمد ہے۔ عنقریب اللہ تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان دوستی پیدا فرما دے گا جن سے تمہاری

مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑦

عداوت ہے اور اللہ کو بڑی قدرت ہے اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے

کردیں گے۔ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ (مگر اتنی بات ابراہیم کی تو اپنے باپ سے ہوئی تھی کہ ابراہیم نے کہا تھا) میں تمہارے لئے معافی کی درخواست کرونگا) اور یہ بات بھی اس وعدے کی بنیاد پر تھی جو انہوں نے رخصت ہوتے ہوئے کیا تھا۔ موعدة وعدها اياه۔ [التوبہ:۱۱۴] مطلب یہ ہے کہ تم ابراہیم کے تمام اقوال میں ان کی اقتداء کرو صرف کافر باپ کیلئے استغفار میں ان کی پیروی مت کرو۔ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ (اور اس سے زیادہ مجھے اللہ تعالیٰ کے آگے کسی بات کا اختیار نہیں) یعنی ہدایت، مغفرت اور توفیق کا۔ یہ جملہ استثناء کے لائق نہیں ہے۔ کیا تم ان کا یہ قول نہیں دیکھتے۔ قل فمن يملك لكم من الله شيئا [الفتح:۱۱] لیکن مراد والد کو کہی جانے والی تمام بات کا استثناء ہے اور اس سے بھی مقصود استغفار کے وعدہ کی حد تک ہے اور اس کا مابعد اس کا تابع ہے گویا انہوں نے اس طرح کہا استغفرلك ومافى طاقتى الا الاستغفار۔ میں تیرے لیے استغفار کروں گا اور میری طاقت میں سوائے استغفار کے اور کوئی چیز نہیں۔ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا (اے ہمارے رب ہم نے آپ ہی پر توکل کیا) یہ استثناء کے ماقبل سے متصل ہے۔ اور یہ بھی من جملہ ان چیزوں میں سے ہے جن میں ان کی ذات کو نمونہ بنایا ہے۔ ایک قول یہ ہے اس کا معنی یہ ہے : قولوا ربنا۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مؤمنین کو ابتدائی کلام ہوگا کہ وہ اس طرح کہیں۔ وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا (اور تیری طرف رجوع کیا) ہم متوجہ ہوئے۔ وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ (اور تیری ہی طرف انجام کار لوٹنا ہے) المصیر (لوٹنے کی جگہ)

۵ : رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اے ہمارے رب ہم کو کافروں کا تختہ مشق نہ بنانا) دشمن کو ہم پر مسلط نہ فرما کہ وہ سزا کے ذریعہ ہمیں فتنہ میں ڈالیں۔ وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (اور اے ہمارے رب ہم کو معاف کردے بیشک تو زبردست حکمت والا ہے) غالب وحاکم ہے۔

۶ : لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ (بیشک ان لوگوں (کے عمل وعقیدے) میں تمہارے لئے عمدہ نمونہ ہے ایسے شخص کیلئے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے جانے اور روزِ آخرت کا یقین رکھتا ہو) پھر دوبارہ ابراہیم علیہ

السلام اوران کے پیروکاروں کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کا حکم دیا۔تا کہ بات اور پختہ ہو جائے اور خوب تاکید ہو جائے اسی لئے اس کو مصدر کی صورت میں قسم کے ساتھ ذکر کیا۔ کیونکہ یہ تاکید کا انتہائی طریقہ ہے البتہ یہاں لکم کی بجائے لمن کان یرجوا اللہ کو لائے۔ یرجواللہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والا ثواب مراد ہے۔ یا اس کا معنی یخشی اللّٰہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرا۔ اور اس کے معًا بعد فرمایا۔ وَمَنْ يَّتَوَلَّ (جو ہمارے حکم سے اعراض کرے گا۔ اور کفر سے موالات برتے گا) فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ (اللہ تعالیٰ بالکل بے نیاز اور سزاوار حمد ہیں) الغنی مخلوق سے بے نیاز۔ الحمید حمد کے حقدار ہیں۔ تاکید کی کوئی قسم ایسی نہیں جو یہاں ذکر نہ کر دی ہو۔

مسلمانوں کو ان کے ایمان کی توقع دلائی:

۷ : جب یہ آیات نازل ہوئیں اور مسلمانوں نے اپنے کافر آباء وابناء، رشتہ داروں کی عداوت میں خوب سختی کی تو اس آیت میں اس کے برعکس حالت کی تبدیلی کی توقع دلائی گئی فرمایا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ (امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان جو تمہارے دشمن ہیں۔ دوستی پیدا کر دے گا) یعنی اہل مکہ میں سے جو تمہارے اقارب ہیں۔ مَّوَدَّةً (دوستی) کہ ان کو ایمان کی توفیق سے نواز دیں۔ جب مکہ فتح ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ تمنا پوری کر دی۔ قریش مسلمان ہو گئے اور ان کے درمیان محبت تکمیل کو پہنچ گئی۔

عسیٰ یہ شاہی وعدہ ہے جو بادشاہ خسروانہ نوازشات کے وقت کرتے ہیں وہ اپنے بعض کاموں میں عسی یا لعل کا استعمال کرتے رہتے ہیں۔ محتاج کو اس کے پورا ہونے میں کوئی اشتباہ نہیں رہ جاتا۔ نمبر۲۔ ایمان والوں کو طمع دلائی گئی کہ وہ مسلمان ہو جائیں گے) وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ (اللہ تعالیٰ دلوں کے پلٹنے پر قادر ہیں) اور حالات کو بدلنے اور مودت کے اسباب آسان کرنے پر پورا قابو ہے۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ ان لوگوں کیلئے جو ان میں سے مسلمان ہوں)۔

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ

اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے

اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ⑧ اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ

اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا' اللہ انصاف کا برتاؤ کرنیوالوں سے محبت رکھتا ہے اللہ تمہیں ان لوگوں کی دوستی سے منع

عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ

کرتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور جنہوں نے تمہیں تمہارے گھر سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں

تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ⑨

مدد کی اور جو شخص ان سے دوستی کرے گا سو یہ وہ لوگ ہیں جو ظالم ہیں۔

بعض سے برتاؤ کی اجازت:

۸ : لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ (اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتے جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا۔ ان کا اکرام کرو) قولاً اور فعلاً ان پر احسان کرو۔ ان تبروھم محلاً مجرور ہے۔ کیونکہ یہ الذین لم یقاتلو کم سے بدل ہے۔ یہ بدل اشتمال ہے تقدیر کلام اس طرح ہے۔ عن بر الذین تمہیں ان کے ساتھ بھلائی سے منع نہیں کرتا۔ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ (انصاف کا برتاؤ کرو اور ان پر ظلم نہ کرو) جب اللہ تعالیٰ نے مشرک کے متعلق ظلم سے روک دیا تو مسلم پر ظلم کس طرح روا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے)

برتاؤ کی ممانعت:

۹ : اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ (اللہ صرف ان لوگوں کے ساتھ دوستی کرنے سے تم کو منع کرتا ہے۔ جو دین کے بارے میں تم سے لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں مدد کی)۔

نحو : یہ الذین قاتلو کم سے بدل ہے۔ مطلب یہ ہے ان لوگوں کے ساتھ نیک سلوک سے منع نہیں کیا البتہ ان کے ساتھ موالات اور گہری دوستی سے منع کیا ہے۔

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (اور جو شخص ایسوں سے دوستی اختیار کرے گا۔ تو وہ گناہ گار ہوں گے) اس لئے کہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان کر لیا کرو' ان کے ایمان کو اللہ ہی خوب جانتا ہے'

فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ

پس اگر ان کو مسلمان سمجھو تو ان کو کفار کی طرف واپس مت کرو' نہ تو وہ عورتیں ان کافروں کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ کافر

يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ

ان عورتوں کے لئے حلال ہیں اور ان کافروں نے جو کچھ خرچ کیا ہو ان کو ادا کر دو' اور تم کو ان عورتوں سے نکاح کرنے میں کچھ گناہ نہیں ہوگا' جبکہ تم انکے مہر

اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ؕ

ان کو دے دو' اور تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی مت رکھو' اور جو کچھ تم نے خرچ کیا وہ مانگ لو اور جو کچھ ان کافروں نے خرچ کیا ہو وہ مانگ لیں'

ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ

یہ اللہ کا حکم ہے وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے' اور اللہ بڑا علم اور حکمت والا ہے اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی بیوی کافروں

اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

میں رہ جائے پھر تمہاری نوبت آ جائے تو جن کی بیویاں ہاتھ سے نکل گئیں جتنا انہوں نے خرچ کیا تھا اس کے برابر تم ان کو دے دو' اور اللہ سے ڈرو

الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝۱۱

جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

انہوں نے دوستی کو غلط مقام پر استعمال کیا (اسی لئے ظالم کے لفظ سے ذکر کیا جو کہ وضع الشئی غیر محلہ کو کہتے ہیں)

۱۰ : يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ (اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں دارالحرب سے ہجرت کر کے آئیں) ان کو مؤمنہ کہا کیونکہ وہ زبان سے اقرارِ شہادت کرنے والیاں ہیں۔ نمبر۲۔ وہ امتحان کے ذریعہ ثبات ایمان کو جھانکنے والی ہیں اس لئے ان کو مؤمنہ کہہ دیا گیا۔ نَحْوُ : یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

امتحان کا مطلب:

فَامْتَحِنُوْهُنَّ (پس تم ان کی جانچ کر لیا کرو) علامات پر نگاہ ڈال کر ان کا امتحان لو۔ تا کہ ان کے ایمان کی سچائی کا تمہیں غالب گمان ہو جائے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما :

اس کا امتحان یہ ہے کہ تم کہو تو شہادتین کا اقرار کر۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ (اللہ تعالیٰ کو ان کا ایمان خوب معلوم ہے) اگرچہ تم نے ان کے اموال کا جائزہ تو لے لیا۔ مگر پھر بھی تم حقیقت کو نہیں جان سکتے۔ حقیقی علم اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ (اگر تم ان کو مسلمان جانو) اپنی طاقت کے مطابق علم جس کو غالب ظن کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کی علامات ظاہر ہوئیں۔

ایک نکتہ:

یہاں ظن کو علم سے تعبیر کرنا ظاہر کرتا ہے کہ ظن غالب اور جس پر قیاس کا مدار ہے۔ وہ علم ہی کے قائم مقام ہے اور ظن غالب والا اس آیت کے تحت داخل نہیں لاتقف مالیس لك به علم [الاسراء:۳۶] فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ (تو پھر ان مسلمان عورتوں کو کفار کی طرف مت واپس کرو) یعنی ان کے مشرک خاوندوں کی طرف ان کو مت لوٹاؤ۔ لَاهُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَاهُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ (کیونکہ وہ عورتیں کافروں کیلئے نہ حلال ہیں اور نہ وہ کافر ان مسلمان عورتوں کیلئے حلال ہیں) یعنی مؤمنہ و مشرک کے درمیان حلت والا رشتہ باقی نہیں رہا۔ مسلمان ہو کر اس کے نکلنے کی وجہ سے ان کے مابین فرقت واقع ہوگئی۔ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا (اور کافروں نے جو کچھ ان پر خرچ کیا ہو۔ وہ کافروں کو ادا کردو)۔ ان کے خاوندوں کو وہ مہر دے دو۔ جو انہوں نے ان عورتوں پر صرف کیا۔ یہ آیت صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی۔ صلح کی شرط یہ تھی کہ جو شخص مؤمن مکہ سے بھاگ کر مدینہ آجائے گا۔ اس کو واپس کیا جائے گا۔ (جیسا ابوجندل اور ابوبصیر رضی اللہ عنہما کو واپس کیا گیا) اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتار کر وضاحت فرمادی کہ اس شرط کا اطلاق مردوں پر ہوگا۔ عورتوں پر نہ ہوگا۔ کیونکہ مسلمہ عورت کافر کیلئے حلال نہیں۔ ایک قول یہ ہے اس آیت نے حکم اول کو منسوخ کردیا۔

مہاجرات نکاح کی اجازت:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ (اور تم کو ان مہاجرہ عورتوں کے ساتھ نکاح میں کوئی حرج نہیں) مہاجرات سے نکاح میں حرج کی نفی کردی۔ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ (جبکہ تم ان کے مہران کو دے دو) اجور مہر کو کہتے ہیں کیونکہ مہر اجر بضع ہے۔

مَسْئَلَہ: امام ابوحنیفہؒ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ مہاجرہ عورت پر عدت نہیں ہے۔

وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ (اور تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی مت رکھو)

قراءت: لاتمسکوا بصری قراء نے پڑھا ہے۔ العصمة جس سے پختگی حاصل کی جائے بندھن خواہ وہ عقد ہو یا سبب عقد۔ الکوافر جمع کافرہ۔ وہ عورت جو دارالحرب میں باقی ہو۔ نمبر۲۔ مرتدہ ہو کر دوبارہ دارالحرب کو لوٹ جائے۔ مطلب یہ ہے کہ تمہارے اور ان کافرہ عورتوں کے درمیان ازدواجی تعلق اور عقد نہ ہونا چاہیے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما :

ہے کہ جس کی عورت کافرہ مکہ میں ہو۔ وہ اس کو اپنی بیویوں میں شمار نہ کرے۔ کیونکہ اختلاف دارین نے ان کے بندھن کو کاٹ دیا ہے۔ وَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ (اور اپنی کافرہ بیویوں پر جو کچھ خرچ کیا ہو وہ کافروں سے مانگ لو) تمہاری ان عورتوں کے مہر جن سے کفار نے نکاح کرلیا ہے۔ وَلْيَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا (اور وہ مانگ لیں تم سے جو انہوں نے ان پر خرچ کیا ہو) ان مہاجرہ عورتوں کے مہر جنہوں نے مسلمانوں سے ہجرت کر کے شادی کرلی ہے۔

ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ (یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے) وہ تمام جو اس آیت میں مذکور ہوا۔ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ (وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرمائیں گے) يَحْكُمُ : یہ جملہ مستانفہ ہے۔ نمبر۲۔ حکم اللہ سے حذف ضمیر کے باوجود حال ہے ای یحکمه الله ۔ یا نمبر۳۔ حکم کو حاکم بطور مبالغہ فرمایا۔ اور یہ آیت منسوخ ہے۔ پس مہر کے سوال کا حکم نہ رہا۔ نہ ان کی طرف سے نہ ہماری طرف سے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (اور اللہ تعالیٰ علم والے حکمت والے ہیں)

۱۱ : وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ (اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی بالکل تمہارے ہاتھ نہ آئے۔ کفار کے ہاں رہ پڑے) اگر ان میں سے کوئی عورت کفار کی طرف نکل جائے۔

قراءت : ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں احد ہے۔ فَعَاقَبْتُمْ (پھر تمہاری نوبت آئے) پس تم ان کو لڑائی میں خوب سزا دو یہاں تک کہ تم غنیمت پاؤ۔ قال الزجاج۔ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا (تو جن کی بیویاں ہاتھ سے نکل گئیں جتنا مہر انہوں نے خرچ کیا تھا۔ اس کے برابر تم ان کو دیدو) پس ان مسلمانوں کو دو جن کی بیویاں مرتدہ ہو کر دارالحرب میں چلی گئی ہیں ان کی بیویوں کے مہر اس مال غنیمت میں سے وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ (اور اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو! جس پر تم ایمان لانے والے ہو) **ایک قول** یہ ہے کہ یہ حکم بھی منسوخ ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا

اے نبی جب آپ کے پاس مومن عورتیں آئیں جو آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں گی اور نہ

يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ

چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کرینگی اور نہ کوئی بہتان کی اولاد لے کر آئیں گی جسے اپنے ہاتھوں

اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ

اور پاؤں کے درمیان سے تراشیں اور یہ کہ کسی نیک کام میں آپکی نافرمانی نہ کریں گی سو انہیں بیعت کر لیجئے اور ان کے لئے استغفار کیجئے

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑫ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ

بے شک اللہ غفور ہے رحیم ہے۔ اے ایمان والو' ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا وہ لوگ

قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ⑬ ع ۲۸/۷/۸ النصف

آخرت سے ایسے نا اُمید ہو گئے جیسے کافر لوگ نا اُمید ہو گئے جو قبروں میں ہیں۔

شرائطِ بیعت:

۱۲ : يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ (اے نبی اکرم ﷺ اگر مسلمان عورتیں آپ کے پاس (اس غرض سے آئیں کہ)

نحو : يُبَايِعْنَكَ یہ حال ہے۔

عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ (آپ سے ان ان باتوں پر بیعت کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ) وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ (کسی چیز کو شریک نہیں کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گے اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی۔ اور نہ بہتان کی اولاد لائیں گی۔ جس کو وہ اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان نطفہ شوہر سے جنی ہوئی اولاد ہونے کا جھوٹا دعوی کرتی ہوں) قتل اولاد سے زندہ درگور کرنا مراد ہے۔ ببھتان عورتیں کسی کا بچہ اچک کر اپنے خاوند کو کہتیں یہ میرا بیٹا تجھ سے ہے۔ اس منسوب لڑکے کو ایسا بہتان قرار دیا گیا جو سامنے باندھا جائے۔ اور اس کو بین یدیھا سے تعبیر کیا کیونکہ عورت کا پیٹ جس میں حمل ہوتا ہے وہ ہاتھوں اور ٹانگوں کے درمیان ہے اور وہ فرج جس سے وہ عورت جنتی ہے وہ بھی ان کے درمیان ہے۔ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ (اور نہ شرعی باتوں میں آپ کی نافرمانی کریں گی) معروف سے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت مراد ہے۔ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ (تو آپ ان سے بیعت لے لیا کریں۔ اور ان کے لئے مغفرت کی دعا اللہ تعالیٰ سے کیا کریں) ان گناہوں کیلئے جو پہلے ہو چکے۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

(بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے) وہ غفور ہیں۔ کہ گزشتہ گناہ مٹانے والے ہیں اور رحیم ہیں۔ کہ اپنی توفیق سے سابقہ کمی کو پورا کرنے کا موقعہ دیا۔

روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب فتح مکہ کے دن مردوں کی بیعت سے فارغ ہوئے تو عورتوں سے بیعت لینے لگے آپ ﷺ صفا پر تشریف فرما تھے۔ اور آپ سے نچلی جانب عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔ جو آپ کے حکم سے ان سے بیعت لے رہے تھے۔ اور آپ ﷺ کا پیغام ان کو پہنچا رہے تھے۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ نے نقاب پہن کر حلیہ بدل لیا تھا۔ اس خوف سے کہ رسول اللہ ﷺ اس کو پہچان لیں۔ اس حرکت کی وجہ سے جو حضرت حمزہ کے سلسلہ میں اس نے کی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ گی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس شرط کا اعلان کر کے ان عورتوں سے اقرار لیا۔ پھر آپ نے فرمایا چوری نہ کرو گی، اس پر ھند کہنے لگی ابوسفیان بخیل آدمی ہے۔ میں اس کے مال میں سے کچھ لے لیا کرتی تھی۔ اس پر ابوسفیان نے کہا جو تو نے لے لیا وہ تیرے لیے حلال ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا۔ اور اس کو پہچانا اور فرمایا تم ھندہ ہو۔ اس نے عرض کیا جی ہاں۔ اے اللہ کے نبی جو ہوا اس کو معاف کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ معاف کریں گے۔

پھر فرمایا وہ زنا نہ کریں گی۔ اس پر ھندہ کہنے لگیں کیا شریف زادی بھی زنا کیا کرتی ہے؟ پھر آپ نے فرمایا۔ وہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی۔ اس پر ھندہ کہنے لگی ہم نے ان کو بچپن میں پالا بڑے ہوئے تو آپ نے قتل کر ڈالا۔ پس تم جانو اور وہ جانیں۔ اس کا بیٹا حنظلہ بدر کے دن قتل ہوا۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ اتنے ہنسے کہ ہنستے ہوئے لیٹ گئے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا۔ پھر فرمایا **ولا یأتین ببھتان** وہ بہتان نہ باندھیں گی۔ اس پر ہندہ نے کہا بلاشبہ بہتان بہت بری حرکت ہے اور آپ ہم کو جو بھی حکم فرماتے ہیں وہ رشد و ہدایت اور مکارم اخلاق سے ہے آخر میں آپ نے فرمایا۔ وہ حکم شرعی میں آپ کی کسی چیز میں نافرمانی نہ کریں گی۔ آپ ﷺ کا اشارہ اس طرف تھا کہ حکام کی اطاعت معروف میں ہے منکر میں ان کی اطاعت لازم نہیں ہے۔ [رواہ احمد، ۶/۲۰۶، ابوداؤد، ۳۵۳۲، نسائی ۸/۲۴۶] ۔

۱۳ : یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ (اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی مت کرو جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا) **ایک قول** اس سے مراد مشرکین ہیں۔

ایک نکتہ:

سورت کو جس مضمون سے شروع فرمایا اسی پر اختتام فرمایا۔ جیسا کہ گذشتہ سورت میں بھی تھا۔

قَدْ یَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ (وہ آخرت سے ناامید ہو گئے ہیں)۔ یعنی اس کے ثواب سے۔ کیوں کہ وہ بعث بعد الموت کے قائل نہیں۔ كَمَا یَئِسَ الْكُفَّارُ (جیسا کفار قبروں والوں سے مایوس ہو گئے) ای **کما یئسوا** ۔ البتہ ظاہر کو ضمیر کی جگہ لے آئے۔ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ (ان کے واپس لوٹنے سے یا جیسا ان کے وہ اسلاف جو کہ قبور میں جا چکے وہ آخرت سے مایوس

تھے یعنی یہ اپنے سلف کے پیرو ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہود ہیں۔مطلب یہ ہے اے مسلمانوں تم مغضوب علیہم سے دوستی مت کرو۔اس لئے کہ وہ اس بات سے ناامید ہو چکے ہیں کہ ان کا آخرت میں کوئی حصہ ہوگا۔کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ سے عناد رکھنے والے ہیں۔حالانکہ ان کو روز روشن کی طرح معلوم ہے کہ آپ وہی رسول ہیں جن کی صفت تورات میں کی گئی ہے۔ جیسا کہ کفار مکہ اپنے مردوں کے متعلق مایوس ہو چکے کہ وہ اٹھا لئے جائیں۔اور زندہ کر کے واپس لائے جائیں۔

ایک قول یہ ہے :

کہ اصحاب القبور یہ کفار کا عطف بیان ہے یعنی جیسا کفار مایوس ہو چکے جو قبروں میں پہنچ گئے کہ ان کو کوئی خیر آخرت میں ملے گی۔کیونکہ اب ان کے سامنے اپنی بدحالی اور برا انجام آچکا۔

الحمدللہ سورۃ الممتحنہ کا ترجمہ مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ الصف مدینہ میں نازل ہوئی اس میں چودہ آیات اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اللہ کی تسبیح بیان کی ان سب چیزوں نے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور وہ عزیز ہے حکیم ہے ' اے ایمان والو

لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ② كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ③

تم وہ بات کیوں کہتے ہو جسے نہیں کرتے ' اللہ کے نزدیک بڑی ناراضگی کی بات ہے کہ تم ایسی باتیں کہو جن پر عمل نہ کرو '

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ④

بیشک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بنا کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ ایسی عمارت ہیں جس میں سیسہ پلایا گیا ہو۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۭ فَلَمَّا

اور جب کہ موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم مجھ کو کیوں ایذا پہنچاتے ہو حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں پھر جب

زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ⑤ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ

وہ لوگ ٹیڑھے ہی رہے تو اللہ تعالیٰ نے انکے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا ' اور اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا اور جبکہ عیسیٰ

يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا

ابن مریم نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں ' مجھ سے پہلے جو توراۃ ہے میں اسکی تصدیق کرنیوالا ہوں اور میرے

بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ فَلَمَّا جَاۗءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑥

بعد جو ایک رسول آنے والے ہیں جن کا نام احمد ہوگا ان کی بشارت دینے والا ہوں پھر جب ان لوگوں کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ صریح جادو ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ۭ وَاللّٰهُ لَا

اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہو گا جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہو ' اور اللہ

يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ⑦

ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا

۱ : سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَهُوَ (جو چیزیں آسمانوں میں ہیں۔اور جو زمین میں ہیں۔سب اللہ ہی کی) الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۔یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ (پاکی بیان کرتی ہیں۔وہی زبردست حکمت والا ہے۔اے ایمان والو! مَالَا تَفْعَلُوْنَ (کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو)

ایک روایت:

۱ : سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ روایت میں ہے کہ جہاد کا حکم دیے جانے سے قبل لوگوں نے کہا اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب ترین عمل کونسا ہے۔تو ہم اس کو اپنالیں۔پس یہ آیت جہاد نازل ہوئی۔پھر بعض نے سستی کی تو یہ آیت اتری۔

۲ : یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ۔ لِمَ۔ یہ لام اضافت ہے۔جو ما استفہامیہ پر داخل ہوئی ہے۔جیسا کہ اس پر دیگر حروف جر داخل ہوتے ہیں۔جیسے کہتے ہیں،بم ، فیم، ومم، الام و علام۔ البتہ الف کو حذف کر دیا گیا۔کیونکہ ما اور لام یا اس کے علاوہ وہ ایک شئی بن جائیں۔یہ استفہامی کلام میں کثرت سے مستعمل ہے اگرچہ اصل کا استعمال بھی ہے مگر یہ بہت قلیل۔جیسا شاعر کا قول علام قام یشتمنی جریر؟

قراءت: اور ھاء سکتہ لائیں گے تو وقف ہوگا یا اسکان کی صورت میں۔جنہوں نے وصل میں اس کو اختیار کیا۔تو اس کو وقف کے قائم مقام کر کے کیا ہے۔

۳ : كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (اللہ تعالیٰ کی بڑی ناراضگی ہے یہ کہ جو کہو وہ کرو نہیں) كَبُرَ میں تعجب کا معنی غیر لفظ سے مقصود ہے۔جیسا اس قول میں غَلَتْ نابٌ كُلیب بو ا وُھا۔ اور تعجب کا مطلب سامعین کے دلوں میں اس امر کی عظمت بٹھانا مقصود ہوتا ہے۔کیوں تعجب اسی چیز میں ہوتا ہے جو اپنے ہم مثلوں سے خارج ہو جائے۔ان تقولوا کی طرف اسناد کی گئی اور مقتاً پر نصب تمیز کی وجہ سے ہے۔اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ ان کا قول مالا یفعلون۔یہ خالص ناراضگی ہے اس میں کوئی اور ملاوٹ نہیں ہے۔مطلب یہ ہے تمہارا قول مالا تفعلون اللہ تعالیٰ کے ہاں ناراضگی کیلئے کافی ہے۔لفظ المقت کو استعمال فرمایا کیونکہ یہ بغض کی انتہائی قسم ہے۔

قول بعض سلف:

ان کو کسی نے کہا ہمیں حدیث بیان کرو۔انہوں نے جواب میں فرمایا کیا تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں وہ بات کہہ ڈالوں جو میں نہیں کرتا ہوں۔پھر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو اپنے لئے جلد طلب کرلوں؟

۴ : پھر اللہ تعالیٰ نے وہ بات بتلائی جو اس کو پسند ہے۔فرمایا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا (اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خاص کر پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں) یعنی اس حالت میں کہ وہ اپنے آپ کو صفوں

میں کرنے والے ہوتے ہیں۔

نحو : صفًّا یہ مصدر ہے جو حال واقع ہوا ہے۔

كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ (گویا وہ سیسہ پلائی دیوار ہیں) ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح ملے ہوئے چمٹے ہوئے۔ ایک قول یہ ہے اس سے مراد ان کی نیتوں کی درستی اور برابری ہے۔ یہاں تک کہ ایک بات پر اجتماعیت میں وہ دیوار کی طرح ہیں۔ جس کا بعض بعض حصہ سے چمٹا ہو۔

نحو : یہ بھی حال ہے۔

پیغمبر کی توقیت چاہئے نہ کہ ایذاء:

۵ : وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ (اور جب کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم والو! تم مجھے دکھ کیوں دیتے ہو) آیات کا انکار کر کے اور میرے متعلق ان باتوں کی نسبت کر کے جو مجھ میں پائی نہیں جاتیں۔ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ (حالانکہ تم جانتے ہو) یہ موضع حال میں ہے۔ مطلب یہ ہے لما تؤذونني تم مجھے کیوں کر ایذاء پہنچاتے ہو۔ یہ یقینی طور پر جانتے ہوئے کہ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ (میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں) اور تمہارے اس بات کو جان لینے کا تقاضا یہ ہے کہ تم میری توقیر و تعظیم کرو نہ کہ الٹا مجھے دکھ پہنچاؤ۔ فَلَمَّا زَاغُوْٓا (پس جب وہ لوگ ٹیڑھے ہی رہے) حق سے باطل کی طرف جھکاؤ اختیار کر لیا۔ اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ (تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا) ہدایت سے نمبر۲۔ یا جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اوامر کو ترک کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں سے نورِ ایمان کو کھینچ لیا۔ نمبر۳۔ جب انہوں نے ٹیڑھا پن چن لیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب کو ٹیڑھا کر دیا یعنی ان کو رسوا کر دیا اور اتباعِ حق والی توفیق سے ان کو محروم کر دیا۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (اور اللہ تعالیٰ فاسق قوم کو ہدایت یاب نہیں کرتا) یعنی اس کو ہدایت نہیں دیتے جس کے بارے میں فاسق ہونا علم الٰہی میں لکھا جا چکا ہو۔

بشارتِ عیسیٰ علیہ السلام:

۶ : وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (جب کہ عیسیٰ بن مریم نے کہا۔ اے بنی اسرائیل) یہاں یقوم نہیں فرمایا جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کیونکہ آپ کا ان میں کوئی نسب نہ تھا کہ وہ آپ کی قوم بنتی۔ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ (میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول آیا ہوں کہ مجھ سے پہلے جو تورات وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ (آچکی ہے۔ اس کی تصدیق کرنے والا ہوں۔ اور ایک عالی قدر رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام احمد ہوگا) میں تمہارے پاس اس حالت میں بھیجا گیا ہوں کہ میں اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور اس حال میں کہ میں ایک رسول کی خوشخبری دے رہا ہوں۔ جو میرے

بعد ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ میرا دین اللہ تعالیٰ کی کتابوں اور اس کے تمام انبیاء جو پہلے گزرے اور جو بعد میں ہیں ان کی تصدیق کرتا ہے۔

قراءت: بَعْدِیَ، حجازی، ابوعمرو، ابوبکر اور خلیل وسیبویہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

نحو: مصدقاً ومبشراً یہ الرسول کے اندر جو معنی ارسال ہے اس کی بناء پر منصوب ہے۔ فَلَمَّا جَآءَهُمْ (پس جب وہ اپنی رسالت کی کھلی نشانیاں ان کے سامنے لائے) عیسیٰ علیہ السلام یا محمد ﷺ بِالْبَيِّنٰتِ (یعنی معجزات لائے) قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (تو انہوں نے کہا یہ صریح جادو ہے)

قراءت: ساحر، حمزہ اور علی نے پڑھا ہے۔

۷: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا۔ جو اللہ تعالیٰ پر دروغ بندی کرتا ہے حالانکہ اس کو اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت یاب نہیں کرتے) اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے۔ جس کو اس کا رب اپنے پیغمبر کی زبان پر اسلام کی طرف بلا رہا ہو۔ وہ اسلام جس میں دارین کی خوش نصیبی ہے۔ وہ اس کو قبول کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے کلام برحق کو سحر کہنے لگ جائے۔ السحر جھوٹ، ملمع سازی۔

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ⑧ هُوَ الَّذِيْٓ

یہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں حالانکہ اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچائے گا گو کافر کیسے ہی ناخوش ہوں۔ وہ ایسا ہے

اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ⑨ ع

جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کردے گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ⑩ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتلاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچا لے تم لوگ اللہ پر اور اس کے

وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ

رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو' یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم

كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ⑪ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

سمجھ رکھتے ہو اللہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی

وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ⑫ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ

اور عمدہ مکانوں میں جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہوں گے' یہ بڑی اور عمدہ کامیابی ہے اور ایک دوسری نعمت بھی ہے جسے تم پسند کرتے ہو اللہ کی

مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ⑬

طرف سے مدد اور جلد فتح یابی اور آپ مومنین کو بشارت دیجئے۔

۸ : يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ (وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنے منہ (کی پھونکوں سے) بجھا دیں)۔ اس میں کفار کے ابطالِ اسلام کے ارادہ کے ساتھ استہزاء کیا گیا۔ کہ تم قرآن کو سحر کہتے ہو۔ تمہاری مثال تو اس شخص جیسی ہے جو سورج کی روشنی کو منہ کی پھونک سے بجھا رہا ہو۔

نحو : مفعول کو حذف کر دیا۔ اور لام تعلیل کیلئے ہے تقدیر کلام یہ ہے۔ يريدون الكذب ليطفؤا نور الله بافواههم اى بكلامهم ۔ وہ کلام سے اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھانے کا جھوٹا ارادہ رکھتے ہیں۔ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ (اور اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا)

قراءت : مکی، حمزہ، علی، حفص نے مُتِم نورہ پڑھا ہے۔ جبکہ دیگر نے مُتمٌّ نورہٗ، پڑھا ہے۔ یعنی وہ حق کو مکمل کرنے والے

اوران کی کمال تک اس کو پہنچانے والے ہیں۔وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ (اگر چہ کافر اس بات کو ناپسند کریں)

اظہارِ دین کا عہد:

۹ : هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ (اسی نے اپنے رسول کو ہدایت کا سامان یعنی قرآن اور سچا دین دے کر بھیجا ہے) دین الحق سے ملت حنیفیہ مراد ہے۔لِیُظْهِرَهٗ (تا کہ اس کو غالب کرے) اس کو بلند کرے۔عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ (تمام دوسرے دینوں پر) اس کے مخالف تمام ادیان پر۔میری عمر کی قسم اللہ تعالیٰ نے ایسا کر دیا۔کوئی ایسا دین نہیں رہا جو اسلام کے سامنے مقہور نہ ہوا ہو۔**قولِ مجاہد رحمہ اللہ**: جب عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے تو صرف دین اسلام ہی باقی رہ جائے گا۔وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں)۔

ایمان و جہاد باقی رہے گا:

۱۰ : یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ (اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے)

قراءت: تُنَجِّیْكُم شامی نے پڑھا ہے۔

۱۱ : تُؤْمِنُوْنَ (تم ایمان لاؤ) یہ جملہ مستانفہ ہے گویا اس طرح کہا ہم کیا کریں۔تو جواب ملا۔تم ایمان لاؤ۔یہ سیبویہ کے نزدیک آمنوا کے معنی میں ہے۔اسی لئے اس کا جواب یغفر لکم سے دیا گیا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت اس پر دلالت کرتی ہے۔آمنو باللّٰہ ورسولہ وجاھدوا۔

وجہ: اس کو خبر کے انداز سے اس لئے لائے تا کہ بتلا دیا جائے کہ اس پر عمل کرنا لازم ہے گویا اس پر عمل کر لیا گیا ہے۔اس سے خبر دی کہ ایمان و جہاد موجود رہے گا۔بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ (اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول پر اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرو یہ) جس کا تذکرہ ہوا یعنی ایمان و جہاد۔خَیْرٌ لَّكُمْ (بہت ہی بہتر ہے تمہارے لئے) تمہارے لئے تمہارے اموال و انفس کے مقابلہ میں اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو) کہ یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے۔تو پھر تمہارے لئے بہتر ہی ہوگا کیونکہ جب تم نے اسکو جان لیا اور اسکے مطابق اعتقاد کر لیا تو تم نے ایمان اور جہاد کو اپنے اموال و انفس کے مقابلہ میں محبوب قرار دے دیا۔پس تم مخلص ہو گئے تو کامیابی حاصل ہو جائیگی۔

۱۲ : یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَیُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَیِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ (اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔اور تم کو آخرت میں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی اور عمدہ مکانوں میں داخل کر دیگا۔جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں بنے ہوں گے)۔یعنی اقامت اور ہمیشگی کہا جاتا ہے۔عدن بالمکان جبکہ وہاں اقامت اختیار کرے اسی طرح کہا گیا ہے۔ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (یہ بڑی کامیابی ہے)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ

اے ایمان والو! اللہ کے مددگار ہو جاؤ جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے اپنے حواریوں سے کہا کون لوگ اللہ کی طرف سے

اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ

میرے مددگار ہیں حواریوں نے کہا ہم اللہ کے مددگار ہیں سو بنی اسرائیل میں سے ایک جماعت ایمان لے آئی

وَكَفَرَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰي عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ⑭ ع ۲ ۱۰ ۵

اور دوسری جماعت نے کفر اختیار کر لیا سو جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کے دشمن کے مقابلہ میں انکی مدد کی سو وہ غالب ہو گئے۔

فتح مکہ یا فارس وروم کی فتح:

۱۳ : وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا (اور ایک اور بھی ہے جس کو تم پسند کرتے ہو) یعنی مغفرت وثواب کی اس نعمت کے ساتھ اس جلد آنے والی دنیا میں ایک پسندیدہ نعمت ہے جو تمہیں میسر آئی گی۔ پھر اس کی تفسیر فرمائی۔ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ (وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اور قریب فتح یابی ہے) قریب یعنی جلد ملنے والی۔ وہ فتح مکہ ہے اور قریش پر غلبہ یا فارس کی فتح اور روم کی فتح۔

ایک تنبیہ:

تحبونها کے لفظ میں تھوڑی سی توبیخ ہے کہ جلد ملنے والی چیز کو پسند کرتے ہو جو کہ نہ چاہیے۔ صاحب کشاف نے کہا ہے۔ اس کا معنی هل ادلكم على تجارة تنجيكم وعلى تجارة اخرى تحبونها فرما کر بعد میں فرمایا۔ نصرٌ ای هی نصرٌ کہ وہ نصرت ومدد ہے۔ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (تم ایمان والوں کو خوشخبری دے دو) اس کا عطف تؤمنون پر ہے کیونکہ وہ بھی امر کے معنی میں ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا آمنوا و جاهدوا يثبكم الله و ينصر كم و بشريا رسول الله المؤمنين بذلك۔ تم ایمان لاؤ اور جہاد کرو اللہ تعالیٰ تمہیں ثواب دیں گے اور تمہاری مدد فرمائیں گے۔ اے اللہ کے رسول آپ مؤمنین کو اس کی خوشخبری دے دیں۔ ایک قول یہ ہے اس کا عطف قل پر ہے جو يايها الذين امنو اهل ادلكم سے پہلے مراد ہے۔

۱۴ : يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ (اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار ہو جاؤ) انصار اللہ۔ یعنی انصار دین۔ اس کے دین کے مددگار۔

قراءت: حجازی، ابوعمرو نے انصارٌ الله پڑھا ہے۔

حواریوں سے معاونت کا مطالبہ:

كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ (جیسا عیسیٰ ابن مریم نے اپنے حواریوں سے کہا تھا۔

اللہ تعالیٰ کے واسطے میرا مددگار کون ہے) ظاہر میں یہ تشبیہ ہے اس بات میں کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے اس قول من انصاری الی اللہ میں ناصر و مددگار بنے ۔مگر اس کو معنی پر محمول کیا گیا ہے۔ای کونوا انصار اللہ کما کان الحواریون انصار عیسٰی حین قال لھم من انصاری الی اللہ ۔تم بھی اللہ تعالیٰ کے مددگار بنو جیسا حواری عیسیٰ ابن مریم کے اس وقت مددگار بنے جب انہوں نے من انصاری الی اللہ کہا۔ مطلب یہ ہے کہ کون میرے لشکر میں سے ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی نصرت کی طرف متوجہ ہونے والا ہو۔تا کہ حواریوں کے جواب کے مطابق بات ہو جائے اور وہ ان کا قول قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ہے یعنی ہم میں وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مدد کریں گے۔ من انصاری کا معنی من الانصار الذین یختصون بی۔ایسے مددگار کون کون ہیں۔ جو میرے ساتھ خاص ہو جائیں گے۔ اپنے کو میرے ساتھ خاص کر دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی نصرت میں میرا ساتھ دیں گے۔ الحواریون ان کے منتخب لوگ۔ یہ وہ لوگ تھے جو سب سے اول ایمان لائے اور یہ بارہ آدمی تھے۔ حواری الرجل: خالص اور پسندیدہ۔ یہ الحور سے لیا گیا۔ جو خالص سفیدی کو کہتے ہیں۔ایک قول وہ دھوبی تھے جو کپڑوں کو سفید کرتے تھے۔

فَاٰمَنَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ (پھر ایک گروہ بنی اسرائیل کا تو ایمان لے آیا) عیسیٰ علیہ السلام پر وَكَفَرَتْ طَّآىِٕفَةٌ (اور ایک گروہ منکر رہا) ان کا فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ (پس ہم نے ایمان والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد کی) ان کے مؤمنین کو کفار کے مقابلہ میں مضبوط کر دیا۔ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ (اس کے نتیجہ میں وہ غالب ہو گئے) پس وہ مؤمن کافروں پر غالب آ گئے۔

الحمدللہ آج چاشت کے وقت ترجمہ سورۃ الصف مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ جمعہ مدینہ میں نازل ہوئی جس میں گیارہ آیات اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ① هُوَ الَّذِيْ

اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں وہ سب جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں جو بادشاہ ہے' بہت زیادہ پاک ہے' غالب ہے' حکمت والا ہے' وہ ہی ہے

بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ

جس نے بے پڑھے لوگوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیات تلاوت کرتا ہے' اور ان کا تزکیہ کرتا ہے' اور ان کو کتاب اور

وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ② وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ

حکمت سکھاتا ہے' اور بلاشبہ وہ لوگ پہلے کھلی گمراہی میں تھے' اور دوسروں کے لئے بھی جو ان میں سے ہونے والے ہیں' جو ان کے ساتھ نہیں ملے

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ③ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ④

اور وہ عزیز ہے' حکیم ہے' یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے' اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ

مثال ان لوگوں کی جنہیں تورات اٹھانے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اسے نہیں اٹھایا گدھے کی سی مثال ہے' جو کتابوں کو لادتا ہے۔ بری مثال ہے

الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ⑤ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا

ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا' اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا' آپ کہہ دیجئے اے وہ لوگو جنہوں نے یہودیت اختیار کی

اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ⑥ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗۤ

اگر تم نے یہ خیال کیا ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو دوسرے لوگ اس میں شریک نہیں تو تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو اور یہ لوگ اپنے اعمال کی وجہ سے جو

اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ⑦

انہوں نے آگے بھیجے ہیں کبھی بھی اس بات کی تمنا نہ کریں گے اور اللہ جانتا ہے ظالموں کو

۱ : یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَافِی الْاَرْضِ الْمَلِكِ (جو چیزیں آسمانوں میں ہیں۔اور جو چیزیں زمین میں ہیں۔سب اللہ تعالیٰ) الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ (کی پاکی بیان کرتے ہیں۔جو بادشاہ ہے ہر عیب ونقص سے پاک ہے زبردست ہے۔حکمت والا ہے)

تسبیح:

تسبیح سے مراد۔نمبر۱۔تسبیح خلقت ہے کہ جب تم غور سے ہر چیز پر نگاہ ڈالو تو وہ اسکی وحدانیت کی طرف تیری راہنمائی کرے گی اور ہم مثلوں سے اس کے پاک ہونے کو بتلائے گی۔نمبر۲۔تسبیح معرفت ہے کہ ہر شئی میں اپنے لطف وکرم سے ایسی چیز رکھ دے جس سے وہ اپنے خالق کو پہچانے۔اور عیب سے اس کو پاک قرار دے۔جیسا کہ اس قول میں فرمایا۔وان من شئ الا یسبح بحمدہٖ ولکن لا تفقھو ن تسبیحھم [الاسراء:۴۴] نمبر۳۔تسبیح ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جوہر میں بلا معرفت تسبیح جاری کردے۔

امیین میں بعثِ رسول:

۲ : هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ (وہی ہے جس نے بھیجا) رسول بنایا۔فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (ناخواندہ لوگوں میں انہی کی قوم میں سے ایک پیغمبر) یعنی ایک امی انسان کو ناخواندہ قوم میں رسول بنایا۔

ایک قول:

منھم یہ اس قول کی طرح ہے۔من انفسکم [التوبہ:۱۲۸] کہ وہ اس کے نسب واحوال کو جانتے ہیں۔الامی اس کی نسبت امت عرب کی طرف ہے کیونکہ وہ پوری امتوں میں پڑھ لکھ نہ سکتے تھے (اکثریت ان کی اس طرح تھی) ایک قول یہ ہے کتابت کی ابتداء طائف میں ہوئی۔جس کو انہوں نے اہل حیرہ سے لیا۔اور اہل حیرہ نے اہل انبار سے لی۔یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ (جو ان کو اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے) آیات سے قرآن مجید مراد ہے۔وَیُزَكِّیْهِمْ (اور ان کو پاک کرتا ہے) ان کو شرک وخبائث جاہلیت سے پاک کرتا ہے۔وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ (اور ان کو کتاب کی تعلیم دیتا ہے) الکتاب سے قرآن مجید مراد ہے۔وَالْحِكْمَةَ (اور دانشمندی کی باتیں سکھاتا ہے) سنت یا تفقہ فی الدین مراد ہے۔وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ (اور بلاشبہ یہ لوگ پہلے) یعنی محمد ﷺ سے پہلے لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (کھلی گمراہی میں تھے) کفر وجہالت میں تھے۔ان مخففہ من المثقلہ ہے۔اور اس کی دلیل لام ہے۔مطلب یہ ہوا وہ گمراہی میں تھے۔جس سے بڑھ کر کسی گمراہی کا تصور نہیں کیا جاسکتا ہے۔

آخرین کی مراد:

۳ : وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ (اور دوسرے لوگوں کیلئے بھی) نحو : یہ مجرور ہے۔اور اس کا عطف الامیین پر ہے۔یعنی اسی نے آپ کو بھیجا اُمیین میں جو آپ کے زمانہ میں ہیں۔اور امیین میں سے پچھلوں میں جو ابھی تک نہیں آئے۔لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ (مگر

ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے) یعنی ابھی تک ان کے ساتھ نہیں ملے۔ وہ عنقریب ان سے آملیں گے۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد ہوئے (تابعین) نمبر۲۔ جو صحابہ کرام کے بعد قیامت تک آئیں گے۔ ایک قول یہ ہے اس سے عجمی مراد ہیں۔

نحو : اس کا عطف یعلمھم کی ضمیر مفعول پر ہے۔ اور یہ حالت نصبی میں ہے۔ تقدیر عبارت یعلمھم ویعلم آخرین ۔ کیونکہ تعلیم کا جب پچھلے زمانہ تک متصل ہو جائے تو وہ اول کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ پس گویا اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہر اس چیز کا ذمہ دار ہے جو آپ سے پائی جارہی ہے۔ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (اور وہی زبردست حکمت والا ہے)۔ کہ اس نے اپنی زبردست قدرت سے ایک اُمی آدمی کو اس عظیم کام کیلئے مقرر فرمادیا اور اپنی تائید و مدد اس کے شامل حال کردی۔ اور تمام انسانوں میں اسی کا چناؤ کیا۔

۴ : ذٰلِكَ (یہ) وہ فضل جو اس نے محمد ﷺ کو عنایت فرمایا وہ یہی ہے کہ ان کو اپنے زمانہ کے لوگوں کا پیغمبر بنادیا اور بعد والے زمانوں کیلئے بھی پیغمبر بنادیا۔ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے) جس کو وہ عطاء کرنا چاہتا ہے۔ اور اس کی حکمت جس کو عطاء کرنے کا تقاضا کرتی ہے۔ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے)

عدم عمل میں گدھے سے تشبیہ دی:

۵ : مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰةَ (جن لوگوں کو تورات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا ان کی حالت) جن کو اس کے علم کا ذمہ دار اور اس کے احکام پر عمل کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا۔ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا (پھر انہوں نے اس پر عمل نہ کیا) پس گویا انہوں نے اس حکم کی ذمہ داری لی ہی نہیں) كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا (اس گدھے جیسی ہے جو اپنے اوپر بہت سی کتابیں لادے ہوئے ہو) اسفار جمع سفر بڑی کتاب۔

نحو : تحمل حال ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔ نمبر۲۔ صفت ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔ کیونکہ حمار حکمًا اس قول میں لئیم کی طرح ہے۔ ولقد امر علی اللئیم یسبنی۔ یسبنی جملہ اس کی صفت ہے۔ اس آیت میں یہود کو گدھے سے تشبیہ دی۔ کہ وہ تورات کو اٹھانے والے اس کے ذمہ دار اور اس کو پڑھنے والے اور جو کچھ اس میں ہے اس کو یاد کرنے والے ہیں۔ مگر اس پر عامل نہیں ہیں۔ اور اس کی آیات سے نفع اٹھانے والے نہیں ہیں۔ اور وہ اس طرح ہے کہ تورات میں رسول اللہ ﷺ کی صفات اور بشارت لکھی ہے۔ مگر یہ اس پر ایمان نہیں رکھتے۔ اس گدھے سے تشبیہ دی جو علم کی بڑی بڑی کتابیں اٹھانے والا ہو۔ اور ان کو لے کر وہ جارہا ہو۔ وہ ان کتابوں کے متعلق اور کچھ نہیں جانتا۔ سوائے اس تکلیف و تھکاوٹ کے جو بوجھ کی وجہ سے اسے اٹھانی پڑ رہی ہے۔ ہر وہ شخص جو علم پڑھ رہا ہو مگر اس پر عمل نہ ہو اس کی یہی مثال ہے۔

بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ (بری حالت ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا) یعنی نمبر۱: حالت کے لحاظ سے بری حالت اس قوم کی ہے۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا۔ نمبر۲۔ بدترین جھٹلانے والی قوم کی

مثال ان جیسی ہے۔اوراس سے مراد یہود ہیں۔جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی صحت ودرستی پر دلالت کرنے والی آیات کو جھٹلا دیا۔وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (اوراللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا) یعنی جبکہ انہوں نے ظلم کو پسند کرلیا۔ نمبر۲۔ان کو ہدایت نہیں دیتا جن کے متعلق اس کے علم میں ظالم ہونا لکھا جاچکا ہے۔

٦ :قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا (آپ کہہ دیجئے اے یہودیو!)هاد ۔جبکہ وہ یہودیت اختیار کرلے۔اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگرتم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ بلاشرکت غیرے تم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوتو تم موت کی آرزو کرو(تاکہ تم جلد قرب میں پہنچ جاؤ)اگرتم سچے ہو)۔یہود کہا کرتے تھے۔نحن ابناء الله واحباءُ ہٗ۔ [المائدہ:۱۸] یعنی اگرتمہاری بات درست ہے۔اورتمہیں یقین ہے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمنا کرو کہ وہ تمہیں موت دے کر جلدی سے اپنی عزت ومکرمت کے مقام میں منتقل کردے جواس نے اپنے اولیاء کیلئے تیار کی ہے۔پھرفرمایا:

٧ :وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ (وہ کبھی موت کی تمنا نہ کریں گے بوجہ ان اعمال کے جوانہوں نے اپنے ہاتھوں سمیٹے ہیں)اس سبب سے کہ انہوں نے کفرکرکے آگے بھیجا۔

نحو :لا۔لن میں نفی مستقبل کرنے میں کوئی فرق نہیں۔البتہ لن کی نفی میں جوتاکید اورتشدید ہے۔وہ لا میں نہیں پائی جاتی۔اس لئے کبھی تو وہ تاکید شدید والا لفظ لائے۔ولن يتمنوهٗ [البقرہ:۹۵] اورکبھی دوسرے الفاظ لائے جیسا یہاں ولا يتمنونه وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ (اوراللہ تعالیٰ ان ظالموں کی حالت کوخوب جانتے ہیں)اس میں ان کو وعید سنائی گئی ہے۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ

آپ فرما دیجئے کہ بیشک موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ ضرور تم سے ملاقات کرے گی پھر تم لوٹا دیئے جاؤ گے غیب اور شہادت کے جاننے والے

فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ

کی طرف، سو وہ تمہیں تمہارے اعمال سے باخبر کر دے گا۔ اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے

فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹﴾ فَاِذَا

تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور بیع کو چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو، پھر جب

قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ

نماز کی ادائیگی ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل سے تلاش کرو، اور اللہ کو خوب زیادہ یاد کرو

كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ِۨانْفَضُّوْۤا اِلَیْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآىِٕمًا ؕ

تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اور جب وہ کسی تجارت یا لہو کی چیز کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں۔

قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۱۱﴾ ع

آپ فرما دیجئے کہ جو چیز اللہ کے پاس ہے وہ ایسے لہو اور تجارت سے بدرجہا بہتر ہے اور اللہ سب سے اچھا روزی پہنچانے والا ہے۔

۸ : قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ (آپ کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگ رہے ہو) اور تم جرأت نہیں کر رہے۔ کہ تم اس کی تمنا کر لو۔ اس خطرہ کے پیش نظر کہ تم اپنے کفر کے وبال میں پکڑ لیے جاؤ۔ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ (وہ ایک دن تمہیں آ پکڑے گی) بہرصورت۔

نحو : جملہ اِنَّ کی خبر ہے۔ اور اس پر فاء اس لئے آئی ہے کیونکہ الذی شرط کے معنی کو متضمن ہے۔

ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (پھر عالم الغیب والشہادۃ کی طرف تم کو لے جایا جائے گا۔ پھر وہ تم کو تمہارے سب کیے کام بتلا دے گا) پھر تم جس سزا کے حقدار ہو گے وہ سزا دے گا۔

ندائے جمع :

۹ : یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ (اے ایمان والو! جب جمعہ کے روز نماز جمعہ کیلئے اذان دی جایا کرے) النداء: اذان، مِنْ یہ اِذَا کا بیان ہے۔ اور اسکی تفسیر ہے۔ یوم جمعہ یہ دنوں کا سردار ہے۔ حدیث میں وارد ہے۔ جو آدمی

جمعہ کے دن فوت ہوا اس کے لئے شہید کا اجر لکھا جائے گا۔ اور اس کو فتنۂ قبر سے بچا لیا جائیگا۔ (رواہ ابو یعلی فی مسندہ: ۴۱۱۳)
فَاسْعَوْا (تو تم اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف (فوراً) چل پڑا کرو) اسعوا اور امضوا جانے اور چلنے کے معنی میں ہے۔ اور ایک قراءت میں اس طرح آیا ہے۔ قول فراء السعی، المضی، الذھاب، ان کا معنی ایک ہے۔ اس سے مراد تیزی سے چلنا نہیں ہے۔
اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ (اللہ کے ذکر کی طرف) ذکر اللہ سے مراد جمہور علماء کے نزدیک خطبہ ہے۔

استدلالِ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ:

اسی سے آپ نے استدلال فرمایا ہے کہ اگر خطیب نے صرف الحمد للہ کے الفاظ خطبے میں کہہ کر اسی پر اکتفاء کر لیا تو یہ جائز ہے (کیونکہ الحمد للہ ذکر اللہ میں شمار ہوتا ہے) وَذَرُوا الْبَيْعَ (اور خرید و فروخت کو چھوڑ دو) یہاں اصل اس بات کا حکم دینا مقصود ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرنے والے امور مثلاً دنیا کے مشاغل ان کو چھوڑ دو۔ البتہ ان مشاغل میں سے بیع کو خاص اس لئے کیا گیا۔ کیونکہ جمعہ کے دن بیع و شراء زوال کے وقت کثرت سے ہوتی ہے۔ پس ان کو فرمایا گیا آخرت کی تجارت میں جلدی کرو۔ اور دنیا کی تجارت کو چھوڑ دو اور اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف جلد لپکو۔ جس سے زیادہ نفع بخش اور فائدہ مند کوئی چیز نہیں ہے۔ وَذَرُوا الْبَيْعَ (اور بیع کو ترک کر دو) جس کا نفع معمولی ہے۔ ذٰلِكُمْ (یہ) اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف جانا۔ خَيْرٌ لَّكُمْ (تمہارے لئے بہت زیادہ بہتر ہے) بیع و شراء کے مقابلہ میں۔ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (اگر تم کو کچھ سمجھ ہو)

فضل اللہ سے مراد:

۱۰: فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ (جب نماز ادا کی جا چکے) فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ (تو زمین میں پھیل جاؤ) یہ امر اباحت کیلئے ہے۔ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (اور تم اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو) فضل اللہ سے۔ نمبر۱۔ رزق مراد ہے۔ نمبر۲۔ طلب علم نمبر۳۔ عیادۃ المریض۔ نمبر۴۔ دینی بھائی کی ملاقات۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا (اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت کیا کرو) اور اس کا اس بات پر شکریہ ادا کرو کہ اس نے اپنے فریضہ کی ادائیگی کی توفیق مرحمت فرمائی۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (کامیابی کی امید رکھتے ہوئے)

تجارتی قافلہ کا واقعہ:

۱۱: وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا نِ انْفَضُّوْا اِلَيْهَا (اور جب انہوں نے تجارت اور کھیل تماشا ہوتے دیکھا تو اس کی طرف لپک گئے) آپ سے جدا ہو گئے تقدیر کلام اس طرح ہے۔ واذا راوا تجارة انفضوا اليها او لهوًا انفضوا اليه پس ایک فعل کو حذف کر دیا کیونکہ دوسرا اس پر دلالت کر رہا ہے۔ تجارت کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ان کے لئے اہم ترین تھی۔ (یا جب یہ آیت اتری تو وہ واقعہ تجارتی قافلہ کا ہی تھا)۔

روایت میں ہے کہ مدینہ منورہ میں بھوک اور مہنگائی پھیل گئی دحیہ بن خلیفہ ایک تجارتی قافلہ لے کر شام سے مدینہ پہنچے۔ اس میں زیتون کا تیل وغیرہ تھا۔ یہ جمعہ کا دن تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعہ دے رہے تھے۔ پس قافلے کا سن کر تمام چلے گئے صرف

آٹھ افراد باقی رہ گئے یا ۱۲ بارہ افراد رہ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر یہ تمام نکل جاتے تو اللہ تعالیٰ ان کی وادی کو آگ سے جلا کر خاکستر کر دیتے۔ (رواہ الواحدی فی اسباب النزول ۲۸۶) جب قافلہ آتا تو اس کا استقبال طبل، تصفیق سے کیا جاتا تھا۔ اور لہو سے یہی مراد ہے۔ وَتَرَكُوكَ (اور تمہیں کھڑا چھوڑ دیا) یعنی منبر پر قَآئِمًا (خطبہ دیتے)

مَسْئَلَة: اس میں دلیل ہے کہ خطیب کو کھڑے ہو کر خطبہ دینا چاہیے۔ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ (ان سے کہو! جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے) یعنی ثواب۔ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ (وہ کھیل تماشے اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے) بیع کو ترک کر دینے سے ان کا رزق فوت نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ وہ بہتر رزق دینے والے ہیں۔

الحمد للہ سورۃ الجمعۃ کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔ یوم الاربعاء ۲۱۔۵۔۲۰۰۳

سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ المنافقون مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں گیارہ آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ

جب منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ بیشک ہم گواہی دیتے ہیں آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝۱ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا

کہ منافقین جھوٹے ہیں۔ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا سو انہوں نے اللہ کی راہ سے روک دیا بیشک یہ لوگ جو کرتے ہیں برا عمل

يَعْمَلُوْنَ ۝۲ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝۳ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ

کرتے ہیں یہ اس وجہ سے کہ وہ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے' پھر ان کے دلوں پر مہر مار دی گئی' لہٰذا وہ نہیں سمجھتے اور جب آپ انہیں دیکھیں گے

تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ

تو ان کے جسم آپ کو اچھے معلوم ہوں گے اور اگر وہ باتیں کرنے لگیں گے تو آپ ان کی بات سننے کی طرف دھیان دیں گے گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں جو ٹیک لگا کر رکھ دی گئی ہیں وہ ہر چیخ کو

صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۫ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝۴ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ

اپنے اوپر خیال کرتے ہیں یہ دشمن ہی ہیں سو آپ ان سے ہوشیار رہیے۔ اللہ ان کو ہلاک کرے کہاں پھرے جا رہے ہیں' اور جب ان سے کہا گیا کہ آجاؤ اللہ کا رسول

لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝۵ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ

تمہارے لئے استغفار کرے تو وہ اپنے سروں کو موڑ لیتے ہیں اور آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ تکبر کرتے ہوئے بے رخی کر رہے ہیں' برابر ہے

اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۶

کہ آپ ان کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں بلاشبہ اللہ انہیں نہیں بخشے گا' بے شک اللہ ہدایت نہیں دیتا فاسقوں کو'

۱: اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ (جب یہ منافق آپ کے پاس آتے ہیں۔ تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں) لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ (کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم ہے کہ آپ بلاشبہ اس کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ شہادت دیتا ہے کہ منافقین بلاشبہ اس قول میں جھوٹے ہیں)۔

جھوٹی شہادت:

قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ الآیۃ سے منافقین کی مراد ایسی شہادت تھی کہ جس میں زبانوں کے ساتھ ان کے دل بھی موافقت کرنے والے ہیں۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ یعنی اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ وہ معاملہ بالکل اسی طرح ہے جیسا ان کا قول اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ دلالت کررہا ہے۔ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ وہ زبان ودل کی موافقت کے دعوی میں جھوٹے ہیں۔ نمبر۲۔ انهم لكاذبون فيه۔ وہ اس میں جھوٹے ہیں۔ کیونکہ جب شہادت زبان ودل کی موافقت سے خالی ہو تو وہ شہادت ہی نہیں رہتی۔ پس اس کا نام شہادت قرار دینے میں وہ جھوٹے ہیں۔ نمبر۳۔ وہ اپنے نفسوں کے ہاں جھوٹے ہیں۔ کیونکہ ان کا اعتقاد یہ ہے۔ کہ ان کا قول انك لرسول الله یہ کذب ہے۔ اور ایسی خبر ہے جو مخبر عنہ کی حالت کے برخلاف ہے۔

۲ : اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً (انہوں نے اپنی قسموں کو سپر بنا رکھا ہے) یعنی قتل وقید سے بچانے کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔

مَنْسَئَلَه: اس میں دلیل ہے کہ اشهد یمین ہے۔ فَصَدُّوْا (پھر دوسروں کو بھی روکتے ہیں) عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی راہ سے) اسلام سے نفرت دلاتے ہیں۔ اور لوگوں کو اشتباہ میں مبتلا کرتے ہیں۔

اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (ان کے یہ اعمال بہت ہی برے ہیں) منافقت سے مراد لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنا۔ ساء میں تعجب کا معنی ہے تاکہ سامعین کے ذہنوں میں ان کے اس معاملے کو انتہائی برا سمجھا جائے۔

منافقین کا طرزِ عمل:

۳ : ذٰلِكَ (یہ بات) اس کا مشار الیہ ساء ما كانوا يعملون ہے۔ مطلب یہ ہے یہ قول اس بات پر شاہد عدل ہے کہ وہ عملی اعتبار سے لوگوں میں سب سے بدترین ہیں۔ بِاَنَّهُمْ (اس وجہ سے ہے کہ یہ لوگ) ای بسبب انهم۔ اس سبب سے کہ وہ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا (ایمان لائے پھر کافر ہوگئے) نمبر۲۔ ان کے جو حالات منافقت وکذب اور ایمان کو دنیاوی اغراض کیلئے بطور ڈھال استعمال کرنا وغیرہ تمام کام اس سبب سے ہیں کہ انہوں نے پہلے اپنی زبانوں سے کلمہ شہادت کا اقرار کیا اور اسلام میں داخل ہونے والے جیسا عمل تو کیا مگر پھر کافر ہوگئے ان کا کفر ان کے اس قول میں ظاہر ہوگیا۔ ان كان ما يقوله محمدحقا فنحن حمير (اگر محمد (ﷺ) کی بات سچی ہے تو ہم گدھے ہوئے) وغیر ذلک۔ نمبر۳۔ مؤمنوں کے پاس تو ایمان کا اقرار کیا پھر اپنے سرداروں کے پاس اسلام سے استہزاء کرتے ہوئے کفر بک دیا۔ جیسا فرمایا: واذا لقوا الذين آمنوا قالوا آمنا الآیۃ [بقرہ:۱۴] فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (پس ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی) ان کے نفاق کی سزا کے طور پر ان کے دلوں کو مہر کر کے بند کر دیا گیا ایمان اس میں داخل ہو نہیں سکتا۔ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ (پس اس سبب سے کہ وہ حق کو نہیں سمجھتے) وہ غور وفکر نہیں کرتے یا ایمان کی صحت کو جانتے ہی نہیں۔

منافقین کی دوغلی پالیسی:

۴ :وَاِذَا رَاَیْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ (جب آپ ان کو دیکھیں تو ان کے قد وقامت خوشنما معلوم ہوں) کَ کا خطاب رسول اللہ ﷺ کو فرمایا گیا۔ نمبر۲۔ ہر مخاطب مراد ہے۔ وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ (اگر وہ بات کہیں تو آپ ان کی بات سن لیں) عبد اللہ بن ابی لحیم جسیم خوبصورت فصیح الکلام آدمی تھا۔ کچھ دیگر منافق بھی اسی ڈیل ڈول کے تھے۔ پس جب وہ مجلس نبوی ﷺ میں حاضر ہوتے۔ پس وہ اس میں ٹھاٹھ سے بیٹھتے۔ پرشوکت مناظر اور فصیح زبانوں سے بولتے۔ نبی اکرم ﷺ اور حاضرین مجلس ان کی شکلوں اور صورتوں پر تعجب کرتے اور ان کی گفتگو کی طرف کان لگاتے۔ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ (گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں جو دیوار کے سہارے کھڑی ہیں)

نحو: یہ ھم کی وجہ سے حالت رفعی میں ہے۔ ای ھم کانھم خشب مسندۃ۔ نمبر۲۔ جملہ مستانفہ ہے جس کا کوئی محل اعراب نہیں۔ مسندۃ سے مراد دیوار کے ساتھ کھڑا ہونا۔ ان کے ٹیک لگانے کو دیوار کے ساتھ کھڑی لکڑی کے ساتھ تشبیہ دی کہ وہ صرف خول ہیں۔ جو اندر سے ایمان وخیر سے خالی ہیں۔

وجہ تشبیہ:

جب لکڑی سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے تو وہ لکڑی چھت یا دیوار یا دیگر ضروریات میں صرف کی جاتی ہے اور جب اس کی ضرورت نہیں ہوتی تو دیوار کے ساتھ اس کو کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ گویا عدم فائدہ میں اس لکڑی سے تشبیہ دی۔ یا لکڑی بے جان ہوتی ہے۔ تو یہ بھی شکلیں ہیں ان میں روح ایمان نہیں۔ اجسام ہیں ان میں عقل کا ذرہ نہیں۔

قراءت: ابوعمرو سوائے عباس علی کے خُشُبٌ پڑھا۔ جمع خشبة جیسے بَدْنَة و بُدْنٌ اور خشبٌ یہ ثمرة و ثُمُرٌ کی طرح ہے۔

یَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَیْحَةٍ عَلَیْهِمْ (وہ شور و پکار کو اپنے اوپر پڑنے والی خیال کرتے ہیں) کل صیحة یہ مفعول اول ہے۔ اور علیہم دوسرا مفعول ہے۔ اور کلام پورا ہے۔ ای یحسبون کل صیحة واقعة علیھم ۔ضارة لھم لجبنھم ورعبھم مطلب یہ ہے جب لشکر کی طرف ان کو آواز دی جاتی ہے۔ یا کوئی جانور بھاگ جاتا ہے یا گمشدہ چیز کو ڈھونڈنے کیلئے آواز لگائی جاتی ہے تو ان کا خیال یہ ہوتا ہے کہ یہ مصیبت ان پر آن پڑی ہے۔ پھر فرمایا هُمُ الْعَدُوُّ (یہی لوگ دشمن ہیں) یعنی یہ عدوات میں کامل ہیں۔ کیونکہ سب سے بڑا دشمن اندر گھسا ہوا دشمن ہے۔ جو معاملات میں تیرے ساتھ شریک ہو اور اس کی پسلیوں میں مخالفت کی بیماری گھسی ہو۔ فَاحْذَرْهُمْ (پس ان سے محتاط رہو) ان کے ظاہر پر دھوکہ نہ کھانا۔ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ ان کو غارت کرے) یہ ان کے متعلق بددعا ہے۔ نمبر۲۔ ایمان والوں کو تعلیم دی کہ ان کے حق میں یہ بددعا کریں۔ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ (کہاں پھرے چلے جاتے ہیں) وہ حق سے کس طرح عدول کرنے والے ہیں۔ اس میں ان کی جہالت وضلالت پر تعجب کا اظہار کیا گیا۔

۵ :وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا یَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ (جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس

آؤ۔تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ استغفار کریں تو وہ اپنے سر پھیر لیتے ہیں) ان کو موڑتے اور اس سے اعراض کرتے ہوئے اور تکبر کرتے ہوئے ان کو مائل کرتے ہیں۔

قراءت: نافع نے لَوَّوْا تخفیف سے پڑھا ہے۔

غزوۂ بنو مصطلق اور منافقین کی بدزبانی:

وَرَاَیْتَهُمْ یَصُدُّوْنَ (اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ بے رخی کرتے ہیں) اعراض کرتے ہیں۔وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ (تکبر کرتے ہوئے) معذرت اور استغفار سے۔روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جب بنو مصطلق کو مریسیع کے مقام پر جالیا۔(یہ پانی کا نام ہے) اور ان کو شکست دی۔ان کے کچھ آدمی قتل ہوئے۔تو جہجاہ بن سعید اجیر عمر رضی اللہ عنہ اور سنان جہنی حلیف ابن ابی کا پانی پر جھگڑا ہوگیا۔جہجاہ نے یاللمہاجرین اور سنان نے یاللانصار کہہ کر آواز دی۔تو فقراء مہاجرین میں سے جُعال نے اس کی مدد کرتے ہوئے سنان کو تھپڑ مارا۔اس پر عبداللہ نے جعال کو کہا تیری کیا مجال! ہم نے محمد کا اس لئے ساتھ نہیں دیا کہ ہم تھپڑ کھائیں۔ ہماری اور ان کی مثال تو ایسی ہے جیسے کسی نے کہا: سمن کلبك یاکلك ۔اپنے کتے کو پالو تا کہ وہ تمہیں کاٹے۔سنو! اللہ کی قسم! اگر ہم مدینہ لوٹ کر گئے تو ہم میں سے زیادہ عزت والے وہاں سے ذلت والوں کو نکال باہر کریں گے۔الاعز سے اپنا آپ اور الاذل سے رسول اللہ ﷺ کی ذات مراد لی۔پھر اپنی قوم کو خطاب کر کے کہنے لگا۔اللہ کی قسم اگر تم جعال اور اس کے ساتھ والوں کو بچا ہوا کھانا نہ دیتے تو آج وہ تمہاری گردنوں پر سوار نہ ہوتے۔ان پر خرچ بند کردو یہاں تک۔کہ یہ محمد کے اردگرد سے بھاگ جائیں۔یہ باتیں زید بن ارقمؓ نو عمر صحابی نے سنیں۔اور منہ پر عبداللہ کو کہا تو ذلیل ہے۔اور حقیر اور اپنی قوم کا مبغوض انسان ہے۔ محمد ﷺ رحمان کی طرف سے باعزت اور مسلمانوں کے ساتھ قوت وشوکت والے ہیں۔عبداللہ نے کہا تو خاموش ہو جا تو تو کھلونا پتلی ہے۔زید رضی اللہ عنہ نے رسول ﷺ کو آ کر اطلاع دی۔اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیں کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔آپ نے فرمایا اس میں یثرب کے بہت سے ناک بگڑ جائیں گے۔عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔اگر مہاجرین کے ہاتھوں قتل مناسب نہیں تو کسی انصاری کو اس پر مقرر فرما دیں۔آپ نے فرمایا۔اگر ایسا ہوا تو اس بات کا کیا جواب ہوگا کہ محمد تو اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔آپ ﷺ نے عبداللہ کو بلوا کر فرمایا۔تو نے یہ بات کہی ہے۔جو مجھے پہنچائی گئی ہے تو اس نے کہا اللہ کی قسم! جس نے آپ پر کتاب اتاری۔میں نے اس میں سے ذرہ بھر بات نہیں کی۔اور زید جھوٹ بولتا ہے۔پس یہی اس کا قول اتخذوا ایمانهم جنة میں نقل کر دیا گیا ہے۔(جھوٹ بول کر اپنے کو بچالیا) حاضرین نے کہا یا رسول اللہ ہمارا یہ شیخ اور بڑا ہے۔ایک چھوٹے بچے کی بات اس کے متعلق قبول نہ فرمائیں۔ہوسکتا ہے بچے کو وہم ہوگیا ہو۔

جب آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے زید کو فرمایا اے نوجوان! اللہ تعالیٰ نے تمہیں سچا کر دیا اور منافقین کو جھوٹا ثابت کر دیا۔جب عبداللہ کا کذب ظاہر ہوگیا۔اور اس کو کہا گیا تمہارے متعلق بڑی سخت آیات اتریں ہیں۔رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جا کر اپنے لئے استغفار کرواؤ۔تو اس نے سر موڑ لیا۔پھر یہ آیت اتری۔واذاقیل لهم تعالوا یستغفرلکم رسو ل اللّٰه۔

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ

یہ لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ان لوگوں پر خرچ نہ کرو جو اللہ کے رسولؐ کے پاس ہیں یہاں تک کہ وہ منتشر ہو جائیں' اور اللہ ہی کے لئے ہیں خزانے زمین کے

وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝۷ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَاۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ

اور آسمان کے لیکن منافقین نہیں سمجھتے وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ واپس ہو گئے تو عزت والا

الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۸ ع

ذلت والے کو نکال دے گا اور اللہ ہی کے لئے ہے عزت اور رسولؐ کے لئے اور مؤمنین کے لئے لیکن منافقین نہیں جانتے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ

اے ایمان والو! تمہارے اموال اور اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں ' اور جو شخص ایسا کرے گا

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۹ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ

سو یہ لوگ وہ ہیں جو نقصان میں پڑنے والے ہیں اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ تمہیں موت آ جائے

فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۰

سو وہ کہے گا کہ اے میرے رب آپ نے تھوڑی مدت کے لئے مجھے کیوں مہلت نہ دی میں صدقہ کرتا اور صالحین میں سے ہو جاتا

وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۱ ع

اور اللہ ہرگز کسی جان کو مہلت نہ دے گا جب اسکی اجل آ جائے اور اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔

زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ وہ بیمار ہو کر مر گیا۔ (واحدی فی اسباب النزول: ۲۸۷) (اصل القصة فی الصحیحین)

۶ : سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (اب آپ ان کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں۔ ان کے حق میں دونوں برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز معاف نہ کرے گا) جب تک وہ نفاق پر مداومت اختیار کرنے والے ہیں۔ مطلب یہ ہے۔ استغفار اور عدم استغفار ان کے حق میں برابر ہے کیونکہ وہ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے اور نہ ہی اس کو کوئی حیثیت دیتے ہیں۔ اس کا سبب کفر ہے۔ نمبر ۲۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کو نہ بخشیں گے اس لئے ان کے حق میں استغفار اور عدم استغفار برابر ہے۔

قراءت: استغفرت حرفِ استفہام کو حذف کر کے پڑھا گیا۔ کیونکہ ام جو دو میں سے ایک کیلئے آتا ہے۔ وہ اس پر دلالت کرتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (بیشک اللہ ایسے نافرمانوں کو توفیق ہدایت نہیں دیتا)

۷ : هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَاتُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ (یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ) رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا (کے پاس جمع ہیں ان پر کچھ خرچ مت کرو۔ یہاں تک کہ وہ آپ ہی منتشر ہو جائیں) ینفضوا کا معنی منتشر و متفرق ہونا۔ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اللہ تعالیٰ کے پاس آسمان و زمین کے خزانے ہیں) یعنی رزق اور تقسیم رزق اسی کے قبضہ میں ہے۔ وہی انکا رازق ہے۔ اگر اہل مدینہ ان پر خرچ کرنے سے انکار کر دیں گے۔ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَايَفْقَهُوْنَ (لیکن یہ منافق سمجھتے نہیں) لیکن عبداللہ بن ابی اور اس کے ہم مثل جاہل ہیں۔ وہ اس بات کو نہیں سمجھتے۔ پھر ہر وہ بات بک دیتے ہیں جو ان کے منہ میں آتی ہے۔ اور جو شیطان ان کے لئے مزین کرتا ہے۔

دوسری بدزبانی:

۸ : يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ (وہ کہتے ہیں اگر ہم مدینہ کو لوٹ کر پہنچے) غزوۂ بنو مصطلق سے واپس مدینہ پہنچے۔ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ (تو جو عزت والا ہوگا وہ ذلت والے کو مدینے سے نکال کر باہر کر دے گا۔ عزت تو اللہ) عزت یعنی غلبہ اور قوت وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ (اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کو حاصل ہے) جس کو اللہ تعالیٰ عزت دے اور ان کی تائید اپنے رسول اور مؤمنین سے کروائے۔ اور وہ عزت کے ساتھ خاص ہیں۔ جیسا کہ ذلت، بزدلی شیطان اور اس کے حمایتی کفار و منافقین کیلئے ہے۔

بعض صالحات کا مقولہ:

ان کو پھٹے پرانے کپڑوں میں دیکھا۔ تو انہوں نے کہا کیا تم اسلام پر نہیں ہو۔ انہوں نے کہا اسلام وہ عزت ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے کوئی ذلت نہیں اور ایسا غناء ہے جس کے ہوتے ہوئے کوئی فقر نہیں۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا قول:

ایک آدمی نے ان کو کہا۔ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ تم میں تکبر ہے۔ آپ نے فرمایا یہ تکبر نہیں بلکہ یہ عزت ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (لیکن منافقین یہ بات جانتے نہیں)۔

۹ : يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ (اے ایمان والو! تم کو تمہارے مال غافل نہ کر دیں) لاتلهكم تمہیں مشغول نہ کر دیں۔ اموال یعنی اموال میں لین دین اور اس کو بڑھانے کی کوشش اور اس پر نفع کی طلب۔ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ (اور نہ تمہاری اولادیں) اور تمہارا ان سے خوش ہونا اور ان پر شفقت کرنا اور ان کی امداد کیلئے کھڑے ہونا عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی یاد سے) یعنی صلوات خمس یا قرآن مجید کے وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ (اور جو ایسا کریں گے) وہ دین ترک کر کے دنیا میں مشغول ہو جائیں گے۔

ایک قول یہ ہے:

کہ جو آدمی اپنے اموال کو بڑھانے کی طرف متوجہ ہے۔ مگر اپنے احوال کی طرف توجہ نہیں دیتا۔ اور آخرت کی درستی کی بجائے اولاد کی رضامندی میں مشغول ہے۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (وہی ناکام رہنے والے ہوں گے) اپنی اس تجارت میں اس لئے کہ انہوں نے فانی کے بدلے باقی کو بیچ ڈالا۔

موت سے پہلے خرچ کرلو:

۱۰: وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ (اور ہم نے جو کچھ تم کو دیا۔ اس میں سے کچھ (حقوق واجبہ کی ادائیگی میں) خرچ کرو) مِنْ یہ تبعیض کیلئے ہے۔ مراد اس سے انفاق واجب علی الواجب ہے۔ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ (اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آ کھڑی ہو) یعنی من قبل ان یری دلائل الموت اس سے پہلے کہ وہ موت کے آثار دیکھے اور ان معاونتوں کو جو مہلت سے مایوس کرنے والی ہوں درآنحالیکہ اس پر خرچ کرنا بھی مشکل ہو۔ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ (پھر وہ حسرت سے کہنے لگے اے میرے رب مجھے تھوڑی سی اور مہلت کیوں نہیں دی) آپ نے میری موت کو مؤخر کیوں نہ کر دیا۔ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ (ایک قریبی زمانہ تک) فَاَصَّدَّقَ (کہ میں خیر خیرات کر دیتا) میں صدقہ کر لیتا۔

نحو: یہ لولا کا جواب ہے۔ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ (اور نیک کام کرنے والوں میں شامل ہو جاتا) الصالحین سے مؤمنین مراد ہیں۔ یہ آیت ایمان والوں کے متعلق نازل ہوئی۔ **ایک قول یہ ہے:** یہ منافقین کے متعلق اتری۔

قراءت: واکون ابوعمرو نے نصب کے ساتھ پڑھا اور لفظ پر عطف کیا۔ اور جزم موضع اصدق پر عطف کی وجہ سے ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا ان اختر تنی اصدق واکن۔

۱۱: وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا (اور اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مہلت نہیں دیتا) موت سے اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا (جبکہ اس کی میعاد ختم ہونے پر آجاتی ہے) جو لوح محفوظ میں لکھی جا چکی ہے۔ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی پوری خبر ہے)

قراءت: حماد و یحییٰ نے یعملون پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہوگا جب تمہیں معلوم ہے۔ کہ موت کی اپنے وقت سے تاخیر کا کوئی راستہ نہیں۔ اور وہ اچانک ہجوم کر کے آجانے والی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سارے اعمال کا علم ہے۔ پس وہ ترکِ واجبات پر خود سزا دیں گے۔ اب تو صرف اتنی بات باقی رہ گئی کہ آدمی جلد از جلد اپنے واجبات وفرائض سے بریٔ الذمہ ہونے کی کوشش کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی تیاری کرے۔

الحمدللہ سورۃ المنافقون کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانِيْ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ التغابن مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اور ایک قول کے مطابق مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھارہ آیات اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ

سب چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں اس کی سلطنت ہے اور وہی تعریف کے لائق ہے اور وہ ہر چیز پر

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

قادر ہے' وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا سو تم میں بعض کافر ہیں اور بعض مومن ہیں' اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو

بَصِيْرٌ ۝۲ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝۳

دیکھ رہا ہے۔ اس نے پیدا فرمایا آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ اور تمہاری صورتیں بنا دیں سو اچھی بنائیں' اس کی طرف لوٹ جانا ہے۔

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ

وہ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور وہ سب اعمال کو جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اور اللہ سینے کی باتوں کو

الصُّدُوْرِ ۝۴ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۡ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ

جاننے والا ہے۔ کیا تمہارے پاس ان کافروں کی خبر نہیں آئی جو ان سے پہلے تھے سو انہوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھ لیا اور ان کے لئے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۵ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۡ

دردناک عذاب ہے۔ یہ اس وجہ سے کہ بیشک ان کے پاس ان کے رسول کھلے ہوئے معجزات لائے تھے سو انہوں نے کہا کیا ہمیں آدمی ہدایت دیں گے'

فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝۶ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ

سو انہوں نے کفر اختیار کیا اور اعراض کیا' اور اللہ نے بے نیازی کا معاملہ کیا' اور اللہ بے نیاز ہے اور حمد کا مستحق ہے۔ کافروں نے یہ خیال کیا کہ وہ ہرگز نہیں

يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝۷

اٹھائے جائیں گے آپ فرما دیجئے کہ ہاں قسم ہے میرے رب کی کہ تم ضرور ضرور اٹھائے جاؤ گے اور تمہیں ضرور ضرور تمہارے اعمال سے باخبر کیا جائے گا اور یہ اللہ پر آسان ہے

حقیقی بادشاہی اللہ کی:

۱ :یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہیں جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں۔ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے)

آیت میں دونوں ظروف کو مقدم کیا تا کہ ملک وحمد کی خصوصیت اللہ عزوجل کے ساتھ ثابت ہو سکے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بادشاہی حقیقت میں اسی ہی کی ہے کیونکہ وہ ہر چیز کو ابتداء سے بنانے والا اور اس کو قائم رکھنے والا ہے اور اسی طرح تعریف حقیقی کا حقدار بھی وہی ہے۔ کیوں کہ اصول نعمت اور فروع نعمت اس کی طرف سے میسر ہوئیں۔ باقی دنیا میں جو بادشاہ کہلاتے ہیں۔ یہ اسی نے ان کو تسلط دیا۔ اور نگران بنادیا۔ اور دوسرے کی تعریف جو تھوڑی بہت کی جاتی ہے وہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اس کے ہاتھ سے جاری ہوئی۔ اس لئے وہ سبب عارضی برائے حصولِ نعمت بن جانے کی وجہ سے تعریف کیا جانے لگا۔

۲ :هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّ مِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ (وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا۔ تم میں سے بعض کافر ہیں اور بعض مؤمن) کافر ہیں یعنی کفر کا ارتکاب کرنے والے اور کفر کرنے والے ہیں۔ اور بعض ایمان لانے والے ہیں۔ ایمان کا فعل کرنے والے ہیں۔ اور اس معنی پر۔ واللہ بما تعملون بصیر دلالت کر رہا ہے۔

اصل نعمتیں دینے والے اللہ ہیں:

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (یعنی تمہارے کفر و ایمان کو جاننے والے اور دیکھنے والے ہیں) جو کہ دونوں تمہارے عمل ہیں۔ مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے۔ جنہوں نے اصل نعمتیں اپنے فضل سے عنایت فرمائیں ہیں۔ اور اسی کو عدم سے خلق وایجاد کہا جاتا ہے۔ لازم یہ تھا کہ تم تمام شکر گزار ہوتے۔ تمہیں کیا ہوا کہ تم نے پارٹی بازی بنالی۔ پس کوئی کافر بن گئے اور کچھ مؤمن؟ کفر کو اولاً لائے۔ کیونکہ اغلب واکثر کافر ہی ہیں۔ اور اس میں ان لوگوں کی تردید ہے جو یہ کہتے ہیں۔ جیسے (خوارج) کہ کچھ لوگ نہ مؤمن ہیں اور نہ کافر۔ ایک قول یہ ہے وہی ذات جس نے تمہیں پیدا کیا پس بعض تم میں خلق کے انکاری ہیں اور وہ دہریہ ہیں اور بعض تم میں سے اس پر ایمان لانے والے ہیں۔

۳ :خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ (اسی نے آسمانون کو اور زمین کو ٹھیک ٹھیک پیدا کیا) اپنی حکمت بالغہ کے مطابق اور وہ یہ ہے کہ زمین کو مکلفین کے ٹھہراؤ کی جگہ بنادیا تا کہ وہ عمل کریں اور اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دیں۔

سب سے زیادہ خوبصورت انسان:

وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ (اور تمہاری صورتیں بنائیں) پس اچھی صورتیں بنائیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمام حیوانات میں سب سے زیادہ شاندار اور خوبصورت بنایا۔ اس کی دلیل نمبر ا۔ عقلی یہ ہے۔ کہ انسان کبھی بھی یہ تمنا نہیں کرتا کہ اس کی صورت دیگر حیوانات میں سے کسی کی شکل جیسی ہوتی۔ نمبر ۲۔ اس کی حسن صورت کی دلیل یہ بھی کہ سیدھے قد والا بنایا۔ کبڑا، جھکا ہوا

بدصورت، بدشکل نہیں بنایا۔ بے ڈھبی خلقت ہوا۔ اس میں بے ڈھبہ پن تو کوئی نہیں۔

درجاتِ حسن:

البتہ یہ ضرور بات ہے کہ حسن کے درجات ہیں۔ سب سے کم درجہ اور اس سے اوپر جن میں ملاحت نہیں۔ صباحت نہیں مگر حسن سے کوئی خالی نہیں۔

قول حکماء:

دو چیزوں کی کوئی انتہاء نہیں ہے۔ نمبر ا۔ جمال نمبر ۲۔ بیان۔

وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (اور اس کی طرف تم سب نے لوٹ کر جانا ہے) پس اپنے بواطن کو خوبصورت بناؤ۔ جیسا اس نے تمہیں خوبصورت شکلیں دیں۔

۴ :يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ (وہ اس سے بھی واقف ہے جو زمین اور جو آسمان میں ہے۔ اور سب چیزوں) وَمَا تُعْلِنُوْنَ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (کو جانتا ہے جو تم پوشیدہ کرتے ہو اور جو تم علانیہ کرتے ہو۔ اور وہ دلوں تک کی باتوں کو جاننے والا ہے) وہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اس کو جانتے ہیں۔ پھر جو بندے بھید چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہیں۔ اس سے بھی واقف ہے۔ پھر وہ سینوں کے رازوں سے واقف ہے۔ کلیات و جزئیات کی کوئی چیز ایسی نہیں جو اس پر مخفی ہو۔ پس اس کا حق یہ ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور احتیاط کی جائے۔ اور جو چیز اس کی رضا کے خلاف ہو۔ اس کی جرأت نہ کی جائے۔ علم الٰہی کو دوبارہ ذکر کرنا درحقیقت یہ وعید کو دوبارہ لانے کی طرح ہے۔ اور وہ تمام جو فمنکم کافر و منکم مؤمن کے بعد ذکر کیا گیا۔ وہ کفر پر وعید ہی کے حکم میں ہے۔ اور اس بات پر انکار ہے کہ خالق کی نافرمانی کی جائے اور اس کی نعمتوں کا شکریہ نہ ادا کیا جائے۔

۵ :اَلَمْ يَاْتِكُمْ (کیا تم کو نہیں پہنچی) یہ کفار مکہ کو خطاب ہے۔ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ (خبر ان لوگوں کی جنہوں نے تم سے پہلے کفر کیا) یعنی قوم نوح، ہود، صالح، لوط۔ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ (انہوں نے اپنے اعمال کا وبال (دنیا میں بھی) چکھا) یعنی دنیا میں کفر کی سزا چکھی۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (اور اس کے علاوہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے) جو آخرت میں ملے گا۔

۶ :ذٰلِكَ (یہ) اس کا مشارٌ الیہ ہے وہ وبال جو ان کو دنیا میں پہنچا اور آخرت میں ان کے لئے تیار کیا گیا۔ بِاَنَّهٗ (اس سبب سے) کہ بات اور حالت یہ ہے۔ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ (یہ اس سبب سے کہ ان کے پاس ان کے پیغمبر دلائل واضحہ لے کر آئے) البینات سے معجزات مراد ہیں۔ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا (تو ان لوگوں نے ان کو کہا کیا آدمی ہم کو ہدایت کریں گے) انہوں نے بشر کے لئے رسالت کا انکار کر دیا۔ مگر حجر و پتھر کیلئے عبادت کا انکار نہیں کیا۔ فَكَفَرُوْا (غرض انہوں نے کفر کیا) رسولوں کا انکار کر دیا۔ وَتَوَلَّوْا (اور روگردانی اختیار کی) ایمان سے منہ موڑ لیا۔ وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی کوئی پرواہ نہ کی)

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْۤ اَنْزَلْنَا ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝۸ یَوْمَ یَجْمَعُكُمْ

سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا اور اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے' جس دن تم کو جمع ہونے کے

لِیَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ یَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ وَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَیَعْمَلْ صَالِحًا یُّكَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ

دن میں جمع فرمائے گا۔ یہ دن ہے جس میں لوگ نقصان میں پڑیں گے اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔ اللہ اس کے گناہوں کا کفارہ فرمادے گا

وَیُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝۹

اور اسے ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے وہ بڑی کامیابی ہے

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝۱۰ ع

اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہ لوگ دوزخ والے ہیں۔ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

ع ۱۰ ۱۵ التغابن

ان کو آزاد چھوڑ دیا۔ تاکہ ہر چیز حاصل کرلیں اور ان اشیاء من جملہ میں سے ایمان اور طاعت بھی تھی۔ وَاللّٰهُ غَنِیٌّ (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے بے نیاز ہیں) حَمِیْدٌ (اپنی صنعت پر تعریفوں والے ہیں)

۷ : زَعَمَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا (کافر یہ دعویٰ کرتے ہیں) کافروں سے یہاں اہل مکہ مراد ہیں۔

نحو : الزعم علم کا دعویٰ اور یہ فعل علم کی طرح متعدی ہوتا ہے۔

کفار کا انکارِ بعث:

اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا (کہ وہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے) ان اپنے مابعد سمیت دو مفعولوں کے قائم مقام ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ انهم ان یبعثوا۔ کہ وہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔ قُلْ بَلٰی (آپ کہہ دیجئے کیوں نہیں) یہ مابعد لن کے اثبات کیلئے لائے اور جس کا اثبات کیا وہ بعث ہی ہے۔ وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ (مجھے اپنے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے)۔ یہاں اخبار کو قسم سے مؤکد کیا گیا ہے۔

سوال : جس چیز کو انہوں نے انکار کیا۔ اس پر قسم کا کیا فائدہ ہے؟

جواب : یہ جائز ہے کیونکہ اس سے خوب تہدید ہوتی ہے۔ اور دل میں اس کا زیادہ اثر ہوتا ہے؟ گویا اس طرح کہا گیا جس کا تم انکار کرتے ہو وہ لامحالہ ہو کر رہے گی۔ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذٰلِكَ (پھر جو کچھ تم نے کیا ہوگا۔ اس سے تم کو آگاہ کیا جائے گا) اور اس کے مطابق سزا دی جائے اور یہ بات اور مشارٌ الیہ بعث ہے کہ یہ بعث عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ (اللہ تعالیٰ کیلئے بہت آسان ہے) معمولی ہے۔

۸ : فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (پس تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ)۔ رسول سے محمد ﷺ مراد ہیں۔ وَالنُّوْرِ الَّذِیْ

اَنْزَلْنَا (اوراس نور پر جوہم نے نازل کیا) یعنی نور سے قرآن مراد ہے۔ کیونکہ وہ ہر چیز کی حقیقت کو بیان کرتا ہے۔ پس اس سے راہنمائی لی جاتی ہے جیسا روشنی سے۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (اوراللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہواس سے باخبر ہے) پس امور کا دھیان کرو۔

یوم تغابن:

۹ :يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ (اور یاد کرواس دن کو جب اللہ تعالیٰ تم سب کو قیامت کے دن جمع کرے گا)

نحو : یوم منصوب لتنبؤن کی وجہ سے ہے۔ نمبر۲۔ اذکر محذوف کی وجہ سے لِيَوْمِ الْجَمْعِ (جس میں اولین وآخرین سب جمع ہونگے) ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ (وہ دن گھاٹا دینے کا ہے) یہ لفظ بطور استعارہ تغابن القوم فی التجارة سے لیا گیا ہے۔ اوراس کی حقیقت یہ ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ وہ غبن کریں۔ قیامت کے دن سعداء اشقیاء کے مقام پر اتر آئے وہ مقامات جن کو وہ کم درجہ سمجھتے تھے اگر وہ سعداء ہوتے۔ اور بد بخت سعداء کی جگہ اتر آئے۔ وہ مقامات کہ جن کو وہ کم درجہ خیال کرتے۔ اگر وہ اشقیاء ہوتے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ اور ذلك يوم التغابن کا معنی یہ ہے۔ لوگ تو اس دن کے علاوہ دنوں میں گھاٹا ڈالا کرتے تھے۔ اوراسی کو بڑا خیال کرتے۔ مگر قیامت کے دن کا گھاٹا حقیقت میں وہ گھاٹا ہے۔ دنیا کے معاملات میں تغابن کی تو اس کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں۔ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا (اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہوگا۔ اور نیک کام کرتا ہوگا) یہ صالحا مصدر کی صفت ہے۔ ای عملاً صالحا اوراس نے عمل کیا نیک عمل۔ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ (اللہ تعالیٰ اس کے گناہ دور کردے گا اوراس کو داخل کرے گا)

قراءت: مدنی، شامی نے نکفر اور ندخلہ پڑھا ہے۔

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (ایسے باغوں میں داخل کرے گا۔ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ اور جن کے اندر ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی ہی کامیابی ہے)

۱۰ :وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (اور جن لوگوں نے کفر کیا ہوگا۔ اور ہماری آیات کو جھٹلایا ہوگا۔ وہ دوزخی ہیں۔ اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور برا ٹھکانہ ہے)

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ

جو بھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ اللہ کے حکم سے ہے اور جو بھی کوئی شخص اللہ پر ایمان لائے وہ اس کے قلب کو ہدایت دے دیتا ہے اور اللہ ہر چیز کا

عَلِيْمٌ ⑪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ⑫

جاننے والا ہے اور فرمانبرداری کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی سو اگر تم اعراض کرو تو ہمارے رسول پر پہنچا دینا ہے واضح طور پر

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑬ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ

اللہ ہے کوئی معبود نہیں مگر وہ ہی اور اللہ پر بھروسہ کریں مومن بندے اے ایمان والو! بیشک تمہاری بیویوں

وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ

اور تمہاری اولاد میں سے تمہارے دشمن ہیں سو ان سے ہوشیار رہو اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو سو بلاشبہ اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑭ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ⑮ فَاتَّقُوا

غفور ہے رحیم ہے بات یہی ہے کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس اجر عظیم ہے سو تم اللہ سے

اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ

ڈرو جہاں تک تمہاری طاقت ہے اور بات سنو اور فرمانبرداری کرو اور اچھے مال کو اپنی جانوں کے لئے خرچ کرو اور جو شخص اپنے

نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑯ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ

نفس کی کنجوسی سے بچا دیا گیا سو یہ وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہیں اگر تم اللہ کو قرض دو اچھا قرض تو وہ تمہیں اس کو بڑھا کر دے گا

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ⑰ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑱ ع ۲۸/۲

اور تمہاری مغفرت فرما دے گا اور اللہ قدر دان ہے بردبار ہے غیب اور شہادت کا جاننے والا ہے۔ عزیز ہے حکیم ہے۔

تکلیف اس کی تقدیر و مشیت سے ہے:

۱۱: مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ (اور کوئی مصیبت بغیر حکم اللہ تعالیٰ کے نہیں آتی) مصیبۃ سے مراد سختی، مرض، موت اہل و عیال نمبر ۲۔ ایسی شئی جو غم پہنچائے۔ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ یعنی اس کے علم اور اس کی تقدیر اور مشیت سے۔ یہ گویا اس کی طرف سے مصیبت کو اجازت ہے کہ وہ بندے کو پہنچے۔ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ (اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر (پورا) ایمان لاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو صبر

ورضا کی راہ دکھا دیتا ہے۔ کہ وہ مصیبت کے وقت اس کی بارگاہ میں رجوع کر کے انا للہ وانا الیہ راجعون کہتا ہے۔ (البقرہ:۱۵۶) نمبر۲۔ دل اور سینے کو کھول دیتا ہے جس سے ان کی اطاعت وخیر میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ نمبر۳۔ یھد قلبه اس کے دل کی راہنمائی کر دیتا ہے جس سے اس کو یقین ہو جاتا ہے کہ جو اس کو پہنچا ہے۔ وہ اس سے خطأ کرنے والا نہ تھا۔ اور جو اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ وہ اس کو پا نہ سکتا تھا۔

قولِ مجاہد:

اگر وہ ابتلاء میں پڑے تو صبر کرے اور اس کو مزید نعمت ملے تو شکر کرے اور اگر اس پر ظلم ہو تو وہ درگزر سے کام لے۔ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے)

۱۲ : وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ اور (ہر امر میں) اللہ تعالیٰ کے حکم پر چلو اور رسول کی اطاعت کرو۔ پھر اگر تم روگردانی کرو گے) اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول کی فرمانبرداری سے۔ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (تو ہمارے رسول کے ذمہ تو صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔ یعنی اس پر تبلیغ لازم ہے۔ اور وہ انہوں نے کر دی)

۱۳ : اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (وہی اللہ ہے۔ اس کے سوا کوئی قابل عبادت نہیں اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرنا چاہیے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کو توکل علی اللہ پر ابھارا گیا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ اس توکل کے نتیجہ میں تکذیب کرنے اور منہ موڑنے والوں کے خلاف ان کی امداد فرمائے۔

بعض اولادیں تمہاری دشمن ہیں:

۱۴ : يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ (اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور اولاد تمہارے دشمن ہیں) یعنی بیویوں میں سے بعض بیویاں اپنے خاوندوں کی نافرمانی کرتیں اور ان سے جھگڑا کرتی ہیں۔ اور اسی طرح بعض اولادیں اپنے والدین سے دشمنی کرتی اور ان کی نافرمانی کرتی ہیں۔ فَاحْذَرُوْهُمْ (پس تم ان سے ہوشیار رہو) هُمْ کی ضمیر عدوا یا ازواج یا اولاد تمام کی طرف راجع ہے۔ مطلب یہ ہوا جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ بھی دشمن سے خالی نہیں۔ پس تم ان سے احتیاط برتو۔ اور انکے شر و راور گمراہ کن باتوں پر اعتبار نہ کرو۔

وَاِنْ تَعْفُوْا (اور اگر تم معاف کرو گے) جب ان کی کسی عداوت پر اطلاع پا کر اگر تم ان کو معاف کر دو۔ اور ان کا مقابلہ ان کے طرز عمل سے نہ کرو۔ وَتَصْفَحُوْا (اور درگزر کرو گے) توبیخ سے گریز کرو گے۔ وَتَغْفِرُوْا (اور بخش دو گے) ان کے گناہوں کو چھپا کر۔ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا بڑا مہربان ہے)۔ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور برائیاں مٹا ڈالے گا۔

ایک قول یہ ہے:

کہ بعض لوگوں نے ہجرت کا ارادہ کیا۔ان کی ازواج اور اولاد آڑے آئی۔اور کہنے لگے۔تم چلے جاؤ گے تو ہم کو ضائع کر دو گے۔پس وہ نرم پڑ گئے اور ہجرت سے رک گئے۔جب بعد میں انہوں نے ہجرت کی۔اور ان لوگوں کو دیکھا کہ جو ہجرت میں سبقت کرنے والے ہیں وہ دین میں بہت آگے بڑھ گئے اور فقاہت حاصل کر چکے ہیں۔تو انہوں نے اپنے ازواج واولاد کو سزا دینا چاہی تو ان کے عفو ودرگزر سے زینت دے دی گئی۔

۱۵ :اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (تمہارے اموال اور اولاد ایک آزمائش کی چیز ہے) آزمائش ومشقت ہے کیونکہ وہ گناہ اور سزا میں مبتلا کرتے ہیں۔اور ان دونوں چیزوں سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں۔وَاللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (اور اللہ تعالیٰ ہی کے ہاں اجر عظیم ہے) آخرت میں اور یہ تمہارے دنیاوی فوائد جو اموال واولاد کے ذریعہ حاصل ہوتے ہیں۔ان سے بہت بڑھ کر ہے۔

مِن کا نکتہ:

یہاں مِنْ داخل نہیں کیا۔من اموال یا من اولاد نہیں فرمایا۔جیسا کہ العداوت کے سلسلہ میں مِنْ داخل کیا۔کیونکہ تمام اموال و اولاد ہی آزمائش کا باعث اور دل کو مشغول کرنے والے ہیں۔البتہ بعض عداوت سے خالی ہیں۔اس لئے من داخل نہیں کیا۔

حق تعالیٰ کی تفسیر:

۱۶ :فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (تو جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو) تمہاری ہمت اور وسعت کے مطابق۔ایک قول یہ ہے کہ یہ حق تقاتہٖ کی تفسیر ہے۔وَاسْمَعُوْا (اور سنو) جو تم کو نصیحت کی جاتی ہے۔وَاَطِيْعُوْا (اور مانو) جس کا تمہیں حکم دیا جائے۔اور جس سے منع کیا جائے۔وَاَنْفِقُوْا (اور تم خرچ کرو) ان مقامات پر جہاں خرچ کرنا تم پر لازم ہوا۔خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ (یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا)

زیادہ صحیح قول یہ ہے:

اس کی تقدیر کلام اس طرح ہے۔ائتوا خیرًا لا نفسکم وافعلوا ما ھو خیر لھا تم اپنے نفوس کو بھلائی پہنچاؤ اور وہ کرو جو تمہارے نفوس کیلئے بہت بہتر ہو۔اس میں اوامر کی پیروی کرنے کی تاکید ہے۔اور وضاحت ہے۔کیونکہ یہ امور تمہارے نفوس کیلئے اموال واولاد سے بہت بہتر ہیں۔اور اس سے بھی جس پر تم جھکے پڑے ہو اور یعنی شہوات وزخارفِ دنیا کی محبت۔وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ (اور جو لوگ نفسانی حرص سے محفوظ رہیں) زکوٰۃ اور صدقہ واجبہ کے متعلق بخل سے بچے رہے۔فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (وہی آخرت میں فلاح یاب ہونگے)

۱۷ :اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (اگر تم اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح قرض دو گے) قرض حسن سے نیت واخلاص کے ساتھ دینا۔

قرض کا تذکرہ استدعاء میں لطف پیدا کرنے کیلئے ہے (یہ ہم ایسے لوٹا دیں گے جیسے قرض لازم سمجھ کر لوٹایا جاتا ہے۔ ورنہ آقا اور غلام میں قرض ہی کیا اور یہاں تو خالق ومخلوق ہیں) يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ (وہ اس کو تمہارے لئے بڑھاتا چلا جائے گا) ایک کے بدلہ میں دس یا سات سو گنا سے جتنا چاہے گا بڑھا دے گا۔ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ (اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اللہ تعالیٰ بڑا قدر دان ہے) کہ قلیل کو قبول کر کے بہت کثیر و جزیل عنایت فرماتا ہے۔ حَلِيْمٌ (بڑا بردبار ہے) بخیل کے گناہ میں سے بڑے گناہوں پر بھی واپسی کر لیتا ہے۔ نمبر۲۔ صدقہ رد کرنے والے کو بڑھا کر دیتا ہے۔ اور روک لینے والے کو جلد سزا نہیں دیتا۔

۱۸ : عٰلِمُ الْغَيْبِ (وہ ہر پوشیدہ چیز کو جاننے والا ہے) دلوں کے جو راز چھپے ہوتے ہیں۔ وہ ان کو بھی جانتا ہے۔ وَالشَّهَادَةِ (اور جس چیز کا لوگ مشاہدہ کرتے ہیں اس کو بھی جانتا ہے)۔ یعنی جو ظاہری مصائب وحوادث دنیا میں پھیلے ہیں ان سے بھی واقف ہے۔ الْعَزِيْزُ (وہ زبردست ہے) سخاوت ومعروف کے اظہار سے عزت دینے والا ہے۔ الْحَكِيْمُ (اور حکمت والا ہے) غیوب کے حالات اور اطلاعات دینے میں۔

الحمد للہ بعد المغرب تفسیری ترجمہ سورت کا تکمیل ہوا

سُوْرَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَا عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ الطلاق مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں بارہ آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا

اے نبی جب تم عورتوں کو طلاق دینا چاہو تو انہیں عدت سے پہلے طلاق دو' اور عدت کو اچھی طرح شمار کرو' اور اللہ سے

اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ

ڈرو جو تمہارا رب ہے' ان عورتوں کو تم ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں' مگر یہ کہ وہ کوئی کھلی ہوئی بے حیائی کریں'

وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ

یہ اللہ کی حدود ہیں' اور جو شخص اللہ کی حدود سے تجاوز کرے سو اس نے اپنی جان پر ظلم کیا' اے مخاطب شاید تو یہ نہیں جانتا

اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ① فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ

کہ اللہ اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا فرما دے پھر جب وہ عورتیں اپنی عدت گزرنے کے قریب پہنچ جائیں تو انہیں روک لو بھلائی کے ساتھ یا

فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ

چھوڑ دو بھلائی کے ساتھ' اور عدل والے دو آدمیوں کو گواہ بنا لو اور اللہ کے لئے گواہی کو قائم کرو' اور یہ وہ چیز ہے

بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ②

جس کی اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان لائے' اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہو وہ اس کے لئے مشکل سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے

ارادۂ طلاق مراد ہے:

۱ : يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ (اے پیغمبر ﷺ (آپ لوگوں کو کہہ دیجئے) کہ جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو۔ تو (زمانہ) عدت میں (طہر کی حالت میں) طلاق دو اور عدت کی گنتی یاد رکھو) نداء میں نبی اکرم ﷺ کو خاص کیا گیا۔ اور خطاب عام امت کو کیا گیا کیونکہ نبی اکرم ﷺ امت کے پیشوا اور مقتدا ہیں۔ جیسا کہ قوم کے رئیس کو کہا

جاتا ہے۔ یافلان افعلوا کذا ۔اس سے مقصود اس کے تقدم کو ظاہر کرنا اور اس کی سرداری کو معتبر قرار دینا ہوتا ہے۔اور یہ کہ وہ اپنی قوم کا نمونہ ہے۔پس وہ اکیلا ہی پوری قوم کے حکم میں ہے اور تمام کے قائم مقام ہے۔

ایک قول یہ ہے:

تقدیر کلام اس طرح ہے :یایھا النبی و المؤمنون اذاطلقتم النساء کا معنی جب تم ان کو طلاق دینے کا ارادہ کرو۔ ارادۂ فعل کی تعبیر فعل سے کی جاتی ہے۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔من قتل قتیلا فله سلبه [رواہ احمد: ۳/۱۱۴والبخاری /۳۰۵۱،مسلم/۱۸۰۹] اور اسی سے کہا جاتا ہے کہ نماز کی طرف جانے والا اور نماز کا منتظر حکم نماز میں شمار ہوتا ہے۔فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ (پس تم ان کو طلاق دو اس حال میں کہ وہ اپنی عدت کا سامنا کرنے والیاں ہوں۔اور رسول اللہ ﷺ کی قراءت میں فی قبل عدتھن ہے۔جب عورت کو طلاق اس طہر میں دی جائے گی جو حیض سے پہلے ہوگا۔تو گویا اس عورت کو طلاق ایسی حالت میں ملی ہے کہ وہ اپنی عدت کا سامنا کرنے والی ہے۔مراد یہ ہے۔

طلاق احسن:

ایسی مدخول بہا عورتیں جو حیض سے عدت گزارنے والیاں ہوں ان کو ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں ان سے جماع نہ کیا گیا ہو۔پھر ان کو چھوڑ دیا جائے۔یہاں تک کہ ان کی عدت گزر جائے۔یہ سب سے بہتر طلاق ہے۔وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ اس کو حفظ سے یاد کرو اور تین کامل آئندہ حیضوں سے پورا کرو۔کہ ان میں کوئی ناقص نہ ہو۔خاوندوں کو خطاب اس لئے کیا کیونکہ عورتیں اس سلسلہ میں غفلت کرتی ہیں۔وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَاتُخْرِجُوْهُنَّ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے۔اور ان عورتوں کو مت نکالو) یہاں تک کہ ان کی عدت پوری ہو۔مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ (ان کے رہنے کے گھروں سے)ان رہائشی مکانات سے جہاں وہ عدت سے قبل رہائش پذیر تھیں۔اور وہ خاوندوں کے گھر ہی ہیں۔اور عورتوں کی طرف اضافت کی وجہ یہ ہے کہ وہ ان کی رہائش کیلئے خاص تھے۔

مَسْئَلَة: اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ سکنی واجب ہے اور جب کوئی آدمی یہ قسم اٹھالے کہ وہ فلاں کے گھر میں داخل نہ ہوگا۔تو اس کے رہائشی مکان میں خواہ وہ اس کی ملک نہ تھی داخل ہونے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔

معنی الاخراج:

کہ خاوند ان کو ناراضگی کی وجہ سے مت نکالیں۔ان کی سکونت کو ناپسند کرتے ہوئے نہ نکالیں یا مکان کی ضرورت کے پیش نظر نہ نکالیں۔اور نہ ہی ان کو نکلنے کی اجازت دیں جبکہ وہ ان سے نکلنے کا مطالبہ کریں یہ بات ظاہر کرنے کیلئے کہ رکاوٹ کے دور کرنے میں ان کے اذن واجازت کو کوئی دخل نہیں ہے۔وَلَا يَخْرُجْنَ (اور نہ وہ خود نکلیں)اگر اس کا ارادہ رکھتی ہوں۔اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ (ہاں مگر کوئی کھلی بے حیائی کریں) ایک قول یہ ہے :فاحشہ سے مراد زنا ہے۔یعنی اگر وہ ارتکاب زنا کر

لیں تو نفاذ حد کیلئے اس کو نکالا جائے گا۔ ایک اور قول یہ ہے عورت کا اختتام عدت سے پہلے نکلنا یہ فی نفسہٖ فاحشہ ہے۔ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ (یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں) اس سے مذکورہ احکام مراد ہیں وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا (اور جو شخص احکام خداوندی سے تجاوز کرے گا۔ وہ خود اپنے اوپر ظلم کرے گا۔ اے مخاطب مجھے معلوم نہیں کہ شاید اللہ تعالیٰ (اس کے بعد) کوئی نئی بات تیرے دل میں پیدا کردے) کہ خاوند کے دل کو بغض سے محبت کی طرف پلٹ دے اور بے رغبتی کو رغبت میں بدل ڈالے اور عزیمت طلاق پر شرمندگی کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس سے رجوع کرے۔ مطلب یہ ہوا **فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدة** اور **ولا تخرجوھن من بیوتھن**۔ پس ان کو عدت کے وقت میں طلاق دو اور عدت کو شمار کرو اور ان کو رہائشی گھروں سے نہ نکالو شاید کہ تمہیں شرمندگی ہو پھر تم رجوع کرلو۔

۲ : فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ (پھر جب وہ اپنی عدت کے خاتمہ کے قریب پہنچ جائے) عدت کے اختتام کے قریب پہنچ جائیں۔ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ (تو تم قاعدے کے موافق ان کو (اپنے نکاح) میں روک لو یا قاعدہ کے موافق ان کو چھوڑ دو) مطلب یہ ہے تمہیں اختیار ہے اگر تم رجوع کرنا چاہو۔ اور روکنا قاعدہ اور احسان کے ساتھ ہونا چاہیے۔ اور اگر رجعت نہیں چاہتے مفارقت چاہتے ہو تو وہ ضرار سے بچی ہوئی ہونی چاہیے ضرار یہ ہے کہ عورت سے عدت کے اختتام پر رجوع کرے پھر اس کو اسلئے طلاق دے تا کہ اس کی عدت طویل ہو اور اس کو تکلیف پہنچے۔ وَّاَشْهِدُوْا (اور تم گواہ بنالو) رجوع وفرقت ہر دو دو وقت میں گواہ بنالینا مستحب ہے تا کہ ان کے مابین جھگڑا نہ پڑے۔ ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ (دو عدل والے تم مسلمانوں میں سے) وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ (اے گواہو! تم ٹھیک ٹھیک اللہ تعالیٰ کیلئے شہادت دو) خالص اس کی رضامندی کیلئے اور وہ یہ ہے کہ وہ گواہی نہ تو مشہود علیہ اور نہ مشہود لہٗ اور نہ ہی کسی اور غرض کی خاطر دیں بلکہ صرف ازالۂ ظلم اور قیامِ حق کیلئے دیں۔ ذٰلِكُمْ (یہ) یعنی شہادت کو رضائے الٰہی اور انصاف کو قائم رکھنے کیلئے دینا۔ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ پر اور روز آخرت پر یقین رکھتا ہو) یعنی اس سے نفع ایسے ہی لوگوں کو ہوگا۔

تقویٰ والے کے لئے اللہ راہ نکال دیتے ہیں:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا (جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے نجات کی شکل نکال دیتا ہے) یہ جملہ معترضہ طلاق کو طریق سنت کے مطابق جاری کرنے کی تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ پھر سنت طریق سے اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے اور معتدہ طلاق کو تنگ نہیں کرتا اور اس کو جائے سکونت سے دوران عدت نہیں نکالتا اور محتاط رہا۔ تو اس کو جمع خاطر رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے ضرور کوئی ایسا راستہ اس غم سے نکلنے کا پیدا کردیں گے جو عموماً ایسے خاوندوں کو پیش آیا کرتا ہے۔ اس کو تنگیوں سے نکال کر کشادگی کردیں گے اور پریشانیوں سے چھٹکارا عنایت فرمائیں گے۔

وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ

اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے ملنے کا گمان بھی نہ ہو اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرلے سو وہ اس کے لئے کافی ہے بلاشبہ اللہ اپنا کام پورا ہی کرکے رہتا ہے بیشک

جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝۳ وَالّٰٓـِٔيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ

اللہ نے ہر چیز کے لئے ایک اندازہ مقرر فرمایا ہے۔ اور تمہاری بیویوں میں سے جو عورتیں حیض آنے سے نا امید ہو چکی ہیں اگر تم کو شبہ ہو

فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ

تو ان کی عدت تین مہینے ہیں اور اسی طرح جن عورتوں کو حیض نہیں آتا' اور حاملہ عورتوں کی عدت ان کے اس حمل کا پیدا ہو جانا ہے اور جو شخص اللہ سے

يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝۴ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ

ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ہر کام میں آسانی کر دے گا' یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف نازل فرمایا ہے' جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس

عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ۝۵ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ

کے گناہوں کا کفارہ فرما دے گا اور اس کو بڑا اجر دے گا' تم ان عورتوں کو اپنی وسعت کے موافق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو' اور ان کو تنگ

لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ

کرنے کے لئے ضرر مت پہنچاؤ اور اگر وہ عورتیں حمل والیاں ہوں تو حمل پیدا ہونے تک ان پر خرچ کرو۔ پھر اگر وہ عورتیں تمہارے لئے

لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى ۝۶

دودھ پلائیں تو تم ان کو اجرت دو۔ اور باہم مناسب طور پر مشورہ کرلیا کرو۔ اور اگر باہم کشمکش کرو گے تو کوئی دوسری عورت دودھ پلا دے گی۔

۳ : وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (اور اس کو ایسی جگہ سے رزق بھی پہنچا دیتا ہے۔ جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں) ایسے طریق سے کہ جس کا اس دل میں گمان بھی نہیں ہوتا) یہ بھی درست ہے کہ اس آیت کو ذلکم یوعظ بہ کے ساتھ بطور استطر اد لایا جائے۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے نکلنے کا راستہ مقرر کر دیں گے اور اس کو دنیا و آخرت کے غموم سے چھٹکارا ملے گا نبی اکرم ﷺ نے اس کی تلاوت فرمائی اور فرمایا دنیا کے شبہادت اور غمرات موت اور قیامت کے دن کی سختیوں سے چھٹکارا ملے گا۔ (رواہ الثعلبی والواحدی۔ حاشیہ کشاف) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے ایک ایسی آیت معلوم ہے۔ کہ اگر لوگ اسی کو اپنا لیں تو ان کے لئے کفایت کر جائے پھر یہ آیت ومن یتق اللّٰہ الایۃ پڑھی پھر اس کو بار بار پڑھ کر دھراتے رہے۔ [رواہ ابن ماجہ: ۴۲۲۰]

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

روایت میں ہے کہ عوف بن مالک کے بیٹے کو مشرکین نے قید کرلیا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور شکایت کی کہ میرے بیٹے کو قید کرلیا گیا۔ اور فاقے کی بھی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا آل محمد نے تو ایک مد پر شام کی ہے۔ پس تو تقویٰ اختیار کر اور صبر کے دامن کو تھام اور **لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم** کو کثرت سے پڑھ عوف اپنے گھر لوٹے اور اپنی بیوی کو کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور تمہیں حکم دیا کہ **لاحول ولا قوۃ الا باللہ** کو کثرت سے پڑھو۔ اس نے کہا بہت خوب وہ کلمہ ہے جس کے پڑھنے کا حکم ملا ہے۔ انہوں نے اس کو پڑھنا شروع کیا اچانک ان کے دروازہ کو کسی نے کھٹکھٹایا۔ وہ ان کا بیٹا ہی تھا۔ اور اس کے ساتھ ایک سو اونٹ تھے۔ دشمن ان سے غافل ہوئے تو وہ ان کو اپنے ساتھ کھینچ کر لے آیا۔ پس یہ آیت اتری۔ [رواہ الثعلبی والبیہقی نحوہ حاشیہ کشاف] وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے) اپنا معاملہ خواہ طمع ہو یا تدبیر وہ اس کے سپرد کرتا ہے۔ فَهُوَ حَسْبُهٗ (پس وہ اس کے لئے کافی ہوجاتا ہے) دونوں جہانوں میں۔ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ (اللہ تعالیٰ اپنے کام کو پورا کر کے رہتا ہے)

قراءت: حفص نے اسی طرح پڑھا ہے جس کا معنی اپنے حکم کو نافذ کرنے والا ہے۔ دیگر قراء نے بالِغ امرَہُ وہ پہنچاتا ہے اپنے معاملے کو جو وہ ارادہ کرتا ہے۔ کوئی مراد اس سے رہ نہیں سکتی اور کوئی مطلوب اس سے چھوٹ نہیں سکتا۔ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا (اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے) ہر چیز کا اندازہ اور وقت مقرر ہے۔ یہ اس بات کی وضاحت ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کیوں ضروری ہے اور معاملات کو کیوں اس کے سپرد کرنا چاہیے کیونکہ جب انسان کو یہ معلوم ہوگیا کہ ہر چیز خواہ وہ رزق ہو یا روشنی اس کا ایک وقت و اندازہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ تو رب مخلوق کی تقدیر کے تسلیم کرنے اور اس کی ذات پر بھروسہ کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔

عدتِ آئسہ:

۴ : وَالّٰٓـِٔيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ (اور تمہاری بیویوں میں سے جو عورتیں حیض آنے سے مایوس ہوگئی ہوں) روایت میں ہے کہ بعض لوگوں نے کہا ہمیں حیض والی عورتوں کی عدت تو معلوم ہوگئی۔ جو عورتیں حیض والی نہیں ہیں ان کی عدت کیا ہے؟ تو یہ آیت اتری اِنِ ارْتَبْتُمْ (اگر تم کو شبہ ہو) اگر ان کا حکم مشکل ہوجائے اور تمہیں معلوم نہ ہو کہ کس طرح عدت گزاریں تو فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ (ان کی عدت تین ماہ ہے) یعنی ان کا حکم یہی ہے۔ **ایک قول** یہ ہے: اگر تمہیں بالغات کے دم حیض کے ناامیدی کی عمر تک پہنچ جانے میں شک ہو (اور اس کا اندازہ ساٹھ سال اور پچپن سال سے کیا گیا ہے) آیا وہ دم حیض ہے یا استحاضہ؟ تو ان کی عدت تین ماہ ہے۔ جب یہ مشکوک الدم عورت کی عدت ہے تو غیر مشکوک کی تو بدرجہ اولیٰ یہی عدت ہوگی۔ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ (اور وہ عورتیں جن کو حیض نہ آیا ہو) وہ کم عمر ہیں۔ تقدیر کلام یہ ہے **واللائی لم یحضن فعدتھن ثلاثۃ اشھر** ۔ کہ

کم عمر عورتوں کی عدت بھی تین ماہ ہے۔ جملہ کو حذف کیا کیونکہ اس میں دلالت موجود تھی۔

کم عمر عورتوں کی عدت:

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے) اجل عدت کے معنی میں ہے یہ نص تمام مطلقات کو شامل ہے جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو اس کے متعلق قول علی وعبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یہ ہے کہ ابعد الاجلین اس کی عدت شمار ہوگی۔ خواہ وضع حمل ہو یا دیگر وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا (اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر کام میں آسانی کر دے گا) تقویٰ کے سبب اس کے معاملے کو آسان اور اس کے عقدے حل کر دیے جائیں گے۔

۵ : ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ (یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے) جو ان معتدات کے سلسلہ میں معلوم ہوا۔ اَنْزَلَهٗ اِلَيْكُمْ (جو اس نے تمہارے پاس بھیجا ہے) لوح محفوظ سے۔ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ (جو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے) ان پر عمل کے سلسلہ میں جو اس نے احکامات اتارے اور اس پر لازم آنے والے حقوق کی نگہبانی کی۔ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَ يُعْظِمْ لَهٗ اَجْرًا (وہ اس کے گناہوں کو دور کر دیں گے۔ اور اس کو بڑا اجر دے گا)

وضاحتِ تقویٰ:

۶ : رَبط : پھر تقویٰ کی وضاحت فرمائی گویا من یتق اللہ کا حکم سن کر سوال کیا گیا کہ ہم تقویٰ پر معتدات کے سلسلہ میں کس طرح چلیں تو فرمایا۔ اَسْكِنُوْهُنَّ (تم ان کو رہنے کا مکان دو) اس اس طرح یعنی حیثیت کے مطابق۔ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ (جہاں تم رہتے ہو) یہ من تبعیضیہ ہے۔ اور جس کی بعضیت بیان کی گئی وہ محذوف ہے ای مکان ای اسکنوھن مکانا من حیث سکنتم یعنی اپنی رہائش گاہ کا کوئی حصہ، مِّنْ وُّجْدِكُمْ (اپنی وسعت کے موافق)

نَحْوَ : یہ من حیث سکنتم کا عطف بیان ہے۔ اور اس کی تفسیر ہے گویا اس طرح کہا گیا اسکنوھن مکانا من مسکنکم مما تطیقونہ۔ الوجد وسعت وطاقت کو کہتے ہیں۔

قراءت: وُجْدِكُمْ یہ ضمہ سے قراءت معروفہ ہے۔ باقی تینوں حرکات سے پڑھا گیا ہے۔

مَسْئَلَہ : نفقہ اور سکنی مطلقہ کیلئے واجب ہے اور امام مالک وشافعی رحمہما اللہ کے نزدیک مطلقہ مبتوتہ کیلئے نفقہ نہیں ہے دلیل وہ روایت ہے جس کو فاطمہ بنت قیس نے نقل کیا کہ ان کے خاوند نے ان کو طلاق بائنہ دے دی رسول اللہ نے فرمایا تیرے لئے نہ سکنی ہے اور نہ نفقہ۔ (رواہ الترمذی ۱۱۸۰، ابن ماجہ: ۲۰۳۶) حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا ہم اپنے رب کی کتاب اور اپنے پیغمبر کی سنت ایک عورت کے قول پر چھوڑ نہیں سکتے شاید کہ اس کو بھول ہوگئی یا اس کو اشتباہ پڑ گیا۔ میں نے نبی اکرم ﷺ سے خود سنا۔ لھا السکنیٰ والنفقۃ [رواہ احمد : ۶/۴۱۲، مسلم ۱۴۸۰، ابوداؤد/ ۲۲۸۸] وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ (اور ان کو تکلیف مت پہنچاؤ) ان کے ساتھ ضرار

کا استعمال نہ کرو۔ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ (ان کو تنگ کرنے کیلئے) رہائش کے سلسلہ میں بعض ایسے اسباب پیدا کر کے جو ان کے موافق نہ ہوں۔ یا ان کے مکان کو مصروف کر دیا جائے۔ نمبر ۳۔ اور صورت ایسی پیدا کی جائے جس سے تم ان کو نکلنے پر مجبور کر دو۔ وَاِنْ كُنَّ (اور اگر وہ مطلقات) اُولَاتِ حَمْلٍ (حمل والی ہوں) فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (تو وضع حمل تک ان کو (کھانے پینے کا) خرچہ دو)

فائدۂ شرط:

حمل کی شرط لگانے کا فائدہ یہ ہے۔ اس لئے کہ وہ مدتِ حمل بسا اوقات طویل ہو جاتی ہے۔ تو ممکن ہے کوئی گمان کر لے کہ پھر نفقہ تو ساقط ہو جانا چاہیے جبکہ حائل سے عدت ختم ہو جائے تو یہ شرط لگا کر اس گمان کی نفی کر دی گئی۔

مطلقہ مرضعہ:

فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ (اگر وہ تمہارے بچوں کو دودھ پلائیں) یعنی یہ مطلقات اگر تمہارے بچوں کو دودھ پلائیں جو دوسری عورتوں سے ہو یا انہی کے بطن سے ہو اس زوجیت کے سلسلہ کے ختم ہونے کے بعد۔ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ (تو ان کو مقرر اجرت دے دو) تو ان کا حکم اس وقت دایہ کا ہے۔ جب بچہ خود ان سے ہی ہو تو ان سے (اجرت کا معاملہ) سے استیجار جائز نہیں۔ البتہ امام شافعیؒ رحمہ اللہ کے ہاں جائز ہے وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ (اور باہم مناسب طور پر مشورہ کر لیا کرو) اجرت میں باہمی رضامندی پر مشورہ کر لیا کرو۔ نمبر ۲۔ ایک دوسرے کو مناسب بات کہہ دیا کرو۔ اس میں خطاب امہات اور آباء کو ہے۔ بِمَعْرُوْفٍ (دستور کے موافق) طریق سنت کے مناسب، اور جو مروءۃ کے اعتبار سے خوب ہو۔ نہ باپ پر بوجھ ڈالا جائے اور نہ ماں کو تنگ کیا جائے کیونکہ وہ ان کا بیٹا ہے اور وہ دونوں اس میں شریک ہیں۔ اور اس پر شفقت کرنے میں۔ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ (اور اگر تم باہم کشمکش کرو گے) ایک دوسرے کے سلسلے میں تنگی کرو گے۔ مثلاً ماں اتنی اجرت پر خوش نہیں جتنی اجرت پر اجنبی عورت پلاتی ہے۔ اور باپ اس سے زیادہ دیتا نہیں۔ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى (تو کوئی دوسری عورت اس کو دودھ پلا دے گی) عنقریب دودھ پلانے والی میسر ہو جائے گی۔ ماں جو دودھ پلائے اس کے علاوہ مرضعہ دشوار نہیں۔ اس میں ماں کی طرف سے جو تنگی پیدا کی گئی اس پر عتاب کیا گیا ہے۔ لَهٗ والد کیلئے یعنی اگر ماں نے تنگی ظاہر کی ہے۔ تو بغیر تنگی والی دایہ اس کو میسر ہو جائے گی جو اس کے بیٹے کو دودھ پلائے گی۔

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا

وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق خرچ کرنا چاہئے اور جس کی آمدنی کم ہو اس کو چاہئے کہ اللہ نے جتنا اس کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرے۔ اللہ کسی شخص کو اس سے

يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ⑦ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ

زیادہ تکلیف نہیں دیتا جتنا اس کو دیا ہے اللہ تنگی کے بعد جلدی خوشحالی دے دے گا۔ اور کتنی ہی بستیاں تھیں جنہوں نے اپنے

عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ⑧ فَذَاقَتْ وَبَالَ

رب کے حکم سے اور اس کے رسولوں سے سرتابی کی۔ سو ہم نے ان کا سخت حساب کیا اور انہیں برا عذاب دیا سو اس نے اپنے اعمال کا

اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ⑨ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۚ

وبال چکھ لیا اور ان کا انجام کار خسارہ ہوا۔ اللہ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار فرمایا سو اے عقل والو جو ایمان لائے اللہ سے ڈرو۔

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ⑩ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ

اللہ نے تمہاری طرف ایک نصیحت نامہ نازل فرمایا ایک ایسا رسولؐ جو تم پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے جو واضح طور پر بیان

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا

کرنے والی ہیں تاکہ ان لوگوں کو اندھیریوں سے نور کی طرف نکالے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے

يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ⑪

وہ اللہ اسے ایسی جنت میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے بیشک اللہ نے اس کے لئے اچھی روزی مقرر فرمائی ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا

اللہ ایسا ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور ان ہی کی طرح زمین بھی' ان سب میں احکام نازل ہوتے رہتے ہیں تاکہ تم کو معلوم ہو جائے

اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ⑫

کہ اللہ تعالیٰ ہر شئے پر قادر ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو احاطۂ علمی میں لئے ہوئے ہے۔

خرچہ حیثیت کے مطابق:

۷ : لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَ مَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ (وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق خرچ

کرنا چاہئے اور جس کی آمدنی کم ہو۔ اس کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنا اس کو دیا ہے۔ اس میں سے خرچ کرے) تنگ دست وسعت والا ہر ایک اپنی حیثیت کا لحاظ کر کے خرچ کریں اور اس خرچ سے مراد وہ نفعات واجبہ ہیں جو مطلقات و مرضعات کو دینے کا شرع نے حکم دیا ہے۔ قدر علیہ رزقہ تنگی والا ہونا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو خوراک کی حد تک دیا ہے۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰهَا (اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے جتنا اس کو دیا ہے) آتاھا بمعنی اعطاھا کے ہے۔ اور ھا سے مراد نفس ہے۔۔ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا (عنقریب اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد وسعت پیدا کر دیں گے) یعنی معیشت کی تنگی کے بعد وسعت۔ اس میں تنگدست کو کشائش کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔

سرکشی اور اس کے نتائج:

۸ : وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ (بہت سی ایسی بستیاں ہیں) قریہ سے پہلے مضاف محذوف ہے۔ اے اھل قریۃ بستیوں والے عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ (جنہوں نے اپنے رب کے حکم اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں سے سرتابی کی) یعنی انبیاء سے عناد و سرکشی کی بناء پر اعراض کیا۔ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا (پس ہم نے ان کے اعمال کا سخت محاسبہ کیا) ان کا پیچھا کر کے اور پڑتال کر کے۔ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا (اور ہم نے ان کو بڑی بھاری سخت سزا دی)

قراءت: مدنی اور ابوبکر نے نُكُرًا پڑھا ہے۔ بہت ہی اوپرا اور انوکھا۔

۹ : فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا (غرض انہوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھا اور ان کا انجام کار خسارہ ہی ہوا) یعنی خسارہ اور ہلاکت۔ مراد یہ ہے آخرت کا حساب اور عذاب اور جو اس میں وبال پائیں گے اور خسارہ حاصل ہوگا۔

ایک نکتہ:

یہ لفظ ماضی سے ذکر کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ جس کا انتظار ہو رہا ہے۔ اور اس کی وعیدیں جو مستقبل سے متعلق ہیں۔ وہ حقیقت میں ایسی ہیں جیسے پہنچ چکی اور جو بھی ہونے والا ہے گویا وہ ہو چکا ہے۔

۱۰ : اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا (اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے) اس میں وعید کو دوبارہ لائے اور اس بات کی وضاحت فرمائی کہ یہ ہے جس کا انتظار ہے۔ گویا اس طرح فرما دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اعد اللہ لھم ھذا العذاب۔ کہ یہ عذاب اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے تیار کیا ہے۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (پس اے سمجھدار لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو) اے عقل والو! ایمان والوں میں سے یہ تمہارے لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تقوے میں مہربانی اور اس کے عقاب سے بچنے میں خیر ہے۔ اوپر والی آیات حاسبنھا کو ملا کر تفسیر کر رہے اور یہ بھی جائز ہے کہ اس سے مراد یہ لیں۔ گناہوں کا شمار اور ان کا گننا دنیا میں ہے اور فرشتوں کے صحائف میں ان کو درج بھی کر دیا گیا۔ اور جو کچھ ان کو اس دنیا کی زندگی میں عذاب پہنچا۔ وہ مراد ہو۔ (مگر اکثر مفسرین آخرت کا عذاب مراد لیتے ہیں)

نحو : عتت اپنے معطوفات کے ساتھ قریہ کی صفت ہے۔اور اعد اللّٰہ لھم یہ کاین کا جواب ہے۔

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا (اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس ایک نصیحت نامہ بھیجا) ذکر سے قرآن مراد ہے۔

۱۱ : رَّسُوْلًا (ایک عظیم الشان رسول)

نحو : نمبرا۔رسولا منصوب ہے۔فعل اس کا محذوف ہے۔تقدیر کلام یہ ہے ارسل رسولا یا یہ ذکرا سے بدل ہے۔گویا کہ وہ رسول اپنی ذات کے اعتبار سے نصیحت ہے۔نمبر۳۔مضاف محذوف ہے۔تقدیر کلام یہ ہے قد انزل اللّٰہ ذکرا رسولاً اور ذکر سے مراد شرف وعظمت ہوگی جیسا اس آیت میں ہے۔ وانه لذكر لك ولقومك [الزخرف:۴۴] معنی یہ ہوا اے ذا شرف و مجد عند اللہ۔الرسول سے مراد جبرئیل علیہ السلام، نمبر۲، محمد علیہ السلام ۔

يَتْلُوْا (وہ رسول پڑھتا ہے) نمبر۲۔اللہ تعالیٰ عزوجل عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ (تم پر اللہ تعالیٰ کی واضح آیات تاکہ وہ نکالے) یعنی اللہ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (ایسے لوگوں کو جو ایمان لائیں اور اچھے عمل کریں) تاکہ ان کو حاصل ہو جس پر وہ اس گھڑی ہیں یعنی ایمان اور عمل صالح۔نمبر۲۔یا تاکہ وہ نکالے ان لوگوں کو جن کے متعلق علم ہو چکا کہ وہ ایمان لائیں گے۔مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (اندھیروں سے روشنی کی طرف) ظلماتِ کفر سے یا جہالت سے ایمان کی روشنی کی طرف یا علم کی طرف وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ (اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو داخل فرمائیں گے)

قراءت: ندخله نون کے ساتھ مدنی اور شامی نے پڑھا ہے۔

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا (جنت کے باغات میں کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی ان میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے)

ایک نکتہ:

مَنْ کے لفظ کا لحاظ کر کے اور معنی کا لحاظ کر کے واحد وجمع صیغے لائے گئے ہیں۔ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا (بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت اچھی روزی دی ہے) اس میں معنی تعجب کا اور تعظیم کا پایا جاتا ہے اس ثواب کے متعلق جو ایمان والوں کو عنایت کیا جائے گا۔

مثلیتِ ارض سے مراد:

۱۲ : اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ (اللہ تعالیٰ ہی نے سات آسمان پیدا کیے)

نحو : اللہ مبتدا الذی خلق خبر ہے۔سبع سمٰوت ۔

اجماعِ مفسرین:

مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آسمان سات ہیں۔

وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ (اور انہی کی طرح زمین بھی)

نحو : منصوب مانیں تو اس کا عطف سبع سمٰوٰت پر ہوگا۔

ایک قول :

قرآن مجید میں ہے سوائے اس آیت کے اور کوئی آیت نہیں جو زمین کے سات عدد ہونے پر دلالت کرتی ہو۔ ہر دو آسمانوں کے مابین تو پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ اور ہر آسمان کی موٹائی بھی پانچ سو سال کی ہے۔ اور زمینیں بھی ان آسمانوں کی طرح ہیں۔

ایک اور قول : زمین ایک ہے البتہ اقالیم اس میں سات ہیں۔ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ (ان سب میں اللہ تعالیٰ کے احکام نازل ہوتے رہتے ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم اور فیصلہ ان کے درمیان جاری ہے۔ اور اس کی بادشاہی ان سب میں نافذ ہے۔ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (تاکہ تم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر شئی پر قدرت رکھتا ہے)

نحو : لام اس کا تعلق خلق سے ہے۔

وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اپنے احاطۂ علمی میں لیے ہوئے ہیں)

نحو : عِلْماً یہ تمیز ہے نمبر ۲۔ مصدر ہے جو غیر لفظ سے آیا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے قد علم کل شئ علمًا۔

الحمد للہ سورۃ الطلاق کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا

سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَا عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ التحریم مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں بارہ آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ

اے نبی آپ اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہیں جسے اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا' آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں' اور اللہ بخشنے والا ہے

رَّحِيْمٌ ① قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ②

مہربان ہے' اللہ نے تمہارے لئے تمہاری قسموں کا کھولنا مقرر فرما دیا ہے اور اللہ تمہارا مولیٰ ہے' اور وہ جاننے والا ہے حکمت والا ہے۔

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ

اور جب نبی نے ایک بات اپنی ایک بیوی سے آہستہ سے بیان فرما دی' پھر جب وہ بات اس بیوی نے بتا دی اور اللہ نے وہ بات نبی پر ظاہر فرما دی

عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ۭ قَالَ

تو پیغمبر نے کچھ بات بتا دی اور کچھ بات سے اعراض کیا' پھر جب نبی نے وہ بات اس بیوی کو بتا دی تو اس نے کہا کہ آپ کو اس کی کس نے خبر دی؟ آپ نے فرمایا

نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ③

مجھے جاننے والے خبر رکھنے والے نے خبر دی۔

۱ : يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ (اے نبی جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے اس کو آپ حرام کیوں کرتے ہیں؟) روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری میں ماریہ سے خلوت کی۔ حفصہ رضی اللہ عنہا کو اس کا علم ہو گیا۔ آپ نے حفصہ کو فرمایا میری بات ظاہر نہ کرنا۔ میں نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے اور تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ ابوبکر، عمر میرے بعد میری امت کے معاملے کے ذمہ دار ہونگے۔ حفصہ رضی اللہ عنہا نے اس کی اطلاع عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی۔ یہ دو سہیلیاں تھیں۔

ایک قول یہ ہے:

کہ حفصہ کی باری کے دن میں ماریہ سے خلوت کی پھر اس کو خوش کرنے کیلئے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کر لیا۔ اور اس کو چھپانے کا

حکم دیا۔ مگر اس نے نہ چھپایا۔ پس آپ نے حفصہ کو طلاق دے دی۔ اور بیویوں سے علیحدگی اختیار فرمائی۔ ۲۹ انتیس راتیں ماریہ کے گھر میں گزاریں پس جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا حفصہ سے رجوع فرمالیں وہ بہت زیادہ روزے رکھنے اور قیام کرنے والی ہے اور قیامت کے دن جنت میں یہ آپ کی ازواج سے ہے۔ [قال الحافظ اراه هكذا وهو عند الحاكم وغيره بغير ذكر سببه حاشيه كشاف]

ایک اور روایت:

میں ہے کہ آپ نے زینب بنت جحش کے گھر میں شہد پیا۔ عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما، نے باہمی موافقت کی اور کہنے لگیں ہمیں آپ کے منہ سے مغافیر کو بو آرہی ہے۔ آپ ﷺ بو کو ناپسند کرتے تھے۔ پس آپ نے شہد کو حرام کرلیا۔ پس اس کا معنی: آپ کیوں حرام کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے حلال کر رکھا ہے۔ باندیوں کو یا شہد کو۔ [رواہ البخاری ۵۲۶۷، مسلم ۱۴۷۴]

تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ (آپ چاہتے ہیں اپنی بیویوں کی خوشنودی) یہ لم تحرم کی تفسیر ہے۔ نمبر ۲۔ حال ہے نمبر ۳۔ جملہ مستانفہ ہے اور یہ آپ کی طرف سے لغزش تھی کیوں کہ کسی کو حق نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو حرام کرے۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے) اس نے آپ کو بخش دیا جو لغزش آپ سے ہوئی۔ اور آپ پر اس نے رحم فرمایا کہ مؤاخذہ نہیں کیا۔

قسم کی نکلنے کی راہ:

۲ : قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ (اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کیلئے تمہاری قسموں کے کھولنے (کا طریقہ) مقرر کردیا ہے) اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایسی چیز مقرر فرمادی جس سے تم اپنی قسموں سے حلال ہو سکتے ہو اور وہ کفارہ ہے۔ نمبر ۲۔ کفارہ سے قسموں کی حلت کو مشروع کیا۔ نمبر ۳۔ قسموں میں استثناء کو جائز قرار دیا۔ عرب کہتے ہیں حلل فلان فی یمینه جب کہ وہ اس میں استثناء کرے۔ اور استثناء یہ ہے کہ قسم کے آخر میں انشاء اللہ کہہ دے تو اس کی قسم نہ ٹوٹے۔

عندالاحناف:

حلال کو حرام کرلینا قسم ہے۔

بقولِ مقاتل:

رسول اللہ ﷺ نے ایک رقبہ تحریم ماریہ میں آزاد فرمایا۔ قولِ حسن رحمہ اللہ۔ آپ ﷺ نے کفارہ نہیں دیا کیونکہ آپ کو ماتقدم من ذنبه اور ماتاخر سب معاف تھے۔ اور یہ ایمان والوں کی تعلیم کیلئے فرمایا گیا۔ وَاللّٰهُ مَوْلٰكُمْ (اور اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے) تمہارا آقا اور تمہارے کاموں کا ذمہ دار ہے۔ ایک قول یہ ہے: مولا کم تمہارے نفوس سے بڑھ کر حقدار ہے۔ پس

اس کی خیر خواہی تمہاری نصیحتوں سے زیادہ نفع بخش ہے۔ وَهُوَ الْعَلِيْمُ (وہی بڑا جاننے والا ہے) جو چیز تمہارے لئے درست ہے پس وہ اسی کو مشروع کرنے والا ہے۔ الْحَكِيْمُ (بڑی حکمت والا ہے) اس میں جو اس نے حلال وحرام قرار دیں ہیں۔

حدیثِ ماریہ' امامت شیخین:

۳ : وَاِذَا اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا (جب پیغمبر ﷺ نے اپنی کسی زوجہ سے ایک بات چپکے سے کہی اور اس کو کہہ دیا کہ کسی دوسری بی بی سے مت کہنا) حدیث ماریہ اور امامت شیخین مراد ہے۔ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ (پھر جب اس بیوی نے وہ بات دوسری بی بی کو بتلا دی) عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ظاہر کر دی۔ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ (اور پیغمبر ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اس کی خبر دے دی) پیغمبر ﷺ کو بات کا افشاء کرنا جبرئیل علیہ السلام کی زبان پر بتلا دیا گیا۔ عَرَّفَ بَعْضَهٗ (تو پیغمبر ﷺ نے ظاہر کرنے والی بی بی کو تھوڑی سی بات تو بتلا دی) کچھ بات جنوا دی وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ (اور تھوڑی بات کو ٹال گئے) پس اس کی اطلاع بطور کرم نفسی نہ دی۔

قولِ سفیان رحمہ اللہ:

شرفاء اور مہربان لوگوں کی باتوں سے تغافل برتنے کا رواج چلا آرہا ہے۔

قراءت: علی نے عرف تخفیف سے پڑھا ہے۔ یعنی بدلہ دیا جیسے تم مجرم وگناہ گار کو کہو: لا عرفنّ لك ذلك میں تم سے اس بات کا بدلہ لوں گا۔ ایک قول یہ ہے: المعرّف حدیث امامت جس سے اعراض کر لیا جائے اس کو المعرض عنہ کہا جاتا ہے اس سے مراد حدیث ماریہ تھی۔ روایت میں ہے کہ آپ نے حفصہ کو کہا کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ میری یہ بات چھپاؤ! حفصہ نے جواب دیا جس ذات نے آپ کو سچا پیغمبر بنایا ہے۔ خوشی کی وجہ سے مجھے اپنے اوپر اختیار نہیں رہا اس لئے کہ یہ ایک عظیم شرف تھا جس سے اللہ تعالیٰ نے میرے باپ کو خاص کیا۔ [ذکرہ الزمخشری فی الکشاف ۴/۵۶۶] فَلَمَّا نَبَّاَ هَا بِهٖ (جب آپ ﷺ نے حفصہ کو وہ بات بتلا دی) نبی اکرم ﷺ نے حفصہ کو بات بتلا دی کہ تم نے عائشہ رضی اللہ عنہا پر راز افشاء کیا ہے۔ قَالَتْ (تو حفصہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ سے کہنے لگی) مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ (آپ کو یہ اطلاع کس نے دی۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا مجھے بڑے علم والے نے) جو سرائر کا راز دان ہے۔ الْخَبِيْرُ (باخبر ذات نے خبر دی ہے) جو ضمائر سے واقف ہے۔

اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ

اے دونوں بیویو! اگر تم اللہ کے سامنے توبہ کرلو تو تمہارے دل مائل ہو گئے' اور اگر پیغمبرؐ کے مقابلہ میں تم دونوں آپس میں کارروائیاں کرتی ہو تو اللہ ان کا مولیٰ ہے

وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝۴ عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ

اور جبریل بھی اور نیک مسلمان بھی' اور ان کے علاوہ فرشتے مددگار ہیں' اگر پیغمبرؐ تم عورتوں کو طلاق دے دیں تو ان کا پروردگار بہت جلد

اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ

تمہارے بدلہ ان کو تم سے اچھی بیویاں عطا فرمادے گا جو اسلام والیاں' ایمان والیاں فرمانبرداری کرنے والیاں' توبہ کرنے والیاں' عبادت کرنے والیاں' روزہ رکھنے والیاں ہوں گی'

ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ۝۵

کچھ بیوہ اور کچھ کنواریاں۔

۴ : اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ (اگر تم دونوں اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرلو) اس میں حفصہ و عائشہ رضی اللہ عنہما کو خطاب ہے۔ جو بطور التفات فرمایا گیا۔ تاکہ عتاب میں زیادہ بلیغ ہو۔

نحو : شرط کا جواب محذوف ہے اور تقدیر کلام اس طرح ہے ان تتوبا الی اللّٰہ فھو الواجب۔ اگر تم دونوں توبہ کرو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تو وہ ضروری ہے۔ اور محذوف پر دلالت فقد صغت قلو بکما کر رہا ہے۔ فَقَدْ صَغَتْ (پس بلاشبہ تمہارے دل قائل ہو گئے) قُلُوْبُكُمَا حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اخلاص میں ہر شخص پر واجب ہے کہ وہی چیز پسند کرے جو آپ پسند کرتے ہیں اور اسی چیز کو ناپسند سمجھے جس کو آپ ناپسند کرتے ہیں۔

دو عورتوں کا باہمی تعاون کیا حیثیت رکھتا ہے جس کے معاون یہ ہوں:

وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ (اور اگر پیغمبر ﷺ کے خلاف تم باہم تعاون کرتی رہیں)۔

قراءت: کوفی نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ اگر تم دونوں باہمی پیغمبر ﷺ کی مرضی کے خلاف تعاون کرتی رہیں اس بات میں جو آپ کو ناپسند ہے یعنی ایک دوسرے پر غیرت میں افراط اور آپ کے راز کو کھولنا اور ظاہر کرنا۔ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ (تو یاد رکھو! پیغمبر ﷺ کا رفیق اللہ ہے) آپ کا ولی و ناصر ہے۔ درمیان میں ھو کا اضافہ اس بات کو ظاہر کرنے کیلئے ہے کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر آپ کا نگہبان و مددگار ہے۔ وَجِبْرِيْلُ (اور جبرئیل بھی آپ کا ولی و دوست ہے۔) وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ (اور نیک مؤمنین) جو صالح مؤمنین ہیں ایمان لا کر صالح اعمال انجام دینے والے ہیں۔ ایک قول یہ ہے: جو نفاق سے بری ہیں۔ ایک قول: صحابہ مراد ہیں۔ اگرچہ واحد کا صیغہ ہے مگر مراد جمع ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ لا یفعل ھذا الصالح من الناس یہاں تمہاری مراد جنس

صالح ہے۔ایک قول یہ ہے: اس کی اصل صالحوا المؤمنین ہے۔واؤ کو لکھنے میں حذف کر دیا۔تا کہ لفظ کی موافقت ہو جائے۔وَالْمَلٰٓئِكَةُ (اوران کے علاوہ فرشتے مددگار ہیں) اپنی کثرت تعداد کے ساتھ۔بَعْدَ ذٰلِكَ (اس کے بعد) یعنی اللہ تعالیٰ کی نصرت اور جبرئیل وصالح مؤمنین کی معاونت کے بعد ظَهِيْرٌ (ایک فوج آپ کی معاون ہے۔) پس دوعورتوں کا باہمی تعاون کیا حیثیت رکھتا ہے ان کے لئے جن کے معاون یہ سب ہوں۔کیونکہ فرشتوں کا معاونت کرنا یہ من جملہ اللہ تعالیٰ کی نصرت میں سے ہے تو اسی لئے بعد ذلک کے لفظ ان کی نصرت ومعاونت کی عظمت کو ظاہر کرنے کیلئے لائے گئے ہیں۔

۵ : عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ (اگر پیغمبر ﷺ تم کو طلاق دے دیں گے بہت جلد ان کا رب تعالیٰ تمہارے بدلے دے دے گا)

قراءت: مدنی، ابوعمرو نے يُبَدِّلَه پڑھا ہے۔تشدید کثرت کو ظاہر کرنے کیلئے ہے۔اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ (بیویاں تم سے اچھی ہونگی)

سوال: وہ مبدلات ان سے زیادہ بہتر کیسے ہوسکتی ہیں حالانکہ امہات المؤمنین سے زیادہ خیر والی کوئی عورت سطح زمین پر نہیں پائی جاتی؟

جواب: جب رسول اللہ ﷺ ان کی ایذاء کی وجہ سے ان کو طلاق دے دیں گے۔تو ام والی صفت نہ رہی تو دوسری عورتیں ان صفات سے موصوف ہونگی (اوران کو شرف زوجیت حاصل ہو جائے گا) تو وہ ان سے بہت بہتر ہو جائیں گی۔(جب طلاق نہیں دی تو کسی دوسری عورت کا ان سے افضل ہونا ثابت نہ ہوا)

صفاتِ مؤمنات:

مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ (اسلام لانے والیاں، فرماں برداری کرنے والیاں) اخلاص کے ساتھ اقرارِ اسلام کرنے والیاں۔قٰنِتٰتٍ (فرمانبردار) القنوت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو بجالانا۔اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں ہے۔تٰٓئِبٰتٍ (توبہ کرنے والیاں)۔گناہوں سے نمبر۲۔اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والیاں اوراس کے رسول ﷺ کے حکم کی طرف رجوع کرنے والیاں۔

عٰبِدٰتٍ (عبادت گزار) اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والیاں سٰٓئِحٰتٍ (روزے رکھنے والیاں) ہجرت کرنے والیاں۔روزہ دار کو بھی سائح کہہ دیا جاتا ہے کیونکہ ہجرت والے کے پاس زادِراہ نہیں ہوتا وہ کھانے سے اس وقت تک باز رہتا ہے۔یہاں تک کہ وہ کھانے والی چیز پائے پس روزہ دار بھی وقت افطار تک کھانے سے رک جانے میں اس کے مشابہ ہوگیا جس کی وجہ سے سائح کا اطلاق اس پر آ گیا۔ثَيِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا (کچھ بیوہ اور کچھ کنواریاں)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا

اے ایمان والو بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں،

مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝۶

اس پر فرشتے مقرر ہیں جو سخت مزاج ہیں، مضبوط ہیں وہ اس کام میں اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جس کا وہ انہیں حکم دیتا ہے اور وہ وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۷ ع يٰٓاَيُّهَا

اے کافرو! آج عذر بیان نہ کرو تمہیں اسی چیز کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے، اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ۭ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ

ایمان والو! تم اللہ کے حضور میں سچی توبہ کرو، قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہوں کا کفارہ فرما دے گا

وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ

اور تمہیں ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، جس دن اللہ نبی کو اور ان کو رسوا نہ فرمائے گا جو اس

اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا

ایمان ان کے ساتھ ہیں ان کا نور ان کے سامنے اور انکی داہنی طرف دوڑتا ہوگا وہ عرض کرتے ہونگے کہ اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا فرمادے

وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۸ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ

اور ہماری مغفرت فرما دے، بے شک آپ ہر چیز پر قادر ہیں، اے نبی جہاد کیجئے کافروں سے اور منافقوں سے

وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۹

اور ان پر سختی کیجئے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے، اور وہ بری جگہ ہے۔

ایک نکتہ:

ثیبات اور ابکار کے درمیان واؤ عاطفہ لائے۔ بقیہ صفات میں واؤ کو ذکر نہیں کیا گیا۔ کیونکہ یہ دونوں صفتیں ایک دوسرے کی منافی اور ضد ہیں۔ بقیہ صفات ایسی نہیں۔

۶ : يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ (اے ایمان والو! تم اپنے کو بچاؤ) معاصی کو چھوڑ کر اور طاعات کو اختیار کر کے۔

وَاَهْلِيْكُمْ (اور اپنے گھر والوں کو) ان پر وہ چیزیں لازم کرو جو اپنے نفسوں پر لازم قرار دیتے ہو۔ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں) وہ آگ کی ایسی قسم ہے جو انسان اور پتھروں سے جلے گی۔ جیسا دوسری آگیں لکڑیوں سے جلتی ہیں۔ عَلَيْهَا (جس پر متعین ہیں) اس کے ذمہ دار اور اس آگ کے ذریعہ عذاب دینے پر نگران مَلٰٓئِكَةٌ (فرشتے ہیں) زبانیہ جن کی تعداد انیس ہے اور ان کے معاون فرشتے۔ غِلَاظٌ شِدَادٌ (تند خو اور قوی) ان کے اجسام میں سختی وشدت ہے یا سخت بول اور زبردست افعال والے۔

وہ ہر حکم کی ادائیگی کرتے ہیں:

لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ (جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے) یہ صفت کی وجہ سے محل رفع میں واقع ہے۔ مَآ اَمَرَهُمْ (اس کے حکم میں) علیہ محل نصب میں واقع ہے۔ کیونکہ بدل ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ لا یعصون ما امر اللّٰہ ای امرہ۔ حکم کی نافرمانی نہیں کرتے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا دوسرے مقام پر فرمایا۔ افعصیت امری [طٰہٰ: ۹۳]۔ نمبر۲۔ تقدیر کلام یہ ہوا یعصونہ فیما امرھم۔ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (اور وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے) یہ دونوں جملے ایک معنی میں ہیں۔ اس لئے کہ پہلے کا معنی یہ ہے انھم یتقبلون اوامرہ ویلتزمونھا۔ وہ اس کے احکام کو قبول کرتے اور ان کو اپنے پر لازم کرتے ہیں۔ اور دوسرے جملے کا معنی یہ ہے وہ جو حکم دیا جائے اس کی ادائیگی کرتے ہیں اور اس سے بوجھ محسوس نہیں کرتے اور نہ سستی کرتے ہیں۔

کفار کو معذرت غیر مفید:

۷ : يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (اے کافرو! آج معذرت نہ کرو۔ بس تم کو اسی کی سزا مل رہی ہے۔ جو تم (دنیا میں) کیا کرتے تھے) ان کو آگ میں داخل ہوتے وقت یہ بات کہی جائے گی۔ تعملون سے دنیا میں کیے جانے والے اعمال۔ لاتعتذروا آج معذرت نہ کرو کیونکہ تمہارا کوئی عذر ہے ہی نہیں۔ نمبر۲۔ اس لئے عذر نہ کرو کیونکہ معذرت کرنا تمہارے حق میں آج مفید نہ ہوگا۔

خالص توبہ:

۸ : يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے سامنے سچی توبہ کرو) نصوحا سچی یہ معنی اخفش رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے۔ ایک قول یہ ہے: نصوح بمعنی خالص۔ عرب کہتے ہیں۔ عسل ناصح جبکہ وہ موم سے اس کو الگ کر دیا جائے۔ ایک قول یہ ہے نصوحا یہ نصاحۃ الثوب یعنی ایسی توبہ جو تیرے دین کے شگافوں کو رفو کر دے اور سوراخ کو بند کر دے۔ یہ بھی درست ہے کہ ایسی توبہ جس میں تو لوگوں سے خیر خواہی کرے یعنی ان کو خیر کی طرف بلائے تاکہ اس کا اثر کرنے والے میں ظاہر ہو۔ اور عمل کے مقتضیات پر عمل پیرا ہونے میں عزیمت واعلیٰ ہمت کا اظہار کرے۔

قراءت: نُصوح حماد ویحییٰ نے پڑھا اور اس کو مصدر قرار دیا ای ذات نصوح او تنصح نصوحًا۔ اور مرفوع بھی وارد ہوا ہے

اِنَّ التوبة النصوحُ توبہ نصوح یہ ہے کہ گناہ سے توبہ کرے پھر دوبارہ اس کی طرف نہ لوٹے جیسے دودھ لوٹ کر تھن میں نہیں جاتا ہے۔

قولِ حذیفہ:

آدمی کی برائی کیلئے یہی کافی ہے کہ گناہ سے توبہ کرے پھر دوبارہ وہی گناہ کرنے لگے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

توبہ زبان سے استغفار، دل سے شرمندگی، ارکان کے ساتھ اس سے علیحدگی کو کہتے ہیں۔

عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ (امید ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ معاف کرے گا) یہ عسٰی کا لفظ اسی انداز سے ہے جیسا کہ بادشاہ اپنے وعدوں کے وقت کہا کرتے تھے۔ عسٰی، لعل، فعل کذا وغیرہ۔ حالانکہ ان افعال کا وقوع ان سے قطعی و طے شدہ ہوتا ہے۔ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (اور تم کو ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا۔ جس کے محلات اور درختوں کے نیچے نہریں بہتی ہیں) اس میں ان لوگوں یعنی کفار پر تعریض فرمائی جن کو اس دن رسوا کیا جائیگا۔ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ (ان کا نور ان کے سامنے اور ان کے داہنے جانب دوڑتا ہوگا)

نحو: نورهم ،مبتدا اور يسعى الخ خبر ہے۔

يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا (وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہمارے اس نور کو آخر تک رکھنا) یہ اس وقت کہیں گے جب وہ منافقین کا نور بجھا ہوا دیکھیں گے۔ وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اور ہم کو تو بخشدے تو ہر شئی پر قادر ہے)

۹ : يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ (اے نبی ﷺ کافروں سے جہاد کریں) تلوار کے ساتھ وَالْمُنٰفِقِيْنَ (اور منافقین سے) سخت بات، وعظ بلیغ کے ذریعہ۔

ایک قول:

ان پر حدود اسلامی کو قائم کر کے وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (اور ان پر سختی کرو) دو فریق پر اس مجاہدہ میں جو قتال اور حجت باللسان کی صورت میں ان کے ساتھ اختیار فرمائیں۔ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے)

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ

اللہ نے کافروں کے لئے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کا حال بیان فرمایا ' یہ دونوں ہمارے خاص بندوں میں سے دو

عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ

صالح بندوں کے نکاح میں تھیں' سوان دونوں عورتوں نے ان دونوں کی خیانت کی پھر وہ اللہ کے مقابلہ میں ان عورتوں کے ذرا بھی کام نہ آ سکے اور حکم دیا گیا

وقف لازم

ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ

کہ تم دونوں دوسرے داخل ہونے والوں کے ساتھ دوزخ میں داخل ہو جاؤ' اور اللہ نے اہل ایمان کے لئے فرعون کی بیوی کا حال بیان فرمایا ہے

اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ

جبکہ اس نے عرض کیا کہ اے میرے رب میرے لئے اپنے قرب میں جنت میں گھر بنا دیجئے اور مجھے فرعون سے اور ظالم

مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۱﴾ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ

قوم سے نجات دیجئے اور عمران کی بیٹی مریم کا حال بیان فرمایا جس نے اپنی ناموس کو محفوظ رکھا سو ہم نے اس میں اپنی

ع ۲ ۲۰/۵

مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ﴿۱۲﴾ ع

روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب کے کلمات کی اور اسکی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی۔

کافروں کے لئے مثال' زوجۂ نوح ولوط کو نیکوں کے نکاح میں ہونا کام نہ آئے گا:

۱۰ : ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ قِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ (اللہ تعالیٰ نے کافروں کیلئے نوح علیہ السلام کی بیوی کا اور لوط علیہ السلام کی بیوی کا حال بیان فرمایا ہے۔ وہ دونوں ہمارے خاص بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں۔ پس ان دونوں عورتوں نے ان دونوں بندوں کا حق ادا نہیں کیا۔ تو یہ نیک بندے اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ان دونوں عورتوں کے کچھ کام نہ آ سکے اور دونوں عورتوں کو حکم دیدیا گیا کہ دوزخ میں جانے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی دوزخ میں چلی جاؤ)

اللہ تعالیٰ نے یہ مثال کفار کی حالت کے متعلق اس سلسلہ میں بیان فرمائی۔ کہ ان کو ان کے کفر و عداوتِ مؤمنین پر بغیر کسی پرواہ کے سزا دی جائے گی اور عداوت کے ہوتے ہوئے ان کو نسب و مصاہرت کام نہ دے گی۔ خواہ وہ نسب سے متصل مؤمن پیغمبر ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ نوح علیہ السلام و لوط علیہ السلام کی بیویوں کا حال ہوا۔ جب دونوں نے منافقت اختیار کی اور دونوں

رسولوں کی خیانت، ان کے افشائے راز سے کی تو دونوں رسول ان کے کچھ بھی کام نہ آئے حالانکہ ان کے مابین باہمی ازدواجی تعلق تھا۔ کہ ان کو عذاب سے بچا لیتے۔ قیل ان دونوں کی موت کے وقت یا قیامت کے دن کہا جائے گا۔ ادخلا النار تم دونوں آگ میں داخل ہو جاؤ۔ مع سائر الداخلین۔ (دوسرے تمام داخل ہونے والوں کے ساتھ) کہ جن کا اور انبیاء علیہم السلام کا باہمی کوئی رشتہ نہیں۔ یا داخلین سے اپنی اپنی قوم کے جہنم میں داخل ہونے والے قومی بھائی۔

ایمان والوں کے لئے آسیہ کو مثال فرعون کی زوجیت کا کچھ نقصان نہ ہوا:

۱۱ : وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ (اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں (کی تسلی) کیلئے فرعون کی بیوی کا بیان کرتا ہے) اس کا نام آسیہ بنت مزاحم تھا۔ وہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں فرعون نے چومیخا کروا کر اسے عذاب میں مبتلا کیا۔ اِذْ قَالَتْ (جب اس نے کہا) جب کہ اسے عذاب دیا جا رہا تھا۔ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ (اے میرے رب میرے لئے اپنے قرب میں جنت کے اندر ایک مکان بنا دے) گویا اس نے بلند درجے کا ارادہ کیا۔ کیونکہ ذات باری تعالیٰ تو مکان سے پاک ہے۔ پس اس کی تعبیر عندک سے کی۔ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ (اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے محفوظ رکھ) عملہ یعنی عملِ فرعون، یا فرعون کی خبیث شخصیت سے اور خصوصاً اس کے عمل کفر، ظلم اور بلا جرم سزا سے محفوظ فرما۔ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (اور مجھے ان ظالموں سے بچا) اس سے سارے قبطی مراد ہیں۔

مَسْئَلَه : نیک لوگوں کی عادت یہ ہے کہ مصائب و مشکلات کے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجاء اور اللہ تعالیٰ کی پناہ اور ظلم سے چھٹکارے کا سوال کرتے رہنا چاہیے۔

مریم نے بلد خاوند اپنی ناموس کی حفاظت کی، یہود کا بیران کو نقصان نہ دے سکا:

۱۲ : وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا (اور اللہ تعالیٰ مریم بنت عمران کا حال بیان کرتا ہے کہ جس نے اپنے ناموس کو محفوظ رکھا) مردوں سے فَنَفَخْنَا (پس ہم نے پھونک دی) فِيْهِ (اس کے ناموس میں) (شرمگاہ میں) مِنْ رُّوْحِنَا (اپنی روح) جو ہماری مخلوق تھی۔ وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا (اور اس نے تصدیق کی اپنے رب کے پیغامات کی) وہ صحائف جو ادریس علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے اتارے وَكُتُبِهٖ (اور اس کی چاروں کتابوں پر)

قراءت: بصری و حفص نے كُتُبِهٖ پڑھا ہے۔

وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ (اور وہ اطاعت گزاروں میں سے تھی)۔ جبکہ قنوت ایک صفت ہے جو ہر اس ذات کو شامل ہے جو مرد و عورت میں سے کرے۔ تو اس صفت میں مذکر مؤنثوں پر غالب ہیں۔ اور اسی کے لحاظ سے یہاں استعمال کیا گیا۔

نحو : مِنَ یہ تبعیض کیلئے ہے۔ اور ابتدائے غایت کیلئے بھی ہو سکتا ہے اس طور پر کہ اس کی ولادت قانتین ہی کے ہاں ہوئی کیونکہ وہ حضرت ہارون علیہ السلام جو موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہیں ان کی نسل سے تھیں۔

مؤمنین کی حالت کی مثال اس بات میں ہے کہ کفار کا تعلق و رشتہ داری کوئی نقصان نہیں دیتی اور نہ ہی ایمان والوں کے مراتب وثواب جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرر ہیں اس میں کچھ کمی واقع ہوتی ہے۔ جیسا کہ فرعون کی بیوی اور اس کا عالی مرتبہ باوجود یکہ وہ اللہ تعالیٰ کے عظیم ترین دشمن کی بیوی تھی۔ اور مریم بنت عمران کو جو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اور آخرت میں عزتیں عنایت فرمائیں اور تمام جہان کی عورتوں پر ان کو چنا گیا حالانکہ ان کی قوم یہود کافر تھے۔ ان دو مثالوں میں دونوں امہات المؤمنین کو تعریض کی گئی ہے۔

اس میں امہات المؤمنین کو تعریض ہے:

جن کا واقعہ شروع سورت میں گزرا۔ اور ان سے جو زیادتی ہوئی کہ رسول اللہ کی مرضی کے برخلاف آپ پر چڑھائی کی۔ ان دونوں کو خبردار کیا گیا۔ اور انتہائی انداز سے خبردار کیا گیا۔ اور اس بات کی طرف اشارہ کر دیا۔ ان کا حق تو یہ تھا کہ وہ ان مؤمنہ عورتوں کی طرح اخلاص سے رہیں۔ اور ان کو اس بات پر ہرگز بھروسہ نہ کرنا چاہئے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج ہیں تو ان کو رسول اللہ ﷺ کے سلسلہ میں ہر چیز درست ہے۔

الحمد للہ قبل العصر سورۃ التحریم کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔ یوم الجمعہ ۲۰ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ

سُوْرَةُ الْمُلْكِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ ملک مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس میں تیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ

وہ بڑی عالی ذات ہے جس کے قبضے میں ملک ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ' جس نے پیدا کیا موت کو

وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۙ﴿۲﴾ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ

اور حیات کو تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں کون شخص عمل کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے اور وہ عزیز ہے غفور ہے جس نے پیدا کیا سات آسمانوں کو

طِبَاقًا ۭ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ﴿۳﴾

تہ بہ تہ ' اے مخاطب تو رحمان کی تخلیق میں کوئی خلل نہیں دیکھے گا ' سو تو پھر نظر ڈال کر دیکھ لے کیا تجھے کوئی خلل نظر آتا ہے

۱ :تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ (وہ بڑا عالی شان ہے جس کے قبضہ میں تمام سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے)

اسمائے سورت:

اس سورت کا نام الواقیہ نمبر۲۔المنجیہ بھی ہے کیونکہ یہ اپنے پڑھنے والے کو عذاب قبر سے بچانے کا ذریعہ ہے۔

روایت مرفوعہ میں ہے، جس نے اس سورت کو ایک رات میں پڑھا اس نے بہت زیادہ اور بہت خوب عمل کیا۔

(رواه الطبرى و ابن مردويه من حديث ابن مسعود مرفوعا)

تَبٰرَكَ (بلند و عالی شان ہے ان صفات سے جو مخلوق میں پائی جاتی ہیں) الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ یعنی ملک اسی کے تصرف میں ہے اور اس کو ہر موجود پر غلبہ حاصل ہے۔وہ ملک کا مالک ہے۔جس کو چاہتا ہے عنایت کرتا اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ شَیْءٍ سے مقدورات مراد ہے، گویا شَیْءٍ مصدر بمعنی اسم مفعول ہے۔نمبر۲۔شَیْءٍ سے انعام وانتقام مراد ہے کہ دونوں پر یکساں قدرت ہے۔قدیر کامل قدرت والا ہے۔

۲ :الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ (جس نے موت وحیات کو پیدا کیا)

نحو :مبتدا محذوف کی خبر ہے۔نمبر۲۔پہلے الذی سے بدل ہے۔

الحیاۃ: جس کے پائے جانے سے احساس درست ہو۔ الموت: جس کے پائے جانے سے احساس درست نہ رہے۔

خلق، موت وحیات کا معنی:

اس مصح (تندرست) کا ایجاد حیات اور اعدام موت ہے۔ مطلب یہ ہے اے مکلّف (انسانوں) اس نے تمہاری موت اور زندگی کو پیدا کیا۔ لِيَبْلُوَكُمْ (تاکہ تمہاری آزمائش کرے) تاکہ وہ اپنے امر و نہی سے۔ اس موت اور زندگی کے ذریعہ تمہارا امتحان لے، جو موت امیر و اسیر کو شامل ہے اور جو زندگی بیمار و طبیب ہر دو سے بے وفائی کرنے والی ہے۔ تاکہ تم سے وہ ظاہر ہو جو اس کے علم میں ہے کہ تم سے ظاہر ہوگا۔ پھر وہ تمہارے عمل پر تمہیں بدلہ دے گا۔ نہ کہ اپنے علم پر جو اسے تمہارے متعلق ہے۔ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (کہ تم میں کون شخص عمل میں زیادہ اچھا ہے) ایکم مبتدأ اور احسن عملاً اس کی خبر ہے۔ احسن زیادہ خالص، زیادہ باصواب، الخالص: خالص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے جو کریں۔ الصواب: سنت کے بالکل مطابق ہو۔

المراد المطلوب:

اس نے تمہیں زندگی بخشی جس کے ذریعہ عمل کی توفیق ملی۔ پھر اس نے موت کو مسلط کیا جو کہ تمہیں دعوت دے رہی ہے۔ کہ قبیح کے مقابلہ میں تم حسن عمل کو اختیار کرو۔ پس موت کے بعد تو بعث اور وہ جزاء ہے جس نے بہر صورت پیش آنا ہے۔

موت کی وجہِ تقدیم:

موت کو حیات سے مقدم کیا کیونکہ عمل کا سب سے مضبوط داعی موت ہے۔ جس نے اپنی موت کو سامنے رکھا اس نے خوب عمل کیا یہاں موت کو اس لئے بھی مقدم کیا کہ سیاق آیت کے اعتبار سے بھی زیادہ اہم یہی ہے۔ جب موت کو پہلے لائے جو صفت قہاریت کا پرتو ہے اور زندگی کو جو کہ لطف الٰہی کا اثر ہے بعد میں ذکر کیا گیا۔ اسی ترتیب ذکری کے لحاظ سے صفت قہری کو مہری سے مقدم کیا فرمایا وَهُوَ الْعَزِيْزُ (اور وہ زبردست) یعنی ایسا غالب ہے کہ برا عمل کرنے والا اس کو تھکا نہیں سکتا۔ الْغَفُوْرُ (بخشنے والا ہے) ستار ایسا کہ کوئی بڑے سے بڑے گناہ و لغزش والا اس کی بارگاہ سے کبھی مایوس نہیں ہوتا۔

۳ : الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا (جس نے سات آسمان اوپر نیچے پیدا کئے) ایک دوسرے آسمان پر طبقاتی صورت میں۔ طباق یہ طَابَقَ النعل سے لیا گیا ہے جبکہ موچی جوتے کو تہ بہ تہ کر کے سیتا ہے۔ یہ مصدر ہے جس کو بطور صفت لائے ہیں۔ نمبر۲۔ مضاف محذوف ہے ای ذات طباق نمبر۳۔ طوبقت طباقا ۔فعل محذوف کا مصدر ہے۔ نمبر۴۔ ایک قول یہ ہے یہ طباق جمع طبق کی ہے جیسے جمل کی جمع جمال ہے۔ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ (تو رحمان کی اس صنعت میں نہ دیکھے گا) یہ خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہے۔ نمبر۲۔ ہر مخاطب کو عام ہے۔ مِنْ تَفٰوُتٍ (کوئی خلل) کوئی اضطراب، اختلاف، بقول سدیؒ کوئی عیب۔

قراءت: حمزہ و علی نے من تفوت پڑھا ہے۔ دونوں وزن ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ جیسا تعاهُد اور تَعَهد ۔

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ④ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ

پھر بار بار نگاہ ڈال کر دیکھ تیری نگاہ ذلیل ہو کر تھک کر تیری طرف لوٹ آئے گی ' اور ہم نے قریب والے آسمان کو

الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ⑤

چراغوں سے آراستہ کیا ہے' اور ہم نے ان کو شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ بنادیا ہے اور ہم نے ان کے لئے دوزخ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

حقیقتِ تفاوت:

تناسب کا نہ ہونا گویا بعض حصہ دوسرے سے فوت ہو جائے اور اس کے مناسب نہ رہے۔

یہ اشیاء تخلیق رحمانی ہیں:

یہ جملہ طباقا کی صفت ہے تقدیر کلام یہ ہے **ماتری فیھن من تفاوت** پس خلق الرحمان کو ضمیر کی جگہ لائے۔ ان کی تخلیق کی عظمت کو بتلانے اور تفاوت سے سلامت رہنے کا سبب ظاہر کرنے کے لئے ایسا کیا گیا اور وہ اس طرح ہے کہ یہ چیزیں رحمان کی تخلیقات سے ہیں اور وہی اپنی زبردست قدرت کی وجہ سے ایسی متناسب مخلوق پیدا کر سکتا ہے۔ فَارْجِعِ الْبَصَرَ (پس تم پھر نگاہ ڈال کر دیکھ لو) یعنی اپنی نگاہ آسمان کی طرف لوٹاؤ۔ تاکہ مشاہدہ سے اس خبر کی سچائی تیرے سامنے آجائے۔ اور تمہیں کسی شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ (کہیں تجھ کو کوئی خلل نظر آتا ہے) **فطور جمع فطر**، پھٹن، شگاف، دراڑ (من زائدہ ہے اور استفہام تقریری ہے۔)

۴ : ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ (پھر بار بار نگاہ ڈال کر دیکھ) دوبارہ دو مرتبہ نگاہ ڈال پہلی سمیت دو مرتبہ۔ ایک قول: پہلی کے علاوہ دو مرتبہ پس تین مرتبہ ہو جائیں گی۔ ایک قول اور ہے: دو مرتبہ پر اکتفاء مطلوب نہیں بلکہ کثرت تکرار مراد ہے۔ بار بار نگاہ ڈال اور گہرائی اختیار کرو۔ کیا تمہیں اس میں کوئی عیب و شگاف نظر آتا ہے۔ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَا سِئًا (نگاہ ذلیل اور درماندہ ہو کر تیری طرف لوٹ آئے گی) نحو: ینقلب یہ لوٹنے کے معنی میں ہے۔ یہ جواب امر ہے اسی لئے مجزوم ہے۔ خاسئاً ذلیل نمبر ۲۔ اس سے بہت دور جو تیرے ارادہ میں ہے۔

نحو: یہ البصر سے حال واقع ہے۔ وَّ هُوَ حَسِيْرٌ (وہ تھکی ہوئی اور درماندہ ہے) اور تمہیں آسمان میں کوئی شگاف نہ مل سکے گا۔

آسمان میں چراغ:

۵ : وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا (اور ہم نے قریب کے آسمانوں کو مزین کر رکھا ہے) الدنیا قریبی، یعنی وہ آسمان جو تمہارے قریب ہے۔ بِمَصَابِيْحَ (ستاروں کے ساتھ) ایسے ستاروں کے ذریعہ جو صبح کی طرح روشن ہیں۔ یہ مصباح کی جمع ہے۔ چراغ

کو کہتے ہیں۔ان کو چراغ اس لئے کہا کیونکہ لوگ اپنی مساجد اور گھروں کو چراغوں کی روشنی سے مزین کرتے ہیں۔(اور ان سے آسمان مزین ہے)ایک قول یہ ہے: ہم نے اس گھر کی چھت کو جس میں تم اکٹھے ہو چراغوں سے مزین کر دیا۔ایسے چراغ کہ روشنی میں تمہارے چراغ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ (اور ہم نے ان کو شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ بھی بنایا ہے)تمہارے ایسے دشمنوں کیلئے جو تمہیں روشنی سے اندھیروں میں ڈالتے ہیں۔

ستاروں کے کام:

قول قتادہ رحمہ اللہ ستاروں کے تین کام ہیں۔نمبر ا۔آسمان کی زینت نمبر ۲۔شیاطین کیلئے رجم نمبر ۳۔زمین میں راہنمائی کیلئے علامات جس نے اس کے علاوہ تاویل کی ہے اس نے جہالت و بے علمی اور تکلف سے کام لیا ہے۔الرجوم جمع رجم کی ہے یہ مصدر ہے جس سے مرجوم کا نام رکھا گیا ہے۔رجوم شیاطین کا مطلب یہ ہے کہ ستارے سے ایک شعلہ (چنگاری) نار کی طرح جدا ہوتا ہے۔جو اس جن کو ہلاک کر دیتا ہے۔یا اس کو مخبوط الحواس کر ڈالتا ہے۔یہ معنی ہرگز نہیں کہ ستارے اپنی جگہ سے زائل ہو کر اس کو لگتے ہیں۔بلکہ وہ تو اپنی حالت میں آسمان میں جمے رہنے والے ہیں۔وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ (اور ہم نے تیار کر رکھا ہے)یعنی شیاطین کیلئے عَذَابَ السَّعِيْرِ (دوزخ کا عذاب)جو آخرت میں ان کو شہاب ثاقب سے دنیا میں جل جانے کے بعد ملے گا۔

وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۶ اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا

اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے جب یہ لوگ اس میں ڈالے جائیں گے تو اس کی

لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ ۝۷ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ؕ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ

زوردار آواز سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی ایسا محسوس ہوگا کہ وہ غصہ کی وجہ سے پھٹ پڑے گی۔ جب بھی اس میں کافروں کی کوئی جماعت ڈالی جائے گی ان سے

خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝۸ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ

دوزخ کے محافظ پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ وہ جواب میں کہیں گے ہاں ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تو تھا سو ہم نے جھٹلایا اور ہم نے کہا کہ اللہ نے

مِنْ شَيْءٍ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۝۹ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا

کوئی چیز بھی نازل نہیں کی تم لوگ صرف بڑی گمراہی میں ہو' اور وہ یوں کہیں گے کہ اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو ہم جلنے والی آگ

فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝۱۰ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝۱۱

میں نہ ہوتے' حاصل یہ کہ وہ اپنے گناہوں کا اقرار کرلیں گے۔ سو دُوری ہے جلنے والی آگ والوں کے لئے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝۱۲ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ

بلاشبہ جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے مغفرت ہے اور بڑا اجر ہے اور تم اپنی بات کو چپکے سے کہو

اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۱۳ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ

یا زور سے بیشک وہ سینوں کی باتوں کو جاننے والا ہے' کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا حالانکہ وہ باریک بین ہے اور

الْخَبِيْرُ ۝۱۴ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ ع ۱۵

باخبر ہے۔ وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو مسخر بنا دیا سو تم اس کے راستوں میں چلو اور اس کی روزی میں سے کھاؤ اور

رِّزْقِهٖ ؕ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ۝۱۵

اسی کے پاس دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے۔

۶ : وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ (اور جو لوگ اپنے رب کا انکار کرتے ہیں) اس میں شیاطین کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والا ہر شخص شامل ہے۔ عَذَابُ جَهَنَّمَ (ان کے لئے دوزخ کا عذاب ہے) فقط شیاطین دوزخ کے عذاب کے ساتھ مخصوص نہیں

ہیں۔وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ (اوروہ بری جگہ ہے)المصیر لوٹنے کی جگہ مراد جہنم ہے۔

۷ :اِذَآ اُلْقُوْا فِیْهَا (جب یہ لوگ اس میں ڈالے جائیں گے)جب ان کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔جیسا لکڑیوں کو بڑی آگ میں پھینکا جاتا ہے۔سَمِعُوْا لَهَا(تو اس کی ایک بڑی زور کی آواز سنیں گے)جہنم کی آواز شَهِیْقًا (گدھے کی آواز جیسی انوکھی آواز)جہنم کی زوردار بری آواز کو گدھے کی آواز سے تشبیہ دی۔وَّهِیَ تَفُوْرُ (اوروہ جوش مارتی ہوگی)جہنمیوں کے ساتھ جہنم میں اسی طرح ابال آئے گا جیسے ہنڈیا میں پکنے والی اشیاء کو ابال آتا ہے۔

زبانیہ کا سوال:

۸ :تَكَادُ تَمَیَّزُ (ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غصہ کے مارے پھٹ پڑے گی)تمیز یہ تمیز ہے پھٹنا اور ٹکڑے ٹکڑے ہونا۔مِنَ الْغَیْظِ (کفار پر غصہ کی بناء پر)جہنم کے بہت زیادہ ابال کو استعارۃً اس طرح قرار دیا گویا وہ سخت غصہ میں لال پیلی ہے۔كُلَّمَآ اُلْقِیَ فِیْهَا فَوْجٌ (جب بھی اس میں کوئی گروہ ڈالا جائے گا)کفار کی جماعت مراد ہے۔سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ (تو اس کے محافظ ان لوگوں سے پوچھیں گے)خزنہ سے مالک اور اس کے مددگار زبانیہ مراد ہیں اور یہ سوال زجر وتذلیل کیلئے ہوگا۔اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَذِیْرٌ (کیا تمہارے پاس ڈرانے والا نہیں آیا تھا)وہ رسول جو تمہیں اس عذاب سے ڈرائے۔

کفار کا اعتراف:

۹ :قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ (وہ کافر کہیں گے واقعی ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا۔)یہ کفار کی طرف سے عدل الٰہی کا اعتراف ہے۔اور اس بات کا اقرار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو روانہ کر کے اور انذار کے ذریعہ عذاب میں مبتلا ہونے کے اسباب بالکل واضح کر دیے تھے۔فَكَذَّبْنَا (پس ہم نے جھٹلا دیا)یعنی ہم نے ان کو جھٹلا دیا۔وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ (اور کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز نہیں اتاری۔)جو یہ انبیاء وعد، وعید وغیرہ کہہ رہے ہیں۔اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ كَبِیْرٍ (تم بڑی غلطی میں پڑے ہو)یعنی کفار منذرین کو کہنے لگے تم شدید غلطی کا شکار ہو۔النذیر یہ انذار کے معنی میں ہے پھر انہوں نے اسی کو اپنے منذرین کے متعلق غلو کرتے ہوئے بطور صفت استعمال کیا گویا کفار کا مطلب یہ تھا یہ تمہاری بات نرا ڈراوا ہے۔(حقیقت سے اس کا تعلق نہیں)نمبر۲۔ممکن ہے کہ یہ جہنم کے فرشتوں کا کلام ہو جبکہ اس سے پہلے قال کو مان لیں۔اس صورت میں ضلال سے ہلاکت مراد ہوگی۔نمبر۳۔گمراہی کی سزا کو خود گمراہی سے تعبیر کر دیا جیسا کہ جزاء سیئہ کو سیئہ کہہ دیا جاتا ہے۔اور اعتدائے سیئہ کو اعتداء کہتے ہیں اس کو علم بیان کی زبان میں مشاکلہ کہتے ہیں۔نمبر۲۔یہ رسولوں کا کلام ہے جو وہ خزنہ کے سامنے نقل کریں گے یعنی کفار کہیں گے کہ انبیاء علیہم السلام نے تو ہم کو یہ بات کہی مگر ہم نے اس کو قبول نہ کیا۔

۱۰ :وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ (اور کہیں گے اگر ہم سنتے)طالب حق کی طرح ڈراووں کو سنتے اَوْ نَعْقِلُ (یا سمجھتے)ایسے سمجھتے جیسے غور وفکر والا سمجھتا ہے مَا كُنَّا فِیْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ (تو اہم اہل دوزخ میں نہ ہوتے)من جملہ ان لوگوں میں سے جو دوزخ میں

پڑے ہیں۔

مَسْئَلَہ: تکلیف کا دارومدار دلائل سمع وعقل پر ہے اور یہی دو دلیلیں اتمام حجت کیلئے کافی ہیں۔

۱۱: فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ (غرض اپنے جرم کا اقرار کریں گے) کہ تکذیب رسل کر کے انہوں نے کفر کیا ہے۔ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ (پس اہل دوزخ پر لعنت ہے)

قراءت: فَسُحْقًا یزید وعلی نے پڑھا۔ سحقاً کا معنی اللہ تعالیٰ کی رحمت وکرامت سے ان کو دور کر دیا گیا وہ اعتراف کریں یا انکار اس سے ان کو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

نحو: یہ مصدر ہے جو بددعا کے موقعہ پر استعمال ہوا۔ اس لئے منصوب ہے۔

۱۲: اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ (بے شک جو لوگ اپنے رب سے بے دیکھے ڈرتے ہیں) یعنی اس کے عذاب کو دیکھنے کے بغیر ڈرتے ہیں۔ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ (ان کے لئے مغفرت ہے) گناہوں کی۔ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ (اور اجر عظیم ہے) وہ جنت ہے۔

اللہ تعالیٰ کو سرّ واعلانیہ کی اطلاع ہے:

۱۳: وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ (تم لوگ خواہ چھپا کر بات کرو یا پکار کر کہو) اس کے ظاہر سے دونوں میں سے ایک بات ثابت ہو رہی ہے۔ اسرار یا اظہار مگر معنی یہ ہے کہ تمہارا اسرار واظہار اس کے علم میں برابر ہے۔ روایت ہے کہ مشرکین مکہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق طرح طرح کی بدگوئیاں کرتے۔ اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام کو بھیج کر ان کے اقوال کی اطلاع دے دیتے۔ تو وہ کہتے آہستہ باتیں کرو کہیں محمد کا الٰہ سن نہ لے۔ پس یہ آیت اتاری۔ پھر اس کی تعلیل آیت کے اگلے حصہ میں ذکر کر دی۔ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (وہ دلوں تک کی باتوں سے خوب آگاہ ہے) یعنی وہ چھپی ہوئی باتیں جن کی ترجمانی ابھی تک زبانوں نے نہیں کر پائی ہوتی۔ پس یہ کیوں نہ وہ جانے گا جو زبان سے کہہ دی گئی (خواہ آہستہ کہی یا زور سے)

۱۴: اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (کیا وہ نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے اور وہ باریک بین پورا باخبر ہے)

نحو: مَن یہ یعلم کا فاعل ہونے کی وجہ سے موضع رفع میں ہے۔ یہ استفہام انکاری ہے۔ کیا وہ جس نے مخلوق کو پیدا کیا اور اس کی صفت لطیف وخبیر بھی ہے وہ ان کے ضمیر اور رازہائے سینہ اور ظاہر سے واقف نہ ہوگا؟ اللطیف اس کی صفت یہ ہے کہ وہ اشیاء کے دقائق سے واقف ہے۔ الخبیر اور اشیاء کے حقائق سے بھی آگاہ ہے۔

مَسْئَلَہ: اس سے ثابت ہوا کہ اللہ اقوال کا خالق ہے پس افعال کا خالق ہونا خود ثابت ہو گیا۔

قولِ ابوبکر اصم وجعفر بن حرب:

کہ مَنْ مفعول ہے اور فاعل مضمر ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ اس حیلہ بازی سے انہوں نے خلق افعال کی نفی کرنا چاہی (مگر

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ﴿۱۶﴾ اَمْ

کیا تم اس سے نڈر ہو گئے جو آسمان میں ہے کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے پھر وہ زمین تھرتھرانے لگے یا تم

اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ

اس سے بے خوف ہو گئے جو آسمان میں ہے کہ وہ تم پر ایک سخت ہوا بھیج دے سو تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ میرا

وقف لازم
وقف منزل
وقف تعلق

نَذِيْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۱۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا

ڈرانا کیسا تھا اور ان سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں انہوں نے جھٹلایا سو میرا عذاب کیسا تھا؟ کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر

اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ۛؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۭ بَصِيْرٌ ﴿۱۹﴾

پرندوں کو نہیں دیکھا جو پر پھیلائے ہوئے ہیں اور پروں کو سمیٹ لیتے ہیں رحمٰن کے علاوہ کوئی انہیں تھامے ہوئے نہیں ہے بے شک وہ ہر چیز کا دیکھنے والا ہے۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ

ہاں یہ تو بتاؤ رحمٰن کے سوا وہ کون ہے جو تمہارا لشکر بن کر تمہاری مدد کر سکے کافر لوگ صرف دھوکے میں پڑے

غُرُوْرٍ ﴿۲۰﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ﴿۲۱﴾

ہیں اور یہ بتاؤ کہ وہ کون ہے جو تمہیں رزق دے اگر وہ اپنے رزق کو روک لے بلکہ یہ لوگ سرکشی پر اور نفرت پر جمے ہوئے ہیں۔

بے حاصل)۔

انعاماتِ الٰہیہ:

۱۵ :هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا (وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو مسخر کیا) ھو سے اللہ تعالیٰ کی ذات مراد ہے۔ ذلولا (نرم اور سہل) ایسی تابع کہ اپنے اوپر چلنے سے نہیں روکتی۔ فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا (پس تم اسکے رستوں میں چلو) مناکب (جوانب واطراف) استدلال کرتے ہوئے اور رزق کو طلب کرنے کیلئے چلو۔ نمبر۲۔ مناکب کا معنی پہاڑ نمبر۳۔ راستے۔ وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ (اور اللہ تعالیٰ کی روزی میں سے کھاؤ) جو اس میں اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق ہے۔ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ (اور اسی کے پاس دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے) اسی کی طرف تم نے اٹھ کر جانا ہے۔ پھر وہ تم سے اپنے انعامات کے شکریہ کے متعلق پوچھ گچھ کریں گے۔

۱۶ :ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ (کیا تم لوگ اس سے بیخوف ہو گئے ہو جو کہ آسمان میں ہے) یعنی وہ ذات جس کی بادشاہی آسمان پر ہے۔ کیونکہ آسمان مسکن ملائکہ ہے اور اسی سے اللہ تعالیٰ کے فیصلے، کتب، اوامر ونواہی نازل ہوتے ہیں۔ پس گویا اس طرح

فرمایاء منتم خالق السماء و ملکه کیا تم آسمان کے خالق و بادشاہ سے بے خوف ہو گئے ہو اور دوسری بات یہ ہے کہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ وہ آسمان میں ہے اور رحمت و عذاب اسی کی طرف سے اترتے ہیں۔ پس ان کو کہا گیا انہی کے اعتقاد کو سامنے رکھ کر کہ کیا تم اس ذات سے بے خوف ہو گئے ہو جس کے متعلق تمہارا گمان یہ ہے کہ وہ آسمان میں ہے حالانکہ اس کی ذات تو مکان سے بلند و بالا ہے۔

اَنْ یَّخْسِفَ بِکُمُ الْاَرْضَ (کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے) جیسا قارون کو دھنسا دیا فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ (پھر وہ زمین تھرتھرانے لگے) اضطراب و حرکت میں آجائے۔

۱۷ : اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا (کیا تم لوگ اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ جو آسمان میں ہے کہ وہ تم پر ایک ہوائے تند بھیج دے) حاصب: پتھر۔

نحو : ان یرسل یہ بدل الاشتمال سے بدل ہے اور اسی طرح ان یخسف بھی۔ آم بمعنی ھل ہے۔ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَیْفَ نَذِیْرِ (پھر عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میرا ڈرانا کیسا تھا) یعنی جب تم عذاب کو دیکھ لو گے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میرا ڈرانا کیسا تھا مگر اس وقت کا علم چنداں مفید ثابت نہ ہوگا۔

۱۸ : وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (اور ان سے پہلے جو لوگ ہو گزرے ہیں انہوں نے جھٹلایا تھا) آپ کی قوم سے پہلے فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ (پس میرا عذاب کیسا ہوا) میرا انکار ان پر کیسا رہا جبکہ میں نے ان کو ہلاک کر دیا۔

۱۹ : پھر اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خسف اور آندھی بھیجنے پر اپنی قدرت کے متعلق متنبہ کیا اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ (کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر پرندوں کی طرف نظر نہیں کی) الطیر یہ جمع طائر کی ہے فوق سے فضا مراد ہے۔ صٰٓفّٰتٍ (کہ پر پھیلائے ہوئے ہیں) وہ اپنے پر فضا میں اڑتے وقت پھیلانے والے ہیں۔ وَّیَقْبِضْنَ (اور پر سمیٹ لیتے ہیں) اور ان کو سمیٹ لیتے ہیں جبکہ وہ ان پروں کو اپنے پہلوؤں پر مارتے ہیں۔

نحو : ویقبضن کا عطف اسم فاعل صافات پر اس کو یصففن کے معنی پر محمول کرنے کی بناء پر ہے ای یصففن ویقبضن یا اس کو اسم فاعل کے معنی میں مان کر ای صافات و قابضاتٍ حکمت : اسی دوسری ترکیب کو اس لئے اختیار کیا کیونکہ طیران کی اصل پر پھیلانا ہے۔ ہوا میں پرواز پانی میں تیراکی کی طرح ہے اور پرندے کیلئے ہوا، تیرنے والے کے لئے پانی کی طرح ہے۔ السباحت اصل میں اطراف کو دراز کرنا اور پھیلانا۔ باقی قبض تو حرکت پر معاونت کیلئے اس پر طاری ہوتی ہے۔ چنانچہ آیت میں طاری کو لفظ فعل سے لائے تاکہ یہ ظاہر کر دیا جائے کہ اصل تو وہ پروں کو پھیلاتے ہیں باقی وقتاً فوقتاً پر سمیٹنے بھی پڑتے ہیں جیسا تیرنے والے کو کبھی کرنا پڑتا ہے۔ مَا یُمْسِكُهُنَّ (نہیں ان کو تھامے ہوئے ہے) گرنے سے جبکہ وہ پروں کو پھیلاتے اور سمیٹتے ہیں۔ اِلَّا الرَّحْمٰنُ (مگر رحمان) محض اپنی قدرت و رحمت کے ساتھ۔ ورنہ ثقیل چیز تو طبعی طور پر نیچے کو آتی ہے بلند نہیں ہوتی۔ اسی طرح اگر وہ پورے جہان سے اپنی حفاظت و تدبیر کو ہٹا لے تو یکبارگی تمام افلاک دھڑام سے نیچے آگریں۔

أَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ

سو کیا جو شخص منہ کے بل گر کر اوندھا چل رہا ہو وہ شخص زیادہ ہدایت پر ہے یا وہ شخص جو سیدھے راستے پر

مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۲﴾ قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ

چل رہا ہو ؟ آپ فرما دیجئے کہ اللہ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا فرمایا اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنا دیئے

قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو آپ فرما دیجئے کہ اللہ وہی ہے جس نے تم کو زمین پر پھیلا دیا اور تم اسی کے پاس اکٹھے کئے جاؤ گے۔

نحو :مایمسکھن یہ جملہ مستانفہ ہے۔نمبر۲۔یقبضن کی ضمیر سے حال ہے۔

اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۭ بَصِيْرٌ (بیشک وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے) وہ مخلوق کو پیدا کرنے اور عجائبات کی تدبیر کرنے سے خوب واقف ہے۔

۲۰ :اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ (ہاں رحمان کے سوا اور کون ہے کہ وہ تمہارا لشکر بنکر تمہاری حفاظت کر سکے)

نحو :أَمَّنْ یہ مبتدأ ہے هذا اس کی خبر ہے۔الذی هو یہ هذا کا بدل ہے۔اور ینصرکم جملہ جندٌ کی صفت محل رفع میں ہے یہ بحیثیت لفظ اس کی صفت ہے۔معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کون ایسا ہے جس کی طرف نصرت و مدد میں اشارہ کیا جائے۔(یعنی کوئی ایسا نہیں) اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ (کافر نرے دھوکہ میں ہیں) اِنْ ،ما کے معنی میں ہے۔

کیا اللہ کے رزق روکنے پر تمہارے معبود رزق دیتے ہیں:

۲۱ :اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ (ہاں وہ کون ہے جو تم کو روزی پہنچا دے۔اگر اللہ تعالیٰ اپنی روزی بند کرے) امن کون ایسا ہے جس کی طرف اشارہ کر کے کہا جائے کہ تم کو یہ رزق دے گا۔اگر اللہ تعالیٰ نے اپنا رزق روک لیا؟ یہ تو اس تقدیر پر ہے جب کہ مَن سے جمیع خلق مراد لی جائے۔نمبر۲۔یہ بھی درست ہے کہ اس سے اشارہ ان کے تمام بتوں کی طرف ہو کیونکہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ وہ ان کی مصائب سے حفاظت کرتے ہیں اور ان کو اپنے ان معبودوں کی برکت سے رزق ملتا ہے گویا وہ اصنام مددگار لشکر اور رازقِ لشکر ہیں۔جب انہوں نے اس سے کوئی تاثر نہ لیا اور اس کو قبول نہ کیا تو ان سے اعراض کرتے ہوئے فرمایا۔بَلْ لَّجُّوْا (بلکہ یہ لوگ جم رہے ہیں) بڑھتے جانا' جمے رہنا۔فِيْ عُتُوٍّ (سرکشی میں) حق قبول کرنے سے تکبر کرنا۔وَّ نُفُوْرٍ (اور نفرت پر) حق سے دور بھاگنے کی وجہ سے کیونکہ حق کو بوجھل خیال کرتے ہوئے اس کی اتباع نہیں کرتے۔ربط :مؤمنوں اور کافروں کی مثال بیان فرمائی پس فرمایا۔

۲۲ :اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ (پس کیا جو شخص منہ کے بل گرتا ہوا چل رہا ہو) یعنی اپنے چہرے کے بل گرنے والا ہو اور

ہر گھڑی لڑکھڑائے اور بغیر سمجھے بوجھے راستہ اختیار کرنے والا ہو۔

نحو : مَنْ کی خبر اھدی ہے۔

اَھْدٰی (راہ منزل مقصود پر زیادہ پہنچنے والا ہو) زیادہ راہ پانے والا ہو۔

نحو :اکب یہ کب کا مطاوع آتا ہے کہتے ہیں کببتہٗ فاکبَّ میں نے اس کو اوندھا کیا وہ اوندھا ہو گیا (گویا اکباب لازم و متعدی ہر دو طرح ہے) اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا (یا وہ شخص جو سیدھا چلتا ہے) سویا درست' سیدھا' پھسلنے گرنے سے محفوظ۔ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (ایک ہموار سڑک پر چلا جا رہا ہو) ایک برابر راستہ پر ہو۔

نحو :من کی خبر اھدیٰ محذوف ہے کیونکہ پہلا اھدی اس پر دلالت کرتا ہے۔ بقول کلبی، مکب سے مراد ابوجہل اور اہدی سے نبی اکرم ﷺ ہیں۔

۲۳ :قُلْ هُوَ الَّذِیْ اَنْشَاَكُمْ (آپ کہہ دیجئے کہ وہی جس نے تم کو پیدا کیا) ابتداءً اس نے تمہیں پیدا کیا۔ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ (اور اس نے تم کو کان، آنکھیں اور دل دیے) ان کو اس لئے خاص کیا کیونکہ یہ تینوں ذرائع علم ہیں۔

تم بالکل شکر نہیں کرتے:

قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ (تم لوگ بہت کم شکر کرتے ہو) ان انعامات کا کیونکہ تم شرک کرتے ہو اور خالص اس کی عبادت نہیں کرتے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ تم بہت قلیل شکریہ ادا کرتے ہو۔ اس صورت میں مَا زائد ہے۔ ایک قول یہ ہے قلت سے مراد عدم ہے کہ تم بالکل شکر نہیں کرتے ہو۔

۲۴ :قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ (آپ کہہ دیجئے کہ وہی ہے جس نے تم کو روئے زمین پر پھیلایا اور تم اسی کے پاس اکٹھے کیے جاؤ گے) ذرأکم اس نے پیدا کیا۔ تحشرون حساب و جزاء کیلئے جمع کیے جاؤ گے۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ

اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہو گا اگر تم سچے ہو ؟ آپ فرما دیجئے کہ علم تو اللہ ہی کو ہے

وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۶﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ

اور میں تو صرف واضح طریقہ پر ڈرانے والا ہوں' پھر جب اس کو اپنے پاس آتا ہوا دیکھیں گے تو کافروں کے چہرے بگڑ جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا

هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿۲۷﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ

کہ یہ وہی ہے جس کو تم مانگا کرتے تھے۔ آپ فرما دیجئے کہ تم بتاؤ اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک

اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا

فرما دے یا ہم پر رحم فرمائے سو وہ کون ہے جو کافروں کو دردناک عذاب سے بچائے گا۔ آپ فرما دیجئے کہ وہ رحمن ہے ہم اس

بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ

پر ایمان لائے اور ہم نے اسی پر بھروسہ کیا۔ سو تم عنقریب جان لو گے کہ وہ کون ہے جو کھلی ہوئی گمراہی میں ہے' آپ فرما دیجئے کہ تم بتاؤ

اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴿۳۰﴾ ع ۲

اگر تمہارا پانی زمین میں نیچے چلا جائے سو وہ کون ہے جو تمہارے پاس چشمہ والا پانی لے آئے۔

۲۵ : وَيَقُوْلُوْنَ (اور یہ لوگ کہتے ہیں) کافر مؤمنوں کو بطور استہزاء کہتے تھے۔ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ (کہ یہ وعدہ کب ہوگا) وہ جس کا تم ہم سے وعدہ کرتے رہتے ہو۔ وعد سے عذاب والا وعدہ مراد ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو) اس کے واقع ہونے میں تو ہمیں اس کا زمانہ بتلا دو۔

۲۶ : قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ (آپ کہہ دیجیے کہ یہ علم) یعنی عذاب کے وقت کا علم عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور میں تو محض صاف صاف ڈرانے والوں میں سے ہوں) نذیر ڈرانے والا۔ مبین شرائع کی تمہارے سامنے وضاحت پیش کرنے والا۔

۲۷ : فَلَمَّا رَاَوْهُ (پھر جب اس کو پاس آتا ہوا دیکھیں گے) ہٗ سے مراد وہ عذاب ہے جس کا وعدہ کیا گیا۔ زُلْفَةً (اپنے قریب)

نحو : یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

کافروں پر اکتاہت کا سوار ہونا:

سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (تو کافروں کے منہ بگڑ جائیں گے) وعدۂ عذاب کو دیکھتے ہی ان کے چہرے بگڑ جائیں

گے اس لئے کہ ان پر اکتاہٹ اور برائی سوار ہو جائیگی اور ان کے چہروں پر سیاہی کے بادل چڑھ جائیں گے۔ وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِىْ (اور ان کو کہا جائے گا) یہ زبانیہ کا قول ہے وہ کہیں گے۔ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ (جس کو تم مانگا کرتے تھے) تدعون الدعاء سے باب افتعال ہے یعنی تم اس کو جلد مانگتے تھے اور تم کہتے تھے ائتِنَا بِمَا تَعِدُنَا۔ نمبر۲۔ یہ الدعوی مصدر سے ہے یعنی اس کے سبب سے تم دعویٰ کرتے تھے۔ کہ تم اٹھائے نہ جاؤ گے۔

قراءت: یعقوب نے تُدْعُوْن تخفیف سے پڑھا ہے۔

کفار کی دُعائے ہلاکت کا جواب:

۲۸ : قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِىَ اللّٰهُ (آپ کہہ دیجیے کہ تم یہ بتلاؤ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو ہلاک کر دے) مجھے موت دے دے جیسا دوسرے مقام پر فرمایا اِنْ امْرَؤٌا هَلَكَ [النساء:۱۷۶] وَمَنْ مَّعِىَ (اور میرے ساتھیوں کو جو میرے ساتھ ہیں) اَوْ رَحِمَنَا (یا ہم پر رحمت فرمائے) پس ہماری موت کو مؤخر کر دے۔ فَمَنْ يُّجِيْرُ (تو کون بچائے گا) نجات دے گا۔ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ (کافروں کو دردناک عذاب سے) الیم بمعنی مولم ہے۔

کفارِ مکہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے متعلق ہلاکت کی دعائیں کرتے پس اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ان کا جواب اس طرح دینے کا حکم فرمایا۔ ہم مؤمن دو اچھائیوں میں سے ایک کے منتظر ہیں خواہ تمہاری تمنا کے مطابق ہم ہلاک ہو جائیں تو جنت میں پہنچ جائیں گے یا اللہ تعالیٰ ہم پر رحمت فرما کر تمہارے خلاف ہماری مدد کر کے تم پر غلبہ دے دیں گے۔ جیسا کہ ہم امیدوار ہیں تو بھی ہم کامیاب پھر تمہارا کیا بنے گا۔ تمہیں اور تمہارے کافروں کو آگ کے عذاب سے کون بچائے گا۔ تمہارے لئے وہ (کفر کی حالت میں تو) آگ یقینی ہے۔

۲۹ : قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ (آپ کہہ دیجئے کہ وہ بڑا مہربان ہے۔ یعنی جس ذات کی طرف میں تمہیں بلاتا ہوں وہ رحمان ہے۔ اٰمَنَّا بِهٖ (ہم اس پر ایمان لائے) اور اس کی تصدیق کی اور ہم نے تمہاری طرح کفر نہیں کیا۔ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا (اور ہم اس پر توکل کرتے ہیں) پس ہم نے اپنے تمام امور اسی ہی کے سپرد کر رکھے ہیں۔ فَسَتَعْلَمُوْنَ (پس عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا) جبکہ تم پر عذاب نازل ہو گا۔

قراءت: علی نے یعلمون یاء سے پڑھا ہے۔

مَنْ هُوَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (کہ کون کھلی گمراہی میں ہے تم یا ہم)

۳۰ : قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا (کہہ دیجئے اچھا بتلاؤ۔ اگر تمہارا پانی نیچے کو غائب ہی ہو جائے) گہرائی میں زمین کے اندر چلا جائے۔ ڈول اس کو نہ پہنچ سکیں یہ صفت مصدر کی صورت میں لائی گئی جیسا عدل بمعنی عادل آتا ہے۔ فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ (تو کون ہے جو تمہارے پاس بہتا ہوا پانی لے آئے) معین (جاری) جو اس کو پہنچ جائے جو اس کا ارادہ کر لے۔

لطفیہ : ایک ملحد کے سامنے یہ آیات پڑھی گئیں تو وہ کہنے لگا ہم کسی کدال سے نکال لیں گے رات کو اس کی آنکھ کا پانی چلا گیا اور وہ

اندھا ہو گیا اور اسے کہا گیا اب کسی کدال سے لے آؤ۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ محمد بن زکریا متطبب تھا۔ (اعاذنا اللہ منہ) اے اللہ ہماری بصیرت میں اضافہ فرما۔

تم بحمد الله رب العالمين سورة الملك بتفسير فى الاردية ۲۳ربيع الاول ۱۴۲۴ء

سُوْرَةُ الْقَلَمِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ القلم مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں باون آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۙ﴿۱﴾ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۚ﴿۲﴾ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا

ن، قسم ہے قلم کی اور فرشتوں کے لکھنے کی، آپ اپنے رب کی نعمت کی وجہ سے مجنون نہیں ہیں، اور بلاشبہ آپ کے لئے ایسا اجر ہے

غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۚ﴿۳﴾ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴿۴﴾ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۙ﴿۵﴾ بِاَيِّيْكُمُ

جو ختم ہونے والا نہیں، اور بیشک آپ بڑے اخلاق والے ہیں سو عنقریب آپ دیکھ لیں گے اور یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کس کو

الْمَفْتُوْنُ ﴿۶﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۷﴾

جنون تھا، بلاشبہ آپ کا رب اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۸﴾

سو آپ تکذیب کرنے والوں کی بات نہ مانئے۔

قلم کی قسم کثرت منافع کے لئے کھائی:

۱ : نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ (ن! قسم ہے قلم کی اور ان کے لکھنے کی) نٓ ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد یہی حرف معجم ہے۔ باقی قول حسن رحمہ اللہ کا کہ اس کا معنی دوات ہے اور قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نون مچھلی کو کہتے ہیں۔ جس پر زمین رکی ہوئی ہے اور اس کا نام یھموت ہے وہ یہاں مراد نہیں ہوسکتی کیونکہ اس کے لیے اعراب ضروری ہے خواہ وہ اسم جنس ہو یا علم ہو۔ پس سکون اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حروف تہجی میں سے ہے۔ وَالْقَلَمِ قلم سے وہ مراد ہے جس سے لوح محفوظ کو لکھا گیا نمبر۲۔ ملائکہ کے اقلام۔ نمبر۳۔ جس سے لوگ لکھتے ہیں۔ اس کی قسم اسلئے کھائی کیونکہ اس کے منافع وفوائد بیان سے باہر ہیں۔ وَمَا يَسْطُرُوْنَ یعنی جو کراماً کاتبین لکھتے ہیں۔ نمبر۲۔ خیر کی جو باتیں کسی بھی کتاب میں لکھی جاتی ہیں۔ ما موصولہ ہے یا مصدر یہ۔

۲ : مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ (کہ آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں) یہ جواب قسم ہے اپنے رب کے فضل کی موجودگی میں جو اس نے نبوت اور دیگر انعامات کی صورت میں آپ پر فرمایا۔ (دیوانہ نہیں ہیں)

نحو :انت یہ ما کا اسم ہے۔بمجنون اس کی خبر ہے۔اور بنعمة ربك یہ اسم وخبر کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔بنعمة کی باء محذوف کے متعلق ہے اور وہ حال ہونے کی بناء پر محلاً منصوب ہے۔بمجنون اس میں عامل ہے۔تقدیر کلام اس طرح ہے۔مَا اَنْتَ بِمَجْنُوْنٍ مَنعَمًا عَلَيْكَ بِذٰلِكَ باء اس سلسلہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی کہ مجنون اپنے ماقبل پر عمل کرے کیونکہ یہ باء زائدہ ہے جو تاکید نفی کیلئے ذکر کی گئی ہے۔یہ کفار کے اس قول کا جواب ہے۔جو ان کی زبانوں پر رہتا تھا۔وقالوا يٰاَيُّهَا الذِی نُزِّلَ عَلَيْكَ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُون [الحجر:٦] (ان کے انکار کی شدت کی بناء پر جواب میں قسم اور دیگر تاکیدات لائی گئی ہیں)۔

۳ :وَاِنَّ لَكَ (اور بیشک آپ کے لئے) ان باتوں کے برداشت کرنے اور صبر میں لَاَجْرًا (ایسا اجر ہے) اجر ثواب کے معنی میں ہے۔غَيْرَ مَمْنُوْنٍ (جو ختم ہونے والا نہیں) غیر منقطع ہے نمبر۲۔ایسا ثواب ہے جس پر دوسرے لوگوں کا احسان مند نہ ہونا پڑے۔ محض احسان الٰہی ہے۔

۴ :وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (بلاشبہ آپ اخلاق کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں) ایک قول یہ ہے اس میں اسی بات کا تذکرہ ہے جس کا دوسرے مقام پر حکم دیا خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ[الاعراف:۱۹۹]

اخلاقِ نبوت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کا اخلاق قرآن تھا یعنی قرآن میں جو مکارم اخلاق ہیں۔وہ سب آپ کی طبیعت ثانیہ تھے۔آپ کے اخلاق کو عظیم قرار دیا کیونکہ آپ کو نین پر بخشش وسخاوت فرمانے والے اور کونین کے خالق پر کامل بھروسہ والے تھے۔[مسلم:۷۴۶،نسائی ۳/۱۹۹]

۵ :فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ (پس عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے) عنقریب آپ دیکھ لیں گے اور وہ دیکھ لیں گے یہ آپ کے ساتھ وعدہ اور کفار کے متعلق وعید ہے۔

۶ :بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ (کہ تم میں کس کو جنون تھا) مفتون مجنون کے معنی میں ہے یہ فتن سے لیا گیا کیونکہ وہ جنون کی مشقت میں ڈالا گیا باء زائدہ ہے۔نمبر۲۔المفتون مصدر ہے جیسا المعقول یعنی تم میں کس کو جنون ہے۔

قول الزجاج رحمہ اللہ باء فی کے معنی میں ہے جیسا کہتے ہیں کنت ببلد كذا ای فی بلد كذا میں فلاں شہر میں تھا۔ اب تقدیر کلام یہ ہے فی ایکم المفتون یعنی کس فریق کو ہر دو فریق میں سے جنون تھا مؤمنوں کے فرقہ کو یا کفار کے گروہ کو۔

۷ :اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ (آپ کا پروردگار اس شخص کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے) حقیقتاً وہ ان مجانین کو اچھی طرح جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک چکے ہیں۔وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ (اور وہ راہ پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے) اور وہ عقلاء کو اچھی طرح جانتا ہے۔اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

۸ :فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ (تو آپ ان تکذیب کرنے والوں کا کہنا نہ مانیں) اس میں ان کی نافرمانی پر مضبوطی سے قائم رہنے پر آپ کو آمادہ کیا گیا ہے۔کفار تو یہ چاہتے تھے کہ کچھ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور کچھ عرصہ آپ ان کے معبودوں کی عبادت

وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ﴿۹﴾ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ﴿۱۰﴾ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ

یہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ ڈھیلے پڑ جائیں تو وہ بھی ڈھیلے ہو جائیں اور آپ کسی ایسے شخص کی بات نہ مانیے جو بہت قسمیں کھانے والا ہے ذلیل ہے جو دوسروں کو عیب لگاتا ہے

بِنَمِيْمٍ ﴿۱۱﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ﴿۱۲﴾ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ﴿۱۳﴾ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ

چغل خور ہے خیر سے روکنے والا ہے گناہ کا ارتکاب کرنے والا ہے سخت مزاج ہے اور اس کے بعد منقطع النسب بھی ہے اس وجہ سے کہ وہ مال والا

وَّبَنِيْنَ ﴿۱۴﴾ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۵﴾ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ﴿۱۶﴾

بیٹوں والا ہے جب اس پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ اگلے لوگوں سے نقل کی جانے والی باتیں ہیں ہم عنقریب اسکی سونڈ پر نشان لگا دیں گے۔

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَا

بلاشبہ ہم نے انہیں آزمایا جیسا کہ ہم نے باغ والوں کو آزمایا جبکہ ان لوگوں نے آپس میں قسم کھائی کہ صبح کو چل کر پھل توڑ لیں گے اور انہوں نے

يَسْتَثْنُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۱۹﴾ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ﴿۲۰﴾

انشاء اللہ بھی نہیں کہا سو اس باغ پر آپ کے رب کی طرف سے ایک پھرنے والا پھر گیا اس حال میں کہ وہ سو رہے تھے سو وہ باغ صبح کو ایسا رہ گیا جیسے کٹا ہوا کھیت ہو

فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ﴿۲۲﴾

سو صبح کے وقت وہ آپس میں ایک دوسرے کو پکارنے لگے کہ صبح سویرے اپنے کھیت پر چلے چلو اگر تمہیں پھل توڑنا ہے

کرلیں تو وہ اپنی شرارتیں اور سختیاں آپ سے بند کرلیں گے۔

۹ : وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ (یہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ ڈھیلے ہو جائیں) اگر آپ ان کے سلسلہ میں نرمی اختیار کریں فَيُدْهِنُوْنَ (تو یہ بھی ڈھیلے ہو جائیں) پھر وہ ان کے سلسلہ میں نرمی برتیں گے۔

فیدھنون : یہ اَنْ مضمرہ کی وجہ سے منصوب نہیں ہے حالانکہ یہ تمنی کے جواب میں واقع ہے کیونکہ یہ دوسرے رخ پر مڑ گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مبتدأ محذوف ھُمْ کی یہ خبر ہے ای فھم یدھنون مطلب یہ ہے پھر وہ تو ابھی نرمی اختیار کرلیں گے اس لئے کہ ان کو تو آپ کے نرم پڑنے کی طمع تھی۔

ولید کے متعلق یہ آیت اُتری:

۱۰ : وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ (اور آپ کسی ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جو بہت زیادہ قسمیں اٹھانے والا بے وقعت ہو) حلاف جو جھوٹی سچی بہت قسمیں اٹھائے۔ اس آیت میں بہت زیادہ قسمیں کھانے والوں کو خوب ڈانٹ پلائی گئی ہے۔ مھین۔ نمبرا۔ جو رائے

اورتمیز میں کمی رکھتا ہو۔ یہ المھانۃ سے لیا گیا۔ وہ قلت وحقارت پر بولتے ہیں۔ نمبر۲۔ جھوٹا کیونکہ وہ بھی لوگوں میں ذلیل ہوتا ہے۔

۱۱ : هَمَّازٍ (طعنہ زن) عیب جو، طعنہ مارنے والا۔ غیبت کرنے والے۔ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ (چغلیاں لگا تا پھرتا ہو) ایک قوم کی بات دوسرے لوگوں کو فساد و چغلی کے طور پر نقل کرنے والا۔ النمیم والنمیمہ دونوں کا معنی چغلی ہے۔

۱۲ : مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ (نیک کام سے روکنے والا ہو) بخیل ہو۔ الخیر سے مال مراد ہے۔ نمبر۲۔ اپنے اہل کو نیکی سے بہت روکنے والا اس صورت میں خیر سے مراد اسلام ہے۔ اور یہ ولید بن المغیرۃ مخزومی ہے جمہور علماء کا قول یہی ہے۔ اس کے دو بیٹے تھے وہ ان کو کہا کرتا تھا۔ جو تم میں سے مسلمان ہوگا میں اس کا خرچہ بند کردونگا۔ مُعْتَدٍ (حد سے گزرنے والا ہو) ظلم میں حدود کو پھاندے والا۔ اَثِيْمٍ (گناہوں کا کرنے والا ہو) بہت گناہ کرنے والا۔

۱۳ : عُتُلٍّۭ (سخت مزاج ہو) اکھڑ بد خلق بَعْدَ ذٰلِكَ (اس کے بعد) اس کے ان شمار کردہ معایب کے ساتھ زَنِيْمٍ (حرامی کی تہمت والا) منسوب۔ ولید قریش کی طرف منسوب تھا۔ ان کے اصل میں سے نہ تھا جب اس کی عمر ۱۸ سال کی ہوگئی تو تب اس کے باپ نے اس کے اپنا بیٹا ہونے کا اقرار کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کی ماں نے ارتکابِ زنا کیا تھا۔ اس آیت کے نزول سے قبل ولید کو اس بات کا علم نہ تھا۔ جب نطفہ خبیث ہو تو اس شخص میں خباثتیں ہی ہونگی۔ روایت میں ہے کہ یہ اپنی ماں کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میری دس صفات بیان کی ہیں۔ نو تو مجھ میں موجود ہیں دسویں صفت الزنیم اس کا مجھے علم نہیں ہے تو مجھے سچی بات بتلا ورنہ میں تیری گردن اڑادونگا۔ اس کی ماں نے کہا تیرا باپ عنین و نامرد تھا۔ مجھے خطرہ ہوا کہ یہ مرجائے گا اور مال اولاد کے علاوہ اور کسی کے ہاں چلا جائے گا۔ چنانچہ میں نے ایک چرواہے کو اپنے نفس پر قابو دیا۔ تو اس چرواہے کا نطفہ ہے۔

۱۴ : اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ (اس سبب سے کہ وہ مال واولاد والا ہو) یہ ولاتطع سے متعلق ہے یعنی ان معایب کے ہوتے ہوئے اس کی اتباع اس بنا پر مت کرو کہ وہ مالی وسعت رکھتا ہے۔ نمبر۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ یہ مابعد سے متعلق ہو۔ اس وجہ سے کہ وہ مال واولاد والا تو ہماری آیات کی تکذیب کرتا ہے۔ اس پر اذا تتلٰی دلالت کررہا ہے۔

۱۵ : اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا (جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھکر سنائی جاتی ہیں) آیات سے قرآن مجید مراد ہے۔ قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (تو وہ کہتا ہے کہ یہ بے سند باتیں ہیں)

نحو : اس میں قال عمل نہیں کرتا کیونکہ شرط کا مابعد اپنے ماقبل پر عمل نہیں کرتا۔

قراءت : حمزہ، ابوبکر نے أأن پڑھا ہے۔ کیا اس لئے کہ وہ مال واولاد والا ہے۔ اس نے جھٹلایا اور تکذیب کی؟ اَنْ شامی،، یزید، یعقوب، سہل، نے بلا ہمزہ پڑھا ہے۔ گویا لام اس سے پہلے محذوف ہے یعنی اس وجہ سے اس کی بات نہ مان لینا کہ مال والا ہے۔ علماء نے کہا کہ جب ولید نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کاذب ہونے کا عیب دھرا اور نام لے کر المجنون کہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے دس سچے نام بتلائے۔

ایک نکتہ:

جب عدل الٰہی کا فیصلہ یہ ہے کہ رسول ﷺ کے ساتھ ایک زیادتی کرنے والے کو دس گنا سزا سے نوازا۔ تو اس کے فضل کا تقاضا یہی تھا کہ جو آپ پر ایک مرتبہ درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائیں۔

خرطوم تذلیل کے لئے فرمایا:

۱۶ : سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ (ہم عنقریب اس کی ناک پر داغ لگائیں گے) تسم داغ دینا۔ الخرطوم: ہاتھی کی سونڈھ۔ تذلیل کیلئے اس کی ناک کو خرطوم فرمایا۔ اور علم کے طور پر ذکر کیا تا کہ وہ اسی سے معروف ہو۔ ناک کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کیونکہ اسپر لگا ہوا نشان بہت بھدا لگتا ہے۔ ایک قول یہ ہے بدر کے دن اس کی ناک میں تلوار سے نکیل ڈالی گئی وہ اس کی خاک پر مستقل نشان چھوڑ گئی۔

۱۷ : اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ (ہم نے ان کی آزمائش کر رکھی ہے) ہم نے اہل مکہ کا قحط و بھوک کے ساتھ امتحان لیا۔ یہاں تک کہ مردار اور بوسیدہ ہڈیاں کھانے تک مجبور ہو گئے۔ اور یہ نبی اکرم ﷺ کی اس بددعا کی وجہ سے ہوا۔ اللھم اشددو طأتك على مضر و اجعلها سنين كسنى يوسف [بخاری: ۸۰۴، مسلم ۶۷۵] اے اللہ مضر پر بندھن کو سخت فرما اور یوسف علیہ السلام کے زمانہ جیسا قحط ان پر مسلط فرما۔

باغ والوں کی مثال:

كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ (جیسا ہم نے باغ والوں کی آزمائش کی تھی) وہ نماز پڑھنے والے لوگ تھے۔ ان کے والد کا ایک باغ بستی میں تھا جس کو ذروان کہتے تھے۔ یہ صنعاء یمن سے دو فرسنگ پر واقع تھا۔ وہ اس باغ سے سال کا خرچہ حاصل کرتا۔ باقی فقراء و مساکین کو دے دیتا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو اس کے بیٹے کہنے لگے اگر ہم بھی اسی طرح کریں گے جیسا ہمارا والد کرتا تھا تو ہم تنگدست ہو جائیں گے۔ ہم صاحب عیال ہیں۔ پس انہوں نے باہمی قسمیں اٹھائیں۔ کہ ليصرمنها مصبحين منه اندھیرے توڑ لیں گے تا کہ مساکین کو علم نہ ہو۔ انہوں نے قسم میں انشاء اللہ نہ کہا پس اللہ تعالیٰ نے ان کے باغ کو جلا دیا۔ قول حسن رحمہ اللہ یہ کافر تھے۔ قول جمہور: یہ مسلمان تھے جیسا پہلا قول نقل کیا۔ اِذْ اَقْسَمُوْا (انہوں نے قسمیں اٹھائیں) لَيَصْرِمُنَّهَا (وہ ضرور اس کا پھل توڑ لیں گے) مُصْبِحِيْنَ (صبح سویرے) جونہی صبح داخل ہو اور فقراء ادھر ادھر منتشر ہوں۔

نحو: یہ یصرمنها کی ضمیر فاعلی سے حال ہے۔

۱۸ : وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ (اور انہوں نے انشاء اللہ بھی نہ کہا) انشاء اللہ کو عرب کے لوگ استثناء کا نام دیتے ہیں۔ اگرچہ صورۃً تو یہ شرط ہے کیونکہ یہ استثناء کا معنی ادا کرتا ہے۔ لا خرجن انشاء الله اور لااخرج الا ان يشاء الله دونوں کا معنی ایک ہے۔

۱۹ : فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ (اس باغ پر آپ کے رب کی طرف سے پھرنے والا پھر گیا) اس پر عذاب اترا۔ ایک قول

فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴿۲۳﴾ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴿۲۴﴾ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ

پھر وہ لوگ آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے چلے کہ آج تمہارے پاس کوئی مسکین نہ آنے پائے اور وہ اپنے کو اس کے نہ دینے پر قادر

قٰدِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴿۲۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ

سمجھ کر چلے' پھر جب اس باغ کو دیکھا تو کہنے لگے کہ بے شک ہم راستہ بھول گئے بلکہ بات یہ ہے کہ ہم محروم کر دیئے گئے' ان میں جو اچھا

اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾

آدمی تھا وہ کہنے لگا کہ کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ تم اللہ کی تسبیح کیوں بیان نہیں کرتے' کہنے لگے ہم اپنے رب کی پاکی بیان کرتے ہیں بلاشبہ ہم قصوروار ہیں'

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿۳۱﴾

پھر ایک دوسرے پر متوجہ ہو کر باہم الزام دینے لگے' کہنے لگے ہائے ہماری خرابی بلاشبہ ہم حد سے بڑھ جانیوالے تھے۔

عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ

اُمید ہے کہ ہمارا رب ہمیں اس کے بدلہ اس سے بہتر عطا فرما دے' بلاشبہ ہم اپنے رب کی طرف رغبت کرنیوالے ہیں۔ اسی طرح عذاب ہوتا ہے

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ ع

اور آخرت کا عذاب اس سے بڑھ کر ہے کیا خوب ہوتا کہ یہ لوگ جان لیتے۔

اللہ تعالیٰ نے آگ سے اس کو جلا دیا۔ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ (اور وہ سو رہے تھے) اپنی نیند کی حالت میں تھے۔

۲۰ : فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ (پھر صبح کو وہ باغ ایسا رہ گیا جیسا کٹا ہوا کھیت)

اصبحت یہ صار کے معنی میں ہے صریم: اندھیری رات کی طرح یعنی جل کر سیاہ ہو گیا۔ نمبر۲۔ صبح کی طرح یعنی سفید زمین بن گئی جس میں کوئی درخت نہ تھا۔ ایک قول یہ ہے وہ کٹی ہوئی کھیتی کی طرح ہو گیا گویا وہ کاٹ لیا گیا کیونکہ اس کے پھل تباہ ہو گئے۔

۲۱ : فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ (پس صبح کے وقت وہ ایک دوسرے کو پکارنے لگے)

۲۲ : اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ (کہ اپنے کھیت پر سویرے چلو) علی حرثکم کہا الی حرثکم نہیں کہا گیا۔ کیونکہ غدا جس میں انہوں نے کھیت کاٹنا تھا وہ غدا علیہ استعمال ہوتا ہے۔ نمبر۲۔ غدا کے لفظ میں اقبال کا معنی ضمناً پایا جاتا ہے گویا اس طرح ہے فاقبلوا علی حرثکم باکرین تم صبح سویرے اپنی کھیتی کی طرف متوجہ ہو۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ (اگر تم کو پھل توڑنا ہے) توڑنے کا ارادہ رکھتے ہو۔

۲۳ : فَانْطَلَقُوْا (پھر وہ چلے) کھیتی کی طرف گئے وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ (آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے) سرگوشی کر رہے

تھے تا کہ کسی مسکین کو بھنک نہ پہنچ جائے۔

۲۴ :اَنْ لَّا یَدْخُلَنَّهَا (نہ آئے تم تک) یعنی باغ میں۔اَن مفسرہ ہے ایک قراءت میں اس کے بغیر پڑھا گیا۔ ای یتخافتون یقولون لایدخلنها الْیَوْمَ عَلَیْكُمْ مِّسْكِیْنٌ (آج کوئی محتاج) مسکین کے داخلے کی نفی سے مسکین کو داخل ہونے کی قدرت کی نفی ہے کہ اس کو داخل نہ ہونے دو۔

۲۵: وَّغَدَوْا عَلٰی حَرْدٍ قٰدِرِیْنَ (وہ اپنے کو اس کے نہ دینے پر قادر سمجھ کر چلے) حرد جدوجہد سے روکنا۔قادرین وہ اپنے نفسوں میں روکنے پر قادر ہیں۔یہ نفطویہ کا قول ہے۔نمبر۲۔الحرد ارادہ اور سرعت یعنی وہ چلے تیزی سے اپنے باغ کا قصد کرنے والے تھے۔اور اپنے دلوں میں اس کے کاٹنے پر قادر تھے اور اس کی منفعت کو مساکین سے روکنے والے تھے۔

نمبر۳۔الحرد یہ باغ کا نام ہے۔وہ حردنامی باغ کی طرف چلے اس مال میں کہ وہ اس کے پھل اپنے خیال میں توڑنے والے تھے۔

۲۶ :فَلَمَّا رَاَوْهَا (پھر جب انہوں نے اس باغ کو دیکھا) اپنے باغ کو جلا ہوا دیکھا قَالُوْٓا (انہوں نے پہنچنے کے فوراً بعد کہا) اِنَّا لَضَآلُّوْنَ (بیشک ہم راستہ بھول گئے) ہم اپنے باغ کے راستہ سے بھٹک گئے اس میں وہ رونق نہیں اس لئے کہ وہ اس کی تباہی دیکھ رہے تھے۔پھر جب انہوں نے غور کیا تو پہچان کر کہنے لگے۔

۲۷ :بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ (بلکہ ہماری قسمت ہی پھوٹ گئی) ہم اس کے نفع سے محروم کر دیئے گئے کیونکہ ہم نے گناہ کیا جس کی ہمیں یہ سزا ملی۔

۲۸ :قَالَ اَوْسَطُهُمْ (ان میں سے اچھے آدمی نے کہا) انصاف پسند سب سے بہتر آدمی اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ (کیا میں نے تم کو نہ کہا تھا۔اب تسبیح کیوں نہیں کرتے) تم انشاء اللہ کیوں نہیں کہتے کیونکہ استثناء تسبیح ہے کیونکہ تعظیم الٰہی کا معنی دونوں میں مشترک ہے استثناء تفویض اور تسبیح تنزیہ ہے اور تنزیہ وتفویض ہر دو تعظیم ہیں۔نمبر۲۔تم اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے اس کی بارگاہ میں خبیث نیت سے توبہ کیوں نہیں کرتے۔گویا ان کے منصف آدمی نے ان کے اس ارادہ کے وقت ان کو یہ بات کہی۔تم اللہ تعالیٰ اور اس کے اس انتقام کو یاد کرو جو وہ مجرمین سے لیا کرتا ہے۔پس اس خبیث خیال سے توبہ کرو۔انہوں نے اس کی ایک نہ مانی اب وہ ان کو عار دلا رہا ہے۔اور اسی لئے انہوں نے کہا۔

اعترافِ جرم:

۲۹ :قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ (سب کہنے لگے۔ہمارا پروردگار پاک ہے بیشک ہم قصوروار ہیں) انہوں نے خرابی بسیار کے بعد اس چیز پر گفتگو کی جو کہ ان کو قبل ازیں کرنی چاہیے تھی اور نیکی کی ممانعت کرنے کے ظلم کا اپنے متعلق اعتراف کیا۔اور انشاء اللہ چھوڑنے کی غلطی مان گئے اور اللہ تعالیٰ کی تنزیہ کرتے ہوئے اس کو ظلم سے پاک قرار دیا۔

۳۰ :فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَلَاوَمُوْنَ (پھر ایک دوسرے کو مخاطب بنا کر باہم الزام دینے لگے) مساکین پر خیرات

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۳۴﴾ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۵﴾

بلاشبہ پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کے پاس نعمت والے باغ ہیں۔ کیا ہم فرمانبرداروں کو نافرمانوں کے برابر کر دیں گے

مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا

تمہیں کیا ہوا تم کیسا فیصلہ کرتے ہو؟ کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جسے تم پڑھتے ہو اس میں تمہارے لئے وہ چیز لکھی ہوئی ہو جسے

تَخَيَّرُوْنَ ﴿۳۸﴾ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۹﴾

تم پسند کرتے ہو؟ کیا تمہارے لئے ہمارے اوپر قسمیں ہیں جو قیامت تک باقی رہنے والی ہیں کہ تمہیں وہ دیا جائے گا جس کا تم فیصلہ کرتے ہو

سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا

ان سے دریافت کیجئے کہ ان میں اس کا کون ذمہ دار ہے؟ کیا انکے لئے ٹھہرائے ہوئے شریک ہیں سو وہ اپنے شریکوں کو لے آئیں

صٰدِقِيْنَ ﴿۴۱﴾ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۴۲﴾

اگر سچے ہیں۔ جس دن ساق کی تجلی فرمائی جائے گی اور یہ لوگ سجدہ کی طرف بلائے جائیں گے سو سجدہ نہ کر سکیں گے

سے بھاگنے کی جو بدترین حرکت انہوں نے کی تھی اس پر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ ہر ایک دوسرے پر ڈال رہا تھا۔ پھر سب نے حد سے تجاوز کرنے کا اعتراف کرلیا۔

۳۱ : قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ (کہنے لگے ہم حد سے نکلنے والے تھے) کہ فقراء کا حق روک لیا اور انشاء اللہ بھی چھوڑ دیا۔

۳۲ : عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ (شاید ہمارا پروردگار ہم کو اس سے اچھا باغ بدلہ میں دے دے)

قراءت: یبدلنا تشدید کے ساتھ مدنی، ابوعمرو نے پڑھا ہے۔ ھا سے مراد سابقہ باغ ہے۔

اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ (ہم اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں) اسی سے خیر و بھلائی کے طالب ہیں اور اس کے عفو کے امیدوار ہیں۔ قول مجاہد رحمہ اللہ: انہوں نے توبہ کی تو اس سے بہتر باغ بدلے میں دیا گیا۔ قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ: انہوں نے اخلاص اختیار کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں ''الحیوان'' نامی باغ عنایت فرمایا اس میں انگور کے گچھے کو خچر اٹھاتا تھا۔

۳۳ : كَذٰلِكَ الْعَذَابُ (اسی طرح عذاب ہوا کرتا ہے) یعنی اس عذاب کی طرح جس کا تذکرہ ہم نے کیا یہ دنیا کا عذاب ہے جو ان کیلئے ہے جو انہی کی راہ پر چلے۔ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ (اور آخرت کا عذاب اس سے بھی بڑھ کر ہے) بہت ہی بڑا ہے۔ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (کیا خوب ہوتا کہ یہ لوگ جان لیتے) اسلئے کہ جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ ان کو عذاب کی طرف دھکیل رہا ہے۔

۳۴ : لربط : پھر ایمان والوں کو ملنے والے انعامات کا ذکر فرمایا اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ (بیشک پرہیزگاروں کیلئے) جو شرک سے بچنے

والے ہیں۔عِنْدَ رَبِّهِمْ (ان کے رب کے نزدیک) یعنی آخرت میں جَنّٰتِ النَّعِیْمِ (آسائش کی جنتیں ہیں) وہ ایسے باغات ہیں جن میں خالص نعمتوں سے لطف اندوزی ہوگی دنیا کے باغات ایسے نہیں۔

مسلم ومجرم برابر نہیں:

۳۵ :اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ كَالْمُجْرِمِیْنَ (کیا ہم فرمانبرداروں کو نافرمانوں کے برابر کردیں گے) یہ استفہام انکاری ہے جو ان کے اس قول کا انکار کرنے کیلئے لائے۔لو کان ما یقول محمد حقا فنحن نعطی فی الأخرة خیرًا مما یعطی هو ومن معه کمافی الدنیا۔اگر محمد سچے ہوں بھی پھر بھی ہم کو آخرت میں ان سے بہتر نعمتیں ملیں گی جیسا کہ دنیا میں ہیں تو فرمایا کیا ہم فیصلہ میں ظلم کریں گے کہ مسلمانوں کو کافروں کی طرح کردیں گے؟ یعنی ایسا ہرگز نہ ہوگا۔پھر بطریق التفات ان کو فرمایا۔

۳۶ :مَالَكُمْ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ (تم کو کیا ہوگیا تم کیسا فیصلہ کرتے ہو) یہ ٹیڑھا فیصلہ کہ نافرمان اور فرمانبردار یکساں۔اس سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ آخرت کا معاملہ تمہارے سپرد ہوگیا کہ جو چاہو اس میں تم فیصلہ کردو۔

۳۷ :اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ (کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے) جو آسمان سے آئی ہو فِیْهِ تَدْرُسُوْنَ (جس میں تم پڑھتے ہو) یعنی اس کتاب میں پڑھ لیتے ہو کہ:

۳۸ :اِنَّ لَكُمْ فِیْهِ لَمَا تَخَیَّرُوْنَ (کہ اس میں تمہارے لیے وہ چیز ہو جس کو تم پسند کرتے ہو) یعنی یہ کہ جو تمہاری دل پسند اور خاطر خواہ چیزیں ہیں۔وہ تمہیں ملیں گی۔اصل عبارت اس طرح ہے۔تدرسون اَنَّ لکم ماتخیرون۔

نحو :اَنَّ مفتوح ہونا چاہیے کیونکہ وہ مدروس ہے کیونکہ پڑھنا اسی پر واقع ہونے والا ہے۔اِنَّ مکسورہ تو لام کے آنے کی وجہ سے آیا ہے۔اور یہ بھی درست کہ یہ پڑھی جانے والی چیز کو بطور حکایت بیان کیا گیا ہو۔جیسا کہ اس قول میں ہے وترکنا علیه فی الآخرین۔سلام علی نوح [الصافات:۷۸:۷۹] تخیر اور اختار الشئ کسی چیز سے خیر کا حاصل کرنا۔

۳۹ :اَمْ لَكُمْ اَیْمَانٌ عَلَیْنَا (کیا ہمارے اوپر کچھ قسمیں چڑھی ہوئی ہیں جو تمہاری خاطر سے کھائی گئی ہوں) ایمان سے ایسے وعدے جن کو قسموں سے پختہ کیا گیا ہو۔بَالِغَةٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ (اور وہ قسمیں قیامت تک باقی رہنے والی ہوں) یعنی وہ اس دن تک پہنچنے والی ہیں۔اور وافر مقدار میں اس دن ختم ہونگی ان میں کوئی قسم باطل نہ ہوگی یہاں تک کہ مقسم علیہ کی پختگی ثابت ہوجائے۔(اس کے مطابق ترکیب اول ہوگی)

نحو :نمبر۱۔ایمان موصوف ہے اور بالغۃ صفت اور الی یوم القیامة اس کے متعلق ہے نمبر۲۔مقدر سے متعلق ہے تقدیر کلام اس طرح ہے هی ثابتة لکم علینا لا الیٰ یوم القیامة لا نخرج عن عهدتها الایومئذ اذا حکمناکم واعطیناکم ماتحکمون۔وہ قسمیں تمہاری طرف سے ہم پر لازم ہیں قیامت تک رہنے والی ہیں کہ ہم ان کی ذمہ داری سے اسی دن عہدہ برآ ہونگے جب تمہارے حق میں فیصلہ کردیں گے اور تمہارے فیصلہ کے مطابق تمہیں دے دیں گے۔اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ (کہ تم کو وہ چیزیں ملیں گی جو تم فیصلہ کررہے ہو) اپنے نفوس کے متعلق جو تم فیصلہ کررہے ہو۔یہ جواب قسم ہے کیونکہ ام لکم ایمان

علینا کا معنیٰ یہ ہے کیا ہم نے تمہارے لئے انتہائی تاکیدی قسمیں اٹھا رکھی ہیں۔

۴۰ : سَلْهُمْ (ان مشرکین سے پوچھیں) اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ (ان میں سے اس کا کون) اس فیصلہ کا زَعِيْمٌ (ذمہ دار ہے) یعنی کفیل ہے کہ ایسا ضرور ہوگا۔

۴۱ : اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ (کیا ان کے ٹھہرائے ہوئے کچھ شریک ہیں) یعنی کچھ لوگ ہیں جو اس بات میں ان کے ساتھ شریک ہونگے اور ان کے راستہ پر چلیں گے۔ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ (پس ان کو چاہیے کہ اپنے ان شریکوں کو پیش کریں اگر یہ سچے ہیں) اپنے اس دعویٰ میں مطلب یہ ہے کہ کوئی ایک بھی ان کا یہ حق نہ مانے گا اور نہ ان کی معاونت کرے گا جیسا کہ انکے پاس کوئی کتاب نہیں جو ان کے حق میں گواہ ہو۔ اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا کوئی وعدہ اور ان کا کوئی کفیل ہے جس نے ان کی ضمانت اٹھالی ہو۔

۴۲ : يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ (جس دن ساق کی تجلی فرمائی جائے گے)

نحو : یومَ یہ فلیاتوا کا ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر۲۔ اذکر مضمر کی وجہ سے منصوب ہے۔

شدت بطور کنایہ ہے:

قول جمہور: کشف ساق یہ معاملے کی شدت اور مصیبت کی زیادتی کی تعبیر ہے پس معنی یہ ہوگا جس دن معاملہ سخت اور مشکل ہو جائے گا۔ وہاں نہ کشف ہے اور نہ ساق ہے۔ لیکن شدت کو بطور کنایہ اس طرح بیان کیا کیونکہ جب وہ کسی سختی میں پھنس جاتے تو پنڈلی کھول دیتے اور یہ اسی طرح ہے جیسا تم کہو اس آدمی کو جو بہت ہی بخیل ہو۔ يده مغلولة حالانکہ نہ وہاں ہاتھ ہے اور نہ طوق بلکہ بخل سے کنایہ ہے۔ باقی جن لوگوں نے اس کو تشبیہ قرار دیا تو اس کا سبب ان کی کم فہمی اور علم بیان سے قلیل واقفیت ہے اگر بات اسی طرح ہوتی جیسا مشبہین کہتے ہیں تو ساق کو معرفہ لایا جانا چاہیے تھا۔ کیونکہ ان کے نزدیک تو یہ ساق مقررہ ہے۔ وَيُدْعَوْنَ (اور لوگوں کو بلایا جائے گا) کفار کو اس جگہ بلایا جائے گا۔ اِلَى السُّجُوْدِ (سجدہ کی طرف) یہ سجدہ تکلیفی نہیں بلکہ توبیخی ہوگا اس لئے کہ انہوں نے دنیا میں سجدہ چھوڑا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ (پس یہ لوگ سجدہ نہ کرسکیں گے) کیونکہ ان کی پشتیں گائے کے سینگوں کی طرح ہو جائیں گی جو جھکتے اٹھتے دوہری نہیں ہوتیں۔

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾

ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی ان پر ذلت چھائی ہوئی ہو گی اور یہ لوگ سجدہ کی طرف اس حالت میں بلائے جاتے تھے جبکہ صحیح سالم تھے۔

فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ؕ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۴﴾

سو آپ مجھے اور ان لوگوں کو چھوڑ دیئے جو اس بات کو جھٹلاتے ہیں ہم انہیں تدریجاً لے جا رہے ہیں اس طور پر کہ انہیں خبر بھی نہیں،

وَاُمْلِيْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۴۵﴾ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۶﴾ اَمْ

اور میں ان کو مہلت دیتا ہوں۔ بے شک میری تدبیر مضبوط ہے کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ طلب کرتے ہیں کہ وہ اس کے تاوان سے دبے جا رہے ہیں کیا

عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ

ان کے پاس غیب ہے جسے وہ لکھا کرتے ہیں۔ سو آپ اپنے رب کی تجویز پر صبر کیجئے اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جایئے، جب کہ

الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ﴿۴۸﴾ لَوْلَاۤ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ

اس نے اس حالت میں پکارا کہ وہ غم سے گھٹ رہا تھا اگر اس کے رب کی نعمت اسکی دستگیری نہ کرتی تو وہ بدحالی کے ساتھ میدان میں ڈال

وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿۴۹﴾ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۵۰﴾

دیا جاتا، پھر اس کے رب نے اسے برگزیدہ کر لیا اور اس کو صالحین میں شامل فرما دیا۔

۴۳ : خَاشِعَةً (جھکنے والی ہونگی)

نحو : یہ یدعون کی ضمیر سے حال ہے۔

اَبْصَارُهُمْ (ان کی آنکھیں) تقدیر کلام یہ ہوگا یدعون فی حال خشوع ابصارھم آنکھوں کے جھکنے کی حالت میں ان کو بلایا جائے گا۔ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ (ان پر ذلت چھائی ہوگی) ان کو ذلت ڈھانپ لے گی۔ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ (اور یہ لوگ سجدہ کی طرف بلائے جایا کرتے تھے) رسولوں کی زبانوں پر اِلَى السُّجُوْدِ (دنیا میں سجدہ کی ان کو دعوت دی جاتی تھی) وَهُمْ سَالِمُوْنَ (اور وہ صحیح سالم تھے) وہ صحت مند تھے پھر وہ سجدہ نہ کرتے تھے۔ پس اسی طرح اس جگہ ان کو سجدہ سے روک دیا گیا۔

۴۴ : فَذَرْنِيْ (پس رہنے دو مجھ کو) عرب کے لوگ ذرنی و ایاہ بولتے ہیں۔ مطلب یہ ہوتا ہے اس کو میرے حوالے کرو میں اس سے نپٹ لوں گا۔ وَمَنْ يُّكَذِّبُ (اور اس کو جو جھٹلاتے ہیں) اس کا مفعول پر عطف ہے یا یہ مفعول معہ ہے۔ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ (اس کلام کو) مراد قرآن مجید ہے۔ مقصد یہ ہے اس کا معاملہ میرے اوپر چھوڑ دو۔ میں اس کو جانتا ہیں جو کچھ اس کے ساتھ کرنا ہے اور اس کی طاقت رکھتا ہوں آپ اس کی وجہ سے اپنے دل کو پریشان مت کریں اور انتقام میں مجھ پر توکل کریں۔ اس میں مکذبین کو

تہدید کی گئی اور آنحضرت ﷺ کو تسلی دی گئی ہے۔

استدراج کی حالت:

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ (ہم ان کو بتدریج لئے جا رہے ہیں) درجہ بدرجہ ان کو عذاب سے قریب کر رہے ہیں۔ عرب کہتے ہیں۔ استدرجه الی کذا۔ اس کو درجہ بدرجہ اتارا یہاں تک کہ اس کو اس میں گم کر دیا۔ استدارج الٰہی نافرمانوں کے متعلق یہ ہے کہ ان کو صحت و نعمت دیتا چلا جاتا ہے۔ وہ اس رزق کو معاصی کے بڑھانے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ (اس طور پر کہ انکو خبر بھی نہیں) ایسی جہت سے کہ ان کو شعور بھی نہیں کہ یہ استدراج ہے۔ ایک قول یہ ہے جب وہ نئی نافرمانی کرتا ہے ہم ان کو تازہ نعمت دے دیتے ہیں اور ان کا شکریہ بھلا دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم لوگوں کو دیکھو کہ کسی بندے پر انعام کرتا ہے اور ادھر وہ معصیت پر قائم ہے تو یقین کر لو کہ وہ استدراج کا شکار ہے [دیلمی فی مسند الفردوس: ۱۰۷۳] اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

۴۵ : وَاُمْلِيْ لَهُمْ (اور میں ان کو مہلت دیتا ہوں) اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ (بیشک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے) آیت میں احسان و تمکین کو کید سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ پچھلی آیت میں اس کو استدراج فرمایا کیونکہ وہ تدبیری شکل میں ہے اس لئے کہ وہ اس کی ہلاکت کا سبب بنے گا۔ اصل یہ ہے کہ کید، مکر اور استدراج کا معنی امن والی جانب سے پکڑ لینا ہے۔ ان الفاظ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے متعلق کائد اور ماکر اور مستدرج کے الفاظ بولنے درست و جائز نہیں۔

۴۶ : اَمْ تَسْئَلُهُمْ (کیا آپ ان سے مانگتے ہیں) تبلیغ رسالت پر اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ (کوئی معاوضہ کہ وہ اس تاوان سے) مُّثْقَلُوْنَ (بوجھل ہوئے جاتے ہیں) پس اس وجہ سے ایمان قبول نہیں کرتے یہ استفہام نفی کے معنی میں ہے۔ آپ وحی کی تبلیغ پر ان سے اجر کی ذرہ بھر طمع نہیں رکھتے کہ جس کی وجہ سے ان کو گرانی ہوئی ہو اور وہ اس وجہ سے ایمان سے رکتے ہیں۔)

۴۷ : اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ (کیا ان کے پاس غیب ہے) الغیب سے یہاں جمہور کے نزدیک لوح محفوظ مراد ہے۔ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ (کہ یہ لکھ لیا کرتے ہیں) اس سے اس بات کو جو یہ فیصلہ کرتے ہیں۔

۴۸ : فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ (آپ اپنے رب کی تجویز پر صبر سے بیٹھے رہیں) اس میں کفار کو مہلت دیے جانے کو بیان فرمایا اور آپ کی نصرت میں تاخیر کا ذکر فرمایا۔ کیونکہ اگرچہ وقتی طور پر ان کو مہلت دے دی گئی مگر ان کو اسی طرح نہ چھوڑا جائے گا۔ وَ لَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ (اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جائیے) مراد یونس علیہ السلام ہیں۔ جلدی کرنے اور قوم پر ناراضی میں ان کی طرح نہ ہوں تاکہ تم کسی ابتلاء میں نہ پڑو۔

نحو و قراءت: الحوت پر وقف ہے کیونکہ اذ یہ ماقبل کا ظرف نہیں بن سکتا۔ اس لے کہ نداء عبادت و طاعت ہے پس اس سے روکا نہیں جا سکتا۔ بلکہ اذ یہ فعل محذوف اذکر کا مفعول ہے۔ اِذْ نَادٰى (جبکہ یونس نے دعا کی) مچھلی کے پیٹ میں اپنے رب سے دعا کی وہ دعا یہ تھی۔ لا اِلٰه الا انت سبحانك انی كنت من الظالمين [الانبیاء: ۸۳] وَهُوَ مَكْظُوْمٌ (وہ غم سے گھٹ رہے تھے) غصے سے بھرے ہوئے تھے۔ یہ کظم السقاء سے لیا گیا جبکہ مشک بھر جائے۔

وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ

اور کافر لوگ جب ذکر کو سنتے ہیں تو گویا آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کر گرا دیں گے اور کہتے ہیں

اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۵۱﴾ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۲﴾

کہ یہ مجنون ہے حالانکہ یہ قرآن تمام جہانوں کے لئے نصیحت ہے۔

۴۹ :لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ (اگر اللہ تعالیٰ کا احسان ورحمت ان کی دستگیری نہ کرتی)مِّنْ رَّبِّهٖ یعنی اگر اللہ تعالیٰ ان پر انعام نہ فرماتا اوران کی دعا کو قبولیت اور عذر کو منظور نہ فرماتا۔لَنُبِذَ (تو وہ ڈالے جاتے) مچھلی کے پیٹ سے بِالْعَرَآءِ (میدان وفضا میں)وَهُوَ مَذْمُوْمٌ (بدحالی کے ساتھ) اس حال میں لغزش کی وجہ سے عتاب شدہ ہوتے ۔لیکن اس نے رحم فرمایا اور بدحالی کے بغیر ان کو ڈالا۔

۵۰ :فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ (پھر ان کے رب نے ان کو برگزیدہ کرلیا) ان کے عذر اور دعا کی وجہ سے ان کو برگزیدہ کرلیا۔فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (اوران کو صالحین میں سے کردیا) جو صلاح کی صفات میں کمال کو پہنچنے والے ہوتے ہیں۔اوران کی کوئی لغزش باقی نہ رہنے دی۔ایک قول یہ ہے الصالحین سے مراد انبیاء علیہم السلام میں سے۔ایک اور قول یہ ہے کہ رسولوں میں سے۔

فیصلہ کن قول:

مطلب درست وہی ہے جو اولاً ہم نے ذکر کیا کیونکہ وہ نبی ورسول تو پہلے ہی تھے جیسا ارشاد الٰہی ہے۔ان یونس لمن المرسلین ۔اذابق الی الفلك المشحون [الصافات:۱۳۹:۱۴۰]

کفار کا نگاہوں سے پھسلانے کی کوشش کرنا:

۵۱ :وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ (اور جب یہ کافر قرآن سنتے ہیں تو ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کر گرادیں گے)

قراءت: مدنی نے يَزْلِقُوْنَكَ یاء کے فتحہ سے پڑھا ہے۔ان مخففہ من المثقلہ ہے اوراس کی علامت لام ہے۔زلقہ،ازلقہ: جگہ سے زائل کرنا۔مطلب یہ ہے نمبر۱۔قریب ہے کہ کفار آپ کی طرف بہت زیادہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے دشمنی کے ساتھ دیکھنے سے آپ کو اپنی جگہ سے زائل کردیں۔نمبر۲۔آپ پر شدید غصہ کی وجہ سے قریب ہے کہ وہ آپ کو ہلاک کردیں۔بنی اسد کے لوگوں کی نظر کی یہی کیفیت تھی ان میں سے ایک آدمی تھا۔اس کو تین دن بھوکا رکھ کر خیمے سے نکالتے تو اس کے سامنے جو چیز گزرتی اگر وہ اس کو کہتا آج اس جیسی میں نے نہیں دیکھی۔وہ چیز ہلاک ہو جاتی۔بعض نظر لگانے والوں نے رسول اللہ ﷺ کے متعلق اس کی

کوشش کی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق بھی اس جیسا جملہ نکالے۔ اور اس نے کہہ دیا: لم ار کالیوم مثله رجلاً اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی۔ حدیث میں وارد ہے العین حق، نظر برحق ہے اور نظر اونٹ کو ہنڈیا میں اور آدمی کو قبر میں داخل کر دیتی ہے۔ [فیض القدیر: ۵۷۴۸] [تذکرہ الموضوعات: ص: ۲۰۷] حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے نظر کا دم یہ آیت ہے۔ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ (ذکر سے قرآن مجید مراد ہے) وَيَقُوْلُوْنَ (اور وہ کہتے ہیں) اس نبوت پر حسد کرتے ہوئے جو آپ کو عنایت کی گئی ہے۔ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ (کہ یہ مجنون ہے) محمد (ﷺ) مجنون ہیں۔ یہ بات آپ کے معاملے میں حیرانی اور دوسروں کو اس سے نفرت دلانے کیلئے کی جاتی ہے۔

۵۲: وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ (حالانکہ یہ قرآن نصیحت ہے) لِّلْعٰلَمِيْنَ (جہان والوں کیلئے) پھر جو ایسا قرآن پیش کرے وہ مجنون کیسے ہوسکتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جب انہوں نے آپ کا تذکرہ سنا۔ اور وہ محمد ﷺ جہان والوں کیلئے ایک عظیم شرف ہیں۔ پس ان کی طرف پھر جنون کی کیونکر نسبت ہوسکتی ہے۔ گویا پہلے ذکر سے مراد حضرت محمد ﷺ اور دوسرے ذکر سے مراد شرف و مرتبہ ہے۔

سورۂ ن والقلم کا تفسیری ترجمہ ۲۵ ربیع الاول کو مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ الْحَآقَّةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ الحاقۃ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں باون آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلْحَآقَّةُ ۙ﴿۱﴾ مَا الْحَآقَّةُ ۚ﴿۲﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ؕ﴿۳﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ

ہو جانے والی کیا ہے وہ ہو جانے والی اور آپ کو کیا خبر ہے کہ کیا ہے وہ ہو جانے والی ' ثمود نے اور عاد نے اس کھڑ کھڑانے

بِالْقَارِعَةِ ﴿۴﴾ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ﴿۵﴾ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ

والی چیز کی تکذیب کی ' سو ثمود تو زور والی آواز سے ہلاک کر دیئے گئے اور عاد ٹھنڈی تیز ہوا کے ذریعہ

صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۙ﴿۶﴾ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا فَتَرَى

ہلاک کئے گئے اللہ نے اس ہوا کو لگا تار سات رات اور آٹھ دن ان پر مسلط کر دیا تھا۔ سو اے مخاطب تو

الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۚ﴿۷﴾ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴿۸﴾

ان لوگوں کو اس ہوا میں پچھاڑے ہوئے دیکھتا کہ گویا وہ کھجور کے کھوکھلے درختوں کے تنے ہیں ' سو کیا تجھے ان میں سے کوئی بچا ہوا نظر آتا ہے

وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۚ﴿۹﴾ فَعَصَوْا رَسُوْلَ

اور فرعون نے اور اس سے پہلے لوگوں نے اور الٹی ہوئی بستیوں نے گناہ کئے ' سو انہوں نے اپنے رب کے رسول کی

رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ﴿۱۰﴾ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي

نافرمانی کی پھر اس نے ان کو سختی کے ساتھ پکڑ لیا ' بلاشبہ جب پانی کو طغیانی ہوئی تو ہم نے تمہیں کشتی

الْجَارِيَةِ ۙ﴿۱۱﴾ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿۱۲﴾ فَاِذَا نُفِخَ

میں اٹھا دیا تا کہ ہم تمہارے لئے اس واقعہ کو نصیحت بنا دیں اور تا کہ اسے یاد رکھنے والے کان یاد رکھیں۔

فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ﴿۱۳﴾ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۙ﴿۱۴﴾

سو جب صور میں پھونکا جائے گا ایک مرتبہ اور اٹھا دی جائے گی زمین اور پہاڑ پھر دونوں کو ایک دفعہ میں ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا '

اَلْحَآقَّةُ مَا الْحَآقَّةُ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ (وہ ہونے والی چیز کیسی کچھ ہے وہ ہونے والی چیز۔اور آپ کو کچھ خبر ہے کہ کیسی کچھ ہے وہ ہونے والی چیز)

۱: اَلْحَآقَّةُ قیامت جس کا وقوع لازمی ہے جس کی آمد ثابت شدہ ہے وہ کہ جس کی آمد میں کوئی شک نہیں۔الحاقہ یہ حَقَّ یَحُقُّ سے ہے بمعنی لازم ہونا۔

۲ :مَا الْحَآقَّةُ نحو :مامبتدأ الحاقۃ خبر اور یہ جملہ الحاقہ کی خبر ہے۔اصل اس طرح ہے:الحاقه :ماهی۔ یعنی ای شئ هی تو ضمیر کی جگہ اسم ظاہر دوبارہ لے آئے تا کہ قیامت کی ہولنا کی اور عظمت شان زیادہ سے زیادہ ظاہر ہو۔

۳ :وَمَآ اَدْرٰىكَ (کس چیز نے تمہیں بتلایا کہ الحاقہ کیا ہے؟) یعنی تمہیں اس کی حقیقت کا علم نہیں اور نہ اس کی ہولنا کی کی بڑائی معلوم ہے۔کیونکہ شدت وعظمت میں وہ اتنی بڑی ہے کہ مخلوق کی درایت اس کو پانے سے قاصر ہے۔

نحو :مامبتدأ اَدْرٰىكَ خبر اور ماالحاقہ جملہ موضع نصب میں ادری کا مفعول ہے۔ مَآ اَدْرٰىكَ یہ استفہام انکاری ہے۔

قارعہ نام کی وجہ:

۴ : كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ (قوم عاد وثمود نے اس کھڑکھڑانے والی چیز کی تکذیب کی) یعنی الحاقہ کا انکار کیا۔یہاں القارعہ کو اس کی جگہ رکھ دیا گیا کیونکہ یہ دونوں قیامت ہی کے اسماء ہیں اس کا نام القارعہ اس وجہ سے ہے کیونکہ یہ لوگوں کو اپنی ہولنا کیوں اور گھبراہٹوں سے کھٹ کھٹاتی ہے۔

۵ : ربط : جب قیامت اور اس کی عظمت کا ذکر کیا تو اس کے معاً بعد قیامت کے منکرین کا ذکر کیا اور ان پر جو عذاب اس تکذیب کی وجہ سے اترا۔اہل مکہ کو نصیحت کرنے کیلئے اس کا ذکر کر دیا۔تا کہ وہ تکذیب کے خوفناک انجام سے بچ جائیں۔

ثمود پر اُترنے والا عذاب:

فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ (پس ثمود تو ایک زور کی آواز سے ہلاک کر دیئے گئے) ایسے واقعہ کے ساتھ جو شدت میں حد سے بڑھنے والا تھا اب اس میں اختلاف ہے کہ ہلاکت کس چیز سے ہوئی۔ایک قول زلزلہ دوسرا قول چیخ ایک اور قول الطاغیہ یہ العافیہ کی طرح مصدر ہے معنی یہ ہوگا ان کی سرکشی کے سبب مگر یہ قول اس آیت کے بالکل مطابق نہیں۔واما عاد فاهلكوا بريح یعنی ذریعہ ہلاکت بیان فرمایا نہ کہ باعث ہلاکت کو۔فَتَدَبَّرْ

ٹھنڈی ہوا سے عاد کی ہلاکت:

۶ :وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ (اور عاد جو تھے پس وہ ایک تیز وتند ہوا سے ہلاک کیے گے) ریح سے پچھّم کی ہوا مراد ہے۔کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نصرت بالصبا واهلكت عاد بالدبور صبح کی ہوا سے میری نصرت کی گئی اور قوم عاد پچھّم سے ہلاک ہوئے۔صَرْصَرٍ (تیز آواز والی) یہ الصَّرَّۃ سے لیا گیا جس کا معنی چیخ ہے نمبر۲۔ٹھنڈی۔اس صورت میں یہ الصِرّ سے ماخوذ ہے

گویا وہ ہوا اس انداز کی تھی جس میں بار بار سردی رکھی گئی اور بہت زیادہ رکھی گئی پس وہ اپنی ٹھنڈک کی کثرت سے جلا ڈالتی ہے۔ عَاتِيَةٍ (تیز آندھی) نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر ناراضی کی وجہ سے گویا وہ ہوا باذن اللہ ملائکہ سے نکل نکل جانے والی تھی جو اس پر مقرر ہیں۔

مسلسل عذاب:

۷ : سَخَّرَهَا (اس ہوا کو ان پر مسلط کر دیا) عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ (سات راتیں اور آٹھ دن) عذاب کی ابتداء بدھ کے دن مہینے کے اواخر میں ہو کر اگلے بدھ تک رہی۔ حُسُوْمًا (متواتر) پے در پے کہ درمیان میں انقطاع نہ تھا۔ حُسُوْمًا یہ حاسم کی جمع ہے۔ جیسے شہود جمع شاہد کی ہے۔ ہوا کے تواتر کو داغنے والے کے فعل سے تشبیہ دی جس طرح وہ بیماری کے مقام کو پے در پے داغتا جاتا ہے یہاں تک کہ مرض مٹ جاتا ہے۔ نمبر۲۔ ممکن ہے کہ یہ مصدر ہو۔ ای تحسم حسوما وہ ہوا ان کا استیصال کر رہی تھی استیصال کرنا۔ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا (پس اے مخاطب تو اس قوم کو دیکھتا ہوا کے چلنے کے دوران یا ان راتوں اور دنوں میں) صَرْعٰى (گرے ہوئے) جمع صریعٌ۔

كَاَنَّهُمْ : یہ حال ہے۔

كَاَنَّهُمْ (گویا کہ وہ) اَعْجَازُ : یہ حال ثانی ہے۔

اَعْجَازُ (تنے) جڑیں نَخْلٍ (کھجوروں کے) جمع نخلة خاوية (گری ہوئی) کھوکھلی پرانی۔

۸ : فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ (پس کیا تجھ کو ان میں سے کوئی بچا ہوا نظر آتا ہے) یعنی من نفس باقیه کوئی باقی رہنے والا شخص یا من بقاء باقی رہنا۔ گویا مصدر کے معنی میں ہے جیسا کہ طاغیہ بمعنی طغیان۔

۹ : وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ (اور فرعون نے اور اس سے پہلے لوگوں نے) قبلہ سے مراد جو امتیں اس سے پہلے ہو گزریں۔

قراءت: بصری اور علی نے من قِبَلِهٖ پڑھا ہے۔ یعنی اس کی طرف اور اس کے پیروکاروں کی طرف۔

قوم لوط کی بستیاں:

وَالْمُؤْتَفِكٰتُ (اور الٹی جانے والی بستیاں) قوم لوط کی بستیاں انہی کو الٹ دیا گیا یعنی پلٹ دیا گیا۔ بِالْخَاطِئَةِ (غلطیوں کے سبب) نمبر۲۔ اس بدکرداری والی حرکت کے سبب۔ نمبر۳۔ گناہوں والے کاموں کے سبب۔

۱۰ : فَعَصَوْا (پس انہوں نے کہنا نہ مانا) یعنی قوم لوط نے رَسُوْلَ رَبِّهِمْ (اپنے ربّ کے رسول کا) یعنی لوط علیہ السلام کا فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً (تو اللہ تعالیٰ نے انکو بہت سخت پکڑا) رابیہ انتہائی سخت جیسا کہ ان کی قبیح حرکت دوسروں سے بڑھی ہوئی تھی۔

طوفانِ نوح:

۱۱ : اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ (ہم نے جبکہ پانی کو طغیانی ہوئی) وہ پانی طوفان کے وقت دنیا کے بلند ترین پہاڑوں کی چوٹیوں سے پندرہ

ہاتھ بلند ہوگیا۔ حَمَلْنٰكُمْ (ہم نے سوار کیا) تمہارے آباء واجداد کو فِی الْجَارِیَةِ (کشتی میں) نوح علیہ السلام کی کشتی میں
۱۲ : لِنَجْعَلَهَا (تاکہ ہم اس معاملہ کو بنادیں) معاملے سے ایمان والوں کی نجات اور کفار کا غرق ہونا مراد ہے۔ لَكُمْ تَذْكِرَةً (تمہارے لئے ایک یادگار) نصیحت وعبرت وَّ تَعِيَهَآ (اور یاد رکھیں اس کو) اس کو یاد کرلیں۔ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ (کان یاد رکھنے والے) سننے والی بات کو محفوظ کرنے والے کان۔

قول قتادہ:

وہ کان جو اللہ تعالیٰ کی بات کو سمجھنے والے اور جو کچھ سنا اس سے فائدہ اٹھانے والے ہوں۔

۱۳ : فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ (پس جب صور میں یک بارگی پھونک ماری جائے گی) اس سے نفخۂ اولیٰ مراد ہے۔ جس سے تمام لوگوں پر موت طاری ہوجائے گی۔ اور دوسرے نفخہ سے تمام کو اٹھایا جائیگا۔

۱۴ : وَّ حُمِلَتِ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ (اور زمین اور پہاڑ اٹھالیے جائیں گے)۔ ان کو ان کی جگہوں سے اٹھالیا جائے گا۔ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً (پھر دونوں ایک ہی مرتبہ ریزہ ریزہ کردیئے جائیں گے) ان کو توڑ کر ریزہ ریزہ کردیا جائے گا۔ اس کے حصوں کو آپس میں ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے کردیا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ نرم ریت اور اڑتے غبار کے ذرات میں بدل جائیں گے۔

فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿۱۶﴾

سو اس دن واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی اور آسمان پھٹ جائے گا اور وہ اس روز بالکل ضعیف ہو جائے گا

وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ۚ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿۱۷﴾ يَوْمَئِذٍ

اور فرشتے اس کے کناروں پر آ جائیں گے' اور اس روز آپ کے پروردگار کے عرش کو آٹھ فرشتے اُٹھائے ہوئے ہوں گے' جس روز

تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿۱۸﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ

تم پیش کئے جاؤ گے تمہاری کوئی بات پوشیدہ نہ ہو گی' سو جس شخص کے داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا وہ کہے گا

هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿۱۹﴾ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ﴿۲۰﴾ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ

کہ لو میرا اعمال نامہ پڑھ لو' بلاشبہ میں پہلے ہی یقین رکھتا تھا کہ میرا حساب میرے سامنے پیش ہونے والا ہے' سو یہ شخص پسندیدہ

رَّاضِيَةٍ ﴿۲۱﴾ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿۲۲﴾ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴿۲۳﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ

زندگی میں ہو گا بہشت بریں میں ہو گا' اس کے پھل جھکے ہوئے ہوں گے' کھاؤ اور پیو مبارک طریقہ پر ان اعمال کے بدلہ

فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿۲۴﴾ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ﴿۲۵﴾

جو تم نے گزشتہ دنوں میں آگے بھیجے تھے' اور جس کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا سو وہ کہے گا کہ ہائے کاش میرا نامہ اعمال مجھے نہ دیا جاتا

۱۵ :فَيَوْمَئِذٍ (تو اس روز) یعنی اس وقت وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ (ہونے والی چیز ہو پڑے گی) یعنی قیامت اتر پڑے گی آ جائیگی۔

نحو :اذا کا جواب وقعت الواقعہ ہے اور یومئذ یہ اذا سے بدل ہے۔

۱۶ :وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ (اور آسمان پھٹ جائے گا) کھل کر دروازے دروازے ہو جائے گا۔ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ (اور وہ اس روز بالکل بودا ہوگا) ڈھیلا کہ جس کی قوت ختم ہو چکی حالانکہ پہلے بہت مضبوط تھا۔

حاملین عرش کی تعداد میں اضافہ:

۱۷ :وَّالْمَلَكُ (اور فرشتے) جنس ملائکہ مراد ہے جمع کے معنی میں ہے۔ یہ الملائکہ جمع کی بنسبت عام ہے۔ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا (اور اس کے کناروں پر آ جائیں گے) ارجاء اطراف اس کا واحد رجاء مقصور ہے۔ آسمان فرشتوں کا مسکن ہے جب وہ پھٹ جائے گا تو وہ اس کے کناروں میں پناہ گزیں ہونگے۔ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ (اور آپ کے رب کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہونگے) ان فرشتوں سے اوپر جو آسمان کی اطراف میں ہونگے۔ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ (اس دن آٹھ فرشتے) انہی فرشتوں میں سے آج چار

فرشتے اس کو اٹھانے والے ہیں۔ قیامت کے دن اور چار کا اضافہ کر دیا جائے گا۔ قول ضحاک آٹھ صفیں ایک اور قول یہ ہے۔ آٹھ قسمیں۔

۱۸ : یَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ (جس روز تم پیش کیے جاؤ گے) حساب و کتاب اور سوالوں کیلئے۔ اس پیشی کو بادشاہ کے سامنے لشکر کو معائنہ کیلئے جیسے پیش کیا جاتا ہے تا کہ وہ ان کے حالات سے واقف ہو سے تشبیہ دی ہے۔ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ (تمہاری کوئی بات پوشیدہ نہ ہوگی) خافیه : سریرۃٌ، مخفی، جو دنیا میں حالت چھپی رہتی تھی۔

قراءت : عاصم کے علاوہ کوفی قراء نے یخفی پڑھا ہے۔ حدیث میں وارد ہے لوگوں کی تین پیشیاں ہونگی دو پیشیوں میں جھگڑا کرنا اور معذرتیں ہونگی اور تیسری پیشی کے وقت صحائف اعمال اڑ کر کامیاب لوگوں کے دائیں ہاتھ میں مل جائیں گے۔ اور ناکام کو نامہ عمل بائیں میں ملے گا۔ [رواہ احمد، ۴/۴۱۴، الترمذی ۲۴۲۵، ابن ماجہ ۴۲۷۷ بیہقی بروایت ابن مسعود]

اصحابِ یمین کا ذکر اور ان کا بدلہ:

۱۹ : فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَیَقُوْلُ (پس پھر وہ شخص جس کو نامہ عمل دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ وہ تو کہے گا) اپنی جماعت کو اس پر خوش ہو کر اس لئے کہ وہ نامہ عمل میں نیکیاں ہی پائے گا۔ هَآؤُمُ (یعنی لو) یہ اسم فعل ہے۔ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ (میرا نامہ عمل پڑھ لو)

نحو : تقدیر کلام اس طرح ہے۔

هاؤم کتابی اقرءوا کتابیه : تو اول کو حذف کیا کیونکہ کتابیہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔ اور کتابیہ کا عامل بصریین کے ہاں اقرءوا ہے۔ کیونکہ وہ اقرب کو عمل دیتے ہیں۔

قراءت : کتابیہ، حسابیہ، مالیہ، سلطانیہ کی ھاء ہائے سکتہ ہے۔ اور اس کا حق تو یہ ہے کہ وصل میں گر جائے اور وقف میں باقی رہے۔ اسلئے وقف کو ترجیح دینا اچھا ہے۔ کیونکہ قرآن کی موجودہ قراءت میں یہی ثابت ہے۔

۲۰ : اِنِّیْ ظَنَنْتُ (میں اعتقاد رکھتا تھا) یہ ظننت' علمت کے معنی میں ہے۔ یہاں ظن کو علم کی جگہ لایا گیا۔ کیونکہ ظن غالب عادات، احکامات میں علم کے بمنزلہ ہوتا ہے۔ نمبر۲۔ جو چیز اجتہاد سے پائی جائے وہ کم وبیش ہی وساوس وخیالات سے بچی ہوتی ہے۔ وہ گمانوں کی طرف لے جاتی ہے اس لئے ظن کا اطلاق اس پر ظن سے خالی نہ ہونے کی بناء پر ہے۔ اِنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ (کہ مجھکو میرا حساب پیش آنے والا ہے) میں اپنے حساب کا معائنہ کرنے والا ہوں۔

۲۱ : فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ (غرض وہ شخص پسندیدہ عیش) رضامندی والی جس کو وہ پسند کرے گا۔ یہ راضیہ لابن کی طرح ہے۔ ای ذات رضا۔ نمبر۲۔ راضیہ بمعنی مرضیہ رضا کی نسبت عیشہ کی طرف مجازی ہو)

۲۲ : فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ (یعنی بہشت بریں میں ہوگا) بلند پایہ نمبر۲۔ بلند درجات والا باغ نمبر۳۔ بلند محلات اور اونچے مکانات

نحو : یہ خبر کے بعد خبر ہے۔

وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۚ﴿۲۶﴾ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۚ﴿۲۷﴾ مَآ اَغْنٰى

اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے' ہائے کاش موت ہی میرا فیصلہ کر دیتی' میرے مال نے

عَنِّيْ مَالِيَهْ ۚ﴿۲۸﴾ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ۚ﴿۲۹﴾ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۙ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ

مجھے فائدہ نہ پہنچایا میری جو سلطنت تھی وہ برباد ہو گئی' اس کو پکڑو اور اس کو طوق پہنا دو پھر اسے دوزخ میں

صَلُّوْهُ ۙ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ؕ﴿۳۲﴾ اِنَّهٗ كَانَ لَا

داخل کر دو پھر ایسی زنجیر میں اس کو جکڑ دو جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے' بلاشبہ یہ شخص اللہ پر

يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۙ﴿۳۳﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ؕ﴿۳۴﴾ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ

ایمان نہیں رکھتا تھا جو عظیم ہے اور مسکین کو کھلانے کی ترغیب نہ دیتا تھا' سو آج اس کے لئے کوئی

هٰهُنَا حَمِيْمٌ ۙ﴿۳۵﴾ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۙ﴿۳۶﴾ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ ﴿۳۷﴾ ع

دوست نہیں ہے اور نہ غسلین کے علاوہ کوئی کھانا ہے' اسے صرف گناہگار ہی کھائیں گے۔

۲۳ : قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ (جس کے میوے جھکے ہوئے ہونگے) اس کے پھل قریب ہونگے جو چاہے گا وہ حاصل کر لے گا۔ بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے کی طرح ہوگا۔ ہر طرح توڑ سکے گا۔

۲۴ : ان کو کہا جائے گا۔ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا (تم کھاؤ اور پیو مزے کے ساتھ) کھانا اور پینا خوشگوار۔ دونوں میں کوئی ناگواری نہ ہوگی اور نہ ایذاء۔ نمبر۲۔ ھنیئًا کو مصدر مان لیں تو یہ مفعول مطلق ہوگا۔ ھنئتم ھنیئًا تم کھانے سے لطف اندوز ہو، لطف اندوز ہونا۔ بِمَآ اَسْلَفْتُمْ (ان اعمال کے صلہ میں جو تم نے گزشتہ دنوں میں کئے) جو اعمال صالحہ کر کے تم نے آگے بھیجے۔ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ (صلہ کی امید سے گزشتہ ایام میں) خالیہ دنیا میں گزرے ہوئے دنوں میں۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: یہ روزہ داروں کے متعلق ہے۔ یعنی تم کھاؤ اور پیو اس کے بدلے میں جو تم نے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے اپنے آپ کو کھانے پینے سے روکا۔

اصحابِ شمال کا بدلہ:

۲۵ : وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ (اور جس کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ پس وہ کہے گا کیا اچھا ہوتا کہ مجھ کو میرا نامۂ عمل ہی نہ ملتا) کیونکہ ساری رذالتیں اس میں لکھی پائے گا۔

۲۶ : وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ (اور مجھ کو یہ بھی خبر نہ ہوئی کہ میرا حساب کیا ہے) ہائے افسوس! میں اپنے حساب کو نہ جانتا۔

۲۷ : یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ (کیا اچھا ہوتا کہ موت ہی خاتمہ کر چکتی) ہائے افسوس! وہ موت جو مجھ پر واقعہ ہوئی وہ میرے معاملے کو ختم کرنے والی ہوتی اور اس کے بعد میں نہ اٹھایا جاتا۔ اور مجھے اس چیز کا سامنا ہے۔ یہ سامنا نہ کرنا پڑتا۔ القاضیہ معاملے کا فیصلہ کرنے والی۔

۲۸ : مَآ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ (میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا) جو مال میں نے دنیا میں جمع کیا اس نے مجھے کچھ فائدہ نہیں دیا۔

نحو : ما نافیہ ہے اور شیئا مفعول محذوف ہے۔

۲۹ : هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ (میرا جاہ مجھ سے گیا گزرا) میری حکومت اور لوگوں پر تسلط جاتا رہا اور میں فقیر و ذلیل رہ گیا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

میری دلیل مجھ سے گم ہوگئی یعنی وہ دلیل جس سے میں دنیا میں دلیل بنایا کرتا تھا وہ باطل ہوگئی۔

ربط : پس اللہ جل شانہ جہنم کے نگرانوں کو فرمائیں گے۔

۳۰ : خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ (اس شخص کو پکڑو اور اس کو طوق پہنا دو) اس کے ہاتھ گردن سے باندھ دو۔

۳۱ : ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ (پھر دوزخ میں اس کو داخل کر دو) پھر اس کو بھڑکتی آگ میں داخل کر دو۔ نمبر ۲۔ الجحیم اس فعل سے منصوب ہے جس کی تفسیر صلوہ کر رہا ہے۔

۳۲ : ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا (پھر ایک ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر گز ہے) ذرع : لمبائی۔ سبعون ذراعا فرشتے کے ستر ہاتھ۔ یہ ابن جریج کا قول ہے۔ ایک قول یہ ہے اس کی پیمائش اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ فَاسْلُكُوْهُ (اس کو جکڑ دو) اس میں داخل کر دو۔

نکتہ : سلسلہ کو سلک پر مقدم کرنے سے حصر مقصود ہے جیسا کہ الجحیم کو تصلیہ سے پہلے لا کر حصر پیدا کیا۔

۳۳ : اِنَّهٗ كَانَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ (یہ شخص عظمت والے اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا) انہ یہ تعلیل کیلئے آیا ہے گویا اس طرح کہا گیا ماله یعذب هذا العذاب الشدید؟ اس کو اتنا سخت عذاب کیوں دیا جا رہا ہے تو جواب دیا گیا بانهٗ کان الأیة کہ یہ عظمت والے اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ رکھتا تھا۔

۳۴ : وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ (اور غریب آدمی کے کھلانے کی ترغیب نہ دیتا تھا) کہ مسکین کو کھانا دے۔ اس سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ اس کا بعث بعد الموت پر ایمان نہ تھا۔ کیونکہ عام لوگ مساکین کو کھانا کھلانے پر ان سے جزاء طلب نہیں کرتے ان کو رضائے الٰہی کیلئے فقط کھلاتے ہیں۔ اور آخرت کے ثواب کی طلب میں ان کو کھانا دیتے ہیں۔ پس جب اس کو قیامت پر یقین نہیں تو اس کے سامنے کوئی ایسی وجہ نہیں جس سے وہ مساکین کو کھانا دے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ وہ کفر کے ساتھ ساتھ محتاجوں کو کھانا کھلانے کیلئے دوسروں کو بھی نہیں کہتا۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ مسکین کو محروم کرنا بڑا جرم ہے۔ کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے کفر پر معطوف کیا ہے۔ اور اس کے خلاف ایک دلیل کے طور پر ذکر کیا۔ اور اس کے کفر کا قرین قرار دیا اور یہاں آمادہ کرنے کا تذکرہ

ہے فعل کا نہیں۔ تا کہ معلوم ہو جائے کہ جب آمادہ نہ کرنے والا اس قدر قابل مذمت ہے تو فعل کا چھوڑنے والا کیونکر قابل مذمت نہ ہوگا۔

قول ابودرداء رضی اللہ عنہ:

آپ اپنی بیوی کو فرماتے کہ شوربا زیادہ بنانا تا کہ مساکین کو بھی دیا جا سکے۔ نصف زنجیر تو ہم نے ایمان کے ذریعہ اتاری۔ اب بقیہ نصف اس صدقہ سے اتاریں گے۔

حاصل کلام:

یہ آیات اس بات پر شاہد عدل ہیں کہ مؤمن ایک دوسرے پر رحم کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور کافر رحم نہیں کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی دو قسمیں فرمائیں ایک قسم ان میں سے اہل الیمین بنائے اور ان کو ایمان سے نوازا پس ان کی اس طرح تعریف فرمائی۔ انی طننت انی ملاق حسابیہ۔ اور دوسری قسم کو اہل شمال بنایا اور ان کے حالات کفریہ اس طرح ذکر کئے انہ کان لا یؤمن باللہ العظیم۔

مَسْئَلَہ: یہ درست ہے کہ ایمان والوں میں سے جن کو سزا دی جانی ہے۔ وہ نامۂ عمل کے دائیں ہاتھ میں ملنے سے پہلے پہلے ہو۔

۳۵ : فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ (پس آج اس شخص کا نہ کوئی دوستدار ہے) حمیم سے مراد ایسا قریبی جو اس سے عذاب کو ہٹائے اور نہ کوئی ایسا ہوگا جس کا دل اس کی خاطر جلے۔

۳۶ : وَّ لَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ (اور نہ اس کو کوئی کھانے کی چیز نصیب ہے۔ بجز زخموں کے دھون کے) غسلین اہل نار کے زخموں کا دھون۔ یہ فعلین کا وزن ہے۔ یہ الغسل سے بنا ہے نون اس کی زائدہ ہے۔ یہاں اس سے مراد جہنمیوں کے بدنوں سے بہنے والی پیپ اور خون ہے۔

۳۷ : لَّا يَاْكُلُهٗ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ (جس کو بجز بڑے گناہ گاروں کے اور کوئی نہ کھائے گا) الخاطئون کافر خطأ کار مراد ہیں۔ یہ خطِئ الرجل سے لیا گیا جبکہ جان بوجھ کر وہ گناہ کرے۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۴۰﴾

سو میں ان چیزوں کی قسم کھاتا ہوں جن کو تم دیکھتے ہو اور ان چیزوں کی بھی جن کو تم نہیں دیکھتے بلاشبہ یہ قرآن کلام ہے ایک معزز فرشتے کا لایا ہوا'

وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا

اور وہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے تم بہت کم ایمان لاتے ہو' اور وہ کسی کاہن کا کلام نہیں ہے تم بہت

تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿۴۴﴾

کم سمجھتے ہو' یہ اتارا ہوا ہے رب العالمین کی طرف سے اور اگر یہ شخص ہمارے ذمہ کچھ باتیں لگا دیتا

لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ

تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر اس کی دل کی رگ کاٹ دیتے پھر تم میں سے کوئی اسے سزا سے

عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾

بچانے والا نہ ہوتا' اور بلاشبہ وہ متقیوں کے لئے نصیحت ہے اور بلاشبہ ہم ضرور جانتے ہیں کہ تم میں جھٹلانے والے ہیں

وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۵۲﴾ ع ۲

اور بلاشبہ یہ کافروں کے حق میں حسرت ہے اور بلاشبہ وہ بالیقین حقیقی بات ہے' سو آپ رب عظیم کے نام کی پاکی بیان کیجئے۔

۳۸ : فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ (پھر میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی بھی جن کو تم دیکھتے ہو) جیسے اجسام اور زمین و آسمان۔

۳۹ : وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ (اور جن کو تم نہیں دیکھتے ہو) یعنی ملائکہ ارواح وغیرہ پس حاصل یہ ہوا کہ تمام اشیاء کی قسم اٹھائی۔

عظمتِ قرآن:

۴۰ : اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ (بیشک یہ قرآن کلام ہے۔ ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا) ہٗ سے قرآن مراد ہے۔ رسول کریم سے محمد ﷺ نمبر ۲۔ جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔ یعنی آپ اس کو کہتے ہیں اور زبان سے بولتے ہیں اس طور پر کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام دے کر بھیجا جاتا ہے۔

۴۱ : وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ (اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں) جیسا کہ تم دعویٰ کرتے ہو۔ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ (تم بہت کم ایمان لاتے ہو)

۴۲ : وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ (اور نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے) جیسا کہ تم کہتے ہو قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ (تم بہت کم سمجھتے ہو) یہاں قلت

عدم کے معنی میں ہے عرب کہتے ہیں هذه ارض قلما تنبت یہ زمین بالکل نہیں اگاتی۔ مطلب یہ ہے تم نہ ایمان لاتے ہو اور نہ کوئی بات سمجھتے ہو۔

قراءت: یؤمنون اور یذکّرون یاء کے ساتھ مکی، شامی، یعقوب وسہل نے پڑھا۔ اور ذال کی تخفیف سے ابوبکر کے علاوہ کوفی قراء نے پڑھا ہے۔

۴۳ : تَنْزِیْلٌ (یہ بھیجا ہوا ہے) اس سے قبل ھو مبتدأ محذوف ہے اور یہ اس کی خبر ہے۔ یہ وضاحت ہے کیونکہ وہ قرآن رسول (جبرئیل) کی زبانی رب العالمین کی طرف سے آپ پر اترا ہے۔ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ (رب العالمین کی طرف سے)

۴۴ : وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَ قَاوِیْلِ (اگر یہ ہمارے ذمہ کچھ باتیں لگا دیتے) اگر وہ ہمارے متعلق کسی چیز کا دعویٰ کرتے تو ہم ان کو یہ نہ کہتے۔

۴۵ : لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ (تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے) ضرور ان کو پکڑ کر قتل کر دیتے۔ جیسا کہ بادشاہ ان لوگوں کے ساتھ کرتے ہیں جو ان کے متعلق جان بوجھ کر جھوٹ بولتے ہیں تا کہ ان سے غصہ کا جلد انتقام لیا جا سکے۔ پس اس آیت میں پکڑا کر قتل کرنے کو اس کی اصل شکل میں ہولنا کی ظاہر کرنے کیلئے ذکر کیا اور اس کی حقیقت یہ ہے ہاتھ سے پکڑ کر اس کی گردن اڑا دیں۔ دائیں کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جب قاتل گدی پر ضرب لگانے لگتا ہے تو اپنے بائیں ہاتھ سے اس کو پکڑتا ہے اور جب تلوار کا وار گردن پر کرنا چاہتا ہے اور تلوار سے اس کے رودررو ہوتا ہے اور یہ صورت حال مقتول پر زیادہ سخت ہوتی ہے کیونکہ وہ تلوار کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوتا ہے۔ تو اس وقت وہ اس کے دائیں ہاتھ کو پکڑ لیتا ہے۔ اور لاخذنا منه بالیمین کا معنی یہ ہے: لاخذنا بیمینه ہم ضرور اس کو اس کے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے اور اس طرح۔

۴۶ : ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ (پھر ہم ان کی رگ دل ضرور کاٹ لیتے) لقطعنا وتینهٗ اس کی شاہ رگ کاٹ دیتے۔ یہ دل کی رگ ہے جب یہ کٹ جائے تو انسان مر جاتا ہے۔

۴۷ : فَمَا مِنْكُمْ (پس تم میں کوئی نہ ہوتا) اس میں لوگوں کو خطاب فرمایا یا مسلمانوں کو خطاب فرمایا۔ مِّنْ اَحَدٍ (کوئی ایک) مِّنْ زائدہ ہے۔ عَنْهُ (محمد ﷺ کو قتل سے) حَاجِزِیْنَ (سزا سے بچانے والا) یہ جمع لائے احد کی صفت ہے جو کہ مفرد ہے۔ کیونکہ احد جماعت کے معنی میں ہے جیسا اللہ تعالیٰ کے اس قول میں لانفرق بین احدٍ من رسلهٖ [البقرہ:۲۸۵]

۴۸ : وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ (اور بلاشبہ قرآن متقیوں کیلئے نصیحت ہے)

۴۹ : وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِیْنَ (اور ہم کو معلوم ہے کہ تم میں بعضے تکذیب کرنے والے ہیں)

۵۰ : وَاِنَّهٗ (اور بیشک وہ قرآن) لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ (کافروں کے حق میں موجب حسرت ہے) کافرین سے قرآن کا انکار کرنے والے تکذیب کرنے والے جب تصدیق کرنے والوں کے ثواب کو دیکھیں گے تو حسرت سے ہاتھ کاٹیں گے۔

۵۱ : وَاِنَّهٗ (اور یہ قرآن) لَحَقُّ الْیَقِیْنِ (تحقیقی یقینی بات ہے) وہ عین الیقین اور خالص یقین ہے۔

۵۲ : فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ (پس اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے) پس تم اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو اس کے عظمت والے نام کا تذکرہ کر کے اور وہ یہ قول ہے سبحان اللہ۔

الحمد للہ بعد الظہر سورۃ الحاقہ کی تفسیر کا ترجمہ مکمل ہوا۔

والحمد لله عليه نحن نقول سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم

سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ المعارج مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چوالیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ﴿۱﴾ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۙ﴿۲﴾ مِّنَ اللّٰهِ

سوال کیا ایک سوال کرنے والے نے عذاب کے بارے میں جو کافروں پر واقع ہونے والا ہے اسے کوئی دفع کرنے والا نہیں' یہ عذاب اللہ کی طرف سے واقع ہوگا

ذِى الْمَعَارِجِ ؕ﴿۳﴾ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ

جو معارج والا ہے' فرشتے اور روحیں اسکی طرف چڑھ کر جاتی ہیں' یہ عذاب اس دن واقع ہو گا جس کی مقدار پچاس ہزار

اَلْفَ سَنَةٍ ۚ﴿۴﴾ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ۘ﴿۵﴾ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۙ﴿۶﴾ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ؕ﴿۷﴾

سال ہے' سو آپ ایسا صبر کیجئے جو صبر جمیل ہو' بیشک وہ اس دن کو دور سمجھ رہے ہیں اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں۔

يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۙ﴿۸﴾

جس دن آسمان تیل کی تچھٹ کی طرح ہو گا

۱ : سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ (ایک درخوست کرنے والا اس عذاب کی درخواست کرتا ہے) سائل سے نضر بن الحارث مراد ہے۔جس نے کہا تھا ان كان هذا هو الحق من عندك فامطر علينا حجارة من السماء او ائتنا بعذاب اليم [الانفال: ۳۲] نمبر۲۔اس سے مراد نبی اکرم ﷺ ہیں کہ آپ نے کفار پر نزول عذاب کی دعا فرمائی۔سائل میں جب کہ دعا کا معنی متضمن ہے اس لئے اس کو باء سے متعدی کیا گیا گویا اس طرح کہا گیا دعاء داع ایک دعا کرنے والے نے دعا کی۔بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ (واقع ہونے والے عذاب کی) عرب کہتے ہیں۔دعاء بِكَذَا جب وہ دعا مانگے اور طلب کرے ایک ارشادِ الٰہی میں اسی کو ذکر فرمایا يدعون فيها بكل فاكهة [الدخان:۵۵]۔وہ اس میں ہر قسم کے پھل مانگیں گے۔

قراءت: مدنی، شامی نے بلا ہمزہ سال پڑھا ہے۔اور یہ سوال سے بھی ہوسکتا ہے تلیین کے ساتھ اس میں تخفیف کی گئی ہے۔ البتہ سائلٌ بالاتفاق مہموز ہے۔

۲ : لِّلْكٰفِرِيْنَ (جو کہ کافروں پر واقع ہونے والا ہے) یہ عذاب کی صفت ہے ای بعذاب واقع كائن للكافرين ۔ایسا عذاب جو کافروں پر واقع وثابت ہونے والا ہے۔لَيْسَ لَهٗ (جس کا کوئی دفع کرنے والا نہیں) اس عذاب کو کوئی نہیں دَافِعٌ (رد کرنے

والا)

۳ :مِّنَ اللّٰهِ (جواللہ تعالیٰ کی طرف سے واقع ہوگا)

نحو : یہ واقع سے متصل ہے ای واقع من عنده یانمبر۲۔ دافع سے متعلق ہے۔ ای لیس له دافع من جهته تعالیٰ اذاجاء وقته اس کوکوئی روکنے والانہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگا جب اس کا وقت آجائے گا۔ ذِی الْمَعَارِجِ (جو کہ سیڑھیوں کا مالک ہے) آسمان کی سیڑھیاں جن کوفرشتے استعمال میں لاتے ہیں۔ معارج جمع مَعرج۔ چڑھنے کی جگہ۔

۴ : پھران مصاعد کی تعریف فرمائی اوران کی دوری اور بلندی کوذکر کیا فرمایا۔ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ (فرشتے اورروحیں اس کے پاس چڑھ کر جاتی ہیں)

قراءت :تعرج کا معنی چڑھنا یہ یاء کے ساتھ علی نے پڑھا ہے۔ الروح نمبرا۔ سے جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔ ملائکہ کا عمومی ذکر کر کے ان کوفضل وعظمت کی وجہ سے خاص طور پر ذکر کر دیا۔ نمبر۲۔ یہ الروح ایک ایسی مخلوق ہے جو ملائکہ پرنگران ہے جیسا فرشتے ہم پرنگران ہیں۔ نمبر۳۔ موت کے وقت ایمان والوں کی ارواح کوعروج حاصل ہوتا ہے۔ اِلَيْهِ (اس کے عرش کی طرف) اوراس کا حکم اترنے کی جگہ فِیْ یَوْمٍ (ایسے دن میں)

نحو :مِن یہ تعرج کا صلہ ہے۔

قیامت کے دن کی مقدار:

كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ (جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے) دنیا کے سالوں کے مطابق جبکہ فرشتوں کے علاوہ کوئی دوسرا شخص چڑھے۔ نمبر۲۔ مِن یہ واقع کا صلہ ہے تقدیر کلام یہ ہے یقع فی یوم طویل مقداره خمسون الف سنة من سنكم۔ یہ واقع ہوگا ایسے طویل دن میں جس کی مقدار تمہارے سالوں میں پچاس ہزار سال ہے اور وہ قیامت کا دن ہے پھر اسکو طویل اسلئے بتلایا کیونکہ یہ کفار پر بڑا سخت ہوگا۔ نمبر۲۔ یہ دن فی الحقیقت اتنا طویل ہوگا ایک قول یہ ہے اس میں پچاس مواقف ہونگے جن میں ہر موقف ایک ہزار سال کا ہوگا اوراس کا اندازہ ایمان والوں کیلئے ظہر وعصر کے مابین وقت سے کیا گیا ہے۔

۵ : فَاصْبِرْ (پس آپ صبر کیجئے) یہ سأل سائل کے متعلق ہے کیونکہ نضر بن حارث نے رسول اللہ ﷺ سے بطور استہزاء اورتکذیب وحی کے عذاب کا جلد مطالبہ کیا اوراس سے آنحضرت ﷺ کو کبیدگی خاطر پیش آئی اسی لئے اس پرصبر کا حکم دیا گیا۔ صَبْرًا جَمِيْلًا (اورصبر بھی ایسا جس میں شکایت کا نام نہ ہو) اس صبر میں گھبراہٹ وشکایت نہ ہو۔

۶ :اِنَّهُمْ (یہ لوگ) یعنی کفار يَرَوْنَهٗ (اس کو دیکھ رہے ہیں) اس عذاب یا قیامت کے دن کو بَعِيْدًا (بعید) ناممکن۔

۷ :وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا (اور ہم اس کو قریب دیکھ رہے ہیں) وہ بہرصورت واقع ہوگا بعید سے بعید از امکان مراد ہے۔ اور قریب سے قریب الامکان۔

وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝٩ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۝١٠ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ؕ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ

اور پہاڑ رنگین اون کی طرح ہوں گے اور کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا باوجودیکہ ایک دوسرے کو دکھا دیئے جائیں گے

لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيْهِ ۝١١ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۝١٢ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ

مجرم شخص اس بات کی تمنا کرے گا کہ کاش وہ اپنے بیٹوں اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی اور اپنے کنبے کو جس

تُـْٔوِيْهِ ۝١٣ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۝١٤ كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰى ۝١٥ نَزَّاعَةً

میں وہ رہتا تھا اور تمام اہل زمین کو اپنی جان کے بدلہ میں دے دیتا پھر یہ اس کو بچا لیتا یہ ہرگز نہیں ہوگا بے شک وہ آگ شعلے مارنے والی ہے

لِّلشَّوٰى ۝١٦ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ۝١٧ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ۝١٨ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۝١٩

سر کی کھال اتار دینے والی ہے وہ اس شخص کو بلاتی ہے جس نے پشت پھیری اور بے رخی اختیار کی اور مال جمع کیا پھر اس کو سنبھال کر رکھا۔ بے شک انسان کم ہمت پیدا کیا گیا ہے

اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۝٢٠ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۝٢١ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ۝٢٢ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى

جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو خوب گھبراہٹ ظاہر کرتا ہے اور جب اس سے اچھی حالت مل جاتی ہے تو منع کرنے والا بن جاتا ہے سوائے ان لوگوں کے

صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ۝٢٣ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝٢٤ لِّلسَّآئِلِ

جو نمازی ہیں جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں اور وہ لوگ جن کے مالوں میں سوال کرنے والے کے لئے

وَالْمَحْرُوْمِ ۝٢٥ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝٢٦ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ

اور محروم کے لئے حق معلوم ہے اور جو لوگ روز جزاء کی تصدیق کرتے ہیں اور جو لوگ اپنے رب کے عذاب

رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝٢٧ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ۝٢٨

سے ڈرنے والے ہیں۔ بلاشبہ انکے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں ہے

ایک منظر قیامت:

۸ :یَوْمَ تَکُوْنُ السَّمَآءُ (جس دن آسمان ہوجائے گا) یوم یہ قریباً کی وجہ سے منصوب ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے یمکن فی ذلك الیوم وہ اس دن میں ممکن ہے۔ نمبر۲۔ فی یوم سے بدل ہے۔ اس صورت میں مجرور ہے یہ ان کے نزدیک ہے جنہوں نے واقع کے متعلق کیا ہے کَالْمُهْلِ (تلچھٹ کی طرح ہوجائیگا) زیتون کے تلچھٹ کی طرح یا پگھلی ہوئی متلون چاندی کی طرح۔

۹ :وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ (اور پہاڑ رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے) مختلف رنگوں میں رنگی ہوئی اُون۔ کیونکہ پہاڑ مختلف رنگت کے ہیں۔ جددٌ بیض وحمر مختلف الوانها وغرابیب سود۔[فاطر:۲۷] پس جب اس کو فضاء میں اڑا کر بکھیر دیا جائے گا تو بکھری دھنی ہوئی اون کی طرح ہو جائیں جس کو ہوا اڑا لے جائے۔

۱۰ :وَلَا يَسْئَلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا (اور کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا) قریبی کسی قریبی کو نہ پوچھے گا کیونکہ نفسا نفسی کا عالم ہوگا۔

قراءت : البزی اور البرجمی نے لایُسال ضمۂ یاء سے پڑھا ہے۔ اس طرح مطلب یہ ہوگا کسی قریب سے دوسرے قریبی کا مطالبہ نہ کیا جائیگا۔ اور نہ اس کے گناہ کے بدلہ اس کو پکڑا جائے گا۔

۱۱ :يُبَصَّرُوْنَهُمْ (باوجود یکہ وہ ایک دوسرے کو دکھا بھی دیئے جائیں گے)

نحو : یہ حمیمًا کی صفت ہے۔ وہ قریبی دکھائے جائیں گے اور پہچان کرائے جائیں گے نمبر۲۔ یہ جملہ مستانفہ ہے گویا کہ جب یہ کہہ دیا گیا: ولا یسأل حمیم حمیمًا تو اس پر سوال پیدا ہوا کہ شاید کہ وہ اس کو دیکھ نہ پائے۔ تو جواب دیا گیا وہ ایک دوسرے کو دکھلا دیے جائیں گے۔ لیکن اپنی مشغولیت کی وجہ سے ایک دوسرے سے پوچھ بھی نہ سکیں گے۔ یبصرونهم کی واؤ یہ پہلے حمیم کی طرف راجع ہے ھم حمیم ثانی کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہے۔ وہ گہرے دوست دوسرے دوستوں کو اچھی طرح دیکھیں گے ایک دوسرے سے چھپے ہوئے نہ ہونگے۔

ضمیر جمع کی وجہ:

دونوں ضمائر جمع لائے حالانکہ یہ تو دو ہیں۔ کیونکہ فعیلًا کا وزن جمع کے موقع پر استعمال ہوتا ہے۔ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ (مجرم اس بات کی تمنا کریں گے) مشرک تمنا کرے گا۔

نحو : یہ جملہ مستانفہ ہے۔ نمبر۲۔ یبصرونهم کی ضمیر مرفوع یا منصوب سے حال ہے۔

لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ (کہ اس روز کے عذاب سے چھوٹنے کے لئے فدیہ میں دے دے)

نحو وقراءت: مدنی وعلی نے بناء کی وجہ سے یومَئِذ مفتوح پڑھا ہے۔ اس لئے کہ اس کی اضافت غیر متمکن کی طرف ہے۔

بِبَنِيْهِ (اپنے بیٹوں کو)

۱۲ :وَصَاحِبَتِهٖ (اور اپنی بیوی کو) وَاَخِيْهِ (اور اپنے بھائی کو)

۱۳ :وَفَصِيْلَتِهِ (اور اپنا قریبی خاندان) الَّتِيْ تُئْوِيْهِ (جن میں وہ رہتا ہے) بالآخر جو اس کو اپنے ہاں پناہ دیتا ہے۔

قراءت: یزید نے اس کو بغیر ہمزہ تُوِیْهِ پڑھا ہے۔

۱۴ :وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ يُنْجِيْهِ (اور تمام اہل زمین کو پھر یہ اس کو بچا لے) جمیعًا سے تمام لوگ یُنجیہ سے فدیہ دینا مراد ہے۔ اور اس کا عطف یفتدی پر ہے۔

۱۵ : كَلَّا (یہ ہرگز نہ ہوگا) اس میں مجرم کو اس کی خواہش پر ڈانٹ پلائی گئی۔ اور اس پر متنبہ کیا کہ اس کو فدیہ فائدہ نہ دے گا۔ اور نہ

ہی عذاب سے بچائے گا۔ اِنَّهَا (وہ آگ)

نحو : عذاب کا تذکرہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔ نمبر۲۔ وہ ضمیر مبہم ہے۔ جس کی ترجمانی خبر کر رہی ہے۔ نمبر۳۔ ہاء یہ ضمیر قصہ ہے۔ لَظٰی (شعلہ زن ہے) یہ آگ کا نام ہے۔

۱۶ : نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰی (جو کھال اتار دے گی) نمبر۱۔ حفص والمفضل نے حال مؤکدہ کی بناء پر منصوب پڑھا ہے۔ نمبر۲۔ ڈرانے کیلئے بطور اختصاص منصوب ہے۔ نمبر۳۔ دیگر قراء نے نزاعۃ رفع سے پڑھا ہے اور خبر کے بعد دوسری خبر قرار دیا۔ ان کی اول خبر لظٰی دوسری خبر نزاعۃٌ۔ نمبر۴۔ ھی مبتدأ محذوف کی خبر ہے ھی نزاعۃٌ للشوٰی۔ اطراف انسانی ہاتھ پاؤں وغیرہ نمبر۲۔ شواۃٌ سر کا چمڑا، اس کو آگ کھینچ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی۔ پھر وہ دوبارہ اپنی حالت پر لوٹ جائے گا۔ تو آگ اپنے کام پر لوٹتی رہے گی۔ (اعاذنا اللہ منھا)۔

جہنم آوازیں دے گی:

۱۷ : تَدْعُوْا (وہ اس شخص کو بلاوے گی) ان کے اس طرح نام لے گی۔ یا کافر یا منافق۔ میری طرف۔ میری طرف نمبر۲۔ وہ پکار کر کہے گی تو ہلاک ہو۔ یہ دعاك الله سے کیا ہے جس کا معنی اهلكك نمبر۲۔ جب اس کا ٹھکانہ آگ ہے تو گویا آگ کو ایسا قرار دیا گیا کہ وہ اس کو بلا رہی ہے۔ مَنْ اَدْبَرَ (جس نے حق سے پیٹھ پھیری ہوگی) وَتَوَلّٰی (اور بے رخی کی ہوگی) اطاعت سے۔

۱۸ : وَجَمَعَ (اور جمع کیا ہوگا) یعنی مال فَاَوْعٰی (پھر اس کو اٹھا اٹھا کر رکھا ہوگا) پھر اس کو تجوری میں رکھ کر اس میں سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کیا۔

۱۹ : اِنَّ الْاِنْسَانَ (انسان) مراد اس سے جنس انسان ہے تاکہ مصلین کا استثناء درست ہو سکے۔ خُلِقَ هَلُوْعًا (کم ہمت پیدا ہوا ہے)۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اس کی تفسیر مابعد والی آیت ہے۔

۲۰ : اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا (جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو جزع فزع کرنے لگتا ہے)

۲۱ : وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا (اور جب اس کو فارغ البالی ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے) الھلع ناپسند حالت آنے پر جلد گھبرانا۔ اور بھلائی پہنچے تو جلد بھلائی سے رک جانا۔

قول ثعلب رحمہ اللہ:

محمد بن طاہر نے آپ سے پوچھا ھلع کیا ہے تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کی خود تفسیر فرما دی۔ اور اللہ تعالیٰ کی تفسیر سے زیادہ واضح نہیں ہو سکتا۔ اور وہ وہی ہے جب اس کو تکلیف پہنچے تو شدید گھبراہٹ کا اظہار کرے۔ اور جب اس کو خیر میسر ہو تو بخل کرے

اوراس کولوگوں سے روک کر بیٹھ رہے۔ یہ طبع انسانی ہے۔ انسان کواپنی طبع کی مخالفت کا حکم دیا گیا اور شرع کی موافقت کرنے کا کہا گیا ہے۔ الشر سے جسمانی تکلیف، فقر، مرض، الخیر۔ وسعت رزق، مالداری، صحت۔

۲۲ :اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ (مگر وہ نمازی)

۲۳ :الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ (جو اپنی نماز پر) پانچوں نمازیں دَآئِمُوْنَ (برابر توجہ رکھتے ہیں)۔ نماز کے اوقات میں ان کی محافظت کرتے ہیں۔ یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تفسیر ہے۔

۲۴ :وَالَّذِيْنَ فِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ (وہ جن کے مالوں میں سب کا حق ہے) حق زکوٰۃ کیونکہ یہی مقرر اور معلوم ہے۔ نمبر ۲۔ صدقہ جو آدمی اپنے اوپر کسی کے وظیفہ کے طور پر مقرر کرے۔ اور مقرر اوقات میں اس کو ادا کرے۔

۲۵: لِّلسَّآئِلِ (سوالی کیلئے) جو لوگوں سے مانگتا ہے وَالْمَحْرُوْمِ (اور بے سوالی کیلئے) جو سوال سے بچتا ہے اس کو غنی سمجھ کر محروم رکھتے ہیں۔ اور وہ محروم رہتا ہے۔

۲۶ :وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ (وہ جو قیامت کے دن کا اعتقاد رکھتے ہیں) یوم الدین سے یوم جزاء اور حساب مراد ہے یہی قیامت کا دن ہے۔

۲۷ :وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ (اور وہ جو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں) مشفقون کا معنی خائفون خوف کرنے والے۔

۲۸ :اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ (واقعی ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں)

قراءت: ابوعمرو کے علاوہ باقی قراء نے مأمون ہمزہ سے پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے کسی کو مناسب نہیں اگرچہ وہ طاعت ومحنت میں کتنی ترقی کر جائے کہ وہ عذاب سے بے خوف ہو کر بیٹھ جائے۔ اور مناسب یہی ہے کہ خوف ورجاء کے درمیان رہے۔

نحو: یہ جملہ معترضہ درمیان میں لائے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ

اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں کے یا ملکیت میں آنے والی باندیوں کے

فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَالَّذِيْنَ

سو وہ ان کے بارے میں ملامت کیے جانے والے نہیں ہیں سو جس نے اس کے علاوہ کوئی جگہ تلاش کی تو یہ وہ لوگ ہیں جو حد سے آگے بڑھ جانے والے ہیں' اور وہ لوگ

هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ﴿۳۳﴾

جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرنے والے ہیں' اور وہ لوگ جو اپنی گواہیوں پر قائم ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۳۴﴾ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۳۵﴾ ع ۱ ۱۵ ۷

اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں' یہ وہ لوگ ہیں جو بہشتوں میں باعزت رہیں گے۔

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴿۳۶﴾ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿۳۷﴾

سو کیا ہوا کافروں کو کہ آپ کی طرف دائیں سے اور بائیں سے جماعتیں بن بن کر دوڑ رہے ہیں'

اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿۳۸﴾ كَلَّا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا

کیا ان میں سے ہر شخص اس کا لالچ کرتا ہے کہ نعمتوں والی جنت میں داخل کر دیا جائے ایسا ہرگز نہ ہوگا' بلاشبہ ہم نے انہیں اس چیز سے

يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿۴۰﴾ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ

پیدا کیا ہے جس کو وہ جانتے ہیں' سو میں مشارق اور مغارب کے رب کی قسم کھاتا ہوں بے شک ہم اس پر قدرت رکھنے والے ہیں کہ

خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۴۱﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا

انکی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں اور ہم عاجز نہیں ہیں سو آپ ان کو ان کے شغل میں رہنے دیجئے باطل چیزوں میں غور وخوض کیا کریں اور کھیلتے رہیں یہاں تک کہ

يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۲﴾ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ

اپنے اس دن سے ملاقات کرلیں جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے جس دن قبروں سے نکل کر جلدی جلدی چلیں گے گویا کہ وہ کسی پرستش گاہ کی طرف

يُّوْفِضُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۴﴾ ع ۲ ۱۸ ۷

دوڑ رہے ہیں انکی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی۔ یہ وہ دن ہوگا جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

۲۹ :وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ (اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھنے والے ہیں)۔

۳۰ :اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ (لیکن اپنی بیویوں سے یا اپنی لونڈیوں سے کیونکہ ان پر کوئی الزام نہیں) اگر وہ حفاظت کو ترک کر دیں۔

۳۱ :فَمَنِ ابْتَغٰى (ہاں جو طلبگار رہوا) جماع کی جگہ تلاش کی۔وَرَآءَ ذٰلِكَ (ان کے علاوہ) بیویوں اور لونڈیوں کے علاوہ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ (ایسے لوگ حد سے نکلنے والے ہیں) حلال سے حرام کی طرف تجاوز کرنے والے۔

مَسْئَلَة: یہ آیت متعہ کی حرمت، لواطت کی حرمت اور بہائم سے جماع اور استمناء بالید کی حرمت کو ثابت کرتی ہے۔

۳۲ :وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ (اور جو لوگ اپنی امانتوں)

قراءت: لامانتهم ۔مکی نے پڑھا ہے۔الامانات کا لفظ شرع کی امانتیں اور بندوں کی امانتوں کو شامل ہے۔وَعَهْدِهِمْ (اور اپنے وعدوں کا) اس میں مخلوق کے معاہدات، نذور اور قسمیں سب شامل ہیں۔رَاعُوْنَ (خیال رکھنے والے ہیں) حفاظت کرنے والے ہیں۔نہ خیانت کرنے والے اور نہ ہی توڑنے والے ہیں۔ایک قول ہے کہ امانات وہ ہیں جن پر عقل دلالت کرے۔العھد جس کو رسول لائے۔

۳۳ :وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ (اور جو لوگ اپنی گواہیوں کو ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہیں)

قراءت: حفص، سہل ویعقوب نے شہادات پڑھا ہے۔قائمون کا مطلب یہ ہے کہ وہ حکام کے پاس گواہی کو بغیر کسی میلان کے جو قریب و شریف کیلئے اختیار کیا جائے اور بلا ترجیح کے جو طاقتور کے حق میں ضعیف کے خلاف اختیار کیا جائے۔وہ ادا کرتے ہیں اور ان کا مقصد مسلمانوں کے حقوق کو زندہ کرنا اور دین میں صلابت و پختگی ہوتا ہے۔

۳۴ :وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ (اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں) نماز کی اہمیت واضح کرنے کیلئے اس کو دوبارہ لائے۔نمبر۲۔اول میں فرائض کی محافظت اور ثانی میں نوافل کی مداومت کو ذکر فرمایا۔نمبر۴۔ایک قول یہ ہے نمازوں پر مداومت سے مراد۔کثرت سے پڑھے اور ان کی محافظت کرنے سے مراد وہ اپنے اوقات سے نہ ہٹنے پائیں۔نمبر۵۔دوام: اوقات میں ادائیگی کا نام ہے اور محافظت اس کے ارکان، واجبات، سنن، آداب کی حفاظت۔

۳۵ :اُولٰٓئِكَ (ایسے لوگ) جو ان صفات سے متصف ہوں۔فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ (بہشتوں میں عزت سے داخل ہونگے)

نحو :اولئك مبتدأ اور باقی دونوں خبریں ہیں۔

۳۶ :فَمَالِ یہ لفظ مصحف عثمان رضی اللہ عنہ کی اتباع میں الگ لکھا جاتا ہے۔الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ (تو کافروں کو کیا ہوا کہ آپ کی طرف) قبلک آپ کی طرف اور جانب مُهْطِعِيْنَ (دوڑے آرہے ہیں)

نحو :الذین کفروا سے حال ہے۔

۳۷ :عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ (دائیں اور بائیں سے) آپ کے دائیں اور بائیں سے عِزِيْنَ (مختلف جماعتیں بن کر) یہ

عزۃ کی جمع یا اس کا اصل عزوۃٌ ہے ہر گروہ اپنی الگ الگ متفرق نسبت کرتا ہے۔ نَحْوَ : یہ حال ہے۔

کفار کا وطیرہ اور اس کا جواب:

۳۸ : کافر آپ کے اردگرد مختلف گروہوں اور پارٹیوں کی شکل میں جمع ہو کر قرآن سنتے اور وہ کلام اللہ کا مذاق اڑاتے اور کہتے اگر یہ لوگ جنت میں داخل ہو گئے جیسا کہ محمد ﷺ کہتے ہیں۔ تو ہم ضرور ہی ان سے پہلے جائیں گے پس یہ آیت اتاری گئی۔ اَیَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ (کیا ان میں سے ہر شخص اس کی طمع رکھتا ہے کہ وہ آسائش کی جنت میں داخل ہو جائیگا)

قراءت: مفضل کے علاوہ بقیہ نے يُدْخَلَ پڑھا ہے یا مضموم اور خاء مفتوح۔ جنۃ نعیم: نعمتوں والی جنتیں جیسا کہ ایمان والوں کو ملیں گی۔

بغیر ایمان جنت کا دعویٰ کس مُنہ سے:

۳۹ : كَلَّا (ہرگز نہیں) اس میں ان کی دخول جنت والی طمع کو رد کر دیا گیا۔ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ (ہم نے ان کو ایسی جگہ سے پیدا کیا جس کی ان کو بھی خبر ہے) یعنی حقیر نطفہ سے اسی لئے ابہام کے طور پر ذکر کیا۔ تا کہ یہ بتلایا جائے کہ حیاء کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو اشارۃً ذکر کیا جائے۔ تو جب ان کی پیدائش ایسی چیز سے ہے تو مشرف کہاں سے ہوں گے۔ اور ایمان والوں سے بڑھ جانے کا کس منہ سے کہتے ہیں کہ ہم جنت میں ان سے پہلے داخل ہونگے۔ نمبر۲۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کو نطفہ سے بنایا۔ جیسا تمام اولاد آدم کو بنایا۔ ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ جنت میں کوئی ایمان کے بغیر داخل نہ ہو تو یہ بلا ایمان اس میں داخلہ کی کیونکر طمع کرتے ہیں؟

۴۰ : فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ (پھر میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے رب کی) مشارق سے مطالع اور مغارب سے غروب کے مقامات اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ (ہم اس پر قادر ہیں)

۴۱ : عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ (کہ ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں) ان کو ہلاک کر کے ان سے بہتر اور اللہ تعالیٰ کے زیادہ فرمانبردار بندے لے آئیں۔ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ (اور ہم عاجز نہیں ہیں)

۴۲ : فَذَرْهُمْ (تو آپ ان کو رہنے دیں) مکذبین کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ يَخُوْضُوْا (کہ اسی شغل میں) یعنی باطل پرستی میں وَيَلْعَبُوْا (اور تفریح میں) دنیا کے دھندے میں۔ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ (یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ واقع ہو جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے) جس میں ان سے عذاب کا وعدہ کیا جاتا ہے۔

۴۳ : يَوْمَ نَحْوَ : یوم یہ پہلے یوم سے بدل ہے۔ يَخْرُجُوْنَ یاء کے فتحہ اور راء کے ضمہ سے تمام نے پڑھا ہے سوائے اعشیٰ کے مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا (جس دن یہ قبروں سے نکل کر اس طرح دوڑیں گے) اجداث: قبور۔

نَحْوَ : سراعا یہ جمع سریعٌ ہے۔ یہ حال ہے۔ یعنی بلانے والے کی طرف تیزی سے بھاگیں گے۔

كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ (جیسے کسی پرستش گاہ کی طرف دوڑے جاتے ہیں)

نحو: كانهم یہ حال ہے۔

قراءت: شامی، حفص وسہل نے نُصُبٍ پڑھا ہے۔ المفضل نے نُصْبٍ سکون صاد سے پڑھا ہے۔ اور دیگر قراء نے نَصْبٍ فتحہ نون سے پڑھا ہے۔ نصب ہر وہ چیز جس کو گاڑا جائے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی پوجا کی جائے۔ یوفضون کا معنی تیزی کرنے والے۔

۴۴: خَاشِعَةً (نیچے کو جھکی ہونگی) ذلیل ہونگیں۔

نحو: یہ یخرجون کی ضمیر سے حال ہے۔

اَبْصَارُهُمْ (ان کی نگاہیں) یعنی ذلت کی وجہ سے ان کو اوپر نہ اٹھائیں گے۔ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ (ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی) ان کو ذلت ڈھانپ لے گی۔ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِىْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ (یہ ہے ان کا وہ دن جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا) دنیا میں اور وہ اس کی تکذیب کرتے تھے۔

الحمدللہ چاشت کے وقت جمعۃ المبارک ۲۸ ربیع الاول تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔

الحمدلله ، اللهم احفظنی من كربات يوم القيامة۔

سُوْرَۃُ نُوْحٍ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٍ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ نوح مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھائیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ①

بلاشبہ ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ اپنی قوم کو اس سے پہلے ڈرایئے کہ ان پر دردناک عذاب آ جائے '

قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ② اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ③ يَغْفِرْ

انہوں نے کہا کہ اے میری قوم بلاشبہ میں تمہیں صاف طریقہ پر ڈرانے والا ہوں کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو وہ تمہارے

لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا

گناہوں کو معاف فرما دے گا اور تمہیں وقت مقرر تک مہلت دیگا ' بلاشبہ جب اللہ کی مقرر کی ہوئی اجل آ جائے تو مؤخر نہیں

يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ④ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ⑤ فَلَمْ

کی جاتی ' کیا خوب ہوتا اگر تم جانتے ہوتے ' انہوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا اے میرے رب بیشک میں نے اپنی قوم کو رات دن بلایا سو

يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا ⑥ وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ

میرے بلاوے نے ان کا بھاگنا زیادہ ہی کر دیا اور بلاشبہ جب میں نے انہیں بلایا تاکہ آپ انکی مغفرت فرمائیں تو انہوں نے اپنی انگلیاں

فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ⑦ ثُمَّ اِنِّيْ

اپنے کانوں میں دے لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لئے اور اصرار کیا اور حد درجہ کا تکبر کیا ' پھر میں نے

دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ⑧ ثُمَّ اِنِّيْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ⑨

انہیں بلند آواز سے بلایا پھر انہیں اعلانیہ بھی سمجھایا اور پوشیدہ طریقہ پر بھی دعوت دی۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (ہم نے نوح کو ان کی قوم کے پاس بھیجا تھا کہ تم اپنی قوم کو ڈراؤ قبل اس کے کہ ان پر دردناک عذاب آوے)

۱ : اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا ایک قول یہ ہے کہ نوح کا معنی سریانی زبان میں ساکن ہے۔اِلٰی قَوْمِہٖٓ اَنْ اَنْذِرْ

نحو : انذار خوف دلانے کے معنی میں آتا ہے۔اس کی اصل بان انذر ۔پس جار حذف کر کے اَنْ کو فعل سے ملا دیا۔خلیل رحمہ اللہ کے نزدیک یہ محل جر میں واقع ہے۔اور دیگر نحات کے ہاں منصوب ہے۔نمبر۲۔ان مفسرہ ہے جو کہ ای کے معنی میں آتا ہے۔ کیونکہ ارسال میں قول کا معنی متضمن ہے۔قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ عذاب الیم سے آخرت کا عذاب یا طوفان نوح مراد ہے۔

نوح علیہ السلام کا قوم کو خطاب:

۲ : قَالَ يٰقَوْمِ (انہوں نے کہا اے میری قوم) اظہار شفقت کیلئے ان کو اپنی قوم کہہ کر پکارا۔اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ (میں تمہارے لئے ڈرانے والا ہوں) نذیر بمعنی مخوف ہے مُّبِيْنٌ (صاف صاف) میں اللہ تعالیٰ کے پیغامات کو تمہاری جانی پہچانی زبان میں بیان کرتا ہوں۔

۳ : اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ (کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو) اس کو وحدہٗ لاشریک مانو۔

نحو : اس اَنْ کا حکم دونوں صورتوں میں وہی ہے جو اوپر ان انذر میں بیان ہوا۔وَاتَّقُوْهُ (اور اس سے ڈرو) اس کی نافرمانی سے ڈرو۔وَاَطِيْعُوْنِ (اور میرا کہنا مانو! ان چیزوں میں جن میں میں تمہیں حکم دیتا اور منع کرتا ہوں) یہاں اطاعت کی نسبت اپنی طرف کی کیونکہ کبھی اطاعت غیر اللہ کی عبادت کے علاوہ بھی ہوتی ہے۔

۴ : يَغْفِرْ لَكُمْ (وہ معاف کر دے گا) یہ امر کا جواب ہے مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ (تمہارے گناہ) مِنْ بیانیہ ہے جیسا کہ اس آیت میں فاجتنبوا الرجس من الاوثان نمبر۲۔من تبعیضیہ ہے۔کیونکہ حقوق اللہ معاف ہو جاتے ہیں جو مخلوق کے حقوق ہوتے ہیں وہ اسلام کے بعد بھی قابل مواخذہ ہیں۔مثلاً قصاص (کذا فی شرح التاویلات)

وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى (اور تم کو وقت مقررہ تک مہلت دے گا) اجل مسمی سے وقت موت مراد ہے۔اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا وقت جب آ جائے گا تو ٹلے گا نہیں ۔کیا خوب ہوتا اگر تم سمجھتے) اجل اللہ سے موت مراد ہے۔لو كنتم تعلمون کاش تمہیں معلوم ہو جائے کہ مقرر وقت کے اختتام پر تمہیں کتنی بڑی شرمندگی کا سامنا کرنا ہوگا تو تم ایمان لے آتے ۔ایک قول یہ ہے اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا کہ قوم نوح اگر ایمان لائے گی تو ان کو ایک ہزار سال عمر ملے گی ۔اور اگر وہ ایمان نہ لائے تو ان کو نوسو سال کے اختتام پر ہلاک کر دیا جائے گا۔پس ان کو کہا جا رہا ہے کہ تم ایمان لاؤ تا کہ اجل مقررہ تک تمہیں مؤخر کر دیا جائے ۔یعنی ایک ہزار سال کی مدت پالو۔پھر ان کو خبر دی۔کہ جب ہزار سال گزر جائیں گے تو وہ وقت ایسا نہیں کہ اس کو مؤخر کر دیا جائے جیسا کہ پہلا مؤخر کیا گیا۔ایک قول یہ ہے کہ وہ اپنی قوم کی طرف سے خطرہ محسوس کرتے تھے کہ اگر وہ ایمان لا کر دعوت نوح کو قبول کر لیں گے تو ان کی قوم ان کو ہلاک کر دے گی ۔تو گویا نوح علیہ السلام نے ان کو اس سلسلہ میں مطمئن کیا اور ان سے وعدہ فرمایا ایمان لا کر وہ دنیا میں اپنا وقت مقررہ کو ضرور پورا کریں گے ۔

مطلب یہ ہوا۔ اگر اسلام لے آؤ گے تو اپنے دشمنوں سے اپنی موت کے وقت تک زندہ رہو گے۔

۵ : قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا (نوح علیہ السلام نے دعا کی۔ اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو دن کو بھی اور رات کو بھی بلایا) یعنی بلا تھکاوٹ محسوس کیے ہمیشہ ان کو بلایا۔

نتیجہ دعوت میں قوم کا فرار:

۶ : فَلَمْ یَزِدْ هُمْ دُعَآءِ یْ اِلَّا فِرَارًا (پس میرے بلانے پر اور زیادہ بھاگتے رہے) آپ کی اطاعت سے دعوت کو سبب فرار قرار دیا گیا۔ حالانکہ دعوت سبب فرار تو نہ تھی۔ کیونکہ دعوت کے نتیجہ میں نفرت پیدا ہو کر فرار اختیار کیا گیا۔ یہ اسی طرح ہے جیسا یہ ارشاد **واما الذین فی قلوبهم مرض فزاد تهم رجسًا** [التوبہ: ۱۲۵] قرآن مجید زیادہ رجس کا سبب تو نہیں اصل قرآن سن کر نفرت بڑھی اور اس نفرت سے رجس کفر اور زیادہ ہوگئی۔ اس قوم کا حال یہ تھا کہ ایک آدمی نوح علیہ السلام کے پاس اپنے بیٹے کو لے جا کر یہ نصیحت کرتا۔ اس سے بچتے رہنا کہیں یہ تمہیں دھوکے میں مبتلا نہ کر دے۔ چنانچہ بیٹا! میرے والد نے بھی مجھے اس بات کی وصیت کی تھی جو میں تمہیں کر رہا ہوں۔

قوم کی کیفیت:

۷ : وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ (اور میں نے جب کبھی ان کو بلایا) تا کہ وہ آپ پر ایمان لائیں۔ لِتَغْفِرَ لَهُمْ (تا کہ آپ ان کو بخش دیں) تا کہ وہ ایمان قبول کر لیں اور آپ ان کو بخش دیں۔ یہاں مسبب کے تذکرہ پر اکتفاء کیا گیا۔ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ (تو انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے ڈالیں) انہوں نے اپنے کانوں کو بند کر لیا تا کہ وہ میری بات سننے نہ پائیں۔ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ (اور اپنے کپڑے لپیٹ لیے) انہوں نے اپنے آپ کو کپڑوں سے ڈھانپ لیا تا کہ وہ مجھے نہ دیکھ پائیں۔ اس لئے کہ وہ دین کے داعی کے چہرے کو دیکھنا بھی پسند نہ کرتے تھے۔ وَاَصَرُّوْا (اور انہوں نے اصرار کیا) وہ اپنے کفر پر قائم رہے۔ وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا (اور انہوں نے غایت درجہ کا تکبر کیا) مجھے جواب دینے سے اپنے کو بڑا سمجھا۔

نکتہ: مصدر کو لانا اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ وہ استکبار میں بہت ہی آگے جانے والے تھے۔

۸ : ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا (پھر میں نے ان کو باآواز بلند بلایا) جِهَارًا مصدر ہے جو حال کی جگہ لایا گیا ہے۔ ای مجاہرا نمبر ۲۔ یہ مصدر ہے **دعوتهم** اس کے اس مثال کی طرح ہے **قعد ا لقرفصاء** ۔ کیونکہ جہاد دعوت کی ایک قسم ہے۔ یعنی **اظهرت لهم الدعوة فی المحافل** ۔ میں نے محفلوں میں ان کے سامنے کھل کر دعوت دی۔

خفیہ اعلانیہ دعوت تھی:

۹ : ثُمَّ اِنِّیْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا (پھر میں نے ان کو علانیہ سمجھایا اور ان کو بالکل خفیہ بھی سمجھایا) میں نے علانیہ دعوت کو خفیہ دعوت کے ساتھ ملا کر کیا۔ حاصل یہ ہے دن رات ان کو خفیہ دعوت دی پھر ان کو باآوازِ بلند دعوت دی۔ پھر ان کو خفیہ اور

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ﴿۱۰﴾ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّ

سو میں نے کہا کہ اپنے رب سے مغفرت طلب کرو بلاشبہ وہ بہت بخشنے والا ہے وہ تم پر خوب زیادہ برسنے والی بارش بھیجے گا

يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ يَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ؕ﴿۱۲﴾

اور مالوں سے اور بیٹوں سے تمہاری امداد فرمائے گا اور تمہارے لئے باغیچے اور تمہارے لئے نہریں بنا دے گا

علانیہ ملا کر دعوت دی۔ امر بالمعروف کرنے والا اسی طرح کرتا ہے۔ آسان بات سے شروع کرتے پھر سخت سے سخت بات کہتے۔ افتتاح خفیہ نصیحت سے فرماتے۔ جب وہ قبول نہ کرتے تو دوبارہ بلند آواز سے ان کو دعوت دیتے۔ جب اس کا اثر نہ ہوتا تو تیسری بار جہر و سر کو جمع فرماتے۔

ثم کا لفظ حالات کے باہمی بعد کو بیان کر رہا ہے۔ کیونکہ بلند آواز کہنا یہ خفیہ کہنے سے سخت انداز ہے اور دونوں کو جمع کرنا ان کو الگ الگ بیان کرنے سے زیادہ سخت تر ہے۔

۱۰ : فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ (میں نے کہا تم اپنے رب سے گناہ بخشواؤ) استغفار مغفرت طلب کرنے کو کہتے ہیں اگر استغفار کرنے والا کافر ہو تو کفر سے توبہ کرنا اور معافی مانگنا ہوگا۔ اور اگر گناہ گار مؤمن ہو۔ تو وہ گناہوں سے استغفار ہوگا یہاں شرک سے استغفار مراد ہے۔ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا (بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے) وہ انابت کرنے والے لوگوں کے گناہ بخشتا چلا آ رہا ہے۔

۱۱ : يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا (وہ کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا) السماء سے بارش مراد ہے۔ مدرارًا بکثرت بارش والا۔ یہ مفعال کا وزن ہے اس میں تذکیر و تانیث برابر ہے۔

۱۲ : وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ (وہ تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دیگا) تمہارے اموال و اولاد میں اضافہ فرما دے گا۔ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ (اور تمہارے لیئے باغ لگا دے گا) جنات: باغات۔ وَّ يَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا (اور تمہارے لئے نہریں بہا دے گا) جو تمہارے کھیتوں اور باغوں میں جاری ہونگی وہ اموال و اولاد سے بہت محبت کرتے تھے۔ اس بناء پر اسی کے ذریعہ ان کے دلوں میں ایمان کی تحریک پیدا کرنے کی کوشش فرمائی۔ ایک قول یہ ہے بار بار دعوت کو جب طویل عرصہ گزر گیا اور انہوں نے جھٹلا دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش کو بند کر دیا۔ اور ان کی عورتیں اولاد سے بانجھ ہو گئیں یہ چالیس یا ساٹھ سال تک رہا۔ پس نوح علیہ السلام نے ان سے وعدہ فرمایا کہ اگر وہ ایمان کو قبول کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ سرسبزی عنایت کر دیں گے۔ اور وہ سارے مصائب جن میں وہ مبتلا ہیں وہ ان سے ہٹا لئے جائیں گے۔

واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ:

ایک مرتبہ صلاۃ استسقاء کیلئے باہر تشریف لائے۔ پس انہوں نے فقط استغفار کیا۔ ان سے کہا گیا کہ آپ نے بارش طلب

مَالَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۚ﴿۱۳﴾ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿۱۴﴾ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ

تمہیں کیا ہوا کہ اللہ کی عظمت کے معتقد نہیں ہوئے' حالانکہ تمہیں اس نے مختلف اطوار سے پیدا فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں

خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿۱۵﴾ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ

کہ اللہ نے کس طرح اوپر نیچے سات آسمان پیدا فرمائے اور ان میں چاند کو نور بنا دیا اور

الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴿۱۷﴾ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ

سورج کو چراغ ' اور اللہ نے تمہیں ایک خاص طور پر زمین سے پیدا فرمایا اور پھر وہ تمہیں اس میں واپس لے جائے گا

فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿۱۸﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ﴿۱۹﴾ لِّتَسْلُكُوْا

اور تمہیں خاص طور پر نکالے گا ' اور اللہ نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا تاکہ تم اس کے کھلے ہوئے

مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾ ع قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ

رستوں میں چلو۔ نوح نے کہا کہ اے میرے رب بلاشبہ انہوں نے میری نافرمانی کی ان لوگوں کی بات مانی جن کے

مَالُهٗ وَوَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ﴿۲۱﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿۲۲﴾

مال اور اولاد نے ان کو نقصان ہی زیادہ پہنچایا ہے اور انہوں نے مکر کیا بڑا مکر'

نہیں کی ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے آسمان کے ان سرچشموں سے بارش کی دعا کی ہے۔ جن سے بارش اترتی ہے۔ حضرت ع رضی اللہ عنہ نے استغفار کو بارش کے ان سرچشموں سے تشبیہ دی جو کبھی خطا نہیں کرتے۔ بلکہ ان سے ہمیشہ بارش ہوتی ہے۔ اور پھر آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔

روایت حسن بصری رحمہ اللہ:

ایک آدمی نے ان سے قحط کی شکایت کی تو آپ نے اس کو استغفار کا کہا دوسرے نے فقر کی شکایت کی تو آپ نے استغفار کا کہا تیسرے نے قلت نسل اور چوتھے نے شادابی زمین کی قلت کی شکایت کی تو آپ نے سبکو استغفار کا حکم دیا۔ ان کے شاگرد ربیع رحمہ اللہ نے کہا آپ کے پاس آنے والے تو مختلف حاجات کا سوال کر رہے ہیں اور آپ نے سب کو استغفار کا حکم دیا ہے پس آپ نے یہ آیات پڑھ دیں۔

۱۳: مَالَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا (تم کو کیا ہوا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عظمت کے معتقد نہیں ہوتے ہو) تم اللہ تعالیٰ کی عظمت سے نہیں

وُ رتے ہو(کذا قال الکلبی)

قول اخنس رحمۃ اللہ علیہ:

یہاں رجاء خوف کے معنی میں ہے۔ کیونکہ رجاء کے ساتھ تھوڑا خوف اور ناامیدی ہوتی ہے الوقار: عظمت۔ نمبر۲۔ اس کی توقیر و تعظیم کی تم کو امید نہیں کہ وہ کس قدر تمہاری قدر دانی اور تمہارا اکرام کرے گا۔ مطلب یہ ہے کہ تمہیں کیا ہو گیا کہ تم ایسی حالت پر نہیں آتے جس میں تم اللہ تعالیٰ کی اس قدر دانی کی امید کرو جو آخرت میں تم کو میسر ہو گی۔

تخلیق انسانی کے مراتب:

۱۴ :وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا (حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح سے بنایا)قد خلقکم اطوارًا

نحو : یہ موضع حال میں ہے۔ مطلب یہ ہے تم اللہ تعالیٰ پر ایمان کیوں نہیں لاتے حالانکہ حال یہ ہے اور یہ ایسا حال ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان کو لازم کرنے والا ہے۔ کیونکہ اس نے تمہیں طرح طرح سے بنایا یعنی متعدد بار پہلے تمہاری تخلیق نطفہ پھر علقہ پھر مضغہ پھر تمہاری ہڈیاں اور گوشت بنایا۔

قدرتِ عظیمہ کے نمونے:

۱۵ : نفوس انسانیہ قریب تر ہونے کی وجہ سے پہلے ان کی طرف متوجہ کر کے خبردار کیا پھر جہان میں نظر دوڑانے کو کہا اور ان چیزوں پر نظر ڈالنے کو کہا جو بنانے والے کی عظیم قدرت پر شہادت دے رہے ہیں۔ فرمایا اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا (کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح سات آسمان اوپر نیچے پیدا کیے)طباقا ایک دوسرے کے اوپر۔

۱۶ :وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا (اور ان میں چاند کو نور بنایا) آسمانوں میں یہ چاند آسمان دنیا میں ہے کیونکہ آسمانوں میں طبقات ہونے کی بناء پر باہمی مناسبت ہے اس لئے اس مناسبت کا لحاظ کر کے ضمیر جمع لانا درست ہے اگرچہ چاند سب میں نہ ہو۔ جیسا کہ عرب کہتے ہیں۔ فی المدینة کذا حالانکہ وہ اس کی کسی ایک طرف میں ہوتا ہے۔

قول ابن عباس وابن عمر رضی اللہ عنہم:

سورج اور چاند دونوں کے رخ آسمانوں کی طرف اور ان کا نور آسمانوں میں ہی ہے اور ان کی پشت زمین کی طرف ہے۔ پس چاند کی روشنی تمام آسمانوں کو محیط ہے۔ کیونکہ وہ لطیف ہے ان کے نور پر حجاب نہیں ڈالے گئے۔ وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا (اور سورج کو چراغ بنایا) ایسا دیا کہ اہل دنیا اس کی روشنی میں اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح گھر والے دیئے کی روشنی میں وہ چیز دیکھ لیتے ہیں جس کی ان کو ضرورت ہوتی ہے اور چاند کی روشنی سے سورج کی روشنی زیادہ تیز و طاقتور ہے۔ اس پر اتفاق ہے۔ کہ سورج چوتھے آسمان میں ہے۔

۱۷ : وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا (اور اللہ تعالیٰ نے تم کو زمین سے ایک خاص طور پر پیدا کیا) انبت یہاں انشاء کے معنی میں ہے گویا انبات کو بطور استعارہ انشاء کے معنی میں لائے ہیں۔ نباتا یہ مصدر ہے ای فنبتم نباتا۔ تم پیدا ہوئے پیدا ہونا۔

۱۸ : ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا (تم کو پھر وہ زمین میں ہی لے جائے گا) موت کے بعد وَيُخْرِجُكُمْ (اور تم کو باہر نکالے گا) یعنی قیامت کے دن اِخْرَاجًا یہ مصدر ہے جو تاکید کیلئے لائے (تاکہ معلوم ہو کہ تخلیق اول کی طرح تخلیق ثانی بھی ضروری ہے) وہ تم کو نکالے گا کیا خوب نکالنا۔

۱۹ : وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا (اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا) بساطًا بچھی ہوئی جیسا کہ فرش ہوتا ہے۔

۲۰ : لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا (تاکہ تم چلو) تاکہ تم آؤ جاؤ جیسا آدمی اپنے بستر پر الٹتا پلٹتا ہے۔ سُبُلًا (راستوں میں) فِجَاجًا (وسیع یا مختلف)

۲۱ : قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ (نوح علیہ السلام نے کہا اے میرے پروردگار ان لوگوں نے میرا کہنا نہیں مانا) جو کہ میں نے ان کو حکم دیا کہ ایمان لاؤ اور استغفار کرو۔ وَاتَّبَعُوْا (اور انہوں نے پیروی کی فقراء اور کمینے لوگوں نے) مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗ (کہ جن کے مال اور اولاد نے زیادہ پہنچایا) رؤساء اور مالدار اور اولادیں۔ اِلَّا خَسَارًا (نقصان) آخرت میں۔

قراءت: عاصم کے علاوہ عراقی اور مکی نے وَوُلْدُهٗ پڑھا ہے جو کہ وَلَدٌ کی جمع ہے جیسے اُسْدٌ و اَسَدٌ۔

قوم نوح کی حیلہ بازی:

۲۲ : وَمَكَرُوْا (اور انہوں نے تدبیریں کی) اس کا عطف لم یزدہ پر ہے ضمیر جمع لائی گئی ہے۔ حالانکہ مرجع مَنْ مفرد ہے کیونکہ یہ معناً جمع ہے الماکرون : رؤساء قوم نوح۔ مکرھم ان کے مکر سے ان کی دین کے متعلق حیلہ سازیاں اور نوح علیہ السلام کے خلاف سازشیں اور لوگوں کو انہیں تکلیف پہنچانے کیلئے برانگیختہ کرنا اور نوح علیہ السلام کی طرف لوگوں کے میلان کو روکنا وغیرہ۔ مَكْرًا كُبَّارًا (بہت بڑی بڑی تدبیریں) كُبَّار یہ كِبَار سے بڑی چیز کیلئے آتا ہے۔ اور یہ کبیر سے بھی بڑھ کر ہے۔

قراءت: ایک قراءت میں كِبَارًا پڑھا گیا ہے۔

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ

اور انہوں نے کہا کہ اپنے معبودوں کو ہرگز مت چھوڑو اور ہرگز مت چھوڑو وَدّ کو اور سُوَاع کو اور یَغُوث کو اور یَعُوق کو

وَنَسْرًا ۚ﴿٢٣﴾ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿٢٤﴾ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ

اور نسر کو، اور واقعی بات یہ ہے کہ انہوں نے بہتوں کو گمراہ کر دیا اور آپ ظالموں کی گمراہی اور بڑھا دیجئے، اپنے گناہوں کی وجہ سے وہ

اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿٢٥﴾ وَقَالَ نُوْحٌ

لوگ غرق کر دیئے گئے، پھر آگ میں داخل کر دیئے گئے، سو اللہ کے سوا انہوں نے کچھ بھی حمایتی نہ پائے، اور نوح نے کہا

رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿٢٦﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ

کہ اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے کوئی بھی رہنے والا مت چھوڑیئے، بلاشبہ اگر آپ نے ان کو زمین پر رہنے

يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿٢٧﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ

دیا تو یہ آپ کے بندوں کو گمراہ کر دینگے اور صرف فاجر اور کافر ہی ان کی اولاد پیدا ہوگی، اے میرے رب مجھے اور میرے والدین کو اور اس شخص کو جو

بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿٢٨﴾ ع

میرے گھر میں بحالت ایمان داخل ہوا اور مؤمن مردوں کو اور مؤمن عورتوں کو بخش دیجئے اور ظالموں کی ہلاکت اور بڑھا دیجئے۔

ع ۲ النصف

۲۳ : وَقَالُوْا (اورانہوں نے کہا) سرداروں نے اپنے ماتحتوں کو لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ (تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑو) یہ اپنے عموم پر ہے یعنی ان کی عبادت نہ چھوڑو۔

قراءت : نافع نے وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا (نہ روکو) دُدا ضمہ سے پڑھا ہے اور یہ دونوں لغتیں ہیں۔ یہ بت آدمی کی صورت میں تھا۔ وَّلَا سُوَاعًا (سواع کو) یہ بت عورت کی شکل کا تھا۔ وَّلَا يَغُوْثَ (اور یغوث کو) یہ شیر کی شکل پر تھا وَيَعُوْقَ (اور یعوق کو) یہ گھوڑے کی صورت پر تھا۔ وَنَسْرًا (اور نسر کو)

نحو : یہ دونوں اسم غیر منصرف ہیں۔ وزن فعل اور معرفہ ہیں اگر ان کو عربی لفظ مانا جائے اور اگر عجمی مانیں تو معرفہ اور عجمہ پھر بھی دو سبب پائے جاتے ہیں۔ یہ جن بتوں کا تذکرہ آیا ہے یہ ان کے نزدیک سب سے بڑے بت تھے پہلے عمومی تذکرہ کے بعد ان کا خاص ذکر کیا۔ یہ بت قوم نوح سے عرب میں منتقل ہوئے۔ ود یہ بنو کلب اور سواع۔ ھمدان اور یغوث۔ مذحج اور یعوق۔ مراد قبیلہ اور نسر حمیر والوں کے بت تھے۔

یہ نیک لوگوں کے نام ہیں:

ایک قول یہ ہے یہ نیک لوگوں کے نام ہیں لوگ نوح علیہ السلام اور آدم علیہ السلام کے درمیانی زمانہ میں ان کی اقتداء کرتے تھے۔ جب یہ فوت ہو گئے تو لوگوں نے ان کی تصاویر بنالیں تا کہ یہ بات ان کو عبادت کیلئے برانگیختہ کرتی رہے جب عرصہ گزر گیا تو ابلیس نے ان کے کانوں میں پھونکی۔ کہ وہ لوگ ان تصاویر کی عبادت کرتے تھے۔ پس انہوں نے شیطان کے کہنے پر ان کی عبادت شروع کر دی۔

۲۴ : وَقَدْ اَضَلُّوْا (انہوں نے بہتوں کو گمراہ کر دیا) یعنی اصنام نے جیسا کہ اس ارشاد میں ہے انھن اضللن کثیرًا من الناس [ابراہیم:۳۶] یا سرداروں نے کَثِیْرًا (بہت لوگوں کو) وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ (اور ان ظالموں کی گمراہی اور بڑھادی)

نحو :اس کا عطف رب انھم عصونی پر ہے۔ اور یہ کلام نوح کی حکایت ہے۔ قالؔ کے بعد اور واؤ کے بعد جو اس کا نائب ہے۔ معنی یہ ہوگا قال نوح رب انھم عصونی وقال لاتزد الظالمین یعنی نوح علیہ السلام نے یہ دونوں باتیں فرمائیں۔ اور یہ دونوں محل نصب میں واقع ہیں کیونکہ یہ قال کے مفعول ہیں۔ اِلَّا ضَلٰلًا ضلالؔ یہ ہلاکت کے معنی میں ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا۔ ولا تزد الظالمین الا تبارًا (آپ ظالموں کی ہلاکت میں اضافہ فرمادیں) [نوح:۲۸]

۲۵ :مِمَّا خَطِیْٓئٰتِھِمْ (اپنے انہی گناہوں کے سبب)

قراءت :ابوعمرو نے خطایا ھم پڑھا۔ معنی گناہ ہے۔

غرق گناہوں کے باعث ہوا:

اُغْرِقُوْا (وہ غرق کیے گئے) طوفان کے ساتھ فَاُدْخِلُوْا نَارًا (پھر دوزخ میں داخل کیے گئے)۔ بڑی آگ میں داخل کیے گئے۔ مما خطیئاتھم کو وضاحت کیلئے مقدم کیا گیا۔ اگر چہ ان کا غرق اور ان کا آگ میں داخلہ وہ صرف ان کی غلطیوں اور ان کے گناہ کے باعث تھا۔ اس معنی کو مؔا زیادہ کر کے اور مؤکد کر دیا گیا۔ یہ آیت گناہوں کے مرتکب کو ڈانٹ پلانے کیلئے کافی ہے۔ قوم نوح علیہ السلام کا کفران کی من جملہ غلطیوں اور گناہوں میں سے ایک تھا۔ اگر چہ یہ گناہ سب سے بڑا تھا۔ فادخلوا نارا۔ فاء اس لئے لائی گئی کہ ان کو غرق کے معاً بعد احراق نار کا عذاب دیا گیا۔ اس صورت میں یہ عذاب قبر کے ثبوت کی دلیل ہے۔ فَلَمْ یَجِدُوْا لَھُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَنْصَارًا (اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان کو کچھ حمایتی بھی میسر نہ ہوئے) جو ان کی مدد کرتے اور اللہ تعالیٰ کے اس عذاب سے ان کو بچاتے۔

۲۶ :وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَاتَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا (اور نوح نے کہا اے میرے پروردگار کافروں میں سے زمین پر ایک باشندہ بھی مت چھوڑ) کوئی ایک نہ چھوڑ جو زمین میں گھومے پھرے۔ دَیَّارا یہ فَیْعَال کا وزن ہے۔ الدور سے بنا ہے۔ یہ ایسے اسموں میں سے ہے۔ جو نفی عام کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔

۲۷ : اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ (اگر آپ ان کو روئے زمین پر رہنے دیں گے) اور ان کو ہلاک نہ کریں گے یُضِلُّوْا عِبَادَكَ (تو یہ لوگ آپ کے بندوں کو گمراہ کریں گے) ان کو گمراہی کی طرف دعوت دیں گے۔ وَ لَا یَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا (اور ان کے محض فاجر اور کافر ہی اولاد پیدا ہوگی) جو بھی بلوغت کو پہنچا اس نے فجور و کفر اختیار کیا۔ یہ بات انہوں نے اس بنیاد پر کہی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع کر دیا تھا فرمایا لن یؤمن من قومك الا من قد اٰمن [ھود:۳۶]

۲۸ : رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ (اے میرے رب مجھ کو اور میرے ماں باپ) آپ کے والدین مسلمان تھے۔ آپ کے والد کا نام لمک اور والدہ کا نام شمخاء ایک قول یہ ہے وہ آدم و حواء ہیں۔

قراءت: لولدیّ پڑھا گیا اس سے مراد سام اور حام ہیں۔

وَ لِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ (اور جو مؤمن ہونے کی حالت میں میرے گھر میں داخل ہیں ان کو) بیتی سے مراد میرا مکان نمبر ۲۔ میری مسجد نمبر ۳۔ میری کشتی مُؤْمِنًا کیونکہ ان کو معلوم ہو گیا کہ جو ان کے گھر میں آ گئے ہیں وہ کفر کی طرف نہ لوٹیں گے۔ وَّ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ (اور تمام مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بخش دے) جو قیامت تک آنے والے ہیں۔ آیت میں پہلے ان کو خصوصاً بیان کیا جو خود ان کی ذات سے متصل تھے کیونکہ وہ زیادہ حقدار ہیں۔ اور آپ کی دعا کے زیادہ مستحق ہیں۔ پھر عام مؤمنین اور مؤمنات کو شامل فرمایا۔ وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا (اور ظالموں کی ہلاکت اور بڑھا دیجئے) ظالمین سے کافر مراد ہیں۔ تبار ہلاکت و تباہی۔ پس ان کو ہلاک کر دیا گیا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

نوح علیہ السلام نے دو دعائیں فرمائیں۔ نمبر ۱۔ ایمان والوں کیلئے مغفرت کی اور کافروں کیلئے تباہی و ہلاکت کی۔ کفار کے متعلق آپ کی دعا تو تباہی کی صورت میں قبول کر لی گئی پس ناممکن ہے کہ ایمان والوں کے حق میں آپ کی دعا قبول نہ ہوئی ہو۔

ایک اختلاف:

جب ان کو غرق کیا گیا تو ان کے بچوں کے متعلق اختلاف ہے ایک قول یہ ہے ان کی عورتوں کے ارحام کو طوفان سے چالیس سال قبل بانجھ کر دیا تھا۔ پس ان کے ساتھ کوئی بچہ نہ تھا جب ان کو ڈبویا گیا۔ ایک اور قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی براءت کا علم ہے پس ان کو بغیر عذاب کے ہلاک کر دیا گیا۔

الحمد للہ جمعۃ المبارک سے پہلے سورۂ نوح کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانِ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ جن مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھائیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ① يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ

آپ فرما دیجئے کہ میرے پاس یہ وحی آئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے میری طرف بات سننے کے لئے دھیان دیا پھر انہوں نے کہا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کا راستہ بتاتا ہے

فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۙ② وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً

سو ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے رب کے ساتھ ہرگز کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور بہت بلند ہے ہمارے رب کی عزت نہیں بنایا اس نے کسی کو بیوی

وَّلَا وَلَدًا ۙ③ وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۙ④ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ

اور نہ اولاد اور بلاشبہ بات یہ ہے کہ ہم میں جو احمق ہیں وہ اللہ کی شان میں ایسی باتیں کہتے تھے جو حد سے بڑھی ہوئی ہیں' اور ہم یہ خیال کرتے تھے کہ

لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۙ⑤ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ

انسان اور جن اللہ کی ذات کے بارے میں جھوٹ بات نہ کہیں گے اور بیشک بات یہ ہے کہ بہت سے مرد انسانوں میں سے ایسے تھے

يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۙ⑥ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ

جو جنات کے مردوں کی پناہ لیا کرتے تھے تو انہوں نے ان کو تکبر میں زیادہ کیا اور بات یہ ہے کہ انہوں نے خیال کیا جیسا تم نے خیال کیا ہے کہ اللہ

اللّٰهُ اَحَدًا ۙ⑦ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۙ⑧ وَّ

کسی کو دوبارہ زندہ نہ فرمائے گا اور بلاشبہ ہم نے آسمان کی تلاشی لینا چاہا تو ہم نے اسے اس حال میں پایا کہ وہ سخت پہرہ سے اور شعلوں سے بھرا ہوا ہے اور

اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ⑨

بے شک ہم آسمان کے مواقع میں باتیں سننے کے لئے بیٹھا کرتے تھے سو جو شخص اب سننا چاہے وہ اپنے لئے ایک شعلہ تیار پاتا ہے'

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا (آپ کہئے کہ میرے پاس اس بات کی وحی آئی ہے۔ کہ جنات میں سے ایک جماعت نے قرآن سنا۔ پھر انہوں نے کہا ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے)

۱ :قُلْ اے محمد ﷺ اپنی امت کو کہہ دیجئے اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهٗ معاملہ اور شان یہ ہے

قراءت: تمام قراء اَنَّه کے فتحہ پر اتفاق کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ اوحی کا نائب فاعل ہے۔ اور نمبر۲۔ اَنْ لَّوِ استقامُوا [الجن:۱۶] او اَن المساجد [الجن:۱۸] میں انه استمع پر عطف ہے پس ان مخففہ من المثقلہ ہے۔ اور نمبر۳۔ اَن قد اَبْلَغُوا [الجن:۲۸] تا کہ یعلم اس کی طرف متعدی ہو سکے۔ اور فاء جزائیہ کے بعد مکسور ہوتا ہے اور قال کے بعد بھی جیسے فاِن له نار جهنم [الجن:۲۳] وقالوا اِنا سمعنا کیونکہ یہ ابتدائی کلام اور قال کا مقولہ ہے۔ ج نمبر۱۔ اَنَّهٗ تَعالٰی جدربنا الی اَنَّا منا المسلمون [الجن:۳۔۱۴] کے فتحہ و کسرہ میں اختلاف ہے۔ نمبر۲۔ ابوبکر کے علاوہ کوفی اور شامی قراء نے فتحہ دیا ہے۔ کیونکہ انه استمع پر اس کا عطف ہے یا یہ جار مجرور کے محل میں ہے اس آیت میں فاٰمنا به [الجن:۲] تقدیر کلام اس طرح ہے صدقناه و صدقنا اَنَّهٗ تعالی جدربنا وَاَنَّهٗ کان یقول سفیهنا [الجن:۴] آخری آیت تک۔ نمبر۲۔ دیگر قراء نے اس کو کسرہ دیا اور اِنَّا سمعنا پر عطف کیا اور تمام آیات کے اواخر میں وقف کرتے ہیں۔

جنات کی آمد:

اسْتَمَعَ نَفَرٌ (ایک جماعت) نفر تین سے دس تک جماعت کو کہتے ہیں۔ مِّنَ الْجِنِّ (جنوں میں سے) یہ مقام نصیبین کے جنات تھے۔ فَقَالُوْٓا پس جب وہ نبی اکرم ﷺ کو صلوٰۃ فجر میں قراءت کرتا سن چکے تو انہوں نے لوٹ کر اپنی قوم کو کہا۔ اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا (ہم نے ایک عجیب عمدہ قرآن سنا)۔ جو حسن نظم میں تمام کتب سے الگ ہے اور صحت اور معانی میں ایک نکھار رکھتا ہے۔ العجب جو عادت سے خارج ہو یہ مصدر ہے جس کو العجیب صفت کی جگہ لائے۔

۲ :یَّهْدِیْ اِلَی الرُّشْدِ (وہ راہ راست بتلاتا ہے) وہ درست بات کی طرف دعوت دینے والا ہے یا توحید و ایمان کی طرف۔ فَاٰمَنَّا بِهٖ (پس ہم تو اس پر ایمان لائے) ہٗ سے قرآن مجید مراد ہے۔ اور جب قرآن پر ایمان یہ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کی وحدانیت پر یقین کرنا اور شرک سے بیزاری اختیار کرنا ہے۔ تو کہنے لگے وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا (ہم اپنے رب کے ساتھ اس کی مخلوق میں سے کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے)۔ نمبر۲۔ یہ بھی درست ہے کہ بہ میں ضمیر کا مرجع ذات عزوجل ہو۔ کیونکہ بربنا اس کی تفسیر کر رہا ہے۔

۳ :وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا (اور ہمارے رب کی بڑی شان ہے) جد عظمت، عرب کہتے ہیں جد فلان فی عینی ای عظیم وہ میرے ہاں عظمت والا ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول میں یہی معنی ہے: کان الرجل اذا قرأ البقرة وآل عمران جَدفینا وہ ہماری نگاہوں میں بلند ہو جاتا۔ یہ قول حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرف بھی منسوب ہے۔ مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً (اس نے نہ کسی کو بیوی بنایا) وَّلَا وَلَدًا (اور نہ اولاد) جیسا کہ کافر جن وانس کہتے ہیں۔

۴ :وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا (اور ہم میں سے جو احمق ہوئے ہیں وہ کہتے تھے) سفیہ: جاہل، یا ابلیس کیونکہ اس سے بڑھ کر کوئی جاہل نہیں۔ عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا (اللہ تعالیٰ کی شان میں حد سے بڑھی ہوئی باتیں) یعنی کفر کیونکہ وہ درستی میں سب سے دور بات

وہی ہے۔ یہ شطت الدار ای بعدت (گھر دور ہوا) سے لیا گیا ہے۔نمبر۲۔ایسی باتیں جن میں وہ حق سے تجاوز کرنے والے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بیوی اور اولاد کی نسبت والا خبیث قول ہے۔الشطط ظلم وغیرہ میں حد سے تجاوز کر جانا۔

۵ :وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا (اور ہمارا یہ خیال تھا کہ انسان اور جن کبھی اللہ تعالیٰ کی شان میں جھوٹ بات نہ کہیں گے) کذبًا یہ قولا مصدر کی صفت ہے ای قولا کذبا نمبر۲۔کذب خود مکذوب فیہ کے معنی میں ہے۔یعنی جھوٹ نمبر۳۔مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ کذب خود قول کی ایک قسم ہے یعنی ہمارے گمان میں یہ بات تھی کہ کوئی شخص ہرگز اللہ تعالیٰ کے متعلق بیوی اور اولاد کی نسبت والا جھوٹ نہ بولے گا۔اس لئے ہم ان باتوں میں تصدیق کرتے رہے جو کچھ بھی وہ اس کی طرف منسوب کرتے رہے۔یہاں تک کہ قرآن مجید سے ان کا کذب ہمارے سامنے کھل گیا۔

۶ : جب کوئی عربی خوفناک علاقے میں وارد ہوتا تو اس طرح کہتا اعوذ بسید هذا الوادی من سفهاء قومه ۔اس کا مقصد بڑے جن کی پناہ حاصل کرنا ہوتا تھا۔اس پر فرمایا۔وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ (اور بہت سے لوگ آدمیوں میں سے ایسے تھے کہ وہ جنات میں سے بعض لوگوں کی پناہ لیا کرتے تھے۔پس انہوں نے ان جنات کی بڑھادی) یعنی ان انسانوں نے ان جنات کی پناہ لے کر ان جنات کی بڑھادی۔رَهَقًا (سرکشی اور جہالت اور تکبر) کہ وہ اس طرح کہنے لگے کہ اب تو ہم جنات اور انسانوں کے سردار ہو گئے یا جنات نے انسانوں کی گمراہی بڑھادی۔اس لئے کہ انسانوں نے ان سے پناہ طلب کی اور الرھق کا اصل معنی ممنوع کا ارتکاب کرنا۔

۷ :وَّ اَنَّهُمْ (اور جیسا تم) اے گروہ جنات ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ (جنات کے گمان کیا جیسا تم نے گمان کیا) اے اہل مکہ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا (کہ اللہ تعالیٰ کسی کو دوبارہ زندہ نہ کرے گا) موت کے بعد اٹھانا۔مطلب یہ ہے جنات بھی بعث کے منکر تھے جیسا تم انکار کرتے ہو۔پھر قرآن سن کر انہوں نے ہدایت پائی اور بعث کے اقراری ہو گئے تم کیوں اقرار نہیں کرتے جیسا انہوں نے اقرار کیا۔

۸ :وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ (اور ہم نے آسمان کی تلاشی لینا چاہی) ہم نے آسمان تک پہنچنا اور اہل سماء کی باتیں سننا تلاش کیا۔ اللمس چھونا۔یہ طلب کیلئے بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے کیونکہ چھونے والا پہچان والا طالب ہوتا ہے۔فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا (پس ہم نے اس کو سخت پہرا سے بھرا پایا) فرشتوں کے طاقتور گروہ حفاظت کر رہے ہیں۔

نحو :حَرَسًا جمع حارس کی ہے۔یہ تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔ایک قول یہ ہے الحرس یہ اسم مفرد ہے جو حراس کے معنی میں ہے جیسا کہ خَدَم بمعنی الخدام ہے۔اسی لئے اس کے لئے شدید کا وصف لایا گیا ہے۔اگر معنی کی طرف نظر کی جاتی تو شدادا کہا جاتا۔

وَّ شُهُبًا (اور شعلوں سے) یہ شہاب کی جمع ہے یعنی روشن ستارے۔

شہابِ ثاقب:

۹ :وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا (ہم اس میں بیٹھا کرتے تھے) یعنی آسمان میں اس سے پہلے مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ (موقعوں پر سننے

وَّاَنَّا لَا نَدْرِیْٓ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ

اور بلاشبہ ہم نہیں جانتے کہ جو لوگ زمین میں ہیں انکے ساتھ شر کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب نے ان کے بارے میں ہدایت

رَشَدًا ﴿۱۰﴾ وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ﴿۱۱﴾

کا ارادہ فرمایا ہے ' اور بیشک ہم میں سے بعض نیک ہیں اور بعض اس کے علاوہ ہیں ہم مختلف طریقوں پر تھے

وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِی الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ﴿۱۲﴾ وَّاَنَّا

اور بلاشبہ ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم زمین میں اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور بھاگ کر اس کو ہرا نہیں سکتے اور بیشک بات یہ ہے

لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓی اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ﴿۱۳﴾

کہ جب ہم نے ہدایت کو سن لیا تو ہم اس پر ایمان لے آئے سو جو شخص اپنے رب پر ایمان لے آیا سو اسے نہ کسی کمی کا خوف ہے اور نہ کسی طرح کے ظلم کا

کیلئے) تا کہ ہم آسمان کی خبریں سنیں یعنی آسمان کے بعض موقعوں کو پہرہ داروں اور شہابوں سے آپ کی بعثت سے پہلے خالی پاتے (تو وہاں آسمان کی خبریں سننے کیلئے بیٹھ جاتے) فَمَنْ یَّسْتَمِعِ الْاٰنَ (پس جو کوئی اب سننا چاہتا ہے) یعنی سننے کا ارادہ کرتا ہے۔ الاٰن بعثت نبوی کے بعد یَجِدْ لَهٗ (تو اپنے لئے پاتا ہے) یعنی اپنی ذات کے لئے شِهَابًا رَّصَدًا (تیار شعلہ) رصد یہ شہاب کی صفت ہے۔ اور یہ اسم فاعل الراصد کے معنی میں ہے ای شهابا راصدا له و لاجله تیار شعلہ اس کے لئے۔ نمبر ۲۔ یہ راصد کا اسم جمع ہے معنی اس طرح ہے ذوی شهاب راصدین بالرجم ۔ شعلے والے جو رجم کیلئے منتظر ہوتے ہیں۔ اس سے مراد فرشتے ہیں جو ان کو شعلوں سے سنگ سار کرتے ہیں اور سننے سے روکتے ہیں۔

قول جمہور:

یہ حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے پہلے نہ تھا۔

رجم شیاطین پہلے نہ تھا:

ایک قول یہ ہے کہ رجم زمانہ جاہلیت میں بھی تھا لیکن شیاطین بعض اوقات چوری چھپے کوئی بات سن پاتے ۔ پس بعثت نبوی ﷺ سے استراق سمع والا سلسلہ بھی مکمل طور پر بند کر دیا گیا۔

۱۰ : وَّاَنَّا لَا نَدْرِیْٓ اَشَرٌّ (اور ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں کو کوئی تکلیف پہنچانا مقصود ہے) اشرٌّ سے مراد عذاب اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ (اس استراق سمع کو روک کر) اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا (یا ان کے رب نے ان کو ہدایت کرنے کا مقصد فرمایا ہے) رشد سے خیر اور رحمت مراد ہے۔

۱۱ :وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ (اور ہم میں بعضے نیک ہیں) ابرار و متقین ہیں۔ وَمِنَّا (اور بعضے لوگ) دُوْنَ ذٰلِكَ (اور طرح کے ہیں) موصوف کو حذف کر دیا وہ بھلائی میں میانہ رو ہیں کامل نہیں ہیں یا انہوں نے اس سے غیر صالحین مراد لیے۔ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا (ہم مختلف طریقوں پر تھے) یہ مذکورہ تقسیم کا بیان ہے۔ مطلب یہ ہے ہم متفرق مذاہب رکھتے تھے۔ نمبر۲۔ مختلف دین رکھتے تھے۔ القِدَدُ جمع قدۃ کی ہے۔ ٹکڑا یہ قددت السیر سے لیا گیا جس کا معنی طے کرنا ہے۔

۱۲ :وَّاَنَّا ظَنَنَّآ (اور ہم نے سمجھ لیا ہے) ہمیں یقین آ گیا ہے۔ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ (کہ ہم اللہ تعالیٰ کو ہرا نہیں سکتے) ہم اس سے بڑھ نہیں سکتے۔ فِي الْاَرْضِ (زمین میں)

نحو : یہ حال ہے تقدیر کلام یہ ہے لن نعجزه كائنين فى الارض اينما كنا ہم ہرگز اس کو ہرا نہ سکیں گے اس میں کہ زمین میں ہم جہاں بھی ہوں۔ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا (اور نہ بھاگ کر اس کو ہرا سکتے ہیں)

نحو : هربًا یہ مصدر ہے جو موضع حال میں ہے تقدیر کلام یہ ہے لن نعجزه هاربين منها الى السماء اور ہم ہرگز اس کو آسمان کی طرف بھاگ کر بھی ہرا نہیں سکتے۔ یہ جنات کے حالات ہیں اور جو ان کے احوال و عقائد تھے۔

۱۳ :وَّ اَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى (اور ہم نے جب ہدایت کی بات سن لی) الھدی سے قرآن مجید مراد ہے۔ اٰمَنَّا بِهٖ (ہم نے تو اس کا یقین کر لیا) قرآن پر نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ پر فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ (پس جو شخص اپنے رب پر ایمان لے آئے گا تو اس کو اندیشہ نہ ہوگا)

نحو : یہ مبتدا اور خبر ہیں اصل اس طرح ہے فهو لا يخاف۔

بَخْسًا (کمی) ثواب میں کمی کا وَّلَا رَهَقًا (اور نہ زیادتی کا) یعنی اس پر ذلت نہ چھائے گی۔ یہ اس قول کی طرح ہے و رهقهم ذلة [یونس:۲۷] اور فرمایا ولا يرهق وجوههم قتر ولا ذلة [یونس:۲۶]

مَسْئَلَة : اس میں دلیل ہے کہ اعمال ایمان میں سے نہیں ہیں۔ یعنی ایمان کا جز نہیں ہیں۔

وَّ اَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿۱۴﴾

اور بلاشبہ ہم میں سے بعض مسلمان ہیں اور بعض ظالم ہیں سو جس شخص نے اسلام قبول کر لیا تو ان لوگوں نے بھلائی کا راستہ ڈھونڈ لیا

وَ اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿۱۵﴾ وَّ اَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ

اور جو لوگ ظالم ہیں وہ دوزخ کا ایندھن ہوں گے اور اگر وہ راستہ پر قائم ہو جاتے

لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ﴿۱۶﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ

تو ہم انہیں فراغت پانے سے سیراب کرتے تاکہ ہم اس میں ان کا امتحان کریں اور جو شخص اپنے رب کے ذکر سے اعراض کرے وہ اسے چڑھتے ہوئے

عَذَابًا صَعَدًا ﴿۱۷﴾ وَّ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾ وَّ اَنَّهٗ

عذاب میں داخل فرمائے گا اور بلاشبہ سب سجدے اللہ ہی کے لئے ہیں سو تم اللہ کے ساتھ کسی کو بھی مت پکارو اور بیشک بات یہ ہے

لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿۱۹﴾ ط ع قُلْ اِنَّمَآ

کہ جب اللہ کا بندہ کھڑا ہوتا ہے کہ وہ اسے پکارے تو یہ لوگ اسکے اوپر جمگھٹا لگانے والے بن جاتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے

اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۰﴾ قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾

کہ میں تو صرف اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں ٹھہراتا آپ فرما دیجئے کہ بیشک میں تمہارے لئے کسی ضرر کا اور کسی بھلائی کا مالک نہیں ہوں

جنات میں مؤمن و کافر:

۱۴ : وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ (اور ہم میں بعضے تو مسلمان ہیں) مؤمن ہیں وَمِنَّا الْقَاسِطُوْنَ (اور بعضے ہم میں بے راہ ہیں) کافر ہیں جو طریق حق سے ہٹنے والے ہیں۔ قسط ظلم کرنا۔ اقسط انصاف کرنا۔ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا (پس جو شخص مسلمان ہو گیا انہوں نے بھلائی کا راستہ ڈھونڈ لیا) ہدایت کو طلب کیا التحری اولیٰ کی تلاش کرنا۔

۱۵ : وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَكَانُوْا (اور جو بے راہ ہیں پس وہ ہیں) اللہ تعالیٰ کے علم میں لِجَهَنَّمَ حَطَبًا (دوزخ کے ایندھن) ان سے جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی۔

مسئلہ: کافر جن کو آگ کا عذاب ہوگا البتہ ان کے ثواب کی کیفیت میں توقف کیا جاتا ہے۔

۱۶ : وَّ اَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا (یہ لوگ قائم ہو جائیں) ظالم لوگ عَلَى الطَّرِيْقَةِ (طریقہ اسلام پر) لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا (تو ہم ان کو فراغت کے پانی سے سیراب کرتے) غدقاً زیادہ کثیر۔ معنی یہ ہے ہم ان پر رزق کی وسعت کر دیتے۔ آیت

میں ماءً غدقاً کا ذکر کیا کیونکہ وہ وسعت رزق کا سبب ہے۔

۱۷ : لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ (تا کہ اس میں ان کا امتحان کریں) تا کہ ہم ان کو آزمائیں کہ وہ جو انعامات دیئے گئے ہیں ان کا کس طرح شکریہ ادا کرتے ہیں۔ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ (اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے روگردانی کرے گا) ذکر سے قرآن مجید یا توحید یا عبادت مراد ہے۔ يَسْلُكْهُ (اللہ تعالیٰ اس کو داخل کریگا)

قراءت: ابوعمرو کے علاوہ عراقی قراء نے یاء سے پڑھا ہے

عَذَابًا صَعَدًا (سخت عذاب) اونچے درجہ کا دکھ صعداً یہ صعد کا مصدر ہے عرب کہتے ہیں صَعِدَ صعداً وصعوداً اسکو عذاب کی صفت کے طور پر لائے کیونکہ وہ معذب پر چڑھ جائیگا اور غالب آجائیگا پھر وہ اس کو برداشت نہ کر سکے گا۔ حضرت عمرؓ کے قول کا یہی معنی ہے ماتصعد نی شئ ماتصعد تنی خطبة النكاح مجھ پر گراں نہیں گزرتی کوئی چیز جتنا مجھے خطبہ نکاح گراں ہوتا ہے۔

مساجد کا معنی:

۱۸ : وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ (اور جتنے سجدے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کا حق ہیں) یہ منجملہ دوسری وحی کے یہ بھی وحی آئی ہے یعنی اوحی الی ان المساجد لله المساجد وہ مقام جو اس لیے بنائے جائیں تا کہ اللہ تعالیٰ کیلئے ان میں نماز پڑھی جائے۔ ایک قول یہ ہے ولان المساجد لله فلا تدعوا اس لئے کہ مساجد اللہ ہی کیلئے ہیں اور اس کی عبادت کیلئے پس تم ان میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور کسی کو مت پکارو۔ ایک قول یہ ہے المساجد اعضائے سجود۔ پیشانی، گھٹنے، دونوں قدم، فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا۔ (پس تم اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو)

۱۹ : وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ (اور جب اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ کھڑا ہوتا ہے) عبداللہ سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں قام نماز کیلئے کھڑا ہونا۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے فاوحی الیّ لما قال عبد الله۔

يَدْعُوْهُ (اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کیلئے) اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور قرآن پڑھتے ہیں۔ آیت میں نبی اللہ یا رسول اللہ کی بجائے عبداللہ فرمایا۔ کیونکہ یہ نام رسول اللہ ﷺ کو انتہائی محبوب تھا۔ اور جب یہ آپ کے اپنے کلام میں اپنی ذات کی تعبیر کیلئے آئے تو انتہائی تواضع پر دلالت کرتا ہے۔ نمبر۲۔ پہلے ہی جو عبداللہ ہو اس کی عبادت کوئی بعید اور اوپری شئی نہیں یہاں تک کہ یہ ان کے گرد گروہ در گروہ جمع ہو رہے ہیں۔ كَادُوْا (قریب ہے کہ جنات) يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا (اس پر جمگھٹا لگانے والے ہو جائیں) لبد جمع لبدة جماعت ہو جائیں اس پر جماعتوں کی صورت میں اس کی عبادت پر تعجب سے جمع ہونے والے اور ان کے صحابہ کی بے مثال اقتداء دیکھ کر تعجب کریں اور جو قرآن مجید آپ نے پڑھا ہے اس پر متعجب ہوں کیونکہ انہوں نے یہاں وہ کچھ دیکھا جو پہلے کبھی نظروں میں نہیں آیا۔

۲۰ : قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ (آپ یہ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے پروردگار کی عبادت کرتا ہوں) اکیلے رب کی۔

قراءت: عاصم وحمزہ کے علاوہ نے قال پڑھا ہے۔

قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾

آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ مجھے اللہ سے کوئی نہیں بچا سکتا اور میں ہرگز اس کے سوا کوئی پناہ کی جگہ نہیں پا سکتا

اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ

لیکن اللہ کی طرف سے پہنچانا اور اس کے پیغاموں کو ادا کرنا میرا کام ہے اور جو شخص اللہ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو بیشک اس کے لئے دوزخ کی آگ ہے

خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ﴿۲۳﴾ ؕ حَتّٰۤی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ

وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا' یہاں تک کہ جب اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو اس وقت جان لیں گے کہ کس کے مددگار کمزور تر

نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾ قُلْ اِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ

ہیں اور عدد کے اعتبار سے کس کی جماعت کم ہے۔ آپ فرما دیجئے میں نہیں جانتا کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ قریب ہے یا میرے رب نے

رَبِّیْۤ اَمَدًا ﴿۲۵﴾ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی

اس کے لئے کوئی مدت دراز مقرر فرما رکھی ہے' وہ غیب کا جاننے والا ہے سو اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا ہاں مگر جو کوئی اس کا

مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾ ۙ لِّیَعْلَمَ

برگزیدہ رسول ہو سو وہ اس کے آگے اور پیچھے محافظ بھیج دیتا ہے تاکہ وہ جان لے

اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَاَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾ ع ۲ ۹ ۱۲

کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغام پہنچا دیئے' اور جو کچھ ان کے احوال ہیں اللہ ان کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور ہر چیز پوری طرح اس کے شمار میں ہے۔

وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا (اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا) عبادت میں پھر تم کیوں کرتے اور ٹھٹ کے ٹھٹ مجھ پر جمع ہوتے ہو۔

۲۱ : قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا (کہہ دیجئے میں تمہارے ذرا بھر ضرر کا اختیار نہیں رکھتا ہوں) ضرا بمعنی نقصان پہنچانا وَّلَا رَشَدًا (اور نہ کسی بھلائی کا) یعنی نفع کا ۔

نمبر۲: الضر سے گمراہی مراد ہے اس کی دلیل حضرت ابی کی قراءت میں ہے (غیًا ولا رشدًا) یعنی میں تمہیں نقصان پہنچانے کی نہ طاقت رکھتا ہوں اور نہ نفع پہنچانے کی کیونکہ نافع وضار اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

۲۲ : قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ (آپ کہہ دیجئے مجھ کو اللہ تعالیٰ سے کوئی نہیں بچا سکتا) اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو

مجھ سے اس کے عذاب کو کوئی ہٹا نہیں سکتا یہ اسی طرح ہے جیسا صالح علیہ السلام نے فرمایا فمن ینصرنی من اللہ ان عصیتہٗ [ھود:۶۳] وَلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا (اور نہ میں اس کے سوا کوئی پناہ پا سکتا ہوں) ملتحدًا جائے پناہ۔

۲۳ : اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰہِ (لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچانا)

نحو : نمبر۱۔ یہ لا املك سے استثناء ہے ای لا املك لكم ضرًا ولا رشدًا اِلا بلا غا من اللہ میں تمہارے لئے ذرہ بھر گمراہی اور ہدایت کا مالک نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے (اس کا پیغام) پہنچانا ہے۔ اور نمبر۲۔ (قل انی لن یجیرنی) یہ جملہ معترضہ ہے جو اپنی ذات سے استطاعت کی نفی اور آپ کے بیان عجز کی تاکید ہے۔ نمبر۳۔ نحو : بلاغا یہ ملتحدًا سے بدل ہے۔ ای لن اجد من دونہ منجی الا ان ابلغ عنہ ماارسلنی بہٖ میں ہرگز اس کے سوا کو پناہ کی جگہ نہیں پاتا سوائے اس کے کہ میں اس پیغام کو پہنچا دوں۔ جو اس نے مجھے دے کر بھیجا ہے۔ یعنی مجھے اور کوئی چیز اس کے سوا پناہ نہیں دے سکتی کہ میں اس کے پیغام کو پہنچا دوں۔ پس یہ بات مجھے نجات دینے والی ہے۔

قول فراء:

یہ شرط اور جزاء ہے استثناء نہیں ہے اور اِلَّا یہ لَا سے جدا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے ان لا ابلغ بلاغا ای ان لم ابلغ لم اجد من دونہ ملتجا ولا مجیرًا لی۔ (اگر میں نہ پہنچاؤں تو اس کے سوا کو پناہ گاہ اور نہ پناہ دینے والا اپنے حق میں نہ پاؤں گا) یہ اسی طرح ہے جیسا کہتے ہیں ان لا قیامًا فقعودًا ان صورتوں میں بلاغ تبلیغ کے معنی میں ہے۔ وَرِسٰلٰتِہٖ (اور اس کے پیغاموں کو)

نحو : اس کا عطف بلاغا پر ہے گویا اس طرح کہا گیا لا املك لكم الا التبلیغ والرسالات ای الا ان ابلغ عن اللہ میں تمہارے تبلیغ اور پیغاموں کے علاوہ کسی چیز کا مالک نہیں یعنی مجھے یہی اختیار ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دوں۔ پس میں کہتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنے قول کو میری طرف منسوب کرتے ہوئے۔ کہ میں اس کے اس پیغام کو بغیر کمی بیشی پہنچا دوں جو پیغام اس نے مجھے دیا ہے۔

نحو : مِنْ یہ بلاغا کا صلہ نہیں کیونکہ اس کا صلہ عن آتا ہے یہ اس مِنْ کی طرح ہے جو اس آیت میں براء ۃ من اللہ میں ہے [التوبہ:۱] تقدیر کلام یہ ہے بلاغا کائنًا من اللہ۔

وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہیں مانتے) یعنی رسول اللہ ﷺ پر اتارا ہوا حکم قبول نہیں کرتے کیونکہ من یعص اللہ کو تبلیغ رسالت کے بعد ذکر کیا گیا ہے۔ فَاِنَّ لَہٗ نَارَ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا (تو یقیناً ان لوگوں کے لئے آتش دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے)

نکتہ : لہ میں ضمیر کو واحد لائے اور خالدین صیغہ جمع کا لائے اس کی وجہ مَنْ یعص اللہ میں مَنْ ہے ایک میں ظاہر کا لحاظ جبکہ دوسرے میں معنی کا لحاظ۔

۲۴ : حَتّٰی یہ محذوف کے متعلق ہے جس پر موقعہ دلالت کر رہا ہے گویا اس طرح کہا گیا لا یزالون علی ماھم علیه حتی اذا وہ جس پر ہیں اس پر ہمیشہ رہیں گے یہاں تک کہ اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ (جب اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے) یعنی عذاب فَسَیَعْلَمُوْنَ (اس وقت وہ جانیں گے) جبکہ عذاب ان پر اتر پڑے گا۔ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّ اَقَلُّ عَدَدًا (کہ کس کے مددگار کمزور ہیں اور کس کی جماعت کم ہے) آیا وہ یا مؤمن یعنی کافروں کا اس دن کوئی مددگار نہ ہوگا اور مؤمن کے مددگار اللہ جل شانہ اور اس کے ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام ہونگے۔

۲۵ : قُلْ اِنْ اَدْرِیْ (آپ کہہ دیجیے کہ مجھ کو معلوم نہیں) یعنی میں نہیں جانتا۔ (اِنْ ما کے معنی میں ہے) اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ (کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آیا وہ نزدیک ہے) یعنی عذاب اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْ (یا میرے پروردگار نے اس کے لئے مقرر کردی ہے)

قراءت: حجازی اور ابوعمرو نے یاء کے فتحہ سے پڑھا ہے۔ اَمَدًا (مدت دراز) لمبی غایت یعنی تمہیں یقیناً عذاب دیا جائے گا لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ آیا وہ ابھی اترنے والا ہے یا مؤجل ہے۔

۲۶ : عٰلِمُ الْغَیْبِ (غیب کا جاننے والا وہی ہے) نحو : یہ مبتدأ کی خبر ہے ای هو عالم الغیب ۔ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا (پس وہ اپنے غیب پر کسی مخلوق کو مطلع نہیں کرتا) یظهر یہ یطلع کے معنی میں ہے اور احدًا سے مراد مخلوق میں سے کوئی۔

بعض اخبارِ غیب تا کہ معجزہ بن جائیں:

۲۷ : اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (ہاں مگر اپنے کسی برگزیدہ پیغمبر کو) مگر رسول کو اس نے بعض غیب کے علم کیلئے پسند کرلیا تا کہ غیب کے متعلق اس کی خبریں رسول کے لئے معجزہ بن جائیں پس وہ اپنے غیب میں اس کو جو چاہتا ہے اس سے مطلع کرتا ہے۔

نحو : من رسول یہ لمن ارتضٰی کا بیان ہے۔ اور ولی جن چیزوں کی خبر دے اور وہ اسی طرح ہو جائیں تو اس کو اس پر قطعی یقین نہیں ہوتا لیکن وہ اپنے خواب یا فراست ایمانی سے وہ خبر دیتا ہے۔ اور ہر ولی کی کرامت یہ دراصل رسول کا معجزہ ہے۔ التاویلات میں مذکور ہے کہ بعض نے کہا کہ اس آیت میں نجومیوں کی تکذیب پر دلالت پائی جاتی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ ان میں سے بعض کی خبریں سچی ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح اطباء نبات کی طبائع سے واقف ہیں۔ اور یہ بات غور سے معلوم نہیں ہوتی پس معلوم ہوا ان کی اطلاع کا دارومدار ایسے رسول ہیں جن کے حالات لوگوں سے منقطع ہو چکے اور ان کا علم مخلوق میں باقی رہ گیا۔ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ (پس وہ بھیج دیتا ہے) داخل کر دیتا ہے۔ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ (اس پیغمبر کے آگے) رسول کے آگے وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا (اور اس کے پیچھے محافظ فرشتے) حفاظتی فرشتے جو شیاطین سے ان کی حفاظت کرتے اور وساوس سے ان کو بچاتے ہیں شیاطین کی مخالطت سے بچاتے ہیں یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحی پہنچاتے ہیں۔

۲۸ : لِّیَعْلَمَ (تا کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جائے) اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا (کہ ان فرشتوں نے پہنچا دیئے ہیں) رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ (اپنے پروردگار کے پیغامات) مکمل طور پر بغیر کسی کمی بیشی کے مرسل الیہم تک پہنچا دیئے ہیں۔ یعنی تا کہ اللہ تعالیٰ اس کو جان لے موجود

اس کے وجود کی حالت میں جیسا کہ وہ اس کو اس کے وجود سے پہلے جانتے ہیں کہ وہ وجود میں آئے گی۔

نکتہ: مِنْ بین یدیہ میں ضمیر کو واحد لائے اس میں من کے لفظ کا لحاظ کیا۔ اور ابلغوا میں مَنْ کے معنی کا لحاظ کر کے جمع لائے۔

وَاَحَاطَ (اور اللہ تعالیٰ احاطہ کیے ہوئے ہیں) بِمَا لَدَيْهِمْ (ان کے تمام احوال کا) یعنی رسولوں کے پاس جو علم ہے۔ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا (اور اس کو ہر چیز کی گنتی معلوم ہے) بارشوں کے قطروں کی تعداد، ریت کے ذرات کی تعداد، درختوں کے پتوں کی تعداد اور سمندروں کے جھاگوں کی مقدار۔ جب وہ یہ سب کچھ ذاتی طور پر جانتا ہے تو پھر رسولوں کے پاس جو اس کی بھیجی ہوئی وحی اور اس کا کلام ہے اس کا وہ کیونکر احاطہ کرنے والا نہ ہوگا۔

نحو: عددًا یہ حال ہے۔ اور ہر چیز کا علم گنا ہوا اور شمار کیا ہوا ہے۔ نمبر ۲۔ یہ مصدر ہے اور احصاء کے معنی میں ہے۔

الحمد للہ سورۂ جن کا تفسیری ترجمہ بعد العصر مکمل ہوا۔ الحمد للہ علی ذالک ۲۷ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ۔

سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ عِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ المزمل مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں بیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ﴿۲﴾ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ﴿۳﴾ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ

اے کپڑوں میں لپٹنے والے رات کو قیام کرو مگر تھوڑی سی رات یعنی آدھی رات یا آدھی سے کچھ کم یا اس سے کچھ زیادہ بڑھا دو

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۭ﴿۴﴾ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ﴿۵﴾ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ

اور قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھو بیشک ہم آپ پر عنقریب ایک بھاری کلام ڈالنے والے ہیں۔ بلاشبہ رات کا اٹھنا خوب

اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ۭ﴿۶﴾ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ﴿۷﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ

زیادہ مشقت والا ہے اور اس وقت بات خوب ٹھیک طرح ادا ہوتی ہے۔ بلاشبہ دن میں آپ کو زیادہ کام میں مشغولیت رہتی ہے۔ اور آپ اپنے رب کا نام یاد کرتے رہیں

وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۭ﴿۸﴾ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ﴿۹﴾

اور قطع تعلق کر کے اسی کی طرف متوجہ رہیں وہ مشرق کا رب ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں سو اپنے کام سپرد کرنے کے لئے صرف اسی کو اپنا کارساز بنائے رہو۔

وَاصْبِرْ عَلٰي مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ﴿۱۰﴾ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ

اور یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اس پر صبر کیجئے اور خوبصورتی کے ساتھ ان سے علیحدگی اختیار کیجئے اور مجھے اور ان جھٹلانے والوں کو جو نعمت والے ہیں

اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ﴿۱۱﴾

چھوڑ دیجئے اور انہیں تھوڑے دنوں کی مہلت دیجئے

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ○ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا (اے کپڑوں میں لپٹنے والے۔ رات کو کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات)

۱ : يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ الخ : یہ اصل میں المتزمل ہے اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے کپڑوں میں لپٹا ہو۔ تاء کو زاء میں ادغام کر دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کپڑوں میں لپٹے آرام فرما رہے تھے پس آپ کو نماز کیلئے اٹھنے کا حکم دیا گیا فرمایا

۲ : قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا (رات کو نماز کیلئے کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات)

۳ :نِّصْفَهٗ (آدھی رات) یہ اللیل سے بدل ہے اور الا قلیلاً کا استثناء نصفه سے ہے تقدیر کلام اس طرح ہے قم نصف الیل الا قلیلا من نصف الیل۔ آپ آدھی رات اٹھیں مگر نصف لیل سے تھوڑا۔ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ (یا کم کردو آدھی رات سے) نصف سے کم۔

قراءت: عاصم وحمزہ کے علاوہ نے اَوْ کی واؤ کا ضمہ پڑھا ہے۔ قَلِيْلًا (تھوڑا) ثلث لیل تک۔

دو میں ایک کا چناؤ:

۴ :اَوْ زِدْ عَلَيْهِ (یا اس سے کچھ بڑھا دو) نصف سے بڑھا دو۔ دو ثلث تک اور مقصود اس سے دو باتوں میں سے ایک کا چناؤ ہے اور وہ دونوں یہ ہیں۔ نمبر ا۔ نصف سے کم نمبر ۲۔ نصف سے زائد۔ اگر نصفه کو قلیلا سے بدل قرار دیا جائے۔ تو پھر تین چیزوں میں یہ اختیار بنے گا نمبر ا۔ مکمل آدھی رات کا قیام۔ نمبر ۲۔ اس میں سے کچھ کم قیام۔ نمبر ۳۔ آدھی رات سے زائد قیام۔ باقی نصف کو کل کے مقابلہ میں قلیل کہا گیا۔ ورنہ قلیل کا مطلقاً استعمال نصف سے کم پر آتا ہے اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ جب ایک آدمی نے اپنے متعلق ایک ہزار درھم کا اقرار کر کے الا قلیلا سے استثناء کیا۔ تو اس پر نصف سے زائد رقم لازم ہوگی کیونکہ کل کے مقابلہ میں وہی قلیل ہے۔ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا (اور قرآن کو خوب صاف صاف پڑھو) واضح اور جدا جدا۔ الثغر المرتل ان دانتوں کو کہتے ہیں جو فاصلے والے ہوں۔ نمبر ۲۔ ٹھہر ٹھہر کر حروف کو واضح کر کے پڑھو اور وقوف کا لحاظ کرو۔ اشباع حرکات کا خیال کرو۔ ترتیلا رتل کے امر کی تاکید کیلئے لایا گیا ہے کہ قاری قرآن کیلئے ضروری ہے کہ قرآن کو ترتیل سے پڑھے۔

باوجاہت کلام:

۵ :اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ (ہم تم پر ڈالنے کو ہیں) عنقریب آپ پر ہم اتاریں گے۔ قَوْلًا ثَقِيْلًا (ایک بھاری کلام) قرآن مجید کیونکہ اس میں اوامر، نواہی ہیں جن کا کرنا مکلفین پر گراں اور بھاری گزرتا ہے۔ نمبر ۲۔ منافقین پر بھاری ہے۔ نمبر ۳۔ وزن والا کلام ہے اور وجاہت والا پیغام ہے۔ احمقانہ اور سطحی نہیں ہے۔

رات کو پیدا ہونے والی عبادت:

۶ :اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ (بیشک رات کا اٹھنا)

قراءت: ورش کے علاوہ بقیہ نے ہمزہ سے پڑھا۔ ناشئه: مراد قیام لیل ہے۔

قولِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ

یہ نشاء سے مصدر ہے اذا قام و نهض کے معنی میں ہے اس کا وزن فَاعِلَةٌ ہے جیسے عافيةٌ نمبر ۲۔ ایسی عبادت جو رات کو پیدا ہوتی ہے اس لئے ناشئه کہہ دیا۔ نمبر ۳۔ رات کی گھڑیاں وہ بھی ایک گھڑی کر کے پیدا ہوتی ہے۔

امام زین العابدین رحمہ اللہ:

مغرب وعشاء کے درمیانی نماز پڑھتے اور کہتے یہ ناشئۃ الیل ہے۔(گویا صلوٰۃ اوابین کو یہ نام دیتے) هِيَ اَشَدُّ وَطْاً (وہ بہت زیادہ مؤثر ہے روندنے میں) موافقت میں۔

قراءت: وِطاة شامی، ابوعمرو واطئی سے ہے جس کا معنی موافقت ہے۔یعنی قیام کرنے والے کا دل زبان سے موافقت کرنے والا ہے۔

قول حسن رحمہ اللہ:

سروعلانیہ میں خوب موافقت پیدا کرنے والا ہے۔کیونکہ مخلوق کی ملاقات منقطع ہوتی ہے۔

دیگر قراء نے وطئاً پڑھا ہے۔جس کا معنی بوجھل ہے یعنی نمازی کیلئے دن کی نماز سے زیادہ مشکل ہے کیونکہ یہ نیند کو اس کے اپنے وقت سے بھگاتی ہے۔آپ ﷺ کے قول میں یہ معنی موجود ہے۔اللهم اشدد وطأتك علىٰ مضر [رواہ البخاری: ۶۳۹۳، مسلم: ۶۷۵] وَّ اَقْوَمُ قِيْلًا (اور بات خوب ٹھیک نکلتی ہے) بات میں زیادہ درست اور قراءت میں زیادہ پختہ ہے کیونکہ آوازوں سے سکون اور حرکات کا انقطاع ہوتا ہے۔

۷ :اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا (بے شک تم کو دن میں بہت کام رہتا ہے) اپنے مشاغل اور مہمات میں بہت آنا جانا پڑتا ہے۔پس رات کو اپنے رب کی عبادت کیلئے فارغ کرلیں۔نمبر۲۔لمبی فراغت ہے نیند اور آرام کیلئے سبحًا فراغت کے معنی میں ہے۔

۸ :وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ (اور اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو) دن رات اس کا ذکر کرو۔اللہ تعالیٰ کے ذکر میں تسبیح، تہلیل، تکبیر، نماز تلاوت قرآن، علم دینی پڑھانا سب شامل ہیں۔وَ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا (اور سب سے قطع کر کے اسی کی طرف متوجہ رہو) ہر چیز سے منقطع ہو کر اس کی عبادت میں لگو۔التبتل اللہ تعالیٰ ہی سے ہر خیر کی امید لگا کر باقی سب سے منقطع ہونا۔ایک قول یہ ہے کہ دنیا اور جو اس میں ہے تمام کو چھوڑنا۔اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے اس کی درخواست کرنا۔تبتیلاً مصدر کو بعد میں زیادہ تاکید کیلئے لائے تقدیر کلام یہ ہے بَتَّلك الله فتبتل نمبر۲۔فواصل کی رعایت سے مصدر یہاں لائے۔

۹ :رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (وہ مشرق ومغرب کا رب ہے اس کے سوا اور کوئی قابل عبادت نہیں) رب المشرق یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے ای هو رب المشرق۔نمبر۲۔یہ مبتدأ اور لا الٰہ یہ اس کی خبر ہے۔

قراءت: شامی وکوفی نے سوائے حفص کے ربِّ المشرق کسرہ سے پڑھا اور رَبك سے بدل قرار دیا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حروف قسم کے اضمار سے مجرور ہے جیسا کہ واللہ لافعلن اور لا اِلٰہ یہ جواب قسم ہے جیسے کہتے ہیں۔واللہ لا اَحدٌ فی الدار الا زیدٌ۔فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا (تم اسی کو اپنے کام سپرد کرنے کیلئے قرار دیتے رہو) کارساز۔نمبر۲۔کفیل اس وعدے کا جو اس

نے آپ کی نصرت کا فرمایا ہے۔نمبر۳۔جب آپ کو معلوم ہے کہ وہ مشرق ومغرب کا مالک ہے اور اس کے سوا اور کوئی مستحق عبادت نہیں تو اسی ہی کو اپنے امور کیلئے کفایت کرنے والا قرار دو۔

نکتہ فا: فاء کا فائدہ یہ ہے کہ اس معرفت کے بعد واحد قہار کی بارگاہ میں تمام امور کی تفویض میں ذرہ بھر توقف نہ کرنا چاہیے کیونکہ اقرار کے بعد انتظار کے عذر کی گنجائش نہیں۔

۱۰ : وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ (اور یہ لوگ جو جو باتیں کہتے ہیں ان پر صبر کرو) یعنی میرے متعلق اولاد، بیوی جیسی باتیں۔نمبر۲۔ آپ کے متعلق جو ساحر وشاعر کا طعنہ دیتے ہیں۔وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا (اور خوبصورتی کے ساتھ ان سے الگ ہو جاؤ) دل کے ساتھ ان سے پہلو تہی اختیار کرو۔اچھے انداز سے ان کی مخالفت کرتے رہو۔بدلہ لینا ترک کردو ایک قول یہ ہے۔یہ آیت قتال سے منسوخ ہے۔

۱۱ : وَذَرْنِيْ (اور چھوڑ دو مجھے) ان کو میرے سپرد کرو میں جانوں اور وہ جانیں۔وَالْمُكَذِّبِيْنَ (اور ان جھٹلانے والوں کو) رؤسائے قریش۔

نحو : یہ مفعول معہ ہے نمبر۲۔ذرنی پر اس کا عطف ہے ای دعنی و ایا ھم ۔اُولِي النَّعْمَةِ (ناز ونعمت والوں کو) النعمۃ کسرہ نون سے ہو تو انعام اور ضمہ سے ہو تو خوشی۔وَمَهِّلْهُمْ (ان لوگوں کو مہلت دو مہلت دینا) قَلِيْلًا (تھوڑے دنوں) یوم بدر تک نمبر۲۔قیامت کے دن تک۔

اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ﴿۱۲﴾ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۳﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ

بیشک ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور دوزخ ہے اور گلے میں پھنس جانے والا کھانا ہے اور درد ناک عذاب ہے جس دن

الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ﴿۱۴﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا

زمین اور پہاڑ ہلنے لگیں گے اور پہاڑ ریت کا تودہ بن جائیں گے جو ڈھلا جا رہا ہو۔ بلاشبہ ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا

شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ

جو تمہارے اوپر گواہ ہے جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا۔ سو فرعون نے رسول کی نافرمانی کی سو

فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ﴿۱۶﴾ فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ

ہم نے اسے پکڑ لیا سخت پکڑنا سو اگر تم کفر کرو گے تو اس دن سے کیسے بچو گے جو بچوں کو

الْوِلْدَانَ شِيْبًا ﴿۱۷﴾ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌ بِهٖ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ﴿۱۸﴾ اِنَّ هٰذِهٖ

بوڑھا کر دے گا آسمان پھٹ جائے گا اس میں اُس کا وعدہ کیا ہوا ہے بلاشبہ یہ

تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۱۹﴾ ع ۱ ۱۹ ۱۳

ایک نصیحت ہے سو جس کا جی چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر لے۔

۱۲، ۱۳: اِنَّ لَدَيْنَآ (بیشک ہمارے یہاں) کافروں کیلئے آخرت میں اَنْكَالًا (بھاری بیڑیاں ہیں) جمع نِكْلٌ۔ وَّ جَحِيْمًا (اور دوزخ ہے) جلانے والی آگ۔ وَّ طَعَامًا ذَا غُصَّةٍ (اور گلے میں پھنس جانے والا کھانا) جو حلق سے چمٹ جائے گا۔ نہ وہ نگلا جا سکے گا۔ مراد الضریع اور الزقوم ہے۔ وَّ عَذَابًا اَلِيْمًا (دردناک عذاب) جس کا درد دل تک پہنچنے والا ہے۔ روایت میں ہے آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اور بے ہوش ہو گئے۔ [رواہ الطبری فی تفسیرہ: ۱۴/۱۳۵]

قول حسن رحمہ اللہ:

وہ روزے کی حالت میں تھے۔ افطار کا وقت ہو گیا۔ کھانا لایا گیا۔ اچانک ان کے سامنے یہ آیت آ گئی۔ تو فرمانے لگے اس کو اٹھا لو۔ دوسری رات آن پہنچی۔ کھانا رکھا گیا پھر یہ آیت زبان پر آ گئی تو فرمایا کھانا اٹھا لو۔ اسی طرح تیسری رات کو پیش آیا۔ پھر ثابت بنانی وغیرہ کو خبر دی گئی۔ وہ آئے اور ان کو تسلیاں دیتے رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے ستو کا گھونٹ پیا۔

منظر قیامت:

۱۴ :یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ (جس روز زمین اور پہاڑ ہلنے لگیں گے)ترجف سخت حرکت کریں گے۔

نحو :یومَ ،لدیناَ کے معنی فعل کی وجہ سے منصوب ہے۔اے استقر للکفار لَدَیْنَا کذا و کذا یوم۔ثابت ہو چکا کفار کیلئے ہمارے ہاں یہ یہ چیزیں اس دن کو جس دن زمین ۔وَکَانَتِ الْجِبَالُ کَثِیْبًا (اور پہاڑ ہو جائیں گے ریت) کثیب ریت کا ٹیلا۔ یہ کثب الشئ جمع کرنا سے لیا گیا۔گویا فعیل بمعنی مفعول ہے۔مَّهِيْلًا (رواں) چلنے والی اس کے بعد کہ وہ مجتمع تھی۔

۱۵ :اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ (بیشک ہم نے بھیجا تمہاری طرف)اے اہل مکہ رَسُوْلًا (ایک ایسا رسول)یعنی محمد ﷺ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ (جو تم پر گواہی دیں گے) جو تمہارے کفر اور تکذیب کی قیامت کے دن گواہی دیں گے۔ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (جیسا ہم نے فرعون کے پاس ایک رسول بھیجا تھا)یعنی موسیٰ علیہ السلام۔

تذکرۂ فرعون:

۱۶ :فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ (پھر فرعون نے اس رسول کا کہنا نہ مانا)

نحو :نکرہ کو جب معرفہ کی صورت میں لوٹایا جائے تو ثانی بعینہٖ اول ہوتا ہے۔

فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا (تو ہم نے اس کو سخت پکڑا پکڑنا)وبیلا :سخت۔یہاں موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ خصوصا ذکر کیا کیونکہ ان کے حالات یہود کی زبانی اہل مکہ سنتے رہتے تھے۔

۱۷ :فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا (پس تم کفر کرو گے تو اس دن سے کیسے بچو گے)۔یوماً یہ تتقون کا مفعول ہے۔تقدیر کلام یہ ہے :کیف تتقون عذاب یوم کذاان کفر تم هنا؟ تم اس دن کے عذاب سے کیسے بچو گے اگر تم نے یہاں کفر کیا؟ نمبر۲۔ یہ ظرف ہے تقدیر کلام یہ ہے :فکیف لکم التقوٰی فی یوم القیامة ان کفرتم فی الدنیا؟ قیامت کے دن تمہارا بچنا کیسے ہوگا اگر تم دنیا میں کفر کرو گے؟ نمبر۳۔کفرتم کی وجہ سے منصوب ہے اور وہ جحدتم کے معنی میں ہے۔تقدیر کلام یہ ہے :فکیف لکم تتقون الله وتخشونه ان جحدتم یوم القیامة والجزاء ؟ لان تقوٰی الله خوف عقابه۔تمہارا تقویٰ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنا کیسا ہے۔اگر تم قیامت کے انکاری اور یوم جزاء کو نہیں مانتے کیونکہ اللہ کے تقویٰ کا معنی ہی اس کے عقاب کا خوف ہے۔

يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا (جو بچوں کو بوڑھا کر دیگا)

نحو :یہ یوماً کی صفت ہے اور ضمیر عائد محذوف ہے۔ای فیه شیبًا اس کے ہول وشدت کی وجہ سے بوڑھے ہو جائیں گے۔ یہ اس وقت ہوگا جب آدم علیہ السلام کو کہا جائیگا۔اٹھو اور اپنی اولاد میں سے دوزخ کا حصہ الگ کرلو۔شیبًا یہ جمع اشیب ہے۔

ایک قول یہ ہے ڈرانے کیلئے یہ تمثیل ہے جیسا کہا جاتا ہے جب کوئی مشکل ٹائم ہو یوم یشیب نواصی الاطفال آج کے دن تو بچوں کی چوٹیاں سفید ہو جائیں گی۔

۱۸ : اَلسَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ (جس میں آسمان پھٹ جائے گا) دن کی تعریف سختی کے ساتھ فرمائی یعنی کہ آسمان باوجود اپنی عظمت اور مضبوطی کے اس دن پھٹ جائے گا۔ پھر دوسری مخلوق کے حال کا خود اندازہ کرلو؟

نحو : منفطر کو مذکر اس لیئے لائے کہ سماء کی تاویل السقف سے کی۔ نمبر۲۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے السماء شئی منفطر۔ بہٖ یعنی یوم القیامة ۔ وہ اس دن کی سختی اور ہول کی وجہ سے پھٹ جائے گا۔ جیسا کہ چیز اس سے پھٹ جاتی ہے جس سے اس کو پھاڑا جائے۔ كَانَ وَعْدُهٗ (بیشک اس کا وعدہ ضرور ہوکر رہے گا) وعد مصدر ہے جس کی اضافت مفعول کی طرف کی گئی ہے۔ اور وہ دن ہے نمبر۲۔ یا فاعل کی طرف ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ مَفْعُوْلًا (ہونے والا ہے)

۱۹ : اِنَّ هٰذِهٖ (یہ ایک نصیحت ہے) مشار الیہ وہ آیات ہیں جو وعید پر دلالت کر رہی ہیں۔ تَذْكِرَةٌ (ایک نصیحت ہے) فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا (پس جس کا جی چاہے اپنے پروردگار کی طرف راستہ اختیار کرے) پس جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے۔ اور تقویٰ اور خشیت سے اس کی طرف راستہ بنائے۔

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَ نِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآىِٕفَةٌ

بلاشبہ آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ والوں میں سے ایک جماعت رات کے دو تہائی حصہ کے قریب اور آدھی

مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ

رات اور تہائی رات کھڑے رہتے ہیں' اور اللہ رات اور دن کو مقدر فرماتا ہے اور اللہ کو علم ہے کہ تم اس کو ضبط نہیں کر سکتے

فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ

سو اس نے تمہارے حال پر مہربانی فرمائی سو تم قرآن سے اتنا حصہ پڑھ لو جو آسان ہو' اسے معلوم ہے کہ تم میں سے مریض آدمی ہوں گے

وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ

اور بعض وہ لوگ ہوں گے جو زمین میں سفر کرتے ہیں اللہ کا فضل تلاش کرتے ہیں اور کچھ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی راہ میں

فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ

قتال کریں گے سو تم قرآن میں سے اتنا حصہ پڑھ لیا کرو جو آسانی سے پڑھا جا سکے اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو

اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ

اور اللہ کو قرض حسن دیدو اور اپنی جانوں کے لئے جو بھلائی بھیج دو گے اسے اللہ کے پاس پا لو گے

ع ۲ ۱۴ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾

اس سے اچھا اور خوب بڑے ثواب والا اور اللہ سے مغفرت طلب کرو بلاشبہ اللہ بخشنے والا ہے اور مہربان ہے۔

۲۰ :اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى (آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ کھڑے ہوتے ہیں دو تہائی رات کے قریب)

قراءت :ادنٰی اقل کے معنی کیلئے استعارۃً لایا گیا ہے۔ کیونکہ جب دو چیزوں میں مسافت قریب ہو جائے تو ان کے درمیان جگہ کم ہو جاتی ہے اور جب فاصلہ زیادہ ہو جائے جگہ زیادہ ہو جاتی ہے۔

مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ (رات کے دو تہائی) قراءت : ہشام کے علاوہ قراء نے لام کے ضمہ سے پڑھا ہے۔ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ (آدھی رات اور تہائی رات)

قراءت ونحو:

یہ دونوں منصوب ہیں۔ اس کا عطف ادنٰی پر ہے۔ مکی اور کوفی کے نزدیک اور جنہوں نے ان کو جر دی تو انہوں نے اس کا

عطف ثلثی پر کیا ہے۔ وَطَآ ئِفَةٌ (اور ایک جماعت) اس کا عطف تقوم کی ضمیر پر ہے اور یہ ضمیر بلا تاکید بھی جائز ہے کیونکہ فاصل تو موجود ہے۔ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ (ان لوگوں میں سے جو آپ کے ساتھ ہیں۔ یعنی یہ مقدار آپ کے صحابہ کی ایک جماعت قیام کرتی ہے۔ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ (اور دن رات کا پورا اندازہ اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے) رات، دن کے اندازے کی کسی اور کو قدرت نہیں اور نہ ہی ان کی گھڑیوں کے اوقات کی مقدار کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی جانتا ہے جو کہ اکیلا ہے۔ اسم باری تعالیٰ یقدر کو مبتدأ کے طور پر لایا گیا اور یہی دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ذات تقدیر کے ساتھ خاص ہے۔ پھر صحابہ کرام کا حال یہ تھا کہ وہ قیام کرنے لگے یہاں تک کہ ان کے قدم سوج جاتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ (اس کو معلوم ہے کہ تم اس کو ضبط نہیں کر سکتے) ان مقداروں کے مطابق تم مشقت وشدت کے بغیر قیام نہیں کر سکتے اور اس میں تنگی ہے۔ فَتَابَ عَلَيْكُمْ (تو اس نے تمہارے حال پر عنایت کی) پس اس نے تخفیف کر دی اور قیام لیل کی فرضیت ساقط کر دی۔ فَاقْرَءُوْا (پس تم پڑھ لیا کرو) نماز میں یہاں امر وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ یا نماز کے علاوہ اوقات میں۔ اس میں امر کی دلالت ندب پر ہے۔ مَا تَيَسَّرَ (جتنا تم سے آسانی سے پڑھا جا سکے) مِنَ الْقُرْاٰنِ (قرآن مجید میں سے) روایت کیا ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ جس نے قرآن مجید میں سے ایک سو آیات ایک رات میں پڑھیں وہ غافلین میں شمار نہ ہوگا اور جس نے دو سو آیات پڑھیں وہ قانتین میں لکھا جاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے قرآن سے نماز مراد ہے کیونکہ یہ بھی نماز کا ایک رکن ہے مطلب یہ ہے پس تم اتنی نماز پڑھو جو آسانی سے پڑھ سکتے ہو۔ اور رات کی نماز سے مشکل نہ ہو۔ یہ آیت پہلی آیت کی ناسخ ہے۔ پھر یہ پانچوں نمازوں سے منسوخ ہوگئی۔ پھر نسخ کی حکمت واضح فرمائی کہ مسافروں اور مریضوں اور مجاہدین پر یہ قیام مشکل ہو جائے گا۔ پس فرمایا عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ (اس کو معلوم ہے کہ بعضے آدمی تم میں سے)

نحو: اَنْ یہ اصل میں اِنّه ہے۔ یہ مخففہ من المثقلہ ہے اور سین تخفیف کا بدل ہے۔ اور اس کے اسم کو حذف کر دیا ہے۔

مَّرْضٰى (بیمار ہونگے) پس ان پر قیام لیل انتہائی مشکل ہوگا۔ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ (اور بعضے زمین میں سفر کریں گے) يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (تلاش معاش کیلئے)

نحو: یبتغون یہ یضربون کی ضمیر سے حال ہے۔ فضل اللہ سے مراد تجارت سے رزق حاصل کرنا۔ نمبر ۲۔ طلب علم۔

وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اور بعضے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے) آیت میں تلاش معاش اور مجاہد کے درمیان برابری کی کیونکہ کسب حلال بھی جہاد ہے۔

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

جو شخص مسلمان علاقوں سے کوئی چیز مدینہ میں لایا۔ اس حال میں کہ وہ راستے میں صعوبتیں برداشت کرنے والا اور ان میں ثواب کی نیت کرنے والا تھا۔ پھر اس نے اس چیز کو اسی دن کے بھاؤ کے ساتھ فروخت کیا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شہداء میں لکھا جاتا ہے۔

قول ابن عمر رضی اللہ عنہما:

اللہ تعالیٰ کے ہاں قتال فی سبیل اللہ کے بعد سب سے افضل موت یہ ہے کہ میں کجاوے پر سوار ہو کر زمین میں سفر کرتا ہوں۔اور رزق کو طلب کرنے والا ہوں۔فَاقْرَءُوْا مَاتَيَسَّرَ مِنْهُ (پس تم لوگ جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جا سکے پڑھ لیا کرو) آسانی کیلئے دوبارہ حکم دے دیا کیونکہ صحابۂ کرام اس سلسلے میں بڑے محتاط تھے۔وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (اور نماز کی پابندی کرو) فرض نمازیں وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ (اور زکوٰۃ دیتے رہو) فرض زکوٰۃ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ کو قرض دو) نوافل ادا کیا کرو۔القرض لغت میں کاٹنے کو کہتے ہیں۔پس قرضہ دینے والا اپنے مال میں اتنا حصہ کاٹ کر دوسرے کو دیتا ہے۔اسی طرح صدقہ کرنے والا اپنے مال سے اتنی مقدار الگ کر کے اس کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرنے کیلئے مقرر کر لیتا ہے۔اقرضوا اللہ میں قرضہ کی نسبت اپنی طرف فرمائی تا کہ صدقہ کرنے والا فقیروں پر احسان نہ رکھے کہ میں نے تجھ پر صدقہ کیا ہے اور اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ فقیر اس نیکی میں اس کا معاون ہے اس وجہ سے اس پر کوئی احسان نہیں۔بلکہ فقیر کا اس پر احسان ہے۔

قَرْضًا حَسَنًا (اچھا قرض) اخلاص کے ساتھ حلال وطیب مال سے وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ (اور جو نیک عمل اپنے لئے آگے بھیج دو گے۔اس کو پاؤ گے) یعنی اس کا ثواب۔

نحو: یہ شرط کی جزاء ہے۔

عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا (اللہ تعالیٰ کے ہاں جو کہ بہت بہتر ہے) اس سے جو تم نے چھوڑ دیا اور پیچھے رہنے دیا خیرا یہ تجدوہ کا دوسرا مفعول ہے اور ھو ضمیر فاصل ہے اور دو معرفوں کے درمیان ضمیر فصل نہ بھی ہو تو درست ہے کیونکہ افعل التفضیل یہ معرفہ کے مشابہ ہے کیونکہ حرف تعریف اس پر نہیں آتا۔وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا (اور ثواب میں بڑھ کر ہے) ثواب کے لحاظ سے کثرت والا ہے۔وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ سے گناہ معاف کراتے رہو) سیئات سے استغفار اور حسنات میں کوتاہیوں سے استغفار دونوں کو شامل ہے۔اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے) وہ غفور ہے تبھی تو گناہ گاروں اور کوتاہی کرنے والوں پر ستاری فرماتا ہے اور رحیم ہے کہ اہل توفیق اور محنت کرنے والوں کے سلسلہ میں تخفیف فرماتا ہے۔

الحمد للہ بعد الفجر سورۃ المزمل کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔۲۰۔۶۔۲۰۰۳

سُوْرَةُ الْمُدَّثِّر مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتٌّ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

یہ سورۃ مدثر ہے جو مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چھپن آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ﴿۱﴾ قُمْ فَاَنْذِرْ ۙ﴿۲﴾ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۙ﴿۳﴾ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۙ﴿۴﴾

اے کپڑے میں لپٹنے والے اٹھو پھر ڈراؤ' اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو'

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۙ﴿۵﴾ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۙ﴿۶﴾ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ؕ﴿۷﴾ فَاِذَا

اور بتوں سے علیحدہ رہو اور کسی کو اس غرض سے مت دو کہ زیادہ معاوضہ مل جائے اور اپنے رب کے لئے صبر کیجئے۔ پھر جب

نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ۙ﴿۸﴾ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۙ﴿۹﴾ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ﴿۱۰﴾

صور پھونکا جائے گا سو یہ دن کافروں پر سخت ہو گا ' آسان نہ ہو گا '

ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۙ﴿۱۲﴾ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ۙ﴿۱۳﴾

مجھے اور اس شخص کو رہنے دو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا اور اسے میں نے مال دیا' جو بڑھتا جا رہا ہے اور اس کے ساتھ رہنے والے بیٹے دیئے

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ○ قُمْ فَاَنْذِرْ (اے کپڑے میں لپٹنے والے۔اٹھو پھر ڈراؤ)

روایت جابر رضی اللہ عنہ:

ا : جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جبل حراء پر تھا کہ مجھے آواز آئی۔ یا محمد! اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ پس میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا تو کوئی چیز نظر نہ آئی۔ پھر میں نے اوپر دیکھا تو اچانک وہ آواز دینے والا فرشتہ آسمان وزمین کے مابین ایک تخت پر بیٹھا تھا۔ پس مجھ پر رعب طاری ہو گیا اور میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف واپس لوٹا۔ اور میں نے کہا مجھے کپڑا اوڑھا دو مجھے کپڑا اوڑھا دو! پس خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو کپڑا اوڑھا دیا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام آئے اور یہ آیات پڑھیں: يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ [رواہ البخاری: ۴۹۲۳، مسلم ۱۶۱] اے کپڑوں میں لپٹے ہوئے المدثر دثار سے ہے ہر اس کپڑے کو کہا جاتا ہے جو شعار کے اوپر اوڑھا پہنا جائے۔ الشعار : وہ کپڑا جو جسم سے ملا ہوتا ہے (مثلاً بنیان وغیرہ) یہ اصل میں المتدثر ہے ادغام کے بعد المدثر بن گیا (ایک ارشاد میں یہی معنی ہے الناس دثاری و الانصار شعاری)

۲ : قُمْ (اپنی خوابگاہ سے اٹھو) نمبر۲۔عزم وجزم کے ساتھ اٹھو۔ فَاَنْذِرْ (اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراؤ اگر وہ ایمان قبول نہ کریں) نمبر۲۔کسی کی تخصیص کے بغیر سبکو ڈراؤ۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ نے قریش کا ناپسندیدہ رویہ سنا تو غمگین ہو کر سوچ میں کپڑا اوڑھے لیٹ گئے جیسا مغموم کرتا ہے تو آپ کو کہا گیا اے اپنے آپ سے ایذائے کفار کو کپڑے سے ہٹانے والے۔اٹھو اور اپنے عمل انذار میں مشغول ہو جاؤ خواہ فجار آپ کو ایذائیں دیتے رہیں۔

۳ : وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ (اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو) یعنی کبریائی کے ساتھ اپنے رب کو خاص قرار دو تکبر و کبریائی تعظیم کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے اپنی نگاہ میں کسی اور کی بڑائی مت لاؤ۔اور جب غیر اللہ کی طرف سے کوئی بات پیش آئے تو کہو اللہ اکبر۔اللہ سب سے بڑا ہے۔روایت میں ہے کہ جب یہ آیت اتری تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ اکبر۔پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اللہ اکبر کہا اور خوش ہوئیں اور ان کو یقین ہو گیا کہ یہ وحی ہے۔(ذکرہ الزمخشری فی الکشاف) اور کبھی اس کو نماز کی تکبیر پر بھی محمول کیا گیا ہے۔اور معنی شرط کی وجہ سے آتی ہے گویا اس طرح کہا گیا۔وما کان فلا تدع تکبیرہٗ۔ کچھ بھی ہو کسی حال میں ہو۔اس کی بڑائی کا اظہار مت چھوڑو۔

کپڑوں کو پاک رکھیں:

۴ : وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھیے) یعنی پانی کے ساتھ اپنے کپڑوں کو نجاست سے پاک کریں کیونکہ نماز اس کے بغیر درست نہیں اور نماز کے علاوہ میں پاک رکھنا اولیٰ ہے۔نمبر۲۔اپنے کپڑوں کو چھوٹا کرو۔عرب والوں کی اس عادت کی مخالفت کرتے ہوئے۔کہ وہ کپڑوں کو لمبا رکھتے اور چادروں کے دامن کو زمین پر کھینچتے ہیں اس لئے کہ ایسی حالت میں نجاست سے حفاظت نہیں رہ سکتی۔

نمبر۳۔اپنے نفس کو ان افعال سے پاک صاف رکھیے جو افعال نفوس کو میلا کرنے والے ہیں۔عرب کہتے ہیں: فلان طاهر الثياب۔ جب کہ اس کی تعریف کرتے ہوئے معایب سے اس کو پاک قرار دیں۔اور کہتے ہیں: فلان دنس الثياب یہ دھوکہ باز ہے۔اور دوسری بات یہ ہے جس نے اپنے باطن کو پاک کر لیا وہ اپنے ظاہر کو بھی پاک رکھتا ہے۔

۵ : وَالرُّجْزَ (اور بتوں سے) قراءت: یعقوب، سہل، حفص نے ضمہ سے پڑھا ہے جبکہ دیگر قراء نے کسرہ سے پڑھا ہے۔جس کا معنی عذاب ہے۔اور یہاں مراد وہ افعال و اعمال ہیں جو عذاب تک پہنچانے والے ہیں۔ فَاهْجُرْ (الگ رہو) اس کے چھوڑنے پر پختگی اختیار کرو۔کیونکہ آپ ﷺ تو اس سے پاک وصاف تھے۔

اعلیٰ اخلاق کی تلقین:

۶ : وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ (اور کسی کو اس غرض سے مت دو کہ زیادہ معاوضہ چاہو) رفع کے ساتھ تستکثر حال ہونے کی وجہ سے

منصوب المحل ہے۔ای لا تعط مستکثرا رائیا لما تعطیه کثیرا تم کثرت طلب کرنے کیلئے مت دو یہ خیال کرتے ہوئے کہ جو کچھ تم دے رہے ہو وہ کثیر ہے۔

نمبر۲: مت دو اس حال میں کہ تم اس سے زیادہ چاہنے والے ہو جو تم نے دیا۔اس لئے کہ آپ کو اعلیٰ ترین اخلاق کا حکم دیا گیا ہے۔اور عمدہ ترین آداب بتلائے گئے ہیں۔تمنّن یہ مَنّ علیه سے بنا ہے جبکہ وہ انعام کرے۔حسن نے لا تستکثِر سکون کے ساتھ پڑھا اور اس کو جواب نہی قرار دیا۔

۷ :وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ (اور پھر اپنے رب کے واسطے صبر کیجئے) یعنی اس کی ذات کیلئے۔صبر کا استعمال اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی ہیں۔اور ہر ایک مصبور علیہ ہے یعنی اس پر جمے رہنا ضروری ہے اور مصبور عنہ ہے یعنی اسے اپنا بچانا ضروری ہے۔

نفخۂ صور:

۸ :فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ (پھر جس وقت صور پھونکا جائے گا) نقر ناقور سے نفخ صور مراد ہے یہ نفخہ اولیٰ ہے۔ایک قول نفخہ ثانیہ کا ہے۔

۹ :فَذَٰلِكَ اس سے پھونکے جانے کے دن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔یہ مبتدأ اور يَوْمَئِذٍ اس کا بدل ہے۔يَوْمٌ عَسِيرٌ یہ خبر ہے۔يَوْمٌ عَسِيرٌ (پس وہ وقت یعنی وہ دن کافروں پر ایک سخت دن ہوگا) گویا عبارت یہ ہے۔فیوم النقر یوم عسیر۔اور فاذا کی فاء سببیہ ہے۔اور فذالك کی فاء جزاء کی ہے۔گویا اس طرح کہا گیا:اصبر علی اذاهم فبین ایدیهم یوم عسیر یلقون فی عاقبة اذا هم و تلقی عاقبة صبرك علیه تم ان کی ایذاء پر صبر کرو۔پس ان کے سامنے سخت تنگی والا دن ہے جس میں وہ اپنے ایذاء کا انجام پالیں گے اور تم اس پر اپنے صبر کا نتیجہ پالو گے۔اور فاذا میں عامل وہ ہے جس پر جزاء دلالت کر رہی ہے۔ای فاذا نقر فی الناقور عسر الامر۔پس جب صور میں پھونک ماردی جائے گی تو معاملہ مشکل ہو جائے گا۔

۱۰ :عَلَى الْكَافِرِينَ (جس میں کافروں پر ذرا آسانی نہ ہوگی) اس کی تاکید اس قول سے فرمائی غَيْرُ يَسِيرٍ (بالکل آسانی نہ ہوگی) تاکہ یہ اعلان کر دیا جائے کہ وہ مؤمنوں پر آسان ہوگا۔نمبر۲۔عسیر کا مطلب یہ ہے کہ اس میں امید نہ ہوگی وہ آسانی کی طرف لوٹ جائے جیسا کہ مشکل کے آسان ہونے کی دنیا میں امید کی جاتی ہے۔

ولید بن مغیرہ کا حال:

۱۱ :ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا (مجھ کو اور اس شخص کو رہنے دو) یعنی اس کو میرے سپرد کرو مراد اس سے ولید بن المغیرہ ہے۔اس کا لقب اپنی قوم میں وحید تھا۔

نحو :ومن خلقت یہ معطوف یا مفعول معہ ہے۔وحیدًا یہ ذرنی کی یاء سے حال ہے۔ای ذرنی وحدی معه فانی اکفیك امره مجھے اکیلا اس کے ساتھ چھوڑ دو پس میں تمہاری طرف سے اس کے لئے کافی ہوں۔یا خلقت کی تاء سے حال ہے ای

وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ﴿۱۴﴾ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ﴿۱۵﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا

اور میں نے اس کے لئے ہر طرح کا سامان مہیا کر دیا' پھر وہ آرزو کرتا ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں گا ہرگز نہیں بلاشبہ وہ ہماری آیتوں کا

عَنِيْدًا ﴿۱۶﴾ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ﴿۱۷﴾ ؕ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿۱۸﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿۱۹﴾

مخالف ہے عنقریب میں اسے دوزخ کے پہاڑ پر چڑھادوں گا بے شک اس نے سوچا پھر ایک بات تجویز کی سو اس پر خدا کی مار ہو کیسی بات تجویز کی

خلقتهٗ وحدی لم یشرکنی فی خلقه احدٌ میں اکیلے نے اس کو پیدا کیا اس کے پیدا کرنے میں میرے ساتھ کوئی شریک نہیں۔نمبر۳۔ھاء محذوفہ سے حال ہے۔نمبر۴۔ مَنْ سے حال ہے ای خلقتهٗ منفردًا بلا اهل و لا مال ثم انعمت علیه ۔ میں نے اس کو اکیلا بلا اہل و مال پیدا کیا اور پھر اس پر انعام کیا۔

۱۲ : وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا (اور اس کو کثرت سے مال دیا) کھلا اور بہت زیادہ۔نمبر۲۔ایسا مال جو نشو ونما سے آئے روز ترقی پذیر ہے۔اس کے ہاں کھیتی، دودھ والے جانور، تجارت والے جانور سب قسمیں تھیں۔

قول مجاہد رحمہ اللہ:

اس کے پاس ایک لاکھ دینار تھے۔اور اس کے پاس طائف میں ایسی شاندار زمین تھی جس کی کھیتی منقطع نہ ہوتی تھی۔

۱۳ : وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا (اور پاس رہنے والے بیٹے) جو مکہ میں اس کے ساتھ موجود رہتے ان کو مالداری کی وجہ سے سفر کی حاجت نہ تھی۔ان کی تعداد دس تھی۔ان میں سے خالد، ہشام، عمارہ کو دولت ایمان نصیب ہوئی۔

۱۴ : وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا (اور سب طرح کا سامان اس کے لئے مہیا کر دیا) اس کو ریاست و جاہ دونوں دے دیں پس اس طرح میں نے اہل دنیا کے ہاں جن میں سے ایک کا ہونا باعث کمال خیال کیا جاتا ہے اس کو دونوں دے کر نعمت مکمل کر دی۔

۱۵ : ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ (پھر بھی اس بات کی طمع رکھتا ہے۔کہ میں اور زیادہ دوں) اس میں اس کی حرص و طمع پر استنکار و استبعاد کا اظہار کیا گیا یعنی وہ اس بات کا امیدوار ہے کہ بغیر شکریے کے اس کے مال و اولاد میں اور اضافہ کر دوں۔

قول حسن رحمہ اللہ:

ان ازید کا مطلب کہ میں اس کو جنت میں داخل کر دوں پھر اس کو مال و اولاد بھی دوں۔جیسا کہ دوسری آیات میں فرمایا: لاوتین مالاًو ولدًا [مریم:۷۷]

۱۶ : كَلَّا (ہرگز نہیں) یہ ردعیہ ہے اس میں جھڑک کر اس کی امیدیں منقطع کیں۔ای لا یجمع له بعد الیوم بین الکفر و المزید من النعم آج کے دن کے بعد کفر اور مزید نعمتیں باہمی جمع نہ ہونگی۔اس آیت کے اترنے کے بعد اس کے مال و جاہ میں زوال و نقصان شروع ہوا یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گیا۔اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا (وہ ہماری آیات کا مخالف ہے) آیات سے قرآن مجید

ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿۲۳﴾

پھر اس پر خدا کی مار ہو کیسی بات تجویز کی' پھر اس نے دیکھا پھر منہ بنایا اور زیادہ منہ بنایا' پھر منہ پھیرا اور تکبر ظاہر کیا

فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ﴿۲۴﴾ إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿۲۵﴾

پھر بولا کہ یہ تو ایک جادو ہے جو منقول ہوتا ہوا آ رہا ہے یہ کچھ نہیں مگر آدمی کا کلام ہے

مراد ہے۔ عَنِيدًا (عناد اور ضد سے انکار کرنے والا)۔ یہ بطور استیناف کے ردع کی تعلیل بیان کی گئی ہے گویا کوئی کہنے ولا کہہ رہا ہے۔ وہ کیوں اضافہ نہیں کرتا؟ تو جواب دیا گیا کیونکہ وہ منعم کی آیات کا انکاری ہے۔ اور اس سے اس نے کفران نعمت کیا ہے اور کافر اضافے کا مستحق نہیں۔

۱۷ : سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا (ہم عنقریب اس کو دوزخ کے پہاڑ پر چڑھائیں گے) ہم عنقریب اس کو ڈھانک لیں گے مشکل چڑھائی والی گھاٹی سے۔ حدیث میں ہے کہ الصعود یہ آگ کا پہاڑ ہے۔ جس پر وہ ستر (۷۰) خریف چڑھے گا اس سے اتنا ہی اترے گا اسی طرح وہ کرتا رہے گا۔ [رواہ الترمذی: ۳۳۲۶]

قرآن کے متعلق اس کی بدزبانی:

۱۸ : إِنَّهُ فَكَّرَ (اس شخص نے سوچا) یہ وعید کا سبب بتایا گیا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے غناء وعزت کے بعد جلدی سے فقر وذلت میں اس کو اس کے عناد کی وجہ سے کیا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں سخت عذاب دیں گے کیونکہ وہ عناد میں انتہاء کو پہنچا ہوا تھا۔ اور اس نے قرآن مجید کا نام سحر رکھا یعنی اس نے سوچا پھر قرآن مجید میں کیا رائے زنی کی ہے۔ وَقَدَّرَ (اور اس نے ایک بات تجویز کی) اس نے اپنے دل میں تیاری کی اور اندازہ کیا۔

۱۹ : فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ (پس اس پر اللہ تعالیٰ کی مار ہو کہ اس نے کیسی بات تجویز کی) قُتِلَ۔ یہ لعن کے معنی میں ہے اور کیف قدر میں اس کے اندازے اور تجویز پر اظہار تعجب کیا گیا۔

۲۰ : ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ (پھر اس پر اللہ تعالیٰ کی مار ہو اس نے کیسی تجویز کی) اس کو تاکید کیلئے دوبارہ لائے اور ثم لائے تاکہ یہ معلوم ہو کہ دوسری دعا اول سے زیادہ بلیغ ہے۔

۲۱ : ثُمَّ نَظَرَ (پھر دیکھا) لوگوں کے چہروں کو یا اس میں جو اس نے اندازہ کیا۔

۲۲ : ثُمَّ عَبَسَ (پھر منہ بنایا) ترش روئی اختیار کی۔ وَبَسَرَ (اور زیادہ منہ بنایا) ترشروئی اور تیوری میں زیادتی اختیار کی۔

۲۳ : ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ (پھر منہ پھیرا اور تکبر ظاہر کیا) ادبر حق سے منہ موڑا اور بڑائی ظاہر کی۔ نمبر ۲۔ اپنے مقام سے پیچھے ہٹا اور بات میں متکبرانہ طرز اختیار کی۔ ثم نظر کا عطف فکر اور قدر پر ہے۔ اور جملہ دعائیہ تو معترضہ ہے اور معطوفات یہاں کثرت سے

لائے تا کہ واضح کر دیا جائے کہ ان افعال میں فاصلہ تھا۔

۲۴ : فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ (پھر بولا یہ تو منقول جادو ہے) اِنْ یہاں مَآ کے معنی میں ہے ای ماھذآ ۔یؤثر وہ جو جادوگروں سے منقول چلا آ رہا ہے۔

ولید کا پہلا قول:

روایت میں ہے کہ ولید نے بنی مخزوم کو کہا۔ واللہ لقد سمعت من محمد انفا کلاما ماھو من کلام الانس ولا من کلام الجن ان له لحلاوة وان علیه لطلاوه، وان اعلاه لمثمر وان سفله لمغدق وانه یعلوو ما یعلی ۔ اللہ کی قسم میں نے محمد (ﷺ) سے ابھی ایک ایسا کلام سنا ہے۔ جو نہ انسان کا کلام ہے اور نہ جن کا اس میں عجیب چاشنی اور رونق ہے وہ ایک ایسے درخت کی طرح ہے جس کی چوٹی ثمر آفرین اور نچلا حصہ خوشہ دار ہے اور وہ غالب آئے گا مغلوب نہ ہوگا قریش کہنے لگے اللہ کی قسم ولید صابی ہو گیا۔

ابوجہل کی چال:

اس پر ابوجہل کہنے لگا وہ ولید کا بھتیجا لگتا ہے میں تمہاری مصیبت حل کر دونگا یہ کہہ کر ابوجہل ولید کے پاس گیا۔ اور غمگین اس کے پاس جا بیٹھا اور اس سے ایسی باتیں کیں جنہوں نے اسے گرم کر دیا پس ولید لوٹ کر ان کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ قریش کا گمان یہ ہے کہ محمد مجنون ہے کیا تم نے اس کو کبھی گلا گھونٹے ہوئے دیکھا اور قریش کہتے ہیں کہ وہ کاھن ہے کیا تم نے کبھی اس کو کہانت کرتے دیکھا؟ لوگوں کا یہ گمان ہے کہ وہ شاعر ہے کیا تم نے اس کو شعر بناتے دیکھا۔ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ وہ کذاب ہے کیا تم نے اس کے بارے میں ذرہ بھر جھوٹ کا کبھی تجربہ کیا۔ انہوں نے ان تمام باتوں کے جواب میں کہا؟ اللہ کی قسم ان میں سے کوئی بات نہیں۔ پھر لوگوں نے کہا پھر تم ہی بتاؤ کہ وہ کیا ہے؟ پس اس نے سوچا پھر کہنے لگا وہ تو ایک جادوگر ہے کیا تم نے اس کو دیکھا نہیں کہ وہ بیوی اور میاں اور باپ بیٹے اور اس کے رشتہ داروں کے مابین تفریق پیدا کرتا ہے۔ اور جو وہ کہتا ہے وہ ایک منقول جادو ہے۔ جو مسیلمہ اور اہل بابل سے چلا آ رہا ہے پوری محفل سن کر گرم جوشی سے باغ باغ ہو گئی اور اس کی باتوں پر متعجب ہو کر سب لوٹ گئے۔ فقال میں فاء اس بات کی دلیل ہے یہ کلمہ جونہی اس کے دل میں گزرا اس نے بلا توقف بول دیا۔

۲۵ : اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ (بس یہ تو آدمی کا کلام ہے)

نحو : ان دونوں جملوں کے درمیان عاطف کا ذکر نہیں کیا کیونکہ دوسرا جملہ پہلے کی تاکید کے قائم مقام ہے۔

سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ﴿۲۶﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿۲۷﴾ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَةٌ

میں عنقریب اسے دوزخ میں داخل کروں گا' اور اے مخاطب تجھے کچھ خبر ہے کہ دوزخ کیا ہے نہ وہ باقی رہنے دے گی اور نہ چھوڑے گی' وہ بدن کی حیثیت کو

لِّلْبَشَرِ ﴿۲۹﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً

بگاڑ دینے والی ہے اس پر انیس فرشتے مقرر ہوں گے۔ اور ہم نے دوزخ کے کارکن صرف فرشتے بنائے ہیں

وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

اور ہم نے جو ان کی تعداد رکھی ہے صرف اس لئے کہ کافروں کے لئے فتنہ کا ذریعہ بنیں تاکہ اہل کتاب یقین کریں

الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

اور ایمان والوں کا ایمان اور بڑھ جائے اور شک نہ کریں اہل کتاب

وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ

اور اہل ایمان اور تاکہ وہ لوگ یوں کہیں جن کے دلوں میں مرض ہے اور جو لوگ کافر ہیں کہ اللہ نے اس عجیب

بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَا

مضمون سے کیا ارادہ فرمایا اللہ ایسے ہی گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہے اور آپ کے

يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿۳۱﴾ ع ۱ ۳۱ ۱۵

رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا' اور وہ نہیں ہے مگر ایک نصیحت انسانوں کے لئے۔

۲۶ :سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ (میں اس کو جلد دوزخ میں داخل کرونگا)

نحو :یہ سارهقه صعودًا سے بدل ہے۔سقر یہ جہنم کا نام ہے۔ نحو :تعریف وتانیث کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

۲۷ :وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ (اورتم کو کچھ خبر ہے کہ دوزخ کیسی چیز ہے۔اس میں قیامت کی ہولناک حالت سے ڈرایا گیا ہے۔

۲۸ :لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ (وہ نہ تو باقی رہنے دے گی اور نہ چھوڑے گی) یعنی وہ نہ تو گوشت کو باقی رہنے دی گی اور نہ ہڈیوں کو چھوڑے گی۔نمبر۲۔وہ کسی چیز کو باقی نہیں چھوڑتی جو اس میں ڈالی جائے بلکہ اس کو ہلاک کرڈالتی ہے۔وہ کسی ہلاک ہونے والے کو نہ چھوڑے گی بلکہ جس طرح ہلاکت سے پہلے تھا اسی طرح لوٹ آئے گا۔

۲۹ :لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ (وہ بدن کی حیثیت بگاڑ دے گی)

نحو : یہ مبتدأ محذوف ھی کی خبر ہے ای ھی لواحة للبشر ۔بشر جمع بشرة کی ہے بمعنی ظاہری جلد۔وہ آگ ان کھالوں کو سیاہ کرڈالے گی یا جلادے گی۔

جہنم کے امین فرشتے:

۳۰ : عَلَيْهَا (دوزخ پر) تِسْعَةَ عَشَرَ (انیس فرشتے) جوان کے کام کے ذمہ دار ہونگے ۔عندالجمہور: انیس فرشتے ایک قول یہ ہے انیس قسم کے فرشتے ایک اور قول انیس صفیں فرشتوں کی ایک قول یہ بھی ہے صرف نگران۔

۳۱ : وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ (ہم نے دوزخ کے کارکن بنائے ہیں) نگران اِلَّا مَلٰٓئِكَةً (فرشتے ہی) کیونکہ جن کو عذاب دیا جارہا ہے۔ان کی جنس ان سے مختلف ہے سزا کے وقت ان کو نرمی اور رقت نہ ہوگی کیونکہ تمام مخلوق میں وہ سب سے زیادہ سخت مزاج پیدا کیے گئے ۔ان میں ایک کو جن وانس تمام کے برابر قوت حاصل ہے۔وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ (اور ہم نے ان کی تعداد جو ایسی رکھی ہے) یعنی انیس عدد اِلَّا فِتْنَةً (وہ کافروں کی گمراہی کا ذریعہ ہے) فتنہ ابتلاء وامتحان ۔لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا (کافروں کے لئے) یہاں تک کہ ابوجہل اس تعداد کو سنکر کہنے لگا۔تم اتنا جھگھٹا ہوتو دس دس مل کر بھی ایک کو نہ پکڑ سکو گے؟ اس پر مجمع میں سے ابوالاشد یہ انتہائی مضبوط پہلوان تھا بولا میں سترہ کو اکیلا سنبھال لوں گا پس تم دو کو سنبھال لینا۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔وما جعلنا اصحاب النار الا ملائكة ہم نے ان کو جنس کے مرد نہیں بنایا کہ تم ان پر قابو پاسکو۔

جہنم کے ان نگران فرشتوں کی تعداد کو خاص کرنے کے متعلق کہا گیا باوجود کہ تعداد میں علت مطلوب نہیں ہوتی چھ فرشتے تو تمام کفار کو آگ کی طرف ہانک کر لے جائیں گے اور چھ فرشتے کھینچ کر آگ کی طرف لانے والے ہونگے ۔اور چھ فرشتے ان کو لوہے کی گرزوں سے مارنے والے ہونگے اور ایک مالک ہے وہ جہنم کا چابی بردار ہے۔وہ ان تمام کا سردار ہے۔ایک قول یہ ہے کہ جہنم کے انیس طبقات ہیں اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر ایک طبقہ پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے۔ایک اور قول ہے کفار کو جہنم میں انیس رنگوں کا عذاب دیا جائے گا۔اور ہر رنگ کے عذاب پر ایک فرشتہ مقرر ہے۔

ایک قول یہ ہے:

جہنم کی حفاظت کیلئے زمین کی طرح حفاظتی انتظام کیا گیا۔اس میں بھی پہاڑ پیدا کیے گئے ۔اوران پہاڑوں کی تعداد انیس ہے اگر چہ ان کی اصل ایک سونوے ہے دوسرے انہی سے نکلتے ہیں۔

لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ (اس لئے تا کہ اہل کتاب یقین کرلیں) کیونکہ یہ انیس کی گنتی تورات وانجیل میں ہے پس جب وہ قرآن سے وہی بات سنیں گے تو ان کو یقین آجائے گا۔کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتارا گیا ہے۔وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا (اور ایمان والوں کا ایمان اور بڑھ جائے) حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی پر۔

نحو : اس کا عطف لِيَسْتَيْقِنَ الذين پر ہے۔

اِیْمَانًا :اسلئے کہ اس سے ان کی تصدیق ہو جائے گی جیسا کہ انہوں نے جو کچھ اتارا گیا ہے اس کی تصدیق کی ہے۔نمبر۲۔ ان کے یقین میں اضافہ ہو جائے گا کیونکہ ان کی کتاب اہل کتاب کے موافق ہوگی۔ وَّ لَا یَرْتَابَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ (اوراہل کتاب اورمؤمنین شک نہ کریں)

نحو :اس کا بھی عطف ماقبل پر ہے اس میں استیقان اور زیادت ایمان ہونے کی تاکید ہے کیونکہ ازدیاد اور استیقان شک کے نہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔پھر لیستقین پر ویقول الذین کو بھی عطف کیا گیا۔

وَلِیَقُوْلَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْکٰفِرُوْنَ (اورتا کہ جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے اور کافر لوگ کہنے لگیں) مرض سے مرض نفاق مراد ہے۔وَّالْکٰفِرُوْنَ اس سے مشرکین مراد ہیں۔

سوال :یہ سورت مکیہ ہے اور نفاق تو مدینہ میں جا کر ظاہر ہوا۔

جواب اس کا معنی یہ ہے اورتا کہ کہیں وہ منافق لوگ جن کا ظہور عنقریب ہجرت کے بعد مدینہ میں ہوگا۔اور کافر جو مکہ میں ہیں۔

مَاذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا اس صورت میں اخبار غیوب کی طرح یہ ایک خبر ہے اور اس طرح سورت کا مکیہ ہونا چنداں مضر نہ رہا۔ایک قول یہ ہے کہ مرض سے ریب وشک کا مرض مراد ہے۔کیونکہ اہل مکہ کی اکثریت شک میں مبتلا تھی۔مثلاً۔ نحو :یہ ھذا کی تمیز ہے۔نمبر۲۔حال ہے۔جیسا کہ اس ارشاد میں ہے ھذہ ناقة الله لکم اٰیة [الاعراف:۷۳] جب گنتی کا آیت میں آجانا ان کو انتہائی عجیب معلوم ہوا۔تو اس جیسی باتیں اس لائق ہوتی ہیں کہ ان کو خود پاؤں لگ جائیں اور امثال کے طور پر لوگ اس کو مثلاً نام رکھ دیں۔اس صورت میں مطلب یہ ہوگا اللہ تعالیٰ کو اس عجیب گنتی سے کیا منظور ومقصود ہے؟ اور کیا مطلب ہے اس نے ملائکہ کی تعداد انیس مقرر کی نہ زیادہ کہ بیس کرتے نہ کم۔

کفار کا مقصد:

ان کی اصل غرض ان باتوں سے انکار تھا۔اور یہ کہنا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے اگر یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہوتا تو یہ ناقص عدد نہ لایا جاتا۔ کَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ (اسی طرح اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے) کاف منصوب ہے۔اور ذلک سے اضلال وہدایت کے اس معنی کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے جو پہلے مذکور ہے۔یعنی اس مذکور اضلال وہدیٰ کی طرح۔ اضلال منافقین ومشرکین کا یہاں تک کہ انہوں نے کہا جو جو کہا۔اور ہدایت ایمان والوں کی بڑھی اس لئے کہ انہوں نے اس کی تصدیق کی اور اس میں حکمت کو دیکھا۔اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اپنے بندوں میں سے گمراہ کرتے ہیں۔اور وہ وہی ذات ہے جس کی طرف سے ضلال وہدایت کا اختیار کرنا معلوم ہے۔

اس میں دلیل ہے کہ افعال عباد کا خالق وہی ہے آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفت اضلال واھتداء سے کی گئی ہے۔جب ابوجہل نے یہ کہا کہ کیا محمد (ﷺ) کے رب کے صرف انیس مددگار ومعاون ہیں۔تو یہ آیت نازل ہوئی وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ (اور تیرے رب کے لشکروں کی کثرت تعداد کو کوئی نہیں جانتا) اِلَّا هُوَ (مگر وہی) پس اس کے لئے نگرانوں کا بڑھا کر بیس (یا بیس

كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿۳۲﴾ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ﴿۳۳﴾ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ﴿۳۴﴾ اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ﴿۳۵﴾

بالحقیق قسم ہے چاند کی اور رات کی جب وہ جانے لگے' اور قسم ہے صبح کی جب وہ روشن ہو جائے' بلاشبہ یہ دوزخ بڑی بھاری چیزوں میں سے ایک ہے

نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ﴿۳۶﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ﴿۳۷﴾ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا

جو انسان کے لئے بڑا ڈراوا ہے تم میں سے جو شخص آگے بڑھے اس کے لئے بھی یا جو پیچھے ہٹے اس کے لئے بھی ہر شخص اپنے اعمال کے

كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ﴿۳۹﴾ فِيْ جَنّٰتٍ ۛ يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۴۰﴾ عَنِ ۱۶ مع

بدلہ مرہون ہو گا سوائے اصحاب یمین کے کہ وہ بہشتوں میں ہوں گے' مجرمین کے بارے میں دریافت کرتے

الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۴۱﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ﴿۴۲﴾ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَمْ نَكُ

ہوں گے تمہیں کس چیز نے دوزخ میں داخل کیا' وہ کہیں گے کہ ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور ہم مسکین کو

نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴۶﴾

کھانا نہیں کھلاتے تھے اور مشغلہ رکھنے والوں کے ساتھ مشغلہ رکھتے تھے اور بدلہ کے دن کو جھٹلاتے تھے

ہزار) کرنا کوئی مشکل نہیں۔مگر اس عدد میں خاص حکمت ہے جس کو تم نہیں جانتے۔وَمَاهِيَ (اور وہ دوزخ صرف) یہ سقر کے وصف سے متصل ہے۔اور ھی اس کی ضمیر ہے تقدیر کلام یہ ہے: وما سقر و صفتها اور دوزخ جس کا وصف میں نے بیان کیا وہ صرف اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ (وہ آدمیوں کی نصیحت کیلئے ہے) انسانوں کے لئے نصیحت ہے نمبر۲۔ضمیر ان آیات کی طرف لوٹتی ہے جو اس میں مذکور ہوئیں۔

۳۲ : كَلَّا (بالتحقیق) یہ انکار ہے اس کے بعد کہ اس کو نصیحت بنایا۔ان کو نصیحت کیسے آئے گی وہ تو نصیحت حاصل کرنا نہیں چاہتے۔وَالْقَمَرِ (اور قسم ہے چاند کی) چاند کے منافع بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے اس کی قسم کھائی۔

۳۳ :وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ (اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے)

قراءت: نافع، حفص، حمزہ، یعقوب، خلف نے اذا دبر پڑھا ہے۔اور دیگر قراء نے اذا ادبر پڑھا ہے۔اور دبر اور ادبر دونوں کا معنی جانا اور پیٹھ پھیرنا ہے۔ایک قول یہ ہے ادبر منہ پھیرنا، جانا اور دبر دن کے بعد آنا۔

۳۴ :وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ (اور قسم ہے صبح کی جب وہ روشن ہو جائے) اسفر روشن ہونے کے معنی میں ہے اور جواب قسم انها لَاِحْدَى الْكُبَرِ ہے۔

۳۵ :اِنَّهَا (بیشک وہ دوزخ) لَاِحْدَى الْكُبَرِ (بڑی بھاری چیز ہے) كُبَر یہ جمع کبری کی ہے یعنی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت

ہے۔نمبر۲۔ بڑی تباہیوں میں سے ہے اور لاحدی کہ ان میں سے ایک ہے کا مطلب یہ ہے کہ یہ ان کے درمیان ایک بڑی بھاری چیز ہے۔ کہ جس کی کوئی نظیر ومثال نہیں ہے۔ جیسا کہتے ہیں: **هو احد الرجال وهی احدی النساء** یعنی وہ عظیم آدمی اور عظیم عورت ہے۔

۳۶ :نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ (انسان کیلئے بڑا ڈراوا ہے)

۳۷ :لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ (تم میں سے جو آگے کو بڑھے اس کے لئے بھی اور جو پیچھے کو ہٹے اس کے لئے بھی) لام جارہ کا اعادہ کیا گیا ہے۔ ان یتقدم سے مراد خیر کی طرف بڑھنا۔ اویتاخر کا معنی خیر سے پیچھے ہٹنا۔ قول الزجاج: اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا یا منع کیا اس کی طرف بڑھنا اور پیچھے ہٹنا مراد ہے۔

۳۸ :كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ (ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں محبوس ہوگا) رھینۃ یہ رہین کی مؤنث نہیں ہے۔ جو اس ارشاد میں آیا ہے **كل امرى بما كسب رهين**[الطور:۲۱] کیونکہ نفس مؤنث ہے اگر صفت مراد ہوتی تو رھین کہا جاتا کیونکہ فعیل مفعول کے معنی میں ہے۔ اور اس وزن میں مذکر ومؤنث برابر ہے۔ یہ اسم بمعنی الرھن کے ہے۔ جیسا کہا **الشتيمه** بمعنی الشتم ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا **كل نفس بما كسبت رَهْنٌ** معنی یہ ہے۔ ہر نفس اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے اعمال کے بدلے رہن رکھا ہوا ہے۔ وہ اس سے آزاد نہیں ہے۔

۳۹ :اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ (مگر داہنے والے) یعنی مسلمانوں کے بچے کیونکہ ان کے کوئی اعمال ہی نہیں جن کے بدلے میں وہ رہن رکھے جائیں۔ نمبر۲۔ **الا المسلمين** تمام مسلمان کیونکہ انہوں نے اطاعت کر کے اپنی گردنوں کو آزاد کرلیا۔ جیسا کہ حق کی ادائیگی سے راہن اپنے رہن سے چھوٹ جاتا ہے۔

۴۰،۴۱ :فِيْ جَنّٰتٍ یہ **هم** مبتدا کی خبر ہے ای **هم فی جنات** (ایسے باغات میں) جن کی حقیقت بیان میں نہیں آسکتی۔

يَتَسَآءَلُوْنَ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ (وہ مجرموں کا حال پوچھتے ہوں گے) ایک دوسرے سے ان کے متعلق پوچھیں گے۔ نمبر۲۔ دوسروں سے ان کے متعلق دریافت کریں گے۔

۴۲ :مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ (کہ تم کو دوزخ میں کس بات نے داخل کیا)

سوال: یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا **ماسلككم** ۔ یہ **يتساء لون عن المجرمين** کے مطابق نہیں کیونکہ یہ تو خود مجرمین سے سوال ہے اس کے مطابق تو اس طرح ہوتا: **يتساء لون المجرمين ماسلككم** ؟

جواب کیونکہ **ماسلككم**۔ ان کے متعلق باہمی تساؤل کا بیان نہیں ہے۔ بلکہ یہ مسئولین کے قول کو حکایۃً ذکر کیا گیا ہے کیونکہ مسؤلین، سوال کرنے والوں کو وہ ذکر کریں گے جو ان کے اور مجرمین کے درمیان پیش آیا پس وہ کہیں گے کہ ہم نے ان سے سوال کیا کہ **ماسلككم فی سقر**؟ کہ تم کو دوزخ میں کیا چیز لائی تو جواب میں انہوں نے کہا **لم نك من المصلين** ہم تو نماز نہ پڑھتے تھے۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ مختصر کر دیا جیسا قرآن مجید کا طریق ہے۔ ایک قول یہ ہے عن زائدہ ہے اس صورت میں

حَتّٰٓى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴿۴۷﴾ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴿۴۸﴾ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ

یہاں تک کہ ہمارے پاس موت آ گئی' سو ان کو سفارش کرنے والوں کی سفارش کام نہ دے گی' سو انہیں کیا ہوا کہ نصیحت سے روگردانی

مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۹﴾ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿۵۰﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿۵۱﴾ بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ

کرنے والے ہیں گویا کہ وہ وحشی گدھے ہیں جو شیر سے بھاگ رہے ہیں' بلکہ ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے

مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿۵۲﴾ كَلَّا ۭ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۵۳﴾ كَلَّآ اِنَّهٗ

کہ اسے کھلے ہوئے نوشتے دے دیئے جائیں' ہرگز نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ آخرت سے نہیں ڈرتے یہ یقینی بات ہے کہ

تَذْكِرَةٌ ﴿۵۴﴾ فَمَنْ شَاۗءَ ذَكَرَهٗ ﴿۵۵﴾ وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ ۭ هُوَ اَهْلُ

یہ قرآن نصیحت ہے سو جس کا جی چاہے نصیحت حاصل کر لے' اور نصیحت حاصل نہیں کریں گے مگر یہ کہ اللہ چاہے' وہی ہے جس سے

التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿۵۶﴾

ڈرنا چاہیے اور جو معاف کرتا ہے۔

معنی یہ ہے وہ مجرمین سے سوال کریں گے۔

۴۳ : قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ (وہ کہیں گے ہم نہ تو نماز پڑھا کرتے تھے) یعنی اس کی فرضیت کا اعتقاد نہ رکھتے تھے۔

۴۴ : وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ (اور نہ غریب کو کھانا کھلاتے تھے) جیسا کہ مسلمان کھلاتے ہیں۔

۴۵ : وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَاۗىِٕضِيْنَ (اور مشغلہ میں رہنے والوں کے ساتھ ہم بھی مشغلہ میں رہا کرتے تھے) الخوض باطل بات میں لگ جانا مطلب یہ ہے ہم اللہ تعالیٰ کی آیات کے متعلق جھوٹ و باطل بات کہا کرتے تھے۔

۴۶ : وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ (اور ہم قیامت کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے) یعنی حساب و جزاء کے دن کو۔

۴۷ : حَتّٰٓى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ (یہاں تک کہ ہم کو موت آ گئی) یہاں الیقین موت کے معنی میں ہے۔

شافعین سے مراد:

۴۸ : فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ (پس ان کو سفارش نفع نہ دے گی) الشافعین سے فرشتے' انبیاء علیہم السلام اور صالحین مراد ہیں کیونکہ سفارش تو ایمان والوں کیلئے ہے نہ کہ کفار کیلئے۔ اس میں شفاعت کا ثبوت ملتا ہے کہ وہ مؤمنین کیلئے برحق ہے حدیث شریف میں وارد ہے میری امت میں ربیعہ اور مضر کی تعداد سے بڑھ کر لوگ میری شفاعت سے جنت میں داخل ہونگے۔

[رواہ احمد: ۴/۲۱۲]

۴۹ :فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ (تو ان کو کیا ہوا کہ یہ اس نصیحت سے روگردانی کرتے ہیں) التذکیر نصیحت مراد اس سے قرآن مجید
مُعْرِضِيْنَ (منہ موڑنے والے ہیں)

نحو : یہ ضمیر سے حال ہے۔ جیسا کہتے ہیں مالك قائمًا ؟

۵۰ : كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ (گویا کہ وہ وحشی گدھے ہیں) حمر سے مراد وحشی گدھے۔

نحو : یہ معرضین کی ضمیر سے حال ہے۔ مُّسْتَنْفِرَةٌ (بہت بھاگنے اور نفرت کرنے والے) گویا وہ اپنے آپ سے ہر وقت بھاگنا چاہ رہے ہیں۔

قراءت :مُسْتَنْفَرَةٌ فاء مفتوح مدنی، شامی نے پڑھا ہے۔ معنی یہ ہوگا بھگائے ہوئے گدھے ہیں۔

۵۱ :فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ (جو شیر سے بھاگے جا رہے ہوں)۔ یہ جملہ حال ہے اور اس کے ساتھ قد مقدر ہے۔ القسورہ تیر مارنے والا، شیر یہ القسر سے فعولۃ کا وزن ہے اور اس کا معنی زبردستی اور غلبہ ہے۔ ان کے قرآن مجید سے اعراض کو اور ذکر کے سننے سے اعراض کو ایسے گدھوں سے تشبیہ دی ہے جو تیزی سے بھاگے جا رہے ہوں۔

سب کو ایک ایک کتاب دی جائے:

۵۲ :بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً (بلکہ ان میں سے ہر شخص چاہتا ہے کہ اس کو کھلے ہوئے نوشتے دیے جائیں) صحفا منشرہ ایسے کاغذ جن کو پھیلا کر پڑھا جائے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کہا کہ ہم اس وقت تک تمہاری اتباع نہ کریں گے۔ یہاں تک کہ ہر ایک ہم میں سے آسمان سے ایک کتاب نہ لے آئے۔ جن کا عنوان یہ ہو۔ من رب العالمين الى فلان بن فلان۔ ان میں ہمیں تمہاری اتباع کا حکم دیا گیا ہو۔ اس کی مثال یہ ارشاد ہے۔ ولن نؤمن لرقيك حتى تنزل علينا كتابا نقرؤه' [الاسراء ۹۳] ایک قول یہ ہے کہ وہ کہنے لگے اگر محمد سچے پیغمبر ہیں۔ تو ہم میں ہر شخص کے سر کے پاس ایک صحیفہ ملے جس میں اس کی براءت اور آگ سے آزادی لکھی ہو۔

۵۳ : كَلَّا اس میں اس ارادہ پر ردع ہے اور انکار ہے اور نشانات مانگنے پر زجر و توبیخ ہے پھر فرمایا۔ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ (ہرگز نہیں بلکہ یہ لوگ آخرت سے نہیں ڈرتے) اسی وجہ سے وہ نصیحت سے اعراض کرنے والے ہیں۔ اس بناء پر نہیں کہ ان کو صحیفے نہیں دیئے گئے۔

۵۴ : كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ (ہرگز نہیں۔ یہ قرآن نصیحت ہے) اس میں ان کو تذکرہ سے اعراض کرنے پر ڈانٹا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ قرآن کافی اور مکمل نصیحت ہے۔

۵۵ :فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ (پس جس کا جی چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے) یعنی جس کا دل چاہے کہ وہ اس کو یاد رکھے اور اس کو نہ بھولے تو وہ ایسا کرے اس کا فائدہ خود اسی ہی کی طرف لوٹے گا۔

۵۶ :وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ (اور بدوں اللہ تعالیٰ کے چاہے یہ لوگ نصیحت کو قبول نہ کریں گے)

قراءت: نافع اور یعقوب نے تاء کے ساتھ تذکرون پڑھا ہے۔ ان یشاء اللہ کا معنی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے وقت۔ نمبر۲۔ مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت سے۔ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ (وہی ہے جس سے ڈرنا چاہیے اور جو معاف کرتا ہے) حدیث میں ہے کہ وہ اس بات کا اہل ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور اس بات کا اہل ہے کہ اس کو بخش دے جو اس سے تقویٰ اختیار کرے۔ [رواہ الترمذی: ۳۳۲۸، ابن ماجہ: ۴۲۹۹]

الحمد للہ سورۃ المدثر کا تفسیری ترجمہ آج ۳ ربیع الثانی بدھ کی رات کو مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ الْقِيٰمَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ القیامہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چالیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ﴿۱﴾ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۭ﴿۲﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ

میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور قسم کھاتا ہوں ایسے نفس کی جو اپنے اوپر ملامت کرے کیا انسان خیال کرتا ہے

اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۭ﴿۳﴾ بَلٰي قٰدِرِيْنَ عَلٰٓي اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ﴿۴﴾ بَلْ يُرِيْدُ

کہ ہم اسکی ہڈیاں ہرگز جمع نہ کریں گے ہم ضرور جمع کریں گے۔ ہم اس پر قادر ہیں کہ اسکی انگلیوں کے پوروں تک درست کر دیں بلکہ آدمی یوں

الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۚ﴿۵﴾ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۭ﴿۶﴾ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۙ﴿۷﴾

چاہتا ہے کہ اپنی آئندہ زندگی میں بھی فسق و فجور کرتا رہے۔ پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا سو جس وقت آنکھیں حیران ہو جائیں گی

وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۙ﴿۸﴾ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۙ﴿۹﴾ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍ اَيْنَ

اور چاند بے نور ہوجائے گا اور سورج اور چاند ایک حالت میں ہو جائیں گے اس روز انسان کہے گا کہ اب کدھر

الْمَفَرُّ ۚ﴿۱۰﴾ كَلَّا لَا وَزَرَ ۭ﴿۱۱﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ ۨ الْمُسْتَقَرُّ ۭ﴿۱۲﴾ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍ

بھاگوں ہرگز نہیں کہیں پناہ کی جگہ نہیں اس دن صرف تیرے رب کے پاس ٹھکانا ہے اس دن انسان کو اس کا سب

بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۭ﴿۱۳﴾ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰي نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ﴿۱۴﴾ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ۭ﴿۱۵﴾

اگلا پچھلا کیا ہوا جتلایا جائے گا بلکہ انسان خود اپنی حالت پر خوب مطلع ہوگا گو جیسے بہانے پیش کرے۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿۱۶﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۚ﴿۱۷﴾

آپ قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کریں تاکہ آپ اس کو جلدی جلدی لے لیں بے شک ہمارے ذمہ ہے اس کا جمع کرنا اور پڑھوا دینا

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۲ :وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ (میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی۔اور قسم کھاتا ہوں ایسے نفس کی جو اپنے اوپر ملامت کرے)

۱ :لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ یعنی میں قسم اٹھاتا ہوں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔اور لا صلہ ہے جیسا اس قول میں لئلا یعلم [الحدید:۲۹]اوراس قول میں ہے:فی بئر لا حور سَرَی و مَا شعر ۔اوراس قول میں ہے تذکرت لیلٰی فاعترتنی صبابة ::و کاد ضمیر القلب لا یتقطع۔اور جمہور کا یہی قول ہے۔

قول فراء:

مشرکین نے بعث کا جو انکار کیا اس کی تردید کیلئے لائے گویا اس طرح کہا گیا معاملہ اس طرح نہیں جیسا تم خیال کرتے ہو پھر فرمایا میں قیامت کے دن کی قسم اٹھاتا ہوں۔ایک قول یہ ہے اس کی اصل لاقسم ہے جیسا ابن کثیر کی قراءت میں ہے اس صورت میں لام ابتدائیہ اور اقسم یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے یعنی لانا اقسم میں ضرور قسم اٹھاتا ہوں۔اس کی تقویت اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ مصحف امام میں یہ بغیر الف کے ہے پھر اس میں اشباع کیا گیا تو اشباع سے الف ظاہر ہوا۔اور عام طور پر اس لام کے ساتھ نون تاکید ہوتا ہے اور بعض اوقات اس سے جدا بھی ہو جاتا ہے۔

۲ :وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ جمہور کا مسلک ہے کہ یہ دوسری قسم ہے۔

قول حسن رحمہ اللہ:

قیامت کی قسم اٹھائی اور نفس لوامہ کی قسم نہیں اٹھائی اس لئے کہ یہ مذمت والی صفت ہے اور قسم کی صورت میں مدح والی حالت ہے۔یعنی وہ تقویٰ والا نفس جو تقویٰ میں کوتاہی پر اپنے کو ملامت کرتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ آدم علیہ السلام کا نفس ہے جو اپنے فعل پر ملامت کرتا رہا جس کی وجہ سے جنت سے نکلے تھے۔قسم کا جواب محذوف ہے:ای لتبعثن کہ تم ضرور اٹھائے جاؤ گے اس کی دلیل ایحسب الانسان ہے۔

۳ :اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ (کیا انسان خیال کرتا ہے) کافر انسان جو کہ بعث بعد الموت کا منکر ہے۔اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ (کہ ہم اس کی ہڈیاں ہرگز جمع نہ کریں گے)ان کے منتشر ہو جانے اور مٹی کے ذرات میں ریزہ ریزہ ہو کر ملنے کے بعد۔

۴ :بَلٰى یہ نفی کے بعد ثبوت وجوب کو ظاہر کرتا ہے۔(یعنی کیوں نہیں ہم ان کو جمع کریں گے)قٰدِرِيْنَ (کیوں نہیں ہم اس پر قادر ہیں) یہ نَجْمَعَ کی ضمیر سے حال ہے۔ای نجمعها قادرین علی جمعها واعادتها کما کانت۔ہم ان کو جمع کریں گے اس حال میں ان کے جمع کرنے نمبر۲:قادرین لوٹانے پر پہلے کی طرح قادر ہیں۔ان نسوی بنانه ہم اس کے پوروں کو درست کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ (کہ اس کی انگلیوں کے پوروں تک درست کر دیں) بنانہ سے انگلیاں مراد ہیں۔بلاکم وکاست جیسا کہ دنیا میں تھیں۔باوجود یکہ یہ چھوٹی سی ہیں۔تو بڑی ہڈیوں کا خود سوچ لو۔

۵ :بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ (بلکہ بعض آدمی یوں چاہتا ہے)اس کا عطف ایحسب پر ہے۔پس اس قسم کے کلام کا استفہام ہونا درست ہے۔لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ (کہ وہ اپنی آئندہ زندگی میں فسق وفجور کرتا رہے) کہ وہ زمانہ مستقبل میں جرائم کرتا جائے۔

۶ :یَسْئَلُ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ (پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا) یہ ضدی اور قیامت کو بعید از قیاس خیال کرنے والے کا استفسار ہے۔

نحو: یہاں ایان متی کے معنی میں ہے۔

۷ :فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ (پس جس وقت آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی) وہ گھبراہٹ سے حیران ہوگا۔

قراءت: مدنی نے شخص کے معنی میں لیا اور بَرَقَ پڑھا ہے۔

۸ :وَخَسَفَ الْقَمَرُ (اور چاند بے نور ہو جائیگا) یعنی اس کی روشنی جاتی رہے گی۔ نمبر۲۔ غائب ہو جائے گا۔ جیسا کہ اس آیت میں خسف کا معنی ہے فخسفنا بِهِ الارض [القصص:۸۱] (اس کو زمین میں غائب کر دیا)

قراءت: ابوحیوہ نے ضمۂ خاء کے ساتھ خُسِفَ پڑھا ہے۔

۹ :وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ (اور سورج چاند ایک حالت کے ہو جائیں گے اور مغرب سے طلوع میں ان کو جمع کر دیا جائے گا) نمبر۲۔ روشنی ختم کرنے میں دونوں جمع کر دیئے جائیں گے۔ یعنی دونوں کی روشنی مٹا دیں گے۔ نمبر۳۔ ان کو جمع کر کے سمندر میں پھینک دیا جائے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بڑی بھڑکتی آگ بن جائے گا۔

۱۰ :یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ (اور اس روز انسان کہے گا) انسان سے کافر مراد ہے۔ یَوْمَئِذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ (کہ اب کدھر بھاگوں) المفر یہ مصدر ہے یعنی آگ سے بھاگنا۔ نمبر۲۔ مؤمن بھی خوف کی وجہ سے کہے گا۔

قراءت: حسن رحمہ اللہ نے فا پر کسرہ پڑھا اس صورت میں یہ مصدر اور ظرف مکان دونوں بن سکتا ہے۔

۱۱ : كَلَّا (ہرگز نہیں) بھاگنے کی جگہ تلاش کرنے کے متعلق ردع ہے۔ لَا وَزَرَ (پناہ گاہ نہیں)

۱۲ :اِلٰى رَبِّكَ یَوْمَئِذِ نِ الْمُسْتَقَرُّ (اس دن صرف آپ ہی کے رب کے پاس ٹھکانہ ہے) بندوں کے قرار کی جگہ نمبر۲۔ ان کے قرار کی جگہ جنت یا نار۔ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سپرد ہیں۔ جس کو چاہے جنت میں داخل فرما دے۔ اور جس کو چاہے دوزخ میں داخل کر دے۔

۱۳ :یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ (اس دن انسان کو بتلایا جائے گا۔) خبر دی جائے گی۔ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ (سب اگلا پچھلا) یعنی جو عمل اس نے کر لیا وہ بما قدم اور جو اس نے چھوڑ دیا ہے وہ اخر ہے۔

۱۴ :بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ (بلکہ انسان اپنی حالت پر خود مطلع ہوگا) بصیرۃ کی تاء مبالغہ کیلئے ہے جیسا کہ علامہ میں ہے اور اس کا معنی شاہد ہے۔ نمبر۲۔ اس کو مؤنث لائے کیونکہ مراد انسان کے اعضاء ہیں۔ اس لئے کہ انسان کے اعضاء اس کے خلاف گواہی دیں گے۔ نمبر۳۔ وہ خود اپنے نفس پر حجت ہے۔ البصیرہ حجت و دلیل کے معنی میں ہے۔ جیسا اس قول میں فرمایا قد جاء کم بصائر من ربکم [الانعام:۱۰۴] اور محاورہ میں کہتے ہیں۔ انت حجة علی نفسك وبصيرة یہ مبتدأ ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ اور اس کی خبر علی نفسہٖ ہے۔ جو کہ مقدم ہے اور یہ مل کر الانسان کی خبر ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ زید علی رأسه

عمامة ۔اس صورت میں البصیرۃ سے مراد وہ فرشتہ بھی ہوسکتا ہے جو اس پر مقرر ہوگا۔

۱۵ :وَّ لَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ (گو اپنے حیلے پیش لاوے) اگر چہ وہ اپنے پردے چھوڑ دے۔المعذار: پردہ۔

ایک قول:

اگر چہ وہ تمام معذرتیں پیش کردے وہ اس کی طرف سے قبول نہ ہونگی اس پر وہ مقرر کردیا جائے گا۔ جو اس کے اعذار کی تکذیب کرے گا۔

نحو :المعاذیر یہ جمع معذرت نہیں ہے کیونکہ اس کی جمع تو معاذر آتی ہے بلکہ یہ اسم جمع ہے اور اس کی مثال المناکیر ہے جو کہ المنکر سے اسم جمع ہے نہ کہ جمع۔

عجلت کی ممانعت:

۱۶ : لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ (اے پیغمبر آپ قرآن پر اپنی زبان نہ ہلایا کیجئے تا کہ آپ اس کو جلدی جلدی لیں) ہٖ کی پہلی ضمیر بھی قرآن مجید کی طرف اور دوسری بھی۔آپ ﷺ جبرئیل علیہ السلام کی تلاوت سے فراغت سے پہلے جلدی جلدی قرآن کو لیتے تا کہ کہیں کوئی حصہ رہ نہ جائے۔تو آپ کو فرمایا گیا۔آپ جبرئیل علیہ السلام کے پڑھنے تک اپنی زبان کو وحی کیلئے حرکت نہ دیا کریں۔تا کہ آپ جلدی سے اس کو لے لیں۔کہ کہیں کوئی حصہ رہ نہ جائے۔پھر عجلت کی ممانعت کی وجہ بتلائی۔

۱۷ :اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ (ہمارے ذمہ ہے اس کا جمع کردینا اور اس کا پڑھا دینا) جمع کرنا آپ کے سینہ اطہر میں اور قرآنہ اس کی قراءت کا زبان پر چڑھا دینا۔قرآن کا معنی قراءت ہے اور اس کی مثال دوسری آیت میں ہے ولا تعجل بالقران من قبل ان یقضٰی الیك وحیه[طٰہٰ:۱۱۴]

فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴿۱۹﴾ كَلَّا بَلْ

سو جب ہم اس کو پڑھیں سو آپ اس کے پڑھنے میں تابع ہو جایا کریں' پھر اس کا بیان کرا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ ہرگز ایسا نہیں ہے'

تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۲۱﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾

بلکہ تم دنیا سے محبت کرتے ہو اور آخرت کو چھوڑتے ہو' اس دن بہت سے چہرے تر و تازہ ہوں گے

اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿۲۵﴾

اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے اور بہت سے چہرے اس دن بدرونق ہوں گے' خیال کر رہے ہوں گے کہ ہمارے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جائے گا'

كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿۲۶﴾ وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ﴿۲۷﴾ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿۲۸﴾

واقعی بات ہے کہ جب جان ہنسلیوں تک پہنچ جائے اور کہا جائے کہ کون ہے دم کرنے والا اور وہ یقین کر لے کہ بلاشبہ یہ جدائی کا وقت ہے

وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۨ الْمَسَاقُ ﴿۳۰﴾ ع ۱ ۱۷

اور پنڈلی پنڈلی سے لپٹ جائے اس روز تیرے رب کی طرف چلنا ہے۔

۱۸ : فَاِذَا قَرَاْنٰهُ (تو جب ہم اس کو پڑھنے لگا کریں) یعنی جبرئیل آپ پر پڑھیں قراءت جبرئیل کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قراءت قرار دیا۔ یہ ان کے نہایت قرب اور قراءت کے عند اللہ مقبول ہونے کی علامت ہے۔ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ (تو آپ اس کے تابع ہو جایا کریں) یعنی جب وہ آپ کے سامنے پڑھیں۔

۱۹ : ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ (پھر اس کا بیان کرا دینا ہمارے ذمہ ہے) جب اس کے معانی میں سے کوئی چیز آپ پر مشکل ہو۔

۲۰ : كَلَّا یہ انکار بعث پر ردع ہے۔ نمبر۲۔ رسول اللہ ﷺ کو عجلت سے روکا گیا اور اس کا انکار کیا گیا ہے۔ اور اس کی تاکید اس قول سے فرمائی۔ بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ (اے منکرو۔ ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم دنیا سے محبت رکھتے ہو) گویا اس طرح کہا گیا ہے بل انتم یابنی ادم لانکم خلقتم من عجل و طبعتم علیه تعجلون فی کل شئی ومن ثم تحبون العاجلة بلکہ تم اے اولاد آدم جلد بازی سے پیدا ہوئے اور یہ تمہاری طبیعت ثانیہ ہے کہ ہر چیز میں جلدی مچاتے ہو۔ اسی کو سامنے رکھ کر تم عاجلہ کو پسند کرتے ہو۔ العاجلہ سے دنیا اور اس کی شہوات مراد ہیں۔

۲۱ : وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ (اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو) آخرت سے دار الآخرہ اور اس کی نعمتیں مراد ہیں۔ مگر تم آخرت کیلئے عمل نہیں کرتے ہو۔

قراءت: مدنی اور کوفی نے دونوں کو تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

۲۲ : وُجُوْهٌ (بہت سے چہرے) یہ ایمان والوں کے چہرے مراد ہیں۔ یَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ (تو اس دن بارونق ہونگے) خوبصورت تروتازہ۔

۲۳ :اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہونگے) یہ دیدار بلا کیف ہوگا اور بلا جہت اور بلا ثبوت مسافت ہوگا۔

ازالۂ غلطی:

نظر کو امر رب کے انتظار پر بھی محمول کیا گیا ہے۔ نمبر۲۔ ثواب کے منتظر پر بھی مگر یہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ محاورہ میں کہتے ہیں نظرت فیه ای تکفرت فیه و نظرته بمعنی انتظرتهٗ ہے۔ اِلٰی سے یہ اس وقت متعدی ہوتا ہے جبکہ رؤیت کے معنی میں ہو اور دوسری بات یہ ہے کہ دارالقرار میں انتظار کا کوئی مطلب نہیں۔

۲۴ :وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ (اور بہت سے چہرے اس روز بدرونق ہونگے) انتہائی ترش رو، سیاہ، یہ کفار کے چہرے ہونگے۔

۲۵ :تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا (خیال کررہے ہونگے کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے گا) ظن توقع کے معنی میں ہے۔ ان یفعل سے مراد ان سے شدت والا معاملہ کیا جائیگا۔ فَاقِرَةٌ (کمر توڑ دینے والا) ایسی مصیبت جو پشت کے مہرے کو توڑ دے۔

۲۶ : كَلَّآ (ہرگز ایسا نہیں) آخرت پر دنیا کے ترجیح دینے پر ردع ہے گویا اس طرح کہا گیا اس سے باز آؤ۔ اور تمہارے سامنے موت ہے اس سے خبردار ہو جاؤ۔ ایسی موت کہ جس کے آتے ہی یہ جلد ملنے والی ختم ہو جائے گی۔ اور تم اس وقت مقررہ وقت پر آنے والی کی طرف منتقل ہو گے۔ جس میں تم نے ہمیشہ رہنا ہوگا۔ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ (جب جان ہنسلی تک پہنچ جاتی ہے) جب روح نکلنے لگتی ہے اور روح مراد لینا درست ہے کہ اگرچہ اس کا تذکرہ پہلے موجود نہیں کیونکہ التراقی کی دلالت اس پر ہے۔ التراقی گلے کے زیریں حصہ میں ایک گڑھا جس کے دائیں بائیں دو ٹیڑھی ہڈیاں ہوتی ہیں۔ انہی کو التراقی کہتے ہیں۔ اس کا واحد تَرْقُوَةٌ ہے۔

۲۷ :وَقِيْلَ مَنْ رَاقٍ (اور کہا جاتا ہے کہ کوئی جھاڑنے والا بھی ہے)۔ حفص نے من پر معمولی وقف کیا ہے۔ مطلب یہ ہے تم قریب المرگ کے پاس حاضر ہو تم میں سے کون اس کا دم کرے گا۔ جس میں وہ مبتلا ہے۔ راق یہ الرقیہ سے لیا گیا ہے۔ یہ باب ضرب سے ہوگا۔ نمبر۲۔ یہ کلام ملائکہ سے ہے تم میں سے کون اس کی روح کو لے کر اوپر جائے گا۔ کیا ملائکہ رحمت لے جائیں گے یا ملائکہ۔ یہ الرقی سے ہے یہ باب عَلِمَ سے ہے۔

۲۸ :وَّ ظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ (اور وہ یقین کر لیتا ہے کہ مفارقت کا وقت ہے) ظن یہ ایقن کے معنی میں ہے۔ الفراق یہ جو اس پر اترا ہے۔ وہ محبوب دنیا کی جدائی ہے۔

دو غم:

۲۹ :وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ (ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ لپٹ جائے گی) اس کی دونوں پنڈلیاں موت کے وقت

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿۳۱﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۳۲﴾ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿۳۳﴾

سو اس نے نہ تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی اور لیکن جھٹلایا اور منہ موڑا ' پھر اپنے گھر والوں کی طرف اکڑتا ہوا چلا گیا '

اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۴﴾ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۵﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ

تیرے لئے کمبختی ہے پھر کمبختی ہے ' پھر تیرے لئے کمبختی ہے ' پھر کمبختی ہے ' کیا انسان سمجھتا ہے کہ وہ یوں ہی مہمل چھوڑ دیا

سُدًى ﴿۳۶﴾ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿۳۷﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿۳۸﴾ فَجَعَلَ

جائے گا کیا وہ منی کا نطفہ نہ تھا جو ٹپکایا گیا پھر وہ خون کا لوتھڑا تھا ' سو اللہ تعالیٰ نے اسے بنا دیا اور پھر اس کے اعضاء درست کر دیئے پھر اس کی دو

مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۳۹﴾ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴿۴۰﴾ ع ۲ ۱۰ ۱۸

قسمیں بنا دیں ایک مرد اور ایک عورت ' کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے۔

لپٹ جاتی ہیں۔

قول سعید بن مسیّب رحمہ اللہ:

اس سے مراد اس کی دونوں پنڈلیاں جب کفن میں لپیٹی جاتی ہیں۔ایک قول یہ ہے پنڈلی یہ شدت کی تمثیل ہے گویا دنیا کی جدائی کی تکلیف وشدت اور آخرت کے سامنے آنے کی تکالیف مل جاتی ہیں۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اس سے مراد دو غم ہیں۔نمبر ا۔اہل واولاد کا غم۔نمبر ۲۔بارگاہ صمد میں پیشی کا غم۔

۳۰ : اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ نِ الْمَسَاقُ (اس روز تیرے رب کی طرف جانا ہوتا ہے) المساق یہ ساقہ کا مصدر ہے یعنی بندے اس جگہ چلے جائیں گے جہاں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔خواہ جنت میں یا نار میں۔

۳۱ : فَلَا صَدَّقَ (تو اس نے نہ تو تصدیق کی تھی) رسول اللہ ﷺ اور قرآن مجید کی وَلَا صَلّٰى (اور نہ نماز پڑھی تھی) انسان نے جیسا کہ ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامه میں فرمایا گیا ہے۔

۳۲ : وَلٰكِنْ كَذَّبَ (لیکن اس نے تکذیب کی تھی) قرآن مجید کی۔وَتَوَلّٰى (اور منہ موڑا تھا) ایمان سے یا اس نے نہ مال صدقہ کیا یعنی زکوٰۃ نہ دی۔

۳۳ : ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى (پھر ناز کرتا ہوا اپنے گھر چل دیتا تھا)۔اکڑتا ہوا چلنا۔یتمطّٰی اصل میں یتمطط ہے۔اور اس کا معنی اکڑ کر پشت دراز کرنا۔کیوں کہ ناز سے چلنے والا اپنے قدم کو کھینچ کر رکھتا ہے۔پس طاء کو یا سے بدلا کیونکہ تین متماثل

حرف جمع ہو گئے ہیں۔

۳۴ :اَوْلٰی لَكَ فَاَوْلٰی (تیری کم بختی پر کم بختی آنے والی ہے) اس کا معنی ویل لك ہے۔ یہ بددعا ہے۔ کہ تمہاری ناپسند چیز تو اب تمہارے سامنے ہے۔

۳۵ : ثُمَّ اَوْلٰی لَكَ فَاَوْلٰی (پھر تیری کم بختی گویا آنے والی ہے) یہ تاکید کیلئے دوبارہ لائے گویا اس طرح فرمایا ویل لك فویل ثم ویل لك فویل۔ تیرے لئے ہلاکت در ہلاکت در ہلاکت ہو۔ ایک قول یہ ہے تیرے لئے موت کے دن ہلاکت و تباہی اور قبر میں تیرے لئے ہلاکت اور تیرے لئے بعث بعد الموت تک ہلاکت اور تیرے لئے آگ میں ہلاکت۔

۳۶ :اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى (کیا انسان یہ خیال کرتا ہے۔ کہ یونہی مہمل چھوڑ دیا جائیگا۔) کیا کافر کا خیال ہے کہ اس کو یوں بیکار چھوڑا جائے گا۔ اس کو کسی بات کا حکم اور کسی بات کی ممانعت نہ کی جائے گی اور نہ اس کو اٹھایا اور نہ اس سے بدلہ لیا جائے گا؟

تخلیق انسانی:

۳۷ :اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى (کیا یہ شخص ایک قطرہ منی نہ تھا۔ جو ٹپکایا گیا تھا)

قراءت: ابن عامر نے یاء سے پڑھا ہے اور حفص نے بھی یعنی۔ منی رحم میں ٹپکائی جاتی ہے اور تاء ہو تو ضمیر نطفہ کی طرف لوٹے گی کہ وہ رحم میں ٹپکایا جاتا ہے۔

۳۸ :ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً (پھر وہ خون کا لوتھڑا ہو گیا) یعنی منی چالیس یوم کے بعد جمے ہوئے خون کا لوتھڑا بن گیا۔ فَخَلَقَ فَسَوّٰى (پھر اللہ تعالیٰ نے بنایا پھر اعضاء درست کیے) اللہ تعالیٰ نے اس سے درست انسان بنا دیا۔

۳۹ :فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰى (پھر اس کی دو قسمیں کر دیں۔ مرد اور عورت) یعنی منی سے دو قسمیں بنا دیں۔

۴۰ :اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى (کیا وہ اس بات پر قدرت نہیں رکھتا کہ وہ مردوں کو زندہ کرے) کیا وہ ان اشیاء کا کرنے والا اعادہ کی قدرت نہیں رکھتا۔ آپ ﷺ جب یہ آیت پڑھتے تو سبحانك ، بلٰی فرماتے [رواہ ابوداؤد: ۸۸۷]۔ اے اللہ تو پاک ہے۔ کیوں نہیں تو بلاشبہ قادر ہے۔

الحمد للہ ترجمہ و تفسیر سورۂ قیامت مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ الدَّهْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى وَثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ الدہر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی' اس میں اکتیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ① اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ

بے شک انسان پر ایک ایسا وقت آ چکا ہے جس میں وہ کوئی چیز قابل ذکر نہ تھا' ہم نے اس کو مخلوط نطفہ سے

نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ② اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا

پیدا کیا اس طور پر کہ ہم اس کو مکلف بنائیں سو ہم نے اس کو سننے والا' دیکھنے والا بنا دیا' ہم نے اس کو راستہ دکھایا تو وہ شکر گزار

وَّاِمَّا كَفُوْرًا ③ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ④ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ

ہوگیا یا ناشکرا ہوگیا۔ بلاشبہ ہم نے کافروں کے لئے زنجیریں اور طوق اور دہکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے' بلاشبہ نیک لوگ ایسے جام

مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ⑤ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ⑥

سے پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی' یعنی ایسے چشمہ سے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے جس کو وہ بہا کر لے جائیں گے

انسانی ذرات میں:

۱: هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا (بیشک انسان پر زمانہ میں ایک ایسا وقت بھی آ چکا ہے۔ جس میں وہ کوئی چیز قابل تذکرہ نہ تھا)

هَلْ اَتٰى آ چکا، گزر چکا علی الْاِنْسَانِ اس سے آدم علیہ السلام مراد ہیں۔ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ روح پھونکنے سے چالیس سال پہلے آپ کی تصویر بنائی گئی۔ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا اس کا نام نہ لیا جاتا تھا۔ اور نہ کوئی جانتا تھا کہ اس سے کیا مراد ہے۔ کیونکہ وہ مٹی کے ذرات تھا جس پر زمانہ گزر رہا تھا۔ اور اگر وہ غیر موجود ہوتا تو پھر هل اتی نہ کہا جاتا کہ اس پر ایک زمانہ گزرا ہے۔ لم یکن شیئاً مذکوراً یہ حال ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے انسان ذوالحال ہے۔ مطلب یہ ہے اتی علیه حین من الدهر غیر مذکور۔ انسان پر زمانہ کا ایک ایسا وقت گزرا ہے کہ وہ مذکور نہ تھا۔

۲: اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ (ہم نے اس کو پیدا کیا) اولاد آدم۔ ایک قول یہ ہے اول بھی انسان سے مراد اولاد آدم ہے۔ اور حین

من الدھر سے اس صورت میں مراد اس کا ماں کے پیٹ میں ٹھہرنے کا زمانہ ہے۔ یہاں تک کہ وہ لوگوں میں قابل ذکر شئی بن گیا۔ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ (ملے جلے نطفے سے) یہ صفت ہے نمبر۲۔ اس سے بدل ہے۔ یعنی نطفہ سے جیسا کہ من نطفة [النحل:۴] اس میں دونوں پانی مل گئے۔ اور مشج اور مزج کا ایک معنی ہوا۔ اور نطفۃ امشاج یہ بُرمَۃُ اعشارٌ (پتھر کی دیگ جس کو دس آدمی اٹھائیں) کی طرح ہے۔ یہ لفظ مفرد ہے جمع نہیں اسی لئے یہ مفرد کی صفت واقع ہوا ہے۔ نَّبْتَلِيْهِ (اس طور پر ہے کہ ہم اس کو مکلف بنائیں) یہ حال ہے۔ یعنی ہم نے اس کو پیدا کیا اس حال میں کہ ہم امر و نہی سے اس کو آزمانے کا ارادہ کرنے والے تھے۔ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا (تو ہم نے اس کو سنتا دیکھتا بنایا) آنکھوں، کانوں والا بنایا۔

دو راستے:

۳ : اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ (ہم نے اس کو راستہ بتلایا) ہم نے اس کے سامنے ہدایت کا راستہ عقل و سمع کے دلائل سے واضح کر دیا۔ اِمَّا شَاكِرًا (یا تو وہ شکر گزار ہو گیا) ایمان لا کر وَّ اِمَّا كَفُوْرًا (یا ناشکرا ہو گیا) کفر اختیار کر کے۔ یہ دونوں هدیناه کی ضمیر سے حال ہیں۔ تقدیر کلام یہ ہے ان شکر اَوْ کفر فقد هديناه السبيل فی الحالين اگرچہ وہ شکر اختیار کرے یا کفر ہم نے تو دونوں حالتوں میں اس کی راہنمائی راستہ کی طرف کر دی ہے۔

نمبر۲: السبیل سے حال ہے۔ ہم نے اس کو راستہ کی پہچان کرا دی۔ اس حال میں کہ وہ شکر گزاری والا راستہ ہو یا ناشکری والا۔ اس صورت میں السبیل کی صفت کفر و شکر بطور مجاز بنیں گی۔

کفار کا انجام:

۴ : اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا (ہم نے کافروں کیلئے تیار کر رکھی ہیں زنجیریں) سلاسل جمع سلسلہ کی ہے۔

قراءت: حفص نے بلا تنوین پڑھا ہے۔ اسی طرح مکی، ابو عمرو، حمزہ نے بھی مگر دیگر قراء نے مناسبت کی خاطر تنوین پڑھی ہے۔ وَاَغْلٰلًا وَّ سَعِيْرًا (طوق اور آتش سوزاں) چونکہ یہ دونوں تنوین کے ساتھ ہیں تو ان کی مناسبت سے سلاسلًا پڑھا گیا۔ کیونکہ غیر منصرف کو مناسبت کی وجہ سے منصرف پڑھنا جائز ہے۔ اغلال جمع غُلّ کی ہے۔ سعیرًا بڑھکتی آگ۔

ابرار کا بدلہ:

۵ : اور فرمایا اِنَّ الْاَبْرَارَ (جو نیک ہیں) ابرار جمع برٌّ کی ہے۔ یابارٌّ کی جیسے رب و ارباب و شاهد و اشهاد۔ بَرَّ جو ایمان میں سچا ہو یا جو باطن میں شر کو نہیں چھپاتے اور چیونٹی تک کو بھی دکھ نہیں دے۔ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ (وہ ایسے جام شراب سے پیویں گے) کاس سے کاس خمر، شراب کے جام، یہاں نفس خمر کو کاس کہہ دیا۔ ایک قول یہ ہے الکاس شیشے کا گلاس جب اس میں شراب ہو۔

يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝٧ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ

وہ لوگ نذر کو پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی عام ہوگی اور کھانا کھلاتے ہیں اللہ کی محبت کی وجہ سے۔

مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝٨ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا

مسکین کو اور یتیم کو اور قیدی کو ہم تمہیں صرف اللہ کی رضا کے لئے کھلاتے ہیں ہم تم سے کوئی بدلہ یا شکریہ

شُكُوْرًا ۝٩ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ۝١٠ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ

نہیں چاہتے' بیشک ہم اپنے رب کی طرف سے ایک ایسے سخت دن کا اندیشہ رکھتے ہیں جو بہت ہی تلخ ہوگا' سو اللہ انہیں اس دن کی سختی سے محفوظ فرمائے گا

وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۝١١ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ۝١٢ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى

اور انہیں تازگی اور خوشی عطا فرمائے گا' اور انہوں نے جو صبر کیا اس کے بدلہ میں انہیں جنت اور ریشمی لباس عطا فرمائے گا' وہ اس میں مسہریوں پر

الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ۝١٣ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ

تکیے لگائے ہوں گے' نہ وہاں دھوپ محسوس کریں گے اور نہ ٹھنڈک' اور ان پر اس کے سائے قریب ہوں گے اور اس کے پھل جھکے

قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ۝١٤ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا ۝١٥

ہوئے ہوں گے اور ان کے پاس چاندی کے برتن لائے جائیں گے اور آبخورے جو شیشے کے ہوں گے

قَوَارِيْرَا مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ۝١٦ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۝١٧

وہ شیشے چاندی کے ہوں گے جن کو بھرنے والوں نے مناسب انداز سے بھرا ہوگا' اور اس میں انہیں ایسا جام پلایا جائے گا جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی

كَانَ مِزَاجُهَا (اس کی آمیزش) كَافُوْرًا (کافور کی ہوگی) کافور کا پانی کیونکہ کافور جنت کے ایک چشمے کا نام ہے۔ جس کے پانی کی سفیدی کافور جیسی ہے اور اسی طرح کی خوشبو اور ٹھنڈک۔

٦ : عَيْنًا بَحْرٍ : یہ کافور کا بدل ہے۔ يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ (ایسے چشمے سے جس سے اللہ تعالیٰ کے خاص بندے پئیں گے) باء من کے معنی میں ہے اس سے پئیں گے نمبر۲۔ باء زائدہ ہے۔ نمبر۳۔ یشرب بها کا معنی یتلذذ بها اس سے لذت حاصل کریں گے۔ نمبر۴۔ یشرب بها یروی بها کے معنی میں ہے ان کو اس سے سیراب کیا جائے گا۔ پہلے لفظ مِنْ لائے اور پھر حرف باء لائے۔ کیونکہ جام سے انکے پینے کی ابتداء ہوگی اور پہلی غایت ہے۔ باقی چشمہ تو اس کے پانی کو وہ ملا کر پئیں گے تو گویا اس طرح فرمایا یشرب عباد الله بها الخمر۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اس سے شراب پئیں گے۔ يُفَجِّرُوْنَهَا (جس کو وہ بہا کر لے جائینگے) اپنے مکانوں میں جہاں چاہیں گے جاری کرلیں گے۔ تَفْجِيْرًا (آسانی کے ساتھ) کہ کسی قسم کی رکاوٹ نہ بنے گی۔

ایفائے نذر، خوفِ قیامت اور صدقہ:

۷ :یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ (وہ لوگ واجبات کو پورا کرتے ہیں) جوانہوں نے اپنے اوپر لازم کیا۔ یہ اس شخص کا جواب ہے جو یہ کہے ان کو کیا ہوا کہ وہ یہ رزق دیئے جارہے ہیں؟ تو جواب دیا کہ وہ اپنے اوپر لازم کردہ باتوں کو پورا کرنے والے ہیں۔ وفا بالنذر سے ان کی صفت بیان کر کے یہ کہا گیا کہ وہ کثرت سے ادائے واجبات کرتے ہیں۔ کیونکہ جو شخص اپنے نفس پر اللہ تعالیٰ کی خاطر کوئی چیز لازم کر کے اتنی وفاداری کرنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ نے جو اس پر واجب کی ہیں ان پر تو بدرجہ اولیٰ وہ کاربند ہوگا۔ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا کَانَ شَرُّہٗ مُسْتَطِیْرًا (اور وہ ایسے دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی عام ہوگی) مستطیر پھیلنے والی۔ یہ استطار الفجر سے لیا گیا ہے۔

۸ :وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ (اور وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی محبت سے کھانا کھلاتے ہیں) حبہ کی ضمیر طعام کی طرف راجع ہے۔ ای حب الطعام یعنی کھانے کی چاہت اور حاجت کے باوجود۔ نمبر۲۔ یا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی خاطر کھلاتے ہیں۔ مِسْکِیْنًا (مسکین کو) وہ فقیر جو کمائی سے عاجز ہو۔ وَّ یَتِیْمًا (اور یتیم کو) جس کا باپ نہ ہو۔ اس نابالغ کو یتیم کہتے ہیں۔ وَّاَسِیْرًا (قیدی کو) غلام یا دیگر۔

انتہاء کا خلوص:

۹ : پھر انہوں نے اپنے کھانا کھلانے کی وجہ ذکر کی۔ کہا اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللّٰہِ (ہم تم کو محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی خاطر کھانا کھلاتے ہیں۔) یعنی ثواب حاصل کرنے کیلئے نمبر۲۔ یا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے دلوں کی بات ظاہر کی گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کو جانتے ہیں ان کے خلوص کی وجہ سے ان کی تعریف فرمائی اگرچہ وہ لوگوں کو زبان سے کچھ نہیں کہتے۔ لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً (نہ ہم تم سے بدلہ چاہیں) کوئی ہدیہ اس کھلانے پر وَّ لَا شُکُوْرًا (اور نہ شکریہ) تعریفی کلمات۔

نحو : یہ شکر کی طرح مصدر ہے۔

۱۰ :اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا (ہم اپنے رب کی طرف سے اندیشہ رکھتے ہیں) ہم تم سے اس صدقہ پر کوئی بدلہ کا ارادہ نہیں رکھتے کیونکہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدقہ کے بدلہ پر عذاب وسزا کا ڈر ہے۔ نمبر۲۔ ہمیں اپنے رب کا ڈر ہے۔ پس اس کی خاطر ہم صدقہ کرتے ہیں۔ تاکہ ہم اس خوف (منتظر) سے محفوظ رہیں۔ یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا (ایک سخت اور تلخ دن کا) یہاں یوم کی صفت اشقیاء سے کی گئی ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ نھارك صائم حالانکہ دن تو روزہ دار نہیں ہوتا شدت التباس سے کہہ دیتے ہیں۔ والقمطریر سخت ترش روئی۔ جو آنکھوں کے مابین ماتھے پر ظاہر ہو۔

۱۱ :فَوَقٰھُمُ اللّٰہُ شَرَّ ذٰلِکَ الْیَوْمِ (پس اللہ تعالیٰ ان کو اس دن کی سختی سے محفوظ رکھے گا) یعنی اس کی سختیوں سے بچائے گا۔ وَلَقّٰھُمْ (اور ان کو عطا فرمائے گا) فجار کی ترشروئی کے بدلے عنایت فرمائے گا۔ نَضْرَۃً (تروتازگی) چہرے کا حسن وَّ سُرُوْرًا

(اور خوشی) دلوں میں فرحت۔

صبر کا بدلہ ملے گا:

۱۲ : وَجَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا (اور ان کی پختگی کے بدلہ میں ان کو ان کا رب دے گا) ایثار پر جمے رہنے کی وجہ سے۔ یہ آیت علی و فاطمہ اور فضہ (لونڈی) رضی اللہ عنہم کے متعلق اتری جب حسن و حسین رضی اللہ عنہما بیمار ہو گئے تو انہوں نے تین دنوں کی نذر مانی، علی رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی سے تین صاع جو لیے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ہر روز ایک صاع پیس کر آٹا گوندھا۔ اور انہوں نے افطار کے وقت میں آنے والے مسکین، یتیم، اسیر کو روٹیاں دے دیں اور خود پانی سے روزہ افطار کیا۔ (قال الحکیم الترمذی، هذا الحدیث مزوق فهذا وا شباهه عامتها مفتعلة نوادر الاصول : ۲۴۶، ۲۴۷)۔ جَنَّةً (باغ جس میں خوشگوار کھانے کی اشیاء ہوں گی) وَّ حَرِيْرًا (اور ریشم) اس میں پر رونق لباس ہوگا۔

۱۳ : مُّتَّكِئِيْنَ

نحو : یہ جزاء ھم کے ھم سے حال ہے۔

فِيْهَا (اس حالت میں کہ وہ تکیہ لگائے ہوئے ہونگے) ھا کی ضمیر جنت کی طرف جاتی ہے۔ عَلَى الْاَرَآئِكِ (مسہریوں پر) تختے یہ اریکۃ کی جمع ہے۔ لَا يَرَوْنَ (نہ پاویں گے)

نحو : یہ متکئین میں ضمیر مرفوع سے حال ہے۔ ای غیر رائین نہ دیکھیں گے۔ فِيْهَا (اس باغ میں) شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا (تپش نہ جاڑا) کیونکہ جنت میں سورج ہے اور نہ ہی زمہریر۔ جنت کے سائے دائمی اور اس کی ہوا متعدل نہ سورج کی دھوپ کہ جو گرمی پہنچائے اور نہ شدید سردی کہ کپکپائے اور ایذاء پہنچائے۔ حدیث میں وارد ہے جنت کی ہوا متعدل ہے نہ اس میں حرارت نہ برودت (زمخشری فی الکشاف) الزمهریر سخت سردی۔ ایک قول زمہریر سے مراد چاند ہے۔ جنت روشن ہے۔ اس میں سورج و چاند کی محتاجی نہیں ہے۔

۱۴ : وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا (اور یہ حالت ہوگی کہ درختوں کے سائے ان پر جھکے ہونگے) ان کے درختوں کے سائے ان کے قریب ہوں گے۔

جنت کے سائے:

نحو : اس کا عطف جنة پر ہے۔ وجنة اخری دانية علیهم ظلالها۔ گویا ان سے دو باغوں کا وعدہ کیا گیا۔ کیونکہ ان کی تعریف خوف سے کی گئی۔ فرمایا: انا نخاف من ربنا۔ ہمیں اپنے رب کا خوف ہے۔ اور فرمایا ولمن خاف مقام ربه رجنتان۔ (الرحمان۔۴۶) وَذُلِّلَتْ (اور ان کے اختیار میں ہونگے) کھڑے ہونے والے اور بیٹھنے والے اور ٹیک لگانے والے کیلئے برابر ہونگے۔ ای تدنو ظلالها علیهم فی حال تذلیل قطوفها علیهم ان کے سائے ان پر اس حالت میں تابع

ہونگے جیسا ان کے پھلوں کا توڑنا۔نمبر۲۔دانیۃ پر معطوف ہے ای ودانیة علیهم ظلالها ومذلّلة قطوفها اوران کے سائے ان کے قریب ہونگے اوران کا پھل توڑنا ان کے تابع ہوگا۔قُطُوْفُهَا(ان کا توڑنا)ان کے پھلوں کا توڑنا۔قطوف جمع قطف کی ہے۔تَذْلِيْلًا (اختیار میں کرنا)

جنت کے برتن:

۱۵ :وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ (اوران کے پاس چاندی کے برتن لائے جاوینگے)ان کے خدام ان پر شراب کے جام گھمائیں گے۔الأنیه جمع اناء ۔پانی کا برتن۔وَّاَكْوَابٍ (آبخورے)یعنی چاندی کے اکواب جمع کوب ایسا لوٹا جس کا دستہ نہ ہو۔ كَانَتْ قَوَارِيْرَا (جوشیشے کے ہونگے)یہ کان تامہ ہے۔ای کوّنت فکانت قواریرا بتکوین الله۔ان کو بنایا گیا پس وہ اللہ تعالیٰ کے بنانے سے قواریر بن گئے۔

نحو: حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

۱۶ :قَوَارِيْرَا مِنْ فِضَّةٍ (وہ شیشے چاندی کے ہونگے)یعنی چاندی سے بنے ہونگے۔وہ چاندی کی سفیدی اوراس کے حسن کے جامع ہونگے اورصفائی اورشفافیت میں شیشے جیسے ہونگے۔اس طرح کہ باہر سے اندر کا تمام مشروب نظر آجائے گا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

قواریر۔ہرزمین کے(قواریر)شیشے اس کی زمین سے ہوتے ہیں اور جنت کی زمین چاندی کی بنی ہے۔

قراءت: نافع،کسائی، عاصم اورایک روایت میں ابوبکر نے تنوین دونوں میں پڑھی ہے۔اورحمزہ، ابن عامر، ابوعمرو، حفص نے دونوں میں بلاتنوین پڑھا ہے۔اورابن کثیر نے اول میں تنوین۔اوروہ تنوین بھی پہلی آیات کی مناسبت کی وجہ سے ہے۔اور دوسری میں تنوین پہلے کی اتباع کی وجہ سے ہے۔اور پہلے پر وقف کے متعلق کہا گیا ہے مگر قابل اعتماد نہیں کیونکہ دوسرا پہلے کا بدل ہے۔قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا (جن کو بھرنے والوں نے ایک مناسب اندازہ سے بھرا ہوگا)یہ قواریر من فضۃ کی صفت ہے یعنی اہل جنت مخصوص شکلوں میں ان کو بھریں گے اورانہوں نے اتنا ہی بھرا جتنا بطور اکرام اندازہ کرنا چاہیے۔نمبر۲۔پلانے والے ان کو پینے والوں کی سیرابی کے مطابق بھریں گے۔وہ ان کے لئے نہایت لذیذ وخفیف ہوگا۔مجاہد کا قول یہ ہے نہ بہے گا اور نہ خشک وکم ہوگا،۔

۱۷ : وَيُسْقَوْنَ(اور ان کو پلایا جائے گا) یعنی ابرار کو فِيْهَا (اس میں) یعنی جنت میں كَاْسًا (جام شراب) كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا (اس میں سونٹھ کی ملاوٹ ہوگی)

عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ﴿۱۸﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ

یعنی ایسے چشمہ سے جس کا نام سلسبیل ہوگا اور ان کے پاس ایسے لڑکے آمدورفت کریں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے اے مخاطب اگر تو انہیں دیکھے

حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿۱۹﴾ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ﴿۲۰﴾ عٰلِيَهُمْ

تو یوں سمجھے کہ وہ بکھرے ہوئے موتی ہیں اور اگر تو اس جگہ کو دیکھے تو تجھے بڑی نعمت اور بڑی سلطنت دکھائی دے گی ان پر

ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۫ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ

باریک ریشم کے سبز کپڑے ہوں گے اور دبیز ریشم کے بھی اور ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب انہیں

شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾ ع ۱۹/۱۲

شراب طہور پلائے گا بلاشبہ یہ تمہاری جزا ہے اور تمہاری کوشش کی قدردانی کی گئی ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴿۲۳﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا

بلاشبہ ہم نے آپ پر قرآن اُتارا تھوڑا تھوڑا کر کے سو آپ پروردگار کے حکم پر جمے رہیے اور ان میں سے کسی فاسق کافر کی

اَوْ كَفُوْرًا ﴿۲۴﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۲۵﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا

بات نہ مانئے اور صبح وشام اپنے رب کا نام ذکر کیجئے اور رات کے حصہ میں اس کو سجدہ کیجئے اور رات کو بڑی دیر تک

طَوِيْلًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴿۲۷﴾

اس کی تسبیح کیجئے بلاشبہ یہ لوگ جلدی والی چیز سے محبت کرتے ہیں اور اپنے پیچھے ایک بھاری دن چھوڑ بیٹھے ہیں

چشمہ سلسبیل:

۱۸ : عَيْنًا یہ زنجبیل کا بدل ہے۔ فِيْهَا (جنت میں) تُسَمّٰى (ایسے چشمے سے جو وہاں ہوگا جس کا نام ہوگا) یعنی اس چشمے کا نام سَلْسَبِيْلًا (سلسبیل) چشمے کا نام زنجبیل اس لئے رکھا گیا کہ اس میں سونٹھ کا ذائقہ ہوگا۔ اہل عرب اس سے لذت حاصل کرتے اور اس کو عمدہ قرار دیتے تھے۔ اور اس کو سلسبیل اس لیے کہا کہ وہ حلق میں جلدی سے اتر جائے گا اور اس کا نگلنا آسان ہوگا۔

قول ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ:

ماء سلسبیل یعنی میٹھا پاکیزہ پانی۔

۱۹ :وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ (اوران کے پاس ایسے لڑکے آمدورفت کریں گے)غلمان جن کواللہ تعالیٰ ایمان والوں کی خدمت کیلئے پیدافرمائیں گے۔نمبر۲۔کفار کی چھوٹی اولادکواہل جنت کا خادم بنادیا جائے گا۔مُّخَلَّدُوْنَ (جوہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے) جونہ مریں گے۔اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ (اے مخاطب!اگرتوان کودیکھے تویوں سمجھے)حسن اور رنگت کے نکھاراور مجالس میں۔ بکھرنے کی وجہ سے لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا (وہ بکھرے ہوئے موتی ہیں)موتی کومنثور یعنی بکھرنے سے خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ بکھرا موتی پروئے موتی سے زیادہ خوبصورت لگتا ہے۔

۲۰ :وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ (اے مخاطب!اگرتواس جگہ کودیکھے)ثَمَّ۔یہ ظرف ہے۔اس جگہ سے مراد جنت ہے۔رأیت کا کوئی مفعول ظاہرنہیں ہے۔اورنہ ہی مقدر ہے۔تاکہ ہر ہرمرئی چیز میں شائع ہواس کی تقدیرعبارت اس طرح ہے۔واذا اکتسبت الروية فی الجنة ۔اورجب تم جنت میں رؤیت کرلو۔رَاَيْتَ نَعِيْمًا(پھرتو بہت سی نعمتیں دیکھے گا)وَّ مُلْكًا كَبِيْرًا (اور بڑی سلطنت) اوروسیع ملک۔کبیروسیع کے معنی میں ہے۔

روایت میں ہے ادنی جنتی کوایسی بادشاہت ملے گی کہ وہ ایک ہزارسال کی مسافت کے برابر ہوگی۔وہ اپنی سلطنت کے قریبی حصہ کوجس طرح دیکھے گا اسی طرح اس کے آخری حصہ کوبھی دیکھے گا۔[رواہ احمد :۲/۶۴ الترمذی:۲۵۵۶] ایک قول یہ ہے ایسی بادشاہی جس کوزوال نہیں۔نمبر۲۔اس میں ان کواپنی چاہت کے مطابق ہر چیزمیسر ہوگی۔نمبر۲۔ان کوفرشتے سلام کریں گےاوران کے پاس اجازت لے کرداخل ہونگے۔

جنتیوں کے کپڑے:

۲۱ :عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ (ان جنتیوں پرایک باریک ریشم کے سبزکپڑے ہونگے)

نحو :يطوف عليهم کی ضمیر سے حال ہونے کی بناء پرعلیہم منصوب ہے۔ای يطوف عليهم ولدان عاليا للمطوف عليهم۔ ثيابٌ ۔سکون کے ساتھ مدنی،حمزہ نے پڑھا۔ نحو :اس کومبتدأ قراردیااس کی خبرثیاب سندس ہے۔مايعلوهم من ملابسهم ثياب سندس جوان کے اوپروالے کپڑے ہیں وہ ایک باریشم کے ہونگے۔سندس:باریک ریشم خضرٌ یہ اخضرَ کی جمع ہے وَّ اِسْتَبْرَقٌ موٹا دونوں مرفوع ہیں۔اس صورت میں ثیاب سے متعلق ہونگے۔نافع وحفص نے اسی طرح پڑھا ہے۔اور حمزہ،علی نے مجرور پڑھااورسندس پرمحمول کیا ہے۔دیگرقراء نے اول کارفع اورثانی کا جر پڑھا ہے یااس کاعکس۔وَّحُلُّوْٓا (اوران کوپہنائے جائیں گے)

نحو :اس کا عطف ويطوف عليهم پر ہے۔اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ (چاندی کے کنگن)اورسورۃ الملائکہ میں ہے يحلون فيها من اساور من ذهب ولؤلؤ [فاطر:۳۳]

قول ابن مسیّب:

ہر جنتی کے ہاتھ میں تین کنگن ہونگے۔ایک چاندی،دوسرا سونے اور تیسرا موتی کا ہوگا۔وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ (اوران کا رب ان کو پینے کو دے گا) یہاں اللہ تعالیٰ کی طرف پلانے کی نسبت عظمت وتشریف اور تخصیص ظاہر کرنے کیلئے ہے۔ایک قول یہ ہے کہ ملائکہ ان کو شراب پیش کریں گے تو وہ انکار کردیں گے۔اور کہیں گے ہم تو عرصہ سے ان کو غلمان کے ہاتھوں پی رہے ہیں۔اچانک پیالے خود بخود بغیر ہاتھوں کے ان کے مونہوں تک پہنچ جائیں گے۔

شرابِ جنت:

شَرَابًا طَهُوْرًا (پاکیزہ شراب) اس میں دنیا کی شراب والی پلیدی نہ ہوگی۔شراب کی پلیدی شرع سے ثابت ہے عقل سے نہیں۔اور وہاں تکلیف نہیں (پس اس شراب کی پلیدی کا کوئی معنی نہیں)۔نمبر۲۔اس کو ہاتھوں نے نچوڑا نہیں کہ میل والے ہاتھ اس تک پہنچیں اور میلے قدم اس کو روندنے پائیں۔محض قدرت الٰہی سے وہ تیار ہوگی۔

۲۲ : اہل جنت کو کہا جائے گا اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً (یہ تمہارا صلہ ہے) هٰذا سے مراد نعمتیں جزآء یعنی تمہارے اعمال کی جزاء ہے۔وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا (اور تمہاری کوشش مقبول ہوئی) قابل تعریف اور مقبول ہمارے ہاں پسندیدہ ہوئی۔جبکہ تم نے یتیم،اسیر،مسکین کو کہا۔لا نرید منکم جزاء ولا شکورا۔ہم تم سے بدلہ وشکریے کے طالب نہیں۔

قرآن کی نعمت:

۲۳ :اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا (ہم نے آپ پر قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے) ضمیر کو دوبارہ لائے اول ضمیر اَنَّ کا اسم بن گئی۔دراصل اس سے تاکید در تاکید مقصود ہے کہ قرآن مجید کا اتارنا اللہ تعالیٰ ہی کی ذات سے خاص ہے۔تاکہ آپ کے دل میں یہ بات اور زیادہ پختہ کردی جائے کہ جب قرآن مجید کو اتارنے والے اللہ تعالیٰ ہیں تو تھوڑا اتارنا یقیناً حکمت اور بہتری کے پیش نظر ہے۔اور آپ کا اس پر ایذاء کو سہنا حکمت سے خالی نہیں۔اسی طرح اہل مکہ جو آپ کی دشمنی میں پیش پیش ہیں ان کے خلاف آپ کی نصرت میں تاکید حکمت بیش کی وجہ سے ہے۔

۲۴ :فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ (آپ اپنے رب کے حکم کے مطابق صبر کیے رہیئے)

کافر وگنہگار کے پیچھے نہ چلیں:

وَ لَا تُطِعْ مِنْهُمْ (آپ ان میں سے کسی کے کہنے پر نہ آیئے) هُمْ سے کفار مراد ہیں۔اس بات سے اکتا کر کہ کامیابی میں تاخیر ہورہی ہے۔اٰثِمًا (فاسق) جو گناہ کا مرتکب،اور آپ کو گناہ کی طرف دعوت دینے والا ہو۔اَوْ كَفُوْرًا (یا کافر) کفر کا مرتکب اور آپ کو کفر کی طرف بلانے والا ہو۔کیونکہ وہ آپ کو اپنی معاونت کی طرف یا تو اس فعل کی شرط پر دعوت دیتے ہونگے جو گناہ ہے

نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ﴿۲۸﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ

ہم ہی نے انہیں پیدا کیا اور ہم ہی نے ان کے جوڑ مضبوط بنائے اور ہم جب چاہیں ان کے جیسے لوگ بدل دیں' بلاشبہ یہ نصیحت ہے

فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۲۹﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

سو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر لے' اور اللہ کی مشیت کے بغیر تم کچھ نہیں چاہ سکتے' بلاشبہ اللہ علیم ہے

عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۳۰﴾ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۱﴾ ع ۲ ۲۹

حکیم ہے وہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل فرمائے اور جو ظالم ہیں ان کے لئے اس نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

یا کفر یا گناہ نہیں اور نہ کفر۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلی دو صورتوں کی مساعدت پر ممانعت کر دی۔ نہ کہ تیسری۔

ایک قول گناہ گار سے یہاں عتبہ مراد ہے کیونکہ وہ گناہوں اور فسوق کا رسیا تھا۔ اور کافر سے الولید مراد ہے۔ کیونکہ وہ کفر و انکار میں غلو کرنے والا تھا۔

قول ظاہر یہ ہے کہ ہر گناہ گار اور کافر مراد ہے۔ کہ ان میں سے کسی کی بھی بات نہ مانیں، جب ایک کی بات ماننے سے روکا تو دونوں کی بات تسلیم کرنے سے روکنا خود ہو گیا۔ اور الگ بھی ممانعت ہر ایک کے لئے ثابت ہو گئی۔ اور اگر یہ واؤ کے ساتھ ہو تو پھر جائز ہے کہ ان میں سے ایک کی بات مانیں۔ کیونکہ واؤ جمع کیلئے ہے پس دونوں کی اکٹھی اطاعت سے ممانعت ہو گی نہ کہ کسی ایک کی اطاعت سے۔ ایک قول یہ ہے اَوْ بمعنی ولا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے **ولا تطع اثما ولا کفورًا**۔ نہ اطاعت کر گناہ گار کی اور نہ کافر کی۔

۲۵ : وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (اور اپنے پروردگار کا صبح و شام نام لیجیے) اذکر سے مراد نماز پڑھو۔ بکرۃ سے صلاۃ الفجر اور اصیلا سے نماز ظہر و عصر۔

رات کا سجدہ:

۲۶ : وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ (اور کسی قدر رات کے حصہ میں بھی اس کو سجدہ کیجئے) اور رات کا بعض حصہ پس مغرب و عشاء کی نمازیں ادا کریں۔ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا (اور رات کے بڑے حصے میں اس کی تسبیح کیجئے) رات کے دو حصے جو کہ لمبا حصہ ہے تہجد کی نماز ادا کریں یا نصف رات یا ثلث لیل۔

۲۷ : اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ (بیشک یہ) کافر يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ (عاجلہ سے محبت کرتے ہیں) عاجلہ سے محبت کا مطلب آخرت کے مقابلہ میں دنیا کو ترجیح دینا ہے۔ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ (اور اپنے آگے چھوڑ بیٹھے ہیں) وراء کا معنی آگے یا ان کی پیٹھوں کے پیچھے۔ يَوْمًا ثَقِيْلًا (ایک بھاری دن) ثقیل کا معنی شدید ہے کہ یہ اس کی پرواہ نہیں کرتے اور وہ قیامت کا دن ہے۔ کیونکہ اس کے شدائد کفار پر انتہائی شدید ہونگے۔

۲۸ :نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَ شَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ (ہم ہی نے ان کو پیدا کیا اور ہم ہی نے ان کے جوڑ بند مضبوط کیے)شددنا ہم نے مضبوط کیا۔اسرھم ان کی خلقت۔ یہ قول عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور فراء کا ہے۔ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا (اور جب ہم چاہیں تو انہی جیسے لوگ ان کی جگہ بدل دیں)یعنی جب ہم چاہیں کہ ان کو ہلاک کرنا ہے تو ہلاک کرڈالیں گے اور ان کی جگہ اور لوگ بدل دیں گے جو خلقت میں ان جیسے انسان ہونگے مگر مطیع وفرمانبردار ہونگے۔

۲۹ :اِنَّ هٰذِهٖ (بیشک یہ)سورت تَذْكِرَةٌ (نصیحت ہے)فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا (پس جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف رستہ اختیار کرنا)تو طاعت سے اور اس کے رسول کی اتباع سے اس کا تقرب حاصل کرلے۔

۳۰ :وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ (اور بدوں اللہ تعالیٰ کے چاہے تم لوگ کوئی بات چاہ نہیں سکتے)ماتشاؤن تم چاہ نہیں سکتے اللہ تعالیٰ کی طرف راستہ اختیار کرنا۔

قراءت: مکی،شامی،ابوعمرو نے یشاؤن پڑھا ہے۔

نحو :الا ان یشاء اللہ ۔یہ ظرفیت کی وجہ سے محلاً منصوب ہے۔ای الا وقت مشیۃ اللہ۔مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے وقت اللہ تعالیٰ اس کو اس کیلئے چاہیں گے جس کے متعلق وہ جانتے ہیں۔کہ اس نے اس راستہ کو اختیار و پسند کرلیا۔ایک قول یہ ہے یہ اطاعت وعصیان اور کفر وایمان میں عموم مشیت کو ظاہر کرنے کیلئے ہے۔اس صورت میں یہ معتزلہ کے خلاف ہم اہل سنت کی دلیل ہے۔اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا (بیشک اللہ تعالیٰ بڑا علم والا)ان احوال کے متعلق جو ان سے پیش آئیں گے۔حَكِيْمًا (حکمت والا ہے)افعال واقوال میں مُصِیب ہے۔

جنت اسکی رحمت سے:

۳۱ :يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ (وہ جس کو چاہے داخل کرلیتا ہے)اس سے مراد مؤمن ہیں۔فِيْ رَحْمَتِهٖ (اپنی رحمت میں)اپنی جنت میں کیونکہ جنت اس کی رحمت ہی سے ملے گی۔ یہ معتزلہ کے خلاف ہماری دلیل ہے کیونکہ ان کے بقول اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ تمام کو اپنی رحمت میں داخل کرے۔کیونکہ اس نے تمام کا ایمان چاہا۔اللہ تعالیٰ نے اس میں خبر دی کہ وہ جس کو چاہے گا اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا اور اسی ہی کی ذات کو علم ہے کہ وہ ہدایت کو اختیار کرے گا۔وَالظّٰلِمِيْنَ (اور ظالموں کیلئے)یہاں ظالم سے کافر مراد ہیں۔کیونکہ انہوں نے عبادت کو غلط مقام پر استعمال کیا۔یہ حالت نصبی میں واقع ہے۔اس فعل کی وجہ سے جس کی تفسیر اَعَدَّ کر رہا ہے۔مثلاً اوعد الظالمین یا کافأ الظالمین ۔اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (ان کے لئے دردناک عذاب تیار کررکھا ہے)

الحمدللہ سورۃ الانسان کا تفسیری ترجمہ قبل از جمعہ اختتام پذیر ہوا۔

والحمد للہ علی ذلک حمدًا کما امر

سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ مرسلات مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پچاس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۙ﴿۱﴾ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۙ﴿۲﴾ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۙ﴿۳﴾ فَالْفٰرِقٰتِ

قسم ہے ان ہواؤں کی جو نفع پہنچانے کے لئے بھیجی جاتی ہیں' پھر ان ہواؤں کی جو تختی کے ساتھ چلتی ہیں' اور ان ہواؤں کی جو بادلوں کو پھیلاتی ہیں' پھر ان ہواؤں کی جو بادلوں کو

فَرْقًا ۙ﴿۴﴾ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۙ﴿۵﴾ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۙ﴿۶﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ؕ﴿۷﴾ فَاِذَا

جدا کر دیتی ہیں' پھر ان ہواؤں کی جو اللہ کی یاد کا القاء کرنے والی ہیں توبہ کے طور پر ہو یا ڈرانے کے طور پر بات یہی ہے کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور واقع ہونے والی ہے' سو جب

النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۙ﴿۸﴾ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۙ﴿۹﴾ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۙ﴿۱۰﴾ وَاِذَا الرُّسُلُ

ستارے بے نور کر دیئے جائیں گے اور جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب پہاڑ اڑتے پھریں گے اور جب پیغمبر

اُقِّتَتْ ؕ﴿۱۱﴾ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ؕ﴿۱۲﴾ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۚ﴿۱۳﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ؕ﴿۱۴﴾

معین وقت پر جمع کئے جائیں گے' کس دن کیلئے ان کا معاملہ ملتوی کیا گیا۔ فیصلہ کے دن کیلئے اور آپ کو معلوم ہے فیصلہ کا دن کیا ہے'

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۵﴾

بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کیلئے۔

ہواؤں کی اقسام:

۱،۲،۳،۴،۵،۶: وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ○ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ○ وَّ النّٰشِرٰتِ نَشْرًا ○ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ○ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ○ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا (قسم ہے ان ہواؤں کی جو نفع پہنچانے کیلئے بھیجی جاتی ہیں۔ پھر ان ہواؤں کی جو تندی سے چلتی ہیں۔ اور ان ہواؤں کی جو بادلوں کو پھیلاتی ہیں۔ پھر ان ہواؤں کی جو بادلوں کو متفرق کر دیتی ہیں۔ پھر ان ہواؤں کی جو اللہ کی یاد یعنی توبہ کا یا ڈرانے کا القاء کرتی ہیں۔) اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی ان جماعتوں کی قسم اٹھائی ہے جن کو مختلف کاموں پر بھیجتے ہیں۔ پس وہ احکام کی تعمیل میں تیزی سے چلتے ہیں اور ان فرشتوں کی جماعتوں کی قسم جو اپنے پروں کو اس وقت پھیلاتے ہیں جب وہ وحی لے کر اترتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کے احکامات کو زمین میں پھیلاتے ہیں۔ یا کفر و جہالت سے مرے ہوئے نفوس کو وحی کے ذریعہ وہ زندہ

کرتے ہیں۔پس وہ فرشتوں کی جماعتیں حق و باطل میں جدائی کرتی ہیں۔پس انبیاء علیہم السلام کی طرف نصیحت کا القاء کرتی ہیں تا کہ حق پرستوں کیلئے عذر کا باعث ہواور باطل پرستوں کیلئے ڈراوے کا ذریعہ بنے۔

نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ نے ان ہواؤں کی قسم اٹھائی جن سے اقوام کو عذاب دیا۔پس ان کو بھیجا پس وہ چلیں بہت تیز۔اوران ہواؤں کی جوفضاء میں بادلوں کو پھیلاتی ہیں۔پھر جدا جدا کرتی ہیں۔جیسا کہ اس ارشاد میں **ویجعله کسفا** [الروم:۴۸] پس وہ ذکر کا القاء کرتی ہیں۔خواہ ان لوگوں کے عذر کیلئے جو توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معذرت چاہتے ہیں۔اور استغفار کے ذریعہ معذرت کرتے ہیں جب وہ بادلوں میں اللہ تعالیٰ کا انعام دیکھتے ہیں۔اوراس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔یا ان لوگوں کو ڈرانے کیلئے جو ناشکرے ہیں اور بارش کی نسبت ستاروں کی طرف کرتے ہیں۔ان ہواؤں کو ملقیات ذکرا اس لئے کہا کہ وہ ذریعہ ہیں۔عرفًا

نحو : یہ حال ہے ای متتابعۃ پے درپے جیسے گھوڑے کی گردن کے بال جوایک دوسرے کے پیچھے ہوتے ہیں۔نمبر۲۔ یہ مفعول لہ ہے۔وہ ہوائیں احسان و بھلائی کی خاطر بھیجی جاتی ہیں۔

عصفاً و نشرا نحو : یہ دونوں مصدر ہیں۔مفعول مطلق ہیں۔

قراءت: اوئذرًا ابوعمرو،کوفی سوائے ابوبکر اور حماد کے بلاتنوین پڑھا ہے۔العذر والنذر۔ یہ دونوں مصدر ہیں۔عذرالاساءۃ جب وہ برائی کو مٹائے اورانذر سے نذر ہے۔جب کہ وہ ڈرائے یہ فُعل کے وزن پر ہے جیسے کفر،شکر یہ دونوں ذکرًا سے بدلیت کی بناء پر منصوب ہیں۔یا مفعول لہ ہونے کی وجہ سے۔

۷ : اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ (کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے) یعنی قیامت کا دن جس کی آمد کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔لَوَاقِعٌ (وہ ضرور ہونے والی ہے) اترنے والی ہے۔اس کی آمد میں کوئی شبہ نہیں۔

نحو : یہ جواب قسم ہے یہاں تک وقف نہیں ہے کیونکہ جواب قسم سے متصل ہوتا ہے۔

منظر قیامت:

۸ : فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ (پس جب ستارے بے نور ہو جائیں گے) مٹا دیئے جائیں گے۔یا ان کی روشنی جاتی رہے گی۔

نحو : فاذا کا جواب محذوف ہے اوراس میں عامل اس کا جواب ہے۔اور وہ فعل کا واقع ہونا وغیرہ ہے اور النجوم یہ اس فعل کا فاعل ہے۔جس کی تفسیر طمست کر رہا ہے۔

۹ : وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ (اور جب آسمان پھٹ جائے گا) کھول دیا جائے گا پس وہ دروازے دروازے نظر آئے گا۔

۱۰ : وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ (اور جب پہاڑ اڑتے پھریں گے) ان کو ان کے مقامات سے اکھاڑ دیا جائیگا۔

۱۱ : وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ (اور جب پیغمبر وقت معین پر جمع کیے جائیں گے) اقتت اصل میں وقتت ہے جیسا کہ ابوعمرو کی قراءت میں ہے واؤ کو ہمزہ سے بدل دیا گیا۔توقیت رسل کا مطلب اس وقت کا واضح کر دینا جس میں ان کو شہادت کیلئے حاضر ہونا ہے تا کہ وہ اپنی امتوں کے متعلق گواہی دیں۔

۱۲ :لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ (کس دن کیلئے پیغمبروں کا معاملہ ملتوی رکھا گیا ہے) مؤخر کیا گیا اور مہلت دے دی گئی۔اس میں اس دن کی عظمت کو بتلایا اور اس کی ہولناکی پر تعجب کا اظہار کیا گیا۔جیسا کہ وقت میں کوئی وقت ٹھہرالیا جاتا ہے۔

۱۳ :لِیَوْمِ الْفَصْلِ (فیصلہ کے دن کیلئے) یہ یوم مؤجل کا بیان ہے۔وہ دن ہے جس میں مخلوقات کا باہمی فیصلہ ہوگا۔

فیصلے کا دن:

۱۴ :وَمَآ اَدْرٰكَ مَا یَوْمُ الْفَصْلِ (اور آپ کو معلوم ہے کہ وہ فیصلہ کا دن کیا کچھ ہے) اس میں پھر تعجب کا اظہار کیا گیا اور اس کے معاملے کی بڑائی کو ظاہر کیا گیا۔

۱۵ :وَیْلٌ (بڑی خرابی ہے)

نحو : نکرہ ہونے کے باوجود مبتدأ ہے کیونکہ اصل کے اعتبار سے مصدر منصوب ہے۔جو اپنے فعل کے قائم مقام آگیا۔لیکن نصب سے رفع کی طرف عدول کیا گیا۔کیونکہ ہلاکت کے دوام وثبات کو ظاہر کرتا ہے جس کے لئے یہ بددعا کی جائے۔اور اس کی مثال سلامٌ علیکم[القصص:۵۵] اس کی خبر للمکذبین ہے۔

یَّوْمَىِٕذٍ (اس دن) نحو :یہ اس کا ظرف ہے۔لِّلْمُكَذِّبِیْنَ (جھٹلانے والوں کیلئے) جو اس دن کو جھٹلاتے ہیں۔

نحو :یہ ویلٌ کی خبر ہے۔

اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۷﴾ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۸﴾

کیا ہم نے اگلے لوگوں کو ہلاک نہیں کیا پھر پچھلے لوگوں کو ان ہی کے ساتھ کر دیں گے ہم مجرمین کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿۲۰﴾ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ

اس روز حق جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہو گی کیا ہم نے تمہیں ذلیل پانی سے نہیں پیدا کیا سو ہم نے اسے ٹھہرانے کی محفوظ

مَّكِيْنٍ ﴿۲۱﴾ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۲﴾ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

جگہ میں ایک وقت مقرر تک رکھا سو ہم نے ایک اندازہ ٹھہرا دیا سو ہم کیسے اچھے اندازہ ٹھہرانے والے ہیں اس دن بڑی خرابی ہے

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۴﴾ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿۲۵﴾ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ﴿۲۶﴾ وَّجَعَلْنَا فِيْهَا

جھٹلانے والوں کے لئے کیا ہم نے زمین زندوں اور مردوں کو سمیٹنے والی نہیں بنائی اور ہم نے اس میں اونچے اونچے

رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ﴿۲۷﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۸﴾

پہاڑ بنا دیئے اور ہم نے تمہیں میٹھا پانی پلایا اس روز بڑی خرابی ہے جھٹلانے والوں کے لئے۔

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿۳۰﴾

تم اس کی طرف چلو جس کو جھٹلایا کرتے تھے ایک سائبان کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں

جھٹلانے والوں کی ہلاکت:

۱۶ : اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ (کیا ہم اگلے لوگوں کو ہلاک نہیں کر چکے) جھٹلانے والی اقوام جو گزشتہ زمانوں میں ہوئیں۔

۱۷ : ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ (پھر پچھلوں کو بھی ان کے ساتھ ساتھ کر دیں گے) یہ وقف کے بعد جملہ مستانفہ ہے۔ یہ اہل مکہ کے نام وعید ہے کہ پھر ہم ان جیسے پچھلوں سے بھی وہی سلوک کریں گے جو پہلوں کے ساتھ کیا کیونکہ انہوں نے اسی طرح تکذیب کی جیسا انہوں نے کی۔

۱۸ : كَذٰلِكَ (اسی طرح) اس جیسا سخت معاملہ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ (ہم مجرمین کے ساتھ کیا کرتے ہیں)۔ ہر اس شخص سے جو جرم کرے۔

۱۹ : وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی) اس کے سبب جو ہم نے وعدہ کیا ہے۔

۲۰ : اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ (کیا ہم نے تم کو ایک بے قدر پانی سے نہیں بنایا) مَهِيْن حقیر اور وہ نطفہ ہے۔

۲۱ :فَجَعَلْنٰهُ (پھر ہم نے اس کو رکھا) یعنی پانی کو فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ (ایک محفوظ جگہ میں) مقرر وہ جگہ جہاں کوئی چیز ٹھہرے۔ اور وہ رحم ہے۔

۲۲ :اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (ایک وقت مقررہ تک)

نحو : یہ محلاً حال ہے۔ اس کو وقت کی ایک مقدار تک مؤخر کیا۔ معلوم اللہ تعالیٰ کو وہ معلوم ہے اور اسی نے ہی فیصلہ فرمایا ہے۔ اور وہ نو ماہ یا اس سے اوپر یا اس سے کم۔

۲۳ :فَقَدَرْنَا (غرض ہم نے ایک اندازہ ٹھہرایا) پس ہم نے اس کا ایک اندازہ کیا۔ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ (پس ہم کیسے اچھے اندازہ کرنے والے ہیں) پس ہم اس کا خوب اندازہ کرنے والے ہیں۔ نمبر۲۔ پس ہم اس پر قدرت رکھتے ہیں پس ہم اس پر کیا خوب قدرت رکھنے والے ہیں۔ فَقَدَّرنا۔ پہلی تشدید والی قراءات نافع وعلی کے زیادہ مناسب ہے۔ اور اس قول باری تعالیٰ کی وجہ سے بھی من نطفة خلقهٗ فقدرهٗ [عبس:۱۹]

۲۴ :وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ (جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی) جو جھٹلاتے ہیں فطرت کے انعامات کو۔

۲۵ :اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا (کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا) كِفَات۔ یہ كَفَتَ الشَّیْءَ سے لیا گیا۔ جب اس کو ملائے اور جمع کرے یہ اسم ہے اس چیز کیلئے بولا جاتا ہے جو کفایت کرے سمیٹے۔ جیسا کہ عرب کا قول الضمام اس کو بولتے ہیں جو ملائے اور اس کی وجہ سے احیاءً وامواتا منصوب ہے۔ گویا کلام اس طرح ہے كافتة احياء و امواتاً۔ وہ زمین مردوں اور زندوں کو سمیٹنے والی ہے۔ نمبر۲۔ اس کا فعل محذوف ہے اور كفاتاً اس پر دلالت کرتا ہے اور وہ تَكِفَتْ ہے کلام اس طرح ہے: تكفت احياءً على ظهرها و امواتا فی بطنها ۔ زمین نے زندوں کو پشت پر سمیٹ رکھا ہے اور مردوں کو اپنے بطن میں۔

۲۶ :اَحْیَآءً وَّاَمْوَاتًا (زندوں اور مردوں کو) ان کی تنوین تفخیم کے لئے ہے کلام اس طرح ہے: تكفت احياء لا يعدون و امواتا لايحصرون ۔ وہ لاتعداد زندوں اور مردوں کو سمیٹتی ہے۔

۲۷ :وَّجَعَلْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ (اور ہم نے اس میں پہاڑ بنائے گڑے رہنے والے پہاڑ)۔ شٰمِخٰتٍ (بلند) وَّاَسْقَیْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا (ہم نے تم کو میٹھا پانی پلایا)

۲۸ :وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ (جھٹلانے والوں کیلئے اس روز بڑی خرابی ہے) جو ان نعمتوں کو جھٹلاتے ہیں۔

۲۹ :اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ (تم اس عذاب کی طرف چلو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے) یعنی کفار کو قیامت کے دن کہا جائے گا تم اس آگ کی طرف چلو جس کو تم جھٹلاتے تھے۔

۳۰ :اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ (ایک سائبان کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں) انطلقوا کو تاکید کیلئے دوبارہ لائے۔ ظل سے مراد جہنم کا دھواں ہے۔ ثلاث شعب وہ کئی شاخوں میں بٹا ہوگا جن میں تین بڑی ہونگی۔ اور اسی طرح بڑا دھواں تین بڑے حصوں میں تقسیم ہو جائے گا۔

لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ۝٣١ إِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۝٣٢ كَأَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۝٣٣

جس میں نہ سایہ ہے اور نہ وہ گرمی سے بچاتا ہے ' وہ انگارے پھینکے گا۔ جیسے بڑے بڑے محل ' جیسے کالے کالے اونٹ بڑی خرابی ہے

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝٣٤ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝٣٥ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ۝٣٦

اس دن جھٹلانے والوں کے لئے یہ وہ دن ہو گا جس میں بول نہ سکیں گے اور انہیں اجازت نہ دی جائے گی کہ عذر کر سکیں '

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝٣٧ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْأَوَّلِيْنَ ۝٣٨

بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے یہ فیصلہ کا دن ہے ہم نے تمہیں اور اگلے لوگوں کو جمع کیا ہے '

فَإِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ۝٣٩ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝٤٠ ع ۲ ۲۱

سو اگر تمہارے پاس کوئی تدبیر ہے تو میرے مقابلے میں اس تدبیر کو استعمال کر لو' بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے۔

إِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ۝٤١ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝٤٢ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا

بلاشبہ پرہیز گار لوگ سایوں میں اور چشموں میں اور ایسے میووں میں ہوں گے جن کی اشتہاء ہو گی ' کھاؤ اور پیو

هَنِيْٓئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝٤٣ إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝٤٤ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

مبارک طور پر ان اعمال کے عوض جو تم کرتے تھے ' بلاشبہ ہم اسی طرح اچھے کام کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں ' بڑی خرابی ہے اس دن

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝٤٥ كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا إِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ۝٤٦ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

جھٹلانے والوں کے لئے کھاؤ اور برت لو تھوڑے سے دن بے شک تم مجرم ہو۔ بڑی خرابی ہے اس دن

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝٤٧ وَإِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ۝٤٨ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝٤٩

جھٹلانے والوں کے لئے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جھکو تو نہیں جھکتے بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے

فَبِأَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝٥٠ ع ۲ ۲۲

سو قرآن کے بعد کون سی بات پر ایمان لائیں گے۔

۳۱ : لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ (جس میں نہ سایہ ہے اور نہ وہ گرمی سے بچاتا ہے) ظلیل یہ ظل کی صفت ہے۔ مطلب یہ ہے وہ اس دن کی گرمی اور آگ کی حرارت سے سایہ دینے والے نہ ہوگا۔ ولا یغنی یہ محل جر میں واقع ہے۔ ای و غیر مغن عنھم وہ ان کو فائدہ دینے والا نہ ہوگا۔ من اللھب یعنی من حر اللھب بھڑک کی حرارت سے وہ ذرہ بھر کام نہ دے گا۔

محل جیسی چنگاری:

۳۲ :اِنَّهَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ (وہ انگارے برسائے گا جیسے بڑے بڑے محل)انھا یعنی وہ آگ الشرر آگ سے اڑنے والی چنگاریاں کالقصر محل کی طرح بڑی بڑی ہونگی۔ایک قول یہ ہے گھنے درخت اس کا واحد قَصْرَۃٌ ہے۔

۳۳ :كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ (جیسے کالے کالے اونٹ)

قراءت: کوفیوں نے سوائے ابوبکر کے جِمَالَۃٌ پڑھا ہے۔جمع جَمَلٍ کی ہے دیگر قراء نے جِمَالَاتٌ پڑھا جو کہ جمع الجمع ہے۔صفر جمع اصفر یعنی ایسا سیاہ جو زردی کی طرف مائل ہو۔ان انگاروں کو محلات سے تشبیہ دی کہ محلات جیسے بلند اور بڑے ہوتے ہیں اسی طرح وہ انگارے بڑے بڑے اور اونچے ہونگے۔اور اونٹوں سے تشبیہ لمبائی' بڑائی اور رنگت میں دی۔

۳۴ :وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ (اس دن جھٹلانے والوں کیلئے بڑی خرابی ہے)بڑی خرابی اس لئے ہے کیونکہ وہ ان صفات سے متصف ہوگی۔

۳۵ :هٰذَا یَوْمُ لَا یَنْطِقُوْنَ (یہ وہ دن ہوگا جس دن وہ بول نہ سکیں گے)یوم کو نصب سے پڑھا گیا ہے۔کلام اس طرح ہے۔هذا الذی قص علیکم واقع یوم ئذٍ۔یہ جو تم پر بیان ہوا وہ اس دن پڑنے والا ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

آپ سے اس آیت اور ثم اِنکم یوم القیامة عند ربکم تختصمون[الزمر:۳۱] کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا اس دن کئی مواقف و مواقع ہیں۔بعض میں وہ جھگڑیں گے اور بعض مواقع میں بات تک نہ کریں گے۔نمبر۲۔لا ینطقون ما ینفعهم ایسی بات نہ کریں گے جو ان کو مفید ہو۔ان کی بات کو عدم نطق سے تعبیر کیا۔(کیونکہ وہ بات نہ بات کرنے جیسے ہوگی)

۳۶ :وَلَا یُؤْذَنُ لَهُمْ فَیَعْتَذِرُوْنَ (اور نہ انکو اجازت ہوگی۔پس عذر بھی نہ کرسکیں گے)فیعتذرون کا عطف یوذن پر ہے۔اور یہ بھی نفی کی لڑی میں پرویا ہوا ہے۔تقدیر کلام یہ ہے۔لا یکون لهم اذن ولا اعتذار۔نہ ان کو اجازت اور نہ معذرت کرنا ہوگی۔

۳۷ :وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ (اس دن جھٹلانے والوں کیلئے بڑی خرابی ہوگی)جو کہ اس دن کو جھٹلانے والے ہیں۔

فیصلے اور جمع کا دن:

۳۸ :هٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ (یہ فیصلے کا دن ہے)اس میں حق پرست اور باطل پرست میں فیصلہ کیا جائے گا۔اسی طرح محسن، بدسلوکی والے کو بدلہ دیا جائے گا۔جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِیْنَ (ہم نے تم کو اور اگلوں کو جمع کرلیا) کم سے مراد وہ مخاطبین جو آپ کی تکذیب کرنے والے تھے۔الاولین سے مراد وہ جو آپ سے پہلے تکذیب والی اقوام ہوگزریں۔

۳۹ :فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَیْدٌ فَكِیْدُوْنِ (اگر تمہارے پاس کوئی تدبیر ہے تو مجھ پر چلالو) کید عذاب کو دور کرنے کا حیلہ،فکیدون وہ حیلہ مجھ پر چلا دیکھو تا کہ تم عذاب سے چھوٹ جاؤ۔ کید کا لفظ متعدی ہے تم کہتے ہو۔ کدت فلانا جب تم اس پر اپنا حیلہ

استعمال کرو۔

۴۰ :وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (اس دن بڑی خرابی ہے ان لوگوں کیلئے جو تکذیب کرنے والے ہیں) بعث بعد الموت کی۔

متقین کے انعامات:

۴۱ :اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ (پرہیزگار لوگ سایوں اور چشموں میں ہونگے) المتقین سے وہ لوگ مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے والے ہیں۔ ظلال جمع ظل کی ہے۔ عیون جمع عین وہ چشمے جو جنت میں جاری ہونگے۔

۴۲ :وَّ فَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ (اور میوے جو ان کو مرغوب ہونگے) یعنی لذیذ اور پسندیدہ۔

۴۳ : كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (تم کھاؤ پیو خوب مزے سے اپنے اعمال کے بدلے) کلوا واشربوا یہ موضع حال میں واقع ہے۔ اور اس کا ذوالحال متقین کی ضمیر ہے جو اس ظرف میں واقع ہے جو فی ظلالٍ میں ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے هم مستقرون فی ظلال مقولا لهم ذلك۔ وہ سایوں میں قرار پکڑنے والے ہونگے اور ان کو یہ کہا جائے گا کلوا واشربوا بما كنتم تعملون جو تم دنیا میں عمل کرتے رہے۔

۴۴ :اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں) پس تم بھی نیکیاں کرو تا کہ تمہیں یہ بدلہ ملے۔

۴۵ :وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (اس دن بڑی خرابی ہے جھٹلانے والوں کے لئے) جو جنت کو جھٹلاتے ہیں۔

۴۶ : كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ (تم تھوڑے دن اور کھالو۔ برت لو۔ تم بیشک مجرم ہو) یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اس میں مجرمین کو بطور تہدید دنیا میں مخاطب کیا گیا۔ جیسا دوسری آیت میں اعملوا ماشئتم [فصلت: ۴۰] قلیل دنیا کا سامان جتنا بھی ہو قلیل ہے۔ مجرمون کفر کرنے والے ہو۔ یعنی ہر مجرم کھاتا اور نفع اٹھاتا ہے۔ یہ دنیا کے دن انتہائی قلیل ہیں۔ پھر وہ ہمیشہ کی ہلاکت میں پڑ جاتا ہے۔

۴۷ :وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (اس دن بڑی خرابی ہے۔ جھٹلانے والوں کی) جو منعم کو جھٹلاتے ہیں۔

۴۸ :وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا (جب ان سے کہا جاتا ہے جھکو تم) اللہ تعالیٰ کیلئے خشوع اختیار کرو۔ اور اسکی وحی کو قبول کر کے تواضع اختیار کرو اور اسکے دین کی اتباع کرو اور یہ تکبر چھوڑ دو۔ لَا يَرْكَعُوْنَ (تو نہیں جھکتے) وہ خشوع اختیار نہیں کرتے اور نہ اسکو قبول کرتے ہیں اور اپنے تکبر پر مصر ہیں۔ یا اذا قيل لهم صلوا لا يصلون جب انکو نماز پڑھنے کیلئے کہا جاتا تو وہ نماز نہیں پڑھتے۔

۴۹ :وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی) جو اللہ تعالیٰ کے امر و نہی کی تکذیب کرنے والے ہیں۔

۵۰ :فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ (تو پھر اس کے بعد اور کونسی بات پر ایمان لاویں گے)۔ بعدہ یعنی قرآن کے بعد۔ یؤمنون اگر وہ قرآن پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ وہ بصارت افروز نشانی اور کھلا معجزہ ہے۔ آسمانی کتابوں میں سے اس کا معجزہ ہونا ظاہر ہے۔ پس اس کتاب کے بعد اور کس کتاب پر وہ ایمان لائیں گے۔

تمت سورة المرسلات بعون الله تعالى

الجزء ۳۰

سُوْرَةُ النَّبَاِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ النبا مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چالیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۚ﴿۱﴾ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۙ﴿۲﴾ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ؕ﴿۳﴾

یہ لوگ کس چیز کے بارے میں دریافت کرتے ہیں' بڑی خبر کے بارے میں جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں

كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۴﴾ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ﴿۵﴾ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۙ﴿۶﴾ وَّالْجِبَالَ

خبردار وہ عنقریب جان لیں گے پھر خبردار وہ عنقریب جان لیں گے کیا ہم نے زمین کو بچھونا اور پہاڑوں کو

اَوْتَادًا ۙ﴿۷﴾ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۙ﴿۸﴾ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۙ﴿۹﴾ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۙ﴿۱۰﴾

میخیں نہیں بنایا' اور ہم نے تمہیں جوڑے پیدا کیا ہے اور تمہاری نیند کو ہم نے آرام کی چیز بنایا اور رات کو لباس بنایا'

وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۙ﴿۱۲﴾ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا

اور دن کو روزی کمانے کا وقت بتایا' اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے' اور ہم نے بنا دیا ایک روشن

وَّهَّاجًا ۙ﴿۱۳﴾ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۙ﴿۱۴﴾ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ۙ﴿۱۵﴾

چراغ' اور ہم نے اتار دیا پانی سے بھرے ہوئے بادلوں سے خوب بہنے والا پانی تاکہ ہم اس کے ذریعہ دانے اور سبزی

وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ؕ﴿۱۶﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ۙ﴿۱۷﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ

اور گنجان باغ نکالیں۔ بلاشبہ فیصلوں کا دن مقرر ہے جس دن صور پھونکا جائے گا

اَفْوَاجًا ۙ﴿۱۸﴾ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ۙ﴿۱۹﴾ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ؕ﴿۲۰﴾

سو تم لوگ فوج در فوج آجاؤ گے' اور آسمان کھول دیا جائے گا سو وہ دروازے ہی دروازے ہو جائے گا' اور پہاڑ چلا دیئے جائیں گے سو وہ ریت ہو جائیں گے۔

۱: عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ (یہ لوگ کس چیز کا حال دریافت کرتے ہیں) عَمَّ کی اصل عن، ماتھی اور اس طرح بھی پڑھا گیا ہے پھر نون کو میم میں ادغام کر دیا تو عَمَّا ہو گیا اور اس طرح بھی پڑھا گیا پھر الف بطور تخفیف حذف کر دیا گیا۔ اور حذف کی وجہ استفہام میں

کثرت سے استعمال ہے اور زیادہ استعمال اسی کا ہے یہ استفہام اس چیز کی تفخیم اور ہولنا کی کو ظاہر کرنے کیلئے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے تو کوئی چیز پوشیدہ اور چھپی ہوئی نہیں ہے۔ یَتَسَآءَلُوْنَ (وہ ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں)۔ نمبر۲۔ وہ دوسروں سے پوچھتے ہیں۔ اہل مکہ ایمان والوں سے استہزاءً پوچھتے اور آپس میں بھی اس کے متعلق بات کرتے رہتے تھے۔

۲ : عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ (وہ بڑی خبر کے متعلق ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں) اس میں قیامت کی عظمت کی وضاحت ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے عم یتساء لون ، یتساء لون عن النبأ العظیم وہ کس چیز کے متعلق پوچھتے ہیں ایک عظیم الشان خبر کے متعلق باہمی گفت وشنید کرتے ہیں۔

مؤمن مشیت کے لئے اور کافر استہزاء کے لئے:

۳ : الَّذِیْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ (جس میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں) پس بعض ان میں سے قطعی انکار کرنے والے تھے۔ جبکہ بعض دوسرے شک کرتے تھے۔ ایک اور قول ہے کہ ھم کی ضمیر مسلمانوں اور کفار دونوں کی طرف راجع ہے۔ اور تمام ہی قیامت کے متعلق پوچھتے رہتے تھے۔ مسلمان تو اس لئے پوچھتے تا کہ خشیت میں اضافہ ہو اور کافر اس لئے پوچھتے تا کہ استہزاء کر سکیں۔

۴ : كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ (ہرگز ایسا نہیں ان کو بھی معلوم ہوا جاتا ہے) کلا یہ اختلاف پر ردع کیلئے ہے۔ نمبر۲۔ استہزاء کے طور پر سوال قیامت پر ردع ہے۔ سَيَعْلَمُوْنَ اس میں کفار کیلئے وعید ہے کہ عنقریب ان کو آنکھوں دیکھ کر حال معلوم ہو جائے گا کہ جس کے متعلق وہ مذاق اڑانے کیلئے سوال کرتے تھے وہ برحق ہے (گویا یہ وعید قبر ہے کہ ان کو قبر میں معلوم ہو جائے گا)

۵ : ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ (پھر ہرگز ایسا نہیں ان کو بھی معلوم ہوا جاتا ہے) اس میں ان کو دوبارہ دھمکی دی گئی۔ ثُمَّ بتا رہا ہے۔ کہ دوسری وعید پہلی سے بلیغ تر ہے اور پہلی وعید سے زیادہ سخت ہے (قبر سے قیامت سخت تر ہے)

ایجاداتِ باری تعالیٰ:

۶ : اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا (کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا) (یہ استفہام انکاری ہے) جب کفار نے بعث کا انکار کیا تو ان کو مخاطب کر کے فرمایا کیا بعث کی نسبت جس کی طرف کی جا رہی ہے اس نے یہ عجیب مخلوقات پیدا نہیں فرمائیں؟ جب جواب ہاں میں ہے تو تم اس کی بعث بعد الموت پر قدرت کو کیوں نہیں مانتے حالانکہ وہ ایجاد بھی ان ایجادات سے چنداں مختلف نہیں) یا ان کو اس طرح کہا جا رہا ہے کہ تم بتلاؤ اس نے یہ ساری اشیاء کیوں بنائیں؟ حکیم کوئی فعل فضول کرتا ہی نہیں بعث کا انکار کرنے سے تو یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ اس نے جو کچھ کیا وہ بلا مقصد کیا؟ مِهٰدًا (فرش) جس کو ہم نے بچھا دیا یہاں تک کہ تم اس پر رہائش پذیر ہو۔

۷ : وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا (اور پہاڑوں کو میخیں) زمین کیلئے تا کہ زمین میں ارتعاشی جنبش نہ ہو۔ لِئَلَّا تَمِيْدَ بِكُمْ۔

۸ : وَّ خَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا (اور ہم نے ہی تم کو جوڑا بنایا) یعنی مذکر و مؤنث (نر، مادہ)

۹ : وَّ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا (اور ہم ہی نے تمہارے سونے کو راحت کی چیز بنایا) سباتا تمہارے اعمال کو قطع کر دینے والی اور

تمہارے ابدان کیلئے راحت بنایا۔ السبت قطع کرنا۔

۱۰ : وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا (اور ہم ہی نے رات کو پردہ کی چیز بنایا) ایسا پردہ جو تمہیں لوگوں کی آنکھوں سے اس وقت چھپا لیتا ہے جب تم لوگوں کو اطلاع دیئے بغیر کوئی کام کرنا چاہتے ہو۔

۱۱ : وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا (اور ہم ہی نے دن کو معاش کا وقت بنایا) تم اپنی ضروریات اور کاروبار میں دن کے دوران آتے جاتے ہو۔

۱۲ : وَّ بَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا (ہم ہی نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے) سبع یعنی سات آسمان، شدادًا جمع شدیدۃ کی ہے۔ مضبوط وطاقتور جس میں مرورِ زمانہ کا اثر نہیں۔ نمبر۲۔ موٹے کہ ہر آسمان کی موٹائی پانچ سو سال کی مسافت کے برابر ہے۔

۱۳ : وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا (اور ہم ہی نے ایک روشن چراغ بنایا) روشن بھڑکنے والا یعنی سورج روشنی اور حرارت ہر دو کا جامع ہے۔ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ (اور ہم ہی نے بھرے بادلوں سے برسایا) السحائب اذا اعصرت یعنی بادل اس کے لئے تیار ہوں کہ ہوائیں ان کو نچوڑ کر بارش برسائیں اور اسی سے اہل عرب کہتے ہیں اعصرت الجارية جبکہ وہ حیض کی عمر کے قریب ہو جائے۔ نمبر۲۔ ہوائیں مراد ہیں وہ بادلوں کو بناتی اور ان سے بارش نکالتی ہیں جیسے اونٹنی کا دودھ دوہا جاتا ہے۔ پس یہ درست ہے کہ ان کو بارش اتارنے کا مبدأ قرار دیا جائے اور یہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہواؤں کو اٹھاتے ہیں۔ پھر وہ آسمان پانی اٹھا کر بادلوں میں منتقل کرتی ہیں۔ مَآءً ثَجَّاجًا (کثرت سے پانی) ثجاجًا کثرت سے بہنے والا۔

۱۵ : لِّنُخْرِجَ بِهٖ (تاکہ ہم پیدا کریں اس سے) یعنی پانی کے ذریعہ سے حَبًّا (غلہ) گندم، جو، وَّنَبَاتًا (اور سبزی) یعنی سبزہ گھاس وَجَنّٰتٍ (اور باغات) اَلْفَافًا (گنجان) یعنی جن کے درخت باہمی لپٹے ہوئے ہیں۔ اس کا واحد لِفٌّ ہے۔ جیسا جذع واجذاع یا لِفيفٌ جیسا شَرِيْفٌ واشراف یا اس کا کوئی واحد نہیں جیسا اوزاع نمبر۴۔ یہ جمع الجمع ہے یہ جمع لُفٌّ ولُفَّ جمع لَفَّاءُ گنجان درخت، لپٹا ہوا درخت

قراءت: الم نجعل سے الفافا تک وقف نہیں ہے اور اوتادًا پر اور معاشا پر وقف ضروری ہے۔

ثواب وعقاب کے لئے میعاد:

۱۶ : اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ (بیشک فیصلے کا دن) یعنی محسن، مسیئ اور باطل پرست اور حق پرست کے مابین۔ كَانَ مِيْقَاتًا (ایک معین وقت ہے) مقررہ میعاد ہے۔ اور جزاء ملنے کیلئے طے شدہ انتہاء ہے۔ نمبر۲۔ ثواب وعقاب کے لئے میعاد ہے۔

صور پھونکنا اور کائنات کا حال:

۱۷ : يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ (یعنی اس دن صور پھونکا جائے گا)

إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾ لِّلطَّاغِينَ مَآبًا ﴿٢٢﴾ لَّابِثِينَ فِيهَآ أَحْقَابًا ﴿٢٣﴾ لَّا

بلاشبہ جہنم ایک گھات کی جگہ ہے' سرکشوں کا ٹھکانہ ہے جس میں وہ بہت زیادہ عرصہ ہائے دراز تک رہیں گے اس میں

يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾ جَزَاءً وِفَاقًا ﴿٢٦﴾

نہ ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے اور نہ پینے کی کوئی چیز' سوائے گرم پانی کے اور پیپ کے یہ بدلہ ہوگا ان کے اعمال کے موافق'

إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ﴿٢٧﴾ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ﴿٢٨﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ

بلاشبہ وہ حساب کا خیال نہیں رکھتے تھے' اور انہوں نے ہماری آیات کو دلیری کے ساتھ جھٹلایا اور ہم نے ہر چیز کو

أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ﴿٢٩﴾ فَذُوقُوا فَلَن نَّزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ﴿٣٠﴾ إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ﴿٣١﴾ ع ۱ ۲۰ ۱

کتاب میں پوری طرح سے لکھ دیا ہے' سوتم چکھ لو' سو ہم تمہارے لئے عذاب کو بڑھاتے ہی رہیں گے۔ بلاشبہ متقیوں کے لئے کامیابی ہے'

نحو: یہ یوم الفصل کا بدل ہے۔نمبر۲۔عطف بیان ہے۔فی الصور یعنی قرن میں۔

فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا (پھر تم لوگ گروہ گروہ ہوکر آؤ گے)

نحو: افواجًا یہ حال ہے یعنی مختلف جماعتوں میں یا امتوں میں تقسیم ہوکر آؤ گے ہر امت اپنے رسول کے ساتھ ہوگی۔

۱۹: وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ (اور آسمان کھل جائے گا)

قراءت: کوفی قراء نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔مطلب یہ ہے کہ آسمان فرشتوں کے اترنے کیلئے پھٹ جائے گا۔

فَكَانَتْ اَبْوَابًا (پھر اس میں دروازے ہی دروازے ہوجائیں گے) پس وہ دروازوں، راستوں اور پھٹے ہوئے مقامات پر مشتمل ہوگا جبکہ آج اس میں کوئی پھٹا ہوا مقام نہیں۔

۲۰: وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ (اور پہاڑ ہٹا دیے جائیں گے) یعنی سطح زمین سے فَكَانَتْ سَرَابًا (پس وہ ریت کی طرح ہوجائیں گے)

جہنم مؤمن کی راہ گزر کفار کا مستقر:

۲۱: اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا (بیشک دوزخ ایک گھات کی جگہ ہے) مرصادًا ایسا راستہ جس پر مخلوق کا گزر ہوگا۔پس مؤمن اس پر چلے گا اور کافر اس میں داخل ہوگا۔

ایک قول یہ ہے المرصاد۔وہ سرحد جس پر چوکی قائم کی جاتی ہے۔یعنی وہ سرکشوں کی ایسی سرحد ہے جس پر وہ عذاب کے منتظر ہونگے۔اور وہ ان کا ٹھکانہ بنے گی۔نمبر۲۔وہ اہل جنت کیلئے سرحد ہے جس پر فرشتے کھڑے ہوکر مؤمنوں کا استقبال کریں گے کیونکہ انہوں نے اس پر سے گزر کر جانا ہے۔

۲۲ :لِّلطّٰغِیْنَ مَاٰبًا (سرکشوں کا ٹھکانہ ہے)یعنی وہ کافروں کیلئے لوٹنے کی جگہ اور ٹھکانہ ہے۔

۲۳ :لّٰبِثِیْنَ فِیْهَآ اَحْقَابًا (جس میں وہ بے انتہاء زمانوں تک رہیں گے)لٰبثین کا معنی ٹھہرنے والے ہونگے۔ نحو: طاغین کی ضمیر سے لٰبثین حال ہے۔

قراءت: حمزہ نے لَبِثِیْن پڑھا ہے۔ اللبث زیادہ قوی ہے کیونکہ لابث اسی شخص کو کہتے ہیں جس سے ٹھہرنا پایا جائے خواہ اقل قلیل کیوں نہ ہو۔ اور اللّبث اس کو کہتے ہیں جس کی شان یہ ہو کہ وہ مکان میں ٹھہرے اور قیام کرے۔ فیھا سے جہنم میں ٹھہرنا مراد ہے۔ احقابا یہ جمع حقب کی ہے اور اس کا معنی ہے ص زمانہ۔ اس سے کوئی عدد خاص مراد نہیں بلکہ ہمیشگی مراد ہے۔ جب ایک حقب گزر جائے گا تو اس کے پیچھے دوسرا حقب غیر منتہی زمانے کیلئے شروع ہوگا۔ الحقب اور الحقبۃ کا استعمال کلام عرب میں پے در پے اور متواتر زمانوں کیلئے کیا جاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ الحقب اسّی سال کا ہوتا ہے۔ بعض علماء سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے بیس سال کے بعد جواب دیا لٰبثین فیھا احقابا (کہ وہ اس میں زمانہ دراز تک رہیں گے)۔

احوالِ جہنم:

۲۴ :لَایَذُوْقُوْنَ فِیْهَا بَرْدًا وَّ لَاشَرَابًا (اس میں وہ نہ کسی ٹھنڈک کا مزا چکھیں گے اور نہ پینے کی چیز کا)یعنی وہ چکھنے والے نہ ہونگے۔

نحو: یہ لابثین کی ضمیر سے حال ہے۔

پس جب یہ احقاب ختم ہو جائیں گے جس میں ان کو ٹھنڈک اور مشروب سے روک دیا گیا۔ تو اور احقاب بدل دیئے جائیں گے جن میں دوسرا عذاب ہوگا۔ وہ ایسے احقاب ہیں کہ ان کے بعد ختم نہ ہونے والے احقاب ہونگے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ اس محاورہ سے ماخوذ ہے حقب عامُنا جبکہ بارش اور خیر و برکت کم ہو جائے اور حقبّ فلان جبکہ رزق اس سے خطاء کر جائے وہ حقب ہے اور اس کی جمع احقاب ہے۔

نحو: اور یہ بطور حال منصوب ہے۔ ای لا بثین فیھا حقبین۔

وَلَایَذُوْقُوْنَ فِیْهَا بَرْدًا وَّ لَاشَرَابًا: وہ اس میں ٹھہرنے والے ہونگے اس حال میں کہ وہ رزق سے محروم ہونگے یعنی وہ اس میں ٹھنڈک اور مشروب چکھ تک نہیں سکیں گے یہ لا یذوقون اس کی تفسیر ہے۔ اور

۲۵ :اِلَّا حَمِیْمًا وَّغَسَّاقًا (سوائے گرم پانی اور پیپ کے) یہ استثناء منقطع ہے تقدیر کلام یہ ہے لایذوقون فی جھنم یا فی احقاب بردًا یعنی ایسی راحت جوان سے آگ کی حرارت کو دور کر دے یا نیند اور اسی سے محاورہ ہے منع البردُ البردَ ۔ سردی نے نیند کو روک دیا۔ ولا شرابًا اور نہ ایسا مشروب جوان کی پیاس کو مٹا دے۔ لیکن وہ اس میں چکھیں گے گرم پانی جو اس قدر گرم ہوگا کہ جدھر سے گزرے گا جلا ڈالے گا۔ اور غسّاقًا یعنی جہنمیوں کے زخموں کی پیپ۔ ان کو پینے کیلئے دی جائیگی۔ قراءت: غسّاقا کو فی قراء نے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے سوائے ابوبکر کے۔

۲۶ :جَزَآءً وِّفَاقًا (یہ پورابدلہ ملے گا)اے جوزوا جزاء وفاقًا یعنی ان کوبدلہ دیا جائے گا جوان کے اعمال کے عین مناسب ہوگا۔جزاءً مصدر ہےاورصفت کے معنی میں مستعمل ہے۔نمبر۲۔ذاوفاقٍ موافقت والا۔پھر جملہ مستانفہ بطور تعلیل لائے فرمایا۔

۲۷ :اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا (وہ لوگ حساب کا اندیشہ نہ رکھتے تھے)یعنی اپنے متعلق ان کو اللہ تعالیٰ کے محاسبہ کا ڈر نہ تھا۔نمبر۲۔ان کا بعث پر ایمان ہی نہ تھا کہ وہ حساب کی امید رکھتے۔

۲۸ :وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا (اور ہماری آیتوں کوخوب جھٹلاتے تھے)کذابًا تکذیب کے معنی میں ہےاورفعال کاوزن تفعیل میں پایا جانا ظاہر ہے۔

۲۹ :وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا (اورہم نے ہر چیز کولکھ کرضبط کررکھا ہے)

نحو :کل شی فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے جس کی تفسیر احصینا کررہا ہے۔کتابًا یہاں مکتوبا کے معنی میں ہے یعنی لوح محفوظ میں لکھا ہے۔یا یہ مصدر ہے جو احصاءً کے معنی میں ہے۔نمبر۲۔یا احصینا یہ کتبنا کے معنی میں ہے۔کیونکہ احصاء عموماً کتابت کے ذریعہ ہوتا ہے۔یہ آیت جملہ معترضہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد فذوقوا حساب کے متعلق ان کے کفر اور آیات کی تکذیب کا مسبب ہے۔

۳۰ :فَذُوْقُوْا (پس تم مزہ چکھو)یعنی تم اپنی سزا چکھو!اورطریق التفات یہ شدت غضب کیلئے شاہد ہے۔فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا (پس تم مزہ چکھو کہ ہم تمہاری سزا ہی بڑھاتے چلے جائیں گے)حدیث میں وارد ہے اہل نار پر سب سے زیادہ سخت آیت قرآن مجید میں یہ آیت ہے۔(رواہ ابن ابی حاتم،بحوالہ حاشیہ کشاف)

متقین کی کامیابی:

۳۱ :اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا (اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کیلئے بیشک کامیابی ہے)مفازٌ یہ الفوزٌ سے مَفْعَلٌ کا وزن ہے مصدر بھی بن سکتا ہے۔اس کا مطلب ہر ناپسند سے نجات پانا اور ہر محبوب و پسند کو پالینا ہےاور مفازًا ظرف مکان بن سکتا ہے۔اس وقت مکان کامیابی یعنی جنت مراد ہے۔پھراس کا بدل البعض اگلی آیت میں لائے۔

حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ﴿۳۲﴾ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿۳۳﴾ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ﴿۳۴﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ

باغ ہیں اور انگور ہیں ' نوخیز ہم عمر بیویاں ہیں ' اور لبالب بھرے ہوئے جام ہیں ۔ وہ اس میں کوئی

فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ﴿۳۵﴾ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿۳۶﴾ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ

لغو بات اور جھوٹ نہ سنیں گے ' آپ کے رب کی طرف سے بدلہ دیا جائے گا جو بطور انعام کے ہوگا ' کافی ہوگا جو رب ہے آسمانوں کا

وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾ يَوْمَ يَقُوْمُ

اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ' وہ رحمٰن ہے یہ لوگ اس سے بات نہ کر سکیں گے جس دن تمام ذی

الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۭ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾

ارواح اورفرشتے صف بنائے کھڑے ہوں گے ' کوئی بھی نہ بول سکے گا مگر جس کو رحمٰن اجازت دے اور ٹھیک بات کہے '

ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا

یہ دن یقینی ہے ' سو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف ٹھکانہ بنا لے ' بلاشبہ ہم نے تمہیں عنقریب آجانیوالے عذاب سے

قَرِيْبًا ۚ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾ ع ۲ ۱۰ ۲

ڈرایا ہے جس دن انسان ان اعمال کو دیکھ لے گا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجے اور کافر کہے گا ہائے کاش میں مٹی ہو جاتا ۔

حالاتِ جنت:

۳۲ : حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا (یعنی باغ اور انگور) ایسے باغات جس میں ہر قسم کے پھلدار درخت ہونگے ۔ حدائق جمع حدیقۃ کی ہے ۔ اعناب انگور کی بیلیں ۔

نحو : اس کا عطف حدائق پر ہے ۔ اور وہ مفازًا کا بدل البعض ہے ۔

۳۳ : وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا (اور نوخاستہ ہم عمر عورتیں) کواعب ابھرے پستان والی ۔ اترابا ہم عمر ۔

۳۴ : وَّكَاْسًا دِهَاقًا (اور لبالب بھرے جام شراب) دھاقا بھرے ہوئے ۔

۳۵ : لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا (وہاں نہ کوئی بیہودہ بات سنیں گے اور نہ جھوٹ) یعنی وہ جنت میں نہ سنیں گے ۔ کوئی باطل بات اور نہ تکذیب ۔

نحو : لایسمعون یہ انّ کی خبر کی ضمیر سے حال ہے ۔ لغو : باطل بات ۔ قراءت : کذابا کسائی نے خفیف کے ساتھ پڑھا ۔ اور

بمعنی مُکاذِبۃً ہے یعنی وہ ایک دوسرے سے جھوٹ نہ بولیں گے۔نمبر۲۔اور وہ اس کو نہ جھٹلائے گا۔

۳۶ :جَزَآ ءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآ ءً حِسَابًا (یہ بدلہ ملے گا جو کہ کافی انعام ہوگا۔آپ کے رب کی طرف سے)

نحو :جزاءً یہ مصدر ہے تقدیر کلام یہ ہے جزاھم جزاءً۔وہ ان کو جزاء دے گا جزاء دینا۔

عطاءً یہ مصدر ہے نمبر۲۔جزاء کا بدل ہے۔حساباً یہ صفت ہے اس کا معنی کافی یا ان کے اعمال کے حساب سے۔

۳۷ :رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ (جو مالک ہے آسمان کا اور زمین کا اور ان چیزوں کا جو ان کے درمیان ہیں۔رحمان ہے)

نحو :ابن عامر، عاصم نے ربِّ 'الرحمانَ کو کسرہ کے ساتھ پڑھا اور من ربكَ کا بدل قرار دیا۔نمبر۲۔جنہوں نے رفع دیا ہے۔انہوں نے کہا کہ رَبُّ یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ب۔یہ مبتدأ اور اس کی خبر الرحمان ہے۔ج۔الرحمان اس کی صفت ہے۔لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا (کسی کو اس کی طرف سے اختیار نہ ہوگا کہ عرض معروض کر سکے) یعنی اللہ تعالیٰ سے لا یملکون یہ خبر ہے۔نمبر۲۔یا یہ دونوں خبریں ہیں اور لایملکون کی ضمیر اھل السمٰوٰت والارض سب کی طرف راجع ہے اور مِنْهُ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے تقدیر کلام یہ ہے۔لا یملکون الشفاعة من عذابه تعالٰی الا باذنہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے شفاعت کا ان کو اختیار نہ ہوگا۔مگر اس کی اجازت سے۔نمبر۲۔لا یقدر احد ان یخاطبه تعالٰی خوفًا اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے اس سے کسی کو بات کی مجال نہ ہوگی۔

منظر محشر:

۳۸ :يَوْمَ يَقُوْمُ (جس دن کھڑے ہونگے)

نحو :نمبر۱۔اگر اس کو لایملکون کا ظرف بنائیں۔تو خطاباً پر وقف نہ ہوگا۔نمبر۲۔اگر لا یتکلمون کا ظرف بناؤ تو پھر وقف خطاباً پر کریں گے۔الرُّوْحُ (تمام ذی ارواح) جمہور کے نزدیک روح سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ایک قول یہ ہے یہ ایک بہت بڑا فرشتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کے بعد اس سے بڑی مخلوق کوئی نہیں بنائی۔وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا (اور فرشتے صف بستہ)

نحو :صفًا یہ حال ہے۔اے مصطفّین لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ (کوئی بول نہ سکے گا) خوف کی وجہ سے اس جگہ مخلوق بول نہ سکے گی۔ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ (بجز اس کے جس کو رحمان اجازت دے) یعنی کلام کرنے کی نمبر۲۔شفاعت کی۔وَقَالَ صَوَابًا (اور وہ شخص بات بھی ٹھیک کہے) صواباً حق بات اس طور پر کہ مشفوع لہ نے دنیا میں لا الٰہ الا اللہ کہا۔نمبر۲۔اس کو شفاعت کی اجازت دی جائے گی جو شفاعت کے سلسلہ میں درست بات کہے۔

۳۹ :ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ (یہ یقینی دن ہے) اس کا وقوع ثابت ہے۔فَمَنْ شَآ ءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا (پس جس کا جی چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانہ بنا رکھے) مآباً اعمال صالحہ کے ساتھ لوٹنا۔

۴۰ :اِنَّاۤ اَنْذَرْ نٰكُمْ (ہم نے تم کو ڈرایا ہے) اے کافرو! عَذَابًا قَرِيْبًا (ایک نزدیک آنے والے عذاب سے) جو آخرت میں پیش آئے گا کیونکہ جو آنے والا ہے وہ قریب ہی ہے۔ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ (جس دن ہر شخص ان اعمال کو دیکھ لے گا) المرء سے کافر مراد ہے۔ جیسا کہ انا انذرناکم عذابا قریبا اس پر دلالت کر رہا ہے۔ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ (جو اس نے اپنے ہاتھوں سے کیے ہونگے) برائیاں۔ جیسا دوسرے مقام میں فرمایا۔ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ [آل عمران:۱۸۱۔۱۸۲]

وجہ تخصیص:

ایدی کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اکثر اعمال ہاتھوں سے انجام پاتے ہیں۔ اگر چہ یہ بھی احتمال ہے کہ بعض گناہوں میں ہاتھوں کا کوئی دخل بھی نہ ہو۔ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ (اور کافر کہے گا) یہاں ضمیر کی بجائے کافر کا لفظ ظاہر لائے تا کہ اس کی خوب مذمت ہو جائے۔ نمبر۲۔ المرء عام ہے اور اس میں سے کافر کو خاص کیا گیا۔ اور ماقدمت یداہ سے جو اعمال اس نے خیر و شر کیے وہ تمام مراد ہیں۔ نمبر۳۔ المرء سے مراد مؤمن ہے کیونکہ کافر کا بعد میں ذکر آ رہا ہے۔ اور ماقدمت یداہ سے وہ اعمال خیر مراد ہیں جو اس نے کیے۔

کافر کی تمنا:

نحو: ما استفہامیہ ہے قدمت کی وجہ سے منصوب ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے ینظر ای شیء قدمت یداہ وہ دیکھے گا کہ اس نے کیا کما کر آگے بھیجا ہے۔ نمبر۲۔ ما موصولہ ہے۔ اور ینظر کی وجہ سے منصوب ہے۔ عرب کہتے ہیں نظرته ای نظرت الیه اور صلہ کی ضمیر کا مرجع محذوف ہوگا۔ ای قَدَّمَتْهُ۔ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا (کاش میں مٹی ہو جاتا) دنیا میں مٹی ہوتا نہ میں پیدا کیا جاتا اور نہ مکلّف بنایا جاتا نمبر۲۔ کاش آج میں مٹی ہو جاتا اور اٹھایا نہ جاتا۔ ایک قول یہ ہے اللہ تعالیٰ حیوانات غیر مکلّف کو اٹھائے گا یہاں تک کہ سینگ والی سے بے سینگ کا قصاص لیا جائے گا۔ پھر ان کو مٹی کر دیا جائے گا پس اس وقت کافر ان جانوروں کے انجام کی تمنا کرے گا۔

ایک قول:

یہ ہے کافر سے مراد ابلیس ہے وہ تمنا کرے گا۔ کہ وہ بھی آدم کی طرح مٹی سے بنا ہوتا۔ تا کہ اس کو اپنی اولاد مؤمنین کے ثواب میں حصہ مل جاتا۔

تمت سورۃ النبأ

سُوْرَةُ النّٰزِعٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتٌّ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ النازعات مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چھیالیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ﴿۱﴾ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ﴿۲﴾ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۙ﴿۳﴾ فَالسّٰبِقٰتِ

قسم ہے ان فرشتوں کی جو جان سختی سے نکالتے ہیں اور جو بند کھول دیتے ہیں' اور جو تیرتے ہوئے چلتے ہیں پھر تیزی کے ساتھ

سَبْقًا ۙ﴿۴﴾ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۘ﴿۵﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۙ﴿۶﴾ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ؕ﴿۷﴾

وقف لازم

دوڑتے ہیں' پھر ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں جس روز ہلا دینے والی بلا ڈالے گی' جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی آجائے گی'

وقف لازم

قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۙ﴿۸﴾ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۘ﴿۹﴾ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي

بہت سے دل اس روز دھڑک رہے ہوں گے ان کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی' کہتے ہیں کہ کیا ہم پہلی حالت میں واپس ہوں گے' کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں

وقف لازم

الْحَافِرَةِ ؕ﴿۱۰﴾ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ﴿۱۱﴾ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴿۱۲﴾ فَاِنَّمَا

ہو جائیں گے پھر پہلی حالت پر واپس ہوں گے کہنے لگے کہ اس صورت میں یہ واپسی بڑے خسارے کی ہو گی' وہ بس

وقف لازم

هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ﴿۱۳﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ؕ﴿۱۴﴾ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿۱۵﴾

ایک ہی سخت آواز ہوگی جس سے سب لوگ فوراً ہی میدان میں آموجود ہوں گے۔ کیا آپ کے پاس موسیٰ کا قصہ پہنچا ہے'

اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۚ﴿۱۶﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾ صلے

جبکہ ان کے پروردگار نے وادی مقدس یعنی میدان طویٰ میں انہیں پکارا کہ تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے سرکشی اختیار کر رکھی ہے

فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۙ﴿۱۸﴾

سو اس سے کہو کیا تجھے اس بات کی خواہش ہے کہ تو پاکیزہ بن جائے

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ○ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ○ (اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو جان سختی سے نکالتے ہیں اور جو بند کھول دیتے ہیں)۔ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ○ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ○ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا (اور جو تیرتے ہوئے چلتے ہیں۔ پھر تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں۔

پھر ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں)

روح کو جسم کے بعید اطراف سے کھینچیں گے:

قراءت: یہاں تک کوئی وقف نہیں اور یہاں وقف لازم ہے۔ کیونکہ اگر ملائیں گے تو یومَ المدبرات کا ظرف بن جائے گا۔ حالانکہ اس دن تو ملائکہ کے ذمہ جو کام لگے وہ ختم ہو چکے ہونگے۔ نمبرا۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے ان مختلف گروہوں کی قسم اٹھائی ہے جو اجساد سے ارواح کو ڈوب کر یعنی نزع میں ڈبو کر مطلب یہ ہے کہ روح کو جسم کے بعید اطراف مثلاً پورے اور ناخن کے مقامات سے کھینچنا شروع کرتے ہیں۔ نمبر۲۔ اور ان گروہوں کی قسم اٹھائی جو تعمیل حکم میں تیزی کرنے والے پھر تعمیل حکم میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے والے ہیں اور وہ بندوں کے معاملات میں سے ایسے کاموں کی تدبیر کرنے والے ہیں جس میں ان کے دین و دنیا کی مصلحت ہے۔ اور جیسا ان کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔

گھوڑوں یا ستاروں کی قسم ہے:

نمبر۲: اس میں غازیوں کے ان گھوڑوں کی قسم اٹھائی جو اپنی لگاموں میں خوب کھنچتے ہیں۔ اور ان کی لگامیں ان کی گردنوں کی درازی کی وجہ سے اسی میں ڈوب جاتی ہیں۔ کیونکہ وہ عمدہ عربی گھوڑے ہیں۔ اور وہ گھوڑے جو دارالاسلام سے دارالحرب کی طرف نکلتے ہیں۔ عرب کے ہاں ثور ناشط کہتے ہیں۔ جبکہ وہ ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف نکل جائے اور وہ گھوڑے جو رفتار کی تیزی میں گویا تیرتے ہیں۔ پھر وہ اپنی غایت کی طرف جلدی سے بڑھتے اور غلبے اور کامیابی کے معاملے کی تدبیر کرتے ہیں شہسواروں کی بجائے تدبیر کی اضافت خود گھوڑوں کی طرف سبب ہونے کی وجہ سے ہے۔

نمبر۳۔ ان ستاروں کی قسم کھائی گئی ہے جو مشرق سے مغرب کی طرف بغیر طبعی میلان کے جاتے ہیں۔ اور اس کھنچنے میں وہ تمام مدار کو طے کرتے ہوئے انتہائے مغرب میں ڈوب جاتے ہیں۔ اور وہ ستارے جو ایک برج سے دوسرے برج کی طرف نکل کر جاتے ہیں۔ اور جو مدار میں تیرنے والے سیارے ہیں پھر آگے بڑھنے والے اور علم حساب کے معاملے کا انتظام کرنے والے ہیں۔

نحو: جواب قسم محذوف ہے اور وہ لتبعثن ہے اس لئے کہ مابعد قیامت کا تذکرہ اسپر دلالت کر رہا ہے۔

نفخۂ اولیٰ:

۶: یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ (جس روز ہلا ڈالنے والی چیز ہلا ڈالے گی) ترجف حرکت کرنے کے معنی میں ہے۔ الرابفہ شدید حرکت۔ راجفہ سے مراد نفخۂ اولیٰ ہے۔ اور ایسی چیز سے اس کا تذکرہ کیا جس کے پیش آنے سے وہ پیش آجائے۔ کیونکہ اس نفخہ سے زمین کپکپا جائے گی یہاں تک کہ ہر چیز جو اس کے اوپر ہے وہ مر جائے گی۔

۷: تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ (جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز آئے گی) یہ الرابفہ سے حال ہے۔ اور الرادفہ سے نفخۂ ثانیہ مراد

ہے۔ کیونکہ وہ پہلے کے بعد پیش آئے گا۔ان کے مابین چالیس سال کا فاصلہ ہوگا۔ پہلے سے مخلوق مرجائے گی اور دوسرے سے ان کو زندہ کیا جائے گا۔

کافروں کے احوال:

۸ :قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ (بہت سے دل اس روز دھڑک رہے ہونگے) قلوب سے بعث کے منکرین کے دل مراد ہیں۔ واجفۃ یہ الوجیف سے ماخوذ ہے۔ جوالوجیب یعنی مضطرب ہونے اور دھڑکنے کے معنی میں ہے۔

نحو :قلوب، مبتدأ واجفۃ اس کی صفت ہے۔ابصار ھا خاشعہ اس کی خبر ہے۔نمبر۲۔یوم ترجف کا نصب اس فعل مضمر کی وجہ سے ہے جس پر قلوب یومئذ واجفة دلالت کررہا ہے۔تقدیر کلام یہ ہے یوم ترجف وجفت القلوب ۔

۹ :اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ (ان کی آنکھیں جھک رہی ہونگی) ایسے دل والوں کی آنکھیں ہولنا کی کی وجہ سے جھکنے والی ہونگیں۔

۱۰ : يَقُوْلُوْنَ (کہتے ہیں) یعنی منکرین بعث دنیا میں استہزاء کرتے ہوئے اور بعث کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ (کیا ہم پہلی حالت میں پھر واپس ہونگے) یہ استفہام انکاری ہے یعنی کیا ہم موت کے بعد اول حالت کی طرف لوٹائے جائیں گے پھر ہم پہلے کی طرح زندہ ہوجائیں گے؟الحافرہ پہلی حالت۔ جوشخص کسی کام میں مصروف ہو پھر اس سے فارغ ہوجائے پھر کچھ وقت بعد دوبارہ اسی کام کی طرف لوٹ جائے تو عرب کہتے ہیں رجع الی حافر تہ ای الی حالته الا ولٰی اور عرب کہتے ہیں النقد عند الحافرة یعنی پہلی حالت میں اور وہ صفقہ ہے۔اولاً کفار نے بعث کا انکار کیا پھر استبعاد میں اور ترقی کر کے کہنے لگے۔

۱۱ :ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً (کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہوجائیں گے ہم پھر واپس ہونگے) نخرۃ بوسیدہ۔

قراءت :حفص کے علاوہ کوفی قراء نے ناخرہ پڑھا ہے۔معنی یہ ہے کیا ہم دوبارہ زندہ ہونگے اس کے بعد کہ ہم بوسیدہ ہڈیاں بن گئے؟

نحو :اذا منصوب ہے فعل محذوف کی وجہ سے۔اور وہ نبعث ہے۔

۱۲ :قَالُوْا (کہنے لگے) بعث کے منکرین تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ (اس صورت میں یہ واپسی بڑی خسارے کی ہوگی) تلک کا مشارٌ الیہ یعنی ہمارا واپس لوٹنا خسارہ والی واپسی ہے کرۃ رجعۃ کے معنی میں ہے۔نمبر۲۔ایسی واپسی کہ جس واپسی والے خسارہ میں ہونگے مطلب یہ ہے اگر یہ واپس لوٹنا صحیح ہے تو پھر ہم اپنی تکذیب کی وجہ سے نقصان اٹھانے والے ہیں اور یہ بات انہوں نے بطور استہزاء کہی (ہم نقصان میں ہو نہیں سکتے اس لئے بعث نہیں)

موسیٰ علیہ السلام کا نبوت ملنا:

۱۳ :فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ (تو وہ بس ایک ہی سخت آواز ہوگی) یہ محذوف کے متعلق ہے ای لا تحسبوا تلك الكرة

صعبة علی الله عزوجل ۔اس واپسی کواللہ تعالیٰ کیلئے مشکل مت خیال کرو۔ وہ اس کی قدرت کے سامنے آسان اور معمولی ہے پس وہ تو ایک سخت آواز ہے اور بس ۔زجرۃ سے نفخۂ ثانیہ مراد ہے۔ یہ زجر البعیر سے لیا گیا ہے جب اونٹ کو ڈانٹا جائے۔

۱۴ :فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ (جس سے سب لوگ فوراً ہی میدان میں آموجود ہوں گے)اسی وقت وہ سطح زمین پر زندہ ہو جائیں گے ۔حالانکہ وہ زمین کے پیٹ میں مردہ تھے۔ایک قول یہ ہے الساہرہ سے شام سے بیت المقدس کی جانب زمین کا حصہ مراد ہے۔ نمبر۲۔بیت المقدس نمبر۳۔ارض مکہ نمبر۴۔جہنم۔

۱۵ :هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى (کیا آپ کوموسیٰ کا قصہ پہنچا ہے)یہ استفہام تقریری ہے۔جو تنبیہ کوشامل ہے۔کہ یہ ایسی چیز ہے جس سے بچنا چاہیے اور مخاطب کومشرف بادکر کے صبر دلانا مقصود ہے(یعنی آپ کو اطلاع پہنچ ہی چکی ہے)

۱۶ :اِذْنَادٰهُ رَبُّهٗ(جبکہ ان کوان کے پروردگار نے پکارا)جب ان کوآواز دی بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ (ایک پاک میدان میں)مبارک پاکیزہ طُوًی (یعنی طویٰ میں)یہ میدان کا نام ہے۔

۱۷ :اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ (کہ تم فرعون کے پاس جاؤ)یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو فرعون کے پاس جا۔اِنَّهٗ طَغٰى (اس نے بڑی شرارت اختیار کی)وہ کفروفساد میں حد سے تجاوز کر چکا ہے۔

۱۸ :فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى (پس اس سے کہو کیا تجھ کواس بات کی خواہش ہے کہ تو درست ہو جائے)هل لك میل الی ان تتطهر من الشرك والعصیان بالطاعة والایمان؟ کیا تو اس بات کی طرف میلان رکھتا ہے کہ تو شرک اور عصیان سے ایمان واطاعت کے ذریعہ پاک ہو جائے۔

قراءت: حجازی نے تَزَكّٰى میں زاء کوتشدید سے پڑھا ہے۔

وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿۲۱﴾

اور یہ کہ میں تجھے تیرے رب کی طرف رہنمائی کروں تو تو ڈرنے لگے پھر انہوں نے اسے بڑی نشانی دکھلائی سو اس نے جھٹلایا اور نافرمانی میں لگا رہا

ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿۲۲﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾

پھر اس نے پشت پھیری کوشش کرتے ہوئے' سو اس نے جمع کیا پھر زور سے آواز دی پھر کہا کہ میں تمہارا پروردگار اعلیٰ ہوں'

فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿۲۶﴾

سو اللہ نے اسے پکڑ لیا جس میں دنیا وآخرت کی سزا تھی' بلاشبہ اس میں اس شخص کے لئے عبرت ہے جو ڈرے۔

ع ۱

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۭ بَنٰىهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾ وَاَغْطَشَ

کیا پیدائش کے اعتبار سے تم زیادہ سخت ہو یا آسمان؟ اللہ نے اس کو بنایا اس کی چھت کو بلند کیا' سو اسے درست بنایا' اور اسکی رات کو

لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿۳۰﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَاۗءَهَا

تاریک بنایا اور اس کے دن کو ظاہر فرمایا اور اس کے بعد زمین کو پھیلایا' اس سے اس کا پانی نکالا

وَمَرْعٰىهَا ﴿۳۱﴾ وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ﴿۳۲﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾

اور اس کا چارہ' اور پہاڑوں کو جما دیا تمہارے لئے اور تمہارے مویشیوں کے فائدہ کے لئے۔

فَاِذَا جَاۗءَتِ الطَّاۗمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾ وَ

سو جب بڑی مصیبت آ جائے اس دن انسان اپنی کوششوں کو یاد کرے گا اور

بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۶﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾

دیکھنے والوں کے لئے دوزخ کو ظاہر کر دیا جائے گا' سو جس نے سرکشی کی اور دنیا والی زندگی کو ترجیح دی

۱۹ : وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى (اور میں تجھ کو تیرے رب کی طرف سے راہنمائی کروں تو تو ڈرنے لگے) اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے تذکرہ سے اس کی پہچان کی طرف تیری راہنمائی کرتا ہوں تا کہ تو اس کو پہچان لے پس تو ڈرنے لگے کیونکہ خشیت معرفت سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء [فاطر:۲۸] یعنی اس کی جان پہچان والے۔

قولِ حکماء:

اللہ تعالیٰ کو پہچانو! جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا وہ ایک پلک جھپک کیلئے اس کی نافرمانی نہیں کرسکتا۔ پس خشیت تو اس کا مغز ہے۔ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرا وہ بھلائیاں کرے گا اور جو بے خوف ہوا وہ ہر برائی کی طرف ہاتھ مارتا ہے۔ اس طرح کا مضمون حدیث میں وارد ہے **من خاف ادلج ومن ادلج بلغ المنزل** ۔ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ وہ اندھیرے میں اس کی عبادت کرتا ہے جو اندھیرے میں اس کی عبادت کرتا ہے وہ منزل مقصود تک پہنچ گیا [رواہ الترمذی: ۲۶۴۷]

آیت میں بات ایسے استفہام کے انداز سے شروع کی جس کا معنی عرض ہے جیسا کہ کوئی اپنے مہمان کو کہے۔ **هل لك ان تنزل بنا؟** گویا اپنے ہاں اترنے کی ترغیب ہے۔ پھر اس کے بعد نرم کلام لائے تاکہ وہ نرم قول سے اس کو دعوت دیں اور حسن سلوک سے اس کی سرکشی سے اس کو اتاریں۔ جیسا کہ اپنے دوسرے ارشاد میں فرمایا **فقولا له قولا لينًا** [طٰہٰ:۴۴]

۲۰ : **فَاَرٰهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى** (پھر اس کو بڑی نشانی دکھلائی) تقدیر کلام یہ ہے: **فذهب فاراه موسٰى فرعون العَصَا** پس موسیٰ علیہ السلام گئے اور فرعون کو عصا کی بڑی نشانی دکھائی۔ نمبر۲۔ عصا اور ید بیضاء کیونکہ یہ دونوں ایک نشانی کے حکم میں ہیں۔

۲۱ : **فَكَذَّبَ وَعَصٰى** (تو اس نے جھٹلایا اور کہنا نہ مانا) **كذب فرعون بموسٰى**۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلا دیا اور آیت کبریٰ کو جھٹلا دیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کو ساحر اور معجزہ کو سحر کہا۔ **وَعَصٰى**۔ (اور فرعون نے اللہ کی نافرمانی کی)

۲۲ : **ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى** (پھر جدا ہو کر کوشش کرنے لگا) ادبر موسیٰ علیہ السلام سے منہ موڑا۔ یسعیٰ اور اپنی تدبیر کے متعلق کوشش کرنے لگا۔ نمبر۲۔ جب اس نے سانپ کو دیکھا تو مرعوب ہوا۔ پھر پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑا ہوا وہ جلدی جوش میں آنے والا ہلکا پھلکا تھا۔

۲۳ : **فَحَشَرَ فَنَادٰى** (اور جمع کیا پھر بآواز بلند تقریر کی) فحشر اس نے اپنے لشکروں اور جادوگروں کو جمع کیا۔ پھر وہاں کھڑے ہو کر اجتماع میں اعلان کیا۔

۲۴ : **فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى** (اور کہا کہ میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں) مجھ سے اوپر کوئی رب نہیں۔ قبطیوں کے بہت سے معبود تھے جن کی وہ پوجا کیا کرتے تھے۔

فرعون کی پکڑ:

۲۵ : **فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى** (پس اللہ تعالیٰ نے اس کو آخرت کے اور دنیا کے عذاب میں پکڑا) یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو آخرت کی سزا دی۔ النکال یہ تنکیل کے معنی میں السلام کی طرح ہے۔ جو التسلیم کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ مصدریت کی وجہ سے منصوب ہے۔ کیونکہ اخذ یہ نکّل کے معنی میں ہے گویا اس طرح کہا **نكل الله به نكال الأخرة اى الاحراق** اللہ تعالیٰ نے اس کو آخرت کی سزا جلنے کی صورت میں دی۔ والاولیٰ سے مراد دنیا میں ڈبونا۔ نمبر۲۔ اس کی دونوں باتوں کی سزا اس کا پہلا کلمہ **ماعلمتُ لكم من الهٍ غيرى** (القصص۔۳۸) اور دوسرا کلمہ **انا ربكم الاعلى** تھا۔ ان کے مابین چالیس

سال کا یا تیس یا بیس سال کا فاصلہ تھا۔

۲۶ :اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ (بیشک اس میں) جس کا ذکر ہو لَعِبْرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰی (ایسے شخص کیلئے بڑی عبرت ہے جو ڈرے) اللہ تعالیٰ سے

۲۷ :ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا (کیا تمہارا پیدا کرنا زیادہ سخت ہے یا آسمان کا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بنایا) ءَ انتم کیا تم ای منکرین بعث اشد خلقا تمہارا پیدا کرنا مشکل ہے۔

نحو :ام السماء یہ مبتداء ہے اس کی خبر اشد خلقا محذوف ہے۔ پھر تخلیق کی کچھ کیفیت ذکر فرمائی فرمایا اس کو اللہ تعالیٰ نے بنایا۔ پھر بناء کی وضاحت اس طرح فرمائی۔

قدرتِ باری تعالیٰ:

۲۸ :رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا (اس کی چھت کو بلند کیا اور اس کو درست بنایا) اس کی چھت کو اونچا بنایا۔ ایک قول یہ ہے بلندی کی سمت کو پانچ سو سال کے سفر کے برابر اونچائی عنایت فرمائی۔ پھر اس کو درست کیا۔ اس کو ہموار بلا شقوق وفطور کے بنایا۔

۲۹ :وَ اَغْطَشَ لَیْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا (اس کی رات کو تاریک بنایا اور اس کے دن کو ظاہر کیا) اغطش۔ اندھیرے والا بنایا اخراج ضحیٰ کا معنی اس کے سورج کی روشنی کو ظاہر کر دیا۔ آیت میں سورج اور لیل کی اضافت آسمان کی طرف کی گئی ہے کیونکہ رات آسمان کا سایہ اور سورج آسمان کا چراغ ہے۔

۳۰ :وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا (اور اس کے بعد زمین کو بچھایا) دحٰها پھیلایا۔ زمین پیدائش کے وقت پھیلی ہوئی نہ تھی۔ آسمان کی پیدائش کے دو ہزار سال بعد مکہ مکرمہ سے زمین کو پھیلا دیا۔ پھر پھیلانے کی تفسیر فرمائی۔

۳۱ :اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا (اور اس سے اس کا پانی اور چارہ نکالا) چشمے بہا کر پانی نکالا۔ مرعٰی: چارہ۔

نحو :اس لئے عاطف کو اخرج پر داخل نہیں فرمایا۔ نمبر ۲۔ اخرج یہ قد کے اضمار کے ساتھ حال ہے۔

۳۲ :وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا (اور پہاڑوں کو قائم کر دیا) جما دیا۔

نحو :دحا اور ارسیٰ کو تفسیر کی شرط پر مضمر ماننے کی وجہ سے الارض اور الجبال کو منصوب پڑھتے ہیں۔

۳۳ :مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ (تمہارے اور تمہارے مواشی کے فائدہ پہنچانے کیلئے) یہ سب کچھ تمہیں اور تمہارے چوپایوں کو فائدہ دینے کیلئے کیا۔

قیامت بڑا ہنگامہ:

۳۴ :فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰی (پس جب وہ بڑا ہنگامہ آوے گا) الطامۃ الکبریٰ بڑی مصیبت جو تمام مصیبتوں سے

فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۳۹﴾ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ

سو بلاشبہ دوزخ ہے اس کا ٹھکانا اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہش سے

الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۴۱﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ﴿۴۲﴾

روکا سو بلا شبہ جنت ہے ٹھکانا ' وہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہ اس کا واقع ہونا کب ہوگا '

فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ﴿۴۳﴾ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴿۴۴﴾ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ﴿۴۵﴾

اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق؟ اس کا منتہائے علم صرف آپ کے رب کی طرف ہے آپ تو بس اس شخص کو ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہے

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴿۴۶﴾ ع ۲ ۱۶ ۴

وہ جس دن اس کو دیکھیں گے ایسا معلوم ہوگا کہ گویا صرف ایک دن کے آخری حصہ میں رہے ہوں یا اس کے اول حصہ میں۔

بڑھ جائے گی۔ اوران پر غالب آجائے گی اس سے نفخۂ ثانیہ مراد ہے یا وہ وقت جس میں اہل جنت کو جنت اور اہل نار کو نار کی طرف لے جایا جائے گا۔

۳۵ :يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَاسَعٰى (یعنی جس دن انسان اپنے کئے کو یاد کرے گا)

نحو :یوم یتذکر یہ اذا جاء ت سے بدل ہے۔یعنی جب انسان اپنے اعمال کو نامۂ عمل میں مرتب پائے گا تو وہ اس کو یاد آجائیں گے جن کو پہلے بھول چکا تھا۔

نحو :ماسعیٰ مامصدریہ ہے ای سعیه اس کی کارکردگی۔نمبر۲۔ ماموصولہ ہے جو اس نے کیا کمایا۔

۳۶ :وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى (اوردوزخ ظاہر کردی جائے گی) دیکھنے والوں کے سامنے۔برزت ظاہر کردی جائے گی۔ لمن یریٰ ہر دیکھنے والا مراد ہے۔ کیونکہ وہ کامل طور پر ظاہر کردی جائے گی۔

سرکشی کا انجام:

۳۷ :فَاَمَّا مَنْ طَغٰى (تو جس شخص نے سرکشی کی ہوگی) یہ فاذا کا جواب ہے۔تقدیر کلام یہ ہوگیا اذا جاء ت الطامة فان الامر كذٰلك من طغٰى ای جاوز الحد فكفر۔یعنی جب بڑا ہنگامہ آجائے گا پس معاملہ اسی طرح ہوگا کہ جس شخص نے حد سے تجاوز کر کے کفر کیا ہوگا۔

۳۸ :وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی) آخرت کے مقابلہ میں اس طرح کہ شہوات کا پیرو بنا۔

۳۹ :فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى (پس دوزخ اس کا ٹھکانہ ہوگا)

نحو :الماوی کا الف لام عوض مضاف الیہ کے ہے ای ماوٰہُ یعنی اس کا ٹھکانہ۔ یہ کوفیین کے نزدیک ہے مگر سیبویہ اور بصرین ھی الماوٰی لہ خبر محذوف مانتے ہیں۔

فرمانبرداری کا نتیجہ:

۴۰ :وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ (اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا ہوگا) یعنی اس کو معلوم ہوا کہ اس نے حساب کیلئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے۔ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى (اور نفس کو خواہش سے روکا ہوگا) النفس سے نفس امارہ جو برائیوں کی طرف لے جانے والا ہے۔ الھوی پستی و ہلاکت کی جگہ یعنی اس نے شہوات کی اتباع سے نفس کو روک لیا۔ ھوٰی یعنی نفس کا شہوات کی طرف مائل ہونا۔ ایک قول یہ ہے کہ نہی نفس یہ ہے کہ آدمی معصیت کا خیال کرے پھر مقام حساب یاد آنے پر برائی کے میلان کو بھی چھوڑ دے۔

۴۱ :فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (پس جنت اس کا ٹھکانہ ہوگا) الماوی لوٹنے کا مقام

۴۲ :يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا (یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا) اس کا برپا ہونا کب ہے؟ اور کب قائم ہوگی؟ اللہ تعالیٰ اس کو کب قائم کریں گے؟

۴۳ :فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا (اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق) آپ کس فکر میں پڑے ہیں کہ ان کے سامنے اس کا وقت ذکر کریں اور ان کو بتلائیں یعنی آپ اس کے وقت کے تذکرے اور تعیین وقت کے سلسلے میں کس بات میں پڑے ہیں اس کو چھوڑیے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا کہتے ہیں۔ لیس فلان من العلم شئ ۔یعنی فلان کو اس کا کچھ علم نہیں۔ (اس وقت ذکرٰی علم کے معنی میں ہوگا۔ کہ آپ کو اس کا علم نہیں)

رسول اللہ ﷺ قیامت کا تذکرہ فرماتے رہے اور اس کے متعلق پوچھتے رہے۔ یہاں تک یہ آیت نازل ہوئی اس صورت میں یہ قیامت کے کثرت ذکر پر تعجب کا اظہار ہے۔ یعنی وہ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں پس آپ ان کے جواب پر حرص کی وجہ سے اس کا تذکرہ کرتے رہتے اور پوچھتے رہتے ہیں۔

قیامت کا حقیقی علم اللہ تعالیٰ کو:

۴۴ :اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا (اس کا مدار صرف تیرے رب کی طرف ہے) اس کا انتہائی علم کہ وہ کب واقع ہوگی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ یافیم یہ ان کے قیامت پر سوال کا انکار ہے۔ مطلب یہ ہے یہ سوال کیوں ہے؟ پھر فرمایا انت من ذکرٰھا ۔ تمہارا بھیجنا اس حالت میں کہ آپ آخر الانبیاء ہیں۔ یہ علامات قیامت میں سے ایک علامت ہے پس ان کے سوال کا کوئی مطلب نہیں ہے؟ (ان کا سوال بے معنی ہے جبکہ نشان قیامت موجود ہے)

قراءت :اس صورت میں فیم پر وقف کرنا بھی درست ہے۔ ایک اور قول فیم انت من ذکرٰھا یہ سوال سے متصل ہے تقدیر

کلام یہ ہے یسئلونك عن الساعة ایان مرساها۔ وہ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کی آمد کب ہے۔ اور یقولون این انت من ذکرٰها ؟ کہتے ہیں کہ اس کے مقررہ وقت کے متعلق تم کو کیا معلومات ہیں بتاؤ اور اس کا معین وقت بیان کرو۔ پھر جملہ مستانفہ لا کر فرمایا کہ اس کی منتہٰی تیرے رب کے سپرد ہے۔ گویا یہ جواب فیم انتَ ہے۔

۴۵ : اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ یَّخْشٰهَا (آپ صرف اس شخص کو ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہو) یعنی آپ کی بعثت اس لئے نہیں ہوئی کہ قیامت کی ہولناکی سے ان لوگوں کو خبردار کریں جو اس کے شدائد سے بچنا چاہتے ہیں۔

قراءت: منذرٌ یزید وعیاش نے تنوین سے پڑھا ہے۔

قیامت میں حال:

۴۶ : کَاَنَّهُمْ یَوْمَ یَرَوْنَهَا لَمْ یَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِیَّةً اَوْ ضُحٰهَا (جس روز یہ اس کو دیکھیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا صرف ایک دن کے آخری حصہ میں یا اس کے اول حصہ میں رہے ہیں) یرونها قیامت کو دیکھیں گے۔ لم یلبثوآ دنیا میں ٹھہرنا۔ العشیة والضحی پچھلا پہر اور پہلا پہر۔ دنیا میں رہنے کی مدت قیامت کی ہولناکی کو دیکھ کر قلیل ترین معلوم ہوگی۔ جیسا دوسرے مقام پر فرمایا لم یلبثوا الا ساعة من النهار۔ [یونس:۴۵] اور فرمایا قالوا لبثنا یومًا او بعض یوم [الکہف:۱۹] ضحٰی کی اضافت عشیہ کی طرف باہمی ملابست کی وجہ سے درست ہے۔ کیونکہ دونوں ایک دن میں جمع ہیں یہاں مقصود یہ ہے کہ وہ کہیں گے ہمارے دنیا میں قیام کی مدت ایک دن پورا بھی نہ ہوسکی۔ بس دن کی ایک طرف چاشت یا پچھلی طرف شام ہم نے پائی ہے۔

تمت سورة النازعات بحمد الله تعالٰی وعونه

سورۃ عبس مکیۃ وھی اثنتان واربعون اٰیۃ وفیھا رکوع واحد وکذا الخ

سورۂ عبس مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں بیالیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ۝١ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۝٢ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى ۝٣ اَوْ يَذَّكَّرُ

منہ بنایا اور روگردانی کی اس وجہ سے کہ ان کے پاس نابینا آیا' اور آپ کو کیا خبر شاید وہ سنور جاتا' یا نصیحت قبول کرتا

فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝٤ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۝٥ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝٦ وَمَا عَلَيْكَ

سو نصیحت اسے فائدہ دیتی' لیکن جس نے بے پرواہی کی سو آپ اس کے لئے پیش آجاتے ہیں' حالانکہ اس بات کا آپ پر کوئی الزام نہیں

اَلَّا يَزَّكّٰى ۝٧ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۝٨ وَهُوَ يَخْشٰى ۝٩ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۝١٠

کہ وہ نہ سنورے اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ ڈرتا ہے سو آپ اس کی طرف سے بے توجہی برتتے ہیں۔

كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝١١ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝١٢ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝١٣ مَّرْفُوْعَةٍ

ہرگز ایسا نہ کیجئے' بے شک یہ قرآن نصیحت کی چیز ہے' سو جس کا جی چاہے اس کو قبول کر لے' وہ ایسے صحیفوں میں ہے جو مکرم ہیں بلند ہیں'

مُّطَهَّرَةٍ ۝١٤ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝١٥ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ۝١٦ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ۝١٧

مقدس ہیں' ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں جو مکرم ہیں نیک ہیں۔ انسان پر خدا کی مار ہو وہ کیا ہی ناشکرا ہے

مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ۝١٨ مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝١٩ ثُمَّ السَّبِيْلَ

اسے کس چیز سے پیدا فرمایا' نطفہ سے اس کو پیدا فرمایا سو اسے ایک انداز سے بنایا۔ پھر اس کا راستہ آسان فرما دیا'

يَسَّرَهٗ ۝٢٠ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۝٢١ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ۝٢٢ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ۝٢٣

پھر اس کو موت دیدی' اس کے بعد اسے قبر میں چھپا دیا پھر جب چاہے اسے اٹھالے۔ خبردار اس کو جو حکم دیا اسے بجا نہیں لایا۔

وقف لازم

عبداللہ بن امّ مکتوم کا واقعہ:

۱،۲ : عَبَسَ وَتَوَلّٰى ○ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى (پیغمبر چیں بجبیں ہوگئے اور متوجہ نہ ہوئے۔ اس بات سے کہ ان کے پاس ایک اندھا

آیا)۔عَبَسَ نبی اکرم ﷺ ترش رو ہوگئے۔وَتَوَلّٰی اوراعراض فرمایااَنْ جَآءَهُ یہ اصل میں لان جاءہ ہے اس لئے کہ ان کے پاس آیا۔

نحو :محلا منصوب ہے کیونکہ مفعول لہ ہے اس کا عامل عبس یا تولی ہے بصریین وکوفیین کے اختلاف کے مطابق۔الْاَعْمٰی عبداللہ بن ام مکتوم اورام مکتوم ان کی دادی ہیں۔ان کے والد کا نام شریح بن مالک ہے۔یہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اس وقت آئے جب آپ اشراف قریش کو اسلام کی طرف دعوت دے رہے تھے۔آتے ہی عرض کیایارسول اللہ علمنی مماعلمك اللہ اور یہ سوال بار بار دھرایا۔ان کو معلوم نہیں تھا کہ آپ اشراف قریش کو سمجھا رہے ہیں پس آپ نے ان کی بات کاٹنے کو ناپسند کیا اوران سے رخ موڑتے ہوئے ترش روئی اختیار فرمائی۔پس یہ آیات نازل ہوئیں رسول اللہ ﷺ اس کے بعدان کا بڑا خیال فرماتے اور فرماتے مرحبًا بمن عاتبنی فیه ربی[اسباب النزول واحدی:ص۲۹۷] آپ نے ان کو مدینہ منورہ پر دومرتبہ اپنا نائب مقرر فرمایا(بعض نے کہا چودہ مرتبہ نائب بنایا)

۳ :وَمَا یُدْرِیْكَ (اورآپ کو کیا خبر)اورکونسی چیز آپ کو اس کے حال سے واقف بنائے؟(یہ استفہام انکاری بمعنی نفی ہے)لَعَلَّهٗ یَزَّكّٰی (شاید وہ سنور جاتا)شاید وہ نابینا آپ کے کلام کو سن کر جہالت کی میل سے پاک ہوجاتا۔یزکی اصل میں یتزکی ہے۔تاء کو زاء میں ادغام کردیا۔اسی طرح یذکر میں تاء کو دال میں ادغام کیا گیا ہے۔

۴ :اَوْ یَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰی (یانصیحت قبول کرتا پس اس کو نصیحت کرنا فائدہ پہنچاتا)یَذَّكَّرُ نصیحت حاصل کرنا۔

نحو :فتنفعہٗ عاصم نے عین پر نصب پڑھا اوراس کو لعلّ کا جواب قرار دیا اور دیگر قراء نے اس کو یذکر پر عطف کرتے ہوئے رفع دیا ہے۔الذکری آپ کی نصیحت یعنی آپ کا وعظ۔یعنی آپ کو معلوم نہیں کہ وہ اس نصیحت سے تذکر یا تزکیہ میں سے کس بات کا متمنی تھا۔اگر آپ جان لیتے تو آپ کی طرف سے یہ بات پیش نہ آتی۔

بے پروائی والے کافر:

۵ :اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی (تو جو شخص بے پروائی کرتا ہے)جو مالدار ہے۔

۶ :فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی (آپ اس کی تو فکر میں پڑتے ہیں)اس کے ایمان لانے کی حرص میں آپ اس کی طرف توجہ فرماتے ہیں۔

قراءت:تصدی میں تاء کو صاد میں ادغام کیا(حجازی)

۷ :وَمَا عَلَیْكَ اَلَّا یَزَّكّٰی (حالانکہ آپ پر کوئی الزام نہیں اگر وہ نہ سنورے)آپ پر کوئی پکڑ نہ ہوگی اگر وہ اسلام قبول کرکے پاک نہ ہو۔آپ کے ذمہ پہنچادینے کی ڈیوٹی ہے۔

۸ :وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ یَسْعٰی (اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے)خیر وبھلائی کی طلب میں وہ جلدی کرنے والا ہے۔

۹ :وَهُوَ یَخْشٰی (اوروہ ڈرتا ہے)اللہ تعالیٰ سے یا کفار سے۔نمبر۳۔لڑکھڑانے سے جیسا کہ اندھوں کی عادت ہوتی ہے۔

۱۰ :فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی (آپ اس سے بے اعتنائی کرتے ہیں)بتکلف دوسروں میں مشغول ہوتے ہیں۔تلہی اصل میں تتلہی

ہے۔روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس کے بعد کبھی کسی سائل کے سلسلہ میں ترشروئی اختیار نہیں فرمائی۔اور نہ ہی غنی کی طرف میلان اختیار کیا۔روایت میں ہے کہ ثوری رحمہ اللہ کی مجلس میں فقراء امراء ہوتے تھے۔

۱۱ : كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ (ہرگز ایسا نہ کیجئے قرآن نصیحت کی چیز ہے) كَلَّا یہ ردع کیلئے ہے ایسا دوبارہ مت کریں۔اِنَّهَا (بیشک یہ) سورت یا آیات تَذْكِرَةٌ (نصیحت ہے) جس سے نصیحت حاصل کرنا ضروری ہے۔اور اس کے مطابق عمل کرنا لازم ہے۔

۱۲ : فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهُ (پس جس کا جی چاہے اس کو قبول کرے) پس جس کے متعلق اللہ تعالیٰ چاہے کہ وہ اس نصیحت کو قبول کرے گو مَنْ کی وجہ سے ضمیر مذکر ہے یا التذکرۃ وعظ وذکر کے معنی میں ہونے کی وجہ سے ضمیر مذکر لائے۔معنی یہ ہے جو نصیحت چاہے اللہ تعالیٰ اس کے دل میں بات ڈال دیں گے۔

۱۳ : فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ (وہ ایسے صحیفوں میں ہے جو مکرم ہیں)

نحو : فی صحف یہ تذکرہ کی صفت ہے ای انها مثبتة فی صحف منتسخة من اللوح۔ یعنی بیشک وہ ثابت شدہ ہے ایسے صحائف میں جو لوح محفوظ سے لکھے گئے ہیں۔نمبر۲۔ یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے ای هی فی صحف ۔وہ صحائف میں ہے۔ مُّكَرَّمَةٍ جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مکرم ہیں۔

۱۴ : مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ (رفیع المکان ہیں مقدس ہیں) مَّرْفُوْعَةٍ یعنی آسمان میں بلند ہیں یا قدر و منزلت کے لحاظ سے بلند ہیں۔ مُّطَهَّرَةٍ ملائکہ کے علاوہ دوسروں کے چھونے سے پاک ہیں۔نمبر۲۔وہ اس سے پاک ہیں جو کلام اللہ میں سے نہیں ہے۔

۱۵ : بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ (ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں) سَفَرَةٍ جمع سافر لکھنے والے۔مراد وہ ملائکہ جو لوح محفوظ سے کتابیں نقل کرتے ہیں۔

۱۶ : كِرَامٍ (وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں معزز ہیں) نمبر۲۔گناہوں سے محفوظ ہیں۔بَرَرَةٍ (نیک) یہ بارٌ کی جمع ہے یعنی متقی۔

۱۷ : قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ (آدمی پر اللہ تعالیٰ کی مار وہ کیسا ناشکرا ہے) الْاِنْسَانُ اس میں کافر پر لعنت کی گئی ہے۔نمبر۲۔امیہ قریشی مراد ہے۔نمبر۳۔عتبہ۔مَآ اَكْفَرَهٗ یہ استفہام توبیخ کیلئے ہے یعنی (اس کو کس بات نے کفر پر آمادہ کیا) نمبر۲۔استفہام تعجبی ہے یعنی اس پر تعجب ہے کہ اس کا کفر کس قدر سخت ہے۔

۱۸ : مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ (اللہ تعالیٰ نے اس کو کیسی چیز سے پیدا کیا) کیسی حقیر سے حقیر ترین شئی سے اس کو بنایا یہ بظاہر استفہام ہے اور تقریر کیلئے آیا ہے۔یعنی انسان کو اقرار کرنا چاہیے کہ اس کو نطفہ سے بنایا ہے۔پھر اگلی آیت میں اس کی وضاحت فرمائی۔

۱۹ : مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ (نطفہ سے اس کی صورت بنائی پھر اس کو اندازہ سے بنایا) جیسا اس کو بنانا چاہا تخلیق کر دی۔

۲۰ : ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ (پھر اس کا راستہ آسان کر دیا) نحو : السبیل یہ یسّر مضمر کی وجہ سے منصوب ہے ای ثم سهل لهٗ سبیل الخروج من بطن امه یعنی پھر اس کے لئے ماں کے پیٹ سے نکلنے کا راستہ آسان کر دیا۔یا اس کے سامنے خیر و شر کو کھول

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ

سو انسان کو چاہئے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے' ہم نے خوب اچھی طرح پانی برسایا پھر ہم نے زمین کو عجیب طریقہ پر

شَقًّا ﴿۲۶﴾ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿۲۸﴾ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿۲۹﴾

پھاڑ دیا سو ہم نے اس میں غلہ اور انگور اور ترکاریاں اور زیتون اور کھجوریں

وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿۳۱﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۲﴾

اور گنجان باغ اور میوے اور چارہ پیدا کر دیا تمہارے لئے اور تمہارے مویشیوں کیلئے۔

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِهٖ

سو جب خوب زور دار آواز والی آ جائے گی جس روز انسان اپنے بھائی اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے

وَبَنِيْهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿۳۷﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾

اور اپنے بیٹوں سے بھاگے گا' ان میں سے ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی جو کسی طرف متوجہ نہ ہونے دے گی' اس روز بہت سے چہرے روشن ہوں گے'

ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾

ہنس مکھ ہوں گے' خوش ہوں گے اور اس دن بہت سے چہرے ایسے ہوں گے جن پر کدورت ہوگی ان پر ظلمت چھائی ہوگی'

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾ ع ۱ ۱۵

یہ وہ لوگ ہوں گے جو کافر تھے فاجر تھے۔

کر بیان کر دیا۔

۲۱ : ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ (پھر اس کو موت دی پھر اس کو قبر میں لے گیا) اس کو قبر والا بنایا جس میں اس کو چھپایا جاتا ہے۔ حیوانات کی طرح نہیں کہ کھلا چھوڑ دیا جائے یہ اس کی تکریم کی گئی۔ قبر المیت: اس کو دفن کا مقام۔ اقبرہٗ اس کے متعلق حکم دیا کہ اس کو قبر میں رکھا جائے اور اس کو اس پر قدرت و اختیار بھی دیا۔

۲۲ : ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ (پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا اس کو دوبارہ زندہ کر دے گا) اس کی موت کے بعد زندہ کرے گا۔

۲۳ : كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ (ہرگز نہیں اس کو جو حکم کیا تھا اس کو بجا نہیں لایا) اس میں انسان کو کفر سے روکا گیا کہ اس کو ہرگز ایسا نہ کرنا چاہیے۔ لما یقض ماامرہ اس کافر انسان نے جو اس کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کا حکم دیا اس کو پورا نہیں کیا۔

قدرتِ باری تعالیٰ:

۲۴ :فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ (پس انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے)

ربط :جب ان نعمتوں کو شمار کر دیا جو انسان کی ابتدائے حدوث سے انتہاء تک اس کے وجود میں پائی جاتی تھیں اب اس کے بعد ان نعمتوں کا ذکر کیا جن کی انسان کو زندگی میں ضرورت پڑتی ہے۔فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ پس انسان کو اپنا وہ کھانا دیکھنا اور اس پر غور کرنا چاہیے جو وہ کھاتا اور جس سے زندگی گزارتا ہے۔کہ ہم نے اس کا انتظام کس طرح فرمایا ہے۔

۲۵ :اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا (ہم نے عجیب طور پر پانی برسایا)

نحو،قراءت :اَنَّا فتحہ کے ساتھ کوفی قراء نے پڑھا اور اس کو طعام سے بدل الاشتمال قرار دیا۔نمبر۲۔اِنَّا دیگر قراء نے پڑھا اور جملہ مستانفہ قرار دیا۔صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا یعنی بادلوں سے بارش برسائی۔

۲۶ :ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا (پھر عجیب طور پر زمین کو پھاڑا) نباتات سے پھاڑا۔

۲۷ :فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا (پھر ہم نے اس میں غلہ اگایا) مثلاً گندم،جو وغیرہ جو انسانی غذاء میں کام آتا ہے۔

۲۸ :وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا (اور انگور اور ترکاری) عنبا انگور کا پھل یہ طعام اور میوہ دونوں ہیں۔قضبا ترکاری۔یہ قضب یقضب کا مصدر ہے۔جس کو بطور تسمیہ استعمال فرمایا۔اس کو قضب کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کو بار بار کاٹا جاتا ہے۔

۲۹ :وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا (اور زیتون اور کھجور)

۳۰ :وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا (اور گنجان باغ) حدائق :باغات۔غلبا گھنے درختوں والے۔یہ غلباء کی جمع ہے۔

۳۱ :وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا (اور میوے اور چارہ پیدا کیا) فاکھۃ میوے تمہاری خاطر وابا یعنی چارہ تمہارے چوپایوں کیلئے۔

۳۲ :مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ (تمہارے اور تمہارے مواشی کے فائدہ کیلئے) متاعاً یہ مصدر ہے فائدہ پہنچانے کیلئے تمہیں اور تمہارے جانوروں کو۔

۳۳ :فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ (پھر جس وقت کانوں کا بہرہ کر دینے والا شور برپا ہوگا) اس سے قیامت کی چیخ مراد ہے کیونکہ وہی کانوں کو پھاڑ ڈالے گی یعنی بہرہ کر دے گی۔اذا کی شرط کا جواب ظاہر ہونے کی وجہ سے محذوف ہے (اس وقت انسان کو اپنی ناشکری کا نتیجہ ملے گا)

احوالِ قیامت:

۳۴ :يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ (جس روز ایسا آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا)۔

۳۵ :وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ (اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے) نمبرا۔اس لئے کہ اس کے اور ان کے مابین حقوق اور تاوان ہونگے۔ نمبر۲۔اپنے نفس میں شدید مشغولیت کی وجہ سے۔

۳۶ :وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ (اوراپنی بیوی اوراپنی اولاد سے بھاگے گا) صاحبہ بیوی۔ بنیہ اورقرآن مجید نے بھائی سے ابتداء کی اور پھر والدین کا ذکر کیا۔ کیونکہ وہ دونوں قریب تر ہیں۔ پھر بیوی اور اولاد کو لایا گیا کیونکہ وہ اس کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

ایک قول:

یہ ہے سب سے پہلا شخص جو اپنے بھائی سے بھاگے گا وہ ہابیل ہوگا اور سب سے پہلے والدین سے بھاگنے والے ابراہیم علیہ السلام اور بیوی سے بھاگنے والے نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام ہونگے۔ اور بیٹے سے بھاگنے والے نوح علیہ السلام ہونگے۔

۳۷ :لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ (ان میں سے ہر شخص کو ایسا مشغلہ ہوگا جو اس کو اور طرف متوجہ نہ ہونے دے گا) شان ایسی حالت جو اس کی اپنی ذات سے متعلق ہوگی۔ یغنیہ جو اس کو غیر سے مشغول کر کے اپنے اہتمام میں مگن کر دے گی۔

۳۸ :وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ (بہت سے چہرے اس روز روشن وخنداں) روشن، چمکدار رات کے قیام کی وجہ سے۔ نمبر۲۔ آثار وضوء سے چمکدار ہونگے۔

۳۹ :ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ (شاداں ہونگے) ان چہروں والے شاداں ہونگے یہ مؤمن ہیں جو مسرور وخوش باش ہونگے۔

۴۰ :وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ (اور بہت سے چہروں پر اس روز ظلمت ہوگی) غبرۃ یعنی غبار۔

۴۱ :تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ (ان پر کدورت چھائی ہوگی) اس غبار پر دھوئیں کی طرح سیاہی چھائے گی اور دنیا میں بھی جب چہرے پر غبار اور سیاہی جمع ہوں تو چہرہ وحشت ناک ہوتا ہے۔ (اور وہ تو سب کچھ آخرت کا ہوگا۔ (اللهم احفظنا منها بفضلك)

۴۲ :اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ (یہی لوگ کافر فاجر ہیں) اولٰئک اس حالت والے۔ هم الكفرة وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کا انکار کرنے والے ہیں۔ الفجرۃ بندوں کے حقوق میں دیانت کو پھاڑنے والے۔ نمبر۲۔ جب کفر و فجور کو جمع کر لیا تو چہرے کی سیاہی کے ساتھ غبار کو جمع کر دیا گیا۔

تمت بحمد الله سورة عبس

سُوْرَةُ التَّكْوِيْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۃ التکویر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں انتیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝١ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝٢ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝٣ وَاِذَا

جب سورج بے نور ہو جائے ' اور جب ستارے گر پڑیں اور جب پہاڑ چلا دیئے جائیں ' اور

الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝٤ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝٥ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝٦

جب حمل والی اونٹنیاں بے کار کر دی جائیں ' اور جب وحشی جانور جمع کر دیئے جائیں اور جب سمندروں کو دہکا دیا جائے '

وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝٧ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝٨ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝٩ وَاِذَا

اور جب نفوس کے جوڑے بنا دیئے جائیں ' اور جب زندہ دفن کی ہوئی لڑکی کے بارے میں سوال کیا جائے کہ وہ کس گناہ کے سبب قتل کی گئی ' اور جب

الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝١٠ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝١١ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۝١٢

اعمال نامے کھول دیئے جائیں اور جب آسمان کھول دیا جائے اور جب دوزخ کو دہکا دیا جائے '

نظارۂ قیامت:

۱ :اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (جب آفتاب بے نور ہو جائے گا) اس کی روشنی جاتی رہے گی۔ یہ کورت العمامۃ سے لیا گیا کہ جب تم اس کو لپیٹ لو۔ یعنی اس کی روشنی کو بالکل لپیٹ دیا جائے گا۔ اطراف میں اس روشنی کا پھیلاؤ ختم ہو جائے گا۔

نحو :الشمس فعل مضمر کی وجہ سے مرفوع ہے جس کی تفسیر کورت کر رہا ہے کیونکہ اذا حرف شرط ہے یہ فعل کا طالب ہوتا ہے۔

۲ :وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ (اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے)

۳ :وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ (اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے) سطح زمین سے چلا کر دور کر دیئے جائیں گے یا فضا میں بادلوں کی طرح چلائے جائیں گے۔

دس ماہ کی گابھن اونٹنی:

۴ :وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ (اور جب دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں چھٹی پھریں گی) العشار جمع عشراء کی ہے یہ ایسی اونٹنی کو کہتے ہیں۔

جس کے حمل کو دس ماہ گزر جائیں پھر وضع حمل تک اس کا نام یہی رہتا ہے۔ عُطِّلَتْ (بیکار ہو جائیں) ان کے مالکوں نے ان کو اپنے نفسوں میں مشغولیت کی وجہ سے بیکار چھوڑ دیا۔ اس حالت میں اونٹنی اہل عرب کے ہاں بڑی حفاظت سے رکھی جاتی ہے۔ بقیہ چیزوں کی طرف ان کا دھیان کم وبیش ہوتا ہے۔

قراءت: عطلت تخفیف سے بزی نے پڑھا ہے۔

۵ :وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ (اور جب وحشی جانور سب جمع ہو جائیں گے) ہر جانب سے جمع ہو جائیں گے۔

قولِ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ:

ہر چیز یہاں تک کہ مکھیوں کو بھی قصاص کیلئے اٹھایا جائے گا۔ جب ان کے مابین فیصلہ ہو چکے گا تو ان کو مٹی کر دیا جائے گا۔ ان میں صرف وہ باقی رہ جائے گا۔ جس میں بنی آدم کے لئے خوش کن پہلو ہیں مثلاً مور وغیرہ۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ان کا حشر ان کی موت ہے عرب کہتے ہیں جب سال لوگوں اور ان کے اموال کیلئے پریشانی والا ہوتا ہے، تو کہتے ہیں: حشرتهم السنة۔ سال نے ان کو ہلاک کر دیا۔

۶ :وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ (جب دریا بھڑکائے جائیں گے)

قراءت: مکی وبصری نے سُجِرَت پڑھا اور سجر التنور سے لیا جبکہ اس کو لکڑیوں سے بھر دیں اب معنی یہ ہے جب دریاؤں کو بھر دیا جائے گا۔ اور پھوٹ کر ایک دوسرے سے مل جائیں گے اور ایک سمندر بن جائے گا۔ ایک قول یہ ہے اہل نار کو عذاب دینے کیلئے آگ سے بھر دیا جائیگا۔

۷ :وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ (اور جب ایک ایک قسم کے لوگ اکٹھے کیے جائیں گے) ہر نفس کو اس کے ہم جنس سے ملا دیا جائے گا۔ نیک کو نیک کے ساتھ جنت میں اور بروں کو بروں کے ساتھ آگ میں۔ نمبر۲۔ ارواح کو اجساد سے ملا دیا جائے گا۔ نمبر۳۔ نفوس کو ان کے اعمال ناموں اور اعمال سے ملا دیا جائے گا۔ نمبر۴۔ نفوس مؤمنین کو حور العین اور کفار کو شیاطین کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔

زندہ درگور کے سوال:

۸ :وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ (اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا) الموءدۃ جو زندہ دفن کی گئی۔ عرب بھوک کے خطرے اور غلام بنائے جانے کے خوف سے لڑکیوں کو زندہ درگور کرتے تھے۔ سُئِلَتْ سے نرمی ومہربانی کا سوال مراد ہے۔ تاکہ وہ اپنا بیان دے کہ اسے بغیر گناہ قتل کیا گیا نمبر۲۔ اس میں قاتل کو توبیخ کی گئی کہ روئے سخن اس سے پھیر کر مقتولہ کی طرف کر دیا جیسا کہ اس آیت میں ہے ء انت قلت للناس الأية [المائدہ:۱۱۶]۔ نمبر۳۔ تاکہ وہ قاتل پر داخل ہو سکے۔

۹ :بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ (کہ وہ کس گناہ کی بناء پر قتل کی گئی تھی)

قراءت:قُتِّلَتْ یزید نے تشدید سے پڑھا۔

ایک اہم بات:

اس میں دلیل ہے کہ اطفال مشرکین کو عذاب نہ ہوگا اور عذاب بلا ذنب نہیں ہوا کرتا۔

۱۰ :وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (اور جب نامہ اعمال کھول دیئے جائیں گے)

قراءت: نشرت کا معنی کھولنا۔نُشِرَتْ تخفیف کے ساتھ مدنی،شامی،عاصم اور سہل،یعقوب کی قراءت میں ہے۔نُشِرَتْ یہ ابو عمرو،ابن کثیر،حمزہ،کسائی وخلف کی قراءت ہے۔الصحف سے نامہ اعمال مراد ہیں۔انسان کا نامہ عمل موت کے وقت لپیٹ دیا جاتا ہے۔پھر جب اس کو اٹھایا جائے گا تا کہ حساب وکتاب لیا جائے تو اس وقت اس نامۂ عمل کو کھولا جائے گا۔نمبر۲۔اور نشر سے مراد نامہ اعمال والوں کو ان کے نامہ ہائے اعمال کا تقسیم کرنا مراد ہو۔

۱۱ :وَاِذَا السَّمَآءُ کُشِطَتْ (جب آسمان کھل جائے گا)

قول الزجاج:

آسمان کو اس طرح اکھاڑ دیا جائے گا جیسا چھت کو اکھاڑتے ہیں۔

۱۲ :وَاِذَا الْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ (اور جب دوزخ دہکائی جائے گی) سخت بھڑکائی جائے گی۔

قراءت:سُعِرَتْ ۔تخفیف والی قراءت ابن کثیر،ابوعمرو اور ابن عامر،عاصم کی ہے۔تشدید والی قراءت شامی،مدنی اور عاصم کی ہے حماد کی نہیں اور نہ ہی یحییٰ کی۔تشدید میں مبالغہ ہے۔

وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ﴿۱۳﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ﴿۱۴﴾ فَلَآ اُقْسِمُ

جنت کو قریب کر دیا جائے ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو اس نے حاضر کر دیئے۔ سو میں ان ستاروں کی قسم کھاتا ہوں

بِالْخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿۱۶﴾ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ﴿۱۷﴾ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾

جو پیچھے کو ہٹتے ہیں جو چلنے والے ہیں چھپنے والے ہیں، قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے، قسم ہے صبح کی جب وہ سانس لے

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۹﴾ ذِىْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِى الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ﴿۲۰﴾

بلاشبہ یہ قرآن کلام ہے رسول کریم کا معزز فرشتہ کا لایا ہوا جو عرش والے کے نزدیک قوت والا ہے مرتبہ والا ہے،

مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ﴿۲۱﴾ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴿۲۳﴾

اس کی اطاعت کی جاتی ہے وہ وہاں امانت دار ہے اور تمہارا ساتھی دیوانہ نہیں ہے، اور بات واقعی ہے کہ اس نے اس فرشتے کو واضح کنارہ پر دیکھا ہے

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ﴿۲۴﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۲۵﴾ فَاَيْنَ

اور وہ غیب کی باتوں پر بخل کرنے والا نہیں ہے، اور وہ شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے، سو تم لوگ کہاں

تَذْهَبُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۷﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴿۲۸﴾

جا رہے ہو، بس وہ جہان والوں کے لئے ایک بڑی نصیحت ہے ایسے شخص کے لئے جو تم میں سے سیدھے راستہ پر چلنا چاہے

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۹﴾ ع ۱

اور تم نہیں چاہتے ہو مگر یہ کہ اللہ چاہے جو رب العالمین ہے۔

۱۳ : وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ (اور جب جنت نزدیک کر دی جائے گی) متقین کے قریب کر دی جائے گی جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ [ق:۳۱] یہ بارہ خصلتیں ہیں جو چھ دنیا میں پیش آئیں گی اور باقی آخرت میں۔

قراءت: ما احضرت تک بالکل وقف نہیں ہے کیونکہ اذا الشمس کا عامل ناصب ہے۔ اور باقی اس پر معطوف ہیں اور ان کا جواب اگلی آیت ہے۔

۱۴ : عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ (ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو وہ لے کر آیا) نفس سے مراد کل نفس ہے۔

قراءت: اور سانس کے ہر آیت پر انقطاع کی صورت میں وقف کو ہر آیت پر جائز قرار دیا گیا ہے۔ ما احضرت: جو خیر و شر وہ لے کر آیا ہے۔

۱۵ : فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ (پس میں قسم اٹھاتا ہوں ان ستاروں کی جو پیچھے کو ہٹنے لگتے ہیں) لآ زائدہ ہے۔ الخنس مبدأ سیر کی

طرف لوٹنا۔تم اپنے سامنے ستارے کو برج کے آخر میں دیکھتے ہو اسی وقت وہ پھر مڑ کر ابتدائے برج میں لوٹ آتا ہے۔

۱۶ :اَلْجَوَارِ الْكُنَّسِ (چلتے رہتے ہیں جا چھپتے ہیں) الجوار چلتے رہنے والے۔الکنس غائب ہونے والے۔یہ کنس الوحش سے لیا گیا ہے جبکہ وہ اپنے کچھار میں داخل ہو۔

ایک قول یہ ہے وہ خمسہ متحیرہ ہیں۔بہرام،زحل،عطارد،الزہرہ،المشتری یہ سورج و چاند دونوں کے ساتھ چلتے ہیں۔اور واپس لوٹ کر سورج کی روشنی میں چھپ جاتے ہیں۔پس خنوس سے مراد انکار جوع ہے۔اور کنوس سے ان کا سورج کی روشنی کے نیچے چھپنا مراد ہے۔ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد تمام ستارے ہیں۔

۱۷ :وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ (اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے) عسعس نمبرا۔اپنے اندھیرے کے ساتھ متوجہ ہو۔نمبر۲۔جانے لگے۔یہ لفظ اضداد میں سے ہے۔

۱۸ :وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ (اور قسم ہے صبح کی جب وہ جانے لگے) اور اس کی روشنی پھیل جائے جب صبح کی آمد کیلئے روح اور نسیم کی آمد لازم ہے۔تو اسی لئے اس کو مجازاً سانس قرار دیا۔

صفاتِ جبرئیل علیہ السلام:

۱۹ :اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ (اور قرآن کلام ہے ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا) یہ جواب قسم ہے ہٗ سے قرآن مجید مراد ہے۔رسول کریم سے جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔قرآن مجید کی نسبت جبرئیل علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے کیونکہ وہ لانے کا ذریعہ ہیں۔ کریم وہ بارگاہ الٰہی میں عزت و آبرومند ہیں۔

۲۰ :ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ (جو قوت والا ہے۔مالک عرش کے نزدیک ذی مرتبہ ہے) ذی قوۃ جس بات کا اس کو ذمہ دار بنایا گیا اس پر اس کو پوری قدرت و طاقت حاصل ہے اس کام سے عاجز نہیں رہتا اور نہ کمزوری دکھاتا ہے۔

عندذی العرش اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مکین مرتبہ و مقام والا ہے۔مرتبہ کا حال مرتبہ بنانے والی ذات کے مطابق ہوتا ہے تو اسی لئے فرمایا:عند ذی العرش کہ اس کی بارگاہ میں) تاکہ اس کے اعلیٰ مرتبہ و مقام پر دلالت ہو۔

۲۱ :مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ (وہاں اس کا کہنا مانا جاتا ہے۔اور امانت دار ہے) مطاع ثم یعنی آسمانوں میں تمام فرشتے اس کی بات مانتے ہیں۔نمبر۲۔عرش والے کے ہاں اس کی بات مانی جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے اس کی بات مانتے ہیں۔اس کی رائے کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کے حکم سے نتیجہ نکالتے ہیں۔امین وہ وحی لانے پر امانتدار ہے۔

۲۲ :وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ (اور یہ تمہارے ساتھ کے رہنے والے مجنون نہیں ہیں) صاحبکم سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔بمجنون جیسا کہ آپ کے متعلق کفار کا نقطۂ نظر تھا۔

ثم :اس کا عطف جواب قسم پر ہے۔

۲۳ :وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ (اور انہوں نے اس فرشتہ کو آسمان کے صاف کنارہ پر دیکھا بھی ہے) راٰہ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

نے جبرئیل علیہ السلام کوان کی اصل صورت میں دیکھا ہے۔ الافق المبین سے آسمان کا مشرقی کنارہ مراد ہے۔

۲۴ :وَمَاهُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ (اور یہ پیغمبر مخفی باتوں پر بخل کرنے والے بھی نہیں) علی الغیب سے مراد وحی ہے۔ بضنین یہ الضن سے لیا گیا۔ اور وہ بخل کو کہتے ہیں وہ وحی میں بخل نہیں کرتے جیسا کہ کاہن لوگ مٹھائی کی غرض سے بخل کرتے ہیں۔ بلکہ آپ اسی طرح سکھا دیتے ہیں جیسا آپ کو سکھائی گئی اس میں سے کوئی چیز نہیں چھپاتے۔

قراءت: مکی، ابوعمرو اور علی نے بظنین ظاء سے پڑھا جس کا معنی مُتَّهَم ہے کہ جس پر وحی میں کمی کرنے کی تہمت لگی ہو۔ یا اس میں اضافہ کی یہ الظِنَّة سے ہے جس کا معنی تہمت ہے۔

۲۵ :وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ (اور یہ قرآن کسی شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے) ھو سے مراد قرآن مجید ہے۔ رجیم: مردود۔ جیسا کہ دوسرے مقام میں فرمایا۔ وما تنزلت بهِ الشياطين [الشعراء:۲۱۰] یعنی یہ ان کی بات نہیں جو چوری چھپے سننے کے لئے کان لگاتے ہیں۔ اور پھر وہ اپنے کاہن دوستوں کی طرف وہ بات القاء کرتے ہیں۔

۲۶ :فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ (تو تم لوگ کدھر کو چلے جا رہے ہو) اس میں کفار کیلئے استھلال ہے جیسا کہ اس شخص کو جو صحیح راستہ کو چھوڑ رہا ہو بطور افسوس کہتے ہیں یا راستے کے کناروں پر جا رہا ہو تو اس کو کہتے ہیں۔ تم کہاں جا رہے ہو؟ (کہ راستہ تو کھلا ہے اس کو کیوں چھوڑتے ہو) گویا ان کی حالت کو اس شخص کے ساتھ مثال دے کر ذکر کیا کہ یہ سامنے راستہ دیکھتے ہوئے حق سے ہٹ کر باطل کی طرف اسی طرح جا رہے ہیں۔ جیسا وہ شخص جو راستے کو جان بوجھ کر چھوڑ رہا ہو۔

قول الزجاج رحمہ اللہ:

اس کا معنی یہ ہے جو راستہ میں نے کھول کر بیان کر دیا اس سے زیادہ واضح کس راستہ پر چلو گے۔

قولِ جنید رحمہ اللہ:

تم ہم سے کنارہ کش ہو کر کہاں جا رہے ہو کونسی وہ چیز ہے جو ہمارے پاس نہیں۔

۲۷ :اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ (بس یہ تو دنیا جہان والوں کیلئے ایک بڑا نصیحت نامہ ہے) قرآن تو مخلوق کیلئے ایک نصیحت ہے۔

۲۸ :لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ (ایسے شخص کیلئے جو تم میں سے سیدھا چلنا چاہے)

بدل: یہ من العالمین سے بدل ہے۔

ان یستقیم قرآن اس کے لئے نصیحت ہے جو استقامت چاہے یعنی جو اسلام میں داخل ہو کر استقامت چاہتے ہیں ان کو اس نصیحت سے فائدہ ہوگا۔ گویا دوسروں کو نصیحت کی ہی نہیں گئی نصیحت میں اگرچہ مخاطب تو تمام کو کیا گیا ہے۔

۲۹ :وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (اور تم بغیر اللہ رب العالمین کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے ہو) وماتشاء ون اور تم استقامت نہیں چاہ سکتے۔ اِلَّا ان یشاء الله رب العالمین۔ مگر جب کہ اللہ تعالیٰ جو تمام مخلوق کا مالک ہے وہ چاہے۔

تمت سورة التكوير بعونه تعالى اللهم اعذنى من عذابك يا رب العالمين

سُوْرَۃُ الْاِنْفِطَارِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۃ الانفطار مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں انیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۙ﴿۱﴾ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۙ﴿۲﴾ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۙ﴿۳﴾ وَاِذَا

جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب ستارے جھڑ جائیں گے ۔ اور جب سمندر بہا دیئے جائیں گے اور جب

الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۙ﴿۴﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ؕ﴿۵﴾ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ

قبریں اکھاڑ دی جائیں گی تو ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو اس نے پہلے بھیجے اور بعد میں بھیجے۔ اے انسان تجھے کس چیز نے تیرے

بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۙ﴿۶﴾ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۙ﴿۷﴾ فِيْۤ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا

رب کریم کے ساتھ دھوکہ میں ڈالا جس نے تجھے پیدا فرمایا سو تیرے اعضاء درست بنائے پھر تجھے اعتدال پر رکھا جس صورت میں چاہا

شَآءَ رَكَّبَكَ ؕ﴿۸﴾ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۙ﴿۹﴾ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۙ﴿۱۰﴾

تجھے مرکب فرمادیا۔ ہرگز نہیں بلکہ بات یہ کہ تم جزاء کو جھٹلاتے ہو اور بلاشبہ تمہارے اوپر نگرانی کرنے والے ہیں

كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۙ﴿۱۱﴾

جو عزت والے ہیں لکھنے والے ہیں

احوالِ قیامت:

۱ :اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ (جب آسمان پھٹ جائے گا) انفطرت پھٹ جائے گا۔

۲ :وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ (اور جب ستارے جھڑ پڑیں گے) انتثرت گر پڑنا۔

۳ :وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ (اور جب سب دریا بہہ پڑیں گے) ایک دوسرے کی طرف کھل جائیں گے اور ایک پانی کا سمندر بن جائے گا۔

۴ :وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ (جب قبور اکھاڑ دی جائیں گی) کرید دی جائیں گی اور اس کے مردوں کو نکال باہر کیا جائے گا۔

۵ :عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ (ہر شخص اپنے اگلے اور پچھلے اعمال کو جان لے گا) یہ اذا کا جواب ہے یعنی ہر نیک و بد

جان لے گا جو اس نے اطاعت کی ہوگی۔ واخرت اور جو کام اس نے چھوڑے ہونگے اور عمل نہ کیا ہوگا۔ نمبر۲۔ ماقدمت سے صدقات اور ما اخرت سے میراث مراد ہے۔

٦ :یٰٓاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَاغَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ (اے انسان تجھ کو کس چیز نے تیرے ایسے رب کریم کے ساتھ بھول میں ڈال رکھا ہے۔) یا یھا الانسان نمبرا۔ اس سے خطاب منکرین بعث کو کیا گیا۔ ماغرك بربك الكريم یعنی کس چیز نے تجھے دھوکا دیا یہاں تک کہ تو نے اپنے فرائض کو بھی ضائع کر دیا۔ حالانکہ تیرا رب کرم والا ہے۔

منکرین کو خطاب:

۷ :الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ (جس نے تجھ کو بنایا پھر تیرے اعضاء کو درست کیا۔ پھر تجھے اعتدال پر بنایا) اس کا کرم تو دیکھ کہ اس نے تجھ پر بنانے کا احسان فرمایا اور تسویہ وتعدیل جیسے احسان عظیم فرمائے۔ آپ ﷺ سے مروی ہے کہ جب آپ نے اس آیت کو پڑھا فرمایا۔ غره جهله (رواہ ابوعبید فی فضائل القرآن حاشیہ کشاف) اس کی جہالت نے اسے دھوکا میں رکھا۔

قولِ عمر رضی اللہ عنہ:

غره حمقه یعنی اس کی حماقت نے اسے دھوکہ میں رکھا۔ نمبر۲۔

قول حسن رحمۃ اللہ علیہ:

غره شیطانه یعنی اس کے شیطان نے اسے دھوکہ میں ڈالا۔ نمبر۳۔ قول فضیلؒ۔ اگر مجھے خطاب کیا جاتا تو میں کہتا تیری ستاری کے لٹکتے ہوئے پردوں نے۔ نمبر۴۔

قول یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ:

اگر مجھے خطاب ہوتا تو کہتا۔ مجھے تیرے گزشتہ اور حالیہ احسانات نے دھوکہ میں ڈالا۔ فَسَوّٰىكَ۔ یعنی تجھے مناسب طور صحیح سالم اعضاء والا بنایا۔ فَعَدَلَكَ یعنی تجھے میانہ متناسب الاعضاء بنایا۔ ان میں تفاوت نہیں رکھا۔ ایسا نہیں بنایا کہ دونوں میں سے ایک ہاتھ بہت لمبا ہو اور نہ ہی ایک آنکھ کو بہت بڑی بنایا اور نہ ایسا کیا کہ بعض اعضاء کو سفید اور بعض کو سیاہ بنایا۔ نمبر۲۔ تمہیں معتدل الخلقت بنایا کہ تو سیدھا کھڑا ہو کر چلتا ہے۔ بہائم کی طرح جھک کر نہیں۔

قراءت: کوفی قراء نے تخفیف سے پڑھا ہے۔ معنی اس کا بھی یہی ہے کہ تیرے اعضاء کو معتدل بنایا یہاں تک کہ تو معتدل الخلقت ہے۔

۸ :فِیْ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ (جس صورت میں چاہا تجھ کو ترتیب دے دیا)

نحو: ما تاکید کیلئے زائد ہے۔ یعنی جس صورت میں اس کی مشیت نے چاہا تمہیں حسن، قبح، طول وقصر کی مختلف صورتوں میں جوڑ

يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ⑫ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ⑬ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ⑭ ج صلے

وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو' بلاشبہ نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے اور بلاشبہ بدکار دوزخ میں ہوں گے

يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ⑮ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ⑯ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ

وہ اس میں بدلہ کے دن داخل ہوں گے اور وہ اس سے غائب ہونے والے نہ ہوں گے اور اے مخاطب تجھے خبر ہے کہ بدلہ کا

الدِّيْنِ ⑰ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ⑱ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ

دن کیا ہے پھر تجھے کیا خبر ہے کہ بدلہ کا دن کیا ہے وہ ایسا دن ہو گا جس میں کوئی شخص کسی شخص کے لئے نفع کا

شَيْـًٔا ۭ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ⑲ ع

مالک نہ ہوگا اور اس دن ساری حکومت اللہ ہی کے لئے ہوگی۔

ع ۱ ۱ ۱۹

دیا۔ یہ جملہ ماقبل پر معطوف نہیں جیسا کہ ماقبل کا جملہ معطوف تھا۔ کیونکہ یہ عدلك کا بیان ہے اور جار مجرور کا تعلق رکبك سے ہے اس معنی میں کہ تمہیں بعض صورتوں میں رکھ کر اختیار دے دیا۔ یا محذوف سے متعلق ہے ای رکبك حاصلا فی بعض الصور۔ تمہیں جوڑا اس حالت میں کہ اس سے کئی شکلیں بن گئیں۔

۹ : كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ (ہرگز نہیں بلکہ تم جزاء وسزا کو جھٹلاتے ہو) کلا ردع کیلئے ہے اللہ تعالیٰ کے متعلق جس غفلت کا شکار ہے اس کے متعلق ردع کی گئی ہے۔ بل تکذبون بالدین ۔ الدین اصل میں جزاء ہے یا دین اسلام مطلب یہ ہے تم ثواب و عقاب کی تصدیق نہیں کرتے۔

۱۰ : وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ (اور تم پر یادر کھنے والے مقرر ہیں) الحافظین ملائکہ جو تمہارے اعمال واقوال کو یادر کھنے والے ہیں۔

۱۱ : كِرَامًا كَاتِبِيْنَ (معزز لکھنے والے مقرر ہیں) یعنی تم تو جزاء کو جھٹلا رہے ہو۔ اور کاتب تمہارے اعمال کو لکھ رہے ہیں تا کہ تم کو بدلہ دیا جائے۔

۱۲ : يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ (جو تمہارے سب افعال کو جانتے ہیں) تمہارے اعمال کی کوئی چیز ان سے ڈھکی چھپی نہیں۔ لکھنے والوں کی عظمت کو ذکر فرما کر جزاء کی عظمت ظاہر کی گئی کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم امور میں سے ہے۔ اس آیت میں متقین کو لطف وکرم کی طرف بلایا جا رہا ہے اور مجرمین کو انذار وتہویل کی جا رہی ہے۔

قولِ فضیل رحمہ اللہ:

جب فضیلؒ یہ آیت پڑھتے تو فرماتے غافلین پر اس سے زیادہ شدت والی کوئی آیت نہیں ہے۔

۱۳ :اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ (نیک لوگ بیشک آسائش میں ہونگے)ابرار سے مؤمنین مراد ہیں وہ جنت کی نعمتوں میں ہونگے۔

فجار کا انجام:

۱۴ :وَ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ (اور بدکارلوگ بیشک دوزخ میں ہونگے)الفجار سے کفار مراد ہیں وہ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

۱۵ :یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ (روز جزاء کواس میں داخل ہونگے)جزاء کے دن وہ جہنم میں داخل ہونگے۔

۱۶ : وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِیْنَ (اور وہ اس سے باہر نہ ہونگے) یعنی جہنم سے نکالے نہ جائیں گے جیسا ارشاد فرمایا: وماهم بمخرجين منها [المائدہ:۳۷]

۱۷ :وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ (آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ روز جزاء کیسا ہے) پھر قیامت کی عظمت شان کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا: وما ادرٰك مايوم الدين ۔

قیامت کا موقعہ:

۱۸ :ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَایَوْمُ الدِّیْنِ (پھر آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ روز جزاء کیا ہے) تاکید اور اس کی شدت وہولنا کی بیان کرنے کیلئے دوبارہ لائے۔اور اگلی آیت میں قیامت کی وضاحت فرمائی۔

۱۹ :یَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْئًا وَالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ (وہ ایسا دن ہے جس میں کسی شخص کا کسی شخص کے نفع کیلئے کچھ بس نہ چلے گا۔اور تمام تر حکومت اس روز اللہ ہی کی ہوگی)اس آیت سے قیامت کی وضاحت فرمائی کہ قیامت کو اپنے سے دفع کرنے کی اور نہ کسی دوسرے کو کسی طریق سے نفع پہنچانے کی کوئی طاقت ہوگی۔شفاعت کا اذن الٰہی سے وہ اختیار پائے گا۔قراءت: یوم مکی، بصری نے رفع سے پڑھا اور ھوؔ کو مقدر مانا۔ای ھویومٌ نمبر۲۔یوم الدین سے بدل بھی ہوسکتا ہے۔نصب کی صورت میں۔ نمبرا۔ذکر کا مفعول ہے۔نمبر۲۔یدانون مضمر ہے۔کیونکہ قیامت کا تذکرہ اس پر دلالت کررہا ہے۔والامر یومئذ للّٰه کا مطلب یہ ہے کہ اختیار اس دن صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہوگا وہی فیصلہ فرمائے گا نہ کوئی اور۔

تمت سورة الا نفطار بكرم الكريم والحمدلله اولاً وآخرًا ۔ ۱۱ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ

سُوْرَةُ الْمُطَفِّفِيْنَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتٌّ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً

سورۃ المطففین مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چھتیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ① الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ② وَاِذَا كَالُوْهُمْ

بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنیوالوں کے لئے جن کا طریقہ یہ ہے کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں' اور جب ان کو ناپ کر

اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ③ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ④ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ⑤

یا تول کر دیں تو گھٹا دیں' کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ ایک بڑے سخت دن میں زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے

يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ⑥ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ⑦

جس دن تمام آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ ہرگز نہیں' بدکار لوگوں کا اعمالنامہ سجین میں رہے گا

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ⑧ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ⑨

اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ سجین میں رکھا ہوا اعمال نامہ کیا چیز ہے؟ وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے

۱ : وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ (بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کیلئے)

نحو : ویل مبتدأ اور للمطففین اس کی خبر ہے۔ المطففین وہ لوگ جو کیل ووزن میں لوگوں کے حقوق تلف کرتے ہیں۔

۲ : اَلَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ (کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں) جب وہ لوگوں سے ناپ تول میں اپنے حقوق لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں۔

نکتہ : جبکہ ان لوگوں کا ماپ کم وصول کرنا لوگوں کیلئے نقصان کا باعث ہے اور وہ ٹھونس کر لوگوں سے وصول کرتے ہیں اسی لئے مِنْ کی بجائے عَلٰی لائے اور اس پر دلالت موجود ہے۔

ایک انداز :

عَلٰی یستوفون کے متعلق بھی ہوسکتا ہے اور فعل پر مفعول کو افادۂ اختصاص کیلئے مقدم کیا گیا ہے۔ یعنی وہ لوگوں سے خاص طور پر پورا پورا لیتے ہیں۔

قولِ فراء:

ایسے مواقع پر مِن اور علی ہر دو کا استعمال ہوتا ہے کیونکہ وہ اس کا حق ہے پس جب تم کہو اکتلت علیك تو گویا اس طرح کہا اخذت ماعلیك ۔ میں نے تیرے ذمہ جو کچھ تھا ناپ کر لے لیا۔ اور جب تم کہو اکتلت منك تو گویا اس طرح کہا استوفیت منك میں نے پورا تجھ سے وصول کرلیا۔

۳ :وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْوَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ (اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا دیں)

نحو :ضمیر منصوب الناس کی طرف راجع ہے تقدیر کلام یہ ہے كَالُوْا لَهُمْ اَوْوَّزَنُوْا لَهُمْ پس حرف جار کو حذف کر کے ضمیر فعل کے ساتھ ملا دی۔

نکتہ نمبر ا:

شروع میں اس طرح بھی نہیں کہا۔ او اتزنوا جیسا یہاں کہا گیا اَوْوَّزَنُوْهُمْ یہ بطور اکتفاء اکتالوا اور کالوا کے ساتھ ایک ہی مرتبہ لائے اور یہ کافی ہے نمبر۲۔ اور ایک احتمال اس کے علاوہ یہ ہے کہ تطفیف کرنے والے کیل اور وزن والی دونوں چیزوں کو کیل کر کے لیتے ۔ کیونکہ کیل کے ذریعہ ان کو اپنا مال پورا کرنے کی پوری قدرت تھی اور سرقہ کا پورا موقعہ ماپ کے برتن کو حرکت دے کر اور بھرنے میں حیلہ سازی کے ذریعہ میسر آجاتا۔ جب وہ دیتے تو کیل ووزن دونوں میں کمی کرنے پر پوری قدرت تھی اس لئے لینے کے ساتھ وزن کا ذکر نہیں فرمایا دینے کے ساتھ وزن کا بھی ذکر کر دیا گیا۔ يُخْسِرُوْنَ (وہ کمی کرتے ہیں) عرب کہتے ہیں خسر المیزان واخسرہٗ وزن کم ہو گیا یا وزن کم کر دیا۔

ہر ہر ذرہ کا حساب:

۴، ۵ :اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ○ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ (کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں کہ وہ ایک بڑے دن میں زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے)لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ سے مراد قیامت کا دن ہے۔ الا یہ حرف تنبیہ نہیں بلکہ ہمزہ استفہام لولا نافیہ پر داخل کیا گیا ہے یہ استفہام انکار و تعجب کیلئے ہے کہ ان کی حالت بہت عجیب ہے کہ تطفیف پر جرأت مند ہیں۔ گویا ان کے دل میں کچھ بھی خطرہ نہیں۔ اور وہ ذرا اندازہ نہیں لگاتے کہ ان کو اٹھایا جائے گا اور ہر ہر ذرہ کا ان سے حساب لیا جائے گا اور اگر وہ بعث بعد الموت پر یقین رکھتے تو کیل ووزن میں ہرگز کمی نہ کرتے۔

حکایت:

ایک اعرابی نے عبد الملک بن مروان کو کہا کیا تم نے سنا ہے جو اللہ تعالیٰ نے مطففین کے متعلق کہا ہے پس تمہارا اپنے متعلق کیا گمان ہے کہ تم مسلمانوں کے اموال بلا کیل ووزن لیتے ہو۔

۶ :یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (جس دن تمام آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونگے)

نحو :مبعوثون کی وجہ سے یوم یقوم منصوب ہے۔

لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ رب العالمین کے حکم اوراس کے حساب وبدلے کیلئے۔

قول ابن عمر رضی اللہ عنہما:

آپ نے جب یہ آیت تلاوت کی جب یہاں تک پہنچے تو زور زور سے رونے لگے اور بعد والا حصہ نہ پڑھ سکے۔

۷ : کَلَّآ اِنَّ کِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِیْ سِجِّیْنٍ (ہرگز نہیں بدکار لوگوں کا نامہ عمل سجین میں رہے گا) کَلَّآ یہ ردع اور تنبیہ کیلئے ہے اللہ تعالیٰ نے جس تطفیف وغفلت میں وہ مبتلا تھے اس پر ان کو دھمکایا اوران کو خبردار کیا کہ یہ ضروری ہے کہ آدمی اس سے توبہ کرے اور شرمندہ ہو پھر علی العموم فجار کو وعید سنائی فرمایا اِنَّ کِتٰبَ الْفُجَّارِ (بدکار لوگوں کا نامہ عمل) کتاب سے اعمال نامے مراد ہیں۔ لَفِیْ سِجِّیْنٍ (سجین میں ہے)

۹،۸ :وَمَآ اَدْرٰکَ مَاسِجِّیْنٌ ○ کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ (آپ کو کچھ معلوم ہے کہ سجین میں رکھا ہوا نامہ عمل کیا چیز ہے۔ وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے)

سوال : اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ فجار کا نامہ عمل سجین میں ہے اور یہاں سجین کی تفسیر کتاب مرقوم سے کی گئی ہے؟ گویا اس طرح کہہ دیا گیا کہ ان کا نامہ عمل مرقوم میں ہے پس آیت کا مطلب کیا ہوا؟

جواب : سجین وہ جامع کتاب ہے وہ برائیوں کا رجسٹر ہے جس میں شیاطین کے اعمال مدون کیے گئے ہیں اور کفار جنات اور انسانوں کے۔ وہ مہر شدہ کتاب ہے اس کی کتابت واضح غیر مخفی ہے نمبر۲۔ یا نشان زدہ کتاب ہے جو اس کو دیکھ پائے گا اور وہ یہ معلوم کرلے گا کہ اس میں کوئی خیر نہیں ہے مرقوم یہ رقم الثیاب (کپڑوں کی علامت) سے لیا گیا ہے۔ معنی آیت کا یہ ہوا۔ کہ فجار کے تمام اعمال اس دیوان میں مندرجہ ہیں۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ⑩ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ⑪ وَمَا يُكَذِّبُ

اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہو گی جو روز جزا کو جھٹلاتے ہیں اور اس کو وہی شخص جھٹلاتا ہے

بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ⑫ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ⑬

جو حد سے گزرنے والا ہے مجرم ہے' جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جائیں تو یوں کہہ دیتا ہو کہ یہ بے سند باتیں اگلوں سے منقول چلی آتی ہیں'

كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ⑭ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ

ہرگز ایسا نہیں' بلکہ ان کے دلوں پر انکے اعمال کا زنگ بیٹھ گیا ہے۔ ہرگز ایسا نہیں' یہ لوگ اس روز اپنے رب سے

لَّمَحْجُوْبُوْنَ ⑮ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ⑯ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ⑰

روک دیئے جائیں گے پھر یہ دوزخ میں داخل ہوں گے پھر کہا جاوے گا کہ یہی ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ⑱ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ⑲ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ⑳

ہرگز نہیں' نیک لوگوں کا اعمال نامہ علیین میں رہے گا اور آپ کو معلوم ہے کہ علیین میں رکھا ہوا اعمال نامہ کیا چیز ہے وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے

يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ㉑ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ㉒ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ㉓

جس کو مقرب فرشتے دیکھتے ہیں۔ بلاشبہ نیک لوگ بڑی آسائش میں ہوں گے' مسہریوں پر دیکھتے ہوں گے

تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ㉔ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ㉕

اے مخاطب تو ان کے چہروں میں نعمت کی تازگی پہچانے گا' ان کو پینے کے لئے شراب خالص سر بمہر ملے گی

خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ۭ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ㉖

جس پر مشک کی مہر لگی ہو گی اور حرص کرنیوالوں کو ایسی ہی چیز میں حرص کرنا چاہیے

۱۰ : وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی) یوم سے وہ دن جس روز لکھا ہوا مکذبین کے سامنے ظاہر کر دیا جائے گا۔

۱۱ : الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ (جو کہ روز جزاء کو جھٹلاتے ہیں) الدین سے جزاء وحساب کا دن مراد ہے۔

۱۲ : وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ (اور اس کو تو وہی شخص جھٹلاتا ہے جو حد سے گزرنے والا مجرم ہو) معتد جو حد سے بڑھنے والا ہو۔ اثیم گناہ کمانے والا۔

۱۳ : اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ (جب اس کے سامنے ہماری آیات پڑھی جائیں تو یوں کہہ دیتا کہ یہ اگلوں کی بے سند باتیں منقول چلی آتی ہیں) آیات سے قرآن مجید مراد ہے۔ اساطیر الاولین پہلے لوگوں کی باتیں۔ قول الزجاج رحمہ اللہ: اساطیر اس کا واحد اسطورۃ ہے جیسے احدوثة و احادیث بمعنی داستانیں۔

۱۴ : كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ (ہرگز ایسا نہیں بلکہ ان کے اعمال کا ان کے دلوں پر زنگ بیٹھ گیا ہے) کلا حد سے بڑھنے والے گناہ گار کو اس بات پر دھمکایا گیا۔ بل اس میں ان کے قول کی نفی ہے۔

قراءت: بل پر حفص چھوٹا وقف یعنی سکتہ کرتے ہیں۔

رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ان کے اعمال نے ان کے دلوں کو ڈھانپ لیا ہے یعنی وہ اعمال ان کے دلوں پر غالب آ گئے یہاں تک کہ ان کے دل اس میں ڈوب گئے ما کانوا یکسبون سے معاصی اور گناہ مراد ہیں۔

ران کے متعلق اقوال

رین کیا ہے؟

قول حسن رحمہ اللہ:

گناہ پر گناہ کرنے سے دل سیاہ ہو جاتا ہے۔

قول ضحاک رحمہ اللہ:

الرین دل کا مر جانا۔

ابوسلیمان رحمہ اللہ:

الرین و القسوۃ یہ دونوں غفلت کے اوقات ہیں۔ اور ان کا علاج ہمیشہ روزہ رکھنا ہے۔ پھر اگر اس کے باوجود بھی سختی دل پائے تو سالن ترک کر دے۔

۱۵ : كَلَّاۤ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ یَوْمَىٕذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ (ہرگز ایسا نہیں یہ لوگ اس روز اپنے رب سے روک دیے جائیں گے)

كَلَّا دل پر رین کے چڑھانے پر ردع کی گئی ہے۔ اِنَّهُمْ عَنْ (بیشک وہ رویت) رَّبِّهِمْ یَوْمَىٕذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ (رب تعالیٰ سے پردے میں کر دیے جائیں گے) الحجب منع کرنا۔

قول الزجاج رحمہ اللہ:

اس آیت میں دلیل ہے کہ ایمان والوں کو اس دن اپنے ربّ کا دیدار ہوگا ورنہ پردہ میں کر دیئے جانے کی تخصیص کا فائدہ

نہیں۔

حسین وفضل کا قول:

جیسا ان کو اپنی توحید سے دنیا میں پردے میں کر دیا قیامت میں اس کے دیدار سے ان کو روک دیا جائے گا۔

قولِ امام مالک رحمہ اللہ:

جب اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو روک دیا جائے گا وہ تو دیکھ نہ سکیں گے۔ تو حق تعالیٰ اپنے دوستوں کیلئے تجلی فرمائیں گے۔ جس سے وہ دیدار کر سکیں گے۔

ایک اور قول:

عن کے بعد کرامۃ محذوف ہے وہ اپنے رب کے اکرام سے روک دیے جائیں گے کیونکہ دنیا میں انہوں نے اس کا شکر نہیں کیا۔ پس آخرت میں اس کے اکرام سے بطور بدلہ مایوس کر دیئے جائیں گے۔ مگر قول اول صحیح ترین ہے کیونکہ رؤیت عظیم ترین اکرام ہے۔ پس اس سے روک دیا جانا دیگر انعامات سے روک دیے جانے کی علامت ہے۔

۱۶ : ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ (پھر وہ دوزخ میں داخل ہونگے) دیدار سے محرومی کے بعد آگ میں ڈال دیے جائیں گے۔

۱۷ : ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِىْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ (پھر کہا جائے گا یہی تو ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے) ھٰذَا سے عذاب مراد ہے یعنی یہ وہی عذاب ہے جس کو تم دنیا میں جھٹلاتے اور اس کے وقوع کا انکار کرتے تھے۔

۱۸ : كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِىْ عِلِّيِّيْنَ (ہرگز نہیں۔ نیک لوگوں کا نامہ عمل علیین میں رہے گا) كَلَّا یہ تکذیب سے ردع کی گئی ہے۔ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ سے ان کے مکتوب اعمال مراد ہیں۔ ابرار وہ فرمانبردار لوگ جو ماپ تول میں کمی نہیں کرتے اور بعث بعد الموت پر ان کو ایمان ہے کیونکہ ان کا یہاں فجار کے بالمقابل تذکرہ کیا گیا ہے اور فجار کے متعلق واضح طور پر فرمایا کہ وہ قیامت کے جھٹلانے والے ہیں۔

قول حسن رحمہ اللہ:

البر: وہ ہے جو چیونٹی کو بھی ایذاء نہ دے۔ لَفِىْ عِلِّيِّيْنَ یہ دیوان خیر کا علم ہے جس میں تمام ملائکہ اور صلحاء ثقلین کے اعمال درج ہیں اور لفظ جمع سے منقول ہو کر آیا ہے اس کا واحد عِلِّیّ ہے فِعِّیل کے وزن پر۔ یہ اصل میں العلو سے ہے یہ اس کا نام اس لئے رکھا گیا کیونکہ یہ جنت کے اعلیٰ درجات کا سبب ہے۔ یا اس لئے کہ ساتویں آسمان پر بلند ہے اور وہاں کے ساکنین کروبی فرشتے ہیں ان کے قرب کے سبب بطور تکریم یہ نام رکھ دیا ہے۔

۱۹ : وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ (اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ علیون میں رکھا ہوا نامہ عمل کیا چیز ہے) اے محمد ﷺ کونسی چیز آپ کو علیون

کے بارے میں معلوم کرادے کہ وہ کیا چیز ہے۔

۲۰ : كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ (وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے)

۲۱ : يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ (جس کو مقرب فرشتے دیکھتے ہیں) ملائکہ وہاں حاضر ہوتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے ابرار کا عمل جب آسمان پر اٹھایا جاتا ہے۔ تو ہر آسمان کے مقربین اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

۲۲ : اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ (نیک لوگ بڑی آسائش میں ہونگے) جنتوں میں نعمتیں پاتے ہونگے۔

ابرار کے انعامات:

۲۳ : عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ (مسہریوں پر دیکھتے ہونگے) مسہریوں میں بیٹھے اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام کو اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو عذاب میں مبتلا دیکھ رہے ہونگے۔

۲۴ : تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ (اے مخاطب تو ان کے چہروں پر آسائش کی بشاشت پہچانے گا) خوش عیشی کی رونق اور تروتازگی۔

۲۵ : يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ (ان کو پینے کیلئے شراب خالص سربمہر ملے گی) رحیق شراب خالص۔

۲۶ : خِتٰمُهٗ مِسْكٌ (جس میں مشک کی مہر ہوگی) وَفِیْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ (اور حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی حرص کرنی چاہیے) اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے اکرام کے لئے وہاں کی شراب کو کستوری کی مہر والا بنایا۔ جبکہ دنیا میں شراب پر مٹی کی مہر لگائی جاتی ہے۔ (مٹی سے نکلی ہوئی اشیاء جیسے پلاسٹک وغیرہ) نمبر۲۔ **ختامه مسك** اس کے اختتام پر مشک کی خوشبو ہوگی۔

قراءت: خاتَمهٗ علی نے پڑھا ہے۔

وَفِیْ ذٰلِكَ (اور اسی میں) خالص شراب اور شاندار نعمتیں فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ رغبت کرنے والوں کو رغبت کرنا چاہیے اور یہ نیک کاموں میں سبقت سے حاصل ہوتی ہے اور برائیوں سے باز رہنے سے ملتی ہے۔

وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ﴿۲۷﴾ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

اور اس کی آمیزش تسنیم سے ہو گی یعنی ایک ایسا چشمہ جس سے مقرب بندے پیتے ہوں گے۔ بلاشبہ جن لوگوں نے

اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ

جرم کئے ' وہ ایمان والوں پر ہنستے تھے اور جب ان کے پاس سے گزرتے تھے

يَتَغَامَزُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا

تو آپس میں اشارہ بازی کرتے تھے اور جب اپنے گھروں کو جاتے تھے تو دل لگی کرتے ہوئے لوٹتے تھے ' اور جب

رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴿۳۲﴾ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۳۳﴾

ان کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ بلاشبہ یہ لوگ یقیناً گمراہ ہیں۔ حالانکہ یہ ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجے گئے '

فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَلْ

سو آج ایمان والے کافروں پر ہنسیں گے۔ مسہریوں پر دیکھتے ہوں گے۔ واقعی

ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ ع ۱ ۸

بات یہ ہے کہ کافروں کو ان کے کرتوتوں کا بدلہ دیا جائے گا۔

۲۷ : وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ (اور اس کی آمیزش تسنیم سے ہوگی) خالص شراب میں تسنیم کی ملاوٹ ہوگی۔ تسنیم ایک معینہ چشمے کا نام ہے تسنیم یہ سنّمہٗ کا مصدر ہے جبکہ کسی چیز کو بلند کریں کیونکہ وہ جنت میں سب سے اعلیٰ شراب کا چشمہ ہے۔ اسی وجہ سے اس کا نام تسنیم رکھا۔ نمبر۲۔ کیونکہ وہ شراب اوپر سے انڈیلی جائے گی ان کے برتنوں میں ڈالی جائے گی۔

۲۸ : عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ (ایک ایسا چشمہ ہے جس سے مقرب بندے پئیں گے)

نحو : عیناً حال ہے یا مدح کی وجہ سے منصوب ہے۔ یشرب بھا ای یشرب منھا۔ وہ اس سے پئیں گے۔ المقربون۔

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ: مقرب اس کو خالص پئیں گے اور اصحاب یمین کو ملا کر دیا جائے گا۔

۲۹ : اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ (جو لوگ مجرم تھے وہ ایمان والوں سے ہنسا کرتے تھے) اجرموا سے جرم کفر کرنے والے۔ یضحکون دنیا میں ایمان والوں کا مذاق اڑاتے تھے۔

۳۰ : وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ (اور جب ان کے سامنے سے ہو کر گزرتے تھے تو آنکھوں سے اشارے کرتے تھے) ایمان والوں پر عیب جوئی اور طعنہ زنی کیلئے آنکھوں سے ایک دوسرے کو اشارے کرتے تھے۔

ایک قول یہ ہے۔ کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ آرہے تھے کہ منافقین نے ان پر طعنہ زنی کی اور استہزاء کیا اور آنکھوں سے ایک دوسرے کو اشارے کیے اور کہنے لگے کیا تم دیکھتے ہو اس گنجے کو؟ اس پر یہ آیت اتری اس سے قبل کہ علی رضی اللہ عنہ مجلس رسول اللہ ﷺ پر پہنچے۔

۳۱ :وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ (اور جب اپنے گھروں کو جاتے تھے) جب کفار اپنی منازل کی طرف لوٹتے۔ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ (تو دل لگیاں کرتے ہوئے لوٹتے تھے) مسلمانوں کے تذکرہ سے لذت حاصل کرتے اور ان سے تمسخر کرتے ہوئے۔

قراءت: حفص کے علاوہ قراء نے فاکھین پڑھا ہے جس کا معنی خوش خوش ہے۔

کفار کا خیال:

۳۲ :وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ (اور جب وہ ان کو دیکھتے تو کہتے یہ لوگ یقیناً غلطی میں ہیں) راوھم جب کافر مؤمنوں کو دیکھتے۔ لضالون یعنی محمد ﷺ نے ان کو دھوکہ دیا ہے اس لئے یہ گمراہ ہوئے اور لذات کو چھوڑ دیا۔ اس امید پر کہ ان کو آخرت میں بڑی نعمتیں میسر آئیں گے۔ انہوں نے اس خیال کی خاطر حقیقت کو چھوڑ دیا۔ اور یہ عین گمراہی ہے۔

۳۳ :وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ (حالانکہ یہ ان پر نگرانی کرنے والے کر کے نہیں بھیجے گئے) اُرسلوا کفار کو نہیں بھیجا گیا۔ علیھم ان ایمان والوں پر حافظین نگران جو ان کے اموال کی نگہبانی کریں اور ان کے اعمال کی ٹوہ میں رہیں بلکہ ان کو اپنے نفوس کی اصلاح کا حکم دیا گیا ان کو چاہیے یہ تھا کہ اپنی درستی میں مشغول ہوتے بجائے اس بات کے کہ دوسروں کا پیچھا کریں اور ان کو بیوقوف بنائیں۔

۳۴ :فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ (پس آج کے دن ایمان والے کفار پر ہنستے ہونگے) الیوم سے قیامت کا دن مراد ہے۔ یضحکون کفار جس طرح ایمان والوں سے دنیا میں ہنسا کرتے تھے۔ اسکے بدلے میں مؤمن ان سے ہنسیں گے۔

۳۵ :عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ (مسہریوں پر دیکھ رہے ہونگے) نحو: یہ یضحکون سے حال ہے ای یضحکون منھم ناظرین الیھم والی ماھم فیہ من الھوان والصغار بعد العزۃ والاستکبار وھم علی الارائك آمنون۔ وہ ان کو دیکھ کر ہنسیں گے اور ان کی ذلت و رسوائی کو دیکھ کر جبکہ دنیا میں متکبر و معزز تھے اس حال میں کہ وہ امن سے مسہریوں پر بیٹھے ہونگے۔ ایک قول یہ ہے کفار کیلئے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا پھر ان کو کہا جائے گا کہ جنت کی طرف آؤ۔ جب جنت کے دروازہ کے قریب ہونگے تو جنت کا دروازہ بند کر لیا جائے گا اس پر ایمان والے ان سے خوب ہنسیں گے۔

۳۶ :هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ (کافروں کو ان کے کیے کا خوب بدلہ ملا) ان کے ایمان والوں کے ساتھ استہزاء کرنے کا آج یہ بدلہ جس کا ذکر ہوا۔ (اللھم احفظنا منھا)

تمت سورۃ المطففین بحمد اللہ

سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۃ الانشقاق مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پچیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۙ﴿۱﴾ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۙ﴿۲﴾ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۙ﴿۳﴾

جب آسمان پھٹ جائے گا اور اپنے رب کا حکم سن لے گا اور وہ اسی لائق ہے' اور جب زمین کھینچ کر بڑھا دی جائے گی

وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۙ﴿۴﴾ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۙ﴿۵﴾ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ

اور وہ سب کچھ ڈال دے گی جو اس کے اندر ہے' اور خالی ہو جائے گی' اور وہ اپنے رب کا حکم سن لے گی اور وہ اسی لائق ہے' اے انسان تو

كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۚ﴿۶﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ﴿۷﴾ فَسَوْفَ

اپنے رب کے پاس پہنچنے تک کوشش کر رہا ہے پھر اس سے ملاقات ہو جائے گی' سو جس کے داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا گیا سو اس سے

يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۙ﴿۸﴾ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ؕ﴿۹﴾ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ

آسان حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے متعلقین کی طرف خوش ہو کر لوٹے گا اور جس کا اعمال نامہ اس کی

كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۙ﴿۱۰﴾ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ؕ﴿۱۲﴾

پشت سے دیا گیا سو یہ شخص ہلاکت کو پکارے گا اور دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہو گا'

۱ :اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ (جب آسمان پھٹ جائے گا اور اس میں پھٹ کر سوراخ ہو جائیں گے)

۲ :وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ (اور اپنے رب کا حکم سن لے گا وہ اسی لائق ہے) یعنی آسمان انشقاق کیلئے اپنے رب کا حکم سن کر اس کو قبول کرے گا اور مانے گا۔ انکار نہ کرے گا اور نہ تعمیل سے باز رہے گا۔

حُقَّتْ:

اس کا حق بنتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا حکم سنے اور اس کی اطاعت کرے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا بنایا اور تربیت دیا ہوا ہے۔

شاہد ومشہود:

۳ :وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ (اور جب زمین کھینچ کر بڑھادی جائے گی) پھیلا دی جائے گی اور اس کے پہاڑ اور ٹیلے برابر کر دیے جائیں گے۔

۴ :وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ (اور اپنے اندر کی چیزوں کو باہر اگل دیگی اور خالی ہو جائے گی) القت یعنی اپنے اندر کے تمام خزانے اور مردوں کو باہر پھینک دے گی۔ تخلت اور بالکل خالی ہو جائے گی یہاں تک کہ اس کے باطن میں کوئی چیز نہ رہے گی گویا کہ اس نے خالی ہونے میں بڑے تکلف سے کام لیا ہے عرب کہتے ہیں مکرم الکریم جب کہ وہ سخاوت میں اپنی پوری ہمت صرف کر دے اور اپنی طبیعت سے بڑھ کر تکلف کرے۔

۵ :وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ (اور اپنے رب کا حکم سن لے گی اور وہ اسی لائق ہے) اذنت اپنے اندر کی ہر چیز نکالنے اور خالی ہونے کا حکم۔ حقت اس کو حق بنتا ہے کہ وہ اطاعت کرے اور سرتابی نہ کرے۔ اذا کا جواب حذف کر دیا گیا تا کہ اندازہ کرنے والا اندازے کے ہر راستہ پر جائے۔ نمبر۲۔ ان اجوبہ پر اکتفاء کیا جو ایسے مواقع پر سورۂ تکویر وانفطار میں مذکورہ ہے۔ نمبر۳۔ اس کے جواب پر ملاقیہ دلالت کرتا ہے ای اذا السماء انشقت لاقی الانسان کدحه۔

۶ :يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ (اے انسان) اس میں جنس انسان کو خطاب کیا گیا ہے۔ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا (تو اپنے رب کے پاس پہنچنے تک کوشش کر رہا ہے) كَادِحٌ کوشش کرنے والا ہے۔ اِلٰى رَبِّكَ (اپنے رب کی ملاقات تک) كَدْحًا وہ موت ہے اور موت کے بعد والی حالت کو لقاء سے مثال دی۔ فَمُلٰقِيْهِ (پھر اس سے جا ملے گا) اس میں ضمیر کدح کی طرف راجع ہے اور کدح عمل کیلئے نفس کی تگ ودو اور مشقت اٹھانا یہاں تک کہ اثر نفس میں معلوم ہو اس سے مراد مشقت کا بدلہ ہے اگر اچھا ہوا تو اچھا بدلہ اور اگر برا ہوا تو برا بدلہ۔

ایک قول یہ ہے:

ملاقیه ای لقاء الکدح تو مشقت کو ملنے والا ہے۔ یعنی ایسی کتاب پانے والا ہے جس میں وہ کدح ومشقت پائی جاتی ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے فاما من اوتی کتابهٗ بیمینه یعنی نامۂ عمل۔

۷ :فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ (تو جس شخص کا نامۂ عمل اس کے دائیں ہاتھ میں ملے گا) کتاب سے یہاں نامۂ عمل مراد ہے۔

انتقام کا سبب ایمان باللہ:

۸ :فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا (اس سے آسان حساب لیا جائے گا) نرم وآسان اور وہ آسان یہ ہے کہ حسنات پر بدلہ دیا جائے اور سیئات سے درگزر کیا جائے۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔ من یحاسب یعذب۔ جس کا محاسبہ ہو گیا وہ عذاب میں پڑا آپ سے عرض کیا گیا پھر اس ارشاد الٰہی کا کیا مطلب ہے فسوف یحاسب حسابا یسیرا۔ تو فرمایا اس میں اعمال کے پیش

معانقة ۱۷

اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝۱۳ؕ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۝۱۴ۚۛ بَلٰٓى ۚۛ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ

بے شک وہ اپنے گھر والوں میں خوش تھا' بیشک اس نے یہ خیال کیا کہ وہ واپس نہ جائے گا' ہاں ضرور واپس ہونا ہے بیشک اس کا رب اسے دیکھنے والا ہے۔

بَصِيْرًا ۝۱۵ؕ فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝۱۶ۙ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۝۱۷ۙ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۝۱۸ۙ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا

سو میں قسم کھاتا ہوں شفق کی اور رات کی اور ان چیزوں کی جن کو رات نے سمیٹ لیا اور چاند کی جب وہ پورا ہو جائے تم ضرور ایک حالت کے بعد

السجدة ۱۳

عَنْ طَبَقٍ ۝۱۹ؕ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۲۰ۙ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۝۲۱ السجدة

دوسری حالت پر پہنچو گے سو ان لوگوں کو کیا ہوا جو ایمان نہیں لاتے اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو نہیں جھکتے

بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ۝۲۲ۖ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ۝۲۳ۖ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ

بلکہ کافر لوگ جھٹلاتے ہیں' اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ یہ جمع کر رہے ہیں سو آپ ان کو ایک درد ناک عذاب کی خبر

ع ۱ ۲۵ ۹

اَلِيْمٍ ۝۲۴ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۲۵ ع

دے دیجئے لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے ان کے لئے ایسا اجر ہے جو ختم ہونے والا نہیں ہے۔

ہونے کا ذکر ہے۔ اور میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جس سے حساب میں مناقشہ کیا گیا وہ عذاب میں مبتلا ہو گیا۔

[رواہ البخاری: ۱۰۳، مسلم: ۲۸۷۶]

۹ : وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا (وہ اپنے متعلقین کے پاس خوش باش آئے گا) اھلہ سے خاندان کے وہ لوگ مراد ہیں جو مؤمن ہونگے یا ایمان والوں کے پاس لوٹے گا۔ نمبر ۳۔ اہل سے مراد جنت میں حور العین جو اس کی زوجہ ہوگی مسرورًا: خوش۔

۱۰ : وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ (اور جس شخص کا نامہ عمل اس کی پیٹھ پیچھے سے ملے گا) ایک قول یہ ہے اس کا دایاں ہاتھ گردن سے باندھ دیا جائیگا اور بایاں ہاتھ پیٹھ پیچھے کر دیا جائے گا اور پھر اس کا نامہ عمل بائیں ہاتھ میں پیٹھ پیچھے سے دیا جائے گا۔

جنت بڑی کامیابی:

۱۱ : فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا (اور وہ موت کو پکارے گا) وہ کہے گا واثبوراہ ہائے میری ہلاکت ہائے میری ہلاکت۔

۱۲ : وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا (وہ جہنم میں داخل ہوگا) سعیر جہنم کا نام ہے۔

قراءت: عراقی قراء نے سوائے علی کے یَصْلٰی پڑھا ہے۔

۱۳ : اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا (یہ شخص اپنے متعلقین میں خوش خوش رہا کرتا تھا) کان سے مراد دنیا کی زندگی فی اھلہ ای مع اھلہ اس کے ساتھ۔ مسرورا یہ کفر پر خوش تھا اور ایمان والوں سے تمسخر کرتا تھا۔ ایک اور قول یہ ہے اپنے نفس کا پیروکار تھا اور

خواہش پرست تھا نفسانی چراگاہوں میں چرتا پھرتا تھا۔

۱۴ :اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ (اس نے خیال کر رکھا تھا کہ اس کو لوٹنا نہیں ہے) یہ اپنے رب کی بارگاہ کی طرف ہرگز نہ لوٹے گا۔ یہ بعث بعد الموت کی تکذیب کرتا تھا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

میں نے اسکی تفسیر اس وقت جانی جب میں نے ایک دیہاتی عورت کو کہتے سنا جو اپنی بیٹی کو کہہ رہی تھی۔ حُویریٰ تو لوٹ جا۔

۱۵ :بَلٰٓی اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیْرًا (کیوں نہ ہوتا اس کا رب اس کو خوب دیکھتا تھا) بلٰی لن یحور کی نفی کے بعد ایجاب کیلئے آیا ہے ای بلی لیحورنّ کیوں نہیں ضرور بضرور وہ لوٹے گا۔ ان ربه کان به اس کا رب اس کے اعمال کو بصیرًا دیکھنے والا ہے۔ اس پر کوئی چیز مخفی نہیں پس ضروری ہے کہ اس کو لوٹا کر اس پر بدلہ دے۔

۱۶ :فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ (پس میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ شفق کی) اس میں سرخی کے بعد سفیدی کی قسم اٹھائی۔ نمبر۲۔ سرخی کی قسم اٹھائی

۱۷ :وَالَّیْلِ وَمَا وَسَقَ (اور رات کی اور ان چیزوں کی جن کو رات سمیٹ لیتی ہے) وسق جمع کرنے اور ملانے کے معنی میں ہے اور اس سے مراد ستارے اور ظلمت ہیں نمبر۲۔ جو رات میں تہجد وغیرہ کام کیے جاتے ہیں۔

۱۸ :وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ (اور چاند کی جب وہ پورا ہو جائے) جب کہ وہ جمع ہو اور کامل چاند بن جائے۔ اتسق یہ باب افتعال وسق سے ہے۔

۱۹ :لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ (تم لوگوں کو ضرور ایک حالت کے بعد دوسری حالت میں پہنچنا ہے) اے انسانوں، جب ضمیر جنس انسان کی طرف لوٹائیں۔ ایک حالت سے دوسری حالت میں پہنچنا ہے ہر حالت دوسری کے ساتھ شدت و ہول میں مطابقت رکھنے والی ہے الطبق جو دوسرے کے مطابق ہو عرب کہتے ہیں ما هذا بطبق لذا۔ ای لا یطابقه یہ اس کے مطابق نہیں اسی وجہ سے ڈھکنے کو الطبق کہتے ہیں۔ اور یہ بھی درست ہے کہ الطبق یہ طبقۃ کی جمع ہو اور اس کا معنی مرتبہ ہو جیسے کہتے ہیں هو علی طبقاتٍ وہ کئی مرتبوں پر ہے اب معنی ہوگا تم حالات کے بعد دوسرے حالات میں پہنچو گے وہ حالات سختی میں ایک دوسرے سے کم زیادہ مرتبہ رکھتے ہونگے۔ اور مقصود اس سے موت اور اس کے بعد قیامت کے احوال و مواطن ہیں۔

نحو :عن طبق یہ محلا منصوب ہے۔ اس وجہ سے کہ طبقًا کی صفت ہے۔ ای طبقا مجاوزًا عن طبق ۔ایک حالت جو دوسری حالت سے بڑھنے والی ہے۔ نمبر۲۔ ترکبن کی ضمیر سے حال ہے۔ ای لترکبن طبقا مجاوزین لطبق تم نے ایک حالت سے دوسری میں پہنچنا ہے اس حالت میں کہ تم پہلی حالت کو عبور کرنے والے ہو گے۔

قولِ مکحول:

ہر بیس سال میں ایک ایسا نیا معاملہ پاؤ گے جس پر تم پہلے نہ تھے۔

قراءت : طبقا مکی، علی، حمزہ نے پڑھا۔ خطاب خاص آنحضرت ﷺ کو فرمایا کہ تم ضرور چڑھو گے آسمان کے ایک طبق سے دوسرے طبق پر یعنی معراج میں۔

۲۰ : فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (پس ان لوگوں کو کیا ہو گیا کہ ایمان نہیں لاتے)

۲۱ : وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ (اور جب ان کے روبرو قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدہ نہیں کرتے) لا یسجدون وہ عاجزی نہیں کرتے۔

۲۲ : بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ (بلکہ یہ کافر تکذیب کرتے ہیں) تکذیب سے بعث و قرآن کی تکذیب مراد ہے۔

۲۳ : وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے جو کچھ یہ لوگ جمع کرتے ہیں) یوعون جمع کرنے کے معنی میں ہے یعنی جو کفریات اور تکذیب اپنے سینوں میں نبی اکرم ﷺ کے متعلق جمع کرنے والے ہیں۔ نمبر ۲۔ جو برے اعمال وہ اپنے صحائف اعمال میں اکٹھے کرتے ہیں اور اپنے نفوس کے لئے کئی اقسام کے عذاب جمع کرنے والے ہیں۔

۲۴ : فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (پس آپ ان کو ایک دردناک عذاب کی خبر دیجئے) یعنی ان کو ایسی خبر سنا دو جس کا اثر ان کے ظاہری چہرہ پر نمایاں ہو۔

۲۵ : اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ (لیکن جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کیے ان کے لئے ایسا اجر ہے جو منقطع نہ ہونے والا ہے) الا الذین یہ مستثنیٰ منقطع ہے۔ غیر ممنون نہ منقطع ہونے والا یا کم نہ کیا جائے گا۔

تمت سورة الانشقاق بحمد الله تعالیٰ

سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِثْنَتَا وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۃ البروج مکہ میں نازل ہوئی اس میں بائیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۙ﴿۱﴾ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۙ﴿۲﴾ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ؕ﴿۳﴾ قُتِلَ اَصْحٰبُ

قسم ہے برجوں والے آسمان کی اور قسم ہے وعدہ کئے ہوئے دن کی اور قسم ہے حاضر ہونے والے دن کی اور قسم ہے اس دن کی جس میں لوگوں کی حاضری ہوتی ہے کہ خندق

الْاُخْدُوْدِ ۙ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۙ﴿۵﴾ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۙ﴿۶﴾ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ

والے یعنی بہت سے ایندھن کی آگ والے ملعون ہوئے جس وقت وہ لوگ اس آگ کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ

بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ؕ﴿۷﴾

کررہے تھے اس کو دیکھ رہے تھے

۱ :وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ (قسم ہے برجوں والے آسمان کی) وہ برج بارہ ہیں۔

ایک قول:

یہ ہے اس سے ستارے مراد ہیں۔ نمبر۲۔ بڑے ستارے مراد ہیں۔

۲ :وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ (اور وعدہ کیے ہوئے دن کی) وعدہ کے دن سے قیامت کا دن مراد ہے۔

شاہد و مشہود:

۳ :وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ (اور حاضر ہونے والے کی اور جس میں حاضری ہوئی ہے) اور اس دن میں حاضر ہونے والے کی قسم اور مشہود جس میں حاضری ہوئی ہے شاہد سے وہ تمام مخلوق مراد ہے جو اس میں حاضر ہوگی اور مشہود فیہ سے اس دن کے عجائبات مراد ہیں جو پیش آئیں گے۔ ان دونوں کو نکرہ یا تو اسی طریق سے لائے جیسا علمت نفس ما احضرت میں گویا اس طرح کہا گیا و ما افرطت کثرته من شاهد و مشهود۔ نمبر۲۔ یا پھر وصف میں ابہام کے لئے نکرہ لائے گویا اس طرح کہا گیا اور قسم ہے شاہد و مشہود کی جن کی حقیقت بیان میں نہیں آسکتی۔ مفسرین کے اقوال اس سلسلہ میں کثرت سے وارد ہیں۔ نمبر۱۔ حضرت محمد ﷺ اور قیامت کا دن نمبر۲۔ عیسیٰ علیہ السلام نمبر۳۔ امت محمد ﷺ اور تمام امتیں۔ نمبر۴۔ حجر اسود اور حج۔ نمبر۵۔ دن اور راتیں اور اولاد آدم

اس حدیث کی بناء جس کو دیلمی نے ۶۱۶۰ میں روایت کیا۔ ہر روز یہ آواز دی جاتی ہے میں نیا دن ہوں۔ اور جو مجھ میں کیا جائے گا وہ گواہ ہے۔ پس تم مجھے غنیمت جانو! نمبر ۶۔ حفاظتی فرشتے اور اولاد آدم علیہ السلام نمبر ۷۔ اللہ تعالیٰ اور مخلوق۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **کفی باللہ شھیدا** [الفتح: ۲۸] نمبر ۸ انبیاء علیہم السلام اور محمد علیہ السلام۔ قسم کا جواب محذوف ہے جس پر **قتل اصحب الاخدود** دلالت کرتا ہے۔ **ای لعن** گویا اس طرح کہا گیا مجھے ان چیزوں کی قسم ہے کہ وہ ملعون ہیں یعنی کفارِ قریش جیسا اصحاب اخدود ملعون ہوئے۔

واقعۂ راہب وغلام:

۴ : **قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ** (خندق والے ملعون ہوئے) الاخدود جمع خدٌ کی ہے زمین میں بڑے گڑھے کو کہتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ ایک بادشاہ کے ہاں ایک جادوگر تھا۔ جب وہ بوڑھا ہوا تو ایک لڑکا اس کے ساتھ ملا دیا۔ تا کہ وہ اپنا جادو اس کو سکھلا دے۔ اس لڑکے کی راہ گزر پر ایک راہب کا جھونپڑا تھا۔ اس نے راہب کی باتیں سن پائیں۔ ایک دن اس نے اپنے راستہ میں ایک جانور پایا جس نے لوگوں کا راستہ بند کر دیا تھا لڑکے نے ایک پتھر لیا اور کہا **اللھم ان کان الراھب احب الیك من الساحر فاقتلھا**۔ چنانچہ وہ جانور اس پتھر سے ہلاک ہوگیا۔ اس کے بعد وہ غلام مادر زاد اندھوں کی آنکھیں اور کوڑھیوں کو درست کرنے لگا۔ بادشاہ کا ہم مجلس اندھا ہو چکا تھا۔ اس کو بھی شفاء مل گئی۔ بادشاہ نے اس کو صحیح سالم پایا تو پوچھا۔ تیری آنکھوں کی بصارت کس نے واپس کی تو اس نے کہا میرے رب نے بادشاہ ناراض ہوا اور اس کو سزا دی۔ دوران سزا اس نے لڑکے کے متعلق بتلا دیا۔ لڑکے کو سزا دی تو اس نے راہب کی اطلاع دی۔ راہب کو دین سے لوٹ جانے کا کہا گیا مگر وہ نہ لوٹا۔ بادشاہ نے اس کو آرے سے دو ٹکڑے کر دیا۔ لڑکے نے مذہب چھوڑنے سے انکار کیا۔ تو اس کو پہاڑ پر لے جایا گیا تا کہ چوٹی سے نیچے پھینک دیا جائے۔ لڑکے نے دعا کی۔ زلزلہ آیا وہ تمام تباہ اور یہ بچ کر آ گیا۔ پھر وہ ایک بڑی کشتی میں بٹھا کر سمندر میں غرق کرنے گئے۔ اس نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔ کشتی الٹ گئی جس سے وہ تمام ڈوب مرے اور لڑکا بچ کر آ گیا۔ اس نے بادشاہ کو کہہ دیا۔ تو مجھے قتل نہیں کر سکتا یہاں تک کہ تو ایک میدان میں لوگوں کو جمع کر اور مجھے ایک اونچے کھجور کے تنے پر سولی دو۔ اور میرے تھیلے میں سے ایک تیر لے کر اس طرح کہو۔ **بسم اللہ رب الغلام**۔ پھر تیر چلا دو۔ بادشاہ نے اسی طرح کر دیا۔ اس کو تیر مار دیا وہ اس کی کنپٹی میں لگا۔ لڑکے نے کنپٹی پر اپنا ہاتھ رکھا اور مر گیا۔ لوگوں نے کہا ہم لڑکے کے رب پر ایمان لائے بادشاہ کو کہا گیا جس بات کا تجھے خطرہ تھا وہ واقع ہوگئی۔ بادشاہ نے بہت سی خندقیں کھدوائیں۔ اور ان کو آگ سے پر کیا اور اعلان کیا جو اقرار رب العالمین سے انکار نہ کرے اس کو آگ میں جھونک دو۔ یہاں تک کہ ایک عورت بچے سمیت آئی۔ وہ آگ میں گرنے سے ہچکچائی بچہ بول اٹھا۔ **یا اماہ! اصبری انك علی الحق** چنانچہ بچے کو ماں سمیت آگ میں ڈال دیا گیا۔ [مسلم: ۳۰۰۵، احمد: ۱/۵/۱۳]۔

۵ : **النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ** (بہت سے ایندھن کی آگ والے)

نحو : یہ الاخدود سے بدل الاشتمال ہے۔

ذات الوقود یہ النار کی صفت ہے کیونکہ وہ بہت بڑی آگ تھی۔ زیادہ لکڑیاں ڈالنے اور لوگوں کے ابدان سے بہت بلند لپٹ مارنے والی تھی۔

۶ :اِذْهُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ (جس وقت وہ لوگ آگ کے آس پاس بیٹھے تھے) اذ یہ قتل کا ظرف ہے وہ ملعون ہوئے جب انہوں نے آگ سے ایمان والوں کو جلا دیا۔ اس حال میں کہ وہ آگ کے کنارے پر بیٹھے تھے۔ هم عليها وہ کفار خندقوں کے کناروں کے قریب کرسیاں ڈالے بیٹھے تھے۔

۷ :وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ (اور وہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے اس کو دیکھ رہے تھے) هم سے کفار مراد ہیں۔ ما يفعلون سے جلانے والا فعل۔ شہود وہ ایک دوسرے پر بادشاہ کے ہاں گواہی دے رہے تھے کہ جو اس کو حکم ملا ہے۔ اس نے اس کے نفاذ میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ اور جن کو سزا دینا اس کے ذمہ کیا گیا تھا اس نے اس میں کمی نہیں کی۔

نصیحت:

اس میں ایمان والوں کو صبر کی تلقین اور اہل مکہ کی طرف سے آنے والی تکالیف برداشت کرنے کیلئے آمادہ کیا جا رہا ہے۔

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ﴿۸﴾ الَّذِيْ لَهٗ

اور ان کافروں نے ان مسلمانوں میں اور کوئی عیب نہیں پایا تھا بجز اس کے کہ وہ اللہ پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست ہے اور سزاوار حمد ہے ایسا کہ اسی کی

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ؕ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا

سلطنت ہے آسمانوں کی اور زمین کی اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ بلاشبہ جن لوگوں نے

الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ

مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو تکلیف پہنچائی پھر توبہ نہ کی تو ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے

عَذَابُ الْحَرِيْقِ ؕ﴿۱۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ

جلنے کا عذاب ہے بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ؕ﴿۱۱﴾ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ؕ﴿۱۲﴾

نہریں جاری ہوں گی یہ بڑی کامیابی ہے۔ بلاشبہ آپ کے رب کی پکڑ سخت ہے

اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ۚ﴿۱۳﴾ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۙ﴿۱۴﴾ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۙ﴿۱۵﴾

بلاشبہ وہ پہلی بار پیدا فرماتا ہے اور دوبارہ پیدا فرمائے گا اور وہ بڑا بخشنے والا ہے بڑی محبت والا ہے عرش کا مالک ہے۔ عظمت والا ہے

فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ؕ﴿۱۶﴾ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۙ﴿۱۷﴾ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ؕ﴿۱۸﴾

وہ جو چاہے سب کچھ کر گزرتا ہے۔ کیا آپ کے پاس لشکروں کی بات پہنچی ہے یعنی فرعون اور ثمود کی

بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ۙ﴿۱۹﴾ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ۚ﴿۲۰﴾ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۙ﴿۲۱﴾

بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ تکذیب میں ہیں اور اللہ ان کو اِدھر اُدھر سے گھیرے ہوئے ہے بلکہ وہ قرآن مجید ہے

فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾

جو لوحِ محفوظ میں ہے۔

انتقام کا سبب ایمان باللہ:

۸ : وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ (اور ان کافروں نے ان مسلمانوں میں اور کوئی عیب نہ پایا تھا۔

سوائے اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تھے)ان کی ناپسندیدہ بات اور بڑا عیب مسلمانوں کے متعلق ایمان باللہ تھا۔جیسا کہ شاعر کے اس قول میں ہے۔

لا عیب فیھم غیران سیوفھم

وما نقموا من بنی امیه اِلَّا انھم یحلمون ان غضبوا

ان کی ناراضگی بنوامیہ سے صرف اسی بناء پر ہے کہ وہ غصہ کے وقت حلم سے کام لیتے ہیں۔

قراءت :نقِموا کسرہ کے ساتھ پڑھا گیا۔زیادہ فصیح فتحہ ہے۔**باللہ العزیز الحمید** ۔ان صفات باری تعالیٰ کا ذکر کیا گیا۔ جن کی وجہ سے وہ ایمان لانے کا حقدار ہے اور وہ اس کا عزیز،یعنی غالب اور قادر ہونا ہے کہ جس کی سزا کا خطرہ ہو۔اور الحمید حمد والا انعام والا ہونا ہے کہ جس کی نعمتوں پر حمد ضروری اور اس کے ثواب کی امید لازم ہے۔

۹ : اَلَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ (ایسی ذات ہے کہ اسی کی سلطنت ہے آسمانوں او زمین کی۔اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے) آسمانوں وزمین کے ہر رہنے والے پر یہ حق بنتا ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور بار بار اسی کے سامنے جھکیں کیونکہ جس بات پر وہ ناراض ہوتے ہیں وہ ایسا حق ہے جس پر باطل پرست ہی ناراض ہوسکتا ہے۔جو لوگ حق پر ناراض ہونے والے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑے عذاب کے ذریعہ انتقام کے حقدار ہیں۔وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ یہ کفار کو وعید سنائی گئی یعنی اس کو ان کا فعل معلوم ہے وہ ان کو اس پر بدلہ دے گا۔

۱۰:اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (جنہوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو تکلیف دی)الذین فتنوآ سے صرف اصحاب اخدود مراد ہوسکتے ہیں۔اور الذین اٰمنوا سے وہ لوگ جن کو آگ میں ڈالا گیا۔فتنوآ کا معنی آگ میں جلانا اور آگ کے ذریعہ سزا دینا مراد ہے۔ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا (پھر توبہ نہیں کی)وہ اپنے کفر سے نہیں لوٹے۔فَلَهُمْ (ان کے لئے) آخرت میں عَذَابُ جَهَنَّمَ (جہنم کا عذاب)ان کے کفر کے باعث ملے گا وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ (اور ان کے لئے جلنے کا عذاب ہے)دنیا میں اس لئے کہ مروی ہے کہ وہ آگ ان پر پلٹ پڑی اور ان سب کو خاکستر کر دیا۔نمبر۲۔اور یہ بھی درست ہے کہ الذین فتنوا المؤمنین یعنی ان کو علی العموم ایذاء کے ذریعہ آزمانے والے۔اور المؤمنین سے مفتونین ومظلومین اور فتنہ میں ڈالنے والے آخرت میں دو عذابوں کے مستحق ہونگے۔نمبر۱۔کفر کا عذاب۔نمبر۲۔ایمان کو فتنہ میں ڈالنے کا عذاب۔

جنت بڑی کامیابی:

۱۱ :اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِیْرُ (بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے۔ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی۔یہ بڑی کامیابی ہے)اس سے وہ ایمان والے مراد ہیں جنہوں نے اصحاب اخدود کی تکالیف وایذاء رسانی پر صبر کیا۔نمبر۲۔عام مراد ہے ہر زمانہ کے مسلمان مراد ہیں۔

۱۲ :اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ (آپ کے رب کی داروگیر بڑی سخت ہے)البطش سختی سے پکڑنا۔جب شدت کو اس کا وصف

بنائیں تو اس کے معنی میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالموں اور جابروں کو عذاب وانتقام سے پکڑتا ہے۔

۱۳ :اِنَّهٗ هُوَ یُبْدِئُ وَ یُعِیْدُ (وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے اور دوبارہ اعادہ کرے گا) ابتداءً سب کو پیدا کرتا ہے پھر مٹی بنانے کے بعد دوبارہ اٹھا کھڑا کرے گا۔ اس آیت میں یہ بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو شدت بطش کے ساتھ ساتھ ابداء واعادہ پر کامل قدرت حاصل ہے۔ نمبر۲۔ کفار کو اس میں ڈرایا گیا ہے کہ وہ ان کا اسی طرح اعادہ کرے گا جیسا ان کو ابتداءً پیدا فرمایا۔ تاکہ ان کو پکڑے اسلئے کہ انہوں نے ایجاد کی نعمت کی ناشکری کی اور اعادہ کی تکذیب کی۔

۱۴ :وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ (وہ بڑا بخشنے والا بڑی محبت کرنے والا ہے) تمام عیوب کو ستاریت کے پردہ سے چھپانے والا اور الودود یعنی اپنے اولیاء سے محبت کرنے والا ہے۔

ایک قول:

یہ ہے وہ اپنے اولیاء اور نیک بندوں سے وہ سلوک کرنے والا ہے جیسا محبت کرنے والا اپنے متعلقین کو جو چاہے عطاء کرتا ہے۔

۱۵ :ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ (عرش کا مالک عظمت والا ہے)

قراءت: حمزہ اور علی نے اس کو عرش کی صفت قرار دے کر مکسور پڑھا ہے۔ مجد اللہ کا مطلب اس کی عظمت ہے اور مجد العرش سے اس کی بلندی اور بڑائی مراد ہے۔

۱۶ :فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ (وہ جو چاہے سب کچھ کر گزرتا ہے)

نحو: یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ یرید سے مراد جو بنانا چاہے وہ ہو جاتا ہے۔ اس میں افعال عباد کے پیدا کرنے پر بھی دلالت موجود ہے۔

۱۷ :هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ الْجُنُوْدِ (کیا آپ کو ان لشکروں کا قصہ پہنچا ہے) حدیث سے یہاں ان تمام اقوام طاغیہ کی خبریں مراد ہیں جو گزشتہ زمانوں میں ہوئیں۔

۱۸ :فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ (یعنی فرعون اور ثمود کا) الجنود سے بدل ہے۔ فرعون سے فرعون اور اس کے حامی تمامی مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے تمہیں ان کے بارے میں معلوم ہے کہ انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی اور تکذیب کی وجہ سے ان پر کیا اترا اور انجام کیا ہوا۔

۱۹ : بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ تَكْذِیْبٍ (بلکہ کافر تکذیب میں ہیں) الذین کفروا سے کفارِ قریش مراد ہیں۔ یعنی یہ کفار فی تکذیب تکذیب میں مبتلا ہو کر عذاب کو اپنے لئے لازم کر رہے ہیں۔ اور ان سابقہ اقوام سے کچھ عبرت نہیں لیتے۔ اس بناء پر نہیں کہ ان اقوام کے حالات پورے طور پر ان کے سامنے نہیں بلکہ وہ عناد وضد کی وجہ سے آپ کی تکذیب پر تلے ہوئے ہیں۔

۲۰ :وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِیْطٌ (اللہ تعالیٰ ان کو ادھر ادھر سے گھیرے ہوئے ہے) ان کے حالات سے باخبر ہے۔ اور ان پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے احاطه من وراء هم یہ ایک تمثیل ہے جس سے یہ سمجھانا مقصود ہے

کہ وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کبھی باہر نہیں ہوئے جیسا کہ وہ شخص جو کسی چیز پر قابو رکھتا ہو وہ چیز اس کے قابو میں ہوتی ہے۔(باقی اللہ تعالیٰ کی گرفت وعلم ذاتی ہے، جو بلا کیف ہے)

۲۱ :بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ (بلکہ وہ ایک باعظمت قرآن ہے) ھو سے قرآن مجید کی طرف اشارہ ہے کہ جس کو انہوں نے جھٹلایا وہ قرآن مَّجِيْدٌ شرف والا ہے۔کتابوں میں اعلیٰ طبقہ والا ہے اپنے نظم میں بے مثل اور اعجاز میں بے مثال ہے۔اس طرح نہیں جس طرح کفار کا خیال ہے کہ اس کو گھڑ لیا گیا ہے اور یہ پہلے لوگوں کے خیالاتی قصے ہیں۔

عظمتِ قرآن:

۲۲ :فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ (جو لوح محفوظ میں ہے) جو لوح شیاطین کی پہنچ سے محفوظ ہے۔

قراءت: نافع نے اس کو قرآن کی صفت قرار دیا۔اور مضموم پڑھا ہے یعنی یہ قرآن تغیر وتبدل سے پاک ہے۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

ایک ایسی چیز ہے جو فرشتوں کے سامنے چمکتی ہے پس وہ اس کو پڑھتے ہیں۔

قولِ ابن عباس رضی اللہ عنہما:

یہ سفید موتی سے بنی ہے۔اس کی طولانی آسمان وزمین کے مابین کا فاصلہ ہے اور اس کی چوڑائی مشرق ومغرب کے مابین فاصلہ کے برابر ہے۔اس کا قلم نور کا ہے اس میں ہر چیز لکھی ہے۔

قولِ مقاتل:

یہ عرش کے دائیں جانب ہے۔

ایک قول:

یہ ہے اس کا بالائی حصہ عرش سے معلق ہے۔اور اس کا نچلا حصہ ایک معزز فرشتے کی گود میں ہے۔

تمت سورة البروج بعون الله

سُوْرَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سَبْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۃ الطارق مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں سترہ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝۱ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝۲ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝۳ اِنْ

قسم ہے آسمان کی اور اس چیز کی جو رات کو نمودار ہو' اور آپ کو معلوم ہے وہ رات کو نمودار ہونے والی چیز کیا ہے۔ وہ روشن ستارہ ہے کوئی

كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝۴ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝۵ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ

شخص ایسا نہیں جس پر نگہبان مقرر نہ ہو' سو انسان غور کر لے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا' وہ ایک اچھلتے ہوئے پانی سے

دَافِقٍ ۝۶ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝۷ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝۸

پیدا کیا گیا جو پشت اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے' بیشک وہ ضرور اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝۹ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝۱۰ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝۱۱

جس دن چھپے ہوئے بھیدوں کی جانچ کی جائے گی سو انسان کے لئے نہ کوئی قوت ہوگی نہ کوئی مددگار قسم ہے آسمان کی جس سے بارش ہوتی ہے

وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝۱۲ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝۱۳ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝۱۴ اِنَّهُمْ

اور زمین کی جو پھٹ جاتی ہے یہ قرآن ایک فیصلہ کر دینے والا کلام ہے' اور وہ کوئی لغو چیز نہیں ہے' بلاشبہ یہ لوگ

يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝۱۵ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۝۱۶ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝۱۷ ع ۱ ۱۱

طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں اور میں بھی طرح طرح کی تدبیریں کر رہا ہوں تو آپ ان کافروں کو مہلت دیجئے ان کو تھوڑے دنوں رہنے دیجئے۔

۱ :وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ (قسم ہے آسمان کی اور اس چیز کی جو رات کو نمودار ہونے والی ہے۔)

۲ :وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ (اور آپ کو کچھ معلوم ہے وہ رات کو نمودار ہونے والی چیز کیا ہے؟)

یہ آسمان وستارے کی قسم:

۳ :النَّجْمُ الثَّاقِبُ (وہ روشن ستارہ ہے)

آسمان تمام انسانوں کیلئے معدن رزق اور ملائکہ کا مسکن ہے اس وجہ سے لوگوں کی نگاہ میں اس کی عظمت بہت ہے اسی میں جنت بنائی گئی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسی لئے آسمان اور ستارے کی قسم اٹھائی ہے۔ مراد نمبرا۔ اس سے جنس نجوم ہے۔ نمبر۲۔ وہ ستارے جن کے ذریعہ رجم شیاطین کیا جاتا ہے ان کے عظیم الشان فائدہ کے پیش نظر ان کی قسم اٹھائی۔ پھر النجم الثاقب سے اس کی تفسیر فرمائی۔ الثاقب کا معنی روشن۔ گویا وہ اندھیرے میں سوراخ کر کے اس کے اندر پیوست ہو جاتا ہے اور اس کو الطارق کہا کیونکہ وہ رات کو ظاہر ہوتا ہے اور رات کو آنے والے کو طارق کہتے ہیں۔ اس لئے اس کو طارق کہا۔ نمبر۲۔ طارق کہنے کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ یہ جنات کو جا لگتا ہے کھٹکھٹانے والے کو طارق کہتے ہیں۔

۴ : اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ (اور کوئی شخص ایسا نہیں جس پر کوئی یاد رکھنے والا مقرر نہ ہو) یہ جواب قسم ہے۔ کیونکہ لما باوجود یکہ مشدد ہے۔ مگر الا کے معنی میں ہے۔ جیسا کہ قراءت عاصم، حمزہ، ابن عامر میں آیا ہے۔ پس ان نافیہ ہوا ای ما کل نفس الا علیها حافظ کوئی نفس ایسا نہیں جس پر محافظ نہ ہو۔ نمبر۲۔ اگر اِنْ تخفیف کے ساتھ ہو جیسے دیگر قراء کی قراءت میں ہے۔ تو یہ مخففه من المثقله ہے ای ان کل نفس لعلیهاحافظ یحفظها من الأفات ۔ ہر نفس پر نگران مقرر ہے جو آفات سے اس کی حفاظت کرتا ہے۔ نمبر۳۔ اس کے اعمال، رزق اور اجل کی حفاظت کرتا ہے جب پورا کر چکتا ہے تو مر جاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے اعمال کا کاتب فرشتہ مراد ہے۔

نحو : ما زائدہ لام نافیہ اور ان مخففہ میں فرق کیلئے ہے۔ حافظ مبتدا اور علیها اس کی خبر ہے۔ اور یہ مل کر کل کی خبر ہے۔ اور جو نسی بھی صورت سے ہو قسم کا اس سے جوڑ بن جاتا ہے۔

وہ لکھوائے جو آخرت میں کام آئے:

۵ : فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ (پس انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے) جب یہ بات ذکر فرمائی کہ ہر نفس پر ایک نگران مقرر ہے۔ تو انسان کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی ابتداء پر غور کرے۔ تا کہ اس کو معلوم ہو جائے کہ جو ذات اس کو ایجاد کرنے والی ہے تو وہ اس کے اعادہ پر قدرت بھی رکھتی ہے۔ پس انسان کو یوم جزاء کیلئے عمل کرنا چاہیے اسے اپنے نگران کو وہ کچھ لکھوانا چاہیے جو آخرت میں اس کو خوش کر دے۔ مم خلق استفہام ہے۔ ای من ای شیٔ خلق؟ کس چیز سے اس کو بنایا۔

۶ : خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ (وہ ایک اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا) یہ استفہام سابق کا جواب ہے۔ الدفق۔ دفعۃً بہنا۔ یکدم بہنا۔ دافق تو اصل میں صاحب ماء ہے مگر پانی کی طرف مجازاً نسبت کر دی۔ گویا اسم فاعل بمعنی مفعول ہے۔

بعض اہل لغت : کہتے ہیں: یہ دفقت الماء دفقًا میں نے پانی بہایا۔ دفق الماء بنفسہٖ پانی خود بہنے لگا۔ اس لحاظ سے نسبت حقیقی ہوئی۔

نکتہ: یہاں ایک ہی پانی فرمایا۔ ماء ین نہیں فرمایا کیونکہ ماں کے رحم میں دونوں مل جاتے ہیں۔ اور جب ابتدائی تخلیق ہوتی ہے تو ایک ہو جاتے ہیں۔

۷ :یَّخْرُجُ مِنْۢ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآىِٕبِ (جو پشت وسینہ کے درمیان سے نکلتا ہے) یعنی آدمی کی پشت اور عورت کے سینہ سے۔
ترائب: سینہ کی ہڈیاں جہاں ہار ڈالا جاتا ہے۔

ایک قول:

یہ ہے ہڈیاں اور پٹھے مرد کے پانی سے اور گوشت وخون عورت کے پانی سے۔

۸ :اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ (وہ اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر ضرور قادر ہے) ہٗ کی ضمیر خالق کی طرف ہے۔ کیونکہ خلق خالق کی دلیل ہے۔ معنی یہ ہے: بیشک وہ ذات جس نے ابتداءً انسان کو نطفہ سے پیدا کیا ہے۔ علی رجعہٖ اس کے اعادہ پر خاص طور پر لقادر ضرور قدرت رکھتا ہے تاکہ اس کی قدرت تم پر واضح ہو جائے۔ اور وہ اس سے عاجز نہیں ہے۔ جیسا کہتے ہیں اِنِّیْ لفقیر۔

۹ :یَوْمَ تُبْلَى السَّرَآىِٕرُ (جس روز سب کی قلعی کھل جائے گی) یوم یہ رجعہٖ کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر۲۔ اس فعل مضمر کی وجہ سے جس پر رجعہ دلالت کرتا ہے۔ ای مبعثہٗ۔ تبلی کا معنی ظاہر کرنا' کھول دیا جانا۔ السرائر دلوں میں چھپے عقائد اور نیات اور مخفی اعمال۔

۱۰ :فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّ لَا نَاصِرٍ (پھر اس انسان کو نہ تو خود قوت ہوگی اور نہ کوئی اس کا حمایتی ہوگا) لَهٗ سے مراد انسان کیلئے من قوۃ اس کی ذات میں کوئی قوت جو آئی مصیبت کو ٹال سکے۔ ولا ناصر ایسا مددگار جو مدد کر کے اس سے یہ مصیبت ہٹا سکے۔

۱۱ :وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ (اور قسم ہے آسمان کی جس سے بارش ہوتی ہے) الرجع بارش۔ اس کو رجع کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ بار بار لوٹتی ہے۔

۱۲ :وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ (اور زمین کی جو پھٹ جاتی ہے) وہ زمین جس میں نبات کی وجہ سے شگاف پڑ جاتا ہے۔

۱۳ :اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ (کہ یہ قرآن ایک فیصلہ کر دینے والا کلام ہے) ہٗ سے قرآن مجید مراد ہے۔ فصل۔ حق و باطل میں فیصلہ کرنے والا۔ جیسا کہ اس کا نام فرقان بھی ہے۔

۱۴ :وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ (اور وہ کوئی لغو چیز نہیں ہے) الھزل: کھیل، باطل، بلاشبہ قرآن مجید تمام کا تمام وقار والی باتیں ہیں۔ اور اس کا حق بھی یہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ تعریف فرمائی ہے۔ کہ وہ دلوں میں ہیبت پیدا کرنے والا ہے۔ دلوں میں قابل تعظیم ہے۔ اس کا پڑھنے اور سننے والا سننے کے وقت دل لگی اور مزاح میں مبتلا ہونے سے باز رہے۔

قرآن باوقار باتیں:

۱۵ :اِنَّهُمْ یَكِیْدُوْنَ كَیْدًا (یہ لوگ طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں) ھم سے مراد مشرکین مکہ ہیں۔ یکیدون کیدًا اللہ تعالیٰ کے اوامر کو باطل کرنے کیلئے جو مختلف تدبیر کرتے ہیں اور اس نور حق کو بجھانے کی کوشش میں ہیں۔

۱۶ :وَّ اَكِیْدُ كَیْدًا (اور میں بھی طرح طرح کی تدبیریں کر رہا ہوں) میں ان کے کید کا بدلہ اپنی طرف سے استدراج کے انداز

سے دونگا کہ ان کو خبر بھی نہ ہوگی۔ یہاں جزائے کید کو خود کید کہہ دیا گیا۔ جیسا کہ جزائے اعتداء اور سیئہ کو اعتداء وسیئہ کہہ دیا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ اعتداء وسیئہ نہیں ہوتی اس وصف کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات پر درست نہیں۔ مگر بطور جزاء کے جیسا کہ قول **نسوا الله فنسيهم** [التوبہ:۶۷] **يخادعون الله وهو خادعهم** [النساء:۱۴۲] **الله يستهزأ بهم** [البقرہ:۱۵] کہ ان تمام آیات میں جزائے فعل کو اصل فعل سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔

۱۷ : **فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا** (تو آپ ان کافروں کو یونہی رہنے دیجئے۔ ان کو تھوڑے دنوں رہنے دیجئے) **فمهل الكافرين** ان کی ہلاکت کی دعا نہ کریں اور نہ ان کے سلسلے میں جلد بازی کریں۔ **امهلهم** ان کو مہلت دیں۔ یہ لفظ دوبارہ لائے تاکہ تسکین وتصبیر زیادہ ہو۔ **رويدًا** مہلت دینا معمولی۔ یہ لفظ چھوٹائی کو ظاہر کرنے کیلئے بولا جاتا ہے۔ یہ **راد الريح ترود رودًا** سے ہے۔ جس کا معنی ہوا آہستہ آہستہ چلی۔

تمت سورة الطارق بحمدہٖ تعالیٰ

سُوْرَةُ الْاَعْلٰی مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۃ الاعلیٰ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں انیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝١ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝٢ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۝٣ وَالَّذِيْٓ

آپ اپنے رب برتر کے نام کی تسبیح بیان کیجئے جس نے پیدا فرمایا۔ سو ٹھیک طرح بنایا اور جس نے تجویز کیا پھر راستہ دکھایا اور جس نے

اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۝٤ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ۝٥ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۝٦ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ

چارہ نکالا پھر اس کو سیاہ کوڑا بنا دیا' ہم آپ کو پڑھائیں گے۔ سو آپ نہیں بھولیں گے مگر جو اللہ چاہے '

اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ۝٧ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۝٨ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝٩

بیشک وہ ظاہر کو اور پوشیدہ کو جانتا ہے۔ اور ہم آسان شریعت کیلئے آپ کو سہولت دیں گے' سو آپ نصیحت کیجئے اگر نصیحت نفع دے۔

۱: سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى (آپ اپنے پروردگار عالیشان کے نام کی تسبیح کیجئے) اس کی ذات کو ان تمام باتوں سے پاک قرار دو جو اس کے مناسب نہیں۔ اسم یہ صلہ ہے اس طرح کہ اعلیٰ کی تفسیر العلو کے معنی سے کی جائے جو قہر و اقتدار کیلئے آتا ہے۔ علو فی المکان کے معنی سے نہیں۔ ایک قول یہ ہے سبحان ربی الاعلیٰ کہو۔

سجدہ کی تسبیح:

حدیث شریف میں وارد ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اجعلوها فی سجود کم۔ تم اس کو اپنے سجود میں مقرر کرلو۔

[ابوداؤد: ۸۶۹، ابن ماجہ: ۸۸۷، الدارمی ۴/۲۹۹]

متناسب بنایا:

۲: الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى (جس نے بنایا پھر ٹھیک بنایا) خلق یعنی ہر چیز کو بنایا۔ سوّیٰ متناسب بنایا۔ اس کو متفرق اور آپس میں نامناسب نہیں بنایا لیکن اس میں پختگی اور اتساق کا لحاظ رکھ کر بنایا۔ اور اس طرح بنایا جو دلالت کر رہا ہے کہ یہ کسی حکیم و علیم نے بنایا ہے۔ نمبر ۲۔ اس کے منافع و مصالح کے مطابق اس کو درست بنایا۔

۳ :وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی (اور جس نے تجویز کیا پھر راہ بتلائی) یعنی ہر حیوان کیلئے وہ تجویز کیا جو اس کے مناسب تھا پھر اس کو اس کی راہ بتلائی اور اس سے فائدہ اٹھانے کا طریقہ بتلا دیا۔ نمبر۲۔ پھر ہدایت دی اور گمراہ کیا۔ لیکن اضل کو حذف کر کے فھدی پر اکتفاء کیا جیسا کہ اس ارشاد میں یضل من یشاء و یھدی من یشاء [النحل:۹۳]

قراءت: علی نے قَدَرَ پڑھا ہے۔

۴ :وَالَّذِیْ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی (اور جس نے چارہ نکالا) وہ اگا دیا جس کو چوپائے چرتے ہیں۔

۵ :فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی (پھر اس کو سیاہ کوڑا کر دیا) غثاء: خشک، ریزہ ریزہ۔

اَحْوٰی :احوی: سیاہ۔ یہ غثاء کی صفت ہے۔

۶ :سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓی (ہم قرآن آپ کو پڑھا دیا کریں گے پھر آپ نہیں بھولیں گے) عنقریب آپ کو قرآن پڑھا دیں گے پس آپ اس کو نہ بھولیں گے۔

۷ :اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا یَخْفٰی (مگر جس وقت اللہ تعالیٰ کو منظور ہو اور وہ ہر ظاہر و مخفی کو جانتا ہے) مگر جس کو اللہ تعالیٰ چاہے منسوخ فرما دے۔ یہ نبی اکرم ﷺ کو بشارت و خوشخبری ہے کہ وحی آپ کو یاد کرا دیں گے۔ یہاں تک کہ اس میں سے کوئی چیز نہ رہے گی مگر جس کے متعلق اللہ تعالیٰ چاہے کہ وہ اس کو منسوخ کرے۔ وہ آپ کے حافظہ سے جاتی رہے گی اور اس کا حکم اور تلاوت اٹھالی جائیگی۔

قولِ جنید رحمہ اللہ:

ابن کیسان نے جنید سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا۔ اس پر عمل کرنا نہ بھولیں۔ آپ جیسا آدمی صدر مجلس میں بیٹھ سکتا ہے۔

ایک اور قول یہ ہے:

فلا تنسٰی یہ صیغہ نہی ہے۔ سین کے بعد الف یہ فاصلہ کیلئے لایا گیا ہے۔ جیسا کہ السبیلا [الاحزاب:۶۷] (پیچھے احوی تھا تو تنسٰی فرمایا پھر ما یخفی فرمایا) معنی یہ ہوگا کہ اس کی قراءت اور دہرانے سے بے توجہی نہ کرو تا کہ بھول نہ جاؤ مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے کہ وہ آپ کو بھلائیں اس کی تلاوت کو اٹھالیں۔

آسان شریعت:

وہ اخفاء کو جاننے والے ہیں۔ یعنی آپ جبرئیل علیہ السلام کی قراءت کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے میں جہر کرتے ہیں۔ اس خطرے کے پیش نظر کہ کوئی چیز رہ نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ان کے ساتھ جہر کرنے کو بھی جانتے ہیں۔ اور جو چیز آپ کے دل میں مخفی ہے جس کی بناء پر آپ جہر کرتے ہیں۔ وہ بھی جانتے ہیں۔ نمبر۲۔ وہ جو آپ اپنے دل میں بھول کے خطرے سے پڑھتے ہیں

سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ﴿۱۰﴾ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ﴿۱۱﴾ الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ﴿۱۲﴾ ثُمَّ لَا

وہی شخص نصیحت حاصل کرے گا جو ڈرتا ہے اور اس سے وہ شخص پرہیز کرے گا جو بڑا بدنصیب ہے جو بڑی آگ میں داخل ہوگا پھر وہ اس میں

يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿۱۳﴾ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿۱۵﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ

نہ مرے گا نہ جیئے گا وہ شخص کامیاب ہوا جس نے پاکیزگی کو اختیار کیا اور اپنے رب کا نام لیا پھر نماز پڑھی بلکہ تم لوگ دنیا والی

الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۱۶﴾ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۱۷﴾ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۸﴾

زندگی کو ترجیح دیتے ہو اور آخرت بہت بہتر ہے اور بہت زیادہ باقی رہنے والی ہے بلاشبہ یہ اگلے صحیفوں میں ہے۔

صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿۱۹﴾

یعنی ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔

اس کو بھی جانتے ہیں۔

دوسرا قول:

یہ ہے جو تم اپنے اقوال وافعال میں ظاہر کرتے اور چھپا کر کرتے ہو ان کو جانتے ہیں۔ اور جو احوال ظاہر و باطن ہیں ان سے بھی واقف ہیں۔

آسان شریعت:

۸ : وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى (اور ہم آسان شریعت کیلئے آپ کو سہولت دیں گے) اسکا عطف سنقرئك پر ہے اور اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى یہ جملہ معترضہ ہے۔ اور معنی آیت کا یہ ہے۔ ہم آپ کو ایسے طریقہ کی توفیق دیں گے جو بہت ہی آسان ہے یعنی وحی کو یاد کرنے کیلئے۔ ایک قول یہ ہے ایسی آسان شریعت دیں گے جو تمام شرائع میں سے آسان ہوگی یا جنت کے عمل کی توفیق دیں گے۔

۹ : فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى (تو آپ نصیحت کیا کریں اگر نصیحت کرنا مفید ہوتا ہو) ذکر: قرآن کے ذریعہ وعظ کرو۔ ان نفعت کا جواب وہ ہے جس پر فَذَكِّرْ دلالت کرتا ہے۔

ایک قول:

یہ ہے اس کا ظاہر انداز تو شرط کا ہے۔ مگر اس کا مقصد اس بات کو بتلانا ہے کہ ان میں نصیحت کا اثر بڑی بعید بات ہے۔

یہ ہے کہ مطلقاً تذکیر کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ اس ارشاد میں فَذَكِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ [الغاشیہ:۲۱] اس تذکیر میں نفع کی شرط نہیں ہے۔

۱۰ : سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى (وہی شخص نصیحت مانتا ہے۔ جو ڈرتا ہے) عنقریب وہ نصیحت حاصل کرے گا اور نصیحت کو قبول کرے گا۔ جو اللہ تعالیٰ سے اور اپنی بدانجامی سے ڈرتا ہے۔

بڑا بد بخت کافر:

۱۱ : وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى (اور جو شخص بدنصیب ہو وہ اس سے گریز کرے گا) تجنب نصیحت سے دور ہوگا اور اس کو قبول نہ کرے گا۔ الاشقی کافر یا کافروں میں بڑا بد بخت جو عداوتِ رسول اللہ ﷺ میں بہت بڑھا ہوا اور مبالغہ کرنے والا ہے۔

ایک قول:

یہ ہے۔ یہ ولید بن مغیرہ اور عتبہ بن ربیعہ کے متعلق نازل ہوئی۔

۱۲ : الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى (جو بڑی آگ میں داخل ہوگا) النار الکبریٰ جہنم۔ الصغریٰ دنیا کی آگ۔

۱۳ : ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى (پھر نہ اس میں وہ مر ہی جائے گا اور نہ جیئے گا) لا یموت نہ مرے گا کہ عذاب سے چھوٹ جائے۔ ولا یحییٰ: نہ وہ لذت والی زندگی پائے گا جس سے اس کو فائدہ ہو۔

ایک قول ثم کے متعلق:

موت زندگی کے درمیان لٹکے رہنا یہ آگ میں داخل ہونے سے زیادہ سخت اور اذیت ناک ہے۔ اور آگ کے داخلہ سے یہ شدت مراتب میں پیچھے ہے۔ اس لئے ثم استبعاد یہ لایا گیا ہے۔

۱۴ : قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (بامراد ہوا جو شخص پاک ہوگیا) افلح کامیابی پالی۔ تزکی شرک سے پاک کرلیا۔ یا نماز کیلئے پاکیزگی اختیار کی۔ یا زکوٰۃ ادا کی۔ یہ زکوٰۃ سے باب تفعل ہے۔ جیسا تصدق صدقہ سے آتا ہے۔

۱۵ : وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى (اور اپنے رب کا نام لیا اور نماز پڑھتا رہا) ذکر اسم سے تکبیر افتتاح مراد ہے۔ صلّٰی سے پانچوں نمازیں مراد ہیں۔

دلیل:

یہ وہ آیت ہے جس سے تکبیر افتتاح کی فرضیت پر دلیل پکڑی جاتی ہے۔ نمبر ۱۔ اس طور پر کہ ذکر اسم نماز میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ فصلّٰی کا عطف ہے۔ اور عطف مغایرت کو چاہتا ہے۔ نمبر ۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ افتتاحِ صلوٰۃ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہر اسم کے ساتھ جائز ہے۔

قولِ ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ذکر اس نے اپنے معاد کو یاد کیا۔ اور اپنے رب کی بارگاہ میں کھڑا ہونا یاد کر کے اس کے لئے نماز پڑھی۔

قولِ ضحاک:

اس نے اپنے رب کا نام لیا۔عیدگاہ کے راستہ میں پھر نماز عید ادا کی۔(صلی سے نماز عید مراد ہے)

۱۶ :بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا (بلکہ تم اپنی دنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو) آخرت کے مقابلہ میں مقدم رکھتے ہو۔پس وہ کام نہیں کرتے جن سے آخرت میں کامیاب ہو جاؤ۔مخاطبین کفار ہیں۔اس کی دلیل قراءت ابی عمرو ہے۔

قراءت:یوثرون یاء کے ساتھ ابوعمرو نے پڑھا ہے۔

۱۷ :وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی (حالانکہ آخرت بدرجہا بہتر اور پائیدار ہے) نفس دنیا سے افضل اور اس کے مقابلے میں دائمی ہے۔

۱۸ :اِنَّ ھٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی (یہ مضمون اگلے صحیفوں میں بھی ہے) ھذا کا مشار الیہ قد افلح سے ابقٰی تک ہے۔یعنی یہ کلام ان صحف میں بھی وارد ہوا ہے۔یا تمام سورت کے مضامین اس کا مشار الیہ ہیں۔یہ بات اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن کی قراءت فارسی میں درست ہے کیونکہ قرآن کو ان صحیفوں میں مذکور بتلایا گیا ہے۔حالانکہ وہاں اس عبارت ونظم کے ساتھ نہ تھا۔(مگر اس کے متعلق تحقیق پہلے نقل کر آئے یہ امام صاحب کا قول مرجوع ہے۔مفسر مرحوم نے اس کی تصریح فرمادی ہے۔)

۱۹ :صُحُفِ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی (ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں)

صُحُفِ :یہ صحف اولیٰ سے بدل ہے۔

صحفِ ابراہیم وموسیٰ علیہما السلام:

اثر :صحف ابراہیم علیہ السلام میں یہ بات تھی۔عقل مند کیلئے مناسب ہے کہ وہ اپنی زبان کی حفاظت کرے اور اپنے زمانے کو پہچانے اور اس کی قدر کرے اور اپنی حالت کی درستی پر متوجہ ہو۔

تمت سورۃ الاعلٰی بکرمہٖ تعالٰی

سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتٌّ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۃ الغاشیہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چھبیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝١ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝٢ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝٣ تَصْلٰى

آپ کو ایسی چیز کی خبر پہنچی ہے جو چھا جانے والی ہے۔ اس دن چہرے جھکے ہوئے ہوں گے' مصیبت جھیلنے والے' دکھ تکلیف اٹھانے والے ہوں گے' جلتی ہوئی

نَارًا حَامِيَةً ۝٤ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝٥ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝٦ لَّا يُسْمِنُ

آگ میں داخل ہوں گے' انہیں کھولتے ہوئے چشموں سے پلایا جائے گا ان کے لئے خاردار جھاڑ کے سوا کچھ کھانا نہ ہوگا' وہ نہ فربہ کرے گا'

وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝٧ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝٨ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝٩ فِيْ جَنَّةٍ

نہ بھوک دور کرے گا اس دن بہت سے چہرے بارونق ہوں گے' اپنی کوشش کی وجہ سے خوش ہوں گے بہشت بریں

عَالِيَةٍ ۝١٠ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۝١١ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝١٢ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۝١٣

میں ہوں گے اس میں کوئی لغو بات نہ سنیں گے اس میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے' اس میں بلند کئے ہوئے تخت ہوں گے

وقف لازم

۱ : هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ (آپ کو اس محیط عام واقعہ کی کچھ خبر پہنچی ہے) هَلْ یہ قد کے معنی میں ہے۔ الغاشیہ وہ بڑی مصیبت جو اپنے شدائد ومصائب کے ساتھ تمام پر چھا جائے گی اور اس کی ہولناکیاں سب کو ڈھانپ لیں گی۔ مراد اس سے قیامت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آگ مراد ہے۔ جیسا دوسرے مقام پر فرمایا تغشی وجوههم النار [ابراہیم:۵۰]

شدائد سے چھانے والی:

۲ : وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ (بہت سے چہرے اس روز ذلیل ہونگے) وجوہ سے کفار کے چہرے مراد ہیں۔ چہرے کو خاص اس لئے کیا کیونکہ غم وخوشی کا اثر چہرے میں خوب مستحکم ہوتا ہے۔ يَّوْمَئِذٍ (جس دن وہ ڈھانپ لے گی) خَاشِعَةٌ ذلیل ہونگے اس وجہ سے کہ ان چہرے والوں پر ذلت ورسوائی چھا جائے گی۔

دنیا میں برے اعمال:

۳ : عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ (مصیبت جھیلتے خستہ ہونگے) وہ آگ میں اتنا کام کریں گے کہ جس سے تھک جائیں گے وہ کام زنجیریں

کھینچنے اور طوق گھسیٹنے اور بار بار آگ میں گھس جانے کا ہوگا جس طرح اونٹ کیچڑ میں گھستے ہیں اور ان کا آگ کی وجہ سے مسلسل بلند ہونا اور پھر اس کی گہرائی میں گر جانا۔

ایک قول:

یہ ہے کہ دنیا میں برے اعمال کیے اور ان سے لذت حاصل کرتا رہا اور خوش عیشی میں پڑا رہا وہ ان اعمال کی وجہ سے مشقت میں مبتلا ہوگا۔ ایک قول یہ ہے یہ گرجاؤں کے پادری و راہب ہیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خشیت اختیار کی اور عمل کیے مسلسل روزے سے اپنے اعمال میں مشقت برداشت کی۔ پے در پے تہجد کی تکالیف اٹھائیں۔

۴ :تَصْلٰی نَارًا حَامِیَةً (وہ آتش سوزاں میں داخل ہونگے) وہ اس آگ میں داخل ہونگے اور جو مدت مدید بھڑکائی گئی۔ جس کی گرمی کا مقابلہ کوئی حرارت و گرمی نہیں کرسکتی۔

قراءت: ابوبکر اور ابوعمرو نے تُصْلٰی پڑھا ہے۔

۵ :تُسْقٰی مِنْ عَیْنٍ اٰنِیَةٍ (کھولتے ہوئے چشمے سے پانی پلائے جائیں گے) پانی کے ایسے چشمے سے جس میں انتہائی حرارت ہوگی۔

وجہ ثانیث:

ان صفات و افعال میں تانیث کا استعمال وجوہ کی وجہ سے ہے۔ اور وجوہ سے مراد اصحاب وجوہ ہیں۔ اس کی دلیل اگلی آیت ہے۔ جس میں ھم ضمیر جمع لوٹائی گئی ہے۔

۶ :لَیْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِیْعٍ (ان کو سوائے ایک خاردار جھاڑی کے اور کوئی کھانا نصیب نہ ہوگا) ضریع یہ ایک نبات ہے جس کے تر و تازہ پودے کو اشْبِرِقْ بولتے ہیں۔ جب وہ خشک ہو تو ضریع کہلاتا ہے۔ وہ ہلاک کن زہریلا ہوتا ہے۔

اقسام عذاب:

عذاب کئی اقسام کے ہونگے اور معذب لوگوں کے بھی طبقات ہونگے۔ ان میں بعض زقوم کھائیں گے۔ بعض غسلین کھائیں گے۔ بعض کو ضریع کھانے کو ملے گی پس اس آیت اور دوسری آیت میں تناقض نہیں۔ وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِیْنٍ۔ [الحاقۃ:۳۶]

۷ :لَّا یُسْمِنُ وَلَا یُغْنِیْ مِنْ جُوْعٍ (جو نہ فربہ کرے گا۔ اور نہ بھوک کو دور کرے گا) لایُسْمِنُ یہ محلاً مجرور ہے۔ کیونکہ ضریع کی صفت ہے۔ ولا یغنی من جوع کہہ کر بتلایا کہ بھوک اور غذا کے فوائد اس میں بالکل نہ ہونگے۔ وہ دونوں فائدے ازالۂ بھوک اور بدن کو تقویت دینا ہیں۔

۸ :وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ (بہت سے چہرے اس روز) نَّاعِمَةٌ (بارونق ہونگے) ایمان والوں کے چہروں کی تعریف بیان کی گئی۔

وو جوہ نہیں فرمایا کیونکہ کلام اول طویل ہو کر منقطع ہو گیا۔ اس لئے مستقل جملہ لائے۔ ناعمہ خوش عیش نعمت یافتہ۔

۹ :لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ (اپنے کاموں کی بدولت خوش خوش ہونگے) اپنے اعمال اور نیکیوں پر خوش ہونگے۔ جب وہ ان پر ملنے والے ثواب و کرامت کو دیکھیں گے۔

۱۰ :فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ (بہشت بریں میں ہونگے) عالیہ علو مکان یا علو مقدار کی وجہ سے۔

جنت کی صفت:

۱۱ :لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً (جن میں کوئی لغو بات نہ سنیں گے) اے مخاطب تو ان میں کوئی لغو بات نہ سنے گا۔ یا وہ چہرے اس میں لغو بات نہ سنیں گے۔ لاغیہ یعنی لغو۔ یا لغویت والا کلمہ۔ نمبر ۳۔ کوئی ایسا شخص جو لغو کہے۔ اہل جنت حکمت کی بات کریں گے اور دائمی نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کی حمد کے کلمات بولیں گے۔

قراءت: مکی اور ابو عمرو نے لا یُسمع فیها لا غیةً اور نافع نے لا تُسمع فیها لاغیةً پڑھا

۱۲ :فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ (اس میں بہتے چشمے ہوں گے) یعنی بے شمار چشمے ہونگے جیسا کہ اس قول میں علمت نفس [التکویر:۱۴]

۱۳ :فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ (اس میں اونچے اونچے تخت ہونگے) سُرُرٌ جمع سَرِيْر ۔تختہ چارپائی۔ مرفوعة مقدار کی بلندی یا تاکہ ہر مؤمن اس پر بیٹھ کر اپنی بادشاہت اور نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے اس کو دی ہیں وہ دیکھ سکے۔

وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ﴿۱۴﴾ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ﴿۱۵﴾ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ﴿۱۶﴾

اور رکھے ہوئے آب خورے ہوں گے اور برابر برابر گدے لگے ہوئے ہوں گے اور قالین پھیلے ہوئے پڑے ہوں گے۔

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿۱۷﴾ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿۱۸﴾

کیا وہ لوگ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کس طرح پیدا کئے گئے اور آسمان کی طرف کہ وہ کیسے بلند کیا گیا

وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿۱۹﴾ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿۲۰﴾

اور پہاڑوں کی طرف کہ وہ کیسے کھڑے کئے گئے اور زمین کی طرف کہ وہ کس طرح بچھائی گئی۔

فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿۲۱﴾ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿۲۲﴾ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى

سو آپ نصیحت کیجئے، آپ صرف نصیحت کرنے والے ہیں آپ ان پر مسلط نہیں کئے گئے مگر جو روگردانی کرے

وَكَفَرَ ﴿۲۳﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ

اور کفر کرے تو اللہ اسے بڑا عذاب دے گا، بلاشبہ ہماری طرف ان کا لوٹنا ہے پھر

اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿۲۶﴾

بلاشبہ ہمیں ان کا حساب لینا ہے۔

۱۴ : وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ (اور رکھے ہوئے آبخورے ہیں) وَّاَكْوَابٌ جمع كوب ۔ پیالے۔

ایک قول:

وہ برتن جس کا دستہ نہ ہو۔ مَّوْضُوْعَةٌ سامنے رکھے ہوئے۔ تاکہ دیکھ کر ان سے لذت اندوز ہوں۔ نمبر۲۔ چشموں کے کناروں پر پانی کیلئے رکھے گئے ہیں۔

۱۵ : وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ (اور برابر لگے ہوئے گدے ہیں) نمارق: تکیے۔ مصفوفۃ پہلو بہ پہلو ترتیب وار چنے ہوئے تکیے کہ جنتی جہاں بیٹھنا چاہیں ایک پر بیٹھ جائیں اور دوسرے سے سہارا لگالیں۔

۱۶ : وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ (اور سب طرف قالین پھیلے پڑے ہیں) زرابی جمع زربیۃ۔ عمدہ لمبے چوڑے بچھے قالین۔ مبثوثۃ پھیلائے ہوئے مجالس کے لحاظ سے الگ الگ بچھے ہوئے۔

کفار کے انکار کا جواب:

۱۷ :اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ (کیا وہ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح پیدا کیا گیا ہے) جب جنت کی حالت کے متعلق آیات اتریں اور نبی اکرم ﷺ نے وضاحت فرمائی کہ ان تختوں کی بلندی ایک ایک سو فرسخ ہوگی۔ رکھے ہوئے پیالوں کی تعداد اتنی زیادہ ہوگی کہ مخلوق کثرت کی وجہ سے ان کا حساب نہیں کر سکتی۔ اور تکیوں کی لمبائی اس قدر اور قالینوں کی چوڑائی اتنی ہوگی۔ کفار نے اس کا انکار کیا اور کہنے لگے ایسی چارپائی پر کس طرح چڑھ سکیں گے۔ اور پیالے لاتعداد کیسے ہو سکتے ہیں۔ تکیوں کی لمبائی اور قالینوں کا اس طرح بچھنا کیونکر ہوگا۔ ہم نے دنیا میں ایسا نہیں دیکھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ وَاِلَی السَّمَآءِ الاٰیۃ ۔کیا وہ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح طویل پیدا کیا گیا۔ پھر یہ بیٹھ جاتا ہے یہاں تک کہ تم اس پر سوار ہوتے۔ اور اس پر اپنا سامان لادتے ہو۔ پھر وہ تمام کو لے کر اٹھ جاتا ہے اسی طرح وہ تخت مؤمن کے لئے جھک جائیں گے۔ جیسا اونٹ جھکتا ہے پھر سیدھے ہو جائیں گے۔

۱۸ :وَاِلَی السَّمَآءِ کَیْفَ رُفِعَتْ (اور آسمان کو کس طرح بلند کیا گیا ہے) خوب بلند کرنا۔ ایسی بلندی جو درازی والی ہے اس میں کوئی رکاوٹ اور ستون نہیں۔ پھر اس کے ستارے اتنے زیادہ ہیں کہ مخلوق ان کو گن نہیں سکتی اسی طرح جنت میں مؤمنوں کے پیالے ان گنت بنا دیئے گئے۔

۱۹ :وَاِلَی الْجِبَالِ کَیْفَ نُصِبَتْ (اور پہاڑوں کو کس طرح کھڑے کیے گئے ہیں) ایسا کھڑا کرنا جو قائم رہنے والا ہے۔ وہ اپنی طوالت کے باوجود ایسے گڑے ہوئے ہیں کہ ایک طرف جھکتے نہیں پس اسی طرح جنت کے تکیے ہونگے۔

۲۰ :وَاِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ سُطِحَتْ (اور زمین کو کیسے بچھائی گئی) اس کی سطح ہموار اور بچھی ہوئی ہے۔ تمام ایک بچھونا ہے جو ایک کنارۂ آسمان سے دوسرے کنارۂ آسمانی تک پھیلا ہے اسی طرح جنت کے قالین ہونگے۔ ایک اور انداز: یہ بھی درست ہے کہ معنی یہ ہو۔ کیا وہ ان مخلوقات کو نہیں دیکھتے ہیں جو قدرت الٰہی پر شاہد ہیں۔ تاکہ وہ بعث بعد الموت پر اس کی قدرت کا انکار نہ کریں۔ اور حضور علیہ السلام کا انذار سن کر آپ پر ایمان لائیں اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لئے تیاری کریں۔

وجہ تخصیص:

ان چار چیزوں کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب کو خطاب فرما کر ان کو ان قدرتی چیزوں سے استدلال کرنے پر آمادہ کیا گیا ہے۔ اور آدمی اس سے استدلال کرتے ہیں۔ جو اکثر و بیشتر مشاہدہ میں آتی رہتی ہوں۔ عام عربوں کی بود و باش جنگلوں میں تھی ان کی نگاہ کے سامنے ہر وقت آسمان زمین پہاڑ رہتے تھے۔ اور ان کا محبوب ترین مال اونٹ۔ اور سواری میں اس کا استعمال تمام حیوانات کی بنسبت زیادہ تھا۔ کیونکہ اس میں حیوانات کی جملہ حاجات موجود تھیں۔ مثلاً نسل، دودھ، بوجھ اٹھانا، سواری کھانے کے کام آنا وغیرہ۔ اس کے برخلاف دیگر حیوانات میں یہ تمام مجتمع نہ تھیں اور اس کو مطیع اس طرح بنایا گیا کہ ہر نکیل پکڑنے والا اس کو

لے کر چلتا ہے۔ نہ کمزور کو دشواری نہ بچے کو رکاوٹ لمبی گردن والا بوجھ اٹھانے والا ہے۔ اس کو اس طرح بنایا گیا ہے کہ یہ بیٹھ جاتا ہے تاکہ آسانی اور قریب سے اس پر بوجھ لاد سکیں پھر بوجھ لے کر اٹھ جاتا ہے اس کو دور دراز علاقوں تک لے جاتا ہے اور پیاس کو بہت برداشت کرنے والا یہاں تک کہ دس دن یا اس سے زیادہ پیاس برداشت کر لیتا ہے۔ جنگلوں میں اگنے والی ہر چیز کھالیتا ہے جس کو دیگر حیوانات نہیں چرتے۔

۲۱ : فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ (تو آپ نصیحت کر دیا کیجئے۔ آپ تو صرف نصیحت کرنے والے ہیں) پس آپ ان کو دلائل سے نصیحت فرمائیں تاکہ یہ ان میں سوچ و بچار کریں۔ انما انت مذکر آپ کے ذمے تو فقط تبلیغ ہے۔ (منوانا نہیں)

۲۲ : لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ (آپ ان پر مسلط نہیں ہیں) مصیطر زبردستی نصیحت یاب کرنے پر مسلط نہیں جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا۔ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ [ق:۴۵]

قراءت: بمصیطر مدنی، بصری، عاصم، علی نے پڑھا ہے۔

۲۳ : اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ (مگر جو روگردانی کرے گا اور کفر کرے گا۔

۲۴ : فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ (تو اللہ تعالیٰ اس کو بڑی سزا دیگا)

اِلَّا : یہ استثناء منقطع ہے۔ یعنی تم ان پر مسلط نہیں ہو۔ لیکن جس نے ان میں سے منہ موڑا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اللہ تعالیٰ کو اس پر کامل ولایت و غلبہ حاصل ہے۔ پس وہ اس کو بڑے عذاب میں مبتلا کریگا اور وہ بڑا عذاب جہنم کا عذاب ہے۔

ایک قول یہ ہے:

فذکر سے استثناء ہے پس آپ نصیحت کریں مگر وہ آدمی جس کے ایمان سے تمہاری امید منقطع ہو چکی ہو۔ اور وہ منہ موڑنے والا ہو تو وہ عذاب اکبر کا حقدار ہے۔ اس صورت میں ان کے مابین یہ جملہ معترضہ ہوگا۔

۲۵ : اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ (ہمارے ہی پاس ان کا آنا ہوگا) ایاب: رجوع۔ ظرف کو مقدم کرنے کا فائدہ وعید میں شدت ظاہر فرمانا ہے۔ اور بلاشبہ ان کا رجوع ایسے جبار کی بارگاہ میں ہوگا۔ جو انتقام پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

۲۶ : ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ (پھر ہمارا ہی کام ان سے حساب لینا ہے) پس وہ ان کے اعمال پر ان سے محاسبہ فرمائے گا۔ اور ان کو ان کے اعمال کے مطابق بدلہ دے گا۔ عَلَيْنَا یہ تاکید وعید کیلئے ہے وجوب کیلئے نہیں ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کوئی چیز لازم نہیں۔

تمت سورة الغاشية بكرمه تعالىٰ

سُوْرَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً

سورۃ الفجر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں تیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالْفَجْرِ ۙ﴿۱﴾ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۙ﴿۲﴾ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۙ﴿۳﴾ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۚ﴿۴﴾ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ

قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور جفت کی اور طاق کی اور رات کی جب وہ چلنے لگے ' کیا اس میں قسم ہے

قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ؕ﴿۵﴾ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۙ﴿۶﴾ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۙ﴿۷﴾ الَّتِيْ

عقل والے کے لئے اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا تیرے رب نے کیا کیا قوم عاد کے ساتھ جو قوم ارم تھی یہ لوگ ستون والے تھے ان کے

لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۙ﴿۸﴾ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۙ﴿۹﴾ وَ

جیسے لوگ شہروں میں پیدا نہیں کئے گئے ' اور قوم ثمود کے ساتھ جنہوں نے وادی میں پتھروں کو تراشا اور

فِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ۙ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۙ﴿۱۱﴾ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ۙ﴿۱۲﴾

فرعون کے ساتھ جو میخوں والا تھا ' یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی ' سو انہوں نے بہت فساد مچایا

فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۚ﴿۱۳﴾ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ؕ﴿۱۴﴾

سو آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسا دیا' بلاشبہ آپ کا رب گھات میں ہے۔

۱ : وَالْفَجْرِ (قسم ہے فجر کی) فجر کی قسم کھائی۔ الفجر صبح کو کہتے ہیں۔ جیسا دوسرے ارشاد میں ہے والصبح اذآ اسفر [المدثر:۳۴] نمبر۲۔ نماز فجر کی قسم اٹھائی۔

دس راتیں:

۲ : وَلَيَالٍ عَشْرٍ (اور دس راتوں کی) ذی الحجہ کی دس راتیں نمبر۲۔ محرم کی دس ابتدائی راتیں۔ نمبر۳۔ رمضان المبارک کا آخری عشرہ۔ فضیلت کے بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے لیالٍ کو نکرہ لائے۔

جفت وطاق:

۳ :وَّ الشَّفْعِ وَالْوَتْرِ (اور جفت اور طاق کی) تمام اشیاء کا جفت وطاق مراد ہو یا ان راتوں میں جفت وطاق۔ یا جفت وطاق نمازیں یا یوم نحر کیونکہ وہ دسواں دن ہے جو کہ جفت ہے اور یوم عرفہ نواں دن ہے جو کہ طاق ہے۔ یا مخلوق جفت ہے اور خالق طاق (ان الله وتر يحب الوتر)

قراءت :الوِتر ۔حمزہ وعلی نے پڑھا۔ باقی قراء نے واؤ کا فتحہ پڑھا۔ دراصل یہ دولغات ہیں الوتر حجازی لغت ہے الوِتر یہ تمیمی لغت میں ہے۔

۴ : مخصوص راتوں کی قسم اٹھانے کے بعد علی العموم رات کی قسم اٹھائی۔ پس فرمایا۔ وَالَّيْلِ (اور قسم ہے رات کی) ایک قول میں اس سے لیلۃ القدر مراد ہے۔ اِذَا يَسْرِ (جب وہ چلنے لگے) جب گزر جائے۔

نحو :یسر کی یاء کو درمیان کلام میں کسرہ پر اکتفاء کرتے ہوئے حذف کر دیا۔

قول اخفش:

کسی نے اخفش رحمہ اللہ سے یاء کے گرنے کے متعلق سوال کیا۔ تو آپ نے فرمایا تم ایک سال خدمت میں رہو پھر بتلاؤں گا۔ اس نے ایک سال کے بعد سوال کیا تو فرمایا رات چلتی نہیں۔ رات میں چلا جاتا ہے،۔ جب اصل معنی سے عدول کیا تو اس کی موافقت میں لفظ سے بھی عدول کیا۔ ایک قول یہ ہے یسری کا معنی يُسرٰى فيه ہے۔ جیسا کہتے ہیں ليل نائمٌ اى ينام فيه۔ رات کو سویا جاتا ہے۔

۵ :هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ (کیوں اس میں عقلمند کے واسطے کافی قسم بھی ہے) یعنی اِن چیزیں میں جن کی تو نے قسم اٹھائی ہے۔ قسم ہے عقل مند کیلئے۔ عقل کو حجر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ نامناسب امور میں پلٹ پڑنے سے روکتی ہے۔ جیسا کہ عقل اور نہیۃ اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ سمجھتی اور روکتی ہے۔

حاصلِ کلام:

مراد یہ ہے کیا وہ اس کے ہاں حقدار ہیں کہ ان کی قسم اٹھا کر ان کو معظم مانا جائے۔ نمبر۲۔ کیا میری ان چیزوں کی قسم اٹھانے میں عقل والے کیلئے قسم ہے۔ یعنی کیا وہ بڑی قسم ہے جس کے ساتھ مقسم علیہ مؤکد ہو جاتا ہے؟ نمبر۳۔ کیا ان اشیاء کی قسم میں عقل و فہم والے کیلئے کافی قسم ہے۔

مقسم علیہ:

مقسم علیہ محذوف ہے۔ اور وہ لیعذبن ہے۔ اس پر اَلَمْ تَرَ سے لے کر فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ دلالت کر

رہا ہے۔

قوم عاد کا حال:

۶ : اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ (کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے رب نے قوم عاد کے ساتھ کیا کیا) یہاں سے ان اقوام کا تذکرہ فرمایا جن کو تکذیبِ رسل کے نتیجہ میں عذاب دیا گیا۔

۷ : اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ (یعنی قوم ارم کے ساتھ جن کے قد وقامت ستون جیسے تھے) یعنی کیا آپ کو معلوم نہیں اے محمد ﷺ ایسا معلوم ہونا جو یقین میں آنکھوں دیکھے کی طرح ہے۔

نحو: الم تر یہ استفہام تقریری ہے۔ قوم عاد: عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح کی اولاد کو عاد ارم کہا جاتا ہے۔ جیسا بنی ہاشم کو ہاشم کہا جاتا ہے۔ پھر ان میں سے پہلوں کو عاد اولی و عاد ارم کہتے ہیں۔ یہ نام دادے کی وجہ سے ہے۔ اور بعد والوں کو عاد اخیرہ کہتے ہیں پس ارم یہ عاد کا عطف بیان ہے اور اس سے ظاہر کرنا مقصود ہے کہ یہ عاد اولی قدیمہ ہے۔ **ایک قول یہ ہے**: ارم اس شہر اور سرزمین کا نام ہے جہاں وہ مقیم تھے۔ اس پر ابن الزبیر کی قراءت دلالت کرتی ہے۔

قراءت ابن الزبیر:

بعادِ ارمَ: اضافت کے ساتھ تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ **بعاد اهل ارم** جیسا کہ ارشاد ہے **واسئل القرية** [یوسف: ۸۲] ای اهل القرية ۔ قبیلہ ہو یا سرزمین معرفہ اور تانیث ہونے کی وجہ سے منصرف نہ ہوگی بلکہ غیر منصرف ہوگی۔ ذات العماد۔ نمبر ۱۔ اگر اس کو قبیلہ کی صفت مانیں تو معنی یہ ہوگا وہ ستونوں والے بدوی لوگ تھے۔ نمبر ۲۔ لمبے قد ہونے کی وجہ سے ان کے قدوں کو ستونوں سے تشبیہ دی۔ نمبر ۲۔ اور اگر یہ شہر کی صفت ہے تو معنی یہ ہے کہ وہ ستونوں والے تھے۔

ایک روایت تفسیر:

کہ عاد کے دو بیٹے شداد و شدید تھے۔ وہ دونوں بادشاہ بنے اور سب پر غالب آ گئے پھر شدید مر گیا۔ اور تمام حکومت شداد کو مل گئی۔ وہ دنیا کا بادشاہ ہوا۔ اس زمانہ کے بادشاہ اس کے ماتحت ہو گئے۔ اس نے جنت کا ذکر سنا۔ تو کہنے لگا میں ایسی جنت بناتا ہوں۔ اس نے عدن کے کسی صحراء میں ارم شہر تین سو سال میں بنوایا۔ اس کی عمر نو سو سال تھی۔ یہ بہت بڑا شہر تھا۔ اس کے مکانات سونے چاندی کے بنے تھے۔ اور زبرجد و یاقوت کے ستون عمارات کے اندر دیئے گئے۔ اس میں قسم قسم کے درخت اور نہریں بھی تھیں۔ جب اس کی تعمیر مکمل ہو چکی تو وہ اہل مملکت کو لے کر اس کی طرف چل دیا۔ جب ایک دن رات کا سفر رہ گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر آسمان سے چیخ بھیج کر ہلاک کر دیا۔

عبداللہ بن قلابہ کا قول ہے:

کہ میں اپنے اونٹوں کی تلاش میں نکلا۔ پس وہاں جا نکلا۔ پس اس میں سے جتنے ہوسکتا تھا اس میں سے اٹھالایا۔ جب یہ خبر معاویہؓ کو پہنچی تو انہوں نے حاضر ہونے کا حکم دیا۔ میں نے واقعہ عرض کر دیا۔ انہوں نے کعب کی طرف استفسار کیلئے پیغام بھیجا تو انہوں نے بتلایا کہ یہ ارم ذات العماد ہے۔ اور اس میں تیرے زمانہ میں ایک سرخ وسفید رنگت والا آدمی داخل ہوگا۔ اس کا قد چھوٹا اور اس کے ابرو پر خال کا نشان ہوگا۔ اور اس کی پشت پر خال کا نشان ہوگا۔ وہ اپنے اونٹ تلاش کرنے نکلے گا۔ پھر متوجہ ہو کر کعب نے مجھے دیکھا تو کہا۔ اللہ کی قسم یہی وہ آدمی ہے۔ [ابن کثیر: ۶۰۲/۴ □] یہ کعب احبار کی طرف منسوب داستانوں میں سے ایک ہے اس کی سند درست نہیں۔ یہ قطعاً بے حقیقت بات ہے۔ (کذا قال ابن کثیر)

۸ : اَلَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ (جن کے برابر شہروں میں کوئی شخص پیدا نہیں کیا گیا) یعنی عاد کی طرح ان کی طاقت اور ان کے لمبے قد میں۔ ایک آدمی کی لمبائی چار سو ہاتھ تھی۔ یا شداد کے شہروں جیسا شہر پیدا نہیں کیا گیا۔

قوم ثمود:

۹ : وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ (اور قوم ثمود کے ساتھ جو وادی القریٰ میں پتھروں کو تراشا کرتے تھے) جابوا الصخر۔ پہاڑوں کے پتھر کاٹے اور ان میں رہائشی مکانات بنائے۔ **ایک قول** یہ ہے سب سے پہلے جنہوں نے پہاڑوں کو کاٹا اور تراشا اور انہوں نے پتھروں کے سترہ سو شہر بنائے۔ الواد سے وادی القریٰ مراد ہے۔

۱۰ : وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ (اور میخوں والے فرعون کے ساتھ) ذی الاوتاد: بڑے لشکروں والا۔ ان کے پاس بیشمار خیمے تھے۔ جب وہ کسی مقام پر اترتے تو وہاں خیمہ زن ہوتے۔ **ایک قول** یہ ہے کہ اس کے ہاں مخالفین کو میخوں سے عذاب دیا جاتا۔ جیسا آسیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کیا۔

۱۱ : اَلَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ (جنہوں نے شہروں میں فساد مچا رکھا تھا)

نحو : ذم کی وجہ سے الذین منصوب ہے۔ نمبر۲۔ ہم مبتدأ کی خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ نمبر۳۔ عاد، ثمود و فرعون کی صفت ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔ طغوا انہوں نے حد سے تجاوز اختیار کیا۔

۱۲ : فَاَکْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ (اور ان میں بہت فساد مچا رکھا تھا) فساد کفر، قتل وظلم و بربریت کر کے۔

عذاب کا کوڑا:

۱۳ : فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ (آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا) بلیغ ترین انداز سے وقوعِ عذاب کو بیان کیا گیا کیونکہ الصب دوام اور سوط زیادتی ایلام کو ظاہر کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے ان کو دردناک دائمی عذاب میں مبتلا کر دیا گیا۔

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ﴿۱۵﴾

سو انسان کو اس کا پروردگار جب آزماتا ہے سو اس کا اکرام فرماتا ہے اور اسے نعمتیں دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میرا اکرام کیا

وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ﴿۱۶﴾

اور جب وہ اس کو آزماتا ہے سو اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۔

كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ﴿۱۷﴾ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۱۸﴾ وَتَاْكُلُوْنَ

ہرگز ایسا نہیں، بلکہ تم یتیم کا اکرام نہیں کرتے اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتے، اور میراث کا مال

التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ﴿۱۹﴾ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿۲۰﴾ كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ

سمیٹ کر کھا جاتے ہو، اور مال سے بہت محبت رکھتے ہو۔ ہرگز ایسا نہیں جب زمین کو پوری طرح

دَكًّا دَكًّا ﴿۲۱﴾ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۲﴾

چورا چورا کر دیا جائے گا۔ اور آپ کا پروردگار آجائے گا اور فرشتے آجائیں گے تو صفیں بنالیں گے

۱۴ : اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ (بیشک آپ کا رب گھات میں ہے) مرصاد وہ جگہ جہاں رصد کا انتظار کیا جاتا ہے۔ یہ مفعال کا وزن ہے اور رصدہ سے لیا گیا ہے۔ یہ تمثیل ہے کہ وہ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے۔ اور وہ بندے اس سے کسی طرف نکل نہیں سکتے۔ بندوں کے تمام اعمال سے آگاہ ہے۔ اور حافظ و نگہبان ہے۔ پس ان اعمال پر وہ بدلہ دے گا۔ اگر خیر ہونگے تو اچھا اور اگر برے ہونگے تو برا۔

انسان کا حال:

۱۵ : فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ (پس آدمی کو جب اس کا پروردگار آزماتا ہے یعنی اس کو اکرام و انعام دیتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے میری قدر بڑھادی)

۱۶ : وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ (اور جب اس کو آزماتا ہے یعنی اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے میری قدر گھٹادی) قَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ رزق کو تنگ کر کے جان بچانے والے لقمے کی مقدار رہنے دیتا ہے۔

قراءت: شامی، یزید نے قدر پڑھا ہے۔

فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ مطلب یہ ہے اس شخص کیلئے ضروری ہے کہ جس کا رب اس کو دیکھ رہا ہو۔ کہ وہ آخرت کی فکر کرے

اور جلد آنے والی کو مقصود نہ بنائے۔ حالانکہ اس نے تو اس کا الٹ کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے نعمت و وسعت رزق سے اس کا امتحان کیا تا کہ یہ شکر گزار ہو۔ تو یہ کہنے لگا میرے رب نے میرا اکرام کیا یعنی جو کچھ مجھے دیا اس میں مجھے فضیلت دی۔ وہ اکرام اسی بات کو خیال کرتا ہے جبکہ دنیا کثرت سے اس کو ملے۔ اور جب اس کا امتحان فقر سے کیا اور اس کا رزق تنگ کر دیا۔ تا کہ صبر سے کام لے تو کہنے لگا۔ ربی اھانن۔ اس نے قلت سرمایہ کو توہین قرار دیا۔ کیونکہ اس کا مقصود دنیا ہے۔ اور جو چیزیں دنیا میں تلذذ اور تعیش والی ہیں وہ اس کو بھاتی ہیں۔

باطل خیال کا رَد:

پس اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے باطل خیال کی تردید فرمائی۔ کَلَّا یہ بات ہرگز نہیں کہ قلت و کثرت مال اکرام و اہانت ہیں۔ بلکہ اکرام یہ ہے کہ طاعت کی زیادہ سے زیادہ توفیق ملے اور اہانت اس میں ہے کہ توفیق چھین کر رسوا کر دیا جائے۔

نحو: نمبر ا۔ الانسان مبتدأ اور فیقول یہ اس کی خبر ہے اور خبر پر فاء اس لئے لائی گئی ہے۔ کیونکہ اَمّا میں شرط کا معنی بھی پایا جاتا ہے۔ اور مبتدا و خبر کے مابین ظرف تقدیر تاخیر میں ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا ہے۔ فاما الانسان فقائل ربی اکرمنی وقت الابتلاء۔ اور اسی طرح دوسرا فیقول بھی مبتدأ کی خبر ہے۔ اور تقدیر عبارت یہ ہے۔ واما هو اذا ما ابتلاه ربه۔

ابتلاء:

دونوں کو ابتلاء سے تعبیر کیا گیا۔ کیونکہ ہر ایک بندے کیلئے امتحان و ابتلاء ہے جب وسعت کر دی جائے۔ تو اس بات میں امتحان ہے کہ آیا وہ شکر ادا کرتا ہے یا ناشکری اختیار کرتا ہے اور جب رزق کو تنگ کر دیا جائے تو اس کی حالت کو آزمایا گیا۔ آیا صبر کرتا ہے کہ جزع فزع کا ارتکاب کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے دوسرے ارشاد میں فرمایا گیا۔ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً [الانبیاء:۳۵]

وجہ تعجیب:

اس کے اس قول کو عجیب قرار دیا ربی اکرمن۔ باوجودیکہ اس کو اپنے اس قول سے ثابت کیا فاکرمه۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بات اس انسان نے قصداً اس بات کی مخالفت کرتے ہوئے کہی جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے صحیح اور درست قرار دیا۔ اس مخالفت میں اس کا قصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو جو کچھ بطور اکرام دیا ہے وہ اس کا مستحق ہے جیسا کہ دوسرے ارشاد میں یہ بات موجود ہے۔ انما اوتيته على علمٍ عندی [القصص:۷۸] حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بلا استحقاق بطور ابتلاء و امتحان دیا ہے۔

بری حصاتین:

۱۷: كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ (ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم لوگ یتیم کی قدر نہیں کرتے ہو)۔

۱۸ :وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ (اور دوسروں کو بھی مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے) مطلب یہ ہے بلکہ یہاں تو اس بات سے بھی زیادہ بری حرکت موجود ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مال عنایت فرمایا ہے وہ اس مال میں سے یتیم کا جو حق بنتا ہے۔ اور انہیں بطور اکرام دینا چاہیے تھا۔ وہ نہیں دیتے اور مسکین کو خود کھانا دینا تو بجائے خود رہا دوسروں کو اسے کھانا دینے پر آمادہ تک نہیں کرتے۔

۱۹ :وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا (اور میراث کا مال سارا سمیٹ کر کھا جاتے ہو) التراث میراث کو کہتے ہیں۔ اکلًا لمًّا اے ذالم ۔ حلال وحرام کے جمع کرنے کو کہتے ہیں۔ اہل عرب عورتوں اور بچوں کو وارث نہ بناتے تھے۔ اور ان کا حصہ میراث اپنے حصہ میراث کے ساتھ ملا کر کھا جاتے تھے۔

۲۰ :وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا (اور مال سے بہت ہی محبت رکھتے ہو) عرب کے لوگ حبہ، احبہ ،ایک ہی معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ حباجمًا بہت زیادہ کہ جس کے ساتھ حرص اور حقوق کی ڈاکہ زنی بھی شامل ہو۔

قراءت: رَبِّیَ ،حجازی اور ابوعمرو نے پڑھا ہے۔ اور بصری نے یکرمون ، ولا یحضّون و یاکلون ویحبون پڑھا ہے۔

قیامت کا حال:

۲۱ : كَلَّآ (ہرگز نہیں) اس میں ان کو سابقہ بات پر ڈانٹ پلائی۔ اور ان کے فعل کا انکار کیا گیا ہے۔ پھر وعید کا ذکر کر کے ان کی اس حسرت کو بیان کیا جو اس وقت ہوگی جب حسرت کا فائدہ نہ ہوگا فرمایا اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا (جس وقت زمین کو توڑ توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا) دُکت :زمین کو ہلایا جائے گا۔ دکا: ریزہ ریزہ یعنی بار بار اس کو ریزہ ریزہ کریں گے۔ یہاں تک کہ ذرات بنکر بکھر جائے گی۔

۲۲ :وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا (اور آپ کا پروردگار اور جوق در جوق فرشتے آئیں گے) یعنی ہر آسمان کے فرشتے اتر پڑیں گے۔ وہ ایک دوسرے کے پیچھے صف بستہ ہو جائیں گے۔ جس سے جن وانس گھیرے میں آجائیں گے۔

وَجِایْٓءَ یَوْمَىٕذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ۬ یَوْمَىٕذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿۲۳﴾ یَقُوْلُ

اور اس دن جہنم کو لایا جائے گا اس دن انسان کی سمجھ میں آ جائے گا اور اب سمجھنے کا موقع کہاں رہا؟ کہے گا

یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ ﴿۲۴﴾ فَیَوْمَىٕذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ﴿۲۵﴾ وَّلَا یُوْثِقُ

کاش میں اپنی زندگی کے لئے آگے بھیج دیتا سو اس دن اللہ کے عذاب کے برابر کوئی عذاب دینے والا نہ ہو گا اور اس کی جیسی

وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ﴿۲۶﴾ یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىٕنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِیْٓ اِلٰى رَبِّكِ

بندش کوئی نہیں کریگا اے نفس مطمئنہ لوٹ جا اپنے رب کی طرف

رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ﴿۲۸﴾ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ﴿۳۰﴾ ع ۱ ۳۰ ۱۴

اس حال میں کہ تو خوش ہو اور تجھ سے بھی اللہ تعالیٰ خوش ہے سو تو میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

۲۳ : وَجِایْٓءَ یَوْمَىٕذٍۭ بِجَهَنَّمَ (اور اس روز جہنم کو لایا جائے گا) ایک قول یہ ہے کہ یہ اہل جہنم کے سامنے کر دی جائے گی جیسا دوسرے مقام پر فرمایا۔ وَبُرِّزَتِ الجحیم للغاوین [الشعراء:۹۱] دوسرا قول یہ ہے کہ جہنم کو چلا کر لایا جائے گا۔ حدیث صحیح میں وارد ہے۔ یوتی بجهنم یومئذ لها سبعون الف زمامٍ مع کل زمام سبعون الف ملك یجرونها۔ [رواہ مسلم:۲۸۴۲، والترمذی: ۲۵۸۷ □] اس دن جہنم کو ستر ہزار لگاموں سے کھینچ کر لایا جائے گا۔ ہر لگام پر ستر ستر ہزار فرشتے مقرر ہونگے۔ یَوْمَىٕذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى (اس روز انسان کو سمجھ آوے گی اور اب سمجھ آنے کا موقع کب رہا) یتذکر نصیحت حاصل کرے گا۔ انی له الذکری مگر نصیحت کا فائدہ کہاں سے حاصل ہو۔

۲۴ : یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ (کہے گا کاش میں اس زندگی کیلئے کوئی عمل آگے بھیج لیتا)۔ حیاتی سے یہ آخرت کی زندگی مراد ہے۔ یعنی وہ کہے گا کاش میں نے اپنی فانی زندگی میں کچھ اعمال اپنی باقیہ زندگی کیلئے کئے ہوتے۔

۲۵ : فَیَوْمَىٕذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ (اس روز نہ تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے برابر کوئی عذاب دینے والا ہوگا) یعنی اس دن اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کوئی ذمہ دار نہ ہوگا۔ کیونکہ اختیار تمام اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہوگا۔

۲۶ : وَّلَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ (اور نہ اس کے جکڑنے کے برابر جکڑنے والا نکلے گا) لا یوثق: نہ جکڑے گا زنجیروں اور طوقوں کے ساتھ اس کے جکڑنے کی طرح کوئی ایک۔

قول صاحب کشاف:

کوئی شخص کسی کو عذاب نہیں دے سکتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ عذاب دیتے ہیں۔ اور نہ کوئی جکڑنے والا کسی کو اللہ تعالیٰ کے جکڑنے

کی طرح جکڑ سکتا ہے۔ای لا یعذب احدٌ احدًا کعذاب اللہ ولا یوثق احدٌ احدًا کو ثاق اللہ ۔

قراءت :لا یعذَب ، ولا یوثَق علی نے پڑھا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی قراءت ہے۔ابوعمرو نے اپنی آخری عمر میں اسی طرف رجوع کرلیا۔ضمیر اس میں الانسان موصوف کی طرف راجع ہے۔اورالانسان سے مراد کافر ہے۔ایک قول میں ابی بن خلف مراد ہے۔مطلب یہ ہوا کوئی اس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب جیسا عذاب نہ دے گا۔اور نہ زنجیروں سے اس کے باندھنے کی طرح کوئی باندھے گا کیونکہ وہ اپنے کفروعناد میں انتہاء کو پہنچا ہوا تھا۔

ربط :پھر مؤمن کو فرمایا جارہا ہے۔

نفس مطمئنہ:

۲۷ :یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (اے اطمینان والی روح) یہ کلام اس سے بطور اکرام ہوگا۔جیسا موسیٰ علیہ السلام سے کلام ہوئی یا فرشتے کے ذریعہ کلام ہوگا۔مطمئنہ :امن والا جس پر خوف وحزن طاری نہ ہو۔اور وہ مؤمنہ نفس ہے۔نمبر۲۔حق پر اطمئنان والا جس کو حق پر یقین کی برف نے جمایا ہوا ہے کہ شک اس کے قریب نہیں پھٹکتا۔پہلی تفسیر پر ابی بن کعب کی قراءت شاہد ہے۔یایتھا النفس الامنة المطمئنه : یہ موت کے وقت اس کو کہا جاتا ہے۔یا نمبر۲۔بعث کے وقت کہا جائے گا نمبر۳۔دخول جنت کے وقت کہا جائے گا۔

۲۸ :ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً (تو اپنے پروردگار کی طرف چل اس طرح کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش) ارجعی تو لوٹ اپنے رب کے وعدے کے مقام یا اپنے رب کے ثواب کی طرف اس حال میں کہ تو خوش ہونے والا ہے اس چیز پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں دی گئی۔مرضیۃ اپنے عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہے۔

۲۹ :فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ (پھر تو میرے بندوں میں شامل ہوجا) یعنی میرے من جملہ نیک بندوں میں اور ان کی لڑی میں تمہیں پرودیا گیا۔

۳۰ :وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ (اور میری جنت میں داخل ہوجا) ان کے ساتھ۔

قولِ ابوعبیدہ:

ای مع عبادی و بین عبادی ۔میرے بندوں کے ساتھ اور ان کے مابین ۔یعنی خاص بندوں میں ۔جیسا دوسرے مقام پر مذکور ہوا وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ۔ [النمل:۱۹]

ایک قول یہ ہے:

کہ النفس روح اور اس کا معنی یہ ہے تو میرے بندوں کے جسم میں داخل ہوجا۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت اس کی تائید کرتی ہے فادخلی فی جسد عبدی ۔

ایک نکتہ:

جب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طائف میں وفات ہوئی تو ایک پرندہ آیا۔ اس جیسا پرندہ پہلے دیکھا نہ گیا تھا۔ وہ پرندہ ان کی نعش میں داخل ہوا جب ان کو دفن کر دیا گیا تو یہ آیت ان کی قبر کے کنارے تلاوت کی گئی اور معلوم نہ ہو سکا کہ کس نے تلاوت کی ہے۔

ایک قول یہ ہے:

کہ یہ آیت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کے متعلق نازل ہوئی۔ دوسرا قول یہ ہے خبیب رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی جن کو اہل مکہ نے سولی پر چڑھا دیا تھا۔

قول آخر:

یہ ہے کہ یہ تمام ایمان والوں کیلئے ہے۔ اس لئے کہ عموم الفاظ کا اعتبار ہے خصوصی سبب کا لحاظ نہیں ہوتا۔

الحمد للّٰہ بمنہ تمت سورۃ الفجر

سُوْرَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ عِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۃ البلد مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں تیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ﴿۱﴾ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ﴿۲﴾ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۙ﴿۳﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا

میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں اور آپ اس شہر میں حلال ہونے کی حالت میں داخل ہونے والے ہیں اور قسم کھاتا ہوں باپ کی اور اولاد کی' یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے

الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ؕ﴿۴﴾ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ۘ﴿۵﴾ يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ؕ﴿۶﴾ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗۤ اَحَدٌ ؕ﴿۷﴾ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۙ﴿۸﴾ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۙ﴿۹﴾

وقف لازم

انسان کو مشقت میں پیدا فرمایا۔ کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کوئی قادر نہ ہو گا' وہ کہتا ہے کہ میں نے خوب زیادہ مال ہلاک کر دیا' کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اسے کسی نے نہیں دیکھا۔ کیا ہم نے اس کے لئے دو آنکھیں نہیں بنائیں اور زبان اور دو ہونٹ نہیں بنائے

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۚ﴿۱۰﴾

اور ہم نے اس کو دونوں راستے بتا دیئے۔

۱: لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۔

(میں قسم کھاتا ہوں ۔اس شہر کی) اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کی قسم کھائی ہے۔ اور اس بات پر قسم کھائی کہ خلقت انسانی تکالیف اور مشقتوں میں ڈوبی ہوئی ہے۔ اور قسم اور مقسم علیہ کے درمیان وانت حل بھذا البلد کو بطور جملہ معترضہ لایا گیا ہے۔

۲: وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ (آپ کو اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے) مطلب یہ ہے کہ مشقتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ جیسا عظمت وشان والا اس شہر مکہ کو لڑائی کیلئے حلال قرار دیگا۔ جیسے غیر حرم میں شکار کو حلال قرار دیا جاتا ہے۔

بقول شرحبیل:

مشرکین مکہ اس سرزمین میں شکار کرنا تو ناجائز قرار دیتے مگر آپ کے نکالنے اور قتل کرنے کو حلال سمجھتے ہیں۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کو ثابت قدمی پر آمادہ کر کے ان تکالیف کو سہنے کا حکم دیا گیا ہے جو کفار مکہ کی طرف سے آرہی تھیں نیز کفار مکہ کی حالت جو آپ کی عداوت کے سلسلہ میں چل رہی تھی اس پر تعجب ظاہر کیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو آپ کے شہر کی قسم اٹھا کر تسلی دی گئی ہے کہ تکالیف کے اٹھانے سے کسی انسان کو مفر نہیں درمیان میں تسلی و اطمینان کی تکمیل کے لئے فتح مکہ کے عظیم الشان وعدہ کو ذکر کر دیا۔ اور فرمایا آپ اس شہر کو عنقریب حلال کرنے والے ہیں آپ کو اس میں قتل وقید کی اجازت ہوگی وہ اسی طرح ہوا کہ مکہ کو فتح کر دیا گیا اور آپ کیلئے قتل وقتال کو جائز کر دیا۔

اس سے پہلے مکہ کسی پر نہ فتح ہوا اور نہ حلال کیا گیا۔ پس آپ نے فتح کے وقت جس چیز کو چاہا حلال کیا اور جس کو چاہا حرام کیا۔ چنانچہ ابن خطل کو ایسی حالت میں قتل کروایا کہ وہ کعبہ شریف کے پردوں کو تھامے ہوئے تھا اور اسی طرح مقیس بن صبابہ وغیرہما کو اور دار ابی سفیان کو حرام قرار دیا۔ اور انت حل کے معنی مستقبل کے ہیں۔ اس کی نظیر یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (الزمر۔۳۰) اور اتنی دلیل ہی اس معنی کیلئے کافی ہے کہ یہ سورت بالاتفاق مکی ہے اس وقت تو ہجرت بھی نہ ہوئی تھی فتح مکہ تو بڑی دور کی بات تھی پس ثابت ہوا کہ اَنت حلٌّ کا معنی تو حلال کریگا۔

۳: وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ (اور قسم ہے باپ کی اور اولاد کی) اس سے مراد آدم علیہ السلام اور ان کے بیٹے۔ نمبر۲۔ ہر والد و مولود نمبر۳۔ ابراہیم اور ان کے بیٹے۔

مَا: مامَنْ یاالذی کے معنی میں ہے۔

۴: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ (ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے) یہ جواب قسم ہے۔ کبد مشقت، انسان مصائب دنیا سے دوچار ہوتا ہے۔ اور آخرت کی تکالیف۔

قول ذوالنون رحمہ اللہ:

قضاء کی رسی سے انسان بندھا جڑا رہے گا۔ اور امر و نہی کی دعوت دی جاتی رہے گی۔ یہی مشقت ہے۔

۵: اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ (کیا وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس پر کسی کا بس نہ چلے گا) ایحسب کی ضمیر بعض صنادید قریش کی طرف راجع ہے۔ جن کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کو بہت تکالیف پیش آتیں تھیں۔ پھر بعض نے کہا وہ ابوالاشد ہے اور بعض کہتے ہیں وہ ولید بن مغیرہ ہے۔ معنی یہ ہوگا۔ کیا اس اپنی قوم میں طاقتور سردار کا خیال یہ ہے وہ ایمان والوں کو کمزور قرار دینے والا ہے کہ قیامت ہرگز نہ آئے گی۔ اور اس سے انتقام پر کسی کو اختیار نہیں ہے۔ پھر اس بات کا تذکرہ کیا جو وہ آج کہہ رہا ہے۔

مال پر فخر:

۶: يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا (وہ کہتا ہے میں نے اتنا وافر مال خرچ کر ڈالا) لُبَدًا بہت سا۔ یہ جمع لُبْدَةٌ کی ہے۔ جو مال اکٹھا اور جمع ہو۔ اس سے مراد وہ مال ہے جو اس نے اس مقام پر خرچ کیا جس کو اہل جاہلیت مکارم و معالی کہتے تھے۔

۷: اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗ اَحَدٌ (کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اس کو کسی نے دیکھا نہیں) جب کہ وہ خرچ کر رہا تھا اور جتنا اور جس غرض ریاء و افتخار کیلئے خرچ کر رہا تھا یعنی اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہے اور اس کی نگرانی فرمانے والے تھے۔

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿۱۱﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ

سو وہ گھاٹی سے ہوکر کیوں نہ آگے بڑھا اور آپ کو معلوم ہے کہ گھاٹی کیا ہے؟ چھڑا دینا ہے گردن کا یا کھلا دینا ہے بھوک والے

مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

دن میں کسی یتیم کو جو رشتہ دار ہو' یا کسی مسکین کو جو مٹی والا ہو' پھر ان لوگوں میں سے ہوا جو ایمان لائے

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿۱۷﴾ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿۱۸﴾ وَالَّذِيْنَ

اور آپس میں ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی وصیت کی' یہ داہنے ہاتھ والے لوگ ہیں اور جن لوگوں نے

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴿۱۹﴾ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴿۲۰﴾ ع ۱ ۱۵

ہماری آیات کے ساتھ کفر کیا وہ بائیں ہاتھ والے ہیں ان پر آگ ہوگی جسے بند کر دیا جائے گا۔

احسانِ الٰہی:

۸ : اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ (کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں نہیں دیں) اس پر کی جانے والی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا۔ ہم نے اس کو دو دیکھنے والی آنکھیں عنایت فرمائی ہیں۔

۹ : وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ (اور زبان اور دو ہونٹ دیئے) وہ زبان جس سے وہ اپنے مافی الضمیر کی تعبیر کرتا ہے۔ اور وہ ہونٹ جن سے وہ اپنے دانتوں کو ڈھانپتا ہے۔ اور گفتگو میں ان سے معاونت پاتا اور کھانے اور پینے اور سانس میں ان سے مدد لیتا ہے۔

۱۰ : وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ (اور ہم نے اس کو دونوں راستے بتلا دیے) خیر و شر کے راستے جو جنت و نار تک پہنچنے والے ہیں یا ماں کے پستان۔

۱۱ : فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ (پس وہ شخص گھاٹی میں سے ہو کر نہ نکلا)

۱۲ : وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْعَقَبَةُ (اور آپ کو معلوم ہے کہ گھاٹی کیا ہے)

۱۳ : فَكُّ رَقَبَةٍ (وہ کسی گردن کا چھڑانا ہے)

۱۴ : اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ (یا کھانا کھلانا فاقہ کے دن میں)

۱۵ : يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ (کسی رشتہ دار یتیم کو)

۱۶ : اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ (یا کسی خاک نشین محتاج کو)

ناشکری نعمت:

۱۷ : ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (پھر ان لوگوں میں سے نہ ہوا جو ایمان لائے) یعنی اس نے ان انعامات کا شکریہ اعمال صالحہ میں

سے آزادیٔ گردن، یتامیٰ اور مساکین کو کھانا کھلانے کی صورت میں اداء نہ کیا۔ پھر سب سے بڑھ کر جوان اعمال صالحہ کی بنیاد ایمان ہے۔اس کو اختیار نہ کیا۔ بلکہ اس کی بجائے نعمتوں کی ناقدری کی، منعم کریم کی ناشکری کی، مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مال کو اس انداز اور طرز سے خرچ کرنا فائدہ منداور نفع بخش ہے ریاء وفخر کی خاطر مال کا دے دینا چنداں فائدہ مند نہیں ہے۔

لَمَّا : لا ماضی کے ساتھ استعمال ہو تو مکرر لایا جاتا ہے۔مگر فصیح ترین کلام میں مکرر نہیں لایا جاتا۔ کیونکہ جب یہاں اقتحام کی تفسیر تین چیزوں سے کردی۔تو یہ اسی طرح ہوگیا جیسا لا کا اعادہ تین مرتبہ کردیا گیا ہے۔تقدیر عبارت اس طرح بن گئی۔ فلا فك رقبة ولا اطعم مسكينا ولا آمن۔ الاقتحام داخل ہونا' شدت ومشقت سے گزرنا۔ القحمة بشدت۔آیت میں نیکی کو عقبہ فرمایا گیا اور اس پر عمل کرنے کو اقتحام عقبہ سے تعبیر کیا گیا۔ کیونکہ اس میں نفس کا مجاہدہ اور مشقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

قولِ حسن رحمۃ اللہ علیہ یہ ہے:

کہ انسان کا اپنے نفس سے جہاد کرنا اللہ کی قسم بڑی سخت گھاٹی ہے۔اسی طرح اپنی خواہشات اور دشمن شیطان سے مقابلہ بھی مشکل چیز ہے۔ ماالعقبة یعنی اس کا گھسنا کیا ہے؟ تم اس وقت کی صعوبت نفس کو نہیں جانتے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے ثواب کی حقیقت کو سمجھتے ہو۔ فك الرقبة گردن کو آزاد کرانا یا مالِ کتابت کی ادائیگی میں اعانت کرنا۔

قراءت: فَكَّ رَقَبَةً او اَطْعَمَ مکی، ابوعمرو، علی نے اقتحم العقبة کا بدل قرار دے کر پڑھا ہے۔اس طرح وما ادراك ماالعقبه ۔ جملہ معترضہ ہے۔ دیگر قراء نے فك رقبة اوا طعامٌ کو اِقْتَحَا مُهَا فكُ رقبة اوا طعامٌ قرار دے کر مرفوع پڑھا ہے۔

المسغبة بھوک۔ المقربة قرابت، المتربه فقر۔ یہ تینوں مفعلات کے وزن ہیں۔ اول سَغِب، یسغب جبکہ بھوکا ہو جائے۔ نمبر۲۔قرب یقرب فی النسب ۔عرب کہتے ہیں فلان ذوقرا بتی و ذو مقربتی وہ میرا رشتہ دار ہے اور تیسرا ترب یترب جبکہ محتاج ہو۔اس کا اصل معنی مٹی سے مل گیا۔ پس اس کا ٹھکانہ کوڑا خانے ہوا الیوم کی صفت ذی مسغبۃ سے کی گئی۔ جیسا عرب کہتے ہیں هم ناصب ای ذونصب۔ دکھ دینے والا غم۔

ثم كان من الذين آمنوا کا معنی یہ ہے کہ اس نے ایمان پر ہمیشگی دکھائی۔ایک قول یہ ہے کہ ثم یہاں واؤ کے معنی میں آیا ہے۔ایک قول یہ ہے کہ ثم کو یہاں اس لئے لائے کیونکہ ایمان مرتبہ وفضیلت میں عتق وصدقہ سے بہت بلند ہے۔اور یہ بلندی وقتی ہی نہیں بلکہ ایمان ان سے سابق ہے کیونکہ عمل ایمان کے بغیر مقبول نہیں۔ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (اور ایک دوسرے کو پابندی کی فہمائش کی) گناہوں سے رک جانے اور طاعات پر جم جانے کی۔اور ان مشقتوں پر صبر کرنے کی جو مؤمن کو بطور ابتلاء درپیش رہتے ہیں۔وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ (اور ایک دوسرے کو ترحم کی فہمائش کی) اپنے مابین رحم کرنے کی تلقین وتاکید کی۔

۱۸ : اُولٰئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ (یہی لوگ داہنے والے ہیں) ان صفات والے اصحاب یمین سے ہیں۔

۱۹ : وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ (اور جو لوگ ہماری آیتوں کے منکر ہیں۔ وہ لوگ بائیں والے ہیں) والذين كفروا بايتنا جنہوں نے قرآن کا انکار کیا یا ہمارے دلائل کا انکار کیا۔ وہ اصحاب شمال ہیں۔ المیمنه اور المشئمه

الیمین و الشمال۔ یاالیمن والشنوم یعنی اپنے نفس کو بابرکت کرنے والے اور اپنے نفوس پر نحوست مسلط کرنے والے۔

۲۰ :عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ (ان پر آگ محیط ہوگی جس کو بند کر دیا جائے گا)

قراءت:مُّؤْصَدَةٌ ہمزہ کے ساتھ ابوعمرو، حمزہ، حفص نے پڑھا ہے۔اور موصدۃ، نافع، ابن کثیر، ابن عامر کی قراءت ہے۔

مُّؤْصَدَةٌ یہ اوصدت الباب سے لیا گیا۔اسی طرح آصدت الباب ای اطبقتہٗ واغلقتہٗ میں نے دروازہ بند کیا۔

تمت سورۃ البلد بحمدہ تعالیٰ

سُوْرَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسَ عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۃ الشمس مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پندرہ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۙ﴿۱﴾ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۙ﴿۲﴾ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۙ﴿۳﴾ وَالَّيْلِ

قسم ہے سورج کی اور اسکی روشنی کی اور چاند کی جب وہ سورج کے پیچھے سے آجائے' اور قسم ہے دن کی جب وہ اس کو خوب روشن کردے' اور قسم ہے رات کی

اِذَا يَغْشٰهَا ۙ﴿۴﴾ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۙ﴿۵﴾ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۙ﴿۶﴾ وَنَفْسٍ وَّمَا

جب وہ اسے چھپالے' اور قسم ہے آسمان کی اور اس کی جس نے اس کو بنایا اور قسم ہے زمین کی اور اسکی جس نے اسے بچھایا اور قسم ہے نفس کی اور اس کی

سَوّٰىهَا ۙ﴿۷﴾ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۙ﴿۸﴾ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۙ﴿۹﴾ وَقَدْ خَابَ مَنْ

جس نے اس کو درست بنایا' پھر اس کا فجور اور اس کا تقویٰ اس کو القاء کردیا' یہ یقینی بات ہے کہ وہ کامیاب ہوا جس نے اس کو پاک کیا اور وہ شخص نامراد ہوا جس نے

دَسّٰىهَا ؕ﴿۱۰﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ۙ﴿۱۱﴾ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۙ﴿۱۲﴾ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اسے دبادیا۔ ثمود نے اپنی سرکشی کے سبب جھٹلایا جبکہ اس کا سب سے زیادہ بدبخت شخص اٹھ کھڑا ہوا سو ان سے اللہ کے رسول نے فرمایا کہ اونٹنی سے اور اس کے

نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ؕ﴿۱۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۚ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۖ﴿۱۴﴾

پینے سے خبردار رہنا سو انہوں نے اللہ کے رسول کو جھٹلا دیا پھر اس اونٹنی کو کاٹ ڈالا سو ان کے رب نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو پوری طرح ہلاک کردیا۔ سو اس کو عام کردیا

وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿۱۵﴾ ع

اور وہ اس کے انجام سے اندیشہ نہیں رکھتا۔

ع ۱ ۱۶

۱ : وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا (قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی)

ضحیٰ: جب سورج خوب چمک اٹھے اور اس کی سلطنت ہر طرف قائم ہو جائے۔

۲ : وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا (اور چاند کی جب سورج سے پیچھے آوے) روشنی اور ضیاء میں اس کا پیچھا کرے یہ مہینے کے پہلے پندرہ روز میں ہوتا ہے۔ روشنی میں چاند سورج کے پیچھے آتا ہے اور اس کا نائب ہوتا ہے۔

۳ :وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا (اوردن کی جب وہ اس کوخوب روشن کردے)جلی الشمس ،سورج روشن ہوااس کودیکھنے والوں کے سامنے ظاہر کردیا۔اور یہ اس وقت ہوتا ہے۔جب دن کھل جائے اور پھیل جائے کیونکہ سورج اس وقت مکمل طور پر روشن ہوتا ہے۔

ایک قول یہ ہے:

ضمیر اندھیرے کی طرف راجع ہے نمبر۲۔دنیا کی طرف۔نمبر۳۔زمین کی طرف راجع ہے اگر چہ اس کا تذکرہ نہیں ہوا۔پھر یہ آیت اس ارشاد کی طرح ہوگی۔وَمَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَابَّةٍ [فاطر:۴۵]یہاں بھی ھا کی ضمیر ارض کی طرف ہے اگر چہ پہلے مذکور نہیں۔

۴ :وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا (اوررات کی جب وہ اس کو چھپالے)جب رات سورج کو چھپالے اور آفاق سماء کو اندھیر کردے۔

ایک تحقیق:

اس قسم کے مواقع میں جہاں بار بار واؤ لائی گئی ہے۔اول واؤ بالاتفاق قسمیہ ہے۔دوسری واؤ بعض کے ہاں قسمیہ ہے۔خلیل نحوی رحمہ اللہ کے نزدیک واؤ دوم عاطفہ ہے دلیل یہ ہے کہ قسم کا قسم پر داخل کرنا تکمیل قسم سے پہلے جائز نہیں۔غور تو فرماؤ۔اگر تم اس کی بجائے فاء کا کلمہ لاتے یا ثم لاتے تو معنی اپنی حالت پر رہتا کیونکہ یہ دونوں حروف عطف میں سے ہیں۔اسی طرح واؤ کا حکم ہے۔

جنہوں نے قسم کیلئے قرار دیا:

تو ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر واؤ عطف کی ہوتی تو دو عاملوں پر عطف ہوتا کیونکہ واللیل تو واؤ قسم سے مجرور ہے۔اور اذا یغشیٰ فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے جو کہ اقسم ہے۔پس اگر تم واؤ کو والنھار اذا تجلی میں عطف کیلئے تسلیم کرو گے تو النھار کا عطف لیل پر جر کی صورت میں ہوگا۔اور اذا تجلّٰی کا عطف اذا یغشٰی پر نصب کی حالت کے ساتھ ہوگا۔پس یہ تمہارے اس قول کی طرح ہوجائے گا۔اِنَّ فی الدار زیدًا والحجرة عمروًا۔

جواب:اس کا جواب یہ ہے واؤ قسم باء اور فعل کے قائم مقام ہے اور یہ قائم مقام ہونا اس حد تک ہے کہ اس کے ساتھ فعل کا ظاہر کرنا، جائز نہیں۔پس گویا یہ نصب وجر کا عمل دے رہی ہے۔اور یہ واؤ اس ایک عامل کی طرح بن گئی جس کے دو عمل ہوں۔اور قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ عامل جس کے دو عمل ہوں۔تو جائز ہے کہ اس کے دونوں معمولوں کا عطف ایک عاطف سے کردیا جائے۔اس پر تمام اہل نحات کا اتفاق ہے۔

مثلاً ضرب زیدٌ عمرًا وبکرٌ خالدًا پس واؤ کے ساتھ آپ نصب ورفع دونوں دے رہے ہیں۔کیونکہ واؤ ضرب کے قائم مقام ہے۔جو کہ واؤ کا عامل ہے پس اس مقام پر بھی یہی حکم ہے۔

۵ :وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا (قسم ہے آسمان کی اور اس کی جس نے اس کو بنایا)

۶ :وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا (اورزمین کی اور جس نے اس کو بچھایا)

۷ : وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا (اور جان کی اور جس نے اس کو درست بنایا) ان تمام میں ما مصدریہ ہے ای بناء ها وطحوها وتسوية خلقها فی احسن صورة ۔آسمان اوراس کے بنانے اورزمین اوراس کے بچھانے اورنفس کی تخلیق بہترین صورت میں کرنے میں) بعض کے ہاں یہ مامصدریہ والی صورت فالهمها میں نہیں چلتی کیونکہ عبارت میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔اس لئے صحیح وجہ اس میں یہ ہے کہ ما موصولہ ہو۔رہا یہ سوال کہ مَنْ کی بجائے ما کولایا گیا۔تو وجہ ترجیح یہ ہے کہ اس میں وصفیت کا معنی پایا جاتا ہے۔ مَنْ میں ایسا نہیں گویا اس طرح فرمایا۔والسماء والقادر العظيم الذی بناها و نفس و الحكيم الباهر الحكمة الذی سواها۔قسم ہے آسمان کی اوراس عظیم قدرت والے کی جس نے اس کو بنایا اور نفس کی قسم اوراس ظاہر حکمت والی ذات کی قسم جس نے اس کو درست کیا۔

وجہ تنکیر:

نفس کو نکرہ لائے۔کیونکہ اس سے مراد نفوس میں سے خاص نفس یعنی آدم علیہ السلام ہیں۔گویا اس طرح کہا: وواحدة من النفوس اورنفوس میں ایک نفس کی قسم۔نمبر۲۔نفس سے ہر نفس مراد ہے۔اور تنکیر کثرت کو ظاہر کرنے کیلئے لائے۔جیسا اس آیت میں علمت نفس [التکویر:۱۴]

۸ : فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا (پھراس کو بدکرداری اور پرہیزگاری کا القاء کیا) اس کو طاعت ومعصیت بتلادی۔یعنی سمجھادی کہ ان میں سے ایک حسن اور دوسری قبیح ہے۔

۹ : قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا (یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اس کو پاک کرلیا) یہ جواب قسم ہے تقدیر کلام یہ ہے: لقد افلح ۔

قول الزجاج:

کلام کی طوالت لام کا عوض بن گئی۔

ایک قول یہ ہے:

جواب قسم محذوف ہے۔یہی قول اظہر ہے۔اس کی تقدیر اس طرح ہے لَيُدَمْدِمَنَّ الله عليهم اہل مکہ پر اللہ تعالیٰ تکذیب رسول کی وجہ سے تباہ کن عذاب نازل فرمائیں گے۔جیسا کہ ثمود پر تکذیبِ صالح علیہ السلام کی وجہ سے اترا۔

حل کلام:

قدافلح یہ کلام فالهمها کے تابع ہے۔اور بطور استطراد لایا گیا ہے جواب قسم سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔من زکّٰها جس کو اللہ تعالیٰ نے پاک کردیا اوراس کی درستی کردی اور پاکیزگی والا بنادیا۔

۱۰ : وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (نامراد ہوا جس نے اس کو دبادیا) اللہ تعالیٰ نے اس کو گمراہ کردیا۔

قولِ عکرمہ:

وہ نفس کامیاب ہوا جس کو اللہ تعالیٰ نے پاک کر دیا۔ اور وہ نفس رسوا ہوا جس کو اس نے گمراہ کر دیا۔ یہ جائز ہے کہ نفس کو ملوث کرنے اور پاک کرنے کی نسبت بندے کی طرف کی جائے اور فعل عبد قرار دیا جائے۔ التدسیۃ کمی، کوتاہی، مخفی گناہ کرنا۔ دَسَّ اصل میں دسس ہے۔ یا تو سین مکررہ کے بدلے میں لائے گئی ہے۔ پس دَسّٰی بن گیا۔

قوم ثمود کی سرکشی:

۱۱ : كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَآ (قوم ثمود نے اپنی شرارت کی وجہ سے تکذیب کی) طغویٰ بمعنی طغیان کیونکہ ان کو ان کی سرکشی نے تکذیب پر آمادہ کیا تھا۔

۱۲ : اِذِا انْبَعَثَ اَشْقٰهَا (جب کہ اس قوم میں جو سب سے بڑا بد بخت تھا اٹھ کھڑا ہوا) انبعث اونٹنی کی کونچیں کاٹنے کیلئے کھڑا ہوا۔ اشقیٰ ثمود کے بد بخت کا نام قُدار بن سالف تھا۔ اس کا رنگ زرد، نیلا، قد چھوٹا۔

نحو : اذا یہ كذّبتْ کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر ۲۔ بطغویٰ کی وجہ سے منصوب ہے۔

۱۳ : فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ (تو ان لوگوں سے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا) رسول اللہ سے صالح علیہ السلام مراد ہیں۔ نَاقَةَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی اونٹنی سے خبردار رہنا)

نحو : یہ تحذیر کی وجہ سے منصوب ہے اے احذروا عقرها۔ اس کی کونچیں کاٹنے سے خبردار رہو۔

وَسُقْيٰهَا (اور اس کے پانی پینے سے) یہ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں الاسد الاسد۔

نحو : سابقہ فعل پر عطف کی وجہ سے منصوب ہے۔

۱۴ : فَكَذَّبُوْهُ (پس انہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا) اس بات میں جس میں ان کو ڈرایا گیا۔ کہ اگر تم یہ کر ڈالو گے۔ تو عذاب اتر پڑے گا۔

فَعَقَرُوْهَا (پھر اس اونٹنی کو مار ڈالا)

نحو : ھا کی ضمیر اونٹنی کی طرف راجع ہے۔ اور فعل کی نسبت تمام قوم کی طرف کی گئی حالانکہ قاتل تو ایک تھا۔ اس کی نظیر دوسری آیت میں ہے۔ فنا دوا صاحبهم فتعاطى فعقر [القمر:۲۹ □] تو اس آیت نے بتلا دیا کہ اس میں ان تمام کی رضامندی شامل تھی اس لئے نسبت فعل تمام کی طرف درست ہے۔ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ (تو ان کے رب نے ان پر ہلاکت نازل فرمائی) ان کو بالکل ملیامیٹ کر دیا۔ بِذَنْۢبِهِمْ (ان کے گناہ کے سبب) ان کے اپنے گناہ کے سبب وہ گناہ تکذیب پیغمبر اور اونٹنی کا ہلاک کرنا وغیرہ تھے۔

ہلاکتِ ثمود:

فَسَوّٰهَا (پھر اس کو عام کر دیا) ان پر ہلاکت کو عام کر دیا کہ ان میں سے ایک بھی چھوٹا بڑا بچ نہ سکا۔

اسے انجام کا خطرہ نہ ہوا:

۱۵ : وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا (اور اللہ تعالیٰ کو اس ہلاکت کے اخیر میں کسی خرابی کا اندیشہ نہیں ہوا) اللہ تعالیٰ کو اس ہلاکت والے کام کے انجام کا کوئی اندیشہ نہ تھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا اس اندیشہ کے بغیر کہ کسی کی طرف سے کوئی خرابی اس کو پہنچ جائے گی۔ جیسا کہ کوئی بادشاہ کسی کو سزا دے تو اس کی طرف سے ہر وقت اس کو خطرہ لگا رہتا ہے۔ کہ کہیں بدلے کیلئے نہ اٹھ کھڑا ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اپنی ملک اور ملک میں کیا لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ [الانبیاء:۲۳ □] اس سے کون پوچھ سکتا ہے۔ کہ یہ کیوں کیا۔ وہ تمام سے پوچھ سکتا ہے کہ یہ کیوں کیا۔

قراءت: مدنی وشامی نے ولا یخاف کی بجائے فلا یخاف پڑھا ہے۔

قد تمت سورة الشمس بعونه سبحانه وتعالٰی علوًا کبیرًا

سُوْرَةُ الَّيْلِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۃ اللیل مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں اکیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۙ﴿۱﴾ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۙ﴿۲﴾ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰٓى ۙ﴿۳﴾ اِنَّ

قسم ہے رات کی جبکہ وہ چھپالے اور قسم ہے دن کی جب کہ وہ روشن ہو جائے اور قسم ہے اسکی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا؛ کہ بیشک

سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ؕ﴿۴﴾ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۙ﴿۵﴾ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۙ﴿۶﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ

تمہاری کوششیں مختلف ہیں، سو جس نے دیا اور اللہ سے ڈرا اور الحسنٰی کو سچا جانا تو ہم اس کے لئے راحت والی خصلت کو

لِلْيُسْرٰى ؕ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۙ﴿۸﴾ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۙ﴿۹﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ

آسان کر دیں گے اور جس نے بخل کیا اور بے پرواہی اختیار کی، اور الحسنٰی کو جھٹلایا تو ہم اس کے لئے مصیبت والی خصلت کو

لِلْعُسْرٰى ؕ﴿۱۰﴾ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ؕ﴿۱۱﴾ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۖ﴿۱۲﴾ وَاِنَّ

اختیار کرنا آسان کر دیں گے۔ اور اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا جب وہ برباد ہونے لگے گا، واقعی ہمارے ذمہ راہ کا بتلا دینا ہے اور

لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ﴿۱۳﴾ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۚ﴿۱۴﴾ لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ۙ﴿۱۵﴾

ہمارے ہی قبضہ میں ہے آخرت اور دنیا تو میں تمہیں ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکا ہوں اس میں وہی بدبخت داخل ہو گا

۱ : وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى (قسم ہے رات کی جبکہ وہ چھپالے) نمبر۱۔ جس کو چھپایا گیا وہ یا تو سورج ہے جیسا اس ارشاد میں : والیل اذا یغشٰھا [الشمس:۴] نمبر۲۔ دن جیسا اس آیت میں فرمایا یُغْشِی الَّيْلَ النَّهَارَ [الاعراف:۵۴] نمبر۳۔ ہر چیز جس کو رات اپنے اندھیرے سے چھپالے جیسا اس ارشاد میں ہے۔ اذا وقب [الفلق:۳]۔

۲ : وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى (قسم ہے دن کی جبکہ وہ روشن ہو جائے) ظلمت لیل کے زائل ہونے سے ظاہر ہو جائے۔

۳ : وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰٓى (اور اس کی جس نے نر و مادہ کو پیدا کیا) وہ عظیم قدرت والا جس نے مرد و عورت کو ایک پانی سے پیدا فرمایا۔

۴ : اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى (بیشک تمہاری کوششیں مختلف ہیں)

نحو : یہ جواب قسم ہے۔

بلاشبہ تمہاری کوششیں مختلف ہیں۔اس اختلاف کی وضاحت اگلی آیات میں آرہی ہے۔

۵ : فَاَمَّامَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی (پس جس نے دیا اور اللہ سے ڈرا) اعطیٰ : مال کے حقوق ادا کیے۔اتقی : اپنے رب سے ڈرا اور اس کے محرمات سے پرہیز کیا۔

الحسنٰی اسلام ہے:

۶ : وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی (اور اچھی بات کو اچھا سمجھا) ملت حسنی یعنی ملت اسلام کو اختیار کیا۔نمبر۲۔اچھے ثواب کو مانا۔وہ اچھا ثواب جنت یا کلمہ لا الہ الا اللہ ہے۔

۷ : فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰی (تو ہم اس کو راحت کی چیز کیلئے سامان دے دیں گے) پس ہم اس کو آسانی کی خصلت کیلئے سہولت دیں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ عمل اختیار کرنا ہے۔

۸ : وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ (اور جس نے بخل کیا) اپنے مال کے سلسلہ میں وَاسْتَغْنٰی (اور بے پرواہی اختیار کی) اپنے رب سے اور تقویٰ اختیار نہ کیا۔نمبر۲۔آخرت کی نعمتوں سے دنیا کی شہوات کے ذریعہ بے نیازی اختیار کی۔

۹ : وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰی (اور اچھی بات کو جھٹلا دیا) الحسنی سے اسلام یا جنت مراد ہے۔

طاعت گزار:

۱۰ : فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی (ہم اس کو تکلیف کی چیز کیلئے سامان دے دیں گے) ایسی خصلت کیلئے جو بالآخر آگ میں پہنچانے والی ہے۔پس اس کے لئے طاعت سب سے زیادہ مشکل اور گراں بار ہوگی نمبر۲۔طریقۂ خیر کو یُسریٰ فرمایا کیونکہ اس کا انجام سہولت ہے۔اور طریقۂ شر کو تنگی فرمایا اس لئے کہ اس کا انجام تنگی ہے یا ان دونوں کو بول کر جنت و دوزخ کے راستے مراد لیے گئے ہیں۔

۱۱ : وَمَا يُغْنِیْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰی (اور اس کا مال اس کے کام نہ آئے گا۔جب وہ برباد ہونے لگے گا) جب وہ ہلاک ہوگا تو مال اس کو فائدہ نہ دے گا۔ تَرَدّٰی ۔یہ تفعل کا وزن ہے اور الردی سے نکلا ہے جس کا معنی ہلاکت ہے۔ تردی فی القبرہ : وہ قبر میں گرے گا یا قعر جہنم میں گرے گا۔

۱۲ : اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰی (واقعی ہمارے ذمہ راستہ کا بتلا دینا ہے) حق کی طرف راہنمائی ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اس کے لئے دلائل قائم کر دیتے اور دیے ہیں۔اور شرائع کے ذریعہ وضاحت کر دی ہے۔

۱۳ : وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰی (اور ہمارے ہی قبضہ میں آخرت اور دنیا ہے) پس گمراہ ہونے والے کی گمراہی ہمیں نقصان نہ دے گی اور ہدایت پانے والے کی ہدایت سے ہمیں فائدہ نہ ہوگا۔یا دنیا و آخرت دونوں ہماری ہیں۔جس نے دونوں کو ہمارے

الَّذِیْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۶﴾ وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿۱۷﴾ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَمَا

جس نے جھٹلایا اور روگردانی کی اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہے جو اپنا مال اس غرض سے دیتا ہے کہ پاک ہو جائے اور بجز

لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ﴿۱۹﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿۲۰﴾

اپنے عالی شان پروردگار کی رضا جوئی کے اس کے ذمہ کسی کا احسان نہ تھا کہ اس کا بدلہ اتارنا ہو

وَلَسَوْفَ یَرْضٰى ﴿۲۱﴾

اور یہ شخص عنقریب خوش ہو جائے گا۔

ع ۱ ۲۱ ۱۷

سوا اور سے طلب کیا اس نے غلط راستہ اپنا لیا۔

۱۴ : فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى (تو میں تم کو ایک بھڑکتی آگ سے ڈرا چکا ہوں) انذرت۔ڈرانے کے معنی میں اور تلظّٰی شعلہ زن۔

۱۵ : لَا یَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى (اس میں وہی بد بخت داخل ہوگا) لایصلٰی سے یہاں ہمیشہ رہنے کیلئے داخل ہونا مراد ہے۔

۱۶ : الَّذِیْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى (جس نے جھٹلایا اور روگردانی کی) اس سے مراد کافر ہے جس نے رسول کی تکذیب کی اور ایمان سے اعراض کیا۔

۱۷ : وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى (اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا) جو بڑا پرہیزگار ہے یجنب اس سے دور رکھا جائے گا۔الاتقٰی مؤمن۔

۱۸ : الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰى (جو اپنا مال اس غرض سے دیتا ہے کہ پاک ہو جائے) مال فقراء پر خرچ کرتا ہے۔یتزکی یہ الزکاۃ سے ہے وہ اس بات کا طالب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے لئے پاکیزگی کا ذریعہ بن جائے وہ مال کو خرچ کرنے سے ریاء وشہرت جیسی چیزوں کا خواہاں نہیں۔نمبر۲۔وہ زکوٰۃ ادا کرتا ہے۔

نحو : اگر یوتٰی سے بدل بنائیں تو یتزکی کا کوئی محل اعراب نہیں کیونکہ یہ اس صورت میں صلہ کے تحت داخل ہوگا اور صلات کا کوئی محل واعراب نہیں ہوتا۔نمبر۲۔اگر یوتی کی ضمیر سے حال بنایا جائے تو پھر یہ محلاً منصوب ہے۔

قولِ ابوعبیدہ:

الاشقی یہ شقی کے معنی میں ہے۔اور وہ کافر ہے۔اور الاتقٰی بمعنی التقی ہے اور وہ مؤمن ہے۔کیونکہ جہنم میں داخلے کے ساتھ مخصوص ہے اشقی الاشقیاء۔نجات کیلئے اتقی الاتقیاء خاص نہیں۔اگر تمہارے خیال میں نار کو نکرہ لا کر مخصوص نار کا ارادہ کیا گیا۔جو الاشقی کے ساتھ مخصوص ہے۔تو پھر اس ارشاد کا کیا مطلب ہوگا۔وسیجنبها الاتقی کیونکہ متقی بھی اس مخصوص آگ سے بچالیا جائے گا الاتقی کا بچنا خاص نہیں۔پس اتقی سے متقی مراد ہوگا۔فافهم۔

ایک قول یہ ہے:

کہ آیت مشرکین میں سے بڑے مشرکوں اور مؤمنوں میں سے بڑے مؤمنوں کے درمیان موازنہ کررہی ہے۔اس لئے دونوں کی صفات میں مبالغہ کے صیغے لائے گئے اس لئے اشقی فرما کراس کوآگ میں داخلے کے ساتھ مختص کردیا۔گویا خالص آگ اسی کیلئے بنی ہے۔اوردوسری طرف الاتقی فرمایااورنجات کواس کے ساتھ مختص کردیا۔گویاجنت اسی کیلئے بنی ہے۔

ایک اورقول:

الاشقی ابوجہل اورالاتقی ابوبکررضی اللہ عنہ۔

ایک استدلال:

اس آیت سے مرجئہ کےاس خیال کی تردیدہورہی ہے کہ آگ میں صرف کافرداخل ہونگے۔

۱۹ :وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى (اوراس کے ذمہ کسی کااحسان نہ تھا۔کہ اس کابدلہ اتارتا ہو)

۲۰ :اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى (مگرسوائے اپنے عالی شان پروردگارکی رضاجوئی کے)ای مالاحدٍ عند اللہ نعمة یجازیه بها الا ان یفعل فعلاً یبتغی به وجه ربه فیجازی علیه۔ یعنی کسی کااللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی احسان نہیں کہ جس کاوہ بدلہ دیتا ہومگروہ چاہتا ہے کہ یہ بندہ ایسافعل کرے جس سے وہ رب کی رضامندی پالے۔الْاَعْلٰى : بلند۔وہ اپنی سلطنت کے اعتبار سے بلندوبالا ہے۔اپنی برھان وشان میں منزہ ہے۔اس سے مکان کی بلندی مرادنہیں کیونکہ وہ تو حدوث کی علامت ہے۔ اوراس کی ذات قدیم ہے۔

۲۱ :وَلَسَوْفَ يَرْضٰى (یہ شخص عنقریب خوش ہوجائے گا)اس میں اس ثواب کاوعدہ کیاگیاہے جواس کوراضی اوراس کی آنکھوں کو ٹھنڈک بخشے گا اور یہ اس ارشادالٰہی کی طرح ہے جواللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کوفرمایا۔وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى[الضحیٰ:۵]

تمت سورة الیل قبل الیل یوم الجمعة بعدالعصر ۱۹ ربیع الآخر ۱۴۲۴ھ

سُوْرَةُ الضُّحٰی مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۂ ضحیٰ مکہ میں نازل ہوئی اس میں گیارہ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالضُّحٰى ۙ﴿۱﴾ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۙ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ؕ﴿۳﴾ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ

قسم ہے دن کی روشنی کی اور رات کی جب کہ وہ قرار پکڑے آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ دشمنی کی' اور آخرت آپ کے لئے

لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ؕ﴿۴﴾ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ؕ﴿۵﴾ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا

دنیا سے بدرجہا بہتر ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو دے گا سو آپ خوش ہو جائیں گے کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا

فَاٰوٰى ۪﴿۶﴾ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۪﴿۷﴾ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ؕ﴿۸﴾ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ

پھر ٹھکانا دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے خبر پایا سو راستہ بتلایا اور اللہ نے آپ کو نا دار پایا سو مالدار بنا دیا' تو آپ یتیم پر

فَلَا تَقْهَرْ ؕ﴿۹﴾ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ؕ﴿۱۰﴾ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾ ع ۱ ۸

سختی نہ کیجئے اور سائل کو مت جھڑکئے اور اپنے رب کے انعامات کا تذکرہ کرتے رہا کیجئے۔

۱: وَالضُّحٰی (اور قسم ہے دن کی روشنی کی) اس سے مراد چاشت کا وقت ہے اور وہ دن کا ابتدائی حصہ ہے۔ جبکہ سورج خوب بلند ہو۔

وجہ تخصیص:

چاشت کے وقت کو قسم کیلئے خاص اس لئے فرمایا کیونکہ یہ وہ گھڑی ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور اسی میں جادوگر سجدہ ریز کئے گئے۔ نمبر۲۔ چاشت بول کر تمام دن مراد ہے۔ کیونکہ مقابلہ میں وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ہے۔

۲: وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى (اور رات کی جبکہ وہ قرار پکڑے) سَجٰی سکن: ٹھہرنا، قرار پکڑنا، مراد لوگوں اور آوازوں کا سکون پکڑنا ہے۔

نہ چھوڑا نہ ناراض ہوا:

۳: مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى (اور آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ دشمنی کی) قَلٰی یعنی آپ کو جب سے چنا آپ کو چھوڑا نہیں اور جب سے محبوب بنایا آپ سے ناراض نہیں ہوا۔ التودیع الودع کا مبالغہ ہے۔ کیونکہ جو آدمی جدائی اختیار کر کے

چھوڑتا ہے وہ چھوڑنے میں انتہاء کرنے والا ہوتا ہے۔

روایت میں ہے کچھ دنوں تک وحی آپ ﷺ پر نہ اتری۔تو مشرکین کہنے لگے۔محمد ﷺ کو اس کے رب نے چھوڑ دیا۔اور اس سے ناراض ہوگیا پس یہ آیت اتری۔(ابن مردویہ بحوالہ کشاف ۷۶۶/۴)

قلٰی کے ساتھ ضمیر کو حذف کردیا۔جیسا کہ الذاکرات سے ضمیر کو اس آیت میں حذف کردیا۔والذاکرین اللہ کثیرًا والذاکرات [الاحزاب:۳۵] مراد الذاکراتہٗ اور سکی مثل فاوی فھدی اور فاغنٰی ہیں۔یہ اختصار لفظی ہے تاکہ محذوف ظاہر ہو۔

۴:وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى (اور آخرت آپ کے لئے دنیا سے بدرجہا بہتر ہے) یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے آخرت میں جو مقام محمود تیار کر رکھا ہے اور حوض کوثر اور وہ بھلائی جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کر رکھا ہے وہ اس سے بہت بہتر ہے جو آپ کو دنیا میں پسند ہے۔

ایک قول یہ ہے:

ماقبل سے اس کا ربط یہ ہے کہ چھوڑنے اور ناراض ہونے کی نفی کے ضمن میں وحی کے ذریعہ آپ سے تعلق جوڑنے والا ہے۔ اور آپ حبیب اللہ ہیں۔اور آپ خیال فرماتے ہیں کہ یہ سب سے بڑی عظمت ہے۔اس آیت میں خبر دی کہ آپ کا حال آخرت میں اس سے بڑھ کر ہے۔آپ ﷺ کو انبیاء علیہم السلام سے آگے بڑھایا جائے گا۔اور آپ کی امت کو تمام امتوں پر شہادت اور پھر اپنی امت پر آپ کو شہید بنایا جائے گا وغیر ذلک۔

۵:وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ (اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو دے گا) آخرت کا ثواب اور مقام شفاعت وغیرہ ذلك فَتَرْضٰى (پس آپ خوش ہوجائیں گے) جب یہ آیت نازل ہوئی۔تو آپ ﷺ نے فرمایا میں اس وقت بالکل راضی نہ ہونگا۔جب تک کہ میری امت کا ایک آدمی بھی نار میں ہوگا۔[رواہ الخطیب فی تلخیص المتشابہ]

نحو: سوف پر داخل ہونے والا لام لام ابتدائیہ ہے جو مضمون جملہ کی تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔مبتدأ محذوف ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے:ولانت سوف یعطیك اور لا اقسم کو جنہوں نے لأقسم پڑھا ہے۔اس کے لام کو بھی ابتدائیہ قرار دیا ہے۔کیونکہ اس کا معنی لأنا اقسم اور اس طرح ماننے کی ضرورت اس لئے ہوئی کہ جب لام قسمیہ ہو تو اس کا لام مضارع پر نون تاکید کے ساتھ داخل ہوتا ہے۔پس نتیجتًا یہ بات متعین ہوگئی کہ یہ لام ابتدائیہ ہے۔اور یہ لام ابتدائیہ مبتدأ اور خبر پر بھی داخل ہوتا ہے۔پس مبتدأ و خبر کو مقدر ماننا ضروری ہے۔جیسا ہم ذکر کر چکے۔صاحب کشاف نے اسی طرح بیان کیا ہے۔

صاحب کشف کا قول:

یہ لام قسم ہے اور یہاں نون تاکید کی چنداں حاجت نہیں۔کیونکہ نون تاکید تو اس لئے لاتے ہیں۔تاکہ یہ ظاہر کیا جائے کہ یہ لام لام قسم ہے لام ابتداء نہیں۔اور یہ بات جانی پہچانی ہے کہ یہ ابتداء کیلئے نہیں کیونکہ سوف پر داخل ہو رہا ہے۔اور لام ابتدائیہ سوف

پر نہیں آ سکتا۔انہوں نے یہ بھی ذکر کیا کہ یہاں تاکید وتاخیر کے دونوں حروف جمع کر کے ظاہر کر دیا۔کہ عطاء ہر صورت میں ہوگی یہ ناممکن ہے۔کہ عطاء نہ ہو خواہ تاخیر سے ہو۔

یتیمی میں سہارا:

۶: پھر آپ پر کیے جانے والے احسانات کو اولین حالت سے شمار کیا۔تاکہ آئندہ کو گزشتہ پر قیاس کر لیا جائے اور زیادت خیر اور حسنیٰ کے سوا اور کسی بات کی توقع نہ ہو۔اور دل بھی تنگ نہ ہو۔اور صبر میں کمی نہ آئے۔پس فرمایا: اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی (کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر ٹھکانہ دیا) یجدك اس وجود سے بنا ہے جو العلم کے معنی میں آتا ہے۔اور دونوں منصوب مفعول ہیں۔معنی یہ ہے کیا آپ اس وقت یتیم نہ تھے جب آپ کے والدین فوت ہو گئے۔فَاٰوٰی (پھر ٹھکانہ دیا) پس اس نے (پہلے دادا) پھر آپ کے چچا ابوطالب کے ہاں ٹھکانہ دیا) اس کے ساتھ ملا دیا یہاں تک اس نے آپ کی کفالت کی اور پالا۔

۷: وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی (اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے خبر پایا پس رستہ بتلایا) آپ کو معالم نبوت کی خبر نہ تھی۔اور احکام شریعت نہ جانتے تھے۔اور یہ کہ فرمانبرداری کا کیا طریقہ ہے۔

طریقۂ فرمانبرداری سکھایا:

فھدی: پس اس نے احکامات سکھا دیئے اور قرآن کا علم دے دیا۔

ایک قول:

جب ابوطالب کے ساتھ شام کا سفر کیا تو راستہ میں آپ راستہ بھول گئے آپ کو قافلہ کی طرف واپس کر دیا۔

تنبیہ:

اس سے عدول عن الحق کا مفہوم لینا جائز نہیں اور گمراہی میں پڑنا مراد لینا درست نہیں۔آپ ﷺ ابتدائی حالت سے نزول وحی تک عبادت اوثان سے معصوم تھے۔اسی طرح اہل فسق وگناہ کی گندگیوں سے محفوظ ومامون تھے۔

۸: وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی (اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نادار پایا پس مالدار بنا دیا) عائل: نادار فَاَغْنٰی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال سے غنی کر دیا۔نمبر۲۔غنائم کے مال سے غنی کر دیا۔

۹: فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ (تو آپ یتیم پر سختی نہ کیجئے) اس کی کمزوری کی وجہ سے اس کے حق اور مال پر غالب مت آؤ۔

۱۰: وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ (اور سائل کو مت جھڑکیے) نہ ڈانٹیں پس تھوڑا خرچ کر دیں یا اچھے انداز سے واپس لوٹا دیں۔

بقول سدی:

مراد اس سے طالب علم ہے کہ جب وہ آپ کے پاس آ جائے تو مت جھڑکیں۔

۱۱: وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (اوراپنے رب کے انعامات کا تذکرہ کرتے رہا کریں) اس نبوت والے انعام کو بیان کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دے دیا اور یہ نعمتوں میں عظیم ترین نعمت ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کو شامل ہے اس کے ماتحت قرآن مجید کی تعلیم اور احکامات کی تعلیم بھی شامل ہے۔

تمت سورۃ الضحیٰ بحمدہٖ

سُوْرَةُ اَلَمْ نَشْرَحْ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانِيْ اٰيٰتٍ

سورۃ الانشراح مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں آٹھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ① وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ② الَّذِيْٓ اَنْقَضَ

کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا ' اور ہم نے آپ پر سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپکی کمر توڑ

ظَهْرَكَ ③ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ④ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ⑤ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ⑥

رکھی تھی ' اور ہم نے آپکی خاطر آپ کا ذکر بلند کیا ' سو بیشک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے بیشک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ⑦ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ⑧ ع ۱ ۱۹

سو آپ جب فارغ ہو جایا کریں تو محنت کیا کیجئے اور اپنے رب ہی کی طرف توجہ رکھیے۔

علوم وحکم کے لئے سینے کی وسعت:

۱: اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا) یہ استفہام انکاری ہے۔ انکار نفی ثبوت کو ظاہر کرتا ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ شرحنا لك صدرك ہم نے آپ کا سینہ کھول دیا۔ اسی وجہ سے وضعنا کو معنی کا لحاظ کرتے ہوئے اسپر عطف کیا۔ یعنی ہم نے سینے کو علوم وحکم کیلئے وسیع کر دیا۔ یہاں تک اس میں نبوت کی فکر اور ثقلین کی دعوت کی گنجائش پیدا ہوگئی ہم نے اس تنگی اور حرج کو زائل کر دیا۔ جو عُمی وجہل کے ساتھ ہوتا ہے۔

قول حسن رحمہ اللہ:

حکمت وعلم سے بھر دیا۔

۲: وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ (اور ہم نے آپ پر سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا) نبوت کی ذمہ داری میں تخفیف کر دی اور بجا آوری میں سہولت دے دی۔ ایک قول یہ ہے کہ بوجھ وہ لغزش ہے جس کو ہم معین طور پر نہیں جانتے۔ وہ افضل کو ترک کر کے فاضل کو انجام دینا ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کو اس قسم کی باتوں پر عتاب کیا جاتا ہے۔ اور وضعہ سے مراد اس کا معاف ودرگزر کرنا۔ الوزر بھاری بوجھ۔

۳: اَلَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ (جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی) اس کو بوجھل کر دیا یہاں تک کہ اس کے بوجھ سے تمہاری پشت میں

آواز پیدا ہوگئی۔انتقاض پالان کی چرچراہٹ کی آواز۔

۴:وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آوازہ بلند کیا) آپ کے ذکر کو اس قدر بلند کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کے ساتھ شہادت میں آپ کے ذکر کو ملا دیا۔اسی طرح اذان،اقامت،خطبات اور تشہد اور قرآن کے بہت سے مقامات میں جیسے:اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول [المائدہ : ۹۲]ومن یطع اللہ ورسولہ [النساء : ۱۳]واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ [التوبہ : ٦٢] اور اسی طرح نام کی نسبت اپنی طرف فرمائی رسول اللہ، نبی اللہ،اور آپ کا تذکرہ پچھلی کتابوں میں کر دیا۔ وغیرہ ذلک۔

لك کا فائدہ:

وہ ہے جو طریقہ ابہام اور ایضاح میں جانا گیا ہے۔کیونکہ الم نشرح لک سے یہ واضح سمجھا جاتا ہے۔پھر صدرک کہہ کر اس کی وضاحت کی جو کہ پہلے مبہم طور پر معلوم ہوا اور اسی طرح لک ذکرک وعنک وزرک بھی۔گویا کہیں ابہام اور کہیں ایضاح فرمائی۔

۵:فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (پس بیشک موجود مشکلات کے ساتھ آسانی ہے۔

٦:اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (بیشک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے) یعنی اس سختی کے باوجود جو مشرکین کی طرف سے آپ برداشت کر رہے ہیں۔یُسْرًا آسانی ہے میری اس پشت پناہی کی وجہ سے جو آپ ہی کو میسر ہے یہاں تک کہ آپ ان پر غالب آجائیں گے۔

ایک قول یہ ہے:

مشرکین رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو فقر کا طعنہ دیتے یہاں تک کہ آپ کے وہم میں یہ بات سبقت کر گئی کہ ان کو اہل اسلام کے فقر کی وجہ سے اسلام سے نفرت ہے۔پس اللہ تعالیٰ نے آپ پر کیے جانے والے عظیم انعامات کو یاد دلایا۔پھر فرمایا:ان مع العسر یسرًا گویا فرمایا ہم نے آپ پر جو انعامات کیے سو کیے پس فضل الٰہی سے آپ ہرگز مایوس نہ ہوں۔اس لئے کہ وہ تنگی جس میں تم اس وقت ہو اسکے ساتھ آسانی ہے۔اور مع کا لفظ استعمال فرمایا۔تاکہ اسکے قریب تر ہونے کو بتلایا دیا جائے اور مزید تسلی کا باعث ہو اور دلوں میں پختگی پیدا ہو۔آپ ﷺ نے اس کے نزول کے موقعہ پر فرمایا:لن یغلب عسر یسرین [رواہ الحاکم:۲/۵۲۸] (ایک تنگی دو آسانیوں پر ہرگز غالب نہیں آئے گی) کیونکہ آیت میں العسر کو معرفہ لایا گیا پس یہ ایک ہی چیز ہوئی۔ قاعدہ یہ ہے کہ جب معرفہ کو دوبارہ لوٹا دیا جائے تو دوسرا معرفہ اول معرفہ کا عین ہوتا ہے یعنی دونوں ایک ہی چیز ہوتے ہیں۔ اور اسکے برخلاف الیسر کو نکرہ لا کر لوٹایا گیا۔اور قانوناً نکرہ کا اعادہ ہو تو دوسرا نکرہ اول سے الگ اور غیر ہوتا ہے۔حاصل معنی یہ ہوا بیشک ایک تنگی کے ساتھ دو آسانیاں ہیں۔

قول ابومعاذ:

عرب کہتے ہیں نمبرا۔ان مع الامیر غلامًا ان مع الامیر غلامًا پس امیر تو ایک ہی ہوتا ہے اور غلام دو مراد ہوتے ہیں۔اور جب یہ کہیں ان مع الا میر الغلام۔ان مع الا میر الغلام تو امیر ایک اور غلام بھی ایک مراد ہوتا ہے۔نمبر۳۔ اور جب کہتے ہیں:ان مع امیر غلامًا ان مع امیر غلامًا تو امیر بھی دو اور غلام بھی دو سمجھے جاتے ہیں۔

(کذا فی شرح التاویلات)

۷:فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ (تو آپ جب فارغ ہو جایا کریں تو محنت کیا کیجئے) یعنی جب تم مخلوق کو دعوت الی اللہ دے کر فارغ ہو جاؤ۔تو اپنے رب کی عبادت میں خوب کوشش کرو۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

جب تم اپنی نماز سے فارغ ہو جاؤ۔تو دعا میں خوب کوشش کرو۔اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ سلام سے قبل یا سلام کے بعد دعا کا حکم ہے۔

ربط ماقبل:

ماقبل سے اس کا تعلق اس طرح ہے۔جبکہ آپ پر گزشتہ انعامات کا شمار کیا۔اور آئندہ کا وعدہ فرمایا تو شکر پر آمادہ کیا اور عبادت میں خوب محنت کی طرف متوجہ کیا۔النصب محنت کرنا اس طرح ہے۔کہ ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر کی جائے۔اور اپنے اوقات میں سے کوئی وقت بھی اس سے خالی نہ چھوڑا جائے۔پس جب ایک عبادت سے فارغ ہو تو اس کے ساتھ دوسری کو ملائے۔

۸:وَ اِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ (اور اپنے رب ہی کی طرف توجہ رکھیے) خصوصاً اپنی رغبت و میلان کو اسی ہی کی طرف لگالو۔اور اسی ہی کا فضل مانگو اور اسی ہی پر توکل کرو۔

تمت سورۃ الانشراح بعونہ

سُوْرَۃُ التِّیْنِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ ثَمَانِیْ اٰیَاتٍ

سورۃ التین مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں آٹھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۙ﴿۱﴾ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۙ﴿۲﴾ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۙ﴿۳﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ

قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینین کی اور اس امن والے شہر کی ہم نے انسان کو سب سے اچھے

فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۫﴿۴﴾ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۙ﴿۵﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

سانچہ میں پیدا کیا ہے' پھر ہم اسے اسفل السافلین کی طرف لوٹا دیتے ہیں سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور اچھے

الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ؕ﴿۶﴾ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ؕ﴿۷﴾ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ

کام کئے۔ سو ان کے لئے ثواب ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا' پھر کون سی چیز تجھ کو قیامت کے بارے میں منکر بنا رہی ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے

الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸﴾ ع

بڑھ کر حاکم نہیں ہے۔

ع ۱ ۸ ۲۰

۱: وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ (اور قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی) ان کی قسم اس لئے اٹھائی کیونکہ پھل دار درختوں میں دونوں عجیب درخت ہیں۔

جنت کا پھل:

روایت میں ہے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک تھال انجیر کا لایا گیا۔ آپ نے اس میں سے کچھ تناول فرمایا اور اپنے صحابہ سے فرمایا تم کھاؤ! اگر میں کہوں! کہ کوئی پھل جنت سے آیا ہے۔ تو میں کہونگا کہ یہ ہے کیونکہ جنت کے پھل بغیر گٹھلی ہیں۔ اس کو کھایا کرو۔ بلاشبہ یہ بواسیر کو ختم کرتا ہے اور نقرس کیلئے فائدہ مند ہے۔ (رواہ ابونعیم بسند مجہول فی الطب ص: ۸۲) اور دوسرے ارشاد میں فرمایا بہترین مسواک زیتون ہے۔ یہ مبارک درخت سے ہے۔ منہ کو صاف ستھرا کرتی ہے۔ اور ہمک کو دور کرتی ہے (رواہ الطبرانی فی الاوسط۔ مجمع الزوائد ۲/۱۰۰) ایک ارشاد ہے کہ یہ میرا مسواک ہے۔ یعنی میں اسے پسند کرتا ہوں اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کا مسواک ہے۔ (یہ سابقہ روایت مجمع کا حصہ ہے)

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اس سے مراد تمہارا یہی انجیر اور تمہارا زیتون ہے۔ **ایک اور قول یہ ہے:** کہ شام کے دو پہاڑ ہیں جن پر یہ درخت اگتے ہیں۔

۲:وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ (اور طور سینین کی) طور کی اضافت سینین کی طرف کی۔ طور پہاڑ اور سینین وادی ہے۔ یہ سینون، یبرون کی طرح واؤ اور یاء کے ساتھ اعراب پاتا ہے یاء کو برقرار رکھتے ہوئے نون کو تینوں حرکات دیتے ہیں۔

۳:وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ (اور اس امن والے شہر کی) البلد سے مکہ مکرمہ مراد ہے۔ الامین یہ لیا گیا ہے امن الرجل امانة فهو امین۔ امن والا۔ اس کی امانت یہ ہے کہ داخل ہونے والے کی حفاظت کرتا ہے۔ جیسا امین امانت کی حفاظت کرتا ہے۔

فائدۂ قسم:

ان اشیاء کی قسم اس لئے کھائی تا کہ مبارک مقامات کے شرف کو ظاہر کیا جائے اور جو خیر و برکت اس میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کے وجود سے ہوتی ہے۔

انجیر و زیتون کے اُگنے کا مقام ابراہیم علیہ السلام کا وطن ہجرت ہے۔ اور مسیح علیہ السلام کا مولد و مسکن اور مقام پرورش ہے۔ الطّور وہ مقام جہاں موسیٰ علیہ السلام پر وحی اتری۔ مکہ وہ مقام جہاں اللہ تعالیٰ کا وہ گھر ہے جو ہدی للعالمین ہے اور ہمارے پیغمبر ﷺ کا مولد و منشأ و مبعث ہے۔ نمبر۲۔ پہلی دو قسمیں اس لئے اٹھائی گئیں کہ پہلے دو مقام تو عیسیٰ علیہ السلام پر وحی اترنے کے مقام ہیں۔ اور تیسرا موسیٰ کلیم اللہ پر وحی نازل ہونے کی جگہ۔ اور چوتھا محمد ﷺ پر وحی نازل ہونے کی جگہ ہے۔

خوبصورت سانچہ:

۴:لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچہ میں ڈھالا ہے)

نحو: یہ جواب قسم ہے۔ الانسان سے جنس انسان مراد ہے۔ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ اس کی شکل و صورت کو انتہائی معتدل بنایا اور اس کے اعضاء نہایت مناسب بنائے۔

۵:ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ (پھر ہم اس کو پستی کی حالت والوں سے بھی بہت نیچے کر دیتے ہیں) یعنی پھر اس کے معاملے کا انجام جبکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت عظیمہ کا شکریہ ادا نہیں کیا جو نعمت اللہ تعالیٰ نے شاندار خلقت اور درست اعضاء کی صورت میں دی تھی تو ہم نے اس کو سب نیچوں سے نیچے کر دیا۔ وہ پست جو خلقت و ترکیب میں اس سے نیچے ہیں وہ جہنمی لوگ ہیں۔ نمبر۲۔ اہل جہنم میں جو سب سے نیچے درجات والے ہیں ان میں شامل کر دیا۔

نمبر۳۔ اس درست قامت اور حسن صورت کے بعد اس کو حسن صورت و شکل میں سب سے کم کی طرف لوٹا دیا۔ یہاں تک کہ کمر کو جھکا کر کبڑا کر دیا۔ بالوں کی سیاہی کو سفیدی سے بدل ڈالا۔ جلد کو تر و تازگی کے بعد خشک کر دیا۔ آنکھوں اور کانوں کو بوجھل بنا

دیا۔ ہر چیز بدل دی۔ اب اس کی چال چھوٹے چھوٹے قدموں سے ہے اس کی آواز میں طنطنے کی بجائے ہلکا پن ہے۔ اور دبدبہ کی بجائے سٹھیانہ ہے۔

۶: اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ (لیکن جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لئے اس قدر ثواب ہے۔ جو کبھی منقطع نہ ہوگا) یہاں فلھم میں فاء کو داخل فرمایا۔ سورۂ انشقاق میں فا کے بغیر لائے۔ تاکہ دونوں لغتوں کو جمع کر دیا جائے۔ پہلی صورت میں استثناء متصل ہے اور دوسری صورت میں منقطع ہے یعنی لیکن وہ لوگ جو صالح ایمان والے بوڑھے ہیں ان کا ثواب منقطع ہونے والا نہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے جوانی میں طاعات کی ہیں۔ اور بڑھاپے میں وہ بڑھاپے کے ابتداء پر صابر و شاکر ہیں۔ اور مشقتیں اٹھا رہے ہیں اور فریضہ عبودیت پر قائم و دائم ہیں۔

۷: فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ (پھر کون سی چیز تم کو قیامت کے بارہ میں منکر بنا رہی ہے) اس میں خطاب انسان کو بطریق التفات فرمایا گیا ہے۔

تکذیبِ قیامت کی کیا وجہ؟

یعنی اس قطعی بیان کے بعد تمہاری تکذیب قیامت کا سبب کیا ہے۔ اور جزاء پر روشن دلیل آ چکی پھر یہ تکذیب کیوں؟ معنی یہ ہے۔ بلاشبہ انسان کی خلقت نطفہ سے کی گئی پھر درست کر کے انسان بنا دیا گیا اور تدریجی طور پر اس کو بڑھاتے رہے۔ یہاں تک کہ مکمل و درست حد تک پہنچ گیا۔ پھر اس کو گھٹایا یہاں تک کہ ارذل عمر میں داخل ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر اس سے واضح دلیل اور کیا ہوگی جو ان تمام مراحل سے تخلیق انسانی کو گزار کر تکمیل تک پہنچا سکتا ہے۔ اس پر اعادہ کیا مشکل۔ پھر اے انسان تو جزاء کی کیونکر تکذیب کرتا ہے یا ہمارے رسول ﷺ کی تکذیب کیوں کرتا ہے کون تمہیں ایسی واضح دلیل کے بعد جھوٹ بولنے پر آمادہ کرتا ہے۔

بَعْدُ: ما یہاں مَنْ کے معنی میں ہے۔

۸: اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ (کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہیں) اس میں کفار کو وعید سنائی گئی۔ وہ ان کے متعلق فیصلہ فرمائے گا جس کے یہ حقدار ہیں۔ الحاکمین یہ الحکم سے لیا گیا جس کا معنی فیصلہ کرنا ہے۔

الحمد اللہ سورۃ التین مکمل ہوئی

سُوْرَةُ الْعَلَقِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۃ العلق مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں انیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۚ① خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ② اِقْرَاْ وَرَبُّكَ

اے پیغمبر آپ اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجئے جس نے پیدا کیا' اس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا' آپ قرآن پڑھا کیجئے اور آپ کا رب

الْاَكْرَمُ ۙ③ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ④ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ؕ⑤

بڑا کریم ہے جس نے قلم سے تعلیم دی' انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہیں جانتا۔

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۙ⑥ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ؕ⑦ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ؕ⑧ اَرَءَيْتَ

یہ واقعی بات ہے کہ بلاشبہ انسان سرکشی کرتا ہے اس وجہ سے کہ اپنے کو مستغنی سمجھتا ہے' اے مخاطب بے شک تیرے رب کی طرف لوٹنا ہے اے مخاطب تو

الَّذِيْ يَنْهٰى ۙ⑨ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ؕ⑩ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ۙ⑪ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ؕ⑫

اس شخص کا حال بتا دے جو بندہ کو روکتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے اے مخاطب یہ بتا دے کہ اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو یا وہ تقوے کا حکم کرتا ہو

۱: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ (اے پیغمبر آپ قرآن اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجئے)

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما و مجاہد رحمہ اللہ:

یہ اترنے والی سب سے پہلی سورت ہے۔

قول جمہور رحمہم اللہ:

سب سے پہلی مکمل سورت فاتحہ اتری پھر سورۃ القلم۔

بِاسْمِ رَبِّكَ یہ حال ہونے کی وجہ سے محلاً منصوب ہے۔ای اقرأ مفتتحا باسم ربك پڑھ اس حال میں کہ تم اپنے رب کے نام سے شروع کرنے والے ہو۔ باسم اللہ کہو پھر پڑھو۔ الذی خلق ۔ خَلَقَ کا مفعول ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ معنی یہ ہے: الذی حصل منه الخلق ۔ وہ ذات جس سے تخلیق حاصل ہوئی اور اس کو چنا اس کے سوا کوئی خالق نہیں۔ نمبر۲۔ اس کی تقدیر کلام یہ ہے: خلق كل شئی ۔ وہ جس نے تمام اشیاء کو پیدا کیا اس صورت میں ہر مخلوق کو شامل ہوگا کیونکہ وہ مطلق ہے اور بعض مخلوقات اس

کے اندازے میں دوسری سے اولیٰ نہیں۔

تخلیق انسانی:

۲:خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ (اور جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا) اس میں تخلیق کیلئے انسان کی تخصیص اس کے شرف کی وجہ سے ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ قرآن بھی انسان ہی کی طرف اتارا گیا ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ الذی خلق الانسان مراد لیں۔ البتہ یہ کہنا پڑے گا کہ اولاً تو مبہم طور پر ذکر کیا۔ پھر تفسیر کے ساتھ تذکرہ اس کی عظمت تخلیق کو ظاہر کرنے کیلئے اور عجائبات فطرت بتلانے کیلئے کیا مِنْ عَلَقٍ یہاں جمع لائے۔ اس طرح نہیں فرمایا۔ من علقةٍ کیونکہ انسان معنی کے اعتبار سے جمع ہے۔

۳:اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ (آپ قرآن پڑھا کیجئے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے) ایسا کریم کہ ہر کریم سے بڑھ کر کرم میں اس کو کمال حاصل ہے۔ وہ اپنے بندوں پر انعامات برساتا ہے۔ ناشکری وانکار نعمت کے باوجود ان پر سزا اتارنے میں جلد بازی نہیں کرتا۔ گویا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سب سے بڑی کرم نوازی یہی ہے کہ وہ علمی فائدہ پہنچائے۔ اسی لئے فرمایا

۴:الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (وہ جس نے قلم سے تعلیم دی) جس ذات نے لکھنا سکھایا۔

۵:عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ (انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا) اپنے کمال کرم سے یہ راہنمائی فرمادی کہ اس نے اپنے بندوں کو وہ کچھ سکھلا دیا۔ جو وہ نہ جانتے تھے۔

کتابت کے فائدے:

اور ان کو نور علم کی طرف جہالت کے اندھیروں سے نکال دیا۔ اس نے علم کتابت کی فضیلت پر خبردار فرمایا۔ اس لئے کہ اس میں بے شمار فوائد ہیں۔ کتابت سے پہلے علوم مدون ہوئے حکمتیں اور عبرتیں لکھی گئی۔ پہلے لوگوں کی خبریں حیطہ تحریر میں لائیں گئیں۔ کتب منزلہ بھی کتابت سے لوگوں کے ہاتھوں میں آئیں۔ اگر کتابت نہ ہوتی تو دنیا و دین کے کام ادھورے رہ جاتے۔ اللہ تعالیٰ کی دقیق حکمتوں پر اگر اور کوئی دلیل نہ بھی ہوتی تو یہی کافی تھی۔

۶:كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى (سچ مچ بے شک آدمی حد سے نکل جاتا ہے) اس میں ان کو ڈانٹ پلائی گئی۔ جو سرکشی کے باعث اللہ کی نعمتوں کی ناشکری اختیار کرے۔ اگرچہ تذکرہ نہیں کیونکہ کلام کی دلالت اس پر واضح ہے۔ ان الانسان سے آخر سورت تک ابوجہل کے متعلق اتری۔

۷:اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى (اس وجہ سے کہ اپنے کو مستغنی دیکھتا ہے) ای ان رای نفسه یہ کہ وہ اپنے نفس کو دیکھتا ہے۔

ایک قاعدہ:

افعال قلوب میں کہتے ہیں۔ رأیتنی و علمتنی ۔ یہاں معنی رؤیت کا علم ہی ہوتا ہے اگر یہ ابصار کے معنی میں ہو تو پھر اس

اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۳﴾ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ﴿۱۴﴾ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ

اے مخاطب تو بتادے اگر وہ جھٹلاتا ہو اور روگردانی کرتا ہو' خبردار کیا اس نے یہ نہیں جانا کہ بیشک اللہ دیکھتا ہے ہرگز نہیں اگر یہ شخص باز نہ آیا

لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ﴿۱۵﴾ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿۱۶﴾ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ﴿۱۷﴾ سَنَدْعُ

تو ہم ایسی پیشانی کو جو جھوٹی ہے خطا کار ہے پکڑ کر گھسیٹیں گے' سوچاہئے کہ اپنی مجلس کو بلالے ہم عذاب کے فرشتوں کو

الزَّبَانِيَةَ ﴿۱۸﴾ كَلَّا ؕ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴿۱۹﴾ السجدة ع

بلالیں گے' ہرگز نہیں آپ اس کا کہنا نہ مانئے اور نماز پڑھتے رہئے اور قرب حاصل کرتے رہئے۔

کے فعل میں دو ضمیروں کا اجتماع ممنوع ہوتا ہے۔ (حالانکہ یہاں دو ضمیریں موجود ہیں۔ پس یہ بصر کے معنی میں نہ ہوا)

اِسْتَغْنٰى نحو : یہ مفعول ثانی ہے۔

۸: اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى (اے مخاطب تیرے رب ہی کی طرف سب کا لوٹنا ہوگا) بطور التفات انسان کو سرکشی کے انجام سے ڈرایا گیا ہے۔ الرُّجْعٰى یہ مصدر بمعنی الرجوع ہے یعنی تم نے اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے پس وہ تمہاری سرکشی پر تمہیں بدلہ دے گا۔

۹: اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يَنْهٰى (اے مخاطب بھلا اس شخص کا حال تو بتلا جو منع کرتا ہے)

۱۰: عَبْدًا اِذَا صَلّٰى (ایک بندہ کو جب وہ نماز پڑھتا ہے) یعنی کیا تم نے ابوجہل کو دیکھا کہ وہ محمد ﷺ کو نماز سے منع کرتا ہے۔

۱۱: اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى (اے مخاطب بھلا یہ تو بتلا اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو) یعنی اگر وہ روکنے والا سیدھے راستہ پر ہو اس بات میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روکتا ہے۔

۱۲: اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى (یا وہ تقویٰ کی تعلیم دیتا ہو) یا وہ امر بالمعروف والتقویٰ کرنے والا ہے۔ ان باتوں میں جن میں وہ بتوں کی عبادت کا حکم دیتا ہے۔ جیسا کہ اس کا اعتقاد ہے۔

۱۳: اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى (اے مخاطب بھلا یہ تو بتلا اگر وہ شخص جھٹلاتا ہو۔ اور روگردانی کرتا ہو) یہ تو بتلا اگر وہ منع کرنے والا حق کی تکذیب کرنے والا اور اس سے منہ موڑنے والا ہو۔ جیسا کہ ہم کہہ رہے ہیں۔

۱۴: اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى (کیا اس شخص کو خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہے ہیں) اور ہدایت وضلالت کے سلسلہ میں اس کے حالات سے باخبر ہیں۔ پس وہ اس کے حالات کے مطابق اس کو بدلہ دیں گے۔ یہ درحقیقت وعید ہے۔

نحو : الذی ینهی جملہ شرطیہ سمیت ارایت کا مفعول ہے۔ اور جواب شرط محذوف ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے: ان کان علی الهدٰی او امر بالتقوٰی ۔ الم یعلم بان الله یری۔ کو حذف کر دیا۔ شرط ثانی کے جواب میں اس کے ذکر کی دلالت

موجود ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا تم کہو: ان اکر متك اتکرمنی؟

ارایت جو دوسری مرتبہ لایا گیا۔ وہ زائدہ ہے تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔

۱۵: كَلَّا (ہرگز نہیں) اس میں ابوجہل کو عبادت الٰہی سے روکنے پر ڈانٹ پلائی گئی ہے۔ اور اس بات پر بھی کہ وہ دوسروں کو بتوں کی عبادت کا حکم دیتا ہے۔ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ (اگر یہ شخص باز نہ آوے گا) اس حرکت سے جو وہ کر رہا ہے۔ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ (تو ہم پیشانی کے بال پکڑ کر اس کو گھسیٹیں گے) ہم اس کی پیشانی کے بالوں سے پکڑیں گے اور ضرور اس کو گھسیٹیں گے آگ کی طرف۔

السفع کسی چیز کو ہاتھ سے پکڑنا اور زور سے کھینچنا۔

قراءت: اور اس کی کتابت قرآن مجید میں الف کے ساتھ حکم وقف کی بناء پر ہے۔

نحو: الناصیۃ کی الف لام عہد خارجی کی ہے جو لا کر اضافت سے مستغنی کر دیا۔ اس لئے کہ یہ معلوم ہے کہ اس سے مراد مذکورہ ناصیہ ہی ہے۔

۱۶: نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ (جھوٹی خطاً میں آلودہ پیشانی) یہ الناصیہ سے بدل ہے کیونکہ اس کی صفت کاذبہ آرہی ہے اور دوسری صفت خاطئہ ہے اس میں کذب وخطأ کی نسبت مجازی ہے۔ یہ دونوں صاحب ناصیہ کی صفتیں ہیں۔ اور اس میں جو حسن وعمدگی ہے حقیقت میں وہ اس طرح کہنے میں کہاں ہے۔ ناصیة کاذب خاطی۔

۱۷: فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ (پس وہ اپنے ہم مجلسوں کو بلالے)

۱۸: سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ (ہم بھی دوزخ کے پیادوں کو بلالیں گے) النادی وہ مجلس جہاں لوگ اکٹھے ہوں مراد اہل مجلس ہوتے ہیں۔

ابوجہل کا نماز سے روکنا اور اس کا جواب:

روایت میں وارد ہے کہ ابوجہل کا گزر نبی اکرم ﷺ کے پاس سے ہوا جبکہ آپ نماز ادا فرما رہے تھے۔ تو کہنے لگا کیا میں نے تمہیں نہیں روکا؟ آپ ﷺ نے سختی سے اس کا جواب دیا۔ تو کہنے لگا کیا تم مجھے دھمکی دیتے ہو۔ میں تو اس وادی میں سب سے بڑے گروپ والا ہوں۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ [الترمذی: ۳۳۴۹] الزبانیہ لغت میں سپاہیوں کو کہتے ہیں۔ اس کا واحد زبنیۃ ہے یہ الزبن سے نکلا ہے جس کا معنی دفع کرنا۔ دھکیلنا۔ مراد یہاں ملائکہ عذاب ہیں۔ اگر ابوجہل اپنی پارٹی کو بلاتا تو اس کو کھلے طور پر زبانیہ پکڑ لیتے۔ [رواہ احمد: ۲/۳۷۰/مسلم: ۲۷۹۷]

۱۹: كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (ہرگز نہیں۔ آپ اس کی بات مت مانیے اور نماز پڑھتے رہیے اور قرب حاصل کرتے رہیے) کلا سے ابوجہل کو ردع کی گئی۔ لا تطعه آپ اس کی نافرمانی پر ثابت قدم رہیں۔ جیسا دوسرے مقام پر فرمایا: فلا تطع المکذبین [القلم: ۸]۔ واسجد اور سجدے پر ہمیشگی اختیار کرو سجدہ سے نماز مراد ہے۔ واقترب سجود سے اپنے رب کا قرب حاصل کرو۔ بندہ سجدہ میں اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ [رواہ مسلم: ۴۸۲] روایت اسی طرح ہے۔

تمت سورۃ العلق بعونہ تعالیٰ

سُوْرَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

سورۃ القدر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پانچ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝۱ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝۲ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ

بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل کیا' اور آپ کو معلوم ہے کہ شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ہزار

مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝۳ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝۴

مہینوں سے بہتر ہے' اس میں فرشتے اور روح القدس اپنے رب کے حکم سے ہر امر کو لے کر اترتے ہیں

سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝۵

وہ سراپا سلامتی ہے وہ فجر کے طلوع ہونے تک رہتی ہے۔

رات کی عظمت:

۱: اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ (بیشک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے) اس میں قرآن مجید کی عظمت بیان فرمائی کہ اس کے اترنے کی نسبت اپنی طرف فرمائی نہ کہ کسی دوسرے کی طرف اور اپنی طرف ذات باری تعالیٰ نے ضمیر لوٹائی اسم باری تعالیٰ کو ظاہر نہیں لائے۔ اس بات پر متنبہ کرنے کیلئے کہ اس کی چنداں ضرورت نہیں۔ اور اس وقت کی شان بھی بلند کر دی جس میں اس کو اتارا۔ روایت میں ہے کہ تمام قرآن مجید لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف اتارا گیا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام اس کو لے کر تیئس سال میں رسول اللہ ﷺ پر اترتے رہے۔

لَيْلَةِ الْقَدْرِ لیلۃ القدر کا معنی: امور و معاملات اور قضایا کے اندازے کی رات۔ اس کو لیلۃ القدر اس لئے کہا کہ یہ قدر و منزلت والی رات ہے۔ اور تمام راتوں سے مرتبہ میں بلند ہے۔ یہ رمضان المبارک کی ستائیسویں شب ہے۔ اسی طرح عاصم عن زر کی روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کیا۔ کہ وہ قسم کھا کر فرماتے کہ یہ ستائیسویں شب رمضان ہے۔ اور اسی پر جمہور ہیں۔

حکمت اخفاء:

اس کو شاید اس لئے مخفی رکھا گیا۔اس کی موافقت کیلئے طالب کئی راتیں جاگ لے اور اس کی نظیر صلوٰۃ وسطیٰ ہے۔جس کو مخفی رکھا گیا۔اور اسم اعظم اور جمعہ کے دن ساعت قبولیت کو مخفی رکھا گیا۔اور طاعات میں اس کی رضا اور معاصی میں اس کے غضب کو مخفی رکھا گیا۔حدیث میں فرمایا۔جس نے اس کو پالیا۔تو وہ اس طرح دعا کرے:**اللھم انك عفو تحب العفو فاعف عنی۔**

[ابن ماجہ:۳۸۵۰]

۲:**وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ** (آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شب قدر کیسی چیز ہے) یعنی آپ کی درایت اس کے غایت فضل تک نہیں پہنچ سکتی۔پھر خود اس کو بیان فرمایا۔

ایک ہزار مہینہ کے برابر:

۳:**لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ** (شب قدر ایک ہزار مہینہ سے بہتر ہے) ایک ہزار مہینے جن میں لیلۃ القدر نہ ہو اور اس کی فضیلت اتنی بلند اس لئے ہوئی کہ اس میں ملائکہ اور روح الامین اترتے ہیں۔اور یہ ہر حکمت والی بات کا فیصلہ ہوتا ہے۔اس کی تخصیص کے بارے میں مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا۔جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک ہزار ماہ ہتھیار پہنے تو مسلمانوں کو اس سے تعجب ہوا اور ان کے مقابلہ میں اپنے اعمال قلیل معلوم ہوئے۔تو ان کو ایک رات ایسی دے دی گئی جو اس غازی فی سبیل اللہ کی مدت سے بہت بہتر تھی۔

فرشتوں کا نزول:

۴:**تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ** (اس رات میں فرشتے اترتے ہیں) آسمان دنیا کی طرف نمبر۲۔زمین کی طرف **وَالرُّوْحُ** (اور روح القدس) جبرئیل علیہ السلام۔نمبر۲۔ملائکہ میں ایک ایسی قسم ہے جن کو ملائکہ صرف اسی رات دیکھتے ہیں۔نمبر۳۔الرحمت۔**فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ** (ہر امر خیر کو لے کر اپنے پروردگار کے حکم سے) **ای تتنزل من اجل کل امر قضاہ اللہ لتلك السنة الی** قابل ہر امر کی خاطر جس کا اللہ تعالیٰ نے فیصلہ اس سال سے آئندہ سال تک فرمادیا لے کر اترتے ہیں۔

قراءت: اس پر وقف ہے۔

۵:**سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ** (سراپا سلام ہے۔وہ شب طلوع فجر تک رہتی ہے) **سَلٰمٌ هِيَ** :وہ رات نری سلامتی ہے۔یہ مبتدأ اور خبر ہے۔**ای لایقدر اللہ فیھا الاالسلامة والخیر**۔اللہ تعالیٰ اس سلامتی اور خیر ہی کا فیصلہ فرماتے ہیں اور دوسرے اوقات میں بلاء وسلامتی ہر دو کا فیصلہ ہوتا ہے۔نمبر۲۔وہ رات سراپا سلامتی ہے۔اس لئے کہ کثرت سے (وہ فرشتے) مسلمانوں کو سلام کرتے ہیں۔

ایک قول:

اس رات میں جس مؤمن ومؤمنہ کو ملتے ہیں۔سلام کرتے ہیں۔

حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ طلوع فجر تک وہ رہتی ہے۔

قراءت :مَطْلِع میں علی،خلف نے لام کا کسرہ پڑھا۔کافر سلام سے محروم رہتے ہیں۔

تمت سورۃ القدر بقدرتہ تعالیٰ

سُوْرَةُ الْبَيِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانِيْ اٰيَاتٍ

سورہ بیّنہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں آٹھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ

جو لوگ کافر تھے اہل کتاب اور مشرکوں میں سے وہ باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس واضح

الْبَيِّنَةُ ۙ﴿۱﴾ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۙ﴿۲﴾ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ؕ﴿۳﴾ وَمَا

دلیل نہ آتی ' اللہ کا رسولؐ جو پاک صحیفے پڑھ کر سنا دے — جن میں درست مضامین لکھے ہوں ' اور جو

تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ؕ﴿۴﴾ وَمَاۤ اُمِرُوْۤا

لوگ اہل کتاب تھے وہ اس واضح دلیل کے آنے ہی کے بعد مختلف ہو گئے حالانکہ ان لوگوں کو یہی حکم ہوا تھا

اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا

کہ اللہ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت کو اسی کے لئے خاص رکھیں یکسو ہو کر ' اور نماز کی پابندی رکھیں اور زکوٰۃ

الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ؕ﴿۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ

دیا کریں' اور یہی طریقہ ہے ان درست مضامین کا۔ جو لوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے کافر ہوئے

فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ؕ﴿۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

وہ آتش دوزخ میں جائیں گے جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ لوگ بدترین خلائق ہیں' بیشک جو لوگ ایمان لائے

الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ؕ﴿۷﴾

اور انہوں نے اچھے کام کئے وہ لوگ بہترین خلائق ہیں

۱: لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ (جولوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے کافر تھے۔ وہ باز آنے والے نہ تھے۔ جب تک کہ ان کے پاس واضح دلیل نہ آتی) جولوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے

والے تھے۔ من اھل الکتاب اہل کتاب یعنی یہود ونصاری میں سے۔ اھل الرجل ان لوگوں کو کہتے ہیں جو اس کے اخص الخواص ہوں۔ اہل الاسلام جو دین اسلام کو اختیار کرنے والے ہوں۔ وَالْمُشْرِكِيْنَ (اور بتوں کے پجاری) مُنْفَكِّيْنَ (کفر سے جدائی اختیار کرنے والے نہ تھے)۔

نحو : متعلق کو حذف کر دیا کیونکہ الذین کا صلہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ البینہ واضح دلیل اس سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں۔ یہ فرمایا کہ کفر کو نہ چھوڑا یہاں تک کہ حضرت محمد ﷺ مبعوث ہوئے۔ جب آپ کی بعثت ہوگئی تو بعض ایمان لائے اور کچھ کفر پر ثابت وقائم رہے۔

۲: رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ (ایک اللہ کا رسول) یعنی محمد ﷺ۔

نحو : یہ البینہ سے بدل ہے۔

يَتْلُوْا (جو پڑھ کر سناتے ہیں) صُحُفًا (صحیفے) مُّطَهَّرَةً (پاک) جو باطل سے پاک ہیں۔

۳: فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (جن میں درست مضامین لکھے ہوں) ھاء کی ضمیر صحف کی طرف راجع ہے۔ کتب مکتوبات (لکھے ہوئے کے معنی میں ہے قیمہ درست جو حق وعدل کا مقدمہ بولتا ثبوت ہیں۔

۴: وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ (اور جو لوگ اہل کتاب تھے وہ اس واضح دلیل کے آنے کے بعد ہی مختلف ہوگئے) ان میں سے بعض نے آپ کی نبوت کو ضد وحسد کی وجہ سے نہ مانا۔ اور بعض ایمان لے آئے۔

سوال : یہاں صرف اہل کتاب کو ذکر کیا جبکہ شروع میں مشرکین کو بھی ساتھ ذکر کیا تھا۔

جواب : اس لئے کہ اہل کتاب کو آپ کی آمد کی پختہ اطلاع تھی ان کی کتابوں کی متواتر خبریں اس کی شاہد تھیں۔ جب ان جاننے والے لوگوں کے مختلف ہونے کو ذکر کر دیا۔ تو مشرکین جہلاء تو خود اس صفت میں ان کے شریک حال ہوگئے۔ الگ ذکر کی ضرورت نہ تھی۔

قدرت کے احکام کا خلاصہ:

۵: وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ (حالانکہ ان لوگوں کو یہی حکم ہوا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت کو اسی کیلئے خالص رکھیں یکسو ہو کر اور نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیا کریں اور یہی طریقہ ہے ان درست مضامین کا) وما امروا اور تورات وانجیل میں یہی حکم دیا گیا ہے۔ مخلصین له الدین شرک ونفاق سے خالص دین۔ حنفاء باطل ادیان سے مائل ہو کر تمام رسل پر ایمان لائیں۔ دین القیمة ای دین الملة القیمة :مضبوط ملت کا دین ہے۔

۶: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ (بیشک جو لوگ اہل کتاب اور مشرکین میں سے کافر ہوئے وہ آتش دوزخ میں جائینگے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ لوگ بدترین خلائق ہیں)

جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ

ان کا صلہ ان کے پروردگار کے نزدیک ہمیشہ رہنے کی بہشتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جہاں

فِیْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ۝۸ ع

ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے' اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے گا اور وہ اللہ سے خوش رہیں گے یہ اس شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔

۷: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ (بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے وہ لوگ بہترین خلائق ہیں)

قراءت: البرئة نافع نے دونوں میں ہمزہ پڑھا۔ اور قرائے دیگر تخفیف کے قائل ہیں۔

قاعدہ:

النبی اور البریہ کے الفاظ ہمیشہ سے تخفیف سے استعمال ہوئے ہیں اور اصل کو چھوڑا گیا ہے۔

۸: جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ (ان کا صلہ ان کے پروردگار کے نزدیک ہمیشہ رہنے کی بہشتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی۔ جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے گا اور وہ اللہ تعالیٰ سے خوش رہیں گے۔ یہ اس شخص کیلئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے) جنات عدن: اقامت کی جنتیں۔ رضی اللہ عنہم ان سے راضی ہوا کہ ان کے اعمال کو قبول فرمایا۔ ورضوا عنہ وہ اس کے ثواب سے راضی ہو گئے۔ ذلك یہ رضامندی۔

فضیلتِ مؤمن:

خیر البریة دلالت کرتا ہے کہ مؤمنوں کو ملائکہ پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ البریہ مخلوق کو کہتے ہیں یہ برأ الله الخلق سے لیا گیا ہے۔

دوسرا قول:

یہ ہے یہ البری سے مشتق ہے۔ جس کا معنی مٹی ہے۔ اگر یہ اس اشتقاق سے ہوتا تو پھر ہمزہ والی قراءت نہ ہوتی۔ کذا قاله الزجاج۔

الحمد للہ سورۃ البینۃ مکمل ہوئی

سُوْرَةُ الزِّلْزَالِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانِيْ اٰيَاتٍ

سورۂ زلزال مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں آٹھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۙ﴿۱﴾ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۙ﴿۲﴾ وَقَالَ الْاِنْسَانُ

جب زمین میں زور دار زلزلہ آجائے گا۔ اور زمین اپنے بوجھوں کو نکال دے گی ' اور انسان کہے گا

مَالَهَا ۚ﴿۳﴾ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۙ﴿۴﴾ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ؕ﴿۵﴾ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ

کہ اس کو کیا ہوا ' اس دن وہ اپنی خبریں بیان کر دے گی اس وجہ سے کہ بیشک تیرا رب اس کو حکم فرما دے گا ' اس دن لوگ واپس

النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ؕ﴿۶﴾ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ؕ﴿۷﴾

ہوں گے مختلف جماعتیں بن کر تا کہ انہیں ان کے اعمال دکھائے جائیں ' سو جس نے ایک ذرہ کے برابر خیر کی ہو گی وہ اسے دیکھ لے گا

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴿۸﴾ ع

اور جس نے ایک ذرہ کے برابر شر کا کام کیا ہوگا وہ اس کو دیکھ لے گا۔

ع ۱ ۸ ۲۴

۱: اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا (جب زمین اپنی سخت جنبش سے ہلا دی جائے گی) یعنی زمین کو وہ شدید حرکت دی جائے گی۔ جس سے بڑھ کر حرکت نہیں۔

قراءت: زِلْزَالَهَا اس کو کسرہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے اس صورت میں مصدر ہے اور زاء کے فتحہ سے پڑھیں تو یہ اسم ہے۔

دفائن ارض:

۲: وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا (اور زمین اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی) اثقال جمع ثقل ۔خزانے اور مردے۔ ثقل گھر کے سامان کو کہتے ہیں۔ دفائن ارضی کو اثقال سے تعبیر فرمایا۔

کافر کا قول:

۳: وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا (اور آدمی کہے گا اس کو کیا ہوا) کہ یہ شدید حرکت کے ساتھ ہلائی گئی ہے اور اس نے اپنے اندر کے دفائن نکال دیئے ہیں۔ یہ نفخۂ ثانیہ کی بات ہے جب زمین مردوں کو زندہ کر کے نکال دے گی۔ پس وہ کہہ اٹھیں گے جبکہ زمین ان

کوہولنا کی کی وجہ سے ظاہر کررہی ہوگی۔ یہ اس طرح ہے جیساوہ کہیں: من بعثنا من مرقدنا [یس:۵۲]

ایک قول یہ ہے:

کہ یہ کافر کا قول ہے کیونکہ وہ بعث کا منکر تھا۔ باقی مؤمن کہے گا: هذا ما وعد الرحمن وصدق المرسلون

[یٰسین : ۵۲]

۴: يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا (اس دن زمین اپنی سب خبریں بیان کرنے لگے گی) یومئذ یہ اذا سے بدل ہے اوران کا ناصب تحدث ہے ای تحدث الخلق اخبارها۔ مخلوق کو اپنی خبریں بتائے گی۔ پس دونوں میں سے پہلا مفعول حذف کردیا۔ کیونکہ مقصد تو زمین کے متعلق بتلانا ہے کہ وہ خبریں بتائے گی۔ مخلوق کا ذکر مقصود نہیں۔

زمین کی گواہی:

اللہ تعالیٰ اس کو بلائیں گے زمین اپنے اوپر کیے جانے والے اعمال خیر وشر کی خبر دے گی۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے۔ زمین ہر ایک کے متعلق وہ گواہی دے گی جو کچھ اس نے اس پر کیا۔ [رواہ احمد او الترمذی، ۳۳۵۳ والحاکم ۵۳۲/۲، ابن حبان: ۷۳۶۰]

۵: بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا (اس سبب سے کہ آپ کے رب کا اس کو یہی حکم ہے) یعنی خبروں کو بیان کرنا رب تعالیٰ کے حکم کے سبب سے ہے: لها ای الیها اس کی طرف حکم بھیجنے اور بیان کرنے کا امر دینے کی وجہ سے ہے۔

موقف سے واپسی:

۶: يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ (اس روز لوگ لوٹیں گے) قبور میں نکلنے کے مقامات سے موقف حساب کی طرف۔ اَشْتَاتًا (مختلف جماعتیں ہوکر) سفید چہرے والے مطمئن لوگوں کی جماعت۔ نمبر۲۔ سیاہ چہرے والے بے چین لوگوں کا گروہ۔ نمبر۲۔ موقف حساب سے متفرق راستوں جنت و دوزخ کی طرف لوٹیں گے۔ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ (تاکہ اپنے اعمال کو دیکھ لیں) اعمال سے جزائے اعمال مراد ہے۔

۷: فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (پس جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا) ذرۃ: چھوٹی چیونٹی۔ خَيْرًا يَّرَهٗ (بھلائی وہ اس کو دیکھ لے گا)

نحو: خیر أیہ تمیز ہے یرہ اس عمل کا بدلہ دیکھ لے گا۔

۸: وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ (جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا)

ایک قول:

یہ کفار کے متعلق ہے اور پہلی آیت ایمان والوں کے متعلق ہے۔

حکایت:

ایک بدو نے خیراً یرہٗ کو مؤخر کر دیا۔اس کو کسی نے کہا تو نے آیت میں تقدیم وتاخیر کر دی۔تو اس نے یہ شعر پڑھا ؎

خُذْ بَطْنَ هَرْشَى او قَفَاهَا فَإِنَّهٗ

كِلَا جَانِبَىْ هَرْشَى لهن طريق

وادی ہرشی کے درمیان میں چلو یا کنارے پر اس کے دونوں جانب راستہ کی گنجائش ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ فرزدق کا دادا خدمت نبوی ﷺ میں آیا تا کہ وہ پڑھے۔آپ ﷺ نے اس کے سامنے یہ آیت پڑھی۔تو کہنے لگا حسبی۔حسبی یہ مجھے کافی ہے کافی ہے۔یہ محکم آیت ہے اس کا نام جامعہ ہے۔(ذکرہ فی الدر المنثور ۸/۵۹۶)

تمت سورۃ الزلزال

سُوْرَةُ الْعٰدِيٰت مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ احْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۃ العادیات مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں گیارہ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۙ﴿۱﴾ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۙ﴿۲﴾ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۙ﴿۳﴾ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ﴿۴﴾

قسم ہے ان گھوڑوں کی جو دوڑنے والے ہیں ہانپتے ہوئے' پھر ٹاپ مار کر آگ جلانے والے ہیں' پھر صبح کے وقت غارت گری کرنے والے ہیں' پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں'

فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ﴿۵﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ﴿۶﴾ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۚ﴿۷﴾

پھر اس وقت جماعت کے درمیان گھس جاتے ہیں' بے شک انسان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے' اور بے شک وہ اس بات پر گواہ ہے'

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۠﴿۸﴾ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۙ﴿۹﴾ وَ

اور بے شک وہ خیر کی محبت میں بہت سخت ہے کیا وہ نہیں جانتا جب وہ اٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں اور

حُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ﴿۱۰﴾ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۢ﴿۱۱﴾ ع ۱۱ ۲۵

جو کچھ سینوں میں ہے اسے ظاہر کیا جائے گا۔ بے شک ان کا رب ان سے اس دن پوری طرح ضرور باخبر ہوگا۔

۱: وَ الْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا (قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں) اللہ تعالیٰ نے اس میں غازیوں کے ان گھوڑوں کی قسم اٹھائی جو دوڑ کر ہانپنے لگتے ہیں۔ الضبح ہانپتے وقت سانس کی آواز۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

آپ نے سانس کی اس آواز کی حکایت اَحْ اَحْ سے فرمائی۔ ضبحا فعل محذوف کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ ای یضبحن ضبحًا۔

پیروں کی ٹاپ سے آگ نکالنے والے گھوڑے:

۲: فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا (پھر ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں) وہ ہلکی سی آگ نکالتے ہیں۔ اس سے مراد وہ چنگاری ہے جو ان کی ٹاپ سے پیدا ہوتی ہے۔ قدحًا: چنگاری نکالنے والے اپنے کھروں کو پتھروں سے رگڑ کر ٹکرا کر۔ القدح: رگڑنا۔ الایراء: آگ نکالنا۔ تم کہو گے۔ قدح فاوری وقدح فاصلد۔ چقماق کو مارا اور رگڑا گیا پس آگ جل گئی اور چقماق رگڑا گیا۔ مگر آگ نہ

نکلی۔

نحو :قدحًا یہ ضبحًا کی طرح فعل محذوف سے منصوب ہے۔

۳:فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا (پھر صبح کے وقت تاخت وتاراج کرتے ہیں) دشمن پر لوٹ ڈالتے ہیں صبح کے وقت۔

۴:فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا (پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں) پس اس سے وہ غبار کو حرکت دیتے اور اڑاتے ہیں۔

۵:فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا (پھر اس وقت جماعت میں جا گھستے ہیں) بہ اس وقت میں جمعًا دشمن کی جماعتیں۔ وسط بمعنی توسط ہے۔

ایک قول:

ضمیر غارت کے مقام کی طرف راجع ہے۔ نمبر۲۔ وہ دوڑ جس پر دلالت کر رہا ہے۔ (مطلب یہ ہوا وہ گھوڑے جو دشمن پر چھاپہ مارتے ہیں چھاپہ مارنے کے وقت یا چھاپہ مارنے کی جگہ یا چھاپہ مارنے کیلئے جو دوڑ دوڑتے اور اس سے غبار اڑاتے ہیں)۔

نحو :والعادیات اور فاثرن کا عطف اس فعل پر ہے۔ جس کی جگہ اسم فاعل لایا گیا۔ کیونکہ معنی اس طرح ہے واللاتی عدون فاورین فاغرن فاثرن۔

۶:اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ (بیشک آدمی اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے)

نحو :یہ جواب قسم ہے۔

الکنود: ناشکرا۔ یعنی وہ اپنے رب کے انعامات کا خاص طور پر بہت زیادہ کفران کرنے والا ہے۔

۷:وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ (اور اس کو خود بھی اس کی خبر ہے) انہ بیشک انسان۔ ذلک اپنی ناشکری پر۔ لشھید بذات خود گواہی دینے والا ہے۔ نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ اس کی اس ناشکری کو دیکھنے والے ہیں۔ یہ بات بطور وعید فرمائی گئی ہے۔

انسان مال کی محبت میں سخت:

۸:وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ (وہ مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے) بیشک وہ حب مال کیلئے بخل کرنے والا اور روک کر رکھنے والا ہے۔ نمبر۲۔ بلاشبہ وہ مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے۔ اور عبادت الٰہی کی محبت میں کمزور واقع ہوا ہے۔

۹:اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِى الْقُبُوْرِ (کیا اس کو وہ وقت معلوم نہیں جب زندہ کیے جائیں گے۔ جتنے مردے قبروں میں ہیں) افلا یعلم (کیا وہ انسان نہیں جانتا)۔ بعثر جب اٹھایا جائے گا۔ مافی القبور سے مراد مردے ہیں۔ ما یہاں مَنْ کے معنی میں ہے۔

۱۰:وَحُصِّلَ مَا فِى الصُّدُوْرِ (اور آشکارا ہو جائے گا۔ جو کچھ دلوں میں ہے) جو خیر و شر دلوں میں ہے۔ اس کو الگ کر دیا جائے گا۔

۱۱: اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ (بیشک ان کا پروردگار ان کے حال سے پورا آگاہ ہے) وہ ان کے بارے میں جاننے والا ہے پس خیر وشر میں سے جس قسم کے ان کے اعمال ہونگے ان پر بدلہ دے گا۔

سوال :یومئذ کو خاص کیا گیا۔ حالانکہ باری تعالیٰ تمام ازمنہ میں جاننے والے ہیں۔

جواب :اس دن چونکہ بدلہ ملے گا۔ اس لئے اس دن کی تخصیص کی گئی ہے۔

تمت سورة العاديات بحمد المنعم المتعال

سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۃ القارعہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں گیارہ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلْقَارِعَةُ ۙ﴿۱﴾ مَا الْقَارِعَةُ ۚ﴿۲﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ؕ﴿۳﴾ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ

وہ کھڑ کھڑانے والی چیز کیا ہے وہ کھڑ کھڑانیوالی چیز؟ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کیسی کچھ ہے وہ کھڑ کھڑانیوالی چیز، جس روز آدمی

كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۙ﴿۴﴾ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ؕ﴿۵﴾ فَاَمَّا مَنْ

پریشان پروانوں کی طرح ہو جائیں گے اور پہاڑ دھنی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے، پھر جس شخص کا

ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ﴿۶﴾ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ؕ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ﴿۸﴾

پلہ بھاری ہوگا وہ خوشی والی زندگی میں ہوگا اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا

فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ؕ﴿۹﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ؕ﴿۱۰﴾ نَارٌ حَامِيَةٌ ۢ﴿۱۱﴾

اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ کیا چیز ہے ایک دہکتی ہوئی آگ ہے۔

ع ۱ ۱۱ ۲۶

۱: اَلْقَارِعَةُ (وہ کھڑ کھڑانے والی چیز) مَبْتَدَأ: یہ مبتدأ ہے۔

۲: مَا الْقَارِعَةُ (کیسی ہے وہ کھڑ کھڑانے والی چیز)

مَبْتَدَأ: ما مبتدأ ثانی اور القارعہ یہ خبر اور جملہ اسمیہ مبتدأ اول کی خبر ہے۔ حق تو یہ تھا کہ دوسری بار ضمیر لاتے مگر لفظ القارعہ ظاہر کر کے قیامت کی عظمت کو بتادیا۔

۳: وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْقَارِعَةُ (آپ کو کچھ معلوم نہیں ہے کیسی کچھ ہے۔ وہ کھڑ کھڑانے والی) یعنی تمہیں کونسی چیز بتلائے کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اور تمہیں یہ کہاں سے علم کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔

۴: يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ (جس روز آدمی پریشان پروانوں کی طرح ہو جائیں گے)

مَبْتَدَأ: یوم یہ تقرع فعل جس پر القارعہ دلالت کرتا ہے اس کی وجہ سے منصوب ہے۔

پھسلنے اور ضعف میں مشابہت دی ہے:

يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ انسانوں کو کثرت میں پروانوں سے تشبیہ دی ہے اور پھیلنے اور ضعف اور ذلت و عاجزی اور بلانے والے کی طرف فوراً جانے میں بھی مشابہت دی ہے۔ کہ جس طرح پروانے آگ کی طرف اڑ کر جاتے ہیں۔ یہ داعی کی آواز پر لبیک کہیں گے۔ فراشا کو فراش انتشار و تفرق کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔

۵: وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ (اور پہاڑ دھنی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے) آیت میں پہاڑوں کو عھن سے تشبیہ دی اور وہ مختلف رنگوں میں رنگی ہوئی اون کو کہتے ہیں کیونکہ پہاڑ کئی رنگ کے ہیں۔ جیسے دوسرے مقام پر فرمایا: ومن الجبال جدد بیض و حمر مختلف الوانها [فاطر:۲۷] اور المنفوش دھنی ہوئی اون سے تشبیہ دی کیونکہ ان کے اجزاء بھی منتشر ہو جائیں گے۔

قدر والا وزن:

۶: فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ (پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا) حق کی پیروی کے سبب۔ موازین یہ موزون کی جمع ہے۔ وہ ایسے عمل کو کہتے ہیں۔ جس کا وزن اور اللہ تعالیٰ کے ہاں قدر ہو۔ نمبر۲۔ جمع میزان ہے بمعنی ترازو۔ اور ثقل سے مراد اس کا جھک جانا۔

۷: فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ (وہ تو خاطر خواہ آرام میں ہوگا) راضیہ رضامندی والا۔ نمبر۲۔ پسند کیا ہوا۔ اسم مفعول کے معنی میں ہے۔

۸: وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ (اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا) باطل کی اتباع اور پیروی کے باعث۔

۹: فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ (اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہے) اس کا مسکن اور رہائش گاہ آگ ہے۔ اور ٹھکانہ کو اُم بطور مشابہت کہتے ہیں۔ کیونکہ ماں اولاد کا ماوی اور پناہ گاہ ہوتی ہے۔

۱۰: وَمَآ اَدْرٰكَ مَاهِيَهْ (اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ کیا چیز ہے)

ھِیَ: ضمیر ہاویہ کی طرف راجع ہے۔ اور ھاء سکتہ کی ہے۔ پھر اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔

۱۱: نَارٌ حَامِيَةٌ (ایک دھکتی ہوئی آگ ہے) حامیہ اس آگ کو کہتے ہیں۔ جو حرارت میں انتہاء کو پہنچ جائے۔

تمت سورة القارعة بمنه وفضله

سُوْرَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانِيْ اٰيَاتٍ

سورۂ تکاثر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں آٹھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ﴿۱﴾ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ؕ﴿۲﴾ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۳﴾ ثُمَّ كَلَّا

تم کو کر دیا کثرت کے مقابلہ نے غافل' یہاں تک کہ تم نے قبرستانوں کی زیارت کر لی' ہرگز نہیں' تم عنقریب جان لو گے پھر ہرگز نہیں

سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ؕ﴿۴﴾ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ؕ﴿۵﴾ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۙ﴿۶﴾ ثُمَّ

تم عنقریب جان لو گے۔ ہرگز نہیں اگر تم علم الیقین کے طور پر جان لیتے' تم ضرور ضرور دوزخ کو دیکھو گے' پھر

لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۙ﴿۷﴾ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ﴿۸﴾ ع ۱ ۸ ۲۷

یہ ضروری بات ہے کہ تم اسے عین الیقین کے طریقہ پر دیکھ لو گے' پھر اس دن تم سے نعمتوں کے بارے میں ضرور ضرور سوال کیا جائے گا۔

۱: اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ (فخر کرنا تم کو غافل کیے رکھتا ہے) کثرت میں مقابلے کا مشغلہ اور مالوں اور اولاد کے سلسلہ میں فخر و مباہات انسان کو اللہ تعالیٰ کی طاعت سے غافل کر دیتا ہے۔

۲: حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (یہاں تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہو) یہاں تک کہ اسی حالت میں موت آجاتی ہے۔ نمبر۲۔ یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں اور قبروں میں اپنے مردوں کو گننے لگے۔

دنیا کو اپنا قبلہ مت بناؤ:

۳: كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (ہرگز نہیں تم کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا) كَلَّا یہ ردع اور اس بات پر تنبیہ کرنے کیلئے ہے کہ غور کرنے والے کیلئے مناسب یہ ہے کہ وہ دنیا کو ہی اپنا قبلہ مقصود نہ بنالے اور دین کا بالکل اہتمام نہ کرے (بلکہ اپنے دین کا خاص اہتمام کرنا چاہیے) سوف تعلمونَ عنقریب تمہیں قبر میں معلوم ہو جائے گا۔ نمبر۲۔ نزع کے وقت اپنی موجودہ حالت کی بدانجامی کا پتہ لگ جائے گا۔

۴، ۵: ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ كَلَّا (پھر ہرگز نہیں تم کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا ہرگز نہیں) كَلَّا یہ تکرار ردع اور انذار و تخویف کیلئے ہے۔ لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ (اگر تم یقینی طور پر جان لیتے)

نحو: لو کا جواب محذوف ہے۔ ای لو تعلمون مابین ایدیکم اگر تم جانتے جو تمہارے سامنے ہے۔ علم الیقین، علم

الامر الیقین ۔یقینی بات کا علم ۔یعنی اس طرح جان لیتے جیسا تم ان چیزوں کو جانتے ہو۔جن پر تمہیں یقین ہے تو کثرت اموال میں مقابلہ کی وجہ سے تم غفلت کا شکار نہ ہوتے ۔نمبر۲۔اگر تم جان لیتے تو وہ کرتے جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔لیکن تم تو گمراہ اور جاہل ہو۔

۶:لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ (واللہ تم لوگ ضرور دوزخ کو دیکھو گے) نحو: یہ محذوف قسم کا جواب ہے اور قسم، وعید کی تاکید کیلئے ہے۔

قراءت:لَتُرَوُنَّ تاء کے ضمہ کے ساتھ شامی وعلی نے پڑھا ہے۔

۷:ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ (پھر واللہ تم لوگ ضرور اس کو ایسا دیکھنا دیکھو گے جو خود یقین ہے) ثم سے عطف ڈال کر اس کو دوبارہ لائے ۔تاکہ تہدید میں خوب لغلیظ ہو جائے ۔اور تہویل وتخویف میں زیادتی ثابت ہو۔ پہلا دیکھنا تو دل کا دیکھنا ہے اور دوسرا آنکھ سے دیکھنا ہے۔عین الیقین یعنی ایسا دیکھنا جو بعینہٖ یقین اور خالص یقین ہے۔

۸:ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ (پھر اس روز تم سب سے نعمتوں کی پوچھ گچھ ہوگی) امن اور صحت کے متعلق خصوصاً سوال ہوگا۔کہ ان دونوں کو تم نے کس بات میں فنا کر ڈالا۔

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

اس خوش عیشی کے متعلق پوچھا جائے گا۔جس کی لذتوں نے دین اور اس کی تکالیف سے مشغول کر دیا۔

قول حسن رضی اللہ عنہ:

ان تمام نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔ جو اس جھونپڑی کے سوا ہونگیں جس میں پناہ لیتا ہے۔اور اس کپڑے کے علاوہ ہونگی جس سے اپنے جسم کو ڈھانپتا ہے اور اس روٹی کے ٹکڑے کے علاوہ ہونگی جس سے تقویت پاتا ہے۔اور مرفوع روایات میں بھی یہ مضمون وارد ہے۔

تمت سورۃ التکاثر

سُوْرَةُ الْعَصْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُ اٰيَاتٍ

سورۃ العصر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں تین آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالْعَصْرِ ۙ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۙ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

قسم ہے زمانہ کی بلاشبہ انسان ضرور بڑے خسارہ میں ہے' مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾ ع ۲۸ ۱۶

اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرتے رہے۔

۱: وَالْعَصْرِ (قسم ہے زمانہ کی) نماز عصر کی قسم اٹھائی اس کی عظمت شان کی وجہ سے اس کی دلیل دوسرے ارشاد میں ہے: والصلاۃ الوسطٰی مصحف حفصہ رضی اللہ عنہا میں صلاۃ العصر کے لفظ ہیں۔

اور یہ بھی بات ہے کہ اس کی ادائیگی میں تکلیف زیادہ ہے۔ کیونکہ لوگ اس وقت اپنے کاموں اور تجارات میں گھر جارہے ہوتے ہیں۔ کیونکہ دن کا پچھلا وقت ہوتا ہے۔ اور اس وقت گزران اوقات کی مشغولیتوں میں مست ہوتے ہیں۔ نمبر۲۔ العشی کی یہاں قسم اٹھائی جیسا کہ چاشت کی قسم پچھلی سورتوں میں اٹھائی گئی ہے کیونکہ اس میں دلائل قدرت ہیں۔ نمبر۳۔ زمانہ کی قسم اٹھائی کیونکہ اس کے گزرنے میں قسم قسم کے عجائبات ہیں۔

جنس انسان خسارے میں:

۲: اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ (کہ انسان بڑے خسارہ میں ہے) یہ جواب قسم ہے یعنی جنس انسان اپنی تجارات کے سبب نقصان میں ہے۔

آخرت کے خریدار:

۳: اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے) اس لئے کہ انہوں نے آخرت کو دنیا کے بدلے خرید لیا اس لئے نفع پالیا۔ اور خوش نصیب ہوگئے۔ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ (اور ایک دوسرے کو حق کی فہمائش کرتے رہے) ایسے امر ثابت و برحق کی ایک دوسرے کو تلقین کرتے رہے۔ جس کا انکار ممکن نہیں۔ اور وہ نری خیر ہے۔ جیسے توحید

باری تعالیٰ اور اس کی اطاعت اور اس کی کتابوں کی اتباع اور رسولوں کی پیروی۔ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (اور ایک دوسرے کو پابندی کی فہمائش کرتے رہے) معاصی سے بچنے اور طاعات پر جمے رہنے کی تاکید کرتے رہے اور ان موقعوں پر جن سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزماتا ہے۔ ان آزمائشوں میں صبر کی تلقین کرتے رہے۔ تواصوا دونوں مقام پر فعل ماضی لایا گیا ہے۔ یہ ماقبل فعل ماضی امنوا وعملوا پر معطوف ہیں۔

تمت سورۃ العصر

سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعُ اٰيَاتٍ

سورۂ ہمزہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں نو آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۙ﴿۲﴾ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ

بڑی خرابی ہے ہر اس شخص کے لئے جو عیب نکالنے والا ہو' طعنہ دینے والا ہو جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا' وہ خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال

اَخْلَدَهٗ ﴿۳﴾ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ﴿۴﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ﴿۵﴾ نَارُ اللّٰهِ

اس کو ہمیشہ رکھے گا ہرگز نہیں وہ ضرور ضرور بھوسہ بنانیوالی چیز میں ڈال دیا جائے گا اور کیا آپ کو معلوم ہے وہ بھوسہ بنا دینے والی چیز کیا ہے؟ وہ اللہ کی آگ

الْمُوْقَدَةُ ﴿۶﴾ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ﴿۷﴾ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ﴿۸﴾ فِيْ عَمَدٍ ع ۱ ۹ ۲۹

ہے جو جلائی گئی ہے جو دلوں پر چڑھ بیٹھنے والی ہے' بیشک وہ ان پر بند کر دی جائے گی

مُّمَدَّدَةٍ ﴿۹﴾ ع

لمبے لمبے ستونوں میں۔

۱: وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ (بڑی خرابی ہے ایسے شخص کیلئے جو پس پشت عیب نکالنے والا اور رو در رو طعنے دینے والا ہو)

نحو: ویل مبتدأ لکل همزه اس کی خبر ہے۔ ہمزہ وہ شخص جو غیر موجودگی میں عیب نکالے۔ لُمزة ۔ سامنے عیب نکالے۔ طعنہ زنی کرے۔

نکتہ: فُعَلَة کا وزن اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ اس شخص کی عادت ثانیہ ہے۔

ایک قول یہ ہے:

کہ یہ اخنس بن شریق کے متعلق اتری۔ اس کی عادت غیبت تھی۔

ایک اور قول:

آمیہ بن خلف کے متعلق اتری۔ ایک قول اور ہے کہ ولید کے متعلق نازل ہوئی۔

فیصلہ:

سبب خاص ہوسکتا ہے۔اور وعید عام ہو۔تا کہ ایسے تمام افراد کو شامل ہو جو اس قباحت کا ارتکاب کرنے والے ہوں۔

۲: اِلَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ (جو مال جمع کرتا ہو اور اس کو بار بار گنتا ہو)

نحو: الذی یہ کل سے بدل ہے۔نمبر۲۔منصوب ہے۔فعل ذم کی وجہ سے۔

قراءت: شامی، حمزہ، علی نے جمّع صیغہ مبالغہ پڑھا اور وہ عددہ کے ظاہر میں مطابق بھی ہے۔عدّ دہٗ یعنی اس کو حوادث دھر کیلئے تیار کیا اور سامان بنایا۔

۳: یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ (وہ خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا) یعنی اس کا ترکہ اس کو دنیا میں ہمیشہ رکھنے والا ہے وہ نہ مرے گا۔نمبر۲۔یہ عمل صالح کے لئے تعریض ہے۔کہ عمل صالح ہی انسان کو نعمتوں میں ہمیشہ رکھنے والا ہے مال نے آج تک تو کسی کو ہمیشہ رکھا نہیں۔

۴: كَلَّا لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ (ہرگز نہیں۔واللہ وہ شخص ایسی آگ میں ڈالا جائے گا) جس میں جو کچھ پڑے۔اس کو وہ توڑ پھوڑ دے۔ كَلَّا اس میں سابقہ گمان پر ردع ہے۔لَیُنْۢبَذَنَّ اس کو ضرور ڈالا جائے گا جس نے جمع کیا۔الْحُطَمَةِ جو اس طرح کی آگ ہے کہ جو چیز اس میں ڈالی جائے اس کو مٹا ڈالتی ہے۔

۵: وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ (اور آپ کو معلوم ہے کہ وہ توڑنے پھوڑنے والی آگ کیسی ہے) اس میں تعجب ہے اور جہنم کی عظمت و بڑائی بتلائی (کہ جہنم کی شدت ناقابل تصور ہے)

۶: نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ (وہ اللہ تعالیٰ کی آگ ہے۔جو سلگائی گئی ہے)

نحو: نار اللہ یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ای ھی نار اللہ۔الموقدہ یہ اس کی صفت ہے۔

دِلوں تک پہنچنے کا مطلب:

۷: الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ (جو دلوں تک جا پہنچے گی) یعنی وہ آگ ان کے پیٹوں میں گھس جائے گی اور یہاں تک کہ سینوں میں پہنچ جائے گی اور ان کے دلوں کو جھانک لے گی۔افئدۃ: دل کا درمیان۔انسان کے جسم میں دل سے بڑھ کر کوئی چیز لطیف نہیں۔اور نہ ہی اس سے زیادہ کوئی چیز معمولی ایذاء کو محسوس کرنے والی ہے۔اس وقت دل کی تکلیف کا کیا حال ہوگا جب جہنم کی آگ اس کو جھانکے گی اور اس پر مسلط ہو جائے گی۔

دل کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ دل کفر کے مقامات اور عقائد فاسدہ کا مرکز ہے۔اطلاع نار کا مطلب یہ ہے کہ وہ آگ ان پر چھا جائے گی۔

۸: اِنَّهَا عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ (وہ ان پر بند کر دی جائے گی) ھا کی ضمیر نار کی طرف یا حُطمہ کی طرف راجع ہے موصدہ: بلند کی ہوئی۔

۹: فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ (بڑے لمبے لمبے ستونوں میں)

قراءت: حفص کے علاوہ بقیہ کوفی قراء نے عُمُد پڑھا اور باقی تمام قراء نے عَمَدٍ یہ دو جمع کی لغات ہیں۔ عِمَاد جیسے اِهَابٍ اور اُهُبٌ حِمَارٍ اور حُمُرٌ مُّمَدَّدَةٍ ان پر دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور دروازوں پر ستون کھینچ دیئے جائیں گے۔ مضبوط بند کرنے کیلئے حدیث میں وارد ہے: مؤمن سمجھدار اور ذہین، ثابت قدمی اختیار کرنے والا، نہ جلد باز۔ نیک، عالم ہوتا ہے اور منافق عیب جو' طعنہ زن' رات کو ٹامک ٹوئیاں مارنے والے کی طرح۔ اس کو کچھ پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ کہاں سے کمائے۔ اور کس چیز میں صرف کرے۔ [رواہ الدیلمی فی الفردوس: ۶۵۴۴]

تمت سورة الهمزة

سُوْرَةُ الْفِيْلِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

سورۃ الفیل مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پانچ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝۱ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝۲

اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا ' کیا ان کی تدبیر کو سرتاپا غلط نہیں کر دیا '

وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝۳ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝۴ فَجَعَلَهُمْ

اور ان پر پرندے بھیج دیئے غول در غول وہ ان پر کنکر کی پتھریاں پھینک رہے تھے ' سو اللہ نے ان کو ایسا کر دیا

كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝۵

جیسے کھایا ہوا بھوسہ ہو۔

ا: اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ (کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں سے کیا معاملہ کیا)۔

نحو: کیف یہ فَعَلَ کی وجہ سے موضع نصب میں ہے الم تر کی وجہ سے نہیں۔ کیونکہ کیف میں استفہام کا معنی پایا جاتا ہے اور یہ جملہ ترٰی کے دو مفعولوں کے قائم مقام ہو گیا ہے۔

الم ترَ میں تعجب کا اظہار ہے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر ﷺ کو تعجب سے فرما رہے ہیں کہ عجیب بات ہے کہ کفار نے آپ کا انکار کر دیا حالانکہ وہ تو اتنی بڑی آیات کو دیکھ چکے۔ معنی یہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی صنعت کے آثار اہل حبشہ میں دیکھے اور اس کے متعلق متواتر خبریں سنیں پس وہ آپ کے لئے مشاہدہ کے قائم مقام ہے۔ جو اصحاب فیل کے سلسلہ میں پیش آیا۔

ابرھہ کی حرکت اور سزا:

روایت ہے یمن کا بادشاہ ابرہہ بن الصباح جو اصحمہ نجاشی کی طرف سے مقرر ہوا تھا۔ اس نے صنعاء میں ایک گرجا تعمیر کیا۔ اور اس کا نام القُلَّیس رکھا اور اس کا ارادہ یہ تھا کہ لوگ اس کا حج کرنے آئیں۔ کنانہ کا ایک آدمی نکلا اور رات کو اس میں پاخانہ کر دیا اس سے ابرھہ سخت ناراض ہوا ایک قول یہ ہے کہ عرب کے ایک قافلہ نے اس کے قریب آگ سلگائی۔ ہوا کی وجہ سے وہ آگ اس گرجے میں آ لگی جس سے وہ جل گیا۔ ابرہہ نے قسم اٹھائی کہ وہ کعبہ کو ضرور بضرور گرائے گا۔ وہ حبشیوں کی ایک فوج کے ساتھ نکلا۔ اس کے ساتھ ہاتھی بھی تھے۔ ایک ہاتھی کا نام محمود تھا۔ یہ بہت بڑا طاقت ور ہاتھی تھا۔ بارہ ہاتھی اس کے علاوہ تھے۔ جب وہ

مقام مغمس میں پہنچا تو خواجہ عبدالمطلب اس کے پاس نکل کر گئے اور اس کو کہا کہ تہامہ کے اموال کا ثلث لے لے اور لوٹ جا مگر اس نے انکار کر دیا اور اپنے لشکر کو تیار کیا۔ اور بڑے ہاتھی کو آگے رکھا۔ مگر جب بڑے ہاتھی کو حرم کی طرف متوجہ کرتے وہ بیٹھ جاتا اور اٹھنے سے انکار کرتا۔ اور جب یمن کی طرف رخ کرتے تو اٹھ کر جلدی سے روانہ ہو جاتا۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ نے پرندوں کے غول بھیج دیئے ہر پرندے کی چونچ میں ایک پتھر اور دو پتھر اس کے پنجوں میں مسور کے دانے سے بڑے اور چنے سے چھوٹے تھے۔ وہ کنکری آدمی کے سر پر لگ کر اس کی دبر سے نکلتی۔ اور ہر پتھر پر اس کا نام درج تھا۔ جس کو پڑنا تھا وہ کنکریوں کے برساؤ سے بھاگ کھڑے ہوئے اور ہلاک ہو گئے ابرھہ کی موت انتہائی عبرتناک طریقہ سے آئی سینہ پھٹ کر دل باہر نکل پڑا اور مر گیا۔ اس کا وزیر ابو یکسوم وہاں سے جدا ہو کر بھاگتا ہوا حبشہ پہنچا اس حال میں کہ پرندہ اس کے سر پر منڈلا رہا تھا اس نے نجاشی کو تمام واقعہ بیان کیا۔ جب بیان مکمل کر چکا۔ تو پرندے نے کنکری پھینکی جس سے وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ ابرہہ نے خواجہ عبدالمطلب کے دو سو اونٹ پکڑ لیے۔ آپ اس کے پاس ان اونٹوں کی خاطر گئے آپ کا اس نے پرتپاک استقبال کیا آپ خوبصورت، پر رعب اور جسیم آدمی تھے۔ اس کو بتلایا گیا کہ یہ قریش کے سردار ہیں اور مکہ کے صاحب قافلہ ہیں جو لوگوں کو وادیوں اور وحشیوں کو پہاڑوں کی چوٹیوں پر کھانا کھلاتے ہیں۔

جب عبدالمطلب نے اپنی ضروت ذکر کی تو اس نے کہا تو میری نگاہ سے گر گیا۔ میں تو تمہارے اس گھر کو گرانے آیا ہوں جو تمہارا دین اور تمہارے آباء واجداد کا دین ہے۔ اور پرانے زمانوں سے تمہارے لئے شرافت کا نشان ہے۔ تمہیں اونٹوں نے اس سے غافل کر دیا۔ جو ہم نے پکڑ لیے ہیں۔ عبدالمطلب نے کہا میں اونٹوں کا مالک ہوں۔ اور اس گھر کا ایک رب ہے جو خود اس سے روک لے گا۔

تمام تدابیر فیل:

۲: اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ (کیا ان کی تدبیر کو سرتاپا غلط نہیں کر دیا) ضائع اور بیکار۔ عرب کہتے ہیں: ضلل کیدہ۔ جب کہ اس کو ضائع اور بیکار کر دے۔ امرء القیس کو الملک الضلیل کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس نے اپنے باپ کا ملک کھو دیا۔ ضائع کر دیا۔ مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اولاً یہ تدبیر کی کہ القلیس گرجا بنایا تا کہ حجاج کے رخ اس کی طرف پھیر دیں ان کی تدبیر کو آگ کے ذریعہ بیکار کر دیا۔ پھر دوسری تدبیر بیت اللہ کے گرانے کی کی۔ ان کی تدبیر کو پرندے بھیج کر فیل کر دیا۔

۳: وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ (اور ان پر غول کے غول پرندے بھیجے) ابابیل جمع ابالة: جماعتیں۔

قول الزجاج:

ادھر سے جماعتیں اور ادھر سے جماعتیں۔ یعنی ہر طرف سے جماعتیں بھیجیں۔

۴: تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ (جو ان لوگوں پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے)

قراءت: ابوحنیفہ رحمہ اللہ یرمیھم پڑھتے ای یرمیھم اللّٰہ اللہ تعالیٰ ان پر پھینک رہے تھے یا پرندے ان پر پھینک رہے تھے۔ الطیر یہ اسم جمع مذکر ہے۔ اور معنی کے اعتبار سے مؤنث ہے۔ سجیل یہ معرب ہے۔ سنگ گل اور جمہور کا یہی مسلک ہے یعنی کھنگر۔

۵: فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُوْلٍ (اللہ تعالیٰ نے ان کو کھائے ہوئے بھوسہ کی طرح کر دیا) عصف ماکول وہ کھیتی جس کو کیڑے کھالیں۔

تمت سورۃ الفیل

سُوْرَۃُ قُرَیْشٍ مَّکِّیَّۃٌ وَّھِیَ اَرْبَعُ اٰیَاتٍ

سورۃ القریش مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چار آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۙ﴿۱﴾ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ ۚ﴿۲﴾ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا

قریش کی الفت رکھنے کی وجہ سے انکی وہ الفت جو سردی اور گرمی کے سفر کرنے سے ہے۔ سو ان کو چاہئے کہ اس بیت کے رب کی

الْبَیْتِ ۙ﴿۳﴾ الَّذِیْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۬ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ﴿۴﴾ ع ۱ ۱۶ ۳۱

عبادت کریں جس نے انہیں بھوک میں کھانے کو دیا اور انہیں خوف سے امن دیا۔

قریش پر انعامات:

۱: لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ (چونکہ قریش خوگر ہو گئے) یہ **فلیعبدوا** کے متعلق ہے۔ ان کو حکم دیا گیا کہ ان کو عبادت اسی ہی کی کرنی چاہیے اس لئے کہ وہ دو سفروں سے بڑے مانوس ہیں۔ **فلیعبدوا** پر فاء تو اس لئے لائی گئی ہے کیونکہ کلام میں شرط کا معنی پایا جاتا ہے یعنی ان پر اللہ تعالیٰ کی لاتعداد نعمتیں ہیں۔ پس اگر وہ دیگر نعمتوں کی وجہ سے عبادت نہیں کرتے۔ تو ان کو اس ایک بڑی عظیم الشان نعمت کی وجہ سے عبادت کرنا چاہیے۔

نمبر۲۔ **فجعلھم کعصف ماکول** کے متعلق ہے۔ لایلاف قریش یعنی یہ ہلاکت اس انس کی وجہ سے ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسے شعر میں تضمین لگائی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ شعر کا معنی ماقبل سے معلق اس لئے کیا جائے تا کہ شعر کا معنی صحیح ہو جائے۔ اور مصحف ابی بن کعب رضی اللہ عنہ میں یہ دونوں بلا فصل ایک سورت ہیں۔ اور کسائی رحمہ اللہ سے ان کے مابین ترک تسمیہ بھی منقول ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان حبشہ والوں کو ہلاک کیا جو ان کا قصد کر کے آ رہے تھے تا کہ لوگ اس بات کو سنیں اور ان کا احترام کریں اور خوب احترام ہوتا کہ سفروں میں ان کو امن میسر ہو جائے اور کوئی ان پر جرأت نہ کرے۔

نمبر۳۔ ایک قول یہ ہے کہ **اعجبوا لا یلاف قریش** ہے۔

قراءت: شامی نے **لاِ لاف قریش** پڑھا ہے **ای لموافقة قریش**۔ قریش کی موافقت کی وجہ سے۔ نمبر۲۔ کہا جاتا ہے: **الفتہٗ الفا و الافا**: مانوس ہونا۔ قریش نضر بن کنانہ کی اولاد کو کہتے ہیں۔ اس کا نام القرش کی تصغیر بنا کر رکھا ہے۔ القرش سمندری زبردست جانور ہے۔ جو کشتیوں پر حملہ آور ہوتا ہے۔ صرف آگ سے اس کا دفاع کیا جا سکتا ہے۔ تصغیر تعظیم کیلئے ہے۔ اس کا نام

ان کی مضبوطی اور حفاظت کی وجہ سے رکھا گیا۔ دوسرا قول یہ ہے القرش کمائی کو کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی تجارت سے کمائی کرتے اور شہروں میں سفر کر کے کماتے تھے۔

۲: اِلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ (یعنی جاڑے (سردیاں) اور گرمی کے سفر کے خوگر ہو گئے ہیں) یہاں ایلاف کو مطلق ذکر کیا۔ پھر اس کے بدلے رحلتین کو مقید کر کے لائے۔ تاکہ اس سے ایلاف کے معاملے کی بڑائی ظاہر ہو۔ اور اس کا عظیم نعمت ہونا یا ددلایا جائے۔

نحو: رحلة کا لفظ ایلافهم کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور مراد اس سے رحلتی الشتاء والصیف (دو سفر گرمیوں اور سردیوں کے) التباس کا خطرہ نہ ہونے کی وجہ سے مفرد لائے۔ تثنیہ ذکر نہیں کیا۔

اسفارِ قریش:

قریش دو سفر کرتے۔ سردیوں میں یمن کا سفر کرتے اور گرمیوں میں شام کا سفر کرتے اور کھانے کا سامان لاتے اور تجارت کرتے ان کے یہ دونوں سفر پر امن ہوتے تھے۔ کیونکہ وہ اہل حرم تھے۔ ان پر ڈاکو تعرض نہ کرتے اور دوسرے قافلے لوٹ لیے جاتے۔

۳: فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ (تو ان کو چاہیے کہ اس خانہ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں)

خوف سے امن دینے والے کی عبادت چاہئے تھی:

۴،۵: الَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۔ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ (جس نے ان کو بھوک میں کھانے کو دیا اور خوف سے ان کو امن دیا) خوف اور جوع کی تنوین شدت کو ظاہر کرنے کیلئے لائی گئی ہے۔ یعنی اطعمهم بالرحلتين من جوع شديد كانوا فيه قبلهما۔ ان کو دو سفروں کے ذریعہ اس سخت بھوک سے ان کو کھانا دیا۔ جس میں وہ ان سے پہلے مبتلا تھے۔ و آمنهم من خوف عظيم وهو خوف اصحاب الفيل اور ان کو عظیم خوف سے امن دیا۔ یہ خوف اصحاب فیل کا تھا۔ نمبر۲۔ اپنے شہر سے اچک لیے جانے کا خوف اور چلائے جانے کا خطرہ۔

ایک قول:

ان کو بھوک پہنچی جس سے مردار کھانے تک پہنچ گئے۔ اور جلی ہڈیاں تک چبائیں گئیں۔ اور ان کو کوڑھ کے خوف سے امن دیا وہ ان کے شہر میں نہ آسکتا تھا۔ ایک اور قول یہ ہے کہ یہ تمام چیزیں ان کو دعائے ابراہیم علیہ السلام کے سبب حاصل ہوئیں تھیں۔

تمت سورۃ قریش

سُوْرَةُ الْمَاعُوْنِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سَبْعُ اٰيَاتٍ

سورۂ ماعون مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں سات آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝۱ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝۲ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو روز جزاء کو جھٹلاتا ہے' سو یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا

طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝۳ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝۴ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝۵ الَّذِيْنَ هُمْ

دینے کی ترغیب نہیں دیتا' سو ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھتے ہیں جو ایسے ہیں

يُرَآءُوْنَ ۝۶ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝۷

کہ ریاکاری کرتے ہیں اور ماعون سے منع کرتے ہیں۔

۱ع ۷ ۳۲

۱: اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ (کیا آپ نے شخص کو دیکھا ہے جو روز جزاء کو جھٹلاتا ہے) یعنی هل رايت الذى يكذب بالجزاء من هو؟ ان لم تعرفه۔ کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جو جزاء کو جھٹلاتا ہے وہ کون ہے؟ اگر تم اس کو نہیں پہچانتے ہو۔

یتیم کو دھکے دینے والا:

۲: فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ (پس وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے) ذالک وہ جو قیامت کو جھٹلاتا ہے وہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے زور سے دھکیلتا ہے بڑی سختی اور ایذاء کے ذریعہ اور اس کو بھدے انداز سے درشتی اور ڈانٹ ڈپٹ سے واپس کرتا ہے۔

۳: وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ (اور محتاج کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا) وہ اپنے اہل کو مسکین کو کھانا کھلانے پر آمادہ نہیں کرتا۔

نکتہ:

آیت میں جزاء کو نیکی سے روکنے کی علامت قرار دیا۔ اور کمزور کو ایذاء دینے کی علامت بتلایا۔ یعنی اگر یہ جزاء پر ایمان لاتا اور وعید پر اس کو یقین ہوتا تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا اور اس کی سزا کا خوف ہوتا تو یہ اقدام نہ کرتا۔ پس جب اس نے یہ اقدام کیا تو اس

سے یہ ثابت ہوگیا کہ یہ جزاء کا منکر ہے۔ پھر اس کے ساتھ یہ ارشاد ملا دیا۔

۴: فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ (پس ایسے نمازیوں کیلئے بڑی خرابی ہے)

۵: الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ (جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھتے ہیں)

۶: الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ (جو ایسے ہیں کہ ریا کاری کرتے ہیں)

۷: وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ (اور زکوٰۃ بالکل نہیں دیتے) یعنی ان صفات والے منافقین ہیں۔ جو سرا تو نماز پڑھتے ہی نہیں کیونکہ وجوب نماز کے قائل نہیں اور ظاہراً ریا کاری کیلئے پڑھتے ہیں۔ پس منافقین کے لئے ہلاکت ہے جو کہ اپنے کو من جملہ صورۃً نمازیوں میں شامل کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ اپنی نماز سے غافل ہیں وہ اس نماز سے قرب الٰہی کے طالب نہیں اور نہ ہی فرض سمجھ کر ادا کرتے ہیں۔ وہ جھکتے اٹھتے تو معلوم ہوتے ہیں مگر ان کو یہ معلوم نہیں کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ وہ لوگوں کے سامنے ظاہر کرتے ہیں کہ وہ فرائض ادا کر رہے ہیں۔ اور وہ زکوٰۃ سے دوسروں کو روکتے ہیں۔ اور جس میں منفعت ذاتی ہے۔

قول انس رضی اللہ عنہ وحسن رضی اللہ عنہ:

کہ اس اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے فرمایا: عن صلاتھم۔ فی صلاتھم نہیں فرمایا۔ کیونکہ عَن کا مطلب یہ ہے کہ وہ نماز کو اس طرح بھولنے والے ہیں، کہ وہ بھولنا ترک صلوٰۃ تک پہنچا ہوا ہے۔ اور قلت التفات پیدا ہو چکی ہے اور یہ منافقین کا فعل ہے۔

اور فی کا معنی ان کو سہو اس میں پیش آتا ہے۔ جس میں شیطان وسوسہ ڈال دیتا ہے۔ یا حدیث نفس کی دخل اندازی ہو جاتی ہے۔ اور یہ بات مسلمان کو پیش آتی رہتی ہے۔ خود نبی اکرم ﷺ کو نماز میں سہو پیش آجاتا اور تو کیا چیز ہیں۔

المراءۃ یہ الاراءۃ سے باب مفاعلہ ہے کیونکہ دکھلاوا کرنے والا لوگوں کو اپنا عمل دکھاتا ہے۔ وہ خود پسندی اور تعریف کروانے کیلئے دکھلاوا کرتے تھے ورنہ فرائض کو ظاہراً ادا کرنے سے آدمی ریا کار نہیں بنتا۔ بلکہ فرائض کا حق یہ ہے کہ وہ علی الاعلان بجالائے جائیں۔ آپ علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے۔ ولا غمۃ فی فرائض اللہ! فرائض اللہ میں اخفاء نہیں۔ بلکہ اخفاء نوافل میں ہے۔ اگر ان کو بھی اس نیت سے ظاہر کرے کہ لوگ اس کی اقتداء کریں تو مستحسن ہے (یعنی نوافل کو پڑھیں گے)۔

الماعون زکوۃ۔

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

یہ ہے اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو ایک دوسرے کو عاریۃً دی جاتی رہتی ہیں مثلاً ہنڈیا، ڈول، پیالہ وغیرہ۔

قول عائشہ رضی اللہ عنہا:

پانی، آگ، نمک وغیرہ۔

تمت سورۃ الماعون

سُوْرَۃُ الْکَوْثَرِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ ثَلٰثُ اٰیَاتٍ

سورۃ الکوثر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں تین آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ۝۱ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ۝۲ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ ۝۳ ع ۱ ۳۳

بیشک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ۔ سو آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھیے اور قربانی کیجئے بلاشبہ آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے۔

۱: اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ (بلاشبہ ہم نے آپ کو کوثر عنایت فرمائی ہے) کوثر یہ فوعل کا وزن ہے۔ جو کثرت سے بنا ہے کثرت میں بہت ہی اضافہ۔

ایک قول:

وہ جنت کی ایک نہر ہے جو شہد سے زیادہ میٹھے پانی والی اور دودھ سے زیادہ صاف اور برف سے زیادہ ٹھنڈی اور مکھن سے زیادہ نرم ہے اور اس کے کنارے زبرجد اور اس کے برتن چاندی کے بنے ہیں۔

خیر کثیر، قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اس سے خیر کثیر مراد ہے ان سے سوال کیا گیا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ جنت کی ایک نہر ہے۔ تو آپ نے فرمایا وہ بھی خیر کثیر میں سے ہی ہے۔

عبادت اور قربانی کرو:

۲: فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ (پس آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھیے اور قربانی دیجئے) پس تم اپنے رب کی عبادت کرو جس نے وہ عطا کر کے آپ کو معزز بنایا اور عظمت عنایت فرمائی۔ اور مخلوقات کے احسانات سے محفوظ رکھا۔ اپنی قوم کے برخلاف آپ اپنے رب کی عبادت کریں وہ قوم جو غیر اللہ کی عبادت میں مشغول ومصروف ہے اور اللہ ہی کی خاطر قربانی کریں اور اس کے نام کے ساتھ ذبح کریں برخلاف ان بت پرستوں کے جو کہ بتوں کے نام کی قربانیاں دیتے ہیں۔

مخالف ہر شہر سے منقطع:

۳: اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ (بالیقین آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے) آپ کی قوم کے وہ لوگ جو آپ کی مخالفت کی وجہ سے

آپ سے بغض رکھتے ہیں۔ وہی بے نام ونشان ہونے والے ہیں۔ وہ ہر خیر سے منقطع کر دیئے جائیں گے نہ کہ آپ۔ کیونکہ قیامت تک پیدا ہونے والے مؤمن تمام آپ کی اولاد اور آپ کے پیچھے چلنے والے ہیں۔ اور تمہارا ذکر آخر زمانہ تک منبروں پر بلند ہوگا۔ اور ہر عالم وذاکر آپ کا تذکرہ کرے گا۔ اور آخرت میں اتنا ملے گا جس کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ آپ جیسے کو ابتر نہیں کہا جاسکتا۔ ابتر وہ شخص ہے جو آپ کا دشمن ہے وہ دنیا وآخرت میں بھلا دیا جانے والا ہے۔

ایک قول یہ ہے:

کہ یہ عاص بن وائل سہمی کے متعلق ہے۔ اس کو ابتر کہا گیا۔ ابتر وہ ہے جس کا پیچھے کوئی نہ ہو۔

نحو: الابتر یہ انّ کی خبر ہے۔ ھو ضمیر فصل ہے۔

تمت سورۃ الکوثر

سُوْرَۃُ الْکٰفِرُوْنَ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ سِتُّ اٰیَاتٍ

سورۂ کافرون مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ ۙ﴿۱﴾ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۙ﴿۲﴾ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۚ﴿۳﴾

آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا ہوں اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرتے ہو'

وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۙ﴿۴﴾ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ؕ﴿۵﴾ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ ﴿۶﴾ ع ۱ ۶/۳۴

اور نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کروں گا۔ اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرو گے' تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ہے۔

۱: قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ (آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو) اس کے مخاطب مخصوص کفار ہیں۔ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔

کفر سے بیزاری:

روایت میں ہے کہ قریش کی ایک پارٹی نے کہا اے محمد آؤ تم ہمارے دین کی اتباع کرلو اور ہم تمہارے دین کی اتباع کرتے ہیں۔ ایک سال ہم تمہارے معبود کی عبادت کرتے ہیں ایک سال تم ہمارے معبودوں کی عبادت کرو۔ آپ نے فرمایا معاذ اللہ !اَنْ اُشْرِکَ بِاللّٰہِ غَیْرَہٗ میں اللہ تعالیٰ کی اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں اس کے ساتھ کسی کو شریک کروں۔ پھر کہنے لگے ہمارے بعض معبودوں کو ہاتھ لگا کر بوسہ دو۔ ہم تیری بات مان جائیں گے۔ اور تیرے معبود کی پوجا کرنے لگیں گے پس یہ آیت اتری۔ پھر آپ صبح کے وقت مسجد حرام میں تشریف لے گئے۔ جہاں قریش کا ایک گروہ بیٹھا تھا۔ آپ نے ان پر یہ سورت پڑھی تو وہ آپ کی طرف سے مایوس ہو گئے۔ [ہذا ذکرہ الزمخشری فی الکشاف ۴/۸۰۸]

۲: لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ (نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا ہوں) یعنی میں اپنی موجودہ حالت میں تمہارے معبودوں کی عبادت کرنے والا نہیں ہوں۔

۳:وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ(اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرتے ہو) عابدون اس وقت عبادت کرنے والے ہو۔ ما اعبد جس کی میں عبادت کرتا ہوں یعنی اللہ تعالیٰ۔

۴:وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ (اور نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کروں گا) یعنی نہ میں مستقبل میں ان کی عبادت کرونگا۔جن کی تم عبادت کرتے ہو۔

۵:وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ (اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کروگے) ولا انتم اور نہ تم مستقبل میں عابدون ما اعبد۔اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں یہاں ما کا لفظ ذکر کیا گیا کیونکہ اس سے مراد صفت ہے۔یعنی میں باطل کی عبادت نہ کرونگا اور نہ تم حق کی عبادت کروگے۔نمبر۲۔لفظ ما لائے تا کہ دونوں لفظ متقابل ہو جائیں۔اور اول میں من درست نہیں دوسرے میں ما کو بمعنی الذی لینا درست ہے۔

۶:لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ (تم کو تمہارا بدلہ ملے گا اور مجھکو میرا بدلہ ملے گا) تمہارے لئے تمہارا شرک اور میرے لئے میری توحید مبارک ہو۔

قراءت: نافع اور حفص نے وَلِیَ فتحہ یاء سے پڑھا اور ابو عمرو ابن عامر نے وَلِیْ ،سکون یاء سے پڑھا ہے۔

ایک روایت ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے جبکہ نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے۔آپ نے فرمایا نابذبابن مسعود ۔علیحدگی کا اعلان کرا ے ابن مسعود۔تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے قل یایھا الکافرون پڑھی پھر دوسری رکعت میں فرمایا۔اخلص تو خالص کر تو عبداللہ بن مسعود نے قل ھو اللہ احد پڑھی۔جب سلام پھیرا تو آپ نے فرمایا اے ابن مسعود مانگو۔تمہاری دعاء قبول کی جائے گی۔

تمت سورۃ الکافرون

سُوْرَةُ النَّصْرِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُ اٰيَاتٍ

سورۃ النصر مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں تین آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ﴿۱﴾ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ﴿۲﴾

جب آ جائے اللہ کی مدد اور فتح اور آپ لوگوں کو دیکھیں کہ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾ ع

سو آپ اپنے رب کی تسبیح بیان کیجئے جس کے ساتھ حمد بھی ہو اور اس سے مغفرت طلب کیجئے۔ بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱ ع ۳ ۳۵

۱: اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ (جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آ پہنچے)

نحو: اذا یہ فسبح کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور یہ مستقبل میں پیش آئندہ واقعہ کی اطلاع وقوع سے قبل دے دی گئی ہے۔ یہ علامات نبوت میں سے ہے۔ روایت میں ہے یہ حجۃ الوداع میں ایام تشریق کے دنوں میں نازل ہوئی۔

علاماتِ نبوت سے فتح کی پیشگوئی:

جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ النصر اعانت اور دشمنوں کی مغلوبیت۔ الفتح علاقوں کا مفتوح ہونا۔ معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ حضرت محمد ﷺ کی عرب کے خلاف مدد فرمائیں گے یا قریش کے خلاف مدد فرمائیں گے۔ اور مکہ فتح ہو جائے گا یا ایمان والوں کی نصرت فرمائیں گے اور مشرکین کے علاقوں پر ان کو فتح دیں گے اس صورت میں نصر سے جنس نصرت مراد لی گئی ہے۔

۲: وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا (اور آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوتا دیکھ لیں گے)

نحو: رایت کو ابصرت یا عرفت کے معنی میں مانیں تو یدخلون یہ الناس سے حال ہے۔ نمبر ۲۔ علمت کے معنی میں مانیں تو پھر یہ اس کا دوسرا مفعول ہے۔ اَفْوَاجًا یہ یدخلون کے فاعل سے حال ہے۔ اور اذا کا جواب فسبح ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے: اذا جاء نصر الله اياك على من ناواك وفتح البلاد ورأيت اهل اليمن يدخلون فى ملة الاسلام جماعات كثيرة بعد ما كانوا يدخلون فيه واحدًا واحدًا واثنين اثنين۔ جب اللہ تعالیٰ کی مدد آئے تو بچا اپنے کو ان لوگوں سے جو دشمنی کرنے والے ہیں اور شہروں کو اللہ تعالیٰ فتح کر دے تو تم اہل یمن کو ملت اسلام میں بڑی بڑی جماعتوں میں داخل ہوتا دیکھو گے جبکہ وہ اس

سے پہلے ایک ایک دو دو کر کے داخل ہوتے تھے۔

۳: فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ (تو اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیجئے) فسبح یعنی سبحان اللہ حامداً لہ کہیں یا اللہ تعالیٰ کیلئے نماز پڑھیں۔ وَاسْتَغْفِرْهُ (اور اس سے مغفرت کی درخواست کیجئے) تواضع اور نفس کو مٹانے کیلئے یا ہمیشہ استغفار کرتے رہیں۔ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا (وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔) انه كان بیشک وہ ہمیشہ سے ہے توبہ قبول کرنے والا۔

روایت میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو سن کر رو دیئے اور کہا کہ کمال زوال کی دلیل ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ اس کے بعد دو سال تک زندہ رہے۔ (حج کے بعد آپ ﷺ صرف ۸۷، ۸۸ روز دُنیا میں رہے)

تمت سورة النصر بنصره

سُوْرَةُ اللَّهَبِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

سورۃ اللہب مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پانچ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝۱ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝۲ سَيَصْلٰى نَارًا

ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں اور وہ ہلاک ہو جائے نہ اسکے مال نے اسے فائدہ دیا اور نہ اس کی کمائی نے' وہ عنقریب شعلہ مارتی ہوئی

ذَاتَ لَهَبٍ ۝۳ وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝۴ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝۵ ع ۱/۵/۳۶

بڑی آگ میں داخل ہوگا اور اسکی بیوی بھی بری عورت جو لکڑیاں لادنے والی ہے اس کے گلے میں رسی ہے کھجور کی چھال کی۔

۱: تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ (ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو جائے) التباب ہلاکت اسی سے عرب کا یہ قول ہے۔ أشابة ام تابة کیا تو جوان ہونے والی یا ہلاک ہونے والی ہے۔ یعنی بڑھاپے سے ہلاک ہونے والی ہے۔ معنی یہ ہے کہ اس کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوں۔ کیونکہ روایات کے مطابق اس نے ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کو مارنے کیلئے پتھر تھاما تھا۔

وَّتَبَّ اور وہ سارا ہلاک ہو یا اس کے دونوں ہاتھوں کو ہلاکت والا بتلایا اور مراد اس سے اس کی تمام ہلاکت ہے۔ جیسے فرمایا بما قدمت یداک [الحج:۱۰] اور وتب کا معنی یہ ہوگا جیسا اس قول شاعر میں ؎

جزانی جزاہ اللہ شر جزائہ ☆ جزاء الکلاب و العاویات و قد فعل

(اس نے مجھے بدلہ دیا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف سے بدترین بدلہ یعنی بھونکنے والے کتوں کا بدلہ دے اور اس نے ایسا کر دیا)

قراءت: اور اس پر ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت بھی دلالت کرتی ہے وقد تب۔

صفاء کا وعظ:

روایت میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ آپ صفا پر چڑھے اور فرمایا: یا صباحاہ۔ ہر جانب سے آپ کے پاس لوگ جمع ہوئے۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا اے بنی عبدالمطلب اے بنی فہر اگر میں تم کو خبر دوں کہ ایک گھوڑ سوار دستہ اس پہاڑی کے پیچھے سے تم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔ کیا تم میری بات کو سچ مان لو گے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا میں قیامت سے قبل تمہیں ڈرانے والا ہوں۔ اس پر ابولہب کہنے لگا تبا لک تو ہلاک ہو۔ کیا تو نے اسی لئے ہمیں جمع کیا تھا۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ [رواہ البخاری:۴۹۷۱، مسلم:۲۰۸]

ذکر کنیت کی وجہ:

سورت میں اس کی کنیت استعمال کی گئی ہے اس کی کنیت بطور اعزاز کے لوگوں میں معروف تھی۔ نام اتنا معروف نہ تھا۔ اور یہ وجہ بھی ہے اس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ جو کہ مکروہ اور مشرکانہ نام تھا اور تیسری بات یہ ہے اس کا انجام شعلہ زن آگ ہے۔ پس اس کی حالت آخروی اس کی کنیت سے موافقت رکھتی تھی۔

قراءت: مکی نے ابی لَهَبٍ ھاء کے سکون سے پڑھا ہے۔

۲:مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ (اور نہ مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی) ما پہلا نافیہ ہے۔ اور ما کسب کا ما موصولہ یا مصدر یہ ہے۔ ای مکسوبہٗ یا کسبہ ' یعنی اس کا کمایا ہوا یا کمانا۔ یعنی اس کے اس مال نے بھی فائدہ نہ دیا۔ جو باپ سے وراثت میں اس نے پایا اور نہ وہ مال جو بذات خود کمایا۔ یا پرانا مال اور تازہ کمایا ہوا کام نہ آیا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ما کسب ولدہ جو اس کی اولاد نے کمایا۔ روایت میں ہے کہ وہ کہا کرتا تھا۔ اگر میرے بھتیجے ہی کی بات درست ہے تو پھر میں اس سے بچنے کیلئے اپنا مال اور اولاد قربان کر دونگا۔

۳:سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ (وہ عنقریب ایک شعلہ زن آگ میں داخل ہوگا) سیصلیٰ کا معنی عنقریب داخل ہوگا۔

قراءت: البرجمی نے ابوبکر سے سَيُصْلٰى پڑھا ہے۔ سین وعید کیلئے ہے یا وہ بہر صورت ہو کر رہے گا اگر چہ اس کا وقت مؤخر ہے۔ ذات لھبٍ جلائی و بھڑکائی ہوئی آگ۔

۴:وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (وہ بھی اور اس کی بیوی جو لکڑیاں لاد کر لاتی ہے) وَّامْرَاَتُهٗ اس کی بیوی ام جمیل بنت حرب جو ابوسفیان کی بہن تھی۔ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ وہ کانٹوں اور جھاڑ کا گٹھا اٹھا کر لاتی۔ رات وہ رسول اللہ ﷺ کے راستہ میں بکھیر دیتی۔

ایک قول یہ ہے: وہ چغل خوری کرتی اور لوگوں کے مابین عداوت کی آگ بھڑکاتی۔

قراءت: حمالة الحطب کو عاصم نے منصوب علی الذم قرار دیا۔ اور مجھے یہ قراءت پسند ہے اور اس نیکی کے ساتھ اس نے رسول اللہ ﷺ تک توسل حاصل کر لیا جو ام جمیل کو سب وشتم پسند کرے (کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں بکتی تھی) اس صورت میں امراتہ پر وقف ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں اس کا عطف سیصلیٰ کی ضمیر پر ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے: سیدخل ھو و ا مراتہٗ۔ اعنی حمالة الحطب۔

دیگر قراء نے حمالة الحطب کو رفع دیا ہے۔ اس طور پر کہ یہ وامراتہ کی خبر ہے یا ھی حمالةُ الحطب ۔ یعنی ھی مبتدأ محذوف کی خبر مانیں۔

تحقیر و مذمت کی تصویر:

۵: فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ (اس کے گلے میں ایک رسی ہوگی خوب بٹی ہوئی) یہ حال ہے یا دوسری خبر ہے۔ المسد چھلکے یا کھال یا دیگر کسی چیز کی مضبوط بٹی ہوئی رسی معنی یہ ہے۔ اس کی گردن میں رسی ہوگی۔ اس چیز میں سے جس سے رسیاں بٹی جاتی ہیں اور وہ کانٹوں کا وہی گٹھا اٹھانے والی ہوگی۔ اور اس کو اپنی گردن میں باندھے گی۔ جیسا کہ لکڑیاں کاٹ کر لانے والے کرتے ہیں۔ یہ بات اس کی تحقیر و مذمت کیلئے فرمائی۔ اور کسی ایک لکڑیاں اٹھانے والی عورت سے اس کی تصویر کھینچ دی۔ تاکہ وہ اس سے جزع فزع کا اظہار کرے اور اس کا خاوند بھی چڑے۔ کیونکہ وہ بڑے گھرانے کے عزت والے اور دولت مند اور نصیب والے لوگ سمجھے جاتے تھے۔

تمت سورة المسد

سُوْرَۃُ الْاِخْلَاصِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعُ اٰيَاتٍ

سورۂ اخلاص مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چار آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ ① اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ ② لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ ③ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۚ ④

آپ کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ ایک ہے' اللہ بے نیاز ہے' اس کی اولاد نہیں' اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے' اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔

ع ۱ ۴ ۳۷

۱: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (آپ کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ ایک ہے) هُوَ یہ ضمیر شان ہے۔ اللّٰهُ اَحَدٌ اور یہ شان ہے کہ اللہ ایک ہے جیسا کہتے ہیں: هو زیدٌ منطلق گویا اس طرح کہا گیا۔ الشان هذا و هو ان الله واحد لاثانی له۔ شان یہ ہے کہ وہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی ثانی نہیں۔

نحو: هو ابتداء کی وجہ سے محل رفع میں ہے اور جملہ اس کی خبر ہے اس صورت میں راجع کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ حکم مفرد میں ہے۔ جیسا اس قول میں زیدٌ غلامک اس طرح کہ وہ معنًا مبتدأ ہے یہ اس طرح نہیں جیسا یہ جملہ زیدٌ ابوہ منطلق کیونکہ اس میں زیدٌ اور جملہ دونوں مختلف دو معنوں پر دلالت کرتے ہیں۔ پس اس کے درمیان ایسی ضمیر چاہیے جو ان کو ملا دے اور وہ هٗ ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

قریش نے کہا اے محمد! تو ہمیں اپنے اس رب کا وصف بیان کر جس کی تو ہمیں دعوت دیتا ہے۔ پس یہ سورت نازل ہوئی یعنی وہ ذات جس کا وصف تم نے مجھ سے دریافت کیا هو اللہ (وہ اللہ) اس صورت میں احدٌ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ ای هو احدٌ یہ واحدٌ کے معنی میں ہے اور اس کا اصل وَحَدٌ ہے۔ واؤ کو ایک طرف واقع ہونے کی وجہ سے ہمزہ سے بدل دیا۔

دلیل عقلی:

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلیل عقلی یہ ہے۔ نمبر ۱۔ اکیلا سارے عالم کی تدبیر و تخلیق میں کافی ہوگا یا نہ ہوگا۔ اگر وہ کافی ہے۔ تو دوسرا بیکار و ضائع ہوا۔ اس کا محتاج نہ ہوا۔ اور یہ نقص ہے اور ناقص الٰہ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر وہ کافی نہیں تو وہ ناقص ہوا اور ناقص معبود نہیں۔ نمبر ۲۔ اور اس لئے کہ عقل کا تقاضا یہ ہے کہ مفعول فاعل کا محتاج ہو۔ اور فاعل ایک ہی کافی ہے اور ایک سے زائد۔ ان میں

کوئی عدد دوسرے سے اولیٰ نہیں۔ پس اس کا تقاضا یہ ہے کہ کئی اعداد کا وجود مانا جائے جن کی کوئی انتہاء نہیں۔ اور یہ محال ہے پس دو الٰہ کے وجود کا قول محال ہے۔

نمبر۳۔ اور اس لئے بھی کہ ان دو میں سے ایک یا تو اس بات پر قادر ہوگا۔ کہ اپنے افعال میں سے کوئی چیز دوسرے سے چھپالے یا قادر نہ ہوگا۔ اگر قادر ہوا تو چھپائی ہوئی چیز سے اس کا ناواقف ہونا لازم آیا اور اگر وہ چھپانے کی قدرت نہیں رکھتا تو اس کا عاجز ہونا لازم آیا۔ اور یہ الوہیت کے خلاف ہے۔

نمبر۴۔ اور اس لئے بھی کہ اگر ہم کوئی معدوم ایسا فرض کریں جو ممکن الوجود ہو۔ پس اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی اس کی ایجاد پر قدرت نہیں رکھتا۔ تو دونوں کا عاجز ہونا لازم آیا اور عاجز کیونکر الٰہ بن سکے گا۔ اور اگر ان میں سے ایک قدرت رکھتا ہے۔ دوسرا نہیں تو وہ دوسرا الٰہ نہ رہا۔ اگر بالفرض دونوں قادر ہوں۔ تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو دونوں تعاون سے ایجاد کریں گے تو اس سے ہر ایک کا دوسرے کی مدد کا محتاج ہونا لازم آیا۔ پس ہر ایک عاجز ٹھہرا۔ اور اگر ان میں سے ہر ایک مستقل طور پر اس کے ایجاد پر قدرت رکھتا ہے۔ پھر جب اس کو ان میں سے ایک نے ایجاد کر دیا تو دوسرا اس پر قادر باقی رہے گا۔ تو یہ محال ہے اور اگر قادر باقی نہ رہا تو اس وقت پہلا دوسرے کی قدرت کو زائل کرنے والا ہوگا۔ پس وہ عاجز ٹھہرا۔ اور اس کے تصرف کے ماتحت مغلوب ہو گیا پس وہ الٰہ نہ رہا۔

سوال : واحد نے جب مقدور کو بنفسہٖ ایجاد کر دیا تو اس کی قدرت تو زائل ہوگئی پس اس سے تو یہ لازم ہو گیا کہ اس واحد نے اپنے نفس کو عاجز قرار دے دیا۔

جواب : جب واحد نے اپنے ذاتی مقدور کو ایجاد کیا۔ تو اس کی قدرت نافذ ہوگئی اور جس کی قدرت نافذ ہو جائے وہ عاجز نہیں ہوتا۔ باقی رہا شریک تو اس کی قدرت تو نافذ ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی قدرت تو قدرت غیر کی وجہ سے زائل ہوگئی۔ پس اس کے لئے عاجز ہونا لازم ہوا۔

۲: اَللّٰهُ الصَّمَدُ (اللہ بے نیاز ہے) صَمَد کا وزن فَعَلٌ بمعنی مفعول ہے۔ یہ صمد الیہ سے بنا ہے جبکہ اس کا قصد کریں الصمد ایسا آقا جو حوائج میں مقصود الیہ ہو۔ معنی یہ ہوا۔ وہ اللہ جس کو تم پہچانتے ہو۔ اور اس کا اقرار کرتے ہو کہ وہ آسمانوں اور زمین کا خالق ہے۔ اور تمہارا خالق ہے۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہی ذات ہے کہ ہر مخلوق جس کا قصد کرتی ہے اور اس سے کوئی مستغنی نہیں وہ خود ان سب سے غنی ہے۔

۳: لَمْ يَلِدْ (اس کے اولاد نہیں) کیونکہ اس کا کوئی ہم جنس نہیں یہاں تک کہ اس کی جنس میں سے بیوی ہو اور پھر توالد کا سلسلہ ہو۔ اس معنی پر دلالت اس ارشاد میں ہو رہی ہے۔ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ [الانعام: ۱۰۱] وَلَمْ يُوْلَدْ (اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے) کیونکہ ہر مولود محدث اور جسم ہے اور اس کی ذات تو قدیم ازلی ابدی ہے۔ اس کے وجود کی ابتداء نہیں۔ اسلئے کہ اگر وہ قدیم نہ ہوتا تو حادث ہوتا کیونکہ اس کے درمیان واسطہ نہیں۔ اور اگر حادث ہوتا تو ایک محدث کا محتاج ہوگا اسی طرح

دوسرے اور تیسرے، چوتھے کا یہ تسلسل تک پہنچے گا جو کہ باطل ہے۔

اور وہ جسم بھی نہیں کیونکہ وہ تو مرکب کا نام ہے اس صورت میں پھر ہر جزء صفت کمال سے متصف ہوگا تو ہر جزء الٰہ بن گیا۔ اس سے ایک الٰہ کا قول اسی طرح باطل ہو جاتا ہے جیسا دو الٰہ کے ماننے سے باطل ہوتا ہے۔ یا پھر ہر جزء متصف بکمال نہ ہوگا۔ بلکہ اپنی اضداد کے ساتھ حدث کی علامتوں میں سے ہوگا اور وہ محال ہے۔

۴: وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے) اس کا کوئی مماثل نہیں۔

قریش مکہ کا سوال:

قریش مکہ نے تو آپ سے سوال کیا اپنے رب کی صفات بیان کرو تو آپ کو یہ سورت وحی کی گئی جو کہ اللہ تعالیٰ کی صفات پر مشتمل ہے۔ ھواللہ سے اشارہ فرمایا کہ وہ اشیاء کا خالق اور نئے سرے سے ایجاد کرنے والا ہے۔ اور اس کے ضمن میں اس کا یہ وصف بیان کر دیا کہ وہ قادر عالم ہے۔ کیونکہ تخلیق قدرت وعلم کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ یہ سلسلۂ تخلیق انتہائی احکام اور اتساق و انتظام سے ہوسکتا ہے۔

اور اس میں اس کی صفت حیات بھی بیان کر دی کہ وہ زندہ ہے کیونکہ جو قدرت وعلم کی صفات سے متصف ہوگا اس کے لئے حی ہونا ضروری ہے۔ اور اسی میں اس کی صفت سمع، بصر، ارادہ، تکلم کو ذکر کر دیا کہ وہ ان صفات کمالیہ سمیع، بصیر، مرید، متکلم سے متصف ہے اگر وہ ان سے موصوف نہ ہو تو پھر ان کی اضداد سے موصوف ہونا لازم آئے گا۔ اور وہ تمام عیوب ہیں۔ اور نقائص حدث کی علامات میں سے ہے۔ پس ناممکن ہے کہ قدیم ذات ان عیوب سے متصف ہو۔

احدٌ : اس میں اس کی صفت وحدانیت ذکر کی۔ اور شرکاء کی نفی کی گئی ہے۔ اور یہ کہ وہ معدومات کی ایجاد میں وہ اکیلا ہے۔ اور خفیات کے علم میں یکتا ہے۔ **الصمد** : میں اس کی یہ صفت بیان فرمائی کہ تمام اس کے محتاج ہیں اور وہ غنی ہے جسے کسی کی محتاجی نہیں پس ہر ایک اسی ہی کا محتاج ہوگا۔ **لم یلد** : اس میں مشابہت اور جنسیت کی نفی ہے۔

لم یولد : حدوث کی نفی ہے۔ اور قدیم ہونے کی صفت بیان کی گئی اور اولیت کی صفت ذکر کی گئی۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ اس میں مماثلت کی نفی ہے۔

ایک خیال:

سوال : جس نے یہ خیال کیا کہ کفو بمعنی مثل سے زمانہ ماضی کی نفی تو ثابت ہوئی حال کی نفی نہیں حالانکہ کفار تو حال کی نفی کے مدعی تھے؟

جواب : یہ خیال کرنے والا! اپنی گمراہی میں ڈوبا ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب ماضی میں اس کا مماثل نہیں تو حال میں مماثل کا نہ ہونا ضرورۃً ماننا پڑے گا کیونکہ حادث تو قدیم کا مماثل بن نہیں سکتا۔ اور کفار کے کلام کا حاصل اور نچوڑ تو شراکت، تشبیہ، تعطیل کی طرف لے جانا ہے۔ اور اس سورت نے ان تمام کی نفی کر دی جیسا ہم نے پختہ ثابت کیا۔

سیبویہ کا انداز:

ظرف مستقر ہو یعنی خبر ہو تو اس کا مقدم کرنا جائز ہے بلکہ مستحسن ہے۔ کیونکہ جب وہ محتاج الیہ ہے تو اس کو مقدم کیا گیا تا کہ ابتداءً معلوم ہو کہ یہ خبر ہے زائد نہیں۔ اور اس کا مؤخر کرنا اس وقت مستحسن ہے جبکہ وہ ظرف لغو ہو۔ زائد ہو۔ کیونکہ فضلات تاخیر کے مستحق ہیں۔ البتہ فصیح ترین کلام میں ان کو مقدم کیا جاتا ہے۔ کلام یہاں ذات باری تعالیٰ سے بدلے کی نفی کیلئے لایا گیا ہے اور اس معنی کا مرکز یہ ظرف ہے پس اس کا مقدم کرنا ضروری تھا۔

ابوعمرو کا مزاج:

ابوعمرو احد پر وقف کرتے۔ اور وصل کو مناسب خیال نہ کرتے تھے۔ عبدالوارث کہتا ہے کہ ہم نے قراء کو اسی طرح پایا جب ملایا جائے تو مکسور تنوین سے ملاتے ہیں یا پھر تنوین کو حذف کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ عزیرُ ابن اللہ [التوبہ:۳۰] کی قراءت ہے۔ عزیز ِابن اللہ۔ کُفُواً فاء ساکن اور ہمزہ یہ خلف وحمزہ کی قراءت ہے۔ حفص نے کفوًا کو مثقلہ غیر مہموزہ پڑھا اور دیگر قراء نے مثقلہ مہموزہ پڑھا ہے۔ حدیث میں وارد ہے جس نے سورت اخلاص پڑھی اس نے گویا ثلث قرآن پڑھا۔

(رواہ النسائی فی عمل الیوم واللیلہ : ۱۱۸)

کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی صفات کا تذکرہ اور نمبر۲۔ اوامر ونواہی۔ نمبر۳۔ قصص ومواعظ ہیں اور یہ اکیلی سورت توحید وصفات باری تعالیٰ کو بیان کر رہی ہے۔ پس قرآن کے مضامین کا تیسرا حصہ اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔

ایک دلیل ہے:

اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ علم توحید اعلیٰ ترین علم ہے اور ایسا کیونکر نہ ہوتا جبکہ علم معلوم کے ساتھ شرف والا بنتا ہے۔ اور معلوم کے حقیر ہونے سے حقیر ہوتا ہے۔ اور توحید کے علم کا معلوم ذات باری تعالیٰ اور اس کی صفات ہیں اور جن کا اطلاق اس پر ہوتا ہے۔ اور جن کا اطلاق اس پر درست نہیں۔ پس تمہارا کیا خیال ہے۔ اس کے مرتبہ کی بلندی اور جلالت قدر کے متعلق۔

دُعائے مفسر رحمہ اللہ:

اللھم احشرنا فی زمرۃ العالمین بك والعاملین لك، الراجین لثوابك ، الخائفین عن عقابك ، المکرّمین بلقاء ك ۔آمین ثم آمین۔

حضرت محمد ﷺ نے ایک شخص کو قل ھو اللہ احد پڑھتے سنا تو فرمایا واجب ہوگئی۔ آپ سے پوچھا گیا۔ کیا واجب ہوگئی آپ نے فرمایا اس کیلئے جنت واجب ہوگئی۔ (رواہ الترمذی ص:۲۸۹۷)

تمت سورۃ الاخلاص ببرکۃ ذاتہٖ و کمال صفاتہٖ

سُوْرَۃُ الْفَلَقِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

سورۃ الفلق مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پانچ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ﴿۳﴾ وَمِنْ

آپ یوں کہئے کہ میں صبح کے رب کی پناہ لیتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا فرمائی اور اندھیری کے شر سے جب وہ آجائے اور

شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۙ﴿۴﴾ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۧ﴿۵﴾

گرہوں پر پھونکنے والیوں کے شر سے اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے۔

ع ۱ ۵/۳۸

۱: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ (آپ کہیے میں صبح کے مالک کی پناہ لیتا ہوں) الفلق صبح یا مخلوق یا جہنم کی وادی کا نام ہے۔ یا جہنم کے ایک کنوئیں کا نام ہے۔

۲: مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ (تمام مخلوقات کے شر سے) ما خلق سے آگ یا شیطان مراد ہے۔

نحو: ما موصولہ اور ضمیر عائد محذوف ہے ما مصدریہ خلق بمعنی مخلوق۔

قراءت: ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے من شر کو تنوین سے پڑھا اس صورت میں ما فعل کے ساتھ مل کر تاویل مصدر سے موضع جر میں شر سے بدل بنے گا تقدیر کلام یہ ہوگی: من شر خلقہٖ ای من خلق شر بُری مخلوق سے۔ یا ما زائدہ ہے۔

۳: وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ (اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ رات آجائے) الغاسق: رات کو کہتے ہیں جبکہ اس کا اندھیرا گہرا ہو جائے۔ وقوب: اندھیرے کا ہر چیز میں داخل ہونا۔

قول عائشہ رضی اللہ عنہا:

رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر چاند کی طرف اشارہ فرمایا اور ارشاد فرمایا تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ اس کے شر سے فانه الغاسق اذا وقب۔ یہی تو وہ اندھیرے والا ہے جب اندھیر ہو جائے۔ چاند کا اندھیر ہونا گرہن کی وجہ سے سیاہ ہونا ہے۔

(رواہ الترمذی: ۳۳۶۶)

نفوس، ساحر:

۴: وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ (اور گرہوں پر پڑھ پڑھ کر پھونکنے والیوں کے شر سے) النفاثات۔ نمبر ۱۔ عورتیں، نمبر ۲۔ نفوس

۔نمبر۳۔ساحروں کی جماعتیں جو دھاگوں پر پھونک مار کر گرہ لگاتی ہیں اور اس سے تعویذ گنڈا کرتی ہیں۔النفثٰت ایسی پھونک جس میں تھوک کی ملاوٹ نہ ہو۔

ردِ معتزلہ:

اس میں معتزلہ کی تردید ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ سحر کا کوئی وجود نہیں اور اس کا اثر بھی ظاہر نہیں ہوتا۔

۵:وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ (اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے) یعنی جب وہ اپنا حسد ظاہر کرے اور اس کے مقتضی کے مطابق عمل کرے کیونکہ جب وہ ظاہر نہیں ہوگا تو پھر اس کا ضرر محسود پر مرتب نہ ہوگا۔ بلکہ وہ خود اس کے اپنے نفس کیلئے نقصان اور غم کا باعث بنے گا۔حسد دوسرے کے ہاں کسی بھلائی کو دیکھ کر اس پر افسوس اور تمنائے زوال کرنا۔

نکتہ: ماخلق کے شر سے استعاذہ کے بعد ان اشیاء سے استعاذہ اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ ان کا شر بہت شدید ہے اور سب سے آخری شر جس سے استعاذہ کیا گیا وہ حسد ہے۔اس سے بتلایا کہ یہ شر میں ان سب سے اعظم تر ہے۔ یہ وہ پہلا گناہ ہے جس کے ذریعہ ابلیس نے آسمانوں میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور زمین میں سب سے پہلے قابیل سے ظاہر ہونے والا گناہ ہے۔بعض مستعاذ منہ کو معرفہ اور بعض کو نکرہ لایا گیا کیونکہ تمام پھونکیں مارنے والیاں شریروں کی پارٹیاں ہیں اسی لئے النفاثات کو معرفہ لائے اور غاسق کو نکرہ ذکر کیا کیونکہ ہر غاسق میں شر نہیں۔بعض میں شر ہوتا ہے اور وہ بھی ایک دوسرے کے مقابلہ میں کم زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر حاسد نقصان پہنچانے والا نہیں۔بعض حسد پسندیدہ ہیں جیسا بھلائی کے کاموں میں رشک کرنا۔اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانا۔

تمت سورۃ الفلق بعظمۃ فالق الاصباح

www.ahlehaq.org

سُوْرَةُ النَّاسِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتُّ اٰيَاتٍ

سورۃ الناس مکہ معظّمہ میں نازل ہوئی اس میں چھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ مَلِكِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ﴿۳﴾ مِنْ شَرِّ

آپ یوں کہیے کہ میں لوگوں کے رب کی پناہ لیتا ہوں جو لوگوں کا بادشاہ ہے لوگوں کا معبود ہے وسوسہ

الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۙ﴿۴﴾ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ﴿۵﴾ مِنَ

ڈالنے والے کے شر سے جو پیچھے ہٹ جانے والا ہے' جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے' جنات

الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴿۶﴾ ع

میں سے اور انسانوں میں سے۔

ع ۱ ۶ ۳۹

۱: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ (آپ کہیے کہ میں آدمیوں کے مالک کی) ان کا مربی اور ان کا مصلح۔

۲: مَلِكِ النَّاسِ (آدمیوں کے بادشاہ) ان کے مالک اور ان کے امور کے مدبر و منظّم۔

۳: اِلٰهِ النَّاسِ (آدمیوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں) ان کا معبود

نکتہ: نمبر: ۱ آیات میں مضاف الیہ کو ایک مرتبہ ظاہر کرنے پر اکتفاء نہیں فرمایا کیونکہ ملک الناس، الٰہ الناس۔ یہ دونوں رب الناس کے عطف بیان ہیں کیونکہ عربوں کی بولی میں رب اور ملک کی نسبت لوگوں کی طرف کی جاتی رہتی ہے۔ مگر الٰہ الناس معبود ہونا یہ اسی ذات کی خصوصیت ہے۔ اس میں کسی کی شراکت و سہامت نہیں ہے۔ اور عطف بیان آتا ہی بیان وضاحت کیلئے ہے پس اظہار مضاف الیہ ضروری تھا نہ کہ اضمار۔

نمبر ۲۔ رب کی نسبت خصوصاً الناس کی طرف کی گئی۔ اگرچہ وہ رب کل شئی ہے یہ انسانوں کو شرف بخشنے کیلئے ایسا کیا گیا اور اس لئے بھی کہ استعاذہ تو لوگوں کے دلوں میں موسوس کے شر کے سبب سے واقع ہوا پس الناس کا ذکر مناسب ہے۔ گویا اس طرح فرمایا: **اعوذ من شر الموسوس الی الناس بربهم الذی یملك علیهم امور هم وهو الٰههم و معبود هم** میں وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو لوگوں میں ان کے اس رب کے متعلق وسوسہ ڈالتا ہے جو کہ ان کا مالک امور ہے اور وہی ان کا الٰہ اور وہی ان کا معبود ہے۔

www.ahlehaq.org

ایک قول یہ ہے:

کہ پہلے الناس سے مراد اطفال ہیں۔ ربوبیت کا معنی اس پر دلالت کرتا ہے۔ دوسرے الناس سے نوجوان ہیں لفظ ملک جو حکم چلانے کو ظاہر کرتا ہے وہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔ اور تیسرے الناس سے بوڑھے مراد ہیں۔ اور لفظ الٰہ جو عبادت کی خبر دینے والا ہے وہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔ اور چوتھے الناس سے صالحین مراد ہیں۔ اس لئے کہ شیاطین انہی کو اغواء کرنے کے زیادہ درپے ہوتے ہیں۔ اور پانچویں الناس سے مراد مفسدین ہیں۔ کیونکہ اس کا عطف معوذ منہ (جس سے پناہ مانگی جارہی ہے) اس پر ہے۔ (یعنی الجن)

۴: مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ (وسوسہ ڈالنے والے) الوسواس یہ اسم ہے جو کہ الوسوسہ کے معنی میں ہے اس کی نظیر الزلزال بمعنی زلزلہ ہے۔ باقی مصدر وسواس کسرۂ واو کے ساتھ ہے جیسے زلزال۔ اور اس سے مراد شیطان ہے۔ مصدر بول کر اس کا نام رکھا گیا گویا وہ فی نفسہ وسوسہ ہے کیونکہ یہ اس کا وہ مشغلہ ہے۔ جس میں وہ ہر وقت مصروف ومستغرق ہے۔ یا مراد ذوالوسواس ہے۔ الوسوسہ ہلکی آواز۔

الْخَنَّاسِ (پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے) جس کی عادت یہ ہو کہ وہ وسوسہ ڈال کر پیچھے ہٹ جائے۔ یہ الخنوس سے بنا ہے۔ جس کا معنی متاخر ہونا۔ جیسا العواج والبتات۔

سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا قول:

جب انسان اپنے رب کو یاد کرتا ہے تو شیطان پیچھے ہٹتا اور مڑ کر بھاگ جاتا ہے اور جب وہ اس کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے تو واپس لوٹ کر پھر اس کو وسوسہ ڈالتا ہے۔

۵: اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ (جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے)

نحو: یہ صفت ہونے کی وجہ سے محلاً مجرور ہے۔ نمبر۲۔ محل رفع میں ہے۔ نمبر۳۔ شتم کی بناء پر محل نصب میں ہے۔ ان پچھلی دونوں صورتوں میں الخناس پر وقف کرنا اچھا ہے۔

۶: مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ (خواہ وہ جن ہو یا آدمی) یہ الذی یوسوس کا بیان ہے شیطان دو قسم کے ہیں۔ نمبر۱۔ جنی۔ نمبر۲۔ انسی، جیسا فرمایا: شَیَاطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ [الانعام: ۱۱۲]

قول ابوذر رضی اللہ عنہ:

انہوں نے ایک آدمی کو فرمایا: **هل تعوذت بالله من شيطان الانس**۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کی پناہ شیطان انس سے مانگی ہے۔ روایت میں ہے آپ ﷺ پر سحر کی گئی جس کی وجہ سے آپ بیمار ہو گئے پس آپ کے ہاں دو فرشتے آئے۔ جبکہ آپ سو رہے تھے ایک نے دوسرے کو کہا ان کو کیا ہوا؟ دوسرے نے کہا ان پر سحر ہوا۔ اس نے سوال کیا کس نے کیا؟ دوسرے نے کہا لبید بن

اعصم یہودی نے ،اس نے کہا کس چیز سے سحر کیا۔اس نے کہا کنگھی کے دندانے اور بال ایک گابھے کو کھود کر ذی اروان کے کنوئیں میں ایک پتھر کے نیچے رکھے گئے ہیں۔اس پر آپ جاگ گئے پھر زبیر،علی وعمار رضی اللہ عنہم کو بھیجا انہوں نے کنوئیں سے پانی نکالا اور کھودی ہوئی لکڑی کو جب نکالا تو اس میں کنگھی کے دندانے اور بال مبارک تھے۔اس میں بالوں کو گیارہ گرھیں لگی تھیں۔جن میں سوئیاں چبھوئی گئیں تھیں۔پس یہ دونوں سورتیں نازل ہوئیں۔جب جبرئیل علیہ السلام ایک آیت پڑھتے تو ایک گرہ کھل جاتی یہاں تک کہ آپ ﷺ آخری گرہ کھلنے پر اٹھ کھڑے ہوئے۔گویا کوئی بندھن کھل گیا ہے۔جبرئیل علیہ السلام کہنے لگے

باسم الله ارقيك والله يشفيك من كل داء يؤذيك۔ [رواه البخاری : ٥٧٦٦،مسلم : ٢١٨٩]

مَسْئَلَة : اسی لئے کتاب اللہ اور کلام رسول ﷺ سے رقیہ کو جائز قرار دیا گیا۔سریانی اسی طرح عبرانی،ھندی وغیرہ زبان سے جائز نہیں اس کا اعتقاد واعتماد نہ حلال ہے نہ درست۔نعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا و اقوالنا ومن شرما عملنا و مالم نعمل ونشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له، ونشهد ان محمدًا عبده ورسوله ونبيه و صفيه ارسله (بالهدٰى و دين الحق ليظهره على الدين كله ولوكره المشركون [التوبه : ٣٣ □]وصلى الله على سيدنا محمد وعلى اله مصابيح الانام و اصحابه مفاتيح دارالسلام والله اعلم بالصواب واليه الملجأ والماٰب۔

مفسر رحمہ اللہ کی اس عبارت کو دعائیہ اختتامی عبارت ہونے کی وجہ سے اسی طرح لکھ دیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اُن کی اِس بیش خدمت تفسیر کا ترجمہ اِس ناکارۂ خلق سے کروا کر اِس پر عظیم احسان فرمایا۔اللہ تعالیٰ قیامت کے دن میزانِ عمل میں اس کو ثقل اور حشر وقبر کی حاضری میں تخفیف کا باعث بنائے۔

اور ناشر جناب مکرم! خالد مقبول اور ان کے والدین کو بہترین اجر سے نوازے۔آمین ثم آمین

تمت سورة الناس بعظمة فالق الا صباح

(یوم الخمیس قبل صلوٰۃ العصر ۲۶ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ)

قاری محمد اشرف خوشابی

رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف۔ حکومت پنجاب

تاریخ _____

حوالہ نمبر _____

الحمد للہ۔ میں نے مکتبۃ العلم کی شائع کردہ اس تفسیر مدارک کے عربی متن کو حرفًا حرفًا بغور پڑھا ہے اور میں تصدیق کرتا ہوں کہ اب اسکے متن میں کوئی کمی بیشی نہیں ہے اور لفظی و اعرابی غلطی کا امکان نہیں ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

محمد اشرف

پروف ریڈر محکمہ اوقاف (حکومت پنجاب)

قاری محمد اشرف خوشابی

عارضی پتہ: امام/خطیب جامع مسجد کوہِ نور رائیونڈ ٹیکسٹائل ملز، رائیونڈ مانگا روڈ۔ لاہور

مستقل پتہ: چک نمبر 63/10 ایم بی تحصیل و ضلع خوشاب فون: 0301-4984297

www.ahlehaq.org